انوار البیان
فی حل
لغات القرآن
حصہ چہارم
تالیف
علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)
الناشر
مکتبہ سید احمد شہید
۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنْوَارُ الْبَیَان مُحسّن

فِی حَلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآن

حصہ چہارم

تالیف

علی مُحمّد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

النّاشر

مکتبہ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

دُعا کی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جارہی ہے کہ
مؤلف انوار البیان فی حلِ لغات القرآن
جلد ثالث ورابع کی طباعت کے وقت
دارِ آخرت کی طرف رحلت کر چکے ہیں
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف
جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے لئے ضرور بالضرور دعاءِ مغفرت کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور
دارِ آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین
یارب العالمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

(۲۷)

سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ ۔ الطُّوْرُ ۔ النجم ۔ القَمَر
الرحمٰن ۔ الوَاقِعَة ۔ اَلْحَدِیْد

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝

۵۱: ۳۱ = قَالَ - ای قال ابراهیم لما ذهب عنه الروع وجاءته البشریٰ ولما علم انھم ملٰئکة - جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی - اور ان کو معلوم ہوگیا کہ وہ مہمان فرشتے ہیں تو کہنے لگے (نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۷۴)

= فَمَا خَطْبُكُمْ: مَا استفہامیہ ہے خَطْبُكُمْ مضاف مضاف الیہ خَطْبٌ مصدر - خَطَبَ يَخْطُبُ (باب نصر) کا اسی باب سے خُطْبَةٌ وَخِطَابَةٌ بھی مصدر آئے ہیں - بمعنی وعظ کہنا - تقریر کرنا - حاضرین کے روبرو خطبہ پڑھنا - کہتے ہیں خَطَبَ الْقَوْمَ اس نے قوم سے خطاب کیا -

اَلْخَطْبُ مصدر - حالت کو کہتے ہیں - ما خَطْبُكَ تمہاری کیا حالت ہے، تمہارا کیا حال ہے تمہارا کیا مدعا ہے - تم کو اس پر کس نے اکسایا - ویسے تو الخطب ہر کام کو کہتے ہیں بڑا ہو یا چھوٹا - لیکن عام طور پر کسی بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے -

مَا خَطْبُكُمْ - تمہارا کیا مدعا ہے - تمہارا کیا مقصد ہے آنے کا -

= الْمُرْسَلُوْنَ: اسم مفعول جمع مذکر، بھیجے ہوئے، فرستادگان، (اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا مدعا کیا ہے -)

۵۱: ۳۲ = اُرْسِلْنَا: ماضی مجہول جمع متکلم - اِرْسَالٌ (افعال) مصدر - ہم بھیجے گئے ہیں

= قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ - موصوف وصفت - مجرمین اسم فاعل جمع مذکر، مجرم، گنہگار، جرائم پیشہ لوگ، مراد حضرت لوط کی قوم ہے، جو ایسے گندے افعال میں مبتلا تھے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی ویسے گندے عمل نہیں کئے تھے - یہ لوگ لواطت کے بانی تھے - راہزن اور لٹیرے تھے اور مجمع عام کے روبرو بے حیائی کے کام کرتے تھے -

۵۱: ۳۳ = لِنُرْسِلَ - لام تعلیل کا ہے نُرْسِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع متکلم - اِرْسَالٌ (افعال) مصدر تاکہ ہم برسائیں - تاکہ ہم بھیجیں - عَلَيْهِمْ ان پر، قوم مجرمین پر -

= حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ - مٹی سے بنے ہوئے پتھر - کنکر، وہ مٹی جو پتھر بن گئی ہو - مٹی کی قید اس وجہ سے لائی گئی کہ یہ توہم دور ہوجائے کیونکہ بعض لوگ اولے کو بھی پتھر کہتے ہیں -

= مُسَوَّمَةً: اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تفعیل) مصدر - مُسَوَّمَةً صفت ہے حِجَارَةً کی - سَوْمٌ کا معنی ہے کسی چیز کی طلب میں جانا - اور طلب، کبھی صرف دوسرا جزء ملحوظ

ہوتا ہے۔ جیسے یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ: (۲: ۴۹) تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے، دینی چاہتے تھے۔ یا وہ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے، کبھی جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سُمْتُ الْاِبِلَ فِی الْمَرْعٰی۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹوں کو بھیج دیا۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ (۱۶: ۱۰) اور اس سے درخت بھی شاداب ہوتے ہیں جن میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

اس مادہ سے سُوْمَةٌ، سِیْمَةٌ، سِیْمَا علامت یا نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸: ۲۹) کثرت سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں۔

مُسَوَّمَةً (بمعنی نشان زدہ کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ جو پتھر مسرفین کی ہلاکت کے لئے مخصوص کئے گئے تھے وہ دوسرے پتھروں سے بعض نشانوں اور علامات سے ممیز کئے گئے تھے۔

دوم: ہر پتھر پر اس شخص کا نام تھا جو اس سے ہلاک ہونا مقدر ہو چکا تھا۔

سوم:۔ یہ پتھر دنیاوی پتھروں سے مختلف النوع تھے۔

= عِنْدَ رَبِّكَ۔ عِنْدَ ظرف مکان ہے۔ گو ظرف زمان بھی مستعمل ہے جیسے عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ: یہ بمعنی قرب۔ رائے، فیصلہ، مہربانی بھی آتا ہے یہاں بمعنی نزدیک، مضاف ہے، اور رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔ تیرے رب کے نزدیک:

= مُسْرِفِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِسْرَافٌ (افعال) مصدر۔ حدِ اعتدال یا حدِ مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ یعنی بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ حدِ حلال سے حدِ حرام کی طرف بڑھنے والے، بدکاری میں حد سے بڑھنے والے۔

آیت ۳۲ تا ۳۴ کا ترجمہ ہوگا:۔

وہ بولے ہم کو گنہگار لوگوں کی طرف (قوم لوط کی طرف) بھیجا گیا ہے کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں جو آپ کے رب کی طرف سے حد سے تجاوز کرنے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں۔

۵۱: ۳۵ = فَاَخْرَجْنَا۔ پھر ہم نے نکال دیا۔ فَ فصیحہ کا ہے۔ اَخْرَجْنَا ماضی جمع متکلم اخراجٌ (افعال) مصدر ضمیر جمع متکلم، اللہ کے لئے ہے اس جملہ سے قبل کچھ عبارت محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے:۔

کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کی گفتگو ختم ہوئی اور وہ حضرت لوط علیہ

السلام کا قصہ سورۃ ہود (۱۱ آیات ۷۷ تا ۸۳، سورۃ الحجر (۱۵) آیات ۶۱ تا ۷۷ ، اور سورۃ عنکبوت (۲۹) آیات ۳۳ تا ۳۵ میں ملاحظ فرما دیں۔ یہاں سورۃ ہذا میں صرف اس آخری وقت کا ذکر کیا جارہا ہے جب اس قوم پر عذاب نازل ہونے والا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے :۔

پھر ہم نے (یعنی عذاب کے نازل ہونے سے قبل) ان سب لوگوں کو نکال لیا جو اس بستی میں مومن تھے۔

= مَنْ : موصولہ ہے۔ جو۔

= فِيهَا : میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق ہے بستیوں کا ذکر اگرچہ پہلے نہیں کیا گیا لیکن رفتارِ کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

= مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ مِنْ بیانیہ ہے ، بمعنی جو ، جتنے ، پس جتنے وہاں مؤمن (ایمان دار) تھے ہم نے ان کو وہاں سے نکال لیا۔ مومنوں سے مراد حضرت لوط پر ایمان لانے والے ہیں

۵۱ : ۳۶ = فَمَا : فَ عاطفہ ، اور مَا نافیہ ہے اور (ہم نے) نہ (پایا)۔۔۔۔

= فِيهَا : هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ، حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کی طرف راجع ہے

= غَيْرَ بَيْتٍ : ایک گھر کے سوا۔ فَمَا وَجَدْنَا ۔۔۔۔ الآیۃ اور ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

فائدہ آیت ۳۵ میں لفظ المؤمنین آیا ہے اور ایہ ہذا میں المسلمین آیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو دل سے نہیں بس صرف زبانی (ظاہری) طور پر اسلام قبول کرلے اور مومن اس کو کہیں گے جو سچے دل سے ماننے والا ہو۔

اگرچہ قرآن مجید میں مسلم اور مؤمن کے الفاظ اکثر انہی معانی میں آئے ہیں۔ لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں یہ الفاظ دونوں معانی کو متضمن ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد پنجم سورۃ الحجرات (۴۹) حاشیہ نمبر ۳۱)

تفسیر مظہری میں ہے ، پہلے ان کو مؤمن فرمایا پھر مسلم۔ کیونکہ ہر مؤمن مسلم ہوتا ہے۔

۵۱ : ۳۷ = وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً : واوَ عاطفہ ، تَرَكْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَرْكٌ (باب نصر) مصدر ، ہم نے چھوڑا۔ فِيهَا ای فی القُریٰ (ان) بستیوں میں

آيَةً : منصوب بوجہ مفعول فعل ترکنا کے : (نشانی)

ترجمہ:۔ پھر ہم نے ان (بستیوں) میں ایک نشانی چھوڑ دی (جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں)
نشانی سے مراد بحیرۂ مُردار ہے جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے
== يَخَافُوْنَ: مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح مصدر) وہ خوف کھاتے ہیں، وہ ڈرتے ہیں۔
== اَلْعَذَابَ الْاَلِيْمَ: موصوف و صفت مل کر مفعول يَخَافُوْنَ کا۔ دردناک عذاب
۵۱: ۳۸ == وَفِيْ مُوْسٰى: ای وجعلنا فی موسیٰ اٰیۃ: جملہ ہذا کا عطف جملہ وَتَرَكْنَا فِيْهَا اٰيَةً پر ہے اور ہم نے موسیٰ کے واقعہ میں بھی ایک نشانی باعبرت رکھی ہے۔
== اِذْ: اسم ظرف زمان ہے (گو اسم ظرف مکان بھی مستعمل ہے) بطور حرف مفاجات بھی مستعمل ہے بمعنی جب۔
== سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ: موصوف و صفت، سلطان کے معنی حجت، دلیل، برہان کے ہیں جو یہاں مراد ہے۔ گو اس کا استعمال، زور، وقوت: اور سند کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔
مبین: بمعنی ظاہر۔کھلی، کھلی دلیل یا برہان بمعنی معجزہ بھی ہے، یہاں اشارہ ہے ان معجزات کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے عطا کر کے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ مثلاً عصا، ید بیضا۔ قحط، سمندر میں راستے بنا دینا وغیرہ۔
۵۱: ۳۹ == فَتَوَلّٰى۔ میں فَ عبارتِ مقدرہ پر دال ہے یعنی حضرت موسیٰ فرعون کے پاس تشریف لے گئے: اور اسے حق کی دعوت دی۔ مگر اس نے دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اور سننے سے منہ پھیر لیا۔
تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوَلِّيٌ (تفعل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ اس نے (ایمان لانے سے) اعراض کیا۔
== بِرُكْنِهٖ۔ رکن بمعنی آسرا۔ قوت، زور، کسی شے کی وہ جانب جس کا آسرا لیا جائے۔
مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ فرعون کی طرف راجع ہے اور قوت سے مراد اس کی ذاتی قوت ہے اس کا لشکر، اس کی فرمانبردار رعایا ہو سکتی ہے۔
بِرُكْنِهٖ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ ب۔ تعدیہ کی ہو سکتی ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے اپنے لشکر جرار اپنے اعوان و انصار یا اپنی ذاتی طاقت سے مغرور ہو کر حضرت موسیٰ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
۲۔ بَ مصاحبت کی بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے: اس نے اپنے لشکر اپنے

اعوان و انصار اور اپنی قوم سمیت حضرت موسیٰ کی دعوت کو سننے سے منہ پھیر لیا۔
۳:۔ رُکن سے مراد اگر اس کی ذاتی قوت لی جائے تو مطلب ہوگا کہ اس نے اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
ای ثنی عطفہ واعرض عن الایمان اس نے (غرور سے) گردن اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔
یا جیسے قرآن مجید میں انسان کی ایسی ہی حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:۔
وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (۱۷: ۸۳) اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگرداں ہوجاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے۔
= وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ای وقال فرعون ھو (ای موسیٰ) ساحر او مجنون اور فرعون نے کہا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے یا مجنون ہے۔
ابو عبیدہ نے کہا کہ اس جگہ اَوْ بمعنی واؤ کے ہے یعنی موسیٰ جادوگر اور پاگل ہے، ظاہر یہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے دیکھ کر آپ کو جادوگر کہا۔ اور چونکہ اس بیمار کور بصیرت والی عقل میں حضرت موسیٰ کی دعوتِ توحید نہیں آئی تھی اس لئے آپ کو پاگل کہنے لگا۔ اس کے دونوں کلاموں میں تضاد تھا۔ کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مجنون تھے تو ساحر کیسے ہوگئے ساحر تو دانشمند ہوتا ہے اور اگر دانشمند تھے تو مجنون کیسے ہوگئے؟
بیضاوی نے لکھا ہے کہ:۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون نے آپ کو آسیب زدہ کہا۔ پھر سوچنے لگا کہ ان افعال کے اظہار میں موسیٰ کے اپنے اختیار اور کوشش کو دخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو جادوگر ہے اور اگر بے اختیار ہے تو پاگل ہے۔
کانہ جعل ما ظھر علیہ من الخوارق منسوبًا الی الجن وتردد فی انہ حصل ذلك باختیارہ وسعیہ او بغیرھما فان کان باختیارہ فھو ساحر وان کان بغیرہ فھو مجنون۔ (بیضاوی)
۵۱: ۴۰ = فَاَخَذْنٰهُ فترتیب کا ہے اَخَذْنَا ماضی جمع متکلم۔ اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا۔
= وَجُنُوْدَهٗ۔ واؤ عاطفہ جُنُوْدٌ جمع جُنْدٌ کی، بمعنی فوج۔ لشکر: اس کا عطف ہٗ ضمیر مفعول پر ہے۔ ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا۔

== فَنَبَذْنٰھُمْ : ف عاطفہ، نَبَذْنَا ماضی جمع متکلم نَبْذٌ (باب ضرب) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع فرعون اور اس کا لشکر ہے۔ اور ہم نے ان کو پھینک دیا۔ یا ڈال دیا

== فِی الْیَمِّ : جار مجرور، ای فی البحرِ ، دریا میں ،یعنی ہم نے ان کو پکڑ کر دریا میں پھینک کر غرق کر دیا۔

== وَھُوَ مُلِیْمٌ : جملہ حالیہ ہے مُلِیْمٌ اسم فاعل واحد مذکر اِلَامَۃٌ (افعال) مصدر۔ ملامت یالوم کا مستحق، ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جاوے۔ لوم، مادہ ۔لَامَ وَلُمْتُہٗ (باب نصر) لَوْمًا کے معنی کسی کو برے فعل کے ارتکاب پر برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے کے ہیں۔ لَائِمٌ ملامت کرنے والا۔ مَلُوْمٌ ملامت کیا ہوا۔ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ (۵ : ۵۴) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ اور فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (۲۳ : ۶) ان سے مباشرت کرنے میں انہیں ملامت نہیں ہے۔

وَھُوَ مُلِیْمٌ اور وہ کام ہی ملامت کے قابل کرتا تھا۔

۵۱ : ۴۱ == وَفِیْ عَادٍ : اس کا عطف بھی وَتَرَکْنَا فِیْھَا پر ہے ای وترکنا فی ھلکۃ قوم عاد اٰیَۃً : یعنی قوم عاد کی ہلاکت وتباہی میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی چھوڑی۔

== الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ : موصوف وصفت مل کر اَرْسَلْنَا کا مفعول۔ وہ آندھی جو خیر وبرکت سے خالی ہو۔

عَقِیْمٌ . بانجھ عورت کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ہوا ہے جو خیر وبرکت سے خالی ہو نہ تو بادلوں کو اڑا کر لائے اور نہ درختوں کو بار آور کرے : نہ اس میں رحمت کا کوئی شائبہ ہو۔

وھی التی لا تلقح سحابا ولا شجرا ولا رحمۃ فیھا ولا برکۃ ولا منفعۃ)

(قرطبی) نیز ملاحظہ ہو ۵۱ : ۲۹)

۵۱ : ۴۲ == مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْہِ۔ مَا نافیہ ہے۔ تَذَرُ مضارع واحد مؤنث غائب (ضمیر فاعل الریح العقیم کی طرف راجع ہے) وہ نہیں چھوڑتی ہے ۔وَذْرٌ (باب فتح) مصدر۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔ اَتَتْ مضارع واحد مؤنث غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر وہ آئی۔ وہ پڑی۔ عَلَیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْءٌ ۔وہ جس شے پر پڑتی اسے نہ چھوڑتی۔

== اِلَّا حرف استثناء۔ مگر

== جَعَلَتْہُ ، جَعَلَتْ : ماضی واحد مؤنث غائب : ضمیر فاعل کا مرجع الرِّیْحُ ہے ہٗ ضمیر مفعول

واحد مذکر غائب شیٔ کے لئے ہے۔

= کَالرَّمِیۡمِ۔ ک تشبیہ کا ہے رمیم۔ استخوان بوسیدہ، گلی ہوئی ہڈی۔ رِمَّۃٌ (جس کے معنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کے ہیں) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اِرْمَّاءُ ہے اور رِمَامٌ ہے۔

اِلَّا جَعَلَتۡہُ کَالرَّمِیۡمِ: مگر یہ کہ اسے بوسیدہ ہڈیوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی

۵۱:۴۳ = وَفِیۡ ثَمُوۡدَ: وفی عاد کی طرح اس کا عطف بھی وترکنا فیھا پر ہے (آیت ۳۷) ای وترکنا فی قصۃ ثمود اٰیۃً: یعنی قوم ثمود کے قصہ میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی) نشانی چھوڑی۔

= اِذۡ قِیۡلَ لَہُمۡ۔ جب ان سے (یعنی قوم ثمود سے) کہا گیا تھا۔ تَمَتَّعُوۡا فعل امر، جمع مذکر حاضر تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، تم فائدہ اٹھالو، تم برت لو، تم مزے اڑالو،

= حَتّٰی حِیۡنٍ۔ حَتّٰی حرف انتہاء غایت (فی الزمان) کے لئے ہے، حین وقت، زمانہ، مدت

ترجمہ: جب ان سے کہا گیا تھا کہ تم ایک خاص وقت تک مزے کرلو۔

فَائِدَہ: مفسرین میں اس امر پر اختلاف ہے کہ اس سے مراد کونسی مدت ہے حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے اشارہ سورۃ ہود کی اس آیت کی طرف ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ثمود کے لوگوں نے جب حضرت صالح کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ تین دن تک تم مزے کرلو، اس کے بعد تم پر عذاب آجائے گا (ھود ۱۱: ۶۱)

بخلاف اس کے حضرت حسن بصری کا خیال ہے کہ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کے آغاز میں کہی تھی اپنی قوم سے اور اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم توبہ اور ایمان کی راہ اختیار نہ کروگے تو ایک خاص وقت تک ہی تم کو دنیا میں عیش کرنے کی مہلت نصیب ہوگی۔ اور اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی:

ان دونوں تفسیروں میں دوسری تفسیر ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعد کی آیت فَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّہِمۡ (پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی) یہ بتاتی ہے کہ جس مہلت کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے وہ سرتابی سے پہلے دی گئی تھی اور انہوں نے سرتابی اس تنبیہ کے بعد کی۔ اس کے برعکس سورۃ ہود والی آیت میں تین دن کی جس مہلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان ظالموں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن سرتابی کا ارتکاب ہوجانے کے بعد کی گئی تھی (تفہیم القرآن)

۵۱ : ۴۴ = فَعَتَوْا۔ ف تفصیل کے لئے ہے عَتَوْا ماضی جمع مذکر غائب عُتُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی اطاعت سے اکڑنا۔ تکبر کرنا۔ اور حد سے بڑھ جانا۔ مگر انہوں نے تکبر اور غرور کے ساتھ (اپنے رب کے حکم کی تعمیل سے) سرتابی کی۔

= فَاَخَذَتْهُمْ : ف عطف سببی کا ہے۔ اَخَذَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ضمیر فاعل کا مرجع الصعقۃ ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، پس صاعقہ نے ان کو آلیا۔

= الصّٰعِقَةُ: امام راغب رح لکھتے ہیں۔

الصاعقۃ اور الصاقعۃ دونوں کے تقریبًا ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ہولناک دھماکہ، لیکن صَقَعٌ کا لفظ اجسام ارضی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور صَعْقٌ اجسام علوی کے بارے میں۔

بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ صاعقۃ تین قسم پر ہے :۔

اول :۔ بمعنی موت اور ہلاکت، جیسے فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹ : ۶۸) تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مرجائیں گے : یا فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱ : ۴۴) سو ان کو موت نے آپکڑا۔

دوم۔ بمعنی عذاب جیسے فرمایا کہ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ : (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا۔

سوم۔ بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک، جیسے فرمایا۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صَاعِقَةٌ کے آثار سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضاء میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ یعنی دراصل وہ ایک ہی چیز ہے اور یہ سب چیزیں اس کے آثار میں سے ہیں۔

= وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے در آں حالیکہ وہ دیکھ رہے تھے، یعنی دیکھ رہے تھے اور اس کی مدافعت میں کچھ نہ کر رہے تھے۔

تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ :۔

بمعنی تسلیمہم وعدم قدرتہم علی الدفع کما یقول القائل للمضروب یضربك فلان وانت تنظر: اس کا مطلب ہے کہ ہتھیار ڈال دینا اور مدافعت کی قدرت نہ رکھنا :

جیساکہ کوئی مضروب سے کہے کہ وہ تمہیں پیٹ رہا ہے اور تم کھڑے دیکھ رہے ہو؟ ۔ یعنی مدافعت میں کچھ بھی نہیں کر رہے) مضروب کی بے بسی کی انتہاء ہے ۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں اور جگہ فرمایا فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۲ : ۵۵)

۵۱ : ۴۵ ـــ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ : ف عاطفہ ۔ مَا نافیہ ۔ اِسْتَطَاعُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب : اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر ۔ وہ نہ کر سکے ۔ ان سے نہ ہو سکا ۔ ان چیزوں کا تمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے استطاعت کہلاتا ہے ۔ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ ۔ پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِھِمْ (۲۱ : ۴۳) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں ۔ یا اور جگہ فرمایا ۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (۳ : ۹۷) جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے ۔ طوع مادہ ۔ طَوْعٌ کی ضد کَرْہٌ ہے جس کو فعل مکمل کرنے کے اسباب مہیا ہوں اس کو مستطیع کہیں گے ۔ اس کی ضد عاجز ہے یعنی جس کو تمام اسباب میں سے چند مہیا ہوں اور چند مہیا نہ ہوں ۔

ـــ وَمَا کَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ : واؤ عاطفہ ، مَا نافیہ ، کَانُوْا فعل ناقص مُنْتَصِرِیْنَ خبر کَانُوْا کی : اور نہ (ہم سے) انتقام لے سکے یا مقابلہ کر سکے یا اپنی مدد کر سکے :

مُنْتَصِرِیْنَ اسم فاعل ۔ جمع مذکر ۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر ۔ اس کے دو معنی ہیں

۱ ۔ انتصر من عدوہ ای انتقم من عدوہ ۔ اس نے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا ۔ یعنی انتقام لے لیا ۔

۲ ۔ اِنْتَصَرَ عَلٰی خَصْمِہٖ اِسْتَظْھَرَ ، وہ اپنے حلیف پر غالب آیا ۔ اس پر قابو پالیا ۔

پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا ۔ کہ ہم نے ان پر اپنا عذاب مسلط کیا اور وہ لوگ جنہیں اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا ۔ ان میں سکت نہ رہی کہ وہ ہم سے انتقام نہ لے سکے ۔

دوسری صورت میں معنی ہوگا :۔

کہ وہ ہم پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی قوت سے ہمارے بھیجے ہوئے عذاب کو ٹال نہ سکے

۵۱ : ۴۶ ـــ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ : واؤ عاطفہ اور قوم نوح کا عطف فاخذتھم یا فنبذنٰھم کی ضمیر پر ہے ای واھلکنا قوم نوح ۔

مِنْ قَبْلُ : قَبْلُ بَعْدُ کی ضد ہے یہ اسم ظرف زمان بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظرف مکان بھی ۔ قبل کو بعد کی طرح اضافت لازمی ہے ، جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر

مبنی ہوگا۔ جیسا کہ آیت ندا ہیں۔

اور اضافت کے ساتھ جیسے کہ مِنْ قَبْلِهِمْ. مِنْ قَبْلُ ای من قبل ھٰؤلاء المھلکین ان ہلاک ہونے والوں سے پہلے۔ یعنی فرعون، عاد، ثمود کی قوموں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو ان کی سرکشی، کفر و فسق کی وجہ سے ہلاک کیا۔

= اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ: یہ علت ہے قوم نوح کی ہلاکت کی، قَوْمًا فٰسِقِيْنَ موصوف وصفت مل کر كَانُوْا کی خبر ہے:

فٰسِقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر، بحالتِ نصب۔ فَاسِقٌ کی جمع۔ بمعنی شریعت کی حدود سے نکل جانے والے۔ کافر اور نافرمان لوگ،

فَائِدَہ: آخرت کے بارے میں تاریخی دلائل پیش کرنے کے بعد اب پھر اس کے ثبوت میں آفاقی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔

= وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا۔ ای بنینا السماء مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب السماء کی طرف راجع ہے۔ بنینا ماضی جمع متکلم۔ بَنٰی يَبْنِيْ بِنَاءً (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے بنایا۔

= بِاَيْدٍ: قوت سے، طاقت سے، یہاں بِاَيْدٍ يَدٌ کی جمع نہیں ہے بلکہ اٰدَ يَئِيْدُ (باب ضرب) کا مصدر ہے اٰدٌ بھی اس کا مصدر ہے بمعنی مضبوط ہونا۔ سخت ہونا۔ اسی مادہ ای د سے باب تفعیل اَيَّدَ يُؤَيِّدُ تَاْيِيْدٌ بمعنی قوت دینا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (۵: ۱۱۰) میں نے تمہیں روح القدس سے تقویت دی۔

اور فرمایا:۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۳: ۱۳) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی نصرت سے بہت زیادہ تقویت بخشتا ہے۔

صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں کہ:۔

فمن ظنّ انها جمع يدٍ فی ھذہ الاٰیۃ فقد غلط غلطاً فاحشًا والمعنی: والسماء بنينها بقوۃٍ:

ترجمہ ہوگا:۔ اور آسمان کو ہم نے اپنی قوت سے بنایا۔

= مُوْسِعُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِیْسَاعٌ (افعال) مصدر۔ وسع مادہ، طاقت و مقدرت رکھنے والے، وسعت والے۔ مقدور والے۔

فَائِدہ :- صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں کہ:۔
اصل الفاظ ہیں اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ: مُوْسِعٌ کے معنی طاقت و مقدرت رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وسیع کرنے والے کے بھی۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان ہم نے کسی کی مدد سے نہیں بلکہ اپنی طاقت اور زور سے بنایا ہے۔ اور اس کی تخلیق ہماری مقدرت سے باہر نہ تھی۔ پھر یہ تصور تم لوگوں کے دماغ میں آخر کیسے آگیا کہ ہم تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکیں گے:

دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے:۔
کہ اس عظیم کائنات کو بس ہم ایک دفعہ بنا کر نہیں رہ گئے بلکہ مسلسل اس میں توسیع کر رہے ہیں اور ہر آن اس میں ہماری تخلیق کے نئے نئے کرشمے رونما ہو رہے ہیں۔ ایسی زبردست خلّاق ہستی کو آخر تم نے اعادۂ خلق سے عاجز کیوں سمجھ رکھا ہے۔

۵۱: ۴۸ = وَالْاَرْضَ ای وفرشنا الارض۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا۔ فرشنا ماضی جمع متکلم فَرْشٌ وفِرَاشٌ (باب ضرب) مصدر (قالین یا بستر) بچھانا (گھر کو) فرش لگانا ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ الارض کی طرف راجع ہے۔

= نِعْمَ: کلمۂ مدح ہے۔ اہل نحو کہتے ہیں کہ جس طرح بِئْسَ فعل ذم ہے اسی طرح نِعْمَ فعل مدح ہے لیکن نِعْمَ (ماضی واحد مذکر غائب) اور نِعْمَتْ (ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب) کے علاوہ اس سے ماضی اور مضارع کا کوئی دوسرا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔ بہر حال نحویوں کی اصطلاح میں نِعْمَ فعل ہے۔

امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں:۔
نِعْمَ کلمۂ مدح ہے جو بِئْسَ فعل ذم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے: قرآن مجید میں آیا ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (۸: ۴۰) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے اور وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ (۵۱: ۴۸) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا (دیکھو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں۔"

= اَلْمَاهِدُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ مَهْدٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی (بستر) بچھانا۔

= زَوْجَیْنِ : وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض یا نظیر ہو۔ جوڑا۔ زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر ہے۔

روح المعانی میں ہے:۔

زوجین ای نوعین ذکرًا او انثیٰ۔ یعنی دو صنف مذکر و مؤنث۔

مجاہد نے کہا ہے کہ:۔

یہ متضادات و متقابلات کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً رات اور دن، آسمان اور زمین، سیاہ وسفید۔ ہدایت وضلالت، بلندی و پستی۔ وغیرہ۔

= لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ : ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ تَذَکَّرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَذَکُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑو، تم سمجھ جاؤ۔ تم جان لو (کہ تعدد ممکنات کی خصوصیت ہے۔ واجب بالذات ہر تعدد اور انقسام سے پاک ہے۔ اس کا وجود ناقابل عدم ہے اور اس کی قدرت ہر کمزوری اور عجز سے پاک ہے) (تفسیر مظہری)

۵۱ : ۵۰ = فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ۔ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہو۔ فَفِرُّوْا ..... الخ:

فَفِرُّوْا میں ف سببیت کی ہے یعنی ممکنات کے احوال اور واجب کی خصوصیت کو سمجھنے اور جاننے کا تقاضا ہے کہ تم ہر چیز سے منہ موڑ لو اور بھاگو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رُخ کرلو، فِرُّوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر تم بھاگو!

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

ففروا من کل شیئ الی اللہ بالتوجہ والمحبۃ والاستغراق وامتثال الاوامر

ہر چیز سے منہ موڑ لو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رُخ کرلو۔ اسی کی محبت میں ڈوب جاؤ اور اسی کے احکام کی تعمیل میں غرق ہو جاؤ۔

مدارک التنزیل میں ہے:۔

ففروا من الشرک الی الایمان باللہ اومن طاعۃ الشیطٰن الی طاعۃ الرحمٰن اوممّا سواہ الیہ۔ پس بھاگو شرک سے ایمان باللہ کی طرف اور شیطان کی پیروی سے رحمٰن کی اطاعت کی طرف اور اس کے سوا سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف۔

= مِنْہُ : میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ بعض نے منہ کی ضمیر کا مرجع عذاب

اور غضب بتایا ہے لیکن پہلا زیادہ صحیح ہے۔

۵۱:۵۱ = وَلَا تَجْعَلُوْا۔ واؤ عاطفہ لَا تَجْعَلُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر اور مت بناؤ مت ٹھہراؤ۔

= اِلٰهًا۔ اسم مفعول۔ جس کی بندگی کی جائے وہ الٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

= اٰخَرَ۔ دوسرا۔ اِلٰهًا کی صفت ہے (کوئی) دوسرا معبود، اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ۔ یعنی واجب الوجود ہونے میں یا استحقاقِ معبودیت میں، یا مقصود اصلی اور محبوب ذاتی ہونے میں کسی کو اس کا شریک مت بناؤ۔

= اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ؛ اس جملہ کی تکرار تاکید کے لئے ہے یا پہلے جملہ میں خواص کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ اللہ کے سوا نہ کسی سے محبت کریں نہ اپنا رُخ کسی اور کی طرف کریں۔

اور اس جملہ میں عوام کو حکم دیا گیا ہے کہ شرک اور گناہوں اجتناب کریں۔ کلام کی رفتار بھی اسی مفہوم پر دلالت کررہی ہے۔ یعنی ہر چیز سے اگر تم فرار نہیں کر سکتے تو کم از کم عبادت اور تعمیل احکام خداوندی میں تو کسی کو شریک نہ قرار دو۔ (تفسیر مظہری)

۵۲:۵۱ = كَذٰلِكَ: ای الا مر مثل ذٰلك۔ وذٰلك اشارة الی تكذیبهم الرسول وتسمیته ساحرًا اومجنونًا۔ ثم فسّر ما اجمل بقوله: مَا اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ...... الخ، بات اس طرح ہے ذٰلِكَ کا اشارہ (گذشتہ رسولوں کی قوموں کا) اپنے رسول کی تکذیب اور اسے ساحر یا مجنون کا نام دینے کی طرف ہے۔

پھر اس اجمال کی تفسیر ارشادِ باری تعالیٰ مَا اَتَى الَّذِیْنَ .... میں آتی ہے:

= مَا اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ: مَا نافیہ ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ مِنْ قَبْلِهِمْ اس کا صلہ۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قریشِ مکّہ کی طرف راجع ہے ترجمہ ہوگا۔ نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول۔

= اِلَّا حرف استثناء۔ مگر۔

= قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ: ای قالوا هو ساحر او مجنون؛ مگر انہوں نے یہی، کہا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل:

۵۳:۵۱ = اَتَوَاصَوْا بِهٖ۔ ہمزہ استفہامیہ انکار اور تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ تَوَاصَوْا مضارع۔ جمع مذکر غائب، تَوَاصِیٌ (تفاعل) مصدر۔ بمعنی ایک دوسرے کو نصیحت کرنا وصیت کرنا۔ کہہ مرنا۔ بِهٖ میں ضمیر ہ کا مرجع ان کا وہ قول کہ رسول یا تو ساحر ہے یا مجنون

ترجمہ ہوگا۔

کیا ان کے اگلے اپنے پچھلوں کو یہی وصیت کرتے چلے آئے تھے ؟ ۔

== بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ : بَلْ حرف اضراب ہے۔ ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے۔ نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ لوگ فطرتًا سرکش و نافرمان تھے ۔

== طَاغُوْنَ = اسم فاعل جمع مذکر طغیان (باب فتح) مصدر بمعنی سرکش ، نافرمان ، معصیت میں حد سے بڑھ جانا ، سمندر کا جوش مارنا۔ طَاغِیٌ کی جمع بحالت رفع ہے ۔

مطلب : نہیں یہ نہیں کہ ان کے اگلے پچھلوں کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ دراصل یہ لوگ فطرتًا ہی سرکش و نافرمان و باغی تھے ۔

۵۱ : ۵۴ == تَوَلَّ ۔ امر واحد مذکر حاضر ، تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر ، ولی مادہ ، تو منہ پھیر لے ، تو توجہ ہٹالے ۔ تَوَلِّیٌ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے ، کسی کام کو اٹھانے ، والی و حاکم ہونے کے ہیں ۔ جیسے وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (۵ : ۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ ان ہی میں سے ہے اور وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے اٹھایا بڑی بات کو ان میں سے ، اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۴۷ : ۲۲) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

اور جب اس کا تعدیہ عَنْ کے ساتھ ہوتا ہے خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیر لینے اور نزدیکی چھوڑ دینے کے معنی آتے ہیں ۔ جیسا کہ آیت ہٰذا میں ہے ۔

عَنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا آیت سابقہ میں ذکر ہوا۔

== مَلُوْمٍ ۔ اسم مفعول واحد مذکر ، مجرور ، لَوْم مادہ ۔ ملامت زدہ ، ملامت کیا ہوا۔ مَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۔ یعنی جب آپ ان کو بقدر امکان دعوت دے چکے اور اپنی طاقت کے مطابق کوشش کر چکے تو اب ان کی طرف سے روگردانی اور اعراض سے آپ قابل ملامت قرار نہیں دیئے جا سکتے ۔

۵۱ : ۵۵ == ذَكِّرْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر ، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر ۔ تو یاد دلا ۔ توسمجھا ۔ تو نصیحت کر ، واؤ یہاں بمعنی البتہ ہے ۔

== الذِّكْرٰى ۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے ۔ نصیحت کرنا ۔ ذکر کرنا ۔ پند موعظت ۔ (صیغہ مؤنث)

== فَاِنَّ میں ف تعلیل کا ہے بمعنی کیونکہ ۔

= تَنْفَعُ مضارع واحد مؤنث غائب نفع (باب فتح) مصدر وہ نفع دیتی ہے ۔ وہ فائدہ دیتی ہے سود مند ہوتی ہے۔

= وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ: البتہ قطع نظر ان ... (کے اپنے مشن کی تکمیل میں) آپ نصیحت کرتے رہئے کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے سود مند ہوگی۔

۵۱ : ۵۶ = وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اصل میں يَعْبُدُوْنَنِيْ تھا نون وقایہ ی متکلم ضمیر مفعول ۔ کہ وہ میری عبادت کریں۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ، الاحرف استثناء لام تعلیل کی۔

۵۱ : ۵۷ = مَا اُرِيْدُ، مضارع منفی، واحد متکلم۔ اَرَادَ يُرِيْدُ اِرَادَةٌ (افعال) مصدر رود مادہ ۔ میں نہیں چاہتا ہوں، میں طلب نہیں کرتا ہوں۔

= مِنْ رِّزْقٍ ۔ مِنْ بیانیہ ہے، میں ان سے کوئی رزق طلب نہیں کرتا ہوں۔

= وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۔ واؤ عاطفہ۔ مَا اُرِيْدُ مضارع منفی واحد متکلم۔ اَنْ مصدریہ يُطْعِمُوْنِ ۔ ای يُطْعِمُوْنَنِيْ ۔ اور نہ میں یہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں (جیسا کہ اور جگہ فرمایا وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (۶ : ۱۴) اور وہی (سب کو) کھانا دیتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا۔

۵۱ : ۵۸ = اَلرَّزَّاقُ ۔ رزق دینے والا۔ روزی دینے والا۔ رزق سے بروزن فعّال مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ امام خطابی کا بیان ہے کہ رزاق وہ ذات ہے جو رزق کا متکفل ہے اور ہر جان (کے) قیام کے لئے جس قدر قوت کی ضرورت ہے اس کی بہم پہنچانے والی ہے اس لفظ کا اطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کے جائز نہیں ہے۔

= ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ ذُو بمعنی والا۔ صاحب، اسم ہے۔ اور اسماء ستہ مکبّرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو پیش کی حالت میں واؤ زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یاء آتی ہے جیسے ذُو ذَا ۔ ذِی ۔ یہ ہمیشہ مضاف ہوکر استعمال ہوتا ہے۔ اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ ضمیر کی طرف نہیں۔ اور اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی۔

= ذُوالْقُوَّةِ مضاف، مضاف الیہ، قوت والا۔

الْمَتِيْنُ ۔ مَتِيْنٌ ۔ صیغہ صفت مشبہ مفرد ۔ مضبوط ۔ محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں بائیں حصہ کو ماتن کہا جاتا ہے اسی سے مَتُنَ فعل بنا لیا گیا جس کے معنی ہیں اس کی پشت قوی اور مضبوط ہوگئی۔ اس کے اعتبار سخت اور مضبوط ہو گئے مَتِيْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد اس کا

معنی ہو گیا قوی، مضبوط۔

المتین کی دو صورتیں ہیں۔

۱:۔ یہ القوۃ کی صفت ہے موصوف و صفت مل کر ذُو کا مضاف الیہ، زبردست قوت والا۔

۲:۔ یہ خبر ہے اس کا مبتدا ھُوَ محذوف ہے ای ھُوَ الْمَتِیْنُ۔ وہ نہایت قوی و محکم ہے:

یہ آیت عدم ارادۂ رزق وقوت کی علت ہے:

۵۱: ۵۹ == فَاِنَّ: ف عاطفہ اِنَّ حرف تحقیق ہے: بے شک، یقینًا، تحقیق،

== لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ لام اختصاص کا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ صلہ۔ جنہوں نے ظلم کیا۔ جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی!

== ذَنُوْبًا۔ اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ذَنُوْبٌ اصل میں بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کنوئیں سے پانی نکالا جاتا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ کنووں اور کھائیوں کا پانی ڈول سے تقسیم کیا کرتے تھے۔ ڈول کے ذریعہ پانی تقسیم کرنے میں الراجز کا شعر ہے۔

لنا ذنوب ولکم ذنوب : فان ابیتم فلنا القلیب۔

(ہمارے تمہارے درمیان پانی کی تقسیم) ایک ڈول تمہارا اور ایک ڈول ہمارا ہے۔

اگر تم یہ نہیں مانتے تو ساری کی ساری کھائی (یا کنواں) ہماری ہے۔

اس سے ذنوب یعنی الدلو (ڈول) کا اطلاق نصیب یعنے حصہ پر ہونے لگا۔

== اَصْحَابِھِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ساتھی۔ ان کے ہم مشرب۔ یعنی وہ گذشتہ زمانہ کے لوگ جنہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی اور ان کی تکذیب کے مرتکب ہوئے:

ھِمْ کی ضمیر قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

اضواء القرآن میں ہے:۔

معنی الاٰیۃ الکریمۃ۔ فان للذین ظلموا بتکذیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذنوبًا ای نصیبا من عذاب اللہ مثل ذنوب اصحابھم من الامم الماضیۃ من العذاب لما کذبوا رسلھم۔ تحقیق ان ظالموں کے لئے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی خدا کے عذاب سے ویسا ہی حصہ ہے جیسا کہ ان کے ساتھیوں یا ہم مشربوں کا تھا جو گذشتہ امتوں میں اپنے رسولوں کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔

== لَا یَسْتَعْجِلُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب استعجال (استفعال) مصدر۔ جلدی مچانا۔ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کی طلب کرنا۔ اصل لا یستعجلوننی وہ مجھ سے (اس عذاب

کے آجانے کی) جلدی طلب نہ کریں۔ (یہ عذاب تو ان کے نصیب میں ہوچکا۔ اور اپنے وقت پر آکر رہے گا) کافر جو کہتے تھے متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین یہ ان کو اس کا جواب ہے،

۵۱ : ۶۰ = وَیْلٌ عذاب، ہلاکت، تباہی، دوزخ کی ایک وادی کا نام۔ عذاب کی شدت

= یُوْعَدُوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ ان کو وعید دی جارہی ہے، ان سے وعدہ عذاب کیا جارہا ہے۔

= یَوْمِهِمْ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کا دن، مراد یوم قیامت ہے:

ترجمہ پس تباہی ہے ان کے لئے جنہوں نے کفر کیا اس دن سے جس کا (ان سے) وعدہ کیا گیا ہے یا۔ جس کی ان کو وعید دی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۵۲) سورۃ الطور مکیۃ (۷۶)

۵۲ : ۱ == والطور۔ واؤ قسمیہ ہے الطور سے مراد طور سینا ہے جو مدین کا ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا تھا۔ قسم ہے طور کی :

۵۲ : ۲ == وکتب مسطور۔ واؤ عاطفہ ہے کتب مسطور موصوف وصفت مل کر معطوف الطور کا۔ اور قسم ہے کتب کی جو لکھی ہوئی ہے۔

مسطور اسم مفعول واحد مذکر۔ لکھا ہوا۔ لکھی ہوئی، سطر قطار کو کہتے ہیں خواہ کسی کتاب کی ہو۔ کیونکہ حروف ایک دوسرے کے بعد ترتیب سے ایک قطار میں لکھے جاتے ہیں۔ یا درختوں کی ہو یا آدمیوں کی۔ سطر فلان کذا، کے معنی ہیں ایک ایک سطر کر کے لکھنا :

۵۲ : ۳ == فی رق منشور متعلق مسطور ہے : رق۔ الرقۃ۔ (باریکی) اور دقۃ کے معنیٰ ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن رقۃ بلحاظ کناروں کی باریکی کے استعمال ہوتا ہے اور دقۃ بلحاظ عمق کے بولا جاتا ہے۔ پھر اگر رقت کا لفظ اجسام کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد صفاقت آتی ہے۔ جیسے ثوب رقیق (باریک کپڑا) اور ثوب صفیق (موٹا کپڑا) اور دل کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد قساوت آتی ہے مثلاً نرم دل کے متعلق کہا جاتا ہے فلان رقیق القلب اور اس کے بالمقابل سخت دل کو قسی القلب کہیں گے :

الرق کے اصلی معنی کھال یا چمڑا کے ہیں۔ قدیم زمانہ میں جب کہ کاغذ سازی کی صنعت ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ حسب ضرورت پائدار کاغذ نایاب تھا اس لئے دستور یہ تھا کہ کھال کو رگڑ رگڑ کر خوب، باریک اور مصفی بنالیا جاتا تھا۔ اور اس میں چمک سی پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اور ایسی تیار شدہ کھال پر آسمانی صحائف، قیمتی دستاویزات اور شاہی فرمان لکھے جاتے تھے۔

== منشور۔ اسم مفعول واحد مذکر نشر (باب ضرب، نصر، سمع) مصدر۔ منشور کھلا ہوا۔ کشادہ، پھیلا یا ہوا۔ یہاں کھلا ہوا سے مراد یہ ہے کہ سب کے لئے کھلا ہوا جس کا جی چاہے پڑھے۔ فی رق منشور۔ کھلے اوراق میں لکھا ہوا۔

ترجمہ آیات ۲ : ۳ : اور قسم ہے اس کتاب کی جو کھلے ورق پر لکھی ہوئی ہے۔

یہاں اس سے مراد قرآن مجید یا جملہ کتب آسمانی ہیں۔

۵۲ : ۴ == وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ : واؤ عاطفہ ہے البیت الْمَعْمُوْرِ موصوف وصفت ، اس کا عطف والطور پر ہے اور قسم ہے بیت معمور کی ۔ المعمور اسم مفعول واحد مذکر عَمْرٌ و عِمَارَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ آباد کیا ہوا۔ البیت المعمور آباد گھر ، اس سے مراد خانہ کعبہ ہے ۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد آسمانی کعبہ ہے جو معراج کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا اور جو ہمارے کعبہ کے عین مقابل جہت میں واقع ہے المعمور کی صفت دونوں گھروں پر صادق آتی ہے آسمانی کعبہ اگر فرشتوں اور ان کی عبادت سے آباد ہے اور پُر نور ہے ۔ تو بیت الحرام بھی طائفین اور راکعین و ساجدین سے مزین اور معمور ہے۔

اور قسم ہے بیت معمور کی ،

۵۲ : ۵ == وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ : اس کی بھی وہی ترکیب ہے جو البیت المعمور کی ہے اور قسم ہے بلند چھت کی

== وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۔ اس کی ترکیب بھی ویسی ہی ہے جیسے آیت سابقہ کی ۔ اور قسم ہے البحر المسجور کی ۔ المسجور اسم مفعول واحد مذکر سَجْرٌ (باب نصر) مصدر ۔ دپانی کا دریا کو) بھرنا۔

البحر سے کونسا سمندر مراد ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد دنیوی سمندر ہی ہے جسے ہم دیکھتے اور جانتے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد وہ سمندر لیا ہے جس پر عرش عظیم ہے ۔ ابو داؤد نے حضرت احنف بن قیس سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے ۔

اسی طرح المسجور سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

۱ :۔ مسجور ۔ بمعنی مملو ، پُر ۔ بھرا ہوا ۔ جیسے کہتے ہیں سجرت الاناء بالماء میں نے برتن کو پانی سے بھر دیا

۲ :۔ مسجور بمعنی مُوْقَدٌ ۔ بھڑکایا ہوا ، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سمندر کو قیامت کے دن بھڑکا کر آتش دوزخ میں اضافہ کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ۔ (۴۰ : ۷۲) پھر آگ میں جھونکے جائیں گے ۔ اور جگہ فرمایا وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (۸۱ : ۶) اور جس وقت دریا آگ میں جائیں گے :

خواجہ حسن بصری رح نے اس کے معنی یہ کئے ہیں :۔ جب دریا آگ سے بھڑکا دیئے جائیں گے

۳ :۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مسجود بمعنی محبوس ہے روکا ہوا ۔ کہ سمندر کو قدرتِ خداوندی نے روک رکھا ہے کہ وہ تمام زمین پر نہیں بہتا ورنہ سب کو غرق کر دیتا ۔ چنانچہ حدیث

شریف میں ہے مَا مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَالْبَحْرُ يَسْتَاذِنُ رَبَّهُ اَنْ يُّغْرِقَ بَنِيْ اٰدَمَ: کوئی دن بھی ایسا نہیں آتا جب کہ سمندر اپنے رب سے بنی آدم کو غرق کر دینے کی اجازت نہ چاہتا ہو۔

مذکورہ بالا اقوال سے قوی قول یہ ہے کہ المسجور بمعنی مُوْقَدٌ (بھڑکایا ہوا) ہے

۵۲: ۷ = اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل عَذَابَ اسم اِنَّ (عَذَابَ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابَ کا۔ لام تاکید کا وَاقِعٌ خبر)

قسم ہے طُور کی، قسم ہے کتاب مسطور کی، قسم ہے البیت المعمور کی، قسم ہے سقف مرفوع کی، قسم ہے البحر المسجور کی، کہ آپ کے رب کا عذاب یقیناً آکر رہے گا۔

وَاقِعٌ اسم فاعل واحد مذکر: وَقْعٌ (باب فتح) مصدر۔ لازمی ہو جانے والا۔

۵۲: ۸ = مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ۔ مَا نافیہ، مِنْ زائدہ ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے دَافِعٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ دفع کرنے والا۔ ٹالنے والا۔ ہٹانے والا۔ اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ یہ اِنَّ کی خبر ثانی ہے یا واقع کی صفت۔ یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے۔

۵۲: ۹ = يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا: يَوْمَ مفعول فیہ ہے تَمُوْرُ مضارع واحد مؤنث غائب: مَوْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھرنا۔ تیز چلنا۔ وہ تیز چلتی ہے یا چلیگی۔ وہ پھٹ جائے گی۔ وہ لرزے گی۔ مَوْرًا مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے

اہل لغت کہتے ہیں کہ کبھی آگے بڑھے کبھی پیچھے ہٹے۔ اور اس طرح جھولے جس طرح کہ تیز جھکڑ میں لمبی کھجوریں جھومتی ہیں۔ تو اس حالت کو بیان کرنے کے لئے مَارَ يَمُوْرُ کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں مقصد یہ بتانا ہے کہ وسیع وعریض آسمان جس کو اپنے مقام سے بال برابر کبھی سرکتے نہیں دیکھا گیا کبھی اضطرابی حرکت اس میں رونما نہیں ہوئی وہ اس روز ایک معمولی اور ہلکی چیز کی مانند ڈول رہا ہوگا۔ جھول رہا ہوگا۔

جس دن آسمان بُری بُری طرح تھرتھرا رہا ہوگا:

۵۲: ۹-۱۰ = وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ واؤ عاطفہ، تَسِيْرُ مضارع واحد مؤنث غائب سَيْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ سَيْرًا۔ مفعول مطلق تاکید کے لئے۔ اور پہاڑ بُری بُری طرح اڑتے پھریں گے۔

۵۲: ۱۱ = فَوَيْلٌ ف فصیحت کے لئے ہے وَيْلٌ بربادی، ہلاکت (ملاحظہ ہو ۵۱: ۶۰)

= يَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمان۔ منصوب مضاف، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس روز، اس دن، ای اذا وقع ذٰلِكَ جب یہ واقعات وقوع پذیر ہوں گے۔

= مُكَذِّبِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ جر تکذیبٌ (تفعیل) مصدر، جھٹلانے والے، تکذیب کرنے والے۔

پس اس روز تکذیب کرنے والوں کے لئے بربادی ہوگی۔

۵۲:۱۲ = اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ : الذین اسم موصول جمع مذکر، یَلْعَبُوْنَ صلہ فِیْ خَوْضٍ جار مجرور مل کر متعلق یَلْعَبُوْنَ ۔ جو تفریح طبع کے لئے فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں خَوْضٌ (باب نصر) اصل میں اترنے اور اس کے اندر چلے جانے کو کہتے ہیں ۔ بطور استعارہ کسی کام میں مشغول رہنے پر بولا جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال فضول کاموں میں لگے رہنے پر ہوا ہے ؛ واذا رایت الذین یخوضون فی ایتنا فاعرض عنھم (۶ : ۶۸) اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بے ہودہ بکواس کررہے ہوں تو ان سے الگ ہوجاؤ۔

یَلْعَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے ہیں، استہزاء کرتے ہیں

۵۲:۱۳ = يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۔ یَوْمَ مفعول فیہ۔ یُدَعُّوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب : وہ دھکے مار کر ہنکائے جائیں گے، وہ نہایت سختی سے دھکیلے جائیں گے۔ دَعٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی سختی سے دھتکارنا۔ دَعًّا مفعول مطلق، یَوْمَ یُدَعُّوْنَ بدل ہے یَوْمَ تَمُوْرُ سے

۵۲:۱۴ = هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۔ آیت سے قبل وَقِیْلَ لَهُمْ عبارت مقدرہ ہے ان سے کہا جائے گا یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے

۵۲:۱۵ = اَفَسِحْرٌ هٰذَآ ۔ ہمزہ استفہام انکاری توبیخی ہے فَ تعقیب کا ہے یعنی دنیا میں تم وحی و معجزات کو سحر کہا کرتے تھے ۔ اب حقیقت سامنے آگئی ہے تو تمہارے خیال میں کیا یہ بھی جادو ہے

ای یقال لھم ذٰلک : یعنی ان سے یہ کہا جائے گا.......

= اَمْ ۔ بمعنی یا ۔ لَا تُبْصِرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر اِبْصَارٌ (افعال) مصدر۔ تم نہیں دیکھتے ہو۔ یعنی یا کیا تم کو یہ آگ دکھائی نہیں دیتی جس طرح دنیا میں تم کو معجزات دکھائی نہیں دیتے تھے۔

= اِصْلَوْهَا : فعل امر، جمع مذکر حاضر صَلْیٌ (باب سمع) مصدر بمعنی آگ میں جلنا اور اس میں جا پڑنا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب، النَّار کے لئے ہے ۔ تم اس میں جا پڑو۔ تم اس کے اندر چلے جاؤ۔

= اِصْبِرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم صبر کرو۔

= اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۔ اَوْ حرف عطف ہے ۔ اکثر تخییر کے معنی میں آتا ہے یعنی دو چیزوں میں سے

ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا (دیا)۔

لَا تَصْبِرُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر، تم صبر نہ کرو، مطلب یہ کہ تم اب نار جہنم میں جلنے پر صبر سے کام لو یا بے صبری سے تمہارے لئے دونوں برابر ہیں۔ اب تو تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا ہر صورت میں بھگتنا ہوگی۔

= سَوَاءٌ: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی دونوں چیزیں تمہارے لئے برابر ہیں سَوَاءٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای صبرکم وترکہ سواءٌ۔

= تُجْزَوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا اور کافی ہونا۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے، تم جزا دیے جاؤ گے۔

= مَا موصول۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم کیا کرتے تھے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ سواء کی تعلیل ہے۔

= فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ٥ دونوں میں تنوین تعظیم کے لئے ہے ای جنّٰتٍ عظیمۃٍ و نعیمٍ عظیمٍ یعنی عظیم الشان جنتیں اور عالی قدر راحتیں۔

۵۲: ۱۸ = فٰكِهِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ فٰكِهٌ واحد فَكَاهَةٌ اسم مصدر۔ مزہ اڑانے والے۔ فَاكِهَةٌ بمعنی اسم فاعل ہے بمعنی ظریف۔ ہنس ہنس کر باتیں کرنے والا دوستوں سے ہنسی کرنے والا۔ اور خوب ٹھٹھے لگانے والا۔ بہت زیادہ ہنس مکھ، نصب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

= بِمَا۔ ب سببیہ مَا مصدریہ ای فکھین بِاِیْتَاءِهِمْ رَبُّهُمْ: اپنے رب کی عطاء (دین) پر مزے اڑاتے ہوتے۔

= اٰتٰهُمْ: اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ دینا۔ عطا کرنا۔ الشیئ کسی کو کوئی چیز دینا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ المتقین کے لئے ہے

= وَوَقٰهُمْ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف اٰتٰهُمْ پر ہے۔ وَقٰی ماضی واحد مذکر غائب وِقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو بچالیگا۔ محفوظ رکھیگا۔ هُمْ کا مرجع المتقین ہے۔ وہ (ان کا رب) ان کو بچالیگا۔

= عَذَابَ الْجَحِيْمِ، مضاف مضاف الیہ مل کر وَقٰی کا مفعول ثانی۔ مَا مصدریہ کی صورت میں (وَوَقَايَتِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ) ترجمہ ہوگا۔ اور اپنے رب کی طرف سے عذاب دوزخ سے بچاؤ پر مزے اڑاتے ہوئے۔

۲ا۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا طعامًا وشرابًا هَنِيْئًا تم خوش گوار کھانے کھاؤ اور خوش مزہ مشروب پیو۔ اس صورت میں یہ مفعول بہ کی صفت ہو گا۔

هَنِيْئً اس چیز کو کہتے ہیں جس کے کھانے پینے میں دشواری نہ ہو اور کھانے کے بعد معدے میں گرانی نہ ہو۔

== بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ ب سببیہ مَا موصولہ اور كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، صلہ۔ بسبب ان اعمال کے جو تم کرتے رہے تھے۔

۵۲ : ۲۰ == مُتَّكِئِيْنَ ، اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب بوجہ كُلُوا یا وَقٰهُمْ یا اٰتٰهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہونے کے مُتَّكِئٌ واحد اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر، تکیہ لگاتے ہوئے۔ پیچھے سے گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

== سُرُرٍ۔ سَرِيْرٌ کی جمع ہے۔

راغب لکھتے ہیں : سَرِيْرٌ۔ یعنی جس پر سرور سے بیٹھا جائے کیونکہ یہ ارباب نعمت ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَسِرَّةٌ بھی آتی ہے یہاں مَصْفُوْفَةٍ کا موصوف آیا ہے

== مَصْفُوْفَةٍ۔ سُرُرٍ کی صفت ہے صفوں کی صورت میں رکھے ہوئے۔

== زَوَّجْنٰهُمْ۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَزْوِيْجٌ (تفعیل) مصدر ہم نے ان کو بیاہ دیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع المتقین ہے جن کا ذکر چلا آرہا ہے۔

== حُوْرٍ۔ حوریں۔ حَوْرَاءُ کی جمع ہے حَوْرَا نہایت ہی گوری عورت کو کہتے ہیں۔

== عِيْنٍ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زنانِ فراخ چشم، عَيْنَاءُ کی جمع ہے جس کے معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی کے ہیں۔ یہ مؤنث کے لئے مستعمل ہے مذکر کے لئے اَعْيُنُ ہے جس کا مطلب ہے ایسا شخص جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ ہوں۔

۵۲ : ۲۱ == وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ الموصول، مبتدا۔ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اس کی خبر۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ جملہ معترضہ، اَلْحَقْنَا بِهِمْ کی تعلیل کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف الذین اٰمنوا پر ہے۔

۔ بِاِيْمَانٍ متعلق اتباع۔

== مَا اَلَتْنٰهُمْ۔ ماضی منفی جمع متکلم۔ اَلَتَّ۔ اَلَتَّ۔ اِيْلَاتَةٌ وَاِلَاتَةٌ (باب ضرب) مصدر —— حَقَّهٗ حق کو کم کر کے دینا۔ ہم ان کا حق ان کو کم کر کے نہیں دیں گے۔ ہم ان کے حق میں کوئی کمی نہیں کریں گے :

اگر مَا موصولہ لیا جائے تو ترجمہ ہوگا: بے شک جو پرہیزگار ہیں باغوں اور نعمتوں میں چین کرتے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کو ان کے رب نے عطا کیں اور ان کا رب ان کو عذابِ دوزخ سے بچا دے گا۔
(آیات ۱-۱۸) تفسیر حقانی۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور انہیں عذاب جہنم سے بچا لیگا۔ اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عذاب دوزخ سے بچنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ انسان کے اعمال تو اس قابل ہی نہیں کہ دوزخ سے بچنے کی ضمانت بن سکیں؛ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان میں بھی ایسی ایسی خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے قبول نہ فرمائے تو ان کی حیثیت ایک کھوٹے سکے سے زیادہ نہ ہوگی۔ یہ تو صرف اس کی مہربانی ہے کہ وہ ہماری ناقص عبادتوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں جہنم سے بچالے۔
(ضیاء القرآن)

= **كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا** - ای قیل لھم: كُلُوا وَاشْرَبُوا ......
كُلُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر۔ اصل میں اُءْكُلُوا تھا۔ تم کھاؤ
اَكْلٌ کے حقیقی معنی کھانے کے ہیں۔ مجازًا مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے
۱: آگ کا لکڑی کو بالکل جلا دینا۔ اَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ۔ آگ نے ایندھن کو کھالیا۔
۲: کسی کی غیبت کرنا۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (۴۹:۱۲) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یعنی غیبت کرے
۳: ناجائز طور پر کسی کا مال لے لینا۔ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۴:۲۹) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ لو۔

= **وَاشْرَبُوا** - واؤ عاطفہ، اِشْرَبُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُرْبٌ (باب سمع) مصدر تم پیو۔

= **هَنِيئًا** - هَنَاءٌ مصدر (باب فتح، نصر، ضرب) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے پاکیزہ، خوش مزہ،
اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱: كُلُوا وَاشْرَبُوا اَكْلًا شُرْبًا هَنِيئًا۔ تم مزے لے لے کر خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ اس صورت میں بطور مفعول مطلق ہوگا۔ کیونکہ مصدر کی صفت میں آیا ہے۔

= هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیت ہذا میں ہر جگہ الذین اٰمنوا کے لئے ہے

ترجمہ ہوگا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت ایمان میں ان کے پیرو ہوئی تو ان کے ساتھ ان کی ذریت کو بھی ہم ملا دیں گے

= ذُرِّيَّةٌ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (۳: ۳۴) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے۔

اس کے اشتقاق کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کی ہمزہ متروک ہوگئی ہے۔ جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ میں۔ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۷: ۱۷۹) اور ہم نے پیدا کئے جہنم کے لئے۔

۲۔ اس کی اصل ذُرْءِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ ہے۔

۳۔ یہ ذَرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ ذَرٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی (اللہ کا اپنے بندوں کو زمین میں) پھیلا دینا۔

ذُرِّيَّةٌ کی جمع ذُرِّيَّاتٌ ہے قرآن مجید میں ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (۲۵: ۷۴) اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی (راہ) ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے، اور ان کے (یعنی مومنین کے) اعمال میں سے کچھ (اجر) کم نہ کریں گے:

= كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ : یہ جملہ ما قبل کی تعلیل ہے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہے۔ ای کل انسان مرھون ای محبوس او اسیر بکسبہ الباطل۔ ہر شخص اپنے اعمال باطل کے عوض مرہون ہے جب تک ان اعمال باطل سے ان کی سزا پاکر، یا اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات سے ان کی مغفرت پاکر اپنے آپ کو اس رہن سے فک نہیں کرا لیتے وہ اس میں محبوس رہیگا۔ (اور متذکرہ بالا) رعائتی نعمت حاصل کرنے کا مستحق نہ ہوگا۔

بہرکیف اس میں ایمان کا ہونا شرط ہے : خداوند تعالیٰ کا اس اولاد کو اس رہن سے خلاص ہونے کے بعد رفعت درجات عطا کرکے ان کے آباء کے ساتھ ملا دینا محض اس کا تفضل ہے اور احسان ہے

= بِمَا میں ب سببیہ ہے مَا موصولہ کَسَبَ صلہ ؛

= رَهِيْنٌ . گروی ۔ گرفتار ۔ پھنسا ہوا ۔ رھن سے جس کے معنی گروی ہونے کے ہیں ۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مفعول ۔ مَرْهُوْنٌ ہے ۔

۵۲ : ۲۲ = وَ اَمْدَدْنٰهُمْ ۔ اَمْدَدْنَا ۔ ماضی بمعنی مستقبل ۔ صیغہ جمع متکلم ۔ اِمْدَادٌ افعال مصدر ۔ امداد کرنا ۔ بوقت ضرورت یا حسب خواہش دینا ۔ وقتاً فوقتاً دینا ۔

اَمْدَدْنٰهُمْ ای زدنٰهُمْ فی وقت بعد وقت (المدارک) هُمْ ای الاٰباء والابناء من سکان الجنۃ ۔ یعنی جنت میں بسنے والے آباء و اجداد اور ان کی اولاد ۔ (السیر التفاسیر) جن کو فضل الٰہی سے جنت میں باہم ملا دیا جائے گا

= مِمَّا ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور ما موصولہ ہے ۔

= يَشْتَهُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر (جس کی) وہ خواہش کریں گے ۔ (جسے) وہ چاہیں گے ۔

ترجمہ :۔ اور ہم وقتاً فوقتاً انہیں میوے اور گوشت جسے وہ پسند کریں گے بافراط دیتے رہیں گے

۵۲ : ۲۳ = يَتَنَازَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازُعٌ (تفاعلٌ) مصدر ۔ باہم (بطور تفریح) چھین جھپٹ کریں گے ۔ ایک لے گا دوسرا دے گا (لغات القرآن)

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا . ای یتعاطون و یتناول بعضهم من بعض کاسًا (اضواء البیان) تعاطیٰ کوئی چیز کسی کو پکڑانا ۔ تَنَاوَلَ . ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو لے لینا ۔ (الفرائد الدریہ) باہم ملاطفت و محبت کے جذبہ سے سرشار کسی کو شراب کا پیالہ پکڑانا اور اسے لے لینے پر اصرار کرنا ۔ اور دوسری طرف سے ازراہ تلطف و تعطف قبول کرتے ہوئے لے لینا ۔ اپنی کثرت میں یہ چھینا جھپٹی کا منظر پیش کرتا ہے ۔ لہٰذا يَتَنَازَعُوْنَ کا استعمال لینے کی بناء پر بھی اور دینے کی بناء پر بھی ہوتا ہے ۔

تنازعٌ باہم نزاع کرنا ۔ جھگڑنا ۔ ایک دوسرے سے چھیننا ۔ اختلاف کرنا ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ (۱۸ : ۲۱) اس وقت لوگ دن کے بارے میں باہم جھگڑنے لگیں گے ۔

= كَاْسًا منصوب بوجہ مفعول ہے ۔ شراب سے بھرے ہوئے پیالے ۔ برتن میں بھرے مشروب کو كَاْسٌ کہا جاتا ہے اور برتن کو بھی ۔ كَاْسٌ مفرد ، مؤنث سماعی ہے اس کی جمع كُؤُوْسٌ و كَاْسَاتٌ ہے ۔

= فِيْهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنۃ ہے
= لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ: لا نفی جنس کے لئے ہے قاعدہ ہے اگر لانفی جنس نکرہ مفرد دوسرے نکرہ کے ساتھ مکرر ہو تو پھر اختیار ہے کہ اسم کو خواہ نصب بلا تنوین دیں۔ جیسے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ (۲: ۱۹۷) حج کے دنوں میں نہ عورت سے رغبت کرے نہ گناہ۔ خواہ رفع تنوین دیں۔ جیسے يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ (۲: ۲۵۴) وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ یاری۔ یہی دوسری صورت آیت زیر مطالعہ میں اختیار کی گئی ہے۔ معنی ہوں گے: جس کے پینے سے نہ ہذیان رسائی ہو گی نہ کوئی گناہ کی بات۔
= لَغْوٌ (باب نصر، سمع، فتح مصدر ہے لَغْوٌ کے معنی بے معنی بات کے ہیں جو کسی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے، بک بک کرنا۔ بکواس کرنا۔ قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ۔ (۴۱: ۲۶) اس قرآن کو سُنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچادیا کرو،
= فِيْهَا۔ ای فی شُرْبِهَا۔ اس کے پینے میں۔ یعنی شراب کے پینے میں۔
= تَاْثِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ گنہگاری۔ گناہ میں ڈالنا۔ گناہ کی باتیں۔
لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ: ای لا یتکلمون فی اثناء الشرب بلغو الحدیث ولا یفعلون ما یؤثم بہ فاعلہ۔ اس کے پینے کے دوران نہ تو یادہ گوئی کی نوبت آئے گی اور نہ وہ ایسے فعل کا ارتکاب کریں گے جس کے کرنے والے پر گناہ لازم آئے۔
۵۲: ۲۴ = يَطُوْفُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب طَوْفٌ وَطَوَافٌ (باب نصر) چکر لگاتے رہیں گے: خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔
= غِلْمَانٌ۔ غُلَامٌ کی جمع ہے۔ الغلام اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی مسیں بھیگ چکی ہوں۔ لڑکا جو بھر پور جوانی میں ہو۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے هٰذَا غُلٰمٌ یہ تو نہایت حسین لڑکا ہے۔
= لَهُمْ میں لام تخصیص کا ہے یعنی جوان کے ہی مملوک ہوں گے۔ مشترک خادم نہیں ہوں گے: هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل بہشت کے لئے ہے۔
= كَاَنَّهُمْ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب: كَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔
كَاَنَّ چار معانی کے لئے مستعمل ہے۔

۱:۔ عموماً تشبیہ کے لئے بکثرت یہی استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صرف اسی معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے (۱) کَاَنَّ تشبیہ کے لئے ہو تو خبر کا جامد ہونا ضروری ہے جیسے کَاَنَّهٗ هُوَ (۲۷: ۴۲) یہ تو گویا ہوبہو وہی ہے۔

۲:۔ شک اور ظن کو ظاہر کرنے کے لئے۔ یعنی متکلم اپنا گمان ظاہر کرنا چاہتا ہے: جیسے کَاَنَّكَ بالشتاء مُقْبِلٌ، میرا گمان ہے کہ تم جاڑا ساتھ لے کر آؤ گے: یعنی سردی کے زمانے میں واپس آؤ گے:

۳:۔ تحقیق کے لئے جیسے کَاَنَّ الْاَرْضَ لَيْسَ بِهَا هِشَامٌ: یعنی انّ الارض لیس بِهَا هشام۔

۴:۔ تقریب کے لئے جیسے کانك بالدنیا لَمْ تَكُنْ۔ عنقریب تم دنیا سے چلے جاؤ گے گویا تم دنیا میں موجود نہیں ہو۔

= لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ۔ موصوف وصفت۔ لُؤْلُؤٌ موتی اس کی جمع لَآلِیٔ ہے۔ مَكْنُوْنٌ اسم مفعول واحد مذکر، كَنٌّ اور كُنُوْنٌ (باب نصر) مصدر، چھپایا ہوا۔ صاف، محفوظ۔

۵۲: ۲۵ = اَقْبَلَ: ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ متوجہ ہوگا۔ وہ رُخ کرے گا۔

= يَتَسَآءَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَسَاؤُلٌ (تفاعل) مصدر، باہم ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ دنیا میں جو خوف اور دکھ تھا باہم اس کا تذکرہ کریں گے (ابن عباس)

۵۲: ۲۶ = قَالُوْا: ماضی بمعنی مستقبل، وہ کہیں گے:

= اِنَّا كُنَّا قَبْلُ: اس سے پہلے دنیا میں ہم:

= مُشْفِقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ كُنَّا کی خبر کے۔ ڈرنے والے۔ اِشْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مشفقٌ واحد۔ باب افعال، شَفَقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ باب افعال سے اشفاق کا معنی ہوگا۔ ایسی محبت کرنا جس میں خوف بھی لگا ہوا ہو۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ مشفق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے، ماں کا بچے کی بابت ڈرتے رہنا کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔

باب افعال سے اس کی دو صورتیں ہیں:۔

ا:۔ اگر مِنْ کے واسطہ سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے جیسے وَھُمْ مِّنْ خَشْیَتِہٖ مُشْفِقُوْنَ ٥ (۲۱: ۴۹) اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں
۲:۔ اگر اس کے بعد عَلٰی یا فِیْ مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوگا۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
کہیں گے ہم بھی اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے اہل خانہ پر (اپنے انجام کے بارے میں) سہمے رہتے تھے۔ (ضیاء القرآن)

۵۲: ۲۷ = مَنَّ اللّٰہُ۔ مَنَّ ماضی واحد مذکر غائب مَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ اس نے بڑا احسان کیا۔ یعنی ہم کو توفیق دی۔ ہماری مغفرت کردی، اور رحم فرمایا۔ مَمْنُوْنٌ احسان مند
= وَقٰنَا۔ وَقٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ وِقَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہم کو بچالیا۔
= عَذَابَ السَّمُوْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر وَقٰی کا مفعول ثانی۔
السَّمُوْم۔ لو۔ تیز بھاپ۔ وہ گرم ہوا جو زہر (سم) کا سا اثر کرے: سموم کہلاتی ہے یہ مؤنث ہے اس کی جمع سمائم ہے۔ باد سموم۔ وہ ہوا جو عرب کے صحراؤں میں چلتی ہے اور زہر کا اثر رکھتی ہے۔
ترجمہ۔ اور اس نے ہم کو گرم لو (زہر کی سی اثر والی لو) سے بچالیا۔

۵۲: ۲۸ = مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل ھٰذَا: اس سے قبل۔
= کُنَّا نَدْعُوْہُ۔ ماضی استمراری جمع متکلم دُعَاءٌ دَعْوَۃٌ (باب نصر) ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم اس سے دعا کیا کرتے تھے، یعنی عذاب دوزخ سے بچنے کی دعا مانگا کرتے تھے یا اس کی ہی عبادت کیا کرتے تھے۔
= اَلْبَرُّ: احسان کرنے والا۔ نیک سلوک کرنے والا۔ بِرٌّ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بَرٌّ (بمعنی زمین اور جنگل) کے معنی میں چونکہ وسعت کا تصور موجود ہے اس لئے اس سے بِرٌّ کا اشتقاق ہوا۔ جس کے معنی خوب نیکی کرنے کے ہیں۔ چنانچہ بِرٌّ کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (آیت ہذا) بیشک وہی ہے بڑا احسان کرنے والا مہربان۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے وَبَرًّا بِوَالِدَیْہِ (۱۹: ۱۴) (اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا) چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوں گے اور جب بندہ کے لئے آئیگا تو اطاعت کرنے کے معنی ہوں گے۔

بِرِّ والدین سے مراد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے اسی کی ضد ہے۔
بَرٌّ نیکی، بَرٌّ وابرار نیکوکار، اچھا سلوک کرنے والا۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَارٌّ دَ بَرٌّ لِوَالِدَيْهِ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔
= الرَّحِيْمُ ، رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے نہایت رحم والا۔ بڑا مہربان، اس کی جمع رُحَمَآءُ ہے

۵۲ : ۲۹ = فَذَكِّرْ۔ اس میں فَ سببیہ ہے پہلا کلام تذکیر کی علت ہے اللہ کی طرف سے وعدہ اور وعید کو پورا کرنا وعظ اور نصیحت کے حکم کا سبب ہے۔
ذَكِّرْ امر واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا، تو نصیحت کر
= فَمَا اَنْتَ ..... الخ۔ اس میں فار تعلیلیہ ہے یعنی آپ لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ آپ اللہ کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ مَا نافیہ ہے۔
= بِنِعْمَةِ رَبِّكَ۔ بَ ملابست (مصاحبت کے لئے ہے۔ (کے ساتھ) یا یہ قسم کے لئے ہے لیکن اقرب یہ ہے کہ بَ سببیہ ہے (روح المعانی)
نعمۃ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ نعمۃ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور حرف جار بَ کا۔ آپ کے رب کی نعمت کے سبب سے۔
= بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ، ب زائدہ ہے تاکید کے لئے ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل کے سبب سے نہ کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔
کاہن اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہو۔ اور عَرَّاف اسے کہتے ہیں جو آئندہ کے متعلق خبر دیتا ہو۔ ان دونوں پیشوں کی بنا چونکہ ظن پر ہے جس میں صواب و خطا کا احتمال پایا جاتا ہے اس لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
مَنْ اَتٰی عَرَّافًا اوکاھنًا فصدقہٗ بماقال فقد کفر بما انزل علٰی ابی القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) (حدیث شریف)
جو شخص عراف یا کاہن کے پاس جا کر ان کے قول کی تصدیق کرے تو اس نے جو ابوالقاسم (یعنی مجھ پر) اتارا گیا اس کے ساتھ کفر کیا۔
= مَجْنُوْنٌ : اسم مفعول واحد مذکر۔ جمع مجانین۔ دیوانہ

۵۲ : ۳۰ = اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ۔ اَمْ حرف اضراب بَلْ کے معنی میں ہے یعنی وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن اور مجنون کہتے تھے۔ جس کی نفی خداتعالیٰ نے ان الفاظ میں کر دی۔ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ۔ بلکہ وہ مزید برآں آپ کو شاعر بھی کہتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

مطلب یہ کہ آپ شاعر ہیں جس طرح اور شاعر زہیر، نابغہ وغیرہ مر گئے اور ان کے ساتھ ان کا کلام بھی مر گیا۔ اور ان کے بہی خواہ اور ثناخوان ان بھی ختم ہو گئے۔ یہ بھی مر جائیں گے اور ان کے ساتھ ان کا کلام اور ان کے ساتھی ختم ہو جائیں گے: ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

= نَتَرَبَّصُ۔ مضارع جمع متکلم تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر بمعنی انتظار کرنا۔ ہم انتظار کرتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ۔ (۲: ۲۲۸) مطلقہ عورتوں کو چاہئے کہ انتظار کریں

= رَيْبَ الْمَنُوْنِ: مضاف مضاف الیہ مل کر نتربص کا مفعول۔

رَيْبٌ باب ضرب سے مصدر ہے۔ اس کے معنی شک اور گمان میں ڈالنے کے ہیں۔ رَيْبٌ استعمال اس شک یا گمان کے متعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے۔ اور چونکہ زمانہ کی گردشوں کی تعینِ اوقات میں بھی شک ہوتا ہے کہ خدا جانے کب گردش کا وقت آجائے اس لئے جب زمانہ کے ساتھ ریب کا استعمال ہوگا تو گردش کے معنی ہوں گے:

اَلْمَنُوْنِ: مَنَّ يَمُنُّ مَنٌّ وَمِنَّةٌ (باب نصر) سے ہے جس کے معنی رسّی کاٹنا ہیں اسی کاٹنا کی نسبت سے موت کو بھی المنون کہتے ہیں کیونکہ یہ عمر کو قطع کرتی ہے۔ اسی لحاظ سے مَنٌّ بمعنی زمانہ بھی ہے کہ تعداد ایام کو کم اور زندگی کو قطع کرتا ہے۔

رَيْب کا استعمال جب زمانہ کے ساتھ ہوگا تو مراد گردشِ زمانہ یا حوادثِ زمانہ ہوں گے اور زندگی کا سب سے بڑا حادثہ یا گردش انسان کی موت ہے۔ حادثۂ موت میں ریب یعنی شک سے مراد یہ نہیں کہ موت کے وقوع میں شک و شبہ ہے بلکہ اس لحاظ سے ریب کہا جاتا ہے کہ اس کے تعین اوقات میں انسان متردّد رہتا ہے کہ خدا جانے کب اس کا وقت آجائے۔

لہٰذا ریب المنون کے معنی یہاں حادثۂ موت کے ہیں۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شاعر ہیں ہم ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسرے شعراء کا ہوتا ہے یعنی موت کے بعد لوگ ان کو اور ان کے کلام کو

بھول جائیں گے۔

۵۲: ۳۱ == قُلْ ای قل لھم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔

== تَرَبَّصُوْا۔ امر، جمع مذکر حاضر، تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر۔ تم انتظار کرو۔

== اَلْمُتَرَبِّصِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت جر۔ مُتَرَبِّصٌ واحد۔ انتظار کرنے والے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اے میرے نبی! ان بے سروپا امیدیں باندھنے والوں سے کہہ دو، بڑی اچھی بات ہے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ وقت خود ہی فیصلہ کردے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا۔ کامیابیاں کس کے قدم چومتی ہیں اور عذاب الٰہی کس پر نازل ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵۲: ۳۲ == اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ: اَمْ۔ کیا۔ تَاْمُرُهُمْ۔ تَاْمُرُ مضارع واحد مؤنث غائب، اَمْرٌ (باب نصر) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ اَحْلَامُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی عقلیں۔ اَحْلَامٌ حِلْمٌ کی جمع جس کے معنی بردباری کے ہوتے ہیں اور چونکہ بردباری عقل کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے حِلْمٌ کے معنی عقل کے بھی لیتے ہیں گویا مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں

اور جگہ قرآن مجید میں اَحْلَامٌ بمعنی خواب بھی آیا ہے مثلاً قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲: ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔

بِهٰذَآ۔ میں اشارہ کفار مکہ کی مختلف و متضاد باتوں کی طرف ہے یعنی کبھی کہنا کہ کاہن ہے پھر کہنا کہ مجنون ہے اور کبھی کہنا کہ یہ شاعر ہے وغیرہ وغیرہ۔

ترجمہ ہو گا:۔

کیا ان کی عقلیں ان (متضاد اقوال) کا ان کو حکم دے رہی ہیں۔؟

== اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ: یا یہ لوگ ہی شریر ہیں۔ یہاں اَمْ بمعنی بَلْ بطور حرف اضراب آیا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ اقوال وہ کسی سمجھ یا عقل کی بناء پر کہہ رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہی طَاغُوْنَ ہیں۔ طَاغُوْنَ نافرمان۔ سرکش۔ شریر، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طُغْيَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طَاغِيْ کی جمع۔

۵۲: ۳۳ == اَمْ يَقُوْلُوْنَ: میں اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

= تَقَوَّلَهٗ ۔ تَقَوَّلَ ماضی واحد مذکر غائب، تَقَوُّلٌ (تفعل) مصدر ۔ تَقَوَّلَ عَلَيْهِ الْقَوْلَ کسی کے خلاف جھوٹ گھڑنا ۔ کسی پر جھوٹ تھوپنا ۔ تَقَوَّلَ اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع قرآن ہے اس نے اس کو جھوٹ گھڑ لیا ۔ اس نے اس کو (خود) بنالیا۔

اور جگہ قرآن مجید ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيلِ ۔ (۶۹:۴۴) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے ۔

= بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ: ان کا یہ کہنا (تَقَوَّلَهٗ کہنا) صحیح نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ دشمنی اور فرط عناد کی وجہ سے یہ لوگ ایمان ہی نہیں لاتے ۔ اور اس قسم کی باتیں بناتے ہیں ۔

۵۲: ۳۴ = فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ جملہ جواب شرط ہے شرط سے قبل لایا گیا ہے فَ جواب شرط کے لئے ہے يَاْتُوْا مضارع ۔ جمع مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر ۔ پس وہ لے آئیں ۔ بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اس جیسا کلام، ہٗ کا مرجع قرآن ہے

= اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۔ صٰدِقِيْنَ، صِدْقٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، بحالتِ نصب بوجہ خبر كَانَ ۔ سچے، سچ بولنے والے ۔

۵۲: ۳۵ = اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ۔ اَمْ استفہام انکاری کے لئے آیا ہے ۔ خُلِقُوْا ماضی مجہول ۔ جمع مذکر غائب خَلْقٌ (باب نصر) مصدر کیا وہ پیدا کئے گئے ۔ کیا وہ بنائے گئے ۔

مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ۔

۱: بغیر کسی خالق کے ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ: مراد اس سے یہ ہے کہ کیا بغیر ربّ خالق کے یہ پیدا ہو گئے ۔ ایسا ناممکن ہے کیونکہ حادث جو پہلے معدوم تھا بغیر محدث (یعنی پیدا کرنے والے کے) پیدا ہو ہی نہیں سکتا ۔

۲: وہ بغیر کسی وجہ کے پیدا کئے گئے ہیں یعنی عبادت پر مامور کئے جانے کے بغیر اور بلا سزا و جزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا ہے ۔ کہ ان پر احکام شرعی نافذ نہ ہوں نہ ان کو اعمال کا اچھا یا برا بدلہ حشر میں نہ دیا جائے گا ۔

۳: اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ بغیر مادے کے پیدا ہو گئے ہیں حالانکہ اس کا ان کو اقرار تھا اور ہونا بھی چاہئے اور سب کو اقرار ہے کہ انسان منی کے قطرہ سے بنایا گیا ہے، پس پس جیسا وہ جانتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ایک قطرہ میں سے بعض کو قلب اور بعض کو دماغ اور بعض کو جگر اور بعض کو ہڈی اور بعض کو پٹھا بنا دیا ۔ اور پھر کس نے یہ کاریگری اس میں کی ہے

اسی خدا ئے قادر مطلق نے کہ جس کا کوئی شریک و مددگار نہیں۔ پس وہ قادرِ مطلق بارِ دگر بھی اس کو پیدا کرسکتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

== اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ: یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ اَمۡ بطور استفہام انکاری ہے۔

۳۶:۵۲ == اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ۔ استفہام انکاری ہے۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؟ نہیں یہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ: (۴۳: ۸۷) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو کہہ دیں گے خدا نے (۳۹: ۳۸)۔

بَلۡ: اضراب کے لئے ہے یعنی ماقبل کے ابطال کے لئے اور مابعد کے اقرار کے لئے۔ یعنی ان کا یہ کہنا باطل اور محض زبانی وکلامی ہے کہ ان کو اور آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس پر کوئی یقین ہی نہیں۔

== لَا یُوۡقِنُوۡنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِیۡقَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ یقین نہیں کرتے ہیں۔

۳۷:۵۲ == دونوں جگہ اَمۡ استفہام انکاری ہے

== عِنۡدَهُمۡ: عِنۡدَ مضاف هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس، ان کے نزدیک۔ جیسے وَاِخۡرَاجُ اَهۡلِهٖ مِنۡهُ اَكۡبَرُ عِنۡدَ اللّٰهِ (۲: ۲۱۷) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے

== اَلۡمُصَیۡطِرُوۡنَ: اسم فاعل جمع مذکر مُصَیۡطِرٌ واحد یہ لفظ اصل میں مسیطر تھا س کو ص سے بدل دیا گیا۔ جیسے سراط کو صراط کہا جاتا ہے سَیۡطَرَةٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کام پر مقرر ہونا۔ ذمہ دار ہونا۔ اس لئے مُسَیۡطِرٌ یا مُصَیۡطِرٌ کا ترجمہ ہوا۔ ذمہ دار نگران، سطر مادہ۔

۳۸:۵۲ == اَمۡ استفہام انکاری ہے۔ سُلَّمٌ سیڑھی۔ زینہ۔ سیڑھی کے ذریعہ چونکہ آدمی سلامتی کے ساتھ اوپر پہنچ جاتا ہے اس لئے اس کا نام سُلَّمٌ ہوا۔ اس کی جمع سَلَالِمُ اور سَلَالِیۡمُ ہے

== یَسۡتَمِعُوۡنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ استماع (افتعال) مصدر سننا۔ کان لگا کر سننا باب افتعال کے خواص میں سے تصرف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ سو

یہاں اس کا مطلب ہوگا۔ وہ کان لگا کر یعنی کوشش کرکے سن آتے ہیں۔ املاء اعلیٰ کی باتیں آسمان کی باتیں، کلام اللہ)

فِیْہِ: ای صاعدین فیہ۔ اس سیڑھی پر چڑھ کر یا چڑھتے ہوئے یہ ھِ (محذوف) فاعل لیستمعون سے حال ہے لیستمعون کا مفعول محذوف ہے۔ ای کلام الملئکۃ۔

روح البیان میں یَسْتَمِعُوْنَ فِیْہِ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

فیہ متعلق محذوف ھو حال من فاعل یستمعون۔ ای یستمعون صاعدین فی ذلک السلم و مفعول یستمعون محذوف ای الی کلام الملئکۃ فیہ محذوف سے متعلق ہے جو یستمعون کے فاعل سے حال ہے یعنی اس سیڑھی پر چڑھتے ہوئے یا چڑھ کر کان لگا کر (چوری چھپے) سن لیتے ہیں۔ یستمعون کا مفعول محذوف ہے ای کلام الملئکۃ یعنی فرشتوں کا کلام۔ (یا آسمان کی باتیں یا اللہ کا کلام)

ایسر التفاسیر میں ہے اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ ای الھم مرقی الی السماء یرقون فیہ فیسمعون کلام الملئکۃ فیأتون بہ ویعارضون الرسول فی کلامہ۔ کیا ان کے پاس آسمان پر جانے کی کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں۔ اور آکر رسول (مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی کلام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

= فَلْيَأْتِ ..... یہ جملہ جواب شرط ہے اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے یعنی اگر ایسا ہے (کہ ان کے پاس آسمانوں پر چڑھنے کے لئے کوئی زینہ ہے جس کے ذریعہ یہ اوپر چڑھ کر وہاں جو قضاوقدر کے فیصلے ہوتے ہیں انہیں سن پاتے ہیں تو فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ تو ان میں سے ایسی باتیں سن پالینے والا اس پر روشن اور واضح دلیل پیش کرے:

فَ جواب شرط کا ہے لِيَأْتِ بِ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب: چاہئے کہ وہ لائے، اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔

= مُسْتَمِعُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مستمع اسم فاعل واحد مذکر استماع (افتعال) مصدر خوب سننے والا۔ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

= سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ: موصوف وصفت۔ سُلْطَانٌ برہان، دلیل۔ سند۔ قوت، زور یہاں مراد سند ہے۔ مُبِيْنٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِبَانَةٌ (افعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔

۵۲ : ۳۹ = اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ : اَمْ منقطعہ انکار اور زجرو توبیخ کے لئے آیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی بے عقلی اور حماقت بیان فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ عقل کے اندھوں نے کیا بودی اور بے ڈھبی تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کئے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ حالانکہ اگر ان کے ہاں بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو شرم کے مارے منہ نہیں دکھاتے عجب ذہنیت ہے کہ جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں وہ اللہ کے حصے میں ڈال دیتے ہیں۔

فَائِدَہ :- اوپر مشرکین کو صیغہ غائب سے خطاب کیا جا رہا ہے اس آیت میں اَمْ منقطعہ کے زجر و توبیخ کی شدت کے اظہار کے لئے صیغہ حاضر استعمال ہوا ہے یعنی اللہ کی طرف سے ان کی حماقت اور سفیہ العقلی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے سامنے لا کھڑا کر کے ان سے بلاواسطہ خطاب کیا کہ تم بڑے ہی بے وقوف ہو جو ایسی تقسیم کو اختیار کرتے ہو۔ اگلی ہی آیت میں پھر حاضر سے غیبت کی طرف التفات مزید زجرو توبیخ میں شدت پیدا کرنے کے لئے ہے کہ چلو ہٹو میری نظر سے دور ہو جاؤ۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ بالمواجہ تم سے کلام کیا جائے۔

= لَهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

۵۲ : ۴۰ = اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا۔ یہاں پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کی طرف رجوع ہے (آیت نمبر ۳۱ کے بعد) اور کفار سے نفرت کی بناء پر مخاطب سے غائب کی طرف التفات ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۲ : ۳۹ متذکرہ بالا)

کیا تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے ان سے کسی اجر کا مطالبہ کیا ہے۔ اَمْ یہاں بھی استفہامیہ انکار کے لئے ہے۔

= فَهُمْ میں فَ سببیہ ہے ای لِاَجْلِ ذٰلِكَ (اور) اس وجہ سے وہ ......

= مَغْرَمٍ۔ اَلْغُرْمُ وَالْغَرَامَةُ سے مصدر میمی ہے۔ اَلْغُرْمُ (مفت کا تاوان، جرمانہ) وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ غَرِمَ كَذَا غُرْمًا وَ مَغْرَمًا فلاں نے نقصان اٹھایا۔ اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا۔

قرآن مجید میں ہے وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (۹ : ۹۸) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں۔

= مُثْقَلُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِثْقَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گراں بار۔ بوجھ سے

دبے ہوئے۔ کہ وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے دبے ہوتے ہیں۔

۵۲ : ۴۱ == اَمْ: استفہام انکاری کے لئے ہے

== اَلْغَیْبُ سے مراد کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں :۔

ا:۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک الغیب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ جس میں تمام غائبات کا اندراج ہوتا ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کہ جہاں سے وہ لکھ لیتے ہیں۔ بیضاوی کا بھی یہی قول ہے

۲:۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جواب ہے کافروں کے قول کا۔ کافروں نے کہا تھا کہ نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۔ اللہ نے اس کا جواب دیا۔ کیا ان کو علم غیب ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے پہلے مر جائیں گے اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہیگا اس صورت میں فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کا ترجمہ ہوگا۔ جس کی بنا پر وہ فیصلہ دے رہے ہیں۔

يَكْتُبُوْنَ بمعنی يَحْكُمُوْنَ ہے۔

۵۲ : ۴۲ == اَمْ استفہامیہ۔ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا۔ يُرِيْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ كَيْدًا چالاکی۔ فریب داؤ پیچ۔ تدبیر (اچھی ہو یا بری) كَادَ يَكِيْدُ (باب ضرب) مصدر منصوب بوجہ مفعول ہے جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔ کیا یہ کوئی داؤ کرنا چاہتے ہیں (آپ کے خلاف یا دین کے خلاف)

يُرِيْدُوْنَ میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے جو اپنے چوپال یا ندوہ میں بیٹھ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یا اس کے دین کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ ان ہی کفار کے متعلق ارشاد ہے کہ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝ آخر یہی کفار خود اپنے ہی داؤں میں آنے والے ہیں۔

فَالَّذِيْنَ میں فَ انجام کار کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مبتداء، بمعنی کافر لوگ جو اسلام اور داعیٔ الی الاسلام کے خلاف بری تدبیریں کیا کرتے تھے۔ هُمْ ضمیر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ الْمَكِيْدُوْنَ مبتدار کی خبر ہے۔

المکیدون۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ المکید واحد کیدٌ (مادہ) مغلوب اور ہلاک ہونے والے۔ مکر کی سزا میں گرفتار۔ داؤں میں پھنسنے والے۔

۵۲ : ۴۳ == اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ۔ اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

== سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ : اس کی دو صورتیں ہیں :۔

ا:۔ اگر عَمَّا جو کہ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے اس میں مَا مصدریہ ہے تو ترجمہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ اس کی شرکت سے پاک ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۵۲:۴۴ == وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا.... الأية- میں واوٴ حالیہ ہے اور جملہ مابعد ماقبل سے حال ہے، اور ہٹ دھرمی اور ایمان و ایقان کے فقدان کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تو یہ کہیں گے یہ تو بادل ہے تہ بر تہ۔

اِنْ يَّرَوْا ۔ اِنْ شرطیہ ہے يَرَوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ دیکھ لیں۔

كِسْفًا جمع كِسْفَةٌ مفرد۔ اَكْسَافٌ وكُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے، كَسَفَ (باب ضرب) متعدی بھی ہے اور لازمی بھی۔ كَسَفَ الثَّوْبَ کپڑا کاٹ دیا۔ یا پھاڑ دیا۔ كَسَفَ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا۔ تمام قرآن مجید میں كِسْفًا یا كِسَفًا جہاں کہیں آیا ہے بمعنی جمع و مفرد پڑھا گیا ہے ماسوائے اس آیت کے کہ یہاں بمعنی مفرد پڑھا جاتا ہے۔

== سَاقِطًا اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سُقُوْطٌ (باب نصر) مصدر سے گرنے والا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔ گرتا ہوا۔ تنوین تفخیم (عظمت) کے لئے ہے ای كِسْفًا عَظِيْمًا۔ ایک بڑا ٹکڑا۔

== يَقُوْلُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ جمع مذکر غائب، وہ کہیں گے۔

== سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۔ ای هٰذَا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۔ سَحَابٌ بادل ۔ موصوف مَرْكُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر، رَكْمٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو ایک دوسرے کے اوپر لگا کر ڈھیر کر دینے کے ہیں، جس طرح ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ تہ بر تہ گاڑھا بادل۔ بادل جب سخت گھنا اور تاریک ہو تو اسے سحاب مرکوم کہتے ہیں۔ مرکوم صفت ہے سحابٌ کی۔

مشرکوں نے کہا تھا کہ۔ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶: ۱۸۷) ہم پر آسمان سے عذاب کا ایک ٹکڑا گرا دو۔ اگر تم سچے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر ان پر اوپر سے عذاب کا کوئی ٹکڑا آبھی جائے تو یہ اس کو تہ بر تہ بادل قرار دیں گے۔ جیسے قوم عاد نے جب سامنے سے بادل آتا دیکھا تھا تو کہا تھا کہ۔ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (۴۶: ۲۴) کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہیگا۔ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ایضًا) (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے یعنی آندھی

جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے :

۵۲ : ۴۵ = ذَرْهُمْ ۔ ذَرْ : امر واحد مذکر حاضر ، وَذْرٌ (باب سمع ، فتح ، مصدر بمعنی چھوڑنا ۔ اس کا صرف مضارع یا امر استعمال ہوتا ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو چھوڑ ۔ پس ان کو چھوڑ دو)

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۷ : ۱۸۶) اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں ۔

= حَتّٰى يُلٰقُوْا ۔ حَتّٰى وقت کی انتہا کے اظہار کے لئے ہے ۔ یہاں تک ۔

يُلٰقُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل حَتّٰى ۔ جمع مذکر غائب ، مُلَاقَاةٌ (مفاعلة) مصدر ۔ (حتی کہ) وہ پالیں ۔ وہ مل جائیں ۔ لقی مادہ ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۷ : ۴۰)

یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے ۔

= يَوْمَهُمُ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ مل کر يُلٰقُوْا کا مفعول ۔

= اَلَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ : متعلق يَوْمَ ، فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع يَوْمَ ہے

= يُصْعَقُوْنَ ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب : صَعِقٌ (باب سمع) مصدر ۔ صاعقہ کے اصل معنی فضا میں سخت آواز کے ہیں ۔ پھر کبھی (۱) اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے ۔ (۲) اور کبھی یہ عذاب کا باعث بنتی ہے ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا ۔ اور (۳) کبھی یہ موت اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹ : ۶۸) تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے ۔

اور جگہ آیا ہے فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱ : ۴۴) سو تم کو موت نے آپکڑا ۔ گویا صاعقہ (فضا میں ہولناک آواز) کبھی صرف آگ ہی پیدا کرتی ہے (بجلی کی کوندکی صورت میں) اور کبھی وہ آواز عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے ۔

اکثر علماء کے نزدیک يُصْعَقُوْنَ بمعنی يَمُوْتُوْنَ ہے ترجمہ آیت کا یوں ہوگا :۔

پس اے نبی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے: (ترجمہ مودودی)

الیسر التفاسیر میں ہے وھو یوم موتھم یہ ان کی موت کا دن ہے۔

۴۶:۵۲ = یَوْمَ لَا یُغْنِیْ: بدل ہے یَوْمَھُمْ سے۔ یعنی وہ دن جب ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہ آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا، دفع نہیں کرے گا:

= کَیْدُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی چال۔ ان کی تدبیر، ان کی فریب کاری:

= شَیْئًا: یہ مفعول مطلق ہے یعنی کسی قسم کا فائدہ (مفعول بہ نہیں ہے)

= وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ یُنْصَرُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: نَصْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔

۴۷:۵۲ = لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا سے عام ظالم مراد ہیں یا مخصوص افراد۔ دونوں قول صحیح ہیں

= عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ یعنی مرنے سے پہلے دنیا میں ہی عذاب ان پر آجائے گا:

جیساکہ سورۃ السجدہ میں ہے وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ (۳۲:۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذاب دنیا کا مزہ بھی چکھائیں گے شاید کہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں

یَوْمَ یُصْعَقُوْنَ (آیت نمبر ۴۵) کے بارہ میں مختلف اقوال کے لحاظ سے آیت ہذا میں دُوْنَ ذٰلِكَ کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مثلاً حضرت ابن عباس رض کے نزدیک اس سے مراد بدر کے دن کافروں کا مارا جانا ہے

(۲) مجاہدؒ کے نزدیک بھوک اور ہفت سالہ قحط مراد ہے۔

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے عذاب قبر مراد ہے۔

(تفسیر مظہری)

ذٰلِكَ کا اشارہ عذاب یوم فِیْہِ یُصْعَقُوْنَ کی طرف ہے۔

۴۸:۵۲ = اِصْبِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کر تو استقلال سے رہ۔ تو اپنے آپ کو روکے رکھ۔

= لِحُکْمِ رَبِّكَ: میں لام تعلیل کی ہے تو اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کر:

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

۱۔ آپ اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کریں ۔ یعنی صبر کے ساتھ انتظار کرو۔

۲:۔ آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دے رکھا ہے صبر و استقامت کے ساتھ اس پر ڈٹے رہو مطلب یہ ہے کہ ان کفار کے ساتھ معاملہ میں آپ کو بڑی محنت کرنا پڑ رہی ہے بڑے دکھ سہنے پڑیں گے۔ بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی مگر آپ صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اپنا کام پوری دلجمعی سے سرانجام دیتے رہیں آخرکار فتح و کامرانی آپ ہی کی ہوگی اور آپ بغیر کسی گزند کے فتحیاب ہوں گے کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

= ۳:۔ بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے ان کے عذاب کا حکم دے رکھا ہے آپ وقوع عذاب تک صبر کریں۔

= فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا: ای فی حفظنا۔ ہماری حفاظت میں، ہماری نگہداشت میں زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ :۔ آپ ایسے مقام پر ہیں کہ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی حفاظت کر رہے ہیں ۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اَعْيُنَ ، عَيْنٌ کی جمع ہے نا جمع متکلم کی ضمیر اظہار عظمت کے لئے ہے اور جمع متکلم کے لحاظ سے اَعْيُنٌ کو بھی بصیغہ جمع استعمال کیا۔

یا یوں کہا جائے کہ اَعْيُنٌ کو بصورت جمع مبالغہ کے لئے ذکر کیا اور یہ بتایا ہے کہ ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے بہت سے اسباب ہیں (تفسیر مظہری)

= حِيْنَ ۔ وقت، زمانہ، مدت ۔ اس کی جمع اَحْيَانٌ ہے تَقُوْمُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ قیام (باب نصر) مصدر۔ تو کھڑا ہووے ۔ تو اٹھے۔ تو کھڑا ہوتا ہے، تو اٹھتا ہے حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت تو اٹھے۔

حِيْنَ تَقُوْمُ ۔ ای من ای مکان قُمْتَ او من مَنَامِكَ: او الی الصلوٰۃ

(جب بھی) جب کسی مجلس میں سے یا کسی بھی مقام (بیضاوی)

(جب بھی) جب کسی مجلس سے یا مقام سے تو اٹھے یا اپنی نیند سے (بیدار ہو) یا نماز کے لئے کھڑا ہو ۔

مطلب یہ کہ آپ جب بھی کسی کام کے لئے کھڑے ہوں یا کسی مجلس سے اٹھیں تو اپنے رب کی پاکی بیان کیا کریں ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے۔ جسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

من جلس فی مجلس وکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ (جو کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور خوب گپیں ہانکتا ہے لیکن اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہتا ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ...... الخ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں جو اس سے گناہ ہوئے بخش دیتا ہے:

۵۲ : ۴۹ = وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ: ای فسبحہ من الیل وادبار النجوم۔ اور اس کی تسبیح کیجئے رات کے کسی حصہ میں اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں۔

مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رات کا بعض حصہ۔ رات کو تسبیح سے مراد ہے کہ نماز پڑھو۔ مقاتل رح نے کہا کہ اس سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے، میں کہتا ہوں بظاہر تہجد مراد لینا اچھا ہے آیت میں نماز شب کا خصوصی ذکر اس لئے کیا کہ رات کی عبادت نفس پر بڑی شاق گذرتی ہے اور دکھاوے کا شبہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر مظہری)

= اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ط اِدْبَارٌ بروزن افعال مصدر ہے۔ پیٹھ پھیرنا۔ ای وقت ادبار النجوم من اخر الیل اخیر شب تاروں کے ڈھلنے کے وقت۔ غیبتہا بضوء الصبح صبح کی لو سے ستاروں کا ماند پڑ جانا اور گم ہو جانا (روح المعانی) اذا غربت او خفیت جب ستارے ماند پڑ جائیں یا غروب ہو جائیں۔ (بیضاوی)

ادبار النجوم کے وقت کی تسبیح سے مراد فجر کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ ای رکعتا الفجر فجر کی دو سنتیں (روح المعانی) او صلاۃ الفجر (مدارک التنزیل)

اِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ میں اِدْبَارَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵۳) سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ (۶۲)

۵۳ : ۱ = وَالنَّجْمِ : واؤ قسمیہ ہے۔ اِذَا۔ جب، جس وقت، ناگہاں۔ ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر بھی دلالت کرتا ہے کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا (۶۲ : ۱۱) اور جب ان لوگوں نے سودا بکتا یا سودا ہوتے دیکھا تو جھٹک کر اِدھر اُدھر چل دیئے۔

اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور میں ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی (۵۳ : ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔ جب وہ غائب ہو جائے۔

= ھَوٰی ماضی واحد مذکر غائب ھوی مادہ سے مصدر۔ ھَوِیٌّ ھ کی فتح سے باب ضرب سے بمعنی (ستارہ کا طلوع ہونا۔ اور مصدر ھُوِیٌّ (ھ کے ضمہ سے) باب ضرب سے بمعنی (ستارہ کا) غروب ہونا مستعمل ہے۔ چونکہ ہر دو مصادر میں ھَوٰی یَھْوِیْ (ماضی اور مضارع) کی ایک ہی صورت ہے لہٰذا ھَوٰی بمعنی (ستارہ کا) طلوع ہونا یا غروب ہونا ہر دو طرح جائز ہے اور دونوں معانی بھی ایک ہی صیغہ میں لئے جا سکتے ہیں یعنی (ستارہ کا) طلوع و غروب ہونا۔

الھَوٰی (باب سمع) کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں اور جو نفسانی خواہش میں مبتلا ہو اسے بھی ھَوِیٌّ کہہ دیتے ہیں کیونکہ خواہشات نفسانی انسان کو اس کے شرف و منزلت کے مقام سے گرا کر مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی: قسم ہے تارے کی جب وہ طلوع ہو یا غروب ہو جائے، النجم مقسم بہٖ ہے۔

اَلنَّجْم کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱)۔ جمہور کا قول ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے پھر اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ بعض کے نزدیک یہ کوئی خاص ستارہ نہیں بلکہ جنس مراد ہے یعنی ہر ایک ستارہ ۔
۲:۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ثریا ستارہ ہے کلام عرب میں **النجم** بول کر یہی مراد لیتے ہیں :۔
۳:۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد شعریٰ ستارہ ہے قرآن مجید میں ہے وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (۵۳ : ۴۹) اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے :
۴:۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے زہرہ مُراد ہے،
بہرکیف ایک ستارہ خاص ہو یا عام مگر ستارہ مراد لینا ایک قول ہے ۔
(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زمین پر پھیلنے والی بیلیں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (۵۵ : ۶) اور بیلیں اور درخت (ہر دو) سجدہ کر رہے ہیں۔
(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو ظلماتِ عالم میں روشنی دینے کے سبب بطور استعارہ کے ستارہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے :
(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ :۔ النجم سے مراد قرآن شریف ہے تنجیم کے معنی ہیں تفرق اور قرآن مجید ٹکڑے ٹکڑے یعنی تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا ہے ۔
اب نجم کے کوئی معنی ہی لے لو مگر اِذَا هَوٰى (جب کہ وہ جھکے) سے اسی کے مناسب معنی مراد لئے جائیں گے۔ ستاروں کا جھکنا طلوع و غروب جو خدا کی شانِ جبروت بتاتا ہے ۔ زمین کی وہ بوٹیاں جن کو درخت نہیں کہتے ان کا جھکنا وہی جھکنا ہے جو ہوا سے سربسجود ہو کر اس کی شانِ یکتائی بتایا کرتی ہیں۔ قرآن کا جھکنا اس کا اوپر سے نازل ہونا ہے۔ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا جھکنا رکوع و سجود کرنا ہے۔ جو خدا کے نزدیک ایک عمدہ حالت ہے اور آپ کا جھکنا ذات باری تعالیٰ کی طرف منازلِ قربت طے کرنا ہے ۔
(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ بعض عرفاء (صوفیہ) کے نزدیک **النجم** کے معنی بندہ کا دل ہے جو ظلمات ہیولانیہ میں خدا تعالیٰ کا چمکتا ستارہ ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے، تو اس میں اور بھی روشنی آجاتی ہے جس سے وہ حق اور باطل میں تمیز کرنے پر بخوبی قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر حقانی)
۵۳ : ۲ ═ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى : یہ جواب قسم ہے اور مَا نافیہ ہے

= ضَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ضَلَالٌ باب ضرب مصدر سے۔ متعدد معنی میں مستعمل ہے:۔
مثلاً بمعنی گمراہ ہونا۔ بہکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔ ضائع ہوجانا۔ گم ہونا ہلاک ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔
سیدھے راستہ سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ یہ ہدایت کی ضد ہے راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر، تھوڑی ہو یا زیادہ ؟ اس کو ضلال کہتے ہیں افعال و اقوال اور عقائد کی غلطی کے لئے ضلال ہی مستعمل ہے۔ جب کہ غوایۃٌ خاصتًا اعتقادی غلطی کو کہتے ہیں۔
مَا ضَلَّ نہیں بھٹکا وہ۔ وَمَا غَوٰی اور نہ وہ کسی اعتقادی غلطی کا مرتکب ہوا ہے
غَوٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ غَیٌّ باب ضرب مصدر سے مَا غَوٰی وہ گمراہ نہیں ہوا۔ وہ اعتقاد میں نہیں بھٹکا۔ وہ نہیں بہکا۔ اَغْوٰی بمعنی گمراہ کرنا۔
مدارک التنزیل میں ہے:۔
الفرق بین الضلال والغیّ ان الضلال ھو ان لا یجد السالک الی مقصدہٖ طریقًا اصلاً۔ والغیّ ان لا یکون لہ طریق الی مقصدہٖ مستقیم
ضلال اور غی میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد کا صحیح راستہ نہ پائے اور غوایۃ یہ ہے کہ اس کے مقصد کی طرف کوئی سیدھا راستہ نہ ہو۔
= صَاحِبُكُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا صاحب، تمہارا ساتھی، تمہارا رفیق۔
صاحب صرف اس ساتھی کو کہا جاتا ہے کہ جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔
یہاں کُمْ کا خطاب کفار کی جانب ہے اور صاحب سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
راغبؒ نے لکھا ہے کہ:۔
یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو، ان کا تجربہ کر چکے ہو۔ اور ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو۔ اور پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی نہیں پائی۔
۵۳: ۳ = مَا يَنْطِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نہیں بات کرتا ہے۔ وہ نہیں کلام کرتا ہے۔

= عَنِ الْهَوٰی: عَنْ حرف جار۔ الْهَوٰی مجرور۔ اسم ومصدر (باب سمع) اس کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت۔ عَنِ الْهَوٰی۔ اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر۔

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔ اور نہ وہ اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات کرتا ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور جملہ سابقہ کی دلیل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وکیف یضل او یغوی وھو لا ینطق عن الھوٰی۔ وہ کیسے گمراہ ہوسکتا ہے یا بہک سکتا ہے جب کہ وہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات کرتا ہی نہیں۔

= اِنْ هُوَ: میں ان نافیہ ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے

= اِلَّا حرف استثناء وَحْیٌ ای وحی الٰھی موصوف یُوْحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وحیٌ کی صفت۔ ای وَحْیٌ یُوْحٰی من اللہ تعالیٰ۔ یہ جملہ، جملہ سابقہ مَا ینطق عن الھوٰی کی تاکید کے لئے ہے۔

جملہ کا مطلب:۔ ما القرآن او الذی ینطق بِہٖ الا وحی یوحیہ اللہ الیہ۔ قرآن یا جو ارشاد فرماتے ہیں وہ ماسوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور کچھ نہیں (بیضاوی)

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطلب فرماتے ہیں:۔

ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان کو بھیجی جاتی ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو یہ ثابت کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اجتہاد سے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کی تائید اس جملہ سے ہو رہی ہے

فَائِدَہ: بعض کے نزدیک هُوَ کا مرجع صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ جو بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبانِ مبارک سے نکلتی ہے وہ سب وحی ہے اور وحی کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں اُسے وحی جلی کہتے ہیں۔ جو کہ قرآن مجید کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے (اسے وحی ناطق بھی کہتے ہیں)

۲:۔ اور جب معانی کا نزول تو منجانب اللہ ہو لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود پہنایا ہو اسے وحی خفی یا غیر متلوّ کہا جاتا ہے جیسے احادیثِ طیبہ (ضیاء القرآن)

۵۳ : ۵ = عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ عَلَّمَ فعل، شَدِیْدُ الْقُوٰی فاعل ہٗ ضمیر مفعول اوّل القرآن محذوف مفعول ثانی، ایک بڑے طاقتور (فرشتہ) نے ان کو تعلیم قرآن کی،،
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔
شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ شَدِیْدٌ سخت مستحکم، پکا، مضبوط، شَدٌّ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مضاف، الْقُوٰی جمع قُوَّۃٌ واحد طاقتیں۔ سخت اور مضبوط قوتوں والا
اس سے مراد عام مفسرین کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو قرآن سکھایا۔

فَائِدَہْ :- اس آیت سے لے کر لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی آیت ۱۶ تک کی تفسیر میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف رہا ہے
جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کئے جا سکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے۔ ورنہ ایسے ارشاد نبوی کی موجودگی میں ایسا اختلاف سرے سے رونما ہی نہ ہوتا۔
اسی طرح بعد میں آنے والے علماء ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق تو پہنچتا ہے کہ ان دو قولوں میں سے کوئی ایک قول اختیار کر لیں لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارہ میں ہم کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
مزید تشریح و وضاحت یا ہر دو فریقین کے دلائل مستند تفاسیر میں ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں ہم نے ذیل میں عام مفسرین کی رائے کو اختیار کیا ہے،،
عام مفسرین کے نزدیک شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ اور جگہ ارشاد ربانی ہے اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۵ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۵ (۸۱: ۱۹: ۲۰) کہ یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا لایا ہوا ہے جو قوّت والا ہے، مالکِ عرش کے ہاں عزّت والا ہے (قاصد یعنی حضرت جبرائیل کو ذِیْ قُوَّۃٍ بیان فرمایا۔
۵۳ : ۶ = ذُوْ مِرَّۃٍ، مضاف مضاف الیہ، صاحب مِرَّۃٍ۔ مِرَّۃٍ خوش منظری

خوبصورتی وبزرگی، اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس طرح رسولِ البشری (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ انسانی قوتوں کے حامل، انتہائی حسین وجمیل، اور بہترین علوم وکمالات کے ساتھ متصف تھے، اسی طرح اس آیت میں رسولِ ملکی (حضرت جبرائیل) کو بھی ایسی صفات کا حامل فرمایا گیا ہے کہ وہ خوش منظر، خوبصورت وبزرگ اور شدید القویٰ فرشتہ ہے جس نے بحکم الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی۔ (کما حقق ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ — (قاموس القرآن)

اَمْرَرْتُ الْحَبْلَ کے معنی رسی بٹنے کے ہیں اور بٹی ہوئی رسی کو مَرِیْر یا مُمَرٌّ کہا جاتا ہے اسی سے فُلَانٌ ذُوْ مِرَّۃٍ کا محاورہ ہے جس کے معنی طاقت ور اور توانا کے ہیں ذُوْ مِرَّۃٍ یعنی طاقتور (راغب)

مِرَّۃٍ اصل میں رسی کو بٹنے اور بل دے کر پختہ کرنے اور مضبوط بنانے کے ہیں اس لئے ذُوْ مِرَّۃٍ کا معنی طاقت ور اور زور آور کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ذہنی اور جسمانی دونوں قوتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے حکیم اور دانا کو بھی ذُوْ مِرَّۃٍ کہتے ہیں۔

قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

وقال: قطرب: تقول العرب لکل جزل الرائ حصیف العقل ذومرّۃٍ

عرب ہر عمدہ رائے والے اور پختہ عقل والے کو ذُوْ مِرَّۃٍ بولتے ہیں۔

شدید القویٰ سے حضرت جبرائیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور ذو مرّۃ سے ان کی دانشمندی اور عقل کا بیان ہے۔

= فَاسْتَوٰی۔ ف عاطفہ، استوی ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے قصد کیا اس نے قرار پکڑا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔ اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر۔ یہاں بمعنی سیدھا بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں — استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن واستقرار۔ یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے، مطلب یہ کہ تختِ حکومت پر اس طرح قابض ہونا کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار سے باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

۵۳: ۷ = وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی واؤ حالیہ ہے هُوَ کا مرجع جبرائیل ہے۔ اُفُقِ الْاَعْلٰی موصوف وصفت اُفُق اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں زمین اور آسمان

آپس میں ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اَعْلٰی بمعنی بلند، مطلب یہ کہ :۔ پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ (یہاں اونچا کنارہ وہ ہوگا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے)

۵۳ : ۸ = ثُمَّ : التراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ یعنی پھر

= دَنَا : ماضی واحد مذکر غائب دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ نزدیک ہوا۔ وہ قریب ہوا اسی سے ہے دُنْیَا۔ یعنی عالمِ دُنیا۔ جو افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ بہت نزدیک ہے دَنَا کا فاعل جبرائیل ہے۔

= فَتَدَلّٰی ۔ فَ عاطفہ، تَدَلّٰی : ماضی واحد مذکر غائب تَدَلِّیٌّ تَفَعُّلٌ) مصدر وہ اترآیا۔ وہ نزدیک ہوا۔ تَدَلّٰی کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح لٹکنا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔ جب ڈول کو کنویں میں لٹکایا جاتا ہے اور اس کی رسی لٹکانے والے نے پکڑ رکھی ہو تو کہتے ہیں اَدْلٰی دَلْوًا ۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصل التدلّٰی : النزولُ اِلی الشیٔ حتی یقرب منہ۔ کہ اس کا اصل معنی ہے کسی چیز کی طرف اترنا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوجائے۔

اس صورت میں آیت کا مفہوم ہوگا :۔

کہ جبرائیل جو اپنی اصلی صورت میں اپنے چھ سو پروں سمیت شرقی افق پر نمودار ہوئے تھے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بالکل قریب ہوگئے۔

دَنٰی کی طرح تَدَلّٰی کا فاعل بھی جبریل ہے۔

۵۳ : ۹ = فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ۔ اس میں کان کا اسم محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے فَکَانَ مقدار ما بینھما قاب قوسین۔ کان فعل ناقص مقدار اسم کان محذوف) قَابَ قوسین خبر کان۔

قَابَ (ق و ب مادہ) کے معنی کمان کے درمیان والے حصہ کو کہتے ہیں۔ مقبض (مٹھ) سے لے کر ایک گوشہ کمان تک کے فاصلہ کے ہیں۔ اور قوس کی طرف اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ایک قوس کی مقدار یا فاصلہ۔

القوس : قطعۃ من الدائرۃ۔ دائرہ کے کسی حصہ کو قوس کہتے ہیں۔ القوس عام طور پر اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔ اٰلۃ علی ھیئۃ ھلال ترمی بھا السّھام۔ ہلال کی شکل کا آلہ جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔

قَابَ قَوْسَيْنِ دو قوس کی مقدار۔ یعنی ایک کمان۔
لغات القرآن میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے:۔
قَابَ: اندازہ۔ مقدار۔ یا کمان کے قبضہ سے نوک تک کا فاصلہ۔ یعنی آدھی کمان کی لمبائی۔ (تاج، صحاح، راغب، معجم)
اہل عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے تھے۔ مثلاً کمان برابر۔ ایک نیزے کے برابر۔ ایک کوڑے کے برابر۔ ہاتھ برابر۔ بالشت برابر۔ انگلی برابر وغیرہ۔ آیت میں لفظی قلب کر دیا گیا ہے اصل میں قَابَیْ قَوْسٍ تھا یعنی کمان کے دو قاب برابر۔ ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں۔ دو قاب پوری کمان کے برابر ہو گئے۔ (المعجم القرآن)
صاحب منتہی الارب نے بھی آیت میں لفظی قلب نقل کیا ہے۔ لیکن قَابَ کے عام معنی (اندازہ و مقدار بھی لکھا ہے: محلی نے بھی مقدار ترجمہ کیا ہے ...... مسکین علم اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نہ قلب مکانی کی ضرورت ہے نہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ قرار دینے کی۔ کیونکہ اس جگہ کلام کی بنا اہل عرب کے رواج اور دستور پر ہے۔ عرب میں جب دو شخص گہری دوستی اور ایک روح دو قالب ہونے کا پیمان باندھتے تھے تو ہر ایک اپنی کمان نکال کر لاتا تھا پھر دونوں کمانوں کو اس طرح ملا دیا جاتا تھا کہ دونوں قبضے مل جاتے تھے، گوشے مل جاتے تھے تانت مل جاتی تھی۔ گویا دونوں کمانیں جُڑ کر ایک ہو جاتی تھیں۔ پھر دونوں سے ملا کر ایک تیر پھینکا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم دونوں ان دونوں کمانوں کی طرح ایک ہو گئے ......
اس صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فاصلہ ثابت ہو گا جتنا دو کمانوں کو جوڑنے کے بعد دونوں کے درمیان ہوتا ہے یعنی بالکل فاصلہ نہ رہے گا۔ دونوں کا بالکل متصل ہونا سمجھا جائے گا۔ (واللہ اعلم)
= اَوْ اَدْنٰی۔ اس جگہ اَوْ بمعنی یا (تشکیہ) نہیں ہے بلکہ اَوْ بمعنی بَلْ ہے جیسے کہ آیت وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ: (۳۷: ۱۴۷) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔
اَدْنٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر اَقْصٰی کے مقابلہ میں آتا ہے۔
بہت نزدیک۔ قریب تر،

۵۳ : ۱۰ == فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۔ فَ عاطفہ اَوْحٰى ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل یہاں بھی جبریل کی طرف راجع ہے ۔ پس اس نے وحی کی :

اِلٰى عَبْدِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ۔ یعنی جبرائیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی مَاۤ اَوْحٰى جو وحی کی : (مَا موصولہ ہے جو اس نے وحی کی) بعض نے پہلے اَوْحٰى کا فاعل جبرئیل اور دوسرے اَوْحٰى کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے اس وقت آیت کا ترجمہ ہوگا :۔

جبریل نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر وحی کی :

۵۳ : ۱۱ == مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔ الفؤاد (ف ء د مادہ) بمعنی دل ۔ اس کی جمع اَفْئِدَةٌ ہے : مَا (دوسرا) موصولہ ہے ۔ رَاٰى ماضی واحد مذکر غائب اس کا صلہ ۔ موصول وصلہ مل کر مَا كَذَبَ کا مفعول ۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا ۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی ! کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں یہ ایک حقیقت ہے یہ واقعی جبرئیل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آرہا ہے نظر کا فریب نہیں ہے ۔ نگاہوں نے دھوکہ نہیں کھایا ۔ کہ حقیقت کچھ اور ہو ۔ اور نظر کچھ اور آرہا ہو ۔

۵۳ : ۱۲ == اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۔ ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے فَ عاطفہ ہے کلام کی تقدیر یوں ہے اَتُكَذِّبُوْنَهٗ فَتُمَارُوْنَهٗ ۔ تُمٰرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر مُمَارَاةٌ مُفَاعَلَةٌ مصدر سے : (م ر ی ۔ مادّہ) ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ کیا تم اس کو جھٹلاتے ہو اور اس سے جھگڑا کرتے ہو ۔ یعنی جس چیز کو وہ دیکھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تمہیں اس کا انکار یا تکذیب نہیں کرنا چاہیئے ۔ اور نہ ہی جھگڑنا چاہیئے ۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا (۱۸ : ۲۲) تم ان کے معاملہ میں مت جھگڑنا ۔ مت گفتگو کرنا ۔

تُمَارُوْنَ ۔ مِرَاءٌ سے مشتق ہے مِرَاءٌ کا معنی جھگڑا کرنا ۔ مری الناقۃ دودھ نکالنے کے لئے اونٹنی کے تھن سہلانا ۔ باہم جھگڑنے والے بھی اپنے مخالف کی دلیلوں کو نکلوانا چاہتے ہیں ۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے مِرَاءٌ کا معنی ہوگیا جھگڑا کرنا ۔

(تفسیر مظہری)

عَلٰى مَا يَرٰى۔ اس چیز کے متعلق جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے مَا موصولہ اور یرٰی بمعنی رأی العین آنکھوں سے دیکھنا (رازی)

یرٰی صیغہ مضارع کا استعمال ماضی کے استحضار اور حکایت کے لئے

۵۳:۱۳ == وَلَقَدْ رَاٰهُ واؤ عاطفہ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے لام تاکید مزید کے لئے۔ (انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا ہے) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

== نَزْلَةً اُخْرٰى۔ موصوف وصفت ای مَرَّةً اُخْرٰى دوسری مرتبہ۔ منصوب بوجہ مصدر کے ہے۔ کلام کی تقدیر یوں ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَازِلًا نَزْلَةً اُخْرٰى۔ اور اس نے تو اس کو دوبارہ بھی نازل ہوتے دیکھا ہے یا دوسری

۵۳:۱۴ == سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى اس ترکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے سِدْرَة بیری کا درخت مُنْتَهٰى انتہاء، اختتام، آخری سرحد۔ آخری کنارہ۔ انتہاء سے مصدر میمی۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى بیری کا وہ درخت جو مادی جہان کی آخری سرحد پر ہے۔ یہ کیسا درخت ہے اس کی حقیقت کیا ہے اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیا ہے ہمیں ان کی ماہیت کا علم نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ اعمال خلق پہنچنے کی یہ آخری حد ہے انتہائی حد ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ اعمال ملائکہ سے لے لئے جاتے ہیں اور اوپر سے احکام اتر کر یہاں تک پہنچتے ہیں اور یہاں سے ملائکہ لے کر نیچے اترتے ہیں۔ گویا یہ مقام احکام الٰہی کے نزول اور اعمال خلق کے عروج کی آخری حد ہے۔ جو کچھ پرے ہے وہ غیب ہے۔

۵۳:۱۵ == عِنْدَهَا ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب سدرۃ کے لئے ہے اس کے پاس، ہی۔

== جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ جَنَّةُ مضاف اَلْمَاْوٰى مضاف الیہ ماوٰی، اَوٰى يَاْوِيْ کا مصدر۔ بمعنی قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ اور اسم ظرف بمعنی مقام، سکونت، ٹھکانا ہے باب افعال سے اٰوٰى يُؤْوِيْ اِيْوَاءٌ بمعنی کسی کو جگہ دینا۔ ٹھکانا دینا۔ یا رہنے کا مقام دینا۔ اَلْمَاْوٰى معرف باللام قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے۔ اور ہر جگہ مصدری معنی لیے ہے۔

جَنَّۃُ الْمَاْوٰی قیام کرنے کی جنت ، اس جنت کو جنت الماوٰی کیوں کہتے ہیں علمائے کرام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں ۔

۱:۔ شہدار کی روحیں یہاں تشریف فرما ہیں ۔

۲:۔ جبرائیل اور دوسرے ملائکہ کی یہ رہائش گاہ ہے ۔

۳:۔ اہل ایمان کی روحیں یہاں ٹھہرتی ہیں ۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اَعْلَمُ ۔

۵۳ : ۱۶ == اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۔ اِذْ اسم ظرف مکان ہے یَغْشٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ غَشْیٌ وَ غَشْیَانٌ (باب سمع) مصدر سے ہے بمعنی چھا جانا ڈھانپ لینا ۔ یہاں مضارع بمعنی حکایتِ حال ماضی آیا ہے یعنی ایک گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کے بجائے استعمال ہوا ہے اس میں استمرار غشیان کو بھی ظاہر کیا گیا ہے ، یعنی جس وقت کا ذکر ہے غشیان کا عمل جاری تھا ۔ لہٰذا اس کا ترجمہ اکثر یہ کیا گیا ہے کہ اس وقت تجلی اس کو ڈھانپتے چلی جارہی تھی ، اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا ۔ (تفہیم القرآن)

جبکہ اس سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں (تفسیر ماجدی)

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا ۔ (ضیار القرآن) جبکہ سدرۃ کو چھپا رکھا تھا جس چیز نے کہ چھپا رکھا تھا (تفسیر حقانی)

== مَا یَغْشٰی ۔ یہ یَغْشٰی اوّل کا فاعل ہے

فاعل کی نعت و صفت بیان نہیں کی گئی ۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوّے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہٰی پر فرشتے چھا رہے تھے (ابن کثیر)

(۲) وفی حدیث : رَاَیْتُ عَلٰی کُلِّ وَرَقَۃٍ مِنْ وَرَقِہَا مَلَکًا قَائِمًا یُسَبِّحُ اللّٰہَ تَعَالٰی ۔ (روح المعانی) میں نے اس کے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑا دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا تھا ۔

(۳) وقیل یَغْشَاہَا الْجَمُّ الْغَفِیْرُ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَہَا (مدارک التنزیل) اور کہتے ہیں :۔ کہ اس کو فرشتوں کے ایک جمّ غفیر نے ڈھانپ رکھا تھا جو اللہ کی عبادت کر رہے تھے ۔

۴:۔ وقالَ مجاهد وابراهیم: یغشاها جراد من ذهب (روح المعانی)
اور مجاہد وابراہیم کا قول ہے کہ اُسے یعنی سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کی ٹڈیوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔

۵:۔ انوار وتجلیات کے ہجوم نے سدرۃ کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان انوار وتجلیات کو بیان کرنے کے لئے نہ تو لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے:۔ (ضیاء القرآن)

۶:۔ واخرج عبد بن حمید عن سلمۃ قال: استأذنت الملئکۃ الرب تعالیٰ ان ینظروا الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاذن لھم فغشیت الملئکۃ السدرۃ لینظروا الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام (روح المعانی)
عبد بن حمید نے حضرت سلمہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ:۔
فرشتوں نے اللہ سے اجازت چاہی کہ وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کریں ان کو اجازت مل گئی۔ سو فرشتے سدرہ پر لپٹ گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر سکیں۔

۵۳ : ۱۷ = مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی: مَا نافیہ ہے زَاغَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ زَیْغٌ (باب ضرب) مصدر۔ بہکنا۔ کج ہونا۔ راہِ راست سے بہک جانا۔ ان کی آنکھ (اپنے نصب العین سے نہ ہٹی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا (۳ : ۸) اے ہمارے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر۔
وَمَا طَغٰی۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے طَغٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ طُغْیَانٌ (باب نصر، سمع) مصدر۔ اور نہ وہ حد سے نکل گئی۔ جب نگاہ اپنی حد سے گذر جاتی ہے تو بہک جاتی ہے۔ اسی طرح جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے۔ یہاں طَغٰی کا استعمال اسی اعتبار سے ہے:۔

علامہ مودودی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تحمل کا یہ حال تھا کہ ایسی زبردست تجلیات کے سامنے بھی آپ کی نگاہ میں کوئی چکاچوند پیدا نہ ہوئی اور آپ پورے

سکون کے ساتھ ان کو دیکھتے رہے۔

دوسری طرف آپ کے ضبط اور یکسوئی کا کمال تھا کہ جس مقصد کے لئے بلایا گیا تھا اُسی پر آپ نے اپنی نگاہ اور اپنے ذہن کو مرکوز کئے رکھا۔ اور جو حیرت انگیز مناظر وہاں تھے ان کی طرف آپ نے نگاہ ہی نہ اُٹھائی۔

۵۳ : ۱۸ = لَقَدْ رَاٰی : لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ یقیناً انہوں نے دیکھی۔

= مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ اٰیٰتِ مضاف رَبِّہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف ۔ اَلْکُبْرٰی۔ کِبْرٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث، یہ سارا جملہ رَاٰی کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ :۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی (قدرت کی کتنی ہی) بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اٰیاتِ کبریٰ سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا جیسے براق سمٰوٰت، انبیاء، فرشتے ۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ وغیرہ۔

۵۳ : ۱۹ = اَفَرَاَیْتُمُ ۔ علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :۔

اَفَرَأَیْتُمُ میں استفہام انکاری ہے اور تنبیہی ہے اور محذوف جملہ پر اس کا عطف ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ کیا تم نے اپنے معبودوں کو دیکھا اور کیا لات اور عزّٰی اور تیسری ایک اور دیوی منات کا غور سے مشاہدہ کیا۔ (بھلا اللہ تعالیٰ کی عظمت وجبروت اور اس کی زمین و آسمان میں سلطنت وسطوت کے سامنے ان حقیر و ذلیل بتوں کی بھی کوئی حیثیت ہے۔

لات، عزّٰی، منات کے متعلق صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں :۔

لات، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ ثقیف کا بُت تھا۔ جس کا استھان طائف میں تھا۔ بنو ثقیف اس کے بڑے معتقد تھے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبے کو گرانے کے قصد سے مکہ جاتے ہوئے طائف سے گذرا تو انہوں نے اسے رہبر مہیا کئے اور دیگر سہولتیں بہم پہنچائیں تاکہ وہ ان کے معبود لات کے استھان کو منہدم نہ کرے۔

عُزّٰی۔ اس کا ماخذ عزت ہے یہ اَعَزّٰی کی تانیث ہے سوق عکاظ کے قریب وادیٔ نخلہ میں خراض نامی ایک بستی تھی، عُزّٰی کا مندر اس جگہ تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کیا کرتے تھے بعض کے نزدیک یہ بنی شیبان کی دیوی تھی جو بنی ہاشم کے حلیف تھے، قریش اور دوسرے قبائل اس کی زیارت کو آتے تھے قربانی کے جانور یہاں لاکر ذبح کیا کرتے تھے اور نذرانہ چڑھاتے تھے۔ تمام دوسرے بتوں سے اس کی تکریم وعزت کیا کرتے تھے۔

منٰوۃ۔ اس کا مندر قدید کے مقام پر تھا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے ایک آبادی ہے یثرب کے اوس اور خزرج کے علاوہ بنو خزاعہ بھی اس کے معتقد تھے۔ کعبہ کی طرح اس کا حج بھی کیا جاتا قربانی کے جانور بھی اس کے لئے ذبح کئے جاتے۔ حج کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ اس کا حج کرنا چاہتے وہ وہیں سے لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ کے نعرے لگاتے ہوئے قدید کی طرف چل پڑتے۔

اگرچہ ان بتوں کے مخصوص مندر مختلف مقامات پر تھے جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ انہی ناموں کے بُت کعبے میں بھی رکھے ہوئے تھے۔ اور دوسرے بتوں کے ساتھ ساتھ ان کی بھی وہاں پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔

علامہ ابوحیان اندلسی رح نے بحر محیط میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اُحد کے میدان میں ابو سفیان نے بڑے فخر و ناز سے کہا تھا کہ:۔

لنا العزّٰی ولا عُزّٰی لکُمْ؛

کہ ہمارے پاس تو عزّٰی دیوی ہے اور تمہارے پاس کوئی عُزّٰی نہیں۔

نیز افرَاَیْتُمْ میں خطاب کی ضمیر کا مرجع قریش مکہ ہیں۔

ان بتوں کی پوجا کرنے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور یہ بُت جنیات کا مسکن ہیں اور یہ جنیات بھی اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ بُت فرشتوں کے ہیکل ہیں اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (نعوذ باللہ من ذلك)

٥٣ : ٢٠ = مَنٰوۃَ ۔ اَللّٰتَ ، وَالْعُزّٰی منصوب بوجہ مفعول رَأَیْتُمْ کے ہیں

٥٣ : ٢١ = اَلذَّکَرُ ۔ مرد۔ نر۔ واحد اس کی جمع ذُکُورٌ وَ ذُکْرَانٌ ہے

اَلْاُنْثٰی مادہ۔ عورت، ہمزہ استفہامیہ ہے۔

٥٣ : ٢٢ = تِلْكَ ۔ یعنی یہ نر کا تمہارے لئے ہونا اور مادہ کا اللہ کے لئے ہونا۔

= اِذًا۔ حرف جزاء ہے۔ بمعنی تب، اس وقت، اصل میں یہ اِذَنْ تھا۔ وقف کی صورت

میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔
== قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی ۔ موصوف وصفت ، بہت بھونڈی تقسیم، نہایت غیر منصفانہ تقسیم، بہت ناقص، ضِیْزٰی ۔ ضَازَ یَضِیْزُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہو سکتا ہے اجوف یائی ہے ۔ اور مہموز العین (باب فتح) سے بھی۔ ضَازَ یَضَازُ کا مصدر ضِیْزٰی ہوگا۔ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ لہٰذا ضیزٰی ہر دو صورت میں مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی۔

۵۳ : ۲۳ == اِنْ ھِیَ : میں اِنْ نافیہ ہے ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب کا اشارہ اصنام کی طرف ہے۔ جن کی کفار پوجا کیا کرتے تھے۔
== سَمَّیْتُمُوْھَا ۔ سمیتم ماضی جمع مذکر حاضر تَسْمِیَۃ (باب تفعیل) مصدر سے واؤ اشباع کا ہے۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اصنام کے لئے ہے جنہیں وہ پوجا کرتے تھے۔

یہ محض نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں۔ ورنہ ان میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے علامہ راغب آیت مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَا کے تحت لکھتے ہیں۔

در کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے کہ محض نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں" اس کا معنٰی یہ ہے کہ۔ جن ناموں کا تم ذکر کرتے ہو ان کے مسمیات نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء ایسے ہیں جو بغیر مسمّٰی کے ہیں کیونکہ ان ناموں کے اعتبار سے بتوں کے بارے میں جو وہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کی حقیقت ان میں پائی ہی نہیں جاتی۔
== اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ ۔ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے یہ فاعل ہیں فعل سَمَّیْتُمْ کے
== بِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب الاصنام کے لئے ہے۔ سُلْطٰنٍ سند، برھان۔ دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی ،
== اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ ای مَا یتبعون وہ پیروی نہیں کر رہے۔
== اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ : سوائے (۱) گمان کی (۲) اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں۔
== وَلَقَدْ : واؤ حالیہ ہے۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی : حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ اَلْھُدٰی ۔ ای القرآن۔

۵۳ : ۲۴ = اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے اَلْاِنْسَان سے مراد یا تو کافر ہے یا عام انسان۔ پہلی صورت میں مفہوم ہوگا

ان کفار نے ان بتوں سے جو طرح طرح کی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں یہ محض دھوکہ اور فریب ہے ان کی یہ توقعات کبھی بھی پوری نہ ہوں گی۔

دوسری صورت میں مفہوم ہوگا:۔

ایسا نہیں ہوا کرتا کہ انسان جو چاہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے اذن سے ہو رہا ہے اور عالمِ آخرت میں جو کچھ ہوگا اس کے حکم سے ہوگا۔

= مَا تَمَنّٰى ما موصولہ تَمَنّٰى اس کا صلہ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَمَنِّیٌ (تفعل) مصدر۔ بمعنی چاہنا۔ تمنا کرنا۔ آرزو کرنا۔ جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔

۵۳ : ۲۵ = لِلّٰهِ: میں لام اختصاص کا ہے۔ اَلْاٰخِرَةُ: قیامت، آخرت، اَلْاُوْلٰى جہاں آخرت کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالمِ دنیا ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے۔ پس اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے آخرت اور دنیا۔

۵۳ : ۲۶ = كَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے۔ مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہے یہ عدد سے کنایہ کے لئے آتا ہے اور دو قسم پر ہے۔ استفہامیہ۔ خبریہ۔ استفہامیہ قرآن مجید میں نہیں آیا۔ استفہامیہ اگر آئے تو اس کا مابعد تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں جیسے كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔

جب خبریہ ہو تو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہو کر اسے مجرور کر دیتا ہے اور کثرت کے معنی دیتا ہے۔ یعنی کتنے ہی۔ جیسے كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ میں نے کتنے مردوں کو پیٹا۔ اس میں کبھی اس کی تمیز پر مِنْ جارہ داخل ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے: كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ (۷ : ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲ : ۲۴۹) بسا اوقات کتنی ہی چھوٹی جماعتوں نے بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے فتح حاصل کی ہے۔ یا۔ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (۲۱ : ۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیاں جو کہ ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالیں۔

كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں (جن کی... ..... الآیۃ۔

= لَا تُغْنِيْ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ نفع نہیں دے سکے گی۔ وہ کام نہ آئے گی۔

= شَيْئًا: کچھ بھی۔ اِلَّا حرف استثناء

= اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ يَاْذَنَ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِذْنٌ (باب سمع) مصدر (مگر بعد اس کے) کہ اللہ) شفاعت کی) اجازت دے۔

= لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے لئے وہ چاہے۔ یعنی جس فرشتے کو شفاعت کرنے کی یا جس آدمی کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت دے۔

= وَيَرْضٰى۔ واؤ عاطفہ، يَرْضٰى مضارع واحد مذکر غائب۔ رِضًى (باب سمع) مصدر۔ اور اس کے لئے شفاعت کو پسند کرے:

۵۳: ۲۷ = اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ فاعل۔

= لَيُسَمُّوْنَ۔ لام تاکید کا۔ يُسَمُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَسْمِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ نامزد کرتے ہیں۔ (فعل)

= اَلْمَلٰٓئِكَةَ: فرشتوں کو۔ مفعول اول۔

= تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى۔ مضاف مضاف الیہ تَسْمِيَةَ نام رکھنا بروزن تفعلۃ باب تفعیل سے مصدر ہے اُنْثٰى عورت کا سا (نام رکھنا) مفعول ثانی

ترجمہ ہوگا۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے سے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

۵۳: ۲۸ = وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ۔ ضمیر فاعل يُسَمُّوْنَ سے حال ہے ا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب تسمیۃ کے ذکر کے متعلق ہے وضمیر بہ للمذکر من التسمیۃ (روح المعانی) حالانکہ ان کو اس بات کا (فرشتوں کو عورتوں کے نام سے نا کرنے کا) علم نہیں۔ یعنی ان کو اس حقیقت کا علم ہی نہیں یہ محض اپنے آباء واجداد تقلید میں وہ اس ظن پر قائم ہیں کہ ملائکہ مؤنث ہیں اور خدا کی بیٹیاں ہیں۔

== اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ : اِنْ نافیہ ہے۔ الظَّنَّ مستثنیٰ منقطع۔ یہ صرف ظنّ (بے اصل، بے دلیل خیالات) پر چل رہے ہیں۔ جو تقلید آباء سے حاصل ہوا ہے
== اِنَّ الظَّنَّ ...... الخ۔ جملہ معترضہ ہے اور کافروں کے اتباعِ ظن کرنے کی قباحت کو اس میں ظاہر کیا گیا ہے۔
== لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ اور ظنّ حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں دیتا۔ یعنی ظنّ حق کا بدل نہیں ہو سکتا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۶ متذکرۃ الصدر)

۵۳ : ۲۹ == فَاَعْرِضْ۔ میں ف عاطفہ ہے جب ان مشرکوں کی جہالت وخفتِ دانش معلوم ہوگئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت پر چلنے کی بجائے وہ اپنے بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں تو آپ بھی ان کی طرف سے روگردانی کر لیجئے کیونکہ ایسوں کو سمجھانا اور حق کی دعوت دینا بے کار ہے۔
اَعْرِضْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ تو منہ پھیر لے تو کنارہ کر لے۔
== مَنْ تَوَلّٰی۔ مَنْ موصولہ ہے تَوَلّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔
== عَنْ ذِکْرِنَا۔ یہاں ذکر سے مراد قرآن، یا ایمان یا اللہ کی یاد ہے۔
== وَلَمْ یُرِدْ۔ واؤ عاطفہ، لَمْ یُرِدْ فعل مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اور نہیں خواہش رکھتا وہ۔
== اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ اِلَّا حرف استثناء الحیٰوۃ الدنیا موصوف، صفت مل کر مستثنیٰ۔ منصوب بوجہ مستثنیٰ منقطع کے۔

۵۳ : ۳۰ == مَبْلَغُھُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ مَبْلَغٌ بُلُوْغٌ سے اسم ظرف پہنچنے کی جگہ۔ ان کی علمی انتہاء۔ ان کے علم کی آخری حد۔ ان کی انتہائی رسائی۔
بُلُوْغٌ سے مصدر میمی بھی ہے۔ بمعنی پہنچنا۔
== بِمَنْ میں مَنْ موصولہ ہے ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب رَبَّکَ کی طرف راجع ہے۔
یہ آیت امر بالاعراض کی تعلیل ہے۔

۵۳ : ۳۱ == وَلِلّٰہِ۔ میں واؤ عاطفہ ہے اور لام تخصیص کا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے :۔

= لِيَجْزِيَ لام تعلیل کا ہے یعنی اس نے پیدا کیا اس عالم کو جزاء اور سزا دینے کی غرض سے۔ یَجْزِيَ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ لام تعلیل۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی جزاء دینا۔ بدلہ دینا۔ سزا دینا۔ وہ معاوضہ یا بدلہ جو مقابلہ سے مستغنی کر دے۔ خیر کے بدلہ میں خیر شر کے بدلہ میں شر جزاء کہلاتا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا:۔

تاکہ وہ سزا دے (برابر بدلہ دے) بدکار کو۔

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر اَسَآءُوْا (جنہوں نے بُرا کام کیا) اَسَآءُوْا: ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسَاءَةٌ (باب افعال) مصدر۔ انہوں نے بُرا کیا۔

= بِمَا میں ب سببیہ ہے مَا موصولہ ہے عَمِلُوْا اس کا صلہ۔ بہ سبب اس فعل کے جو انہوں نے کیا۔

= اَحْسَنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے بھلائی کی انہوں نے نیک کام کیا۔

= بِالْحُسْنٰى بَ تعدیہ کا ہے۔ اچھا بدلہ۔ نیک بدلہ۔ عمدہ جزاء فُعْلٰى کے وزن پر حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کو عمدہ بدلہ دے۔

۵۳: ۳۲ = يَجْتَنِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر سے۔ وہ بچتے ہیں۔ وہ پرہیز کرتے ہیں۔

= كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑے بڑے گناہ۔ یجتنبون کا مفعول ہے

= اَلْفَوَاحِشَ۔ بے حیائی کی باتیں۔ ناشائستہ باتیں۔ فَاحِشَةٌ کی جمع۔ یجتنبون کا مفعول ثانی،

گناہ کبیرہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

ہر وہ کام جس سے کتاب و سنت کی صریح نص سے منع کیا گیا ہو۔ یا اس کے لئے کوئی شرعی حد مقرر ہو یا جس کی سزا جہنم بتائی گئی ہو یا جس کے مرتکب کو لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہو۔ یا جس پر عذاب کے نزول کی خبر دی گئی ہو ایسی تمام باتیں گناہ کبیرہ ہیں۔

ان کے علاوہ جو دوسرے گناہ ہیں انہیں صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے مگر یاد رہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار اور شریعت کے کسی فرمان کا استخفاف اور تحقیر کا شمار بھی کبیرہ گناہوں

میں ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

= اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِلَّا حرف استثناء۔ لَمَمٌ چھوٹے گناہ۔ وہ گناہ جن کا شاذ و نادر ارتکاب ہو۔ مستثنیٰ۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اللَّمَمُ کے اصلی معنی ہیں معصیت کے قریب جانا۔ کبھی اس سے صغیرہ گناہ بھی مراد لئے جاتے ہیں۔

محاورہ ہے۔ فُلَانٌ یَفْعَلُ کَذَا لَمَمًا وہ کبھی کبھار یہ کام کرتا ہے آیت ہذا میں لفظ لَمَمٌ مشتق ہے اَلْمَمْتُ بِکَذَا سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے قریب جانا کے ہیں۔ یعنی ارادہ کرنا مگر مرتکب نہ ہونا۔ (مفردات راغب)

لَمَمٌ سے مراد وہ گناہ ہے جو آدمی سے کبھی کبھی صادر ہو جاتے مگر وہ ان پر جما ہوا نہ رہے بلکہ توبہ کرلے۔ گناہ اس کا معمول نہ بن جائے۔ عادت نہ ہو جائے۔ کبھی کبھی صادر ہو جائے (تفسیر مظہری)

آیت اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ

آیت اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا ..... کا بدل ہے۔ یا صفت ہے یا عطف بیان ہے۔ مضارع کا صیغہ اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ اجتناب کے تجدّد اور استمرار پر دلالت کرے، وہ ہمیشہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہتے ہیں (ضیاء القرآن)

اِلَّا اللَّمَمَ استثناء متصل بھی ہو سکتا ہے اور استثناء منقطع بھی۔

۱:۔ اگر لَمَمٌ سے مراد چھوٹے گناہ لئے جائیں مثلاً نامحرم پر پہلی نظر۔ آنکھ کا اشارہ۔ بوسہ یعنی زنا سے کم درجہ کا گناہ۔ تو اِلَّا اللَّمَمَ استثناء متصل ہو گا۔

۲:۔ اگر لَمَمٌ سے مراد بے ارادہ نظر پڑ جانا۔ گناہ کا خیال آنا۔ لیکن اس کے ارتکاب کے لئے عملی قدم نہ اٹھانا وغیرہ ہو تو یہ استثناء منقطع ہو گا۔ بیضاوی وکشاف وجلالین وغیرہ نے استثناء منقطع ہی لکھا ہے۔

= وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ وَاسِعُ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف الْمَغْفِرَةِ مضاف الیہ۔ غَفَرَ یَغْفِرُ (باب ضرب) کا مصدر۔ بمعنی کسی گناہ کا معاف کردینا۔

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا۔ جس کے گناہ معاف کرنا چاہیگا بغیر توبہ کے بھی معاف کردے گا خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا تھا۔

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرُ جَمًّا۔ وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا اَلَمَّا

اے اللہ اگر تو معاف کرے گا تو بہت گناہ معاف کر دے گا۔ تیرا کونسا بندہ گناہ پر نہیں اُترا۔ (یعنی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا)

= اِذْ: اسم ظرف زمان۔ جب۔

= اَنْشَاَکُمْ: اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تمہاری پرورش کی۔ اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر۔

= اَعْلَمُ۔ اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن تفضیلی معنی مراد نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی تم کو پیش آنے والے واقعات و حالات سے واقف تھا مگر اللہ سب سے بڑھ کر واقف کار تھا۔ کیونکہ کوئی انسان بھی اپنی پیدائش سے پہلے اپنی زندگی کے احوال سے واقف نہیں ہو سکتا۔

= اَجِنَّۃٌ: بچے جو پیٹ میں ہوں جَنِیْنٌ کی جمع ہے، جَنِیْنٌ پیٹ کے بچے کو کہتے ہیں۔ جَنِیْنٌ بروزن فعیل بمعنی مفعولٌ ہے یعنی چھپا ہوا۔

اَلْجَنِیْنُ قبر کو بھی کہتے ہیں۔ فعیل بمعنی فاعل چھپانے والی۔

= لَا تُزَکُّوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تزکیۃ (تفعیل) مصدر بمعنی مال کی زکوٰۃ لینا یا دینا۔ خودستائی کرنا۔ لَا تُزَکُّوْا (تم خودستائی نہ کرو)

نفس انسانی کے تزکیہ کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ بذریعہ فعل۔ یعنی اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو درست کر لینا۔ یہ پسندیدہ اور محمود طریقہ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (۸۷: ۱۴) (وہ بامراد ہوا جس نے اپنے آپ کو سنوار لیا) میں اسی تزکیۂ عملی کا ذکر ہے۔ یہاں تزکّٰی باب تفعل سے بمعنی باب تفعیل اپنے آپ کو سنوارنے کے معنی میں آیا ہے۔

۲:۔ بذریعہ قول۔ جیسے ایک عادل اور متقی شخص کا دوسرے شخص کا تزکیہ کرنا۔ اور اس کی خوبی کی شہادت دینا۔

لیکن یہی طریقہ اگر انسان خود اپنے حق میں برتے تو بُرا ہے۔ آیت ہذا فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ (سو مت بولو اپنی ستھرائیاں یعنی اپنی خودستائی مت کرو) میں اللہ جل شانہٗ نے اسی تزکیہ سے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننا عقلاً شرعاً کسی

بھی طرح زیبا نہیں ہے۔

= اَعْلَمُ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔

= مَنْ۔ موصولہ ہے۔ اِتَّقٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے جو ڈرا۔ جس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

۵۳: ۳۳ = اَفَرَاَیْتَ استفہام تعجبی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا۔

= اَلَّذِیْ تَوَلّٰی۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر ہے تَوَلّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ تَوَلِّیْ (تفعل) مصدر سے۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔ جس نے حق کی طرف سے پشت پھیر لی۔

فَائِدَہ: ۱:۔ جمہور کے نزدیک اس شخص سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، ولید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو گیا تھا لیکن بعض مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تم نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھنے لگا۔ ولید نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ ایک شخص بولا۔ اگر تم باپ دادا کے مذہب کی طرف لوٹ آؤ تو میں تم کو اتنا مال دوں گا۔ اور اگر اللہ کا عذاب تم پر آیا تو تمہاری جگہ میں اس کو اپنے اوپر برداشت کر لوں گا۔ ولید شرک کی طرف لوٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

۲:۔ ابن جریر نے بحوالہ ابن زید بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا کسی نے اس کو غیرت دلائی کہ تو نے بزرگوں کے دین کو چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھا اور دوزخی قرار دیا۔ مسلمان ہونے والے نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب کا ڈر ہے۔ غیرت دلانے والے نے کہا کہ تو مجھے کچھ مال دیدے تجھ پر جو عذاب آئے گا میں برداشت کر لوں گا۔ اس شخص نے اس کو کچھ مال دے دیا۔ اس شخص نے کچھ اور مانگا اس نے کچھ اور بڑھا دیا۔ مانگنے والے نے ایک تحریر لکھ دی۔ اور گواہی بھی اس پر ثبت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳:۔ سدّی کا بیان ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے حق میں نازل ہوئی جو بعض باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھا اور بعض امور میں مخالف۔

۴:۔ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ:۔
اس آیت کا نزول ابوجہل کے بارے میں ہوا۔ ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس قول کے باوجود ایمان نہ لایا۔ تھوڑا دینے کا یہی مطلب ہے کہ کسی قدر حق کا اس نے اقرار کیا۔ اور اَکۡدٰی سے مراد ہے ایمان نہ لانا۔ (تفسیر مظہری)

۵۳: ۳۴ = وَاَعۡطٰی قَلِیۡلًا واؤ عاطفہ ہے۔ اَعۡطٰی قَلِیۡلًا معطوف۔ اور اس نے تھوڑا مال دیا۔ یعنی مشرک نے ولید کو کچھ مال دیا۔ اور باقی کے دینے میں بخل کر گیا۔ انکاری ہوگیا
= اَکۡدٰی ماضی واحد مذکر غائب اَکۡدَاءٌ (افعال) مصدر جس کے معنی زمین کے پتھر کی طرح سخت نکلنے کے ہیں۔ اِکۡدَاءٌ اصل میں کُدۡیَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کے سخت ہونے کے ہیں۔

عرب کہتے ہیں حَفَرَ فَاَکۡدٰی اذا بلغ الی کدیۃ ای صلابۃ فی الارض فلم یمکنہ الحفر۔ جب زمین کھودتے وقت پتھریلی چٹان آجائے اور مزید کھدائی ناممکن ہوجائے تو کہتے ہیں حَفَرَ فَاَکۡدٰی۔ اس نے زمین کھودی اور نیچے سے چٹان نکل آئی

یہاں آیت ہذا میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تھوڑا سا مال دے کر باقی کی ادائیگی منقطع کر دی۔

۵۳: ۳۵ = اَعِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ : ہمزہ استفہام انکاری ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے (یعنی نہیں ہے)۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے یا وہ شخص جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ایسر التفاسیر میں ہے۔
ای یعلم ان غیرہ یتحمل عنہ العذاب والجواب لا : (کیا وہ جانتا ہے کہ کوئی دوسرا اس پر سے عذاب کو اٹھائے گا اور اس کا جواب ہے "نہیں")
اَعِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡغَیۡبِ۔ اَرَءَیۡتَ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول اسم موصول الَّذِیۡ ہے۔

= فَھُوَ یَرٰی۔ میں فَ سببیہ ہے۔ یعنی کیا اس کو غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ جانتا ہے یا دیکھتا ہے کہ میں اگر کچھ مال دیدوں گا تو وہ شخص میرے اوپر سے شرک کا عذاب اٹھا کر اپنے اوپر لاد لیگا۔

۵۳: ۳٦ == اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ ۔ اَمْ بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہے ای اَلَمْ یُنَبَّاْ ۔ لَمْ یُنَبَّاْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر ن ب ء مادہ ۔ خبر دینا۔ کیا اس کو خبر نہیں دی گئی۔

== بِمَا: میں بَ تعدیہ کا ہے۔ مَا موصولہ ہے۔

== صُحُفِ۔ صحیفے، کتابیں۔ اوراق، صَحِیْفَةٌ کی جمع ہے ۔ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیلۃ بروزن فُعُلٌ نہیں آتی ۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال ۔ سَفِیْنَۃٌ (واحد) کی جمع سُفُنٌ ہے ۔

ترجمہ۔ کیا اس کو ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہیں ۔

۵۳: ۳۷ == وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَبِمَا فِیْ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى اور جو باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں جس نے احکام کی پوری پوری بجا آوری کی تھی۔

وَفّٰۤى، ماضی واحد مذکر غائب تَوْفِیَۃٌ (تفعیل) مصدر بمعنی کسی کام کو پورا پورا کرنا و، ف، ی، مادہ۔ اَلْوَافِیْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں ۔

قرآن مجید میں ہے ۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب تم (کوئی چیز) ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ مکمل اور پورا پورا بھرا کرو۔

اَلَّذِیْ وَفّٰۤى اسم موصول وصلہ مل کر صفت ہے ابراھیم کی ۔ کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی تھی ۔ بیٹے کو ذبح کرنے کے بلاچوں وچرا تیار ہوگئے۔ آتش نمرود میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنے پروردگار کے احکام مخلوق تک پہنچائے اور اس سلسلے میں طرح طرح کی تکالیف لوگوں کے ہاتھوں سے اٹھائیں وغیرہ وغیرہ۔

۵۳: ۳۸ == آیت سے قبل عبارت مقدرہ ہے، وقیل ماذا فی صحف موسٰی وابراھیم؟ فقیل ھو! ... اور سوال ہے کہ (حضرت) موسیٰ وابراہیم (علیہما السلام) کے صحیفوں میں کیا ہے؟ جواب ہے: یہ کہ ....

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص دوسرے (کے گناہ)

کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اَلَّا اَنْ اور لَا سے مرکب ہے۔ اَنْ کی دوسری صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ اَنْ مخففہ ہے جو شروع میں ثقیلہ تھا پھر خفیف کر لیا گیا یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ ہٗ ضمیر شان جو اَنَّ کا اسم ہے محذوف ہے کلام ہوگا:۔ اَنَّہٗ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ تحقیق شان یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص ......

۵۳: ۳۹ = (۲) وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا (۴۱: ۴۶) جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے اور جو بُرے کام کریگا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا:

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ لِلْاِنْسَانِ میں لام بمعنی عَلٰی ہے یعنی انسان کے لئے صرف اُسی کا بُرا عمل ضرر رساں ہوگا۔ اس مطلب پر یہ آیت سابقہ آیت کی تفسیر ہو جائیگی اور عطف تفسیری ہوگا۔

۵۳: ۴۰ = (۳) وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی اور یہ کہ بیشک انسان کی کوشش جلدی دیکھی جائے گی۔

سَعْیَہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی سعی۔ اس کی کوشش۔ سَعٰی یَسْعٰی اس نے ارادہ کیا۔ اس نے قصد کیا۔ وہ دوڑا۔ اُس نے کوشش کی۔ اس نے نیت کی، سَوْفَ عنقریب، یُرٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ دیکھا جائے گا۔ یعنی اس کے عمل کا مقصد معلوم ہو جائے گا (کیونکہ اعمال کے بار آور ہونے کی اوّلیں شرط خُلُوصِ نیّت ہے)

۵۳: ۴۱ = ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی۔ پھر اس کو اس کا پورا بدلہ دیا جائیگا ثُمَّ حرف عطف ہے۔ ما قبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر، ازاں بعد یعنی پہلے اس کی سعی کو دیکھا جائے گا اس کی نیّت اور ارادہ کو معلوم کیا جائے گا۔ پھر اس پر مترتب جزا و سزا پوری پوری دی جائے گی:

یُجْزٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اس کا نائب فاعل الانسان ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سعی ہے۔ ای لِسَعْیِہٖ اس کی کوشش کے عوض، اَلْجَزَآءَ الْاَوْفٰی۔ موصوف وصفت مل کر یُجْزٰی کا مفعول۔ اَلْاَوْفٰی وَفَاءٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بہت پورا۔ بالکل پورا۔

ترجمہ:-

پھر (اس) انسان کی اس سعی کے عوض بالکل پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (۲۱ : ۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لاموجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں "

۵۳ : ۴۲ = ۴ - وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى : اور یہ کہ بے شک (ہر چیز کی) انتہاء تیرے رب تک (ختم) ہے مُنْتَهٰى انتہاءٌ سے مصدر میمی ہے۔

۵۳ : ۴۳ = ۵ - اور یہ کہ بیشک وہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے خوشیوں اور مسرتوں کو دے کر ہنسانا اور غم واندوہ میں مبتلا کرکے رُلانا اسی کے بس میں ہے۔

اَضْحَكَ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اس نے ہنسایا یا وہ ہنساتا ہے اِضْحَاكٌ (افعال) مصدر سے۔ اور اَبْكٰى ماضی بمعنی مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب اِبْكَاءٌ (افعال) مصدر سے اس نے رُلایا یا وہ رُلاتا ہے۔

۵۳ : ۴۴ = ۶ - وَاَنَّهٗ اَمَاتَ وَاَحْيَا۔ اور بے شک وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔ اَمَاتَ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر اس نے مار ڈالا۔ اس نے مارا۔ وہ مارتا ہے یا مارے گا۔

اَحْيَا۔ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب اِحْيَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا۔ اس نے جلایا۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ وہ جلاتا ہے۔

۵۳ : ۴۵ = ۷ - وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى۔ اور یہ کہ بے شک اُسی نے پیدا کیا یا وہی پیدا کرتا ہے جوڑے کو۔ ایک نر اور ایک مادہ:

لغات القرآن میں الزوجین کے معنی یوں درج ہیں:۔

وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو یا نقیض ہو۔ جوڑا۔ زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔

آیۃ شریفہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (   ) اور ہر چیز کے بنائے

جوڑے "۔ میں بعض نے زوجین کے معنی نر اور مادہ کے لئے ہیں اور بعض نے مرکب کے۔ اور صحیح و راجح معنی صنفوں اور قسموں کے ہیں۔ یعنی ہر شے کی ہم نے دو قسمیں کی ہیں اور قسم سے مراد مقابل ہے یعنی ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتی یا عرضی ایسی ہے جس سے دوسری شے جس میں اس صفت کی ضد اور نقیض ملحوظ ہے اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے۔ جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی سردی۔ چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما۔ سفیدی اور سیاہی۔ روشنی اور تاریکی۔ وغیرہ وغیرہ۔

قاموس القرآن میں ہے:

دو قسمیں، میاں بیوی۔

صاحب الیسر التفاسیر لکھتے ہیں۔

ای الصنفین الذکر والانثیٰ من سائر الحیوانات۔ یعنی تمام حیوانات کو دو قسموں میں پیدا کیا۔ ایک نر اور مادّہ۔

مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن:

۵۳: ۴۶ = مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى۔ ایک قطرہ منی سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے (مادّہ کے رحم میں) یہ تشریح ہے تخلیقِ حیوانات کی۔

نطفة اصل میں تو اس کے معنی ہیں آبِ صافی کے۔ لیکن اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔ تُمْنٰى مضارع واحد مؤنث غائب۔ مَنْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ وہ ڈالی جاتی ہے

۵۳: ۴۷ = ۸۔ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى۔ اور تحقیق یہ کہ اسی کے ذمہ دوسری بار پیدا کرنا ہے۔

عَلَيْهِ جار مجرور۔ اس کے ذمہ۔ عَلٰى کا لفظ وجوب و لزوم کے معنی پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اللہ پر کوئی بات لازم نہیں ہے اس لئے عَلٰى کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ وعدے کو پختہ کرنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور دوبارہ تخلیق کرے گا۔

اَلنَّشْاَةَ الْاُخْرٰى، موصوف و صفت۔ دوسری بار مُردہ سے زندہ کرنا۔ دوسری تخلیق، قیامت کے روز مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا۔

۵۳: ۴۸ = ۹۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى۔ اور یہ کہ بے شک وہی غنی کرتا ہے اور مُفلس بناتا ہے۔ اَغْنٰى ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال)

مصدر۔ وہ غنی کرتا ہے وہ دولت مند بناتا ہے ۔

اَقْنٰی : ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب اِقْنَاءٌ (افعال) مصدر سے : اِقْنَاءٌ کے معنی ذخیرہ کیا ہوا مال جو باقی رہ سکے) دینے کے ہیں ۔ اس اعتبار سے اِقْنَاءٌ کے معنٰی ذخیرہ کیا ہوا مال دینا۔ لیکن باب افعال کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے ، اس اعتبار سے اَقْنٰی کا مطلب سلب قُنیہ ہے یعنی فقیر بنا دینا ہوگا۔ سیاقِ آیات کے لحاظ سے یہی معنی مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ اَقْنٰی ای اَفْقَرَ۔

۵۳ : ۴۹ = ۱۰ ۔ وَاَنَّهٗ رَبُّ الشِّعْرٰى اور یہ کہ وہی الشعریٰ کا رب ہے ، الشعریٰ ایک مشہور ستارے کا نام ہے عرب کی ایک قوم کا یہ معبود تھا۔

۵۳ : ۵۰ = ۱۱ ۔ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ نِ الْاُوْلٰى ۔ اور یہ کہ بے شک اس نے عادِ اوّل کو ہلاک کیا۔ عادِ اُولیٰ سے مراد قدیم قوم عاد ہے جس کی طرف حضرت ھُود علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہ قوم جب حضرت ہود کی تکذیب اور نافرمانی کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کی گئی تھی تو صرف وہ لوگ بچے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے ان کی نسل کو تاریخ میں عاد ثانیہ یا عاد اُخریٰ کہتے ہیں۔

۵۳ : ۵۱ = ۱۲ ۔ وَثَمُوْدَ فَمَآ اَبْقٰى : ای انہ اھلك ثمود فما ابقٰی ۔ اور یہ کہ بے شک اس نے ثمود کو بھی ہلاک کر ڈالا ۔ پھر کسی کو نہ چھوڑا ۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس کو ایک گرجدار چیخ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ۔ (ثمود کو حقیقت میں عاد ثانیہ کہا جاتا ہے) تفسیر مظہری ؒ

ثمود کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (۴۱ : ۱۷) اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں ایک سخت کڑک نے آپکڑا۔

فَمَآ اَبْقٰى ف ای نتیجۃً ۔ مَا نافیہ ، اَبْقٰى ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِبْقَاءٌ (افعال) مصدر ۔ اس نے باقی نہ چھوڑا ۔ (یعنی کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا سب کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔

۵۳ : ۵۲ = (۱۳) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۔ اس آیت کا عطف آیتِ مذکورہ بالا

وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ اِنِ الْاُوْلٰى: پر ہے ای واَنَّهٗ مِنْ قَبْلُ اَهْلَكَ قَوْمَ نُوْحٍ: اور یہ کہ بے شک اسی نے اس سے قبل قوم نوح کو ہلاک کیا۔

اس آیت میں قوم نوح کی ہلاکت کی کیفیت نہیں دی گئی۔ لیکن اور جگہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ (۲۵: ۳۷) اور ہم نے قوم نوح (علیہ السلام) کو (بھی ہلاک کیا) جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

مِنْ قَبْلُ ۔ ای من قبل ذٰلك اس سے پیشتر، قوم عاد وثمود کی ہلاکت سے قبل۔

= كَانُوْا هُمْ: کَانُوْا میں ضمیر فاعل اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔

= اَظْلَمَ وَاَطْغٰى: دونوں افعل التفضیل کے صیغے ہیں۔ بمعنی زیادہ ظالم، زیادہ سرکش، زیادہ حد سے بڑھ جانے والے۔ زیادہ نافرمان۔ یعنی وہ (قوم نوح) عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور نافرمان تھے۔

۵۳: ۵۳ = ۱۴: وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۔ اس کا عطف بھی وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ اِنِ الْاُوْلٰى پر ہے۔ اور اَهْوٰى بمعنی فاعل۔ جملہ موضع حال میں ہے ان کی ہلاکت کی کیفیت کو واضح کرنے کے لئے۔ اِهْوَاءٌ (افعال) ھ و ی مادہ سے، بمعنی فضاء میں لے جاکر نیچے دے مارنے کے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک اس نے ہلاک کیا (حضرت لوط کی) اوندھی بستیوں کو کہ فرشتوں نے ان کو اوپر اٹھایا پھر اس کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر کے زمین پر ٹپک دیا۔

ای الملك رفع قراهم ثم اهواها تهوی الی الارض منقلبة اعلاها اسفلها۔ روح المعانی۔

یا المؤتفکة کا ناصب اَهْوٰى ہے۔ ای اسقطها الی الارض بعد ان رفعهما الی السمآء۔ بستیوں کو بلندی پر لے جاکر نیچے زمین پر دے ٹپکا (ایضاً) المؤتفکة۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب اِئْتِفَاكٌ (افتعال) مصدر۔ اِفْكٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جو بحیرۂ مُردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم، یا سندوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کردی۔

المؤتفکۃ (واحد) صرف اسی آیت میں قرآن مجید میں آیا ہے اور بطور جمع المؤتفکات قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے سورۃ توبہ (۹: ۷۰) اور سورۃ الحاقۃ (۶۹: ۹)

۵۳: ۵۴ = : فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع .... المؤتفکۃ ہے۔ پس چھا گیا ان پر جو چھا گیا۔ لفظ مَا کا ابہام عظمتِ عذاب اور تباہی کی ہولناکی پر دلالت کر رہا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۳: ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۳: ۵۵ = فَبِاَیِّ میں فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ ایّ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ کونسی، کس کس = اٰلَآءِ جمع ہے اِلًی کی۔ جس کے معنی نعمت کے ہیں۔ اٰلآءِ نعمتیں۔ احسانات،

= تَتَمَارٰى۔ مضارع واحد مذکر حاضر، تَمَارِیٌ (تفعل) مصدر سے، تو شک کرتا ہے یا کریگا۔ تو جھٹلاتا ہے یا جھٹلائے گا۔ تو جھگڑا کرتا ہے یا کرے گا۔

تَتَمَارٰى صیغہ واحد مذکر حاضر میں خطاب کس کو ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱:۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ہے لیکن مراد تمام عوام الناس ہیں

۲:۔ یہ خطاب ہر شخص سے ہے، اے سننے والے تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلا ئیگا۔

۳:۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت میں مخاطب ولید بن مغیرہ ہے (ملاحظہ ہو آیات ۳۳ تا ۳۷ متذکرۃ الصدر)

مطلب یہ ہے کہ اے انسان! اقوام عاد، وثمود، و نوح کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کردیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شک کرتے تھے۔ کہ یہ صرف اللہ رب العالمین کی عطا کردہ نہیں بلکہ ان کی عطار میں وہ بت بھی شریک ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے جب پیغمبران الٰہی نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے پیغمبروں سے جھگڑا شروع کردیا۔ تو کیا اے سامع تو بھی اسی کوتاہ نظری کا شکار ہو گیا اور اپنے لئے وہی انجام چاہیگا جو اقوام مذکورہ بالا کا ہوا۔

۵۳: ۵۶ = ھٰذَا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں:۔

۱:۔ ھٰذَا کا مشارٌ الیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا۔ کہ پیغمبر اسلام بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہیں۔

۲:۔ قرآن کریم، یعنی یہ قرآن کریم بھی پہلی آسمانی کتابوں کی طرح ڈرانے والا ہے۔

۳:۔ یہ واقعات جو تمہیں سنائے گئے ہیں ایک تنبیہ ہیں پہلے آئی ہوئی تنبیہات میں سے
= نَذِيْرٌ: صفت مشبہ مرفوع ۔نکرہ۔ واحد۔ ڈرانے والا۔ اس کی جمع نُذُرٌ
اَلنُّذُرِ الْاُوْلٰى میں اَلْاُوْلٰى (بمعنی پہلی۔ اگلی، اَوَّلٌ کا مؤنث) کو بصیغہ مؤنث لانے
کی وجہ یہ ہے کہ النذر سے مراد جماعت ہے:
علماء کی اکثریت نے اس کے وہ معنی لئے ہیں جو کہ (۳) میں مذکور ہیں۔ جلالین
میں ہے من النذر الاولیٰ ای من جنسہم۔

۵۷:۵۳ = اَزِفَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ اَزْفٌ (باب سمع) مصدر وہ
آ پہنچی۔ ازفٌ کے اصل معنی تنگیٔ وقت کے ہیں۔ چونکہ تنگیٔ وقت کا مطلب وقت کا
قریب آلگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آلگنے میں ہونے لگا۔
= اَلْاٰزِفَةُ، ازفٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔نزدیک آلگنے والی۔ قریب آلگنے والی
جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو۔ مراد قیامت ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (۴۰: ۱۸) اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ۔

۵۸:۵۳ = لَهَا۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاٰزِفَةُ کی طرف راجع ہے
= كَاشِفَةٌ۔ كَشْفٌ سے۔ (باب ضرب) سے مصدر اسم فاعل واحد مؤنث:
کھولنے والی۔ ظاہر کرنے والی۔ کاشفۃ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ۃ مبالغہ کے لئے
لائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی قیامت کے وقت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ (۷: ۱۸۷) اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کریگا
بجز اس (اللہ) کے۔

۵۹:۵۳ = اَفَمِنْ: استفہام انکاری ہے، اَ استفہامیہ فَ حرف عطف، اس کا
عطف محذوف پر ہے۔ مِنْ حرف جار۔ یا اَفَمِنْ سوال بطور زجر ہے۔
= هٰذَا الْحَدِيْثِ: ای القرآن هٰذَا اسم اشارہ الحدیث (بات، کلام)
مشارٌ الیہ۔ اشارہ اور مشار الیہ مل کر مجرور۔ مِنْ حرف جر۔ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ
یہ قرآن اور اس کی تعلیمات۔
= تَعْجَبُوْنَ۔ مضارع ۔جمع مذکر حاضر، عَجَبٌ (باب سمع) مصدر۔ تم تعجب
کرتے ہو۔

تم اچنبھا کرتے ہو۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ: کیا تم اس قرآن وحی الٰہی، کلام الٰہی اور اس میں مشمولہ پند و نصائح سے انکار کرتے ہوئے تعجب کرتے ہو۔ (تعجبون انکارًا۔ روح المعانی)

تَضْحَكُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ ضِحْكٌ (باب سمع) مصدر سے۔ تَضْحَكُوْنَ (استھزاء) اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے تم لوگ ہنستے ہو۔ وَلَا تَبْكُوْنَ (حزنا علیٰ ما فرطتم فی شانه وخوفا من ان یحیق بکم ما حاق بالامم المذکورۃ۔

اور نہیں روتے ہو تم اس کی شان میں کوتاہی کے ارتکاب کے غم میں اور اس خوف سے کہ کہیں وہ عذاب جس نے مذکورہ بالا امتوں کو گھیر لیا تھا۔ تمہیں بھی نہ آگھیرے:

(روح المعانی)

۵۳: ۶۱ = وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ: جملہ اسمیہ تبکون کے فاعل سے حال ہے:

سٰمِدُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔

اہل لغت نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

۱:۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ اور ابو عبیدہ نحوی کا قول ہے کہ یمنی زبان میں سُمُوْد کے معنی گانے بجانے کے ہیں اور آیت کا اشارہ اس طرف ہے کہ کفار مکہ قرآن کی آواز کو دبانے اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لئے زور زور سے گانا شروع کر دیتے تھے۔

۲:۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے بیان کئے ہیں کہ:۔

السمود البرطمة وھی رفع الرأس تکبرًا۔ کانوا یمرّون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غضابًا مبرطین۔ یعنی سمود تکبر کے طور پر سر نیوڑھانے کو کہتے ہیں۔ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جب گذرتے تو غصے کے ساتھ منہ اوپر اٹھاتے ہوئے نکل جاتے تھے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں بھی یہی معنی بیان کئے ہیں ــــــ اور اس معنی کے لحاظ سے سامدون کا مفہوم قتادہ نے غافلون اور حضرت سعید بن جبیر نے معرضون بیان کیا ہے (تفہیم القرآن جلد پنجم سورۃ النجم آیت ۶۱)

۵۳: ۶۲ = فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۔ ف ترتیب امر کے لئے ہے کلام ماقبل پر

یہ امر مترتب ہوا کہ تمام اہلِ ایمان اور اہلِ کفر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اور اس کی بندگی بجالائیں۔

= اُسْجُدُوْا : فعلِ امر جمع مذکر حاضر، سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ تم سجدہ کرو، لِلّٰہِ میں لام حرفِ جرّ استحقاق کے لئے ہے۔ یا اختصاص کے لئے ہے۔ اللہ ہی کو،

= وَاعْبُدُوْا۔ واؤ عاطفہ، اُعْبُدُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، عِبَادَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ کا مرجع اللہ ہے۔ محذوف ہے۔ اور اسی کی عبادت کرو۔
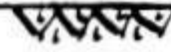
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۵)

۵۴ : ۱ == اِقْتَرَبَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب اِقْتِرَابٌ (افتعال) مصدر
وہ قریب آگئی۔ وہ نزدیک ہوگئی۔

== السَّاعَةُ: گھڑی، وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت۔
اہلِ عرب اس کا استعمال وقت ہی کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا سی دیر کے لئے ہی ہو
قرآن مجید میں الساعۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے القیامۃ ہی مراد ہے

== اِنْشَقَّ: ماضی واحد مذکر غائب انشقاق (انفعال) مصدر۔ وہ پھٹ گیا۔ وہ
شق ہوگیا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴ : ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

۵۴ : ۲ == وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا۔ واؤ حالیہ ہے اس کے بعد لٰكِنْ حَالُهُمْ
مقدر ہے۔ کلام یوں ہوگی؛
وَ لٰكِنْ حَالُهُمْ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا۔ ولیکن ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کوئی
نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔

مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی آلگی اور چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ (قربِ قیامت
کی نشانیوں میں سے ایک ہے) اور انہوں نے ایسا ہوتے دیکھ بھی لیا۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا
ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے بھی ہیں تو (اپنی ہٹ دھرمی کے باعث جو کہ
ان کی سرشت میں ہے) منہ موڑ لیتے ہیں۔

اِنْ شرطیہ ہے يَرَوْا مضارع مجزوم (بوجہ جوابِ شرط) جمع مذکر غائب، يُعْرِضُوْا
مضارع مجزوم۔ جمع مذکر غائب (بوجہ جواب شرط) اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ غائب

== وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے يَقُوْلُوْا مضارع جمع مذکر

غائب: سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یَقُوْلُوْا کا مقولہ ہے ھٰذَا (مبتدا محذوف) کی خبر ہے۔

= مُسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِمْرَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ اس کے متعدد معانی لئے جا سکتے ہیں:۔

۱:۔ یہ مِرَّۃٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان کا جادو بڑا زور والا ہے زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔

۲:۔ یہ بمعنی ذَاھِبٌ ہے جب کوئی چیز آئے اور گذر جائے تو اہل عرب کہتے ہیں مَرَّ الشئ واستمرّ چیز آئی اور گئی۔ یعنی بے بنیاد، بے حقیقت اور آنی جانی۔

۳:۔ یہ استمرار سے ہے بمعنی مستقل، پیہم۔

۴:۔ بعض کے نزدیک مستمر کا لفظ مرارت (تلخی) سے مشتق ہے۔ یعنی تلخ جادو، بدمزہ جادو

۵۴: ۳ = کَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ: ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔

کَذَّبُوْا۔ اِتَّبَعُوْا۔ بالفاظ ماضی ذکر کرنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ کافروں کی پرانی عادت ہے (کہ وحی کو چھوڑ کر اتباعِ شہوات کرتے ہیں۔)

کَذَّبُوْا۔ ای کذبوا النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی انہوں نے معجزہ دیکھ کر بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی۔

وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ۔ جملہ معطوف اَھْوَآءَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اتبعوا کا۔ اَھْوٰی جمع ھَوٰی کی خواہشات، خیالات۔

= کُلُّ اَمْرٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

= مُسْتَقِرٌّ۔ اسم فاعل واحد مذکر، اِسْتِقْرَارٌ (استفعالٌ) مصدر۔ قرار پکڑنے والا۔ ٹھیرنے والا۔ کُلُّ اَمْرٍ کی خبر، ہر معاملہ قرار پکڑنے والا ہے۔ یعنی یہ سلسلہ لامتناہی نہیں آخرکار ایک انجام پر پہنچ کر ٹھہر جائے گا۔ قرار پکڑے گا۔

انسان کے اعمال بد اس کو آخرکار جہنم میں لیجائیں گے اور اعمال حسنہ اپنے کرنے والوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔

ای وکل من الخیر والشر مستقر باھلہ فی الجنۃ او فی النار۔

(الیسر التفاسیر)

تفہیم القرآن میں یوں لکھا ہے۔

یہ سلسلہ بے نہایت نہیں چل سکتا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حق کی طرف بلاتے رہیں اور تم ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل پر جمے رہو اور ان کا حق پر ہونا اور تمہارا باطل پر ہونا کبھی ثابت نہ ہو۔ تمام معاملات آخر کار ایک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کشمکش کا بھی لامحالہ ایک انجام ہے جس پر یہ پہنچ کر رہے گی ایک وقت لازماً ایسا آنا ہے کہ جب علی الاعلان یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق پر تھے اور تم سراسر باطل کی پیروی کر رہے تھے۔

اسی طرح حق پرست اپنی حق پرستی کا اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کا نتیجہ بھی ایک دن ضرور دیکھ لیں گے۔

۵۴ : ۴ = وَلَقَدْ : واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی سے قبل آنے پر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے جَآءَهُمْ - ای الی اھل مکۃ۔ اہل مکہ کے پاس پہنچ چکی ہیں۔

= اَلْاَنْبَآءُ - خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع ہے جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے نبأ کہتے ہیں۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبأ نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو تواتر سے ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو۔

یہاں اَلْاَنْبَآءُ سے مراد وہ خبریں ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔

الانبآء سے قبل مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔

ولقد جآءهم من الانباء۔ ای ولقد جاء فی القراٰن الیٰ اھل مکۃ اخبار القرون الخالیۃ او اخبار الاخرۃ۔ تحقیق قرآن میں اہل مکہ کے پاس سابقہ امتوں کی خبریں کہ کس طرح ان کے کفر و شرک کے اصرار پر ان پر تباہی اور بربادی نازل کر دی گئی اور آخرت کے متعلق خبریں کہ اہل کفر و شرک کس کس عذاب الیم میں دھرے جائیں گے۔ —— پہنچ چکی ہیں۔

= مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۔ مَا موصولہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے (ایسی خبریں) کہ جن میں .....۔

مُزْدَجَرٌ : مصدر میمی یا اسم ظرف مکان ہے اِزْدِجَارٌ مصدر سے باب افتعال، زَجْرٌ مادہ۔ جھڑکی یا جھڑکنے کا اور روکنے کا مقام۔ یہ لفظ اصل میں مُزْتَجَرٌ تھا تاء کو

دال سے بدل دیا گیا۔ ازدجر کا معنی ہے طرد کہ صائحا بہ ۔بلند آواز سے کسی کو کسی کام سے روکنا۔ باز رکھنا۔ جھڑکنا ۔ یعنی یہ واقعات انہیں سختی سے منع کرتے تھے کہ تم گمراہی کی یہ روش چھوڑ دو۔

باب افتعال سے اِزْدِجَارٌ لازم بھی ہے یعنی رک جانا اور باز رہنا۔ اور متعدی بھی بمعنی روک دینا۔ باز رکھنا۔ لیکن باب انفعال سے اِنْزِجَارٌ لازم آتا ہے بمعنی رک جانا۔ ٹھہر جانا۔

مَافِیْہِ مُزْدَجَرٌ۔ جن میں کافی عبرت ہے، کافی تنبیہ ہے۔

آیت کا مطلب: ان لوگوں (اہل مکہ) کے پاس (گذشتہ اقوام کی یا آخرت میں ان کے ساتھ سلوک کی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں (قرآن مجید کے ذریعہ) جن میں کافی (اور زور دار) تنبیہ موجود ہے۔

۵:۵۴ = حِکْمَۃٌ: یہ آیت سابقہ میں جو مَا ہے (جو فعل جَآءَ کا فاعل ہے) اس کا بدل ہے:

= بَالِغَۃٌ۔ صفت ہے حِکْمَۃٌ کی، پہنچی ہوئی، پہنچنے والی۔ بُلُوْغٌ (باب نصر) سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے (اَیْمَانٌ بَالِغَۃٌ (۶۸:۳۹) تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔ حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ۔ حکمت اور دانائی میں انتہا کو پہنچی ہوئی بات، سراسر دانائی۔

= فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ، مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ انکاریہ بھی تُغْنِ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ کام آنا۔ کفایت کرنا۔

تُغْنِ اصل میں تُغْنِیْ تھا۔ عامل کے سبب ی حذف ہو گئی ہے (لغات القرآن)

اصلہ تغنی لم تکتب الیاء بعد النون اتباعًا لرسم المصاحف (تفسیر حقانی)

اصل میں تغنی تھا رسم مصحف کے اتباع میں نونؔ کے بعد یؔ نہیں لکھی جاتی۔

نُذُرٌ مصدر (باب نصر) ڈرانا۔ بمعنی اِنْذَارٌ (باب افعال۔ یا نُذُرٌ جمع ہے نَذِیْرٌ بمعنی مُنْذِرٌ کی۔ ڈرانیوالے۔ یعنی پیغمبران علیہم السلام

مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کا یا ڈرانے کا ان کو کیا فائدہ ہوا۔ یعنی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

۶:۵۴ = فَتَوَلَّ عَنْھُمْ: فَ سببیہ ہے اور عدم اغناء اس کا سبب، پس، تَوَلَّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَوَلِّیٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تو پھر جا۔ تو ہٹ جا۔ تو منہ پھیر لے۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اگر تولّی کا تعدیہ بلاواسطہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی سے دوستی رکھنا۔ مثلاً

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵ : ۵۱) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

یا والی و حاکم ہونا: مثلاً: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۴۷ : ۲۲) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

یا کسی کام کو اٹھانا۔ مثلاً: وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (۲۴ : ۱۱) اور جس نے اٹھایا اس بڑی بات کو۔

اور اگر عَنْ کے ساتھ متعدی ہو۔ خواہ عن لفظوں میں موجود ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی آتے ہیں۔ جس طرح کہ یہاں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے، پھر منہ پھیرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ وہاں سے ٹل جانا۔

۲۔ توجہ نہ کرنا۔

عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کے لئے ہے۔

پس آپ ان سے منہ موڑ لیں۔ ان سے گفتگو نہ کریں۔ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔

صاحب تفسیر حقانی رح رقمطراز ہیں:۔

اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقعہ پر آپ ان سے جنگ نہ کریں۔ اور سزا کے موقعہ پر ان کو سزا نہ دیں۔ پھر اس کو آیت السیف سے (آیت جہاد) منسوخ قرار دینا زائد بات ہے،

فَائِدَہ:۔ یہاں تک پچھلا کلام تمام ہوگیا۔ اور اسی لئے قرار کے نزدیک وقف لازم ہے۔

= يَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے ای اذکر یوم اذا... یاد کرو اس دن کو کہ جب....

= يَدْعُ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ پکارتا ہے یا پکارے گا۔ يَدْعُ مادہ دعوا (ناقص واوی) سے مشتق ہے۔ اصل میں يَدْعُوُ تھا۔ واو پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو گرادیا گیا۔ يَدْعُ رہ گیا۔

= الدَّاعِ: اسم فاعل واحد مذکر۔ بحالت رفع وجر۔ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر پکارنے والا۔ بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ دَاعٍ اصل میں دَاعِوٌ تھا۔ واؤ بعد کسرہ کے

طرف میں واقع ہوکر دَاعِیُ ہوا۔ اب یٌ پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو گرا دیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوگئے۔ ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ دَاعٍ ہوگیا۔ الدَّاعِ میں الف لام معرفہ کا ہے۔ یہاں الداع سے مراد حضرت اسرافیلؑ ہیں جو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر قیامت کے دن پکاریں گے،

= شَیْءٍ نُّکُرٍ: موصوف وصفت۔ اتنی بُری چیز کہ اس کی مثل معلوم نہ ہو۔ انتہائی مکروہ ہونے کی وجہ سے لوگ اسے جاننا بھی گوارہ نہ کریں۔ مراد یہاں قیامت کا دن ہے یا میدانِ قیامت، ای ساحۃ موقف القیامۃ۔ میدان محشر۔

۵۴: ۷ = خُشَّعًا۔ عاجزی کرنے والے۔ خشوع کرنے والے۔ خَاشِعٌ کی جمع جو خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، یہ یخرجون میں ضمیر ھُمْ کا حال ہے۔ اس لئے منصوب ہے:

= یَخْرُجُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر سے، سب نکل کھڑے ہوں گے۔ سب نکل آئیں گے،

= اَجْدَاثِ۔ جمع ہے جَدَثٌ کی بمعنی قبریں۔

= کَاَنَّھُمْ۔ کَاَنَّ حرف مشابہ بالفعل۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔

= جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ موصوف وصفت جَرَادٌ ٹڈیاں۔ اسم جنس، جَرَادَۃٌ اس کا واحد ہے بمعنی ٹڈی۔ مُنْتَشِرٌ پراگندہ۔ بکھرنے والا۔ بکھرنے والا۔ انتشار (افتعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر۔ بکھری ہوئی ٹڈیاں۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کے دَل ہیں جو بکھر رہے ہیں۔

سورۃ القارعہ میں ارشاد ہے:۔

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱: ۴) جس دن لوگ پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے پر مردوں کا زندہ ہوکر بعجلت قبروں سے باہر نکل آنے اور موج در موج اور قطار در قطار اس جمّ غفیر کا میدان محشر کی طرف لبرعت دوڑ پڑنے کو فراش المبثوث اور جراد منتشر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۵۴: ۸ = مُّھْطِعِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُّھْطِعٌ واحد۔ اِھْطَاعٌ

(افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے والا۔ بلانے والے کی طرف خاموشی سے چلا جانیوالا۔
مُهْطِعِيْنَ بوجہ فاعل يَخْرُجُوْنَ سے حال ہونے کے منصوب ہے۔
ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔
وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ (۳۶: ۵۱) اور جس وقت صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

فَائِدَہ: يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ: الاٰیۃ قبروں سے زندہ ہو کر میدان محشر میں آنے کا حکم سب کے لئے ہوگا۔ لیکن کفار اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت عذاب میں ہوں گے۔ اور جب وہ داعیٔ محشر کی پکار پر دوڑ رہے ہوں گے تو ماحول کی سختی سے عاجز ہو کر پکاریں گے هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔
= يَوْمٌ عَسِرٌ موصوف وصفت۔ عَسِرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ (باب ضرب، نصر) مصدر۔ دشوار، سخت، مشکل،

آیت نمبر ۹ سے چل کر (ولقد جاء ھم من الانبآء آیت ۴ متذکرۃ الصدر) کی تفصیل میں اقوام سابقہ کی پانچ ایسی اقوام کا حال بیان ہوا ہے جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوگئیں ان میں سے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، اور فرعونیوں کی بربادی کا ذکر ہے۔
= كَذَّبَتْ ماضی واحد مؤنث غائب،
= قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اہل مکہ ہیں، جن کا اوپر ذکر معجزۂ شق القمر دیکھ کر ایمان لانے سے انکار کرنے کے سلسلہ میں ہوا ہے:
= عَبْدَنَا: مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا بندہ۔ مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔
= وَازْدُجِرَ: واؤ عاطفہ اُزْدُجِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِزْدِجَارٌ (افتعال) مصدر سے۔ جس کے معنی جھڑکنے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کے ہیں۔ وہ جھڑکا گیا۔ اس کی ڈانٹ ڈپٹ کی گئی۔ بعض نے اُزْدُجِرَ کے معنی آسیب زدہ کے کئے ہیں۔
اُزْدُجِرَ کا عطف مَجْنُوْنٌ پر ہے یعنی کافروں نے یہ بھی کہا کہ نوح جنات کی جھپٹ

میں آگیا ہے اور کسی جن نے مخبوط الحواس بنا دیا ہے۔
یا اس کا عطف قَالُوْا پر ہے یعنی نوح علیہ السلام کو قوم والوں نے دیوانہ کہا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور جھڑکیاں بھی دیں۔
۵۴: ۱۰ = فَدَعَا رَبَّهٗ ۔ یعنی جب سینکڑوں برس سمجھانے پر کوئی بھی ایمان نہ لایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آگئی کہ جس کے نصیب میں ایمان لانا تھا وہ لے آئے اب آئندہ کوئی بھی ایمان نہ لائے گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں ان کی حرکتوں سے تنگ آچکا ہوں اب تو ہی میری مدد کر۔
= فَانْتَصِرْ: ف سببیہ ہے۔ پس اس لئے۔ اِنْتَصِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر سے، تو مدد کر، تو (میری) مدد کر، تو بدلہ لے۔
۵۴: ۱۱ = فَفَتَحْنَا۔ ف عاطفہ سببیہ ہے۔ پس ہم نے کھول دیئے۔
= بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ موصوف وصفت، مُنْهَمِرٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْهِمَارٌ (انفعال) مصدر۔ خوب برسنے والا۔ موسلا دھار برسنے والا۔ پانی کے ریلے کی طرح برسنے والا۔

پھر ہم نے (ان پر) پانی کے ریلوں سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔
۵۴: ۱۲ = وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا: واؤ عاطفہ فَجَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَفْجِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی پھاڑنا۔ عُيُوْنًا تمیز۔ عُيُوْن عَيْنٌ کی جمع بمعنی چشمے، اور ہم نے زمین کو از روئے چشموں کے جاری کر دیا۔ یعنی ہم نے زمین کو چشمے ہی چشمے ہی چشمے بنادیا۔
مطلب یہ کہ زمین سے اتنے چشمے پیدا کر دیئے کہ پوری زمین چشمہ ہو گئی۔
= فَالْتَقَى الْمَآءُ: اِلْتَقٰى ماضی واحد مذکر غائب اِلْتِقَاءٌ (افتعال) مصدر وہ مل گیا۔ وہ مقابل ہوا۔ اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔
اَلْمَآءُ سے مراد ماء السماء و ماء الارض ہے آسمان کا پانی اور زمین کا پانی اَلْمَآءُ کا اطلاق ایک پانی پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ پر بھی۔ یہاں دوسرا معنیٰ مراد ہے۔ یعنی پھر دونوں پانی مل گئے۔
= عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ: علیٰ حالٍ: اَمْرٍ بمعنی کام، معاملہ، حالت، حکم، امر کا لفظ تمام اقوال وافعال کے لئے عام ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِلَيْهِ

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (۱۱: ۱۲۳) اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔ یہاں امر اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہے۔

= قَدْ قُدِرَ: قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ قُدِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ (باب ضرب، نصر) مقرر کردیا گیا۔ ازل میں مقرر کردیا گیا۔ مقدر کردیا گیا۔

عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ یعنی اس امر کے مطابق جو اللہ نے ازل میں مقدّر کردیا تھا

قُدِرَ رزق کی تنگی کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے جیسے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ (۶۵: ۷) اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا اس کو خدا نے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔

۵۴: ۱۳ = حَمَلْنٰهُ: ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ لادنا۔ چڑھانا۔

ہم نے اس کو چڑھالیا۔ ہم نے اس کو سوار کرلیا۔

= عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ۔ اَلْوَاح جمع لوح کی بمعنی تختی۔ مضاف الیہ، ذَاتِ مضاف۔ ذَاتِ اَلْوَاحٍ تختوں والی۔ تختوں سے بنائی ہوئی۔

دُسُرٍ۔ دِسَارٌ کی جمع، میخیں۔ اور میخوں سے بنی ہوئی۔ یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک تختوں اور میخوں سے بنی ہوئی (کشتی) پر سوار کردیا۔

۵۴: ۱۴ = تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وجَرَیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی تیز گذرنا۔ پانی کی طرح بہنا۔ اس کا فاعل کشتی ہے (ذات الواح)

یعنی جو چلتی ہے۔ جو بہتی ہے۔ جو جاری ہے؛

= بِاَعْيُنِنَا، ای بحفظنا۔ ہماری نظروں کے سامنے، ہماری حفاظت میں۔ ضمیر تَجْرِیْ سے حال ہے۔

= جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ۔ ای فعلنا ذلك جزاء لنوح لانه نعمة كفروها فان كل نبی نعمة من الله (بیضاوی) ہم نے یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جو ایک نعمت تھا جس نعمت کی بے قدری کی گئی۔ کیونکہ ہر نبی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہوتا ہے۔ (حضرت نوحؑ بھی اپنی قوم کے لئے اللہ کی نعمت تھے لیکن اس نعمت کا قوم کی طرف سے کفران کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو طوفان میں غرق کردیا اور نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کرکے بچالیا۔

جَزَآءً (باب ضرب) مصدر ہے۔ جزا دینا۔ بدلہ دینا۔ خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے میں شر "جزار" کہلاتا ہے۔ یہاں جزاء بطور مفعول لہٗ مستعمل ہے لہٰذا منصوب آیا ہے۔

۵۴ : ۱۵ = وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سفینہ ہے۔ یعنی اس سفینہ کو ہم نے عبرت دلانے کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ جزیرہ میں یا جُودی پر دہ کشتی مدت دراز تک موجود رہی یہاں تک کہ اس وقت کے دور اول کے بعض لوگوں نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ (تفسیر مظہری)

یا یہ جنس سفینہ کے لئے ہے۔ یا واقعہ کے لئے ہے یعنی قوم نوح کو بطور عبرت غرق کردینا اور نوح اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچالینے کا واقعہ۔

= اٰيَةً۔ نشانی، حکم خداوندی، پیغامِ الٰہی۔ دلیل، معجزہ، آیت اصل معنی کے لحاظ سے ظاہری نشانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام کے ختم ہوجانے کی نشانی ہے، علامت ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ ھَلْ سوالیہ ترغیبی ہے یعنی استفہام سے طلب خبر مقصود نہیں ہے بلکہ عبرت اندوزی پر آمادہ کرنا۔ اور نصیحت پذیری کی ترغیب دینا مقصود ہے

مُدَّكِرٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِدِّكَارٌ (افتعال) مصدر سے اور ذکر مادہ سے مشتق ہے۔ اصل میں اِذْتِكَارٌ تھا۔ افتعال کے فا رکلمہ میں جب ذال واقع ہو تو تار کو دال میں بدل دیتے ہیں پس اذتکار سے اذدکار بنا۔ اور اسم فاعل کی صورت مُذْدَكِرٌ ہوگئی۔ تَ کو دَال سے بدل لینے کے علاوہ دو صورتیں یہ بھی جائز ہیں۔

۱۔ ذَال کو دال سے بدل کر ادغام کردیا جائے۔ اس صورت میں اِدِّكَارٌ مصدر۔ (افتعال) اور مُدَّكِرٍ اسم فاعل ہوگا (جیسا کہ آیت ہذا میں ہے)

۲۔ دَال کو ذال سے بدل کر ادغام ہو۔ اس صورت میں مصدر اِذِّكَارٌ اور اسم فاعل مُذَّكِرٌ ہوگا۔

مُدَّكِرٌ نصیحت حاصل کرنے والا۔ عبرت پکڑنے والا

۵۴ : ۱۶ = نُذُرِ۔ اصل میں نُذُرِی تھا۔ نُذُرٌ اور اِنْذَارٌ دونوں مصدر ہیں در ہم معنی ہیں۔ جیسے اِنْفَاقٌ و نَفَقَةٌ اور یقین و اِیْقَانٌ۔

نُذُرِی۔ میرا ڈرانا۔ استفہام عذاب کی عظمت اور اس کی ہولناکی کو ظاہر رنے کے لئے ہے۔

۵۴ : ۱۷ == يَسَّرْنَا. ماضی جمع متکلم۔ تَيْسِيْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ ہم نے آسان کردیا
== لِلذِّكْرِ : جار و مجرور۔ پند و نصیحت کے لئے ذِكْرٌ۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۵۔ متذکرۃ الصدر۔

۵۴ : ۱۸ == كَذَّبَتْ عَادٌ ۔ ای كذبت عادٌ هُوْدًا علیہ السلام۔ عاد نے بھی اپنے (پیغمبر) ہود علیہ السلام کی تکذیب کی۔
نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۴ : ۱۹ == رِيحًا صَرْصَرًا۔ موصوف وصفت مل کر اَرْسَلْنَا کا مفعول۔ صَرْصَرًا ہوائے تند۔ سخت ٹھٹھر۔ سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔
== فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ۔ فِيْ حرف جر يَوْم (مجرور) مضاف۔
نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔
نَحْسٍ سخت منحوس۔ مُسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِسْتِمْرَارٌ (استفعال) مصدر مسلسل نحوست والا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ دن اتنی مدت تک قائم رہا جب تک کہ ان کو ہلاک نہیں کردیا گیا۔ یا مستمر کا مطلب ہے انتہائی تلخ، بدمزہ۔

۵۴ : ۲۰ == تَنْزِعُ مضارع واحد مؤنث غائب، نَزْعٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں کسی چیز اپنی جگہ سے اکھاڑنے اور کھینچ لینے کے۔ یعنی وہ (لوگوں کو) جڑوں سے اکھاڑ پھینکتی ہے (بعض نے آندھی کے زور سے ہوا میں اڑجانا مراد لیا ہے۔
امام راغب رح لکھتے ہیں:۔
اِنَّا اَرْسَلْنَا ...... تَنْزِعُ النَّاسَ (آیت ۱۹ : ۲۰) ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی وہ لوگوں کو اس طرح اکھاڑ ڈالتی تھی۔
میں تَنْزِعُ النَّاسَ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہوا اپنی تیزی کی وجہ سے لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے نکال باہر پھینکتی تھی۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (۳ : ۲۶) اور توجس کو بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے:
تَنْزِعُ النَّاسَ وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑے ڈالتی تھی
== كَاَنَّهُمْ : گویا وہ سب : نیز ملاحظہ ہو ۵۴ : ۷ متذکرۃ الصدر۔

= اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ: اَعْجَازُ مضاف نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ اَعْجَازُ جڑیں، تنے۔ عَجُزٌ کی جمع جس کے معنی جسم کے پچھلے حصے کے آتے ہیں۔ درختوں کا چونکہ پچھلا حصہ جڑ ہی ہے اس اعتبار سے اَعْجَازُ نَخْلٍ کے معنی درختوں کی جڑوں کے ہیں۔ مُنْقَعِرٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ انعقار (انفعال) مصدر سے، ق ع ر مادہ۔ درخت کا جڑ سے اکھڑ جانا۔ مُنْقَعِرٍ جڑ سے اکھڑا ہوا۔

قَعْرٌ۔ تہہ، پیندا۔ گڑھا۔ فارسی کا شعر ہے۔

درمیانِ قعرِ دریا بندم کردہ — بعد می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش۔

بعید القعر گہری سوچ والا آدمی۔

اعجاز نخل منقعر: مُڈھ سے اکھڑے ہوئے درختوں کی جڑیں۔

۵۴: ۲۱ = فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ۔ پس دیکھ لو کیسا (دردناک) تھا میرا عذاب اور کیسی (صحیح) تھی میری تنبیہ۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۲۲ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۲۳ = كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ۔ ثمود۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم

قوم ثمود نے بھی ڈرانے والوں (پیغمبرانِ الٰہی) کو جھٹلایا۔

۵۴: ۲۴ = فَقَالُوْٓا: پس انہوں نے کہا

= اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ۔ اَ استفہامیہ ہے۔ بَشَرًا۔ بشر، انسان، آدمی منصوب بوجہ فعل مضمر۔ جو اس کی وضاحت کرتا ہے (ای نتبعہ) مِنَّا جار مجرور مل کر بَشَرًا کی صفت ہے، وَاحِدًا اس کی صفت ثانی ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ اَنَتَّبِعُ بَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا۔

= نَتَّبِعُهٗ۔ مضارع جمع متکلم اتباع (افتعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول۔ ہم اس کی پیروی کریں، ہم اس کا اتباع کریں۔

ترجمہ یوں ہوگا۔

کیا ایک ایسا انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے۔ ہم اس کی پیروی کریں۔

استفہام انکاری ہے وجوہِ انکار یہ ہیں ؎

(۱) بشر ہونا۔ یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا۔

(لبشرًا کو نکرہ مزید تحقیر کے لئے لایا گیا ہے)
۲:۔ پھر بشر کا ہم میں سے ہی ہونا۔ جس کے پاس ہم پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
۳:۔ اس کا اکیلا ہونا اور اس کے ساتھ جماعت کثیرہ کا نہ ہونا۔
ان کے نزدیک یہ بھی اس کی کسرِ شان کا باعث تھا۔

== اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ۔ ای ان نتبعہٗ انا اذا لفی ضلٰلٍ و سُعُرٍ
اگر ہم نے اس کا اتباع کر لیا تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے:
ضَلٰلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔
سُعُرٍ۔ حق سے دوری (وہب) جنون (فراء) عرب نَاقَۃٌ مَسْعُوْرَۃٌ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بے مہار خود بخود سرگرداں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی ہو۔
قتادہ نے کہا کہ سُعُرٍ کا معنی ہے دُکھ، دشواری، عذاب۔ سُعُرٍ مفرد بھی ہو سکتا ہے اور سَعِیْرٌ کی جمع بھی۔ اصل میں سَعْرٌ کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ جب انسان کے دماغ میں گرمی اٹھتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ سُعُرٍ کا استعمال سودا۔ اور جنون کے معنوں میں اسی اعتبار سے ہے۔

۵۴ : ۲۵ == ءَ اُلْقِیَ۔ ءَ استفہامیہ انکاریہ ہے، اُلْقِیَ اِلْقَاءٌ سے مصدر (باب افعال) ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ ڈالا گیا۔ نازل کیا گیا۔ اَلْقٰی عَلَیْہِ الْقَوْلَ کسی کو کوئی قول املار کرانا۔
== اَلذِّکْرُ۔ وحی۔
ترجمہ آیت:۔
کیا ہم سب میں سے وحی صرف اس پر ہی اتاری گئی (یعنی یہ نہیں ہو سکتا)
== بَلْ: حرف اضراب ہے یہاں ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے یعنی یہ صحیح کہ ہم میں سے وحی صرف اسی پر نازل ہوئی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص کذاب اور شیخی خور ہے
== کَذَّابٌ اَشِرٌ: کَذَّابٌ۔ کَذِبٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بڑا جھوٹا۔ اَشِرٌ۔ اَشَرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بڑائی مارنے والا۔ بہت اترانے والا۔

۵۴: ۲۶ = سَیَعْلَمُوْنَ س مستقبل قریب کے لئے ہے۔ وہ عنقریب کل ہی جان لیں گے۔ کل سے مراد۔ مرنے کے فوراً بعد یا عذاب آتے ہی۔ غَدًا کل مراد قیامت کا دن یا عذاب کا دن۔

۵۴: ۲۷ = اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اونٹنی برآمد کرنے والے۔ اونٹنی بھیجنے والے۔ مُرْسِلُوْا اصل میں مُرْسِلُوْنَ تھا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اضافت کی وجہ سے نَ ساقط کردیا گیا ہے۔ النَّاقَةَ۔ اونٹنی۔

= فِتْنَةً۔ مفعول لہٗ، بہ اِمْتِحَانًا: بطور امتحان۔ بطور آزمائش،

= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب ثمود کی طرف راجع ہے۔

= فَارْتَقِبْهُمْ، اِرْتَقِبْ، فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ارتقاب (افتعال) مصدر سے بمعنی انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس تو ان (کے انجام) کا انتظار کر

= وَاصْطَبِرْ: واؤ عاطفہ، اِصْطَبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر تو صبر کر۔ اصطبار (افتعال) یہ اصل میں اصتبار تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا۔

فَائِدَہ: قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر پتھر کی چٹان کے اندر سے ایک دس ماہ کی گابھن سُرخ رنگ کی اونٹنی برآمد کردو تو ہم تمہاری پیروی کرلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کے مطابق ویسی ہی اونٹنی برآمد کردی۔ لیکن ان کے امتحان کی خاطر چند شرائط عائد کردیں۔

کہ اونٹنی اللہ کی زمین پر کھلی جہاں چاہے پھرتی رہے گی۔ کوئی آدمی اس کی مزاحمت نہیں کرے گا۔

اور یہ کہ جہاں سے قوم ثمود کے افراد اور ان کے مویشی وغیرہ پانی پیتے تھے وہاں پانی کی وارہ بندی کردی گئی۔ کہ ایک دن اونٹنی وہاں پانی پیا کرے گی اور ایک دن قوم ثمود اور ان کے مویشی وغیرہ۔ کوئی ایک دوسرے کی باری میں گڈمڈ نہیں کرے گا۔ ان شرائط کے خلاف اقدام کرنے پر قوم پر سخت عذاب نازل کیا جائے گا۔

کچھ مدت تک یہ صورت حال جاری رہی اور قوم کے کسی شخص کو خلاف ورزی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخرکار اپنی قوم کے ایک من چلے سردار قدار بن سالف کو انہوں نے

انگیخت دی جس پر شیخی میں آکر اُس نے تنبیہاتِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: کہ تمہارے لئے تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم موردِ عذاب ہو گے۔ چنانچہ وعدہ کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ایک خوفناک چنگھاڑ نے آلیا۔ اور وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح بھُس ہو کر رہ گئے۔

۵۴ : ۲۸ = وَ نَبِّئْهُمْ۔ واؤ عاطفہ، نَبِّئْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (یہ خطاب حضرت صالح علیہ السلام سے ہے) تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ نبأ حروف مادہ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کا مرجع قوم ثمود ہے۔ ان کو تنبیہ کر دے۔ ان کو خبردار کر دے

= اَنَّ الْمَآءَ: بے شک، تحقیق، یقیناً، حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ یہاں اَلْمَآءَ اسم اَنَّ ہے اور منصوب ہے قِسْمَةٌ اسم مصدر۔ و مصدر ہے حصہ بانٹنا۔ ہر ایک کا حصہ جُدا کرنا۔ اَنَّ کی خبر ہے اور مرفوع ہے جملہ کا ترجمہ ہو گا۔

اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے۔

= كُلُّ شِرْبٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شِرْبٌ پانی پینے کی باری، پانی کا ایک حصہ شُرْبٌ (باب سمع) مصدر سے۔ اسم ہے۔ اس کی جمع اَشْرَابٌ ہے۔

اسی سلسلہ میں دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۶ : ۱۵۵)

(حضرت صالح نے) کہا دیکھو یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔ كُلُّ شِرْبٍ پانی کی ہر باری۔

= مُحْتَضَرٌ: اسم مفعول واحد مذکر احتضار (افتعال) مصدر۔ ح ض ر مادہ) مراد پانی کی وہ باری جس پر سب حصہ دار موجود ہوں، پانی کی ہر باری پر باری والا حاضر ہو گا۔

ای یحضر من کانت نوبتہ فاذا کان یوم الناقۃ حضرت و شربھا و اذا کان يَوْمُهُمْ حضروا شربوا۔ (الخازن) جس کی باری ہوا کرے گی وہ حاضر ہوا کریگا جب اونٹنی کا دن ہو گا اپنی باری پر وہ حاضر ہو گی اور جب ان کا دن ہو گا تو وہ اپنی باری پر حاضر ہوا کریں گے۔

۵۴ : ۲۹ = فَنَادَوْا۔ ای فارسلنا الناقۃ وکانوا علی ھذہ الوتیرۃ

من القسمة فملوا ذلك وعزموا علیٰ عقر الناقة فنادوا لعقرها۔
پس ہم نے اونٹنی کو بھیجا اور وہ پانی کی تقسیم کے اسی طریقہ پر چلتے رہے پھر وہ اکتا گئے۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا عزم کرلیا۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹنے کے لئے پکارا۔ نَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب نداء (مفاعلۃ) مصدر۔ انہوں نے پکارا۔

= صَاحِبَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اپنے ایک رفیق کو، اپنے ایک ساتھی کو
= فَتَعَاطیٰ۔ فَ تعقیب کا ہے۔ تَعَاطیٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَاطِیٌ۔ (تفاعل) مصدر سے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے دست درازی کی، اس نے پکڑا۔ اس نے ہاتھ چلایا۔ (لغات القرآن)
(کام کو) کرنے لگنا۔ اس میں مشغول ہونا۔ (فیروز اللغات)
پس وہ کام کو کرنے لگ پڑا۔

= فَعَقَرَ: فَ ترتیب کا۔ عَقَرَ۔ اس نے کونچیں کاٹ دیں۔ یعنی اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَعَقَرُوْهَا: انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ (۱۱: ۶۵) : (۲۶: ۱۵۷) : (۹۱: ۱۴) کیونکہ قدار بن سلف کا فعل قوم کی رضامندی یا ان کے تعاون ہی سے تھا۔ اس لئے تمام قوم ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔

۵۴: ۳۰ = ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔
= ۵۴: ۳۱ = فَكَانُوْا میں فَ سببیہ ہے۔ پس وہ ہو گئے۔
= كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ: كَ تشبیہ کے لئے ہے هَشِيْم صفت مشبہ، مضاف مجرور بمعنی اسم مفعول۔ هَشْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی توڑنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا هَشِيْم ٹکرے ٹکڑے کیا ہوا۔ ریزہ ریزہ کیا ہوا۔ سوکھے ہوئے جھانکڑ۔ چورا چورا کیا ہوا المحتظر مضاف الیہ۔ اسم فاعل واحد مذکر احتظار (افتعال)، مصدر، اپنے لئے باڑ بنانیوالا۔ حظیرۃ لکڑیوں کا بنایا ہوا باڑہ۔
ترجمہ ہوگا۔
تو وہ ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔
اَلْحَظْرُ (باب نصر) کسی چیز کو احاطہ یا باڑ میں جمع کرنا۔

۵۴:۳۲ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

۵۴:۳۳ = کَذَّبَتْ بِالنُّذُرِ۔ پیغمبروں کی تکذیب کی، نُذُرٌ جمع نَذِیْرٌ کی بمعنی ڈرانے والے۔ (یعنی پیغمبر) مُنْذِرٌ کے معنی میں۔

۵۴:۳۴ = اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ: ہم نے ان پر بھیجے۔ یعنی ہم نے ان پر برسائے۔

= حَاصِبًا: بادِ سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

حَاصِبٌ اس ہوا کو کہتے ہیں جو چھوٹے سنگریزوں کو اٹھا کرلے جاتی ہے اور برساتی ہے۔ حَصْبَاءُ چھوٹے سنگریزوں کو کہتے ہیں۔ حَاصِبٌ پتھر پھینکنے والے کو بھی کہتے ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

ہم نے ان پر پتھر برسانے والے کو بھیجا۔

= نَجَّیْنٰھُمْ: ماضی جمع متکلم۔ تنجیۃ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچا لیا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اٰلَ لُوْطٍ ہے۔

= بِسَحَرٍ۔ ب بمعنی فِیْ۔ یعنی سحر کے وقت۔ اخیر شب میں۔

۵۴:۳۵ = نِعْمَۃً اسم منصوب نکرہ۔ انعام و احسان۔ منصوب بوجہ علت کے۔ اپنی طرف سے انعام و احسان کرنے کی وجہ سے: انعام و اکرام دینے کے لئے۔ یعنی ہم نے متعلقین لوطؑ کو اخیر شب کے وقت بچا لیا۔ اپنی طرف سے انعام و اکرام و احسان کر کے۔

= کَذٰلِکَ: کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر، مشارٌ الیہ۔ آلِ لوط کا پتھروں کے مینہ سے بچا لیا جانا۔

= نَجْزِیْ۔ مضارع جمع متکلم۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم صلہ دیتے ہیں۔

= مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ جو (اللہ کی نعمت کا) شکر کرتا ہے۔

۵۴:۳۶ = وَلَقَدْ: واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور ماضی قریب کے زمانہ کو ظاہر کرتا ہے:

= اَنْذَرَھُمْ بَطْشَتَنَا: اَنْذَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع قوم لوط ہے:

= بَطْشَتَنَا، مضاف مضاف الیہ۔ بَطْشٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی سختی سے پکڑنا اور اس سے قبل (عذاب آنے سے پہلے) وہ (حضرت لوطؑ) ان کو (قوم لوط کو) ہماری

پکڑ سے ڈرا چکا تھا۔ پکڑ سے مراد عذاب ہے۔

= فَتَمَارَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَمَارِیٌ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی شک کرنے اور باہم جھگڑنے کے ہیں۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ انہوں نے شک کیا۔

= بِالنُّذُرِ۔ یہاں نُذُرِ بطور مصدر بمعنی ڈراوا مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت لوط ؑ کو جھوٹا قرار دیا۔ اور عذاب کا جو خوف انہوں نے دلایا تھا اس میں شک کرنے لگے اور جھگڑنے لگے۔

۵۴: ۳۷ = وَلَقَدْ: ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

= رَاوَدُوْهُ۔ ماضی جمع مذکر غائب مُرَاوَدَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ پھسلانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے اس کو پھسلایا۔

رود حروف مادہ ہیں۔ الرَّوْدُ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ کسی چیز کی طلب میں بار بار آمد و رفت کے ہیں۔ اسی معنی میں فعل رَادَ وَارْتَادَ آتا ہے۔ اسی سے رَائِدٌ ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جسے پانی اور چارہ کی تلاش کے لئے قافلہ سے آگے بھیجا جائے۔

اسی سے یعنی رَادَ یَرُوْدُ سے اَلْاِرَادَةُ ہے جس کے معنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنے کے ہیں۔ اور ارادہ اصل میں اس قوت کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت، اور آرزو کے جذبات ملے جلے ہوں۔ پھر اس سے مراد دل کا کسی چیز کی طرف کھنچنے کے لئے بولا جاتا ہے جو کہ ارادہ کا مبدأ ہے اور کبھی صرف منتہی کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی محض فیصلہ کے لئے۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہو تو منتہیٰ کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی کسی کام کا فیصلہ۔ تزوج نفس کا معنی مراد نہیں ہوتا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ خواہشاتِ نفسانی سے منزّہ و مبرّا ہے۔ لہٰذا اَرَادَ اللّٰهُ كَذَا کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فلاں کام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا (۳۳: ۱۷)
کہہ دیجئے کہ اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کا فیصلہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے۔

اور کبھی ارادہ بمعنی امر کے آتا ہے مثلاً:۔

یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲: ۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے (یعنی آسان کاموں کا حکم دیتا ہے اور ایسے امور کا حکم نہیں دیتا کہ جس سے تم سختی میں مبتلا ہو جاؤ۔)

اَلْمُرَاوَدَۃُ (مفاعلۃ) یہ بھی رَادَ یَرُوْدُ سے ہے اور اس کے معنی ارادوں میں باہم اختلاف اور کشیدگی کے ہیں۔ یعنی ایک کا ارادہ کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ ہو۔
رَاوَدْتُ فُلَانًا عَنْ کَذَا: کے معنی کسی کو اس کے ارادہ سے پھسلانے کے ہیں پھسلانے کی کوشش کرنا کے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔

هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي (۱۲: ۲۶) اس نے مجھے میرے ارادہ سے پھیرنا چاہا
تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهٖ (۱۲: ۳۰) وہ اپنے غلام سے (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے درپے ہے یعنی اسے اس کے ارادہ سے پھسلانا چاہتی ہے۔
سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ (۱۲: ۶۱) ہم اس کے باپ کو اس سے پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ یعنی اُسے آمادہ کریں گے کہ وہ برادر یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔
(راغب اصفہانی، فی المفردات)

وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ: اور انہوں نے حضرت لوط (علیہ السلام) کو اپنے مہمانوں کو بُرے مطلب کے لئے ان کے سپرد کرنے کے ارادہ سے پھسلانا چاہا۔
= فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ۔ ف تعلیل کا ہے۔ طَمَسْنَا ماضی جمع متکلم۔ طَمْسٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کے معنی مٹادینا یا بے نور کردینا ہے۔
جب طمس کا استعمال نجم، قمر، بصر، کے ساتھ ہو تو بے نور اور روشنی زائل ہوجانے کے معنی ہوں گے۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ ہے:
فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۷۷: ۸) جب ستارے بے نور کردیئے جائیں گے یعنی ان کی روشنی زائل کردی جائے گی:

مٹانے یا بگاڑنے کے معنی میں ہے:۔
مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَا (۴: ۴۷) پیشتر اس کے کہ ہم ان کے چہروں کو بگاڑدیں اور ان کو ان کی پیٹھوں کی طرف پھیردیں۔
امام راغب اصفہانی رح نے آیت شریفہ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ (۳۶: ۶۶) میں دونوں معنی جمع کردیئے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔
یعنی ہم آنکھوں کی روشنی کو اور ان کی صورت و شکل کو مٹادیں جس طرح سے نشان مٹایا جاتا ہے۔

آیت ہذا میں بے نور کر دینے کے معنی ہوں گے ،،
ان کے اس فعل کی وجہ سے ہم نے ان کی آنکھوں کو بے نور کر دیا۔

اَعْیُنَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر طمسنا کا مفعول۔ ان کی آنکھوں کو (بے نور کر دیا)

= فَذُوْقُوْا۔ ای قلنا لہم ... (اور ہم نے ان سے کہا) لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ نُذُر بطور مصدر مستعمل ہے

۵۴ : ۳۸ = صَبَّحَهُمْ : صَبَّحَ ماضی۔ واحد مذکر غائب تَصْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی صبح سویرے کسی پر آن پڑنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع قوم لوط ہے۔ جو مورد عتاب ہوئی تھی۔ صَبَّحَ کا فاعل عذاب مستقر ہے۔

= بُکْرَۃً دن کا اوّل حصہ۔ یہ صبح سے مخصوص تر ہے۔ یعنی صبح سویرے اول النہار میں بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

= عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ موصوف و صفت مل کر صَبَّحَ کا فاعل۔ مستقر اسم فاعل واحد مذکر استقر اسرا استفعال) مصدر بمعنی قرار، یعنی قرار پکڑنے والا۔ ٹھہرنے والا۔ یعنی وہ عذاب جو مرنے کے بعد بھی قائم رہا۔ دنیا میں عذاب سنگ باری۔ اس کے بعد عذاب قبر، پھر دوامی عذاب دوزخ ،

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

پس صبح سویرے اول النہار ایک لازوال عذاب نے انہیں آلیا۔

۵۴ : ۳۹ = ملاحظہ ہو آیت ۳۷ متذکرۃ الصدر۔
۵۴ : ۴۰ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔
آیت کی تکرار حقیقت میں از سر نو تنبیہ ہے نصیحت پذیری پر۔ اور ترغیب ہے عبرت اندوزی کی۔

۵۴ : ۴۱ = اٰلَ فِرْعَوْنَ : مضاف مضاف الیہ۔ آل فرعون کا ذکر کیا ہے فرعون کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اصل فرعون ہی تھا اس لئے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

= النُّذُرُ۔ جمع نذیر کی ڈرانے والے۔ مراد یہاں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور ان کے ساتھی ہیں۔ لبعض علماء کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جو فرعون اور فرعونیوں کو ڈرانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کئے۔ النذر فاعل ہے جاء کا

== کَذَّبُوْا: میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب آل فرعون کے لئے ہے۔
== بِاٰیٰتِنَا کُلِّھَا۔ ب حرف جار۔ اٰیٰتِنَا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف کُلِّھَا مضاف مضاف الیہ مل کر صفت اپنے موصوف کی، ہماری تمام آیات کو،

فَائِدَہ: آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ نو احکام ہیں وہ یہ ہیں
۱:۔ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دو۔
۲:۔ چوری نہ کرو۔
۳:۔ زنا نہ کرو۔
۴:۔ جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔
۵:۔ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس قتل کرانے کے لئے نہ لے جاؤ۔
۶:۔ جادو نہ کرو۔
۷:۔ سود نہ کھاؤ۔
۸:۔ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔
۹:۔ جہاد کے معرکہ سے پشت نہ پھیرو۔
اور ایک خاص حکم یہودیوں کے لئے یہ تھا کہ ہفتہ کے دن (کی حرمت) میں حد سے تجاوز نہ کرو (یعنی ہفتہ کے دن کی حرمت قائم رکھو۔ اس دن دنیاوی کاروبار نہ کرو (تفسیر المظہری)

== فَاَخَذْنٰھُمْ۔ ف سببیہ اَخَذْنَا ماضی جمع متکلم۔ اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس اس تکذیب کے سبب ہم نے ان کو پکڑا۔
== اَخْذَ۔ مفعول مطلق۔ (سخت) پکڑ۔ اَخْذٌ مصدر سے کبھی لینے کے معنی آتے ہیں اور کبھی پکڑنے کے۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔
اور اَخْذَ مضاف ہے اور عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ مضاف الیہ۔
عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ موصوف صفت۔ عزیز غالب۔ زبردست (قوی، مشاق، دشوار شاہ مصر و اسکندریہ کا لقب۔
عِزَّۃٌ (باب ضرب) مصدر سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے اَخْذَ کا مضاف الیہ ہے:

مُّقْتَدِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اقتدار (افتعال) مصدر۔ ہر طرح کی قدرت والا صاحب اقتدار۔

فَاَخَذْنٰھُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ: پھر ہم نے ان کو ایک زبردست صاحب اقتدار کی پکڑ پکڑا۔

۵۴: ۴۳ = اَكُفَّارُكُمْ: استفہام انکاری ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مسلمانوں کے لئے ہے۔ یعنی اے مسلمانو! ۔ اور کفار سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ یعنی اے مسلمانو! کیا یہ قبیلہ قریش کے تمہارے یہ کافر۔

= اُولٰٓئِكُمْ۔ اُولٰٓءِ اسم اشارہ جمع قریب، مذکر ومؤنث دونوں کے لئے آتا ہے کُمْ خطاب لاحق کرکے اُولٰٓئِكُمْ بولا جاتا ہے۔ مشار الیہم قوم نوح۔ عاد وثمود، قوم لوط اور آل فرعون ہے۔

= خَيْرٌ۔ بمعنی قوت۔ تعداد۔ رتبے میں بہتر۔

اَمْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔ کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے لَكُمْ میں خطاب اہل مکہ ہے (یعنی اے کفار اہل مکہ۔ کیا تمہارے لئے۔

= بَرَآءَةٌ۔ (ب ر ء مادہ) بَرِئَ يَبْرَاُ (باب سمع) سے مصدر، بمعنی خلاصی پانا۔ (قرض وغیرہ سے) بری ہونا۔ (بیماری سے) صحت پانا۔ چھٹکارا پانا۔ بیزاری۔ بے زار ہونا۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو چھٹکارا پانے کے ہیں۔ جیسے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔ یا۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۹:۳) اللہ مشرکوں سے بیزار ہے۔

چھٹکارا پانے کے معنی میں جیسے بَرَاْتُ مِنَ الْمَرَضِ۔ مجھے مرض سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔ یعنی میں تندرست ہو گیا۔

= الزُّبُرِ جمع ہے زَبُوْرٌ کی بمعنی کتابیں۔ آسمانی کتابیں۔

فِى الزُّبُرِ صفت ہے بَرَآءَةٌ کی (ای براءۃ مکتوبۃ فی الاوراق او الکتب السماویۃ المنزلۃ علی الانبیاء السابقین (تفسیر حقانی) یعنی ایسی معافی جو کتب سماویہ میں مکتوب ہے جو کتب پچھلے پیغمبروں پر آسمان سے نازل ہوئیں۔

آیت کا مطلب ہوگا: یا کیا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں (اللہ کی طرف سے) معافی

لکھی ہوئی ہے کہ تم میں سے کوئی اگر پیغمبروں کی تکذیب بھی کرے گا یا کفر کا ارتکاب کرے گا تب بھی اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

۴۴:۵۴ = اَمْ یَقُوْلُوْنَ ، یا کیا یہ لوگ کہتے ہیں۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے۔ ای اَمْ یَقُوْلُوْنَ کفار قریش (الیسر التفاسیر) کیا کفار قریش کہتے ہیں

= جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ: موصوف وصفت۔ جمیع ۔سب۔ سارے۔ جَمْعٌ سے بروزن فعیل بمعنی مفعول۔ بمعنی مجموع ہے ایک جماعت ، جتھا۔ ہم ایک ایسا جتھا ہیں مُنْتَصِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، بدلہ لینے والا۔ یعنی ایسا جتھا جو (اپنے خلاف کسی زیادتی کا) بدلہ لے سکتا ہے ، مراد مضبوط۔ طاقتور، انتصار (افتعال) مصدر

علامہ پانی پتی اس کی تشریح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی مضبوط ، محفوظ ہیں کوئی ہم تک پہنچنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ یا دشمنوں سے ہم انتقام لیتے اور غالب آتے ہیں کوئی ہم پر غالب نہیں آسکتا۔

یا یہ مطلب ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

چونکہ لفظ جمیع واحد تھا اس لئے اس کی صفت منتصرٌ بھی بصیغہ واحد ذکر کی اس کے علاوہ آیات کو جن الفاظ پر ختم کیا گیا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔

۴۵:۵۴ = سَیُهْزَمُ ۔س مستقبل قریب کے لئے آیا ہے یُهْزَمُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، ھزیمۃ (باب ضرب) مصدر۔ شکست دیئے جائیں گے۔ ان کو شکست ہوگی۔

= الجَمْعُ۔ جمع ہونا۔ اکٹھا ہونا۔ اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ جماعت ، فوج۔ جَمَعَ یَجْمَعُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ الْ معرفہ کا ہے ۔ مُراد وہ جتھہ یا جماعت جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ ہیں۔ وہ عنقریب شکست دیئے جائیں گے۔

= یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ: یُوَلُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تولیۃ (تفعیل) مصدر الدُّبُرَ: اَدْبَارٌ جمع یُوَلُّوْنَ کا مفعول ہے۔ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

۴۶:۵۴ = بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ بَلْ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حکم ماقبل کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے یہی صورت یہاں مُراد ہے ارشاد الٰہی ہے کہ:۔

ان کفار کی ہزیمت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا ہی ان کی ناکامی اور بے آبروئی کے لئے

کافی نہیں بلکہ اصل عذاب تو قیامت کے دن آنے والا ہے۔ جس کا وقت مقرر ہے اُسے آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔

ای لیس ھذا تمام عقوبتھم بل الساعۃ موعد عذابھم و ھذا من طلائعۃ (روح المعانی)

اس (عذاب) سے ان کی سزا تمام نہیں ہوئی بلکہ قیامت ان کے عذاب کے وعدہ کا وقت ہے یہ موجودہ (عذاب) تو محض اس کا پیش خیمہ ہے۔

= وَالسَّاعَۃُ واؤ عاطفہ، اَلسَّاعَۃُ روز قیامت، یا عذابہا (جلالین) اس دن کا عذاب۔

= اَدْھٰی: دَاھِیَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت بڑی بلا۔ یا آفت بہت سخت مصیبت۔ جس کو کسی طرح بھی دفع کرنا ممکن نہ ہو۔

= اَمَرُّ: بہت تلخ، بہت کڑوا۔ مَرَارَۃٌ سے جس کے معنی کڑوا اور تلخ کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔

۵۴ : ۴۷ = فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ ملاحظہ ہو آیت ۲۴ متذکرۃ الصدر۔

۵۴ : ۴۸ = یَوْمَ : فعل محذوف کا مفعول ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یاد کرو وہ دن کہ جس روز۔

= یُسْحَبُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَحْبٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ گھسیٹے جائیں گے۔

= عَلٰی وُجُوْھِھِمْ۔ اپنے منہ کے بل۔ وُجُوْہٌ جمع وَجْہٌ کی بمعنی منہ،

= ذُوْقُوْا۔ اس سے قبل عبارت یقال لھم مقدر ہے۔ ان سے کہا جائے گا (آگ لگنے کا) مزہ چکھو۔

ذُوْقُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو۔

۵۴ : ۴۹ = اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ۔ ای اناخلقنا کل شیءٍ بِقَدَرٍ (بے شک ہم نے ہر چیز کو بنایا ہے اندازہ سے۔ (حاشیہ تفسیر الکشاف)

روح المعانی میں ہے:۔

اِنَّا خَلَقْنَا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ (بالقدر) ہم نے ہر چیز پیدا کی۔ اسے ایک اندازے سے پیدا کیا۔

صاحب تفسیر المظہری اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔
تقدیر کے مسئلہ پر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مباحثہ کیا تھا۔ ان کی تردید کے لئے یہ آیت بطور جملہ معترضہ ذکر کردی گئی۔
مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ کچھ قریشی مشرک تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اس وقت یہ آیات اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ سے کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ تک نازل ہوئی۔ قدر سے مراد تخلیق سے پہلے اندازہ کرلینا ہے یا قدر سے مراد ہے امر مقدر جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے اور ہر چیز کی پیدائش سے پہلے اللہ کو اس کا علم ہے ۔ وہی اس شیٔ کی حالت اور (پیدائش) کے وقت سے واقف ہے۔
حسن نے کہا کہ قدر خداوندی سے مراد ہے ہر چیز کا وہ خاص اندازۂ تخلیق جو اللہ کی حکمت کا مقتضا ہے اور اس چیز کو ویسا ہی ہونا چاہیئے۔"
۵۴: ۵۰ = وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ۔ ای وَمَا امرنا اذا اردنا خلق شئ الا امرۃ واحدۃً فیتم وجود الشئ بسرعۃ کلمح البصر (ایسر التفاسیر)
جب ہم کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف ایک دفعہ ہی حکم دیتے ہیں اور وہ چیز آنکھ جھپکنے میں مکمل ہو کر وجود میں آجاتی ہے۔
امر کے تحت کسی چیز کو پیدا کرنا، اسے معدوم کرنا، یا دوبارہ موجود کرنے کا حکم بھی شامل ہے
حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے:۔
قیامت آجانے کا ہمارا حکم شرعت میں ایسا ہوگا جیسے پلک جھپکنا" اس مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا ہے۔
وَمَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ (۱۶: ۷۷) قیامت کا حکم اتنا تیز ہوگا جیسے پلک جھپکنا یا اس سے بھی تیز۔
کلمح بالبصر میں ک تشبیہ کا ہے لَمْحٌ کے معنی بجلی کی چمک کے ہیں۔ رَاَیْتُ لمحۃ البرق۔ میں نے اسے بجلی کی چمک کی طرح ایک جھلک دیکھا۔ لَمْحِ بِالْبَصَرِ: آنکھ کے جھپکنے کی طرح۔
۵۴: ۵۱ = وَلَقَدْ: واؤ عاطفہ، لام تاکید کا اور قَدْ تحقیق کے لئے۔
= اَشْیَاعَکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اَشْیَاعٌ جمع ہے شِیْعَۃٌ کی، تمہارے طریقہ والے

تمہارے ساتھ والے، یعنی تم سے پہلے لوگ جو کفر میں تمہاری طرح تھے ہم نے ان کو غارت کر دیا
= فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ (نیز ملاحظہ ہو
آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر)
= وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ: واؤ عاطفہ۔ کل شئ مضاف مضاف الیہ مل کر
بتدار فَعَلُوْهُ (ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب) جملہ فعلیہ متعلق شَيْءٍ، فِي الزُّبُرِ خبر۔ اور ہر وہ شے
جو وہ کر چکے ہیں وہ (ان کے) اعمال ناموں میں (لکھی جا چکی) ہے۔
الزُّبُرُ۔ زبور۔ کی جمع ہے بمعنی کتابیں۔ اوراق، (اعمال نامے) یا زبر سے مراد لوح
محفوظ ہے یعنی ہر فعل و عمل لوح محفوظ میں درج ہے۔
۵۴: ۵۳ = كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ ای کل صغیر و کل کبیر ہر چھوٹی
چیز اور ہر بڑی چیز۔ یعنی مکلفین کا ہر چھوٹا بڑا عمل یا تمام چھوٹی بڑی مخلوق اور اس کی مدت زندگی
مُسْتَطَرٌ اسم مفعول واحد مذکر استطارٌ (افتعال) مصدر۔ سطر مادہ۔
مُسْتَطَرٌ۔ لکھا ہوا۔ مطلب یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز، اعمال نامے لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں
میں یا لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔ یہ سابق جملہ کی تاکید و تائید ہے۔
۵۴: ۵۴۔ المتقین۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ،
= فِي جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ۔ یعنی پرہیزگار لوگ جو زیورِ ایمان اور اعمالِ صالح سے مُزیّن
ہوں گے۔ مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ (یہ جنّت جسمانی ہے۔ تفسیر حقانی)
نَهَرٍ۔ اسم جنس ہے اس سے مراد جنت کی نہریں ہیں۔
۵۴: ۵۵ = فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ۔ موصوف۔ (مقعد) کی
اضافت صفت (صِدْقٍ) کی طرف۔
مَقْعَدٌ اسم ظرف مکان، قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔ بیٹھنے کی جگہ۔
صِدْقٍ۔ سچائی۔ راستی، نام نیک، ثنا، سچی بات،
صَدَقَ يَصْدُقُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر
دکھانے کے ہیں اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً۔ نامِ نیک اور ذکر خیر کے معنی میں
بھی استعمال ہوتا ہے۔
علامہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔
مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ یعنی ایسا مقام جہاں نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور نہ گناہ۔ (سچائی کا مقام)

اس سے مراد جنت ہے۔
ظاہر میں کوئی برائی ہو نہ باطن میں کوئی نقص ایسے فعل کو صدق کہا جاتا ہے۔
مندرجہ ذیل آیات میں یہی معنی مراد ہیں:۔
۱:۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ (۵۴: ۵۵)
۲:۔ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۰: ۲)
۳:۔ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ (۱۷: ۸۰)
لغوی نے لکھا ہے کہ:۔
امام جعفر صادق نے فرمایا:۔ آیت میں اللہ نے مقام کی صفت صدق کے لفظ سے کی ہے پس اس مقام پر اہل صدق ہی بیٹھیں گے۔
فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ بدل ہے جَنّٰتٍ سے۔
= عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ: یہ یا تو فی مقعد صدق سے بدل ہے یا یہ اُس کی صفت ہے۔
مَلِيْكٍ موصوف۔ مَلِكٌ سے صفت کا صیغہ برائے مبالغہ، بہت بڑا بادشاہ
مُقْتَدِرٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اقتدار (افتعال) مصدر سے۔
ہر طرح کی قدرت والا۔ با اقتدار۔ صفت۔
مطلب آیت کا ہوگا:۔
یعنی اللہ کے پاس جو تمام چیزوں کا مالک اور حکمران ہے اور ہر شے پر قادر ہے کوئی شے اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ قرب خداوندی بے کیف ہے۔ دانش وفہم کی رسائی سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کا پردۂ بصیرت ہٹادے تو اس کو قرب خداوندی کا وجدان ہوجاتا ہے۔ (تفسیر مظہری)
فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ عمدہ مقام میں خداوند تعالیٰ کے ہاں رہیں گے یہ جنت رُوحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار واحرار کا حصہ ہے مرنیکے بعد ان کی رُوح حظیرۃ القدس (جنت) کی طرف عالم بالا میں محبوب اصلی کے پاس جاکر آرام پاتی ہے تختِ رب العالمین کی داہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اس بارگاہِ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف میں جگہ دیدے۔ وما ذلك علی اللہ بعزیز (تفسیر حقانی)

مراد اصحٰب الیمین (یا اصحٰب المیمنہ) ہیں جن کا ذکر سورۃ الواقعہ (۵۶: ۲۷، ۳۸، ۹۰، ۹۱) میں آیا ہے ان کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے:
ان سے مُراد وہ خوش نصیب ہیں جو روزِ محشر عرشِ الٰہی کے داہنی جانب ہوں گے ان کا اعمالنامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتے گا۔
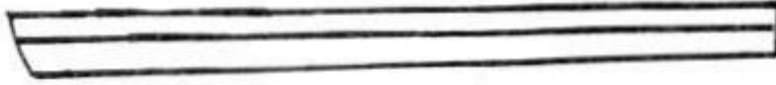
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الرحمٰن مَدَنِيَّة (۵۵) (۷۸)

۵۵: ۱ = الرَّحْمٰنُ: رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت رحمت کرنے والا بڑا بخشش کرنے والا۔ بڑا مہربان ۔ نیز سورۃ الفاتحہ میں "لبسم اللّٰہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔

۵۵: ۲ = عَلَّمَ الْقُرْاٰن: جملہ فعلیہ، اس نے قرآن کی تعلیم دی۔

۱۔ اَلرَّحْمٰنُ مبتدا ہے۔ اور جملہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس کی خبر۔

۲۔ اَلرَّحْمٰنُ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ

۳۔ اَلرَّحْمٰنُ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای اَلرَّحْمٰنُ رَبُّنَا۔

الرحمٰن کے بعد جملہ علم القرآن جملہ مستانفہ ہے۔

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ میں مفعول اول محذوف ہے تقدیر کلام ہے عَلَّمَ النَّبِيَّ الْقُرْاٰنَ یا جِبْرِيْلَ۔ یا اَلْاِنْسَانَ۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی۔ یا جبریل کو یا انسان کو۔

= خَلَقَ الْاِنْسَانَ، بعض کے نزدیک الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے تھے۔

بعض نے الانسان سے جنس انسان مراد لی ہے۔ یعنی اللہ نے حضرت انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا لکھنا، سمجھنا، سمجھانا۔ اور فہم و ادراک عطا کیا کہ دوسرے جانوروں سے ممتاز ہوگیا۔ اور وحی کو برداشت کرنے اور حاملِ قرآن بننے کے قابل ہوگیا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ الانسان سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہوں اور البیان سے مراد قرآن مجید ہو۔ قرآن تمام لوگوں کے لئے راہنما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ اس میں ازل سے ابد تک تمام چیزوں کا

بیان ہے۔
ابن کیسان نے کہاہے کہ اس صورت میں آخری دونوں جملے پہلے جملہ کی تفصیل اور بیان قرار پائیں گے...... اسی لئے حرف عطف دونوں کے درمیان نہیں لایا گیا اور یہ تمام جملے اَلرَّحْمٰن کے اخبار مترادفہ ہوں گے۔

۵۵: ۴ = عَلَّمَہٗ۔ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے = اَلْبَیَانَ مفعول ثانی عَلَّمَ فعل کا۔ بولنا۔ مصدر ہے۔ کسی چیز کے متعلق کھولنے اور واضح کرنے کا نام "بیان" ہے۔ بیان۔ نطق سے عام ہے اور نطق خاص ہے اور کبھی جس چیز کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے چنانچہ کلام اوّل معنی ہی کے اعتبار سے بیان کہلاتا ہے چنانچہ کلام اول معنی کے اعتبار سے ہی بیان کہلاتا ہے کیونکہ وہ معنی مقصود کو کھولتا اور ظاہر کردیتا ہے۔ اور مجمل و مبہم کلام کی شرح کو دوسرے معنوں کے اعتبار سے بیان کہتے ہیں ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ (۳: ۱۳۸) یہ لوگوں کے لئے بیان ہے۔ اول معنی کی مثال ہے اور ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (۷۵: ۱۹) ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے، دوسرے معنی کی مثال ہے اور عَلَّمَہُ الْبَیَانَ (اس کو بیان سکھایا) دونوں معنی کی مثال بن سکتا ہے (لغات القرآن)

۵۵: ۵ = اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، ای الشمس والقمر یجریان بحسبان۔ الشمس والقمر مبتدا۔ یجریان خبر (محذوف) بحسبان جار مجرور مل کر متعلق خبر۔

حُسْبَانٍ (باب نصر) مصدر ہے بمعنی حساب لگانا۔ شمار کرنا۔ جیسے طُغْیَانٌ رُجْحَانٌ، غُفْرَانٌ، کُفْرَانٌ۔ مطلب یہ کہ سورج اور چاند ایک (سوچے سمجھے) حساب کے مطابق (چل رہے ہیں)۔

۵۵: ۶ = وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ اور بیلیں (بے تنے کے پودے) اور درخت (تنے والے پودے) (اسی کے حکم سے) سجدہ ریز ہیں۔
اَلنَّجْمُ کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔
بعض علماء کا قول ہے کہ:۔
(۱) النَّجْم سے مراد نباتات کی وہ قسم ہے جس کا تنا نہ ہو جیسے بیلیں وغیرہ۔ اور اَلشَّجَرُ سے مراد وہ قسم ہے جس کا تنا ہو۔

(۲) مُقیدہ کا قول ہے کہ:۔
النجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور اس پر وہ سورۃ الحج کی یہ آیت دلیل لاتے ہیں
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ (۲۲: ۱۸)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں ۔
رُوحُ المعانی میں ہے کہ:۔
والمراد بالنجم النبات الذی ینجم ای یظھر و یطلع من الارض ولا ساق لہ۔۔۔۔۔ اقترانہ بالشجر یدل علیہ۔ النجم سے مراد وہ سبزی یا نباتات ہے جو زمین سے اُگتی اور نکلتی ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا۔ شجر کے ساتھ اس کا ذکر کرنا اس کی دلیل اور قرینہ ہے۔
بیضاوی کا یہی قول ہے ۔
= يَسْجُدَانِ: مضارع تثنیہ مذکر غائب: سُجُوْدٌ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ دونوں سجدہ کرتے ہیں۔
بیلوں اور درختوں کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایہ کا سربسجود ہونا ہے:
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔
يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ○ (۱۶: ۴۸) جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں۔ (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں ۔
یا اس سے مراد ان کا ہر طرح سے خدا کا تابع فرمان ہونا ہے ۔ ان کا اگنا، بڑھنا پھل دینا۔ سوکھ جانا۔ بالارادہ نہیں بلکہ بلا ارادہ بلاچون وچرا، قانون الٰہی کے پابند ہیں
اگر النجم کے معنی ستارے لئے جائیں تو ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا طلوع و غروب ہے یا ان کا کائنات میں ایک متعینہ نظام کے تحت گردش کرنا ہے ۔
۵۵: ۷ = وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا۔ ای خلق السمآء و رفعھا۔ آسمان کو پیدا کیا اور اسے بلند کیا (علی الارض) زمین کے اوپر۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے نیچے تھا پھر

اسے بلند کر دیا۔ بلکہ اسے پیدا ہی ایسا کیا۔ یا رَفَعَ السَّمَآءَ آسمان کو بلند کیا یعنی بلندیوں پر قائم کیا۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّمَآءَ ہے اور السَّماء بوجہ مفعول منصوب ہے
= وَضَعَ واحد مذکر غائب وَضْعٌ (باب فتح) مصدر اس نے قائم کیا۔ اس نے رکھا
= اَلْمِیْزَانَ۔ اسم مصدر۔ تول۔ اسم آلہ، ترازو، مجازی معنی عدل و انصاف، قانونِ عدل قواعدِ عدل۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :۔

ای شرع العدل وامربہ۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کا قانون بنایا اور اس پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بالعدل قامت السموت والارض زمین و آسمان عدل پر قائم ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس میں آباد ہر چیز کو اس طرح آباد کیا جیسے اس کی بقاء اور نشوونما کے لئے مناسب تھا۔

علامہ مودودی المیزان کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

قریب قریب تمام مفسرین نے یہاں میزان (ترازو) سے عدل مُراد لیا ہے اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد و حساب تارے اور سیارے جو فضا میں گھوم رہے ہیں، یہ عظیم الشان قوتیں جو اس عالم میں کام کر رہی ہیں اور یہ لاتعداد مخلوقات اور اشیاء جو اس جہان میں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کے درمیان اگر کمال درجہ کا عدل و ازن قائم نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کارگاہ ہستی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چل سکتی تھی۔

خود اس زمین پر کروڑوں برس سے ہوا اور پانی اور خشکی میں جو مخلوقات موجود ہیں ان ہی کو دیکھ لیجئے۔ ان کی زندگی اسی لئے تو برقرار ہے کہ ان کے اسبابِ حیات میں پورا پورا عدل اور توازن پایا جاتا ہے ورنہ ان اسباب میں ذرا سی بھی بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو یہاں زندگی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ (تفہیم القرآن)

۵۵: ۸ = اَلَّا تَطْغَوْا۔ اَلَّا۔ اَنْ اور لَا سے مرکب ہے۔ اَنْ یا تو مصدریہ ہے اس صورت میں لَا تَطْغَوْا مضارع منفی جمع مذکر حاضر ہے۔ طُغْیَانٌ (باب سمع و نصر) مصدر سے۔ تم زیادتی نہ کرو، تم سرکشی نہ کرو۔ تم حد سے نہ بڑھو۔

ترجمہ آیت ہوگا: اور اللہ نے میزان قائم کر دی تاکہ تم حق سے تجاوز نہ کرو، یا۔ اَنْ مفسرہ ہے

اور لَا تَطْغَوْا صیغہ نہی جمع مذکر حاضر ہے۔

ترجمہ:۔ اور اس نے میزان عدل قائم کر دی (اور حکم دیا ہے کہ) تم وزن میں حق سے تجاوز نہ کرو۔

۵۵: ۹ = اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔ اَقِيْمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اقامۃ (افعال) مصدر سے تم قائم کرو۔ تم درست رکھو۔

اَلْقِسْطِ۔ عدل۔ انصاف۔ حصہ جو انصاف کے ساتھ دیا جائے۔ القسط اسم مصدر ہے یعنی وزن کو انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھو۔

= لَا تُخْسِرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِخْسَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم مت گھٹاؤ مطلب یہ کہ چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم ہے اس لئے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہئے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کرو گے اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں اگر تم ان کے حق مارو گے۔ تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں ایک بڑا ظلم تو درکنار ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خریدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزانِ عالم میں خلل برپا کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

۵۵: ۱۰ = وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا۔ ای وضع الارض۔ وضع ماضی واحد مذکر غائب۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر، بمعنی نیچے رکھنا۔ اسی سے مَوْضِعٌ رکھنے کی جگہ، جس کی جمع مَوَاضِع ہے اسی سے وضع کا لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے لئے آتا ہے لیکن اسی مادہ (وض ع) سے بمعنی خلق اور ایجاد (یعنی پیدا کرنا) بھی آیا ہے۔ چنانچہ وضع البیت کے معنی مکان بنانے کے آئے ہیں۔

مثلاً اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (۳: ۹۵) تحقیق پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور اسی سے آیت ہذا میں بمعنی پیدا کرنا یا بچھانا آیا ہے۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ: اور اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھائی (پیدا کی) اسی مادہ سے اور معنی بھی مشتق ہیں۔

= اَلْاَنَامِ۔ بمعنی الحیوان کلہ (ابن عباس) تمام جاندار بمعنی الانس والجن (حسن) انسان اور جن۔ بہتوں نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ بظاہر اس جگہ (آیت ہذا) جن اور انس

ہی مراد ہیں کیونکہ خطاب انہی دونوں کو کیا گیا ہے اور آگے چل کر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ میں یہی دونوں نوعین مخاطب ہیں

ترجمہ ہوگا:۔

اور اس نے جن وانس کے لئے زمین کو (پیدا کیا اور اس کی جگہ پر) رکھ دیا۔

۵۵: ۱۱ = فِیْھَا۔ ای فِی الْاَرْضِ

= فَاکِھَۃٌ ف ک ہ مادہ سے بروزن فاعل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جس کی جمع فواکہ ہے۔ ۃ آخر میں مبالغہ کی ہے۔ فَکِہٌ ظَرِیْفٌ اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں۔

ابن کیسان نے فَاکِھَۃٌ سے وہ بے شمار نعمتیں مراد لی ہیں جو لذت کے لئے کھائی جاتی ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ ہر قسم کے میوہ جات پر بولا جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ کھجور اور انار کے علاوہ باقی میوہ جات کو فاکھۃ کہا جاتا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ان دونوں کو فَاکِھَۃ پر عطف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ (۵۵:۶۸) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں فاکھۃ کے غیر ہیں

= وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ واؤ عاطفہ۔ النخل موصوف (کھجور) ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت۔

اکمام جمع اس کا واحد کِمٌّ ہے۔ کِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہو۔ یہ قدرتی طور پر پھلوں پر چڑھا ہوا ہوتا ہے تاکہ اس کا نرم گودا ضائع نہ ہو جائے کھجور کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اسی طرح کیلے کے پھل پر پہلے ہر ایک تہ پر غلاف ہوتا ہے۔ ازاں بعد ہر ایک پھلی پر ایک موٹا چھلکا ہوتا ہے اسی طرح اور کئی میووں پر غلاف ہوتا ہے۔

اَلْکُمَّۃُ ایک طرح کی گول ٹوپی جو سر پر پہنی جاتی ہے۔

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ اور کھجوریں غلافوں والی

= وَالْحَبُّ۔ اس کا عطف فاکھۃ پر ہے اور اس (زمین) میں اناج ہے۔

الحَبُّ۔ اناج کے دانہ کو حَبّ یا حَبَّۃٌ کہتے ہیں۔ مثلاً گندم، جو۔ یا دیگر اناج اور

غلّہ کے دانے۔ یہ موصوف ہے اور ذُوالْعَصْفِ اس کی صفت ہے۔
ذُوالْعَصْفِ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْعَصْف بمعنی بھُس، بھوسا۔ چھلکا۔ جو دانے کے اوپر لپٹا ہوتا ہے۔ کھیت کے پتے۔
تفسیر کبیر میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:۔
۱:۔ بھوسہ جو ہمارے مویشی کھاتے ہیں۔
۲:۔ اس پودے کے پتے جس کے ڈنٹھل ہوں اور اس ڈنٹھل کے اطراف وجوانب میں پتے ہوں۔ جیسے کہ خوشے کے اوپر کے پتے ہوتے ہیں۔
۳:۔ کھائے ہوئے پھل کا چھلکا۔ (ملاحظہ ہو سورۃ الفیل)
عَصْفٌ جمع ہے اس کا واحد عَصْفَۃٌ و عُصَافَۃٌ ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا: (۷۷: ۲) پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں۔ یہاں عَصْفٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی جھکڑ کے ہے۔ جو اس زور سے چلتا ہے کہ چیزوں کو توڑ پھوڑ کر بھوسا بنا دے۔
وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ: اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے۔
= اَلرَّیْحَانُ۔ روح۔ یا ریح مادہ سے ہے۔ جو اس کو اجوف واوی (روح) خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی اصل رَیْوَحَانٌ ہے۔ اس میں ادغام کر کے تخفیف کی گئی ہے۔ بایں دلیل کہ اس کی تصغیر رُوَیحین ہے۔
اور جو اسے اجوف یائی (ریح) سے لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ شَیْطَان کے وزن پر ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ باین دلیل کہ اس کی جمع ریاحین آتی ہے جیسے شیطان اور شیاطین ہیں۔
ریحان ہر لگنے والی خوشبودار چیز کو کہتے ہیں۔ رزق (روزی) کے معنی بھی ہیں یعنی کھانے کا اناج۔ ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ اَطْلُبُ مِنْ رَیْحَانِ اللّٰہِ میں اللہ کے رزق کی تلاش میں ہوں۔
۵۵: ۱۳ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: فَ سببیہ ہے اور ایّ استفہامیہ ہے۔ اور استفہام کا مقصد ہے:۔
۱:۔ اٰلَآء کو مؤکد کرنا۔

۲:۔ تکذیب الآر کو رد کرنا۔ کیونکہ اٰلآء کا ذکر نعمتوں کے اقرار اور منعم کے شکر کا مقتضی ہے اور نعمتوں کی تکذیب کی نفی کر رہا ہے۔ اسی طرح ناشکری پر وعید (اور شکر پر) وعدہ نعمتوں کے اقرار و شکر کا موجب ہے:

حاکم نے بوساطت محمد بن منکدر حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و اصحابہٖ وسلم نے ہمارے سامنے سورۃ الرحمٰن آخر تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ:۔ میں تم لوگوں کو خاموش دیکھ رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟ تم سے بہتر تو جن تھے جب اور جتنی بار میں نے ان کے سامنے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھی ہر بار انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے تیرے ہی لئے ہر طرح کی حمد ہے (ولا بشئی من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد (تفسیر مظہری)

۳:۔ اٰلآءِ۔ جمع ہے اس کا واحد اِلیٰ ہے اس کا معنی ہے النعم نعمتیں (لسان العرب)

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اٰلآءِ کا واحد اَلیً و اِلیً ہے جس طرح اٰناءٌ کا واحد اَنًا و اِنیً آتا ہے (مفردات)

نیز راغب نے بھی اٰلآءِ کا ترجمہ نعمتیں کیا ہے۔ آیت وَاذْكُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ (۷: ۷۴) کا ترجمہ کیا ہے: پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔

المنجد میں اَلْاَلِیُ اَلْاَلیٰ الألی (جمع اٰلآء) بمعنی نعمت، مہربانی، فضل لکھا ہے۔

علامہ مودودی نے اٰلآء پر تفصیلی بحث کی ہے جسے درج ذیل کیا جاتا ہے اصل میں لفظ آلآء استعمال ہوا ہے جسے آگے کی آیتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ہم نے مختلف مقامات پر اس کا مفہوم مختلف الفاظ سے ادا کیا ہے:

اس لئے آغاز میں ہی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس لفظ میں کتنی وسعت ہے اور اس میں کیا کیا مفہومات شامل ہیں۔

آلآء کے معنی اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم نعمتوں کے بیان کئے ہیں تمام مترجمین نے بھی یہی اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہی معنی حضرت ابن عباس رضؓ حضرت قتادہؒ اور حضرت حسن بصری رحؒ سے منقول ہیں۔ سب سے بڑی دلیل اس معنی کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنّوں کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو

سن کر بار بار لا بشیئ من نعمك ربنا نكذّب کہتے تھے۔
لہٰذا زمانہ حال کے محققین کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے کہ آلآء نعمتوں کے معنی میں سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت اور عجائب قدرت یا کمالاتِ قدرت ہیں
ابن جریرؒ طبری نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ:۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا کے معنی ہیں فَبِاَیِّ قدرۃ اللہ۔ ابن جریر نے خود بھی آیات ۳۷، ۳۸ کی تفسیر میں آلآء کو قدرت کے معنی میں لیا ہے امام رازی نے بھی آیات ۱۴-۱۵-۱۶ کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیات بیان نعمت کے لئے نہیں بلکہ بیان قدرت کے لئے ہیں۔ اور آیات ۲۲، ۲۳ کی تفسیر میں وُہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت کے بیان میں ہے نہ کہ نعمتوں کے بیان میں

اس کے تیسرے معنیٰ ہیں۔ خوبیاں، اوصافِ حمیدہ اور کمالات وفضائل۔
اس معنی کو اہل لغت اور اہل تفسیر نے بیان نہیں کیا ہے مگر اشعار عرب میں یہ لفظ کثرت سے اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نابغہ کہتا ہے:

ھم الملوك وابناء الملوك لھم ۔ فضل علی الناس فی الآلآء والنعم

(وہ بادشاہ اور شہزادے ہیں۔ ان کو لوگوں پر اپنی خوبیوں اور نعمتوں میں فضیلت حاصل ہے)
مُہلہِل اپنے بھائی کُلَیب کے مرثیہ میں کہتا ہے:۔

الحزم والعزم کان من طبائعہ ۔ ما کلُّ آلائہ یا قومُ اُحصِیہا

حزم اور عزم اس کے اوصاف میں سے تھے۔ لوگو! میں اس کی ساری خوبیاں بیان نہیں کررہا ہوں:

فضالہ بن زید العدوانی غریبی کی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔
غریب اچھا کام بھی کرے تو بُرا بنتا ہے اور: وتحمد آلآء البخیل المدرھم
مالدار بخیل کے کمالات کی تعریف کی جاتی ہے:

اَجْدَعْ ھمدانی اپنے گھوڑے کمیت کی تعریف میں کہتا ہے کہ:۔

ورضیت آلآء الکمیت فمن یبع ۔ فرسًا فلیس جوادنا بمباع

(مجھے کمیت کے عمدہ اوصاف پسند ہیں اگر کوئی شخص کسی گھوڑے کو بیچتا ہے تو بیچے ہمارا گھوڑا بکنے والا نہیں ہے۔

حماسہ کا ایک شاعر جس کا نام ابو تمام نے نہیں لیا ہے وہ اپنے ممدوح

ولید بن ادہم کے اقتدار کا مرثیہ لکھتا ہے :۔

اذا ما امرؤ اثنیٰ بالاءِ میّتٍ : فلا یبعد اللہ الولید بن ادھما

فما کان فراحًا اذا الخیر مسّہ : ولا کان منّانًا اذ ھو انعما

ترجمہ :۔ جب بھی کوئی شخص مرنے والے کی خوبیاں بیان کرے : تو خدا نہ کرے کہ ولید بن ادہم اس موقع پر فراموش ہو۔

اس پر اچھے حالات آتے تو پھولتا نہ سماتا تھا۔ اور کسی پر احسان کرتا تھا تو جتاتا نہ تھا۔

طرفہ ایک شخص کی تعریف میں کہتا ہے :۔

کامل یجمع الاءَ الفتیٰ ۔ نَبَہٌ سید ساداتٍ خِضَمّ

وہ کامل اور جوانمردی کے اوصاف کا جامع ہے ۔ شریف ہے سرداروں کا سردار، دریا دل

ان شواہد و نظائر کی روشنی میں ہم نے لفظ اٰلاء کو اس کے وسیع معنی میں لیا ہے اور ہر جگہ موقع محل کے مطابق اس کے جو معنی مناسب تر نظر آئے ہیں وہی ترجمے میں درج کر دیئے ہیں ۔ لیکن بعض مقامات پر ایک ہی جگہ اٰلاء کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں اور ترجمے کی مجبوری سے ہم کو اس کے ایک ہی معنی اختیار کرنے پڑے ہیں کیونکہ اردو زبان میں کوئی لفظ اتنا جامع نہیں ہے کہ وہ ان سارے مفہومات کو بیک وقت ادا کر سکے ۔ مثلاً اس آیت ۱۳ میں زمین کی تخلیق اور اس میں مخلوقات کی رزق رسانی کے بہترین انعامات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن اٰلاء کو جھٹلاؤ گے ۔ اس موقع پر آلاء صرف نعمتوں کے ہی معنی میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی قدرت کے کمالات اور اس کی صفاتِ حمیدہ کے معنی میں بھی ہے ۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ اُس نے اِس کرۂ خاکی کو اس عجیب طریقے سے بنایا کہ اس میں بے شمار اقسام کی زندہ مخلوقات رہتی ہیں اور طرح طرح کے پھل اور غلّے اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور یہ اس کی صفاتِ حمیدہ ہی ہیں کہ اس نے ان مخلوقات کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں ان کی پرورش اور رزق رسانی کا بھی انتظام کیا اور انتظام بھی اس شان کا کہ ان کی خوراک میں نری غذائیت ہی نہیں ہے بلکہ لذتِ کام و دہن اور ذوق نظر کی بھی ان گنت رعاتیں ہیں۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے صرف ایک کمال کی طرف بطور نمونہ اشارہ کیا گیا ہے کہ کھجور کے درختوں میں پھل کس طرح غلافوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے اس کی ایک مثال کو نگاہ میں رکھ کر ذرا دیکھئے کہ کیلے، انار، سنترے، ناریل اور دوسرے پھلوں

کی پیلنگ میں آرٹ کے کیسے کیسے کمالات دکھائے گئے ہیں۔ اور یہ طرح طرح کے غلے اور دالیں اور حبوب جو ہم بے فکری کے ساتھ پکا پکا کر کھاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو کیسی کیسی نفیس بالوں اور خوشوں کی شکل میں پیک کرکے اور نازک چھلکوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

= تُكَذِّبٰنِ : مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ تَكْذِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تم دونوں جھٹلاتے ہو ۔یا۔ تم دونوں جھٹلاؤ گے۔

یہاں مخاطب جن و انس ہیں اس لئے تثنیہ کا صیغہ لایا گیا ہے بعض کے نزدیک خطاب انسان سے ہے اور واحد کی بجائے تثنیہ کا صیغہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس کی مثال قرآن مجید میں اور جگہ ملتی ہے۔ مثلاً:

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (۵۰: ۲۴) ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔ یہاں تثنیہ کا صیغہ تائید کے فائدہ کے لئے آیا ہے۔

فَائِدَہ: یہ آیت اس سورت میں ۳۱ بار دہرائی گئی ہے۔ تفسیر حقانی میں اس کی وضاحت میں تحریر ہے:۔

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے ہیں، جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے اور سامع کی طبیعت جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لئے پڑ جاتا ہے۔

اسی طرح اس سورت میں وہ بند فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ہے جو ہر ایک جاں بخش مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انہیں کو زیادہ آتا ہے جو کہ مذاقِ سخن سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

اس طرح سورۃ القمر میں جملہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ چار دفعہ اور سورۃ اَلْمُرْسَلٰتِ میں جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ دس مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

۵۵: ۱۴ = صَلْصَالٍ بجتی ہوئی مٹی۔ کھنکھناتی ہوئی مٹی۔ وہ خشک مٹی کہ جب اس پر

انگلی ماری جائے تو بجنے اور کھنکھنانے لگے، صلصال کہلاتی ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ :۔

صلصال اصل میں خشک چیز کے بجنے کا نام ہے اسی سے محاورہ ہے صَلَّ الْمِسْمَارُ (کھونٹی بجی)

بعض نے کہاہے کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی ہے۔ یہ عرب کے محاورہ صَلَّ اللَّحْمُ سے ماخوذ ہے۔ (گوشت سڑ گیا۔)

= كَالْفَخَّارِ: ک تشبیہ کا ہے اس کا واحد فَخَّارَةٌ ہے، مٹکوں کو کہاجاتاہے کیونکہ وہ ٹھوکا لگانے سے اس طرح زور سے بولتے ہیں جیسے کوئی بہت زیادہ فخر کررہاہو۔ یہ الفخر (باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی ان چیزوں پر اترانے کے ہیں جو انسان کے ذاتی جوہر سے خارج ہوں۔ مثلاً مال وجاہ وغیرہ۔ فاخر اسم فاعل ہے اور فخور وفخیر مبالغہ کے صیغے ہیں۔

فَائِدَہ:۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں مختلف الفاظ مذکور ہیں کہیں ارشاد ہے:۔

۱:۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (۳: ۵۹)
بے شک (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کا حال (حضرت) آدم (علیہ السلام کا سا ہے: اس نے مٹی سے اس کو پیدا کیا۔

۲:۔ کہیں فرمایا ہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷: ۱۱) بیشک ہم نے (جتنی خلقت بنائی ہے) اس کو چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

۳:۔ کہیں فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (۱۵: ۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے

۴:۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ (۵۵: ۱۴) اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔

درحقیقت ان الفاظ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے اوّل مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس میں پانی ملا تو طِيْنٍ لَّازِبٍ ہوئی یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی اس کے بعد حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کہلائی۔ کہ سیاہ ہوگئی اور

سڑ گئی۔ پھر جب خشک ہوئی صلصال کالفخار سے موسوم ہوئی۔ کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی

۵۵: ۱۵ = اَلْجَانَّ۔ جن، سانپ۔ جِنٌّ کی جمع ہے جس طرح ابوالبشر (سارے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح ابوالجن (جنوں کے باپ) کا نام جَانٌّ ہے۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی۔ کھاتے پیتے اور مرتے جیتے رہتے ہیں۔

= خَلَقَ۔ ای اللّٰہ خلق، مبتدا، خبر، اللہ نے پیدا کیا۔

= مَارِجٍ۔ آگ کی لپٹ، بھڑکتا ہوا شعلہ، جس میں دھواں نہ ہو۔ مَرْجٌ چراگاہ اور اس میں جانوروں کو چھوڑ دینا ہے۔ جہاں گھاس بکثرت ہو اور جانور اس میں مگن ہو کر چرتے پھریں اور آیت مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (۵۵: ۱۹) اس نے دو دریا چھوڑ دیئے (رواں کئے) جو آپس میں ملتے ہیں۔

اَلْمَرَجُ کے معنی اصل میں خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں اور اَلْمُرُوْجُ کے معنی اختلاط اور مل جانے کے ہیں۔ اور اسی سے آیت شریفہ ہے۔ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (۵۰: ۱۵) وہ ایک غیر واضح (یعنی خلط ملط یا گڈمڈ) معاملہ میں ہیں۔ اور یہی گڈمڈ کی سی کیفیت آگ کی لپٹ میں ہے کہ شعلہ جب اوپر کو اٹھتا ہے تو متعدد آگ کے دھارے آپس میں الجھے ہوئے اوپر کو اٹھتے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان جانوروں میں اختلاط ہوتا ہے جو ایک چراگاہ میں آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں علیحدہ ہوتے چرتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح مرج البحرین ہے کہ دونوں پانی باہم ملتے ہوئے بھی باہم اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔

امام راغبؒ نے مارج کے معنی آگ کا شعلہ جس میں دھواں ہو۔ کئے ہیں۔ لیکن اکثر علماء نے اس سے مراد آگ کا وہ شعلہ مراد لیا ہے جس میں دھواں نہ ہو۔

= مِنْ نَّارٍ۔ بدل ہے مِنْ مَّارِجٍ کا۔ آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ۔

۵۵: ۱۶ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کے کن کن عجائباتِ قدرت کو جھٹلاؤ گے، اگرچہ یہاں نعمت کا پہلو بھی موجود ہے لیکن موقع کی مناسبت سے اٰلَآءِ کے معنی عجائبِ قدرت زیادہ موزوں ہے۔

فَائِدَہ :- اس سورۃ میں جہاں جہاں فبای اٰلآء ربکما تکذبٰن آیا ہے تفہیم القرآن میں دیئے گئے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے:

۵۵:۱۷ == رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو رب المشرقین ورب المغربین۔ وہ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ:۔

جاڑے میں آفتاب اور جگہ سے اور گرمیوں میں اور جگہ سے طلوع ہوتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں۔ اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جگہ ہوتا ہے اس لئے مغربین یعنی دو مغرب کہے جاتے ہیں۔ ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب اور جگہ سے ہوتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۝ (۷۰:۴۰) مشرقوں اور مغربوں کا رب۔

۵۵:۱۸ == فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ موقع و محل کے لحاظ سے اٰلآء کا مفہوم "قدرت" زیادہ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی نعمت اور صفات حمیدہ کا پہلو بھی اس میں موجود ہے

۵۵:۱۹ == مَرَجَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے چھوڑا۔ اس نے مخلوط کیا۔ اس نے چلایا۔ اس نے رواں کیا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۵:۱۵) متذکرۃ الصدر۔

== اَلْبَحْرَيْنِ: دو سمندر۔ بحر کا تثنیہ۔ بحالت نصب و جر۔ اور سورۃ الفرقان میں ان دو سمندروں کا ذکر یوں ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵:۵۳) اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا۔ (مخلوط کیا) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری کڑوا۔ (چھاتی جلانے والا) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں مثالاً ذکر کرتے ہیں اراکان سے چاٹگام تک ملے جلے چلتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم آتا ہے مگر سفید ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید پانی میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک دھاری سی چلی گئی ہے۔ سفید کا پانی میٹھا ہے اور سیاہ کا کڑوا۔

مولانا دریاآبادی اپنی تفسیر ماجدی میں لکھتے ہیں:۔

ماہرینِ فن کا بیان ہے کہ سطح زمین کے نیچے پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ

آب شور کا ہے جو کہ سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے۔
دوسرا سلسلہ آب شیریں کا ہے جو عموماً دریاؤں، کنوؤں، جھیلوں سے نکلتا ہے۔
عام مشاہدہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ زمین کے نیچے کھاری اور میٹھے پانی کے دھارے میلوں تک ساتھ ساتھ موجود ہیں اور بعض جگہ ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک کنوئیں کا پانی میٹھا اور دوسرے کا کھارا نکل آتا ہے اسی طرح ایک سطح پر پانی کھارا ہے تو چند فٹ نیچے جاکر میٹھا پانی آجاتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔
= یَلْتَقِیٰنِ: مضارع تثنیہ مذکر غائب التقاء (افتعال) مصدر۔ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں۔ وہ دونوں ملتے ہیں۔
۵۵: ۲۰ = بَیْنَهُمَا۔ ای بین البحرین۔ دونوں دریاؤں کے درمیان
= بَرْزَخٌ: روک۔ اوٹ۔ دو چیزوں کے درمیان کی حد۔ موت سے حشر تک کے عالم کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔
= لَا یَبْغِیٰنِ۔ مضارع منفی تثنیہ مذکر غائب بَغْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ دونوں اپنے حدود سے آگے نہیں بڑھتے۔ یعنی اپنی درمیانی حدِ فاصل سے تجاوز کر کے آپس میں مل نہیں جاتے بلکہ قریب قریب اور متصل بہنے کے باوجود اپنی علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔
۵۵: ۲۱ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔
۵۵/۲۲ = اَللُّؤْلُؤُ، ل ء ل ء حروف مادہ۔ موتی۔ لَاٰلِیُٔ۔ جمع، تَلَاْلُؤٌ (تفعلل) رباعی مجرد۔ مصدر۔ تَلَاْلَاَ الشَّیْءُ کے معنی کسی چیز کے موتی کی طرح چمکنے کے ہیں۔
= مَرْجَانُ۔ چھوٹے موتی، مونگا۔ م ر ج حروف مادہ
۵۵/۲۳ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: پس اے جن و انس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ آلاء میں قدرت کا پہلو نمایاں ہے لیکن نعمت اور اوصاف حمیدہ کا پہلو بھی مخفی نہیں ہے (مودودی)
۵۵: ۲۴ = وَلَهٗ واؤ عاطفہ لام تملیک کا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع الرحمٰن ہے جس کا ذکر پہلے چلا آرہا ہے۔
= اَلْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ۔ موصوف وصفت۔ جَوَارٍ جمع جَارِیَةٍ کی جس کے معنی کشتی کے ہیں۔ جو جَرْیٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی چلنے والی

چونکہ کشتی سطح آب پر چلتی ہے اسی لئے جَارِیَۃ کہلاتی ہے جاریۃ کی جمع جارِیات بھی ہے
اَلْمُنْشَئٰتُ : اسم مفعول جمع مونث۔ اَلْمُنْشَاَۃُ واحد۔ اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر
سطح سمندر سے اونچی کی ہوئی کشتیاں ، یادہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوتے ہیں۔
نَشْأٌ ونَشَاَۃٌ (باب فتح ،کرم) سے بمعنی پیدا ہونا ہے۔ اِنْشَاءٌ (افعال) پیدا کرنا
پرورش کرنا۔ اوپر ابھارنا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳:۱۲)
اور بھاری بھاری بادل اٹھاتا ہے یا پیدا کرتا ہے۔

= کَالْاَعْلَامِ : ک تشبیہ کا۔ اَعْلَام پہاڑ عَلَمٌ کی جمع۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو
کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی شے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشانِ راہ کے پتھر۔ فوج کا علم۔ اسی اعتبار سے
پہاڑوں کا نام بھی اَعْلَام ہو گیا۔

ترجمہ :۔ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے
ہوتے ہیں۔

۵۵ : ۲۵ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کے
کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں اٰلَآء میں نعمت واحسان کا پہلو نمایاں ہے ، اس کی
قدرت اور صفات حسنہ کا پہلو بھی موجود ہے۔

۵۵ : ۲۶ = کُلُّ مَنْ ۔ کُلُّ مضاف مَنْ موصولہ مضاف الیہ۔ ہر ایک ، ہر کوئی۔
= عَلَیْھَا : میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ میں
الارض ہے (آیت نمبر ۱۰)

= فَانٍ ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ فَنِیَ (باب سمع) فَنَی (باب فتح) وفَنَاءٌ مصدر
فنا ہو جانا۔ معدوم ہو جانا۔ فَانٍ اصل میں فَانِیٌ تھا۔ یٌ پر ضمہ دشوار تھا۔ اسے گرا دیا
اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ، ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ فَانٍ ہو گیا
فنا ہو جانیوالا۔ معدوم ہو جانے والا۔ فَانٍ خبر ہے کُلُّ مَنْ کی۔

۵۵ : ۲۷ = یَبْقٰی ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَقَاءٌ (باب سمع) مصدر۔ باقی رہیگا۔ فنا
نہ ہونا۔

= وَجْہُ رَبِّکَ ۔ وَجْہُ مضاف ، رَبِّکَ مضاف مضاف الیہ مل کر وَجْہُ کا مضاف الیہ
اس کے اصل معنی چہرہ کے ہیں جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ
وَاَیْدِیَکُمْ (۵ : ۶) اپنے منہ اور ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور چونکہ استقبال کے وقت سب سے پہلے

انسان کا چہرہ سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے نظر آئے اسے وجہ کہہ لیتے ہیں وَجْهَ النَّهَارِ۔ دن کا اول حصہ۔

وَجْهٌ بمعنی ذات ہے جیسا کہ آیت ہذا میں:

اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال و عظمت ہے۔ باقی رہ جائے گی یا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۲۸: ۸۸) اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

= ذُوالْجَلٰلِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے وَجْهُ کی۔ (اللہ کی ذات جو صاحب جلال ہے۔ جلال۔ بزرگی، عظمت، بلند مرتبہ ہونا۔ جَلَّ يَجِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ جَلَالَةٌ کے معنی عظمت قدر، یعنی بلند مرتبہ ہونے اور جَلَالٌ کے معنی عظمتِ قدر کی انتہا کے ہیں۔ اسی لئے یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے چنانچہ یہ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ صرف اُسی کو کہا جاتا ہے دوسروں کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

= وَالْاِكْرَامِ اس کا عطف الجلال پر ہے۔ اللہ کی ذات صاحب جلال و صاحب اکرام ہے۔ اکرام با عظمت ہونا دوسرے کو عزت دینا۔ اور اس پر کرم کرنا۔ بروزن افعال مصدر ہے۔ اکرام کے دو معنی آتے ہیں

۱:۔ یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے۔ یعنی اس کو ایسا نفع پہنچایا جائے جس میں کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو۔

۲:۔ یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔

آیت ذوالجلال والاکرام میں لفظ اکرام میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں کرم کا لفظ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے وہاں احسان و انعام الٰہی مُراد ہے۔

۵۵: ۲۸ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کے کن کن کمالات جھٹلاؤ گے!

۵۵: ۲۹ = يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط جو کوئی آسمانوں میں ہے یا زمین میں اُسی کا سوالی ہے۔ یعنی فرشتے، جنّات، اور انسان سب اپنی اپنی حاجتیں اللہ سے ہی مانگتے ہیں۔ رزق، صحت، عافیت، توفیق عبادت، مغفرت اور نزول تجلیات

وبرکات کے اسی سے طلب گار ہوتے ہیں۔

اگر مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے سب مخلوق مراد لی جائے تو اس صورت میں سوال سے مراد وہ حالت وکیفیت ہوگی جو احتیاج پر دلالت کرتی ہے خواہ زبان سے اس کا اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

= كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ : جملہ مستانفہ ہے كُلَّ يَوْمٍ مضاف مضاف الیہ بمعنی كل وقت من الاوقات و لحظة من اللحظات ۔ ہر وقت، ہر لحظہ۔ كُلَّ يَوْمٍ ۔ منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے۔ تقدیر کلام ہے هو ثابت فی شان كل يوم وہ ہر وقت کسی نہ کسی دھندے میں لگا رہتا ہے۔ شان ۔ دھندا۔ فکر، حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ برا ہو یا بھلا۔ شان کہتے ہیں۔ اس کی جمع شؤون ش ء ن حروف مادہ

۵۵ : ۳۰ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی اوصاف حمیدہ کو جھٹلاؤ گے۔

۵۵ : ۳۱ = سَنَفْرُغُ لَكُمْ ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے نَفْرُغُ مضارع جمع متکلم فَرَاغٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم قصد کریں گے۔ ہم فارغ ہوں گے۔ ہم متوجہ ہوں گے۔ (حساب کی طرف)

اَلْفَرَاغُ شغل کی ضد ہے۔ اور فُرُوْغًا (باب نصر) مصدر بمعنی خالی ہونا ہے۔

فَارِغٌ خالی۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸ : ۱۰) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو چکا تھا۔

اور بعض نے فٰرِغًا کا معنی اس کی یاد کے سوا باقی چیزوں سے خالی ہونا بھی کئے ہیں جیساکہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۹۴ : ۷) جب تم (اور کاموں سے) فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔

آیت ہذا کا مطلب ہے کہ :۔

(اے جن و انس) ہم عنقریب (اوقات مقررہ کے مطابق فارغ ہو کر اپنے وقتِ مقررہ پر تمہاری بازپرس کے لئے) متوجہ ہوا چاہتے ہیں۔

= اَلثَّقَلٰنِ ، مادہ ثقل سے مشتق ہے ثِقْل کے معنی بوجھ کے ہیں اور ثَقَلٌ اس بوجھ کو کہتے ہیں جو سواری پر لدا ہوا ہو۔ سو ثَقَلَانِ کا لفظی ترجمہ ہوگا :۔ دو لدے ہوئے بوجھ

دو بھاری چیزیں۔ دو بوجھل خلقیتیں (مراد جن و انسان) جن اور انسان کو ثقلان اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ زمین پر بھاری بوجھ ہیں۔

۲۔ یا اس لئے کہ گراں قدر و گراں منزلت ہیں۔

۳۔ یا اس لئے کہ یہی خود تکلیف شرعیہ سے گراں بار ہیں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

اے جن و انس ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب و کتاب کے) فارغ (خالی) ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

عنقریب ہم تم سے باز پرس کرنے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ (مودودی)

۵۵ : ۳۲ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن: (پھر دیکھ لیں گے کہ) تم اپنے رب کے کن کن احسانات کو جھٹلاتے ہو۔

۵۵ : ۳۳ == یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: یا حرف ندا ہے مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ منادیٰ۔ مَعْشَرَ الْجِنِّ مضاف مضاف الیہ۔ الانس کا عطف الجن پر ہے ای ومعشر الانس، معشر اسم مفرد ہے۔ بڑا گروہ۔ اس کی جمع مَعَاشِرُ ہے۔ اے گروہِ جنّ و انس۔

== اِنِ اسْتَطَعْتُمْ. اِنْ شرطیہ ہے استطعتم ماضی جمع مذکر حاضر، اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر (ماضی بمعنی حال ہے) تم کر سکتے ہو، تم سے ہو سکتا ہے۔ تم میں استطاعت ہے

== اَنْ تَنْفُذُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے تَنْفُذُوْا مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر۔ نُفُوْذٌ (باب نصر) مصدر۔ تم نکل بھاگو۔ تم باہر چلے جاؤ۔

== مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. مضاف مضاف الیہ۔ اَقْطَارُ جمع قُطْرٌ کی بمعنی جانب یا طرف،

== اُنْفُذُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، نُفُوْذٌ (باب نصر) مصدر۔ (تو) نکل بھاگو،

== لَا تَنْفُذُوْنَ: لانافیہ، تَنْفُذُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر، تم نہیں بھاگ سکو گے، تم نہیں نکل سکو گے۔

== اِلَّا بِسُلْطَانٍ: اِلَّا حرف استثناء۔

سُلْطَانٍ۔ زور، قوت، حجت، برہان، سند،

ترجمہ آیت کا یوں ہے:۔ اے گروہِ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے

نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ سلطان کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔

ارض وسماء کے اطراف واکناف سے نکل بھاگنے کی کئی صورتیں ہیں :۔ مثلاً۔

۱:۔ قیامت کے روز فرشتے آسمانوں سے اتریں گے اور تمام خلائق کو گھیرے میں لے لیں گے جب جن وانس ان کو دیکھیں گے تو وہ گھیرے سے باہر بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن جدھر بھی جائیں گے اپنے آپ کو بے بس اور گھرا ہوا پائیں گے۔

۲:۔ قیام قیامت کے وقت لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ فرشتوں کو آتا دیکھ کر بھاگنے لگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیرے میں لے کر ان کا فرار ناممکن بنا دیں گے۔

۳:۔ بعض کے نزدیک یہ موت سے فرار کے وقت کا منظر ہے لوگ موت سے بھاگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیر لیں گے

۴:۔ یا یہ کہ لوگ زمین اور آسمانوں میں یہ جاننے کے لئے کہ ان میں کیا ہے ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

جن وانس کی بیچارگی اور ناکامی کی وجہ طاقت وقوت اور سند من اللہ کا نہ ہونا ہے الیادہ طاقت ہی سے کر سکتے ہیں جو ان کے پاس ہے ہی نہیں کیونکہ اس کا منبع ذاتِ الٰہی ہے اور جب تک اس کی طرف سے توفیق نہ ہو جن وانس کی کامیابی ناممکن ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ سُلْطٰنٍ سے مراد سند، اجازت، حُجّت وبُرہان ہے۔

چنانچہ تاج العروس میں ہے کہ:۔

سُلْطٰن کے معنی حجت وبرہان کے ہیں اسی معنی میں ارشاد الٰہی ہے:۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ : (نہیں نکل سکتے بدون سند کے)

البتہ اس کی قوت اور اس کی سند اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ ان حدبندیوں سے باہر نکل سکتا ہے کما ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلم نفذ ببدنہ لیلۃ المعراج من السمٰوٰت السبع الی سدرۃ المنتہٰی۔

یعنی جس طرح نبی پاک صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم شبِ معراج میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ ساتوں آسمانوں سے پار سدرۃ المنتہٰی تشریف لے گئے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ تنبیہ، تخویف اور باوجود کامل قدرت رکھنے کے درگذر کرنا اور معاف کر دینا یہ سب کچھ اللہ کی نعمت ہے اور عقلی معراج اور تمام ترقیات اور ایسے اسبابِ

ترقیات کہ ان کے ذریعے سے لوگ آسمانوں سے بھی اوپر پہنچ جائیں۔ ان کا شمول بھی اٰلآءِ اللّٰہ میں سے ہے۔ (تفسیر مظہری)

۵۵ : ۳۴ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۵ : ۳۵ = یُرْسَلُ، مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر چھوڑا جائے گا۔ بھیجا جائے گا۔

= شُوَاظٌ۔ شعلہ۔ بے دھوئیں کی آنچ، اسم ہے۔ یُرْسَلُ کا مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہٗ۔

= مِنْ نَّارٍ۔ جار مجرور۔ شُوَاظٌ کی صفت ہے۔ شواظ من نار آگ کا شعلہ

= وَ نُحَاسٌ۔ واؤ عاطفہ نُحَاسٌ معطوف۔ اس کا عطف شواظ پر ہے۔ اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) دُھواں۔ (مدارک، خازن، جلالین، معالم)

(۲) پگھلا ہوا تانبہ۔ المھل بمعنی تلچھٹ پگھلا ہوا تانبہ۔ (مجاہد۔ قتادہ)

(۳) بغیر دھوئیں کے لپٹ، چونکہ لپٹ کا رنگ تانبڑا ہوتا ہے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے لپٹ کو نحاس کہا جاتا ہے (راغب)

(۴) وہ لال چنگاریاں جو لوہا لال کر کے پیٹنے کے وقت نکلتی ہیں۔ آگ (قاموس)

عموماً اہل تفسیر نے اس کا ترجمہ دھواں کیا ہے۔

= لَا تَنْتَصِرٰنِ۔ مضارع منفی تثنیہ مذکر حاضر، اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر تم (دونوں) کوئی مدد نہ لے سکو گے (یعنی تم اس کو دفع نہ کر سکو گے۔ اِنْتِصَارٌ بمعنی مدد طلب کرنا۔ مدد لینا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (۴۲: ۴۱) اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

۵۵ : ۳۶ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :-

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موجباتِ عذاب سے ڈرانا بھی ایک نعمت خداوندی ہے اس لئے موجبات عذاب سے اجتناب لازمی ہے اور فرمانبردار اور نافرمان کے معاوضہ میں (ثواب وعذاب کا) امتیاز بھی اللہ کی نعمت ہی ہے اس لئے نافرمانی سے گریز ضروری ہے۔

۵۵ : ۳۷ = فَاِذَا فَ عطف کا ہے۔ اِذَا حرف شرط ہے اِنْشَقَّتِ، ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب اَلْاِنْشِقَاق (انفعال) مصدر۔ اور جب آسمان پھٹ جائے گا (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۴ : ۱) یہ جملہ شرطیہ ہے۔

= فَکَانَتْ وَرْدَۃً ف جواب شرط کے لئے کَانَتْ (ماضی بمعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے۔ کَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وَرْدَۃً منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔ بمعنی سُرخ (جیسا چہرہ۔ سفید مائل بسُرخی۔ سرخ (گلاب کی طرح) وَرْدَۃً بطور اسم جنس بمعنی گلاب کا پھول یعنی سُرخ)، فَکَانَتْ وَرْدَۃً جملہ جواب شرط ہے۔

= کَالدِّھَانِ۔ کاف تشبیہ کا ہے دِھَانٌ جمع دُھْنٌ کی یا اَدْھِنَۃٌ کی بمعنی تیل کی تلچھٹ۔ بعض کے نزدیک یہ دُھْنٌ کی جمع ہے جیسے رُمْحٌ وَرِمَاحٌ ہے اور اس کے معنی تیل کے ہیں۔ کَالدِّھَانِ صفت ہے وَرْدَۃً کی۔ وقوع قیامت کے وقت آسمان کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ یا کَالدِّھَانِ خبر دوم ہے کَانَتْ کی۔

اس صورت میں معنی ہوں گے۔

آسمان کا رنگ سرخ گلاب کی طرح ہو جائے گا اور تیل کی طرح پگھل جائے گا۔ اِذَا کی جزا محذوف ہے۔ یعنی جب آسمان پھٹ کر سرخ گلاب کی طرح ہو جائے گا تو وہ کیسا ہولناک منظر ہوگا۔

۵۵ : ۳۸ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۵۵ : ۳۹ = فَیَوْمَئِذٍ : ای یوم اذ تنشق السماء حسبما ذکر۔ یعنی جس دن حسبِ ذکر بالا آسمان پھٹ جائے گا۔

= لَا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِہٖ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ (اس روز) کسی انسان وجن سے اس کے جُرم کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کی شرح میں

لکھتے ہیں :۔

یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی اس کا علم ہوگا۔ اور اعمال ناموں والے فرشتے اعمال لکھ ہی چکے ہوں گے اور عذاب والے فرشتے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ ہاں اعمال کی بازپرس ہوگی یعنی یہ پوچھا جائے گا کہ جب تم کو ممانعت کردی گئی تھی تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا تو ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس وضاحت کے بعد اس آیت میں اور آیت فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۵ : ۹۲ : ۹۳) میں تضاد پیدا نہیں ہوتا۔

ترجمہ :۔ تیرے پروردگار کی قسم ہم ان سے ضرور بازپرس کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔

۵۵ : ۴۰) == پھر تم دونوں گروہ اپنے رب کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔

۵۵ : ۴۱ == يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ يُعْرَفُ : مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ عِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ اَلْمُجْرِمُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر اِجْرَامٌ ۔۔ (افعال) مصدر۔ جرم کرنے والے۔ گناہ کرنے والے۔ نائب فاعل۔ گنہگار لوگ پہچانے جائیں گے۔

== بِسِيْمٰهُمْ : بحرف جر۔ سِيْمَا هُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ سیما کے معنی نشانی۔ اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں وِسْمٰى تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے ع کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہوا۔ پھر واؤ ماقبل مکسور واؤ کو یار کر لیا گیا اور سِيْمٰى ہو گیا۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی، اس صورت میں اس کا مادّہ و س م ہے

مادّہ س و م سے السیماء کے معنی علامت کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :۔

سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸ : ۲۹) کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

رع

== فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ ف ترتیب کا ہے يُؤْخَذُ فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب اَخْذٌ (باب نصر) مصدر۔ ب تعدیہ کی ہے۔ اَخَذَ بؔ کے ساتھ اور بغیر ب کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اَخَذْتُ الخطام وَاَخَذْتُ بِالْخِطَامِ : میں نے نکیل سے (اونٹ) کو پکڑا

نَوَاصِىْ جمع ہے اس کا واحد نَاصِيَةٌ ہے۔ پیشانیاں، پیشانیوں کے بال

واؤ عاطفہ ہے اَلْاَقْدَامِ معطوف جس کا عطف نَوَاصِیْ پر ہے۔ اَقْدَام جمع ہے قَدَمٌ کی بمعنی پاؤں۔

ترجمہ:۔ گنہگار ان کے چہروں سے پہچانے جائیں گے پھر ان کو ان کی پیشانی کے بالوں سے اور ٹانگوں سے پکڑ لیا جائے گا۔

۵۵ : ۴۲ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ (اس وقت) تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۵ : ۴۳ == هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ .... ای یُقَالُ لَهُمْ: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ ...... الخ

== بِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

۵۵ : ۴۴ == یَطُوْفُوْنَ : یہ آیت حال ہے اَلْمُجْرِمُوْنَ سے (آیت ۴۳ سے) جمع مذکر غائب مضارع معروف طَوْفٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ طواف کریں گے : وہ گھومیں گے وہ چکر لگائیں گے۔ بَیْنَهَا میں ها ضمیر واحد مؤنث جہنم کے لئے ہے

== وَحَمِیْمٍ اٰنٍ واؤ عاطفہ ۔حمیم اٰنٍ موصوف وصفت۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حَمِیْم کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہوجاتا ہے۔ مگر سخت گرم پانی کے لحاظ سے اس کی جمع حَمَائِم اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اَحِمَّاءُ۔

دوست کے معنی میں حَمِیْمٌ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۷۰ : ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا۔

اٰنٍ صفت ہے حَمِیْمٌ کی اسم فاعل کا صیغہ اِنیٌ سے جس کے معنی سخت کھولنے اور پکنے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ (۸۸ : ۵) ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔

۵۵ : ۴۵ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ : پھر تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے ؟

۵۵ : ۴۶ == وَلِمَنْ خَافَ ۔ واؤ عاطفہ لام استحقاق کا ہے مَنْ موصولہ۔ اور اس کے لئے ہے جو ڈرا۔

== مَقَامَ ۔ مصدر میمی بمعنی کھڑا ہونا۔ اس صورت میں اس کے دو مفہوم ہوں گے :۔

۱:۔ یہ کہ جو لوگ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی کر رہا ہے وہ ان کے افعال و اقوال سے پوری طرح باخبر ہے وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بھول نہ ہوجائے جس کے باعث ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے

۲:۔ یہ گروہ لوگ جو اپنے رب کی جناب میں کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔
اگر مقام اسم ظرف لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ :۔
وہ لوگ جو اس جگہ سے ہر وقت خائف و لرزاں رہتے ہیں جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا۔

= جَنَّتَانِ : دو جنتیں۔ اور یہ مبتدا ہے۔ لِمَنْ خَافَ اس کی خبر۔

۵۵:۴۷ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ : تم اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے؟
یہاں سے آخر تک اٰلَآءِ کا لفظ نعمتوں کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور قدرتوں کے معنی میں بھی اور ایک پہلو اس میں اوصاف حمیدہ کا بھی ہے۔

۵۵:۴۸ = ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۔ ذَوَاتَا ذَاتٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع ہے۔ والیاں۔ صاحب مضاف، اَفْنَانٍ یہ یا تو فَنَنٌ کی جمع ہے (بروزن فَعَلٌ) بمعنی شاخیں یا فَنٌّ (فَعْلٌ) کی جمع ہے بمعنی نوع، قسم، رنگا رنگ۔
علامہ ابوحیان بحر المحیط میں اول الذکر کو اولیٰ سمجھتے ہیں کیونکہ اَفْعَالٌ (افنان) کے وزن پر فَعَلٌ (فَنَنٌ) کی جمع بہ نسبت فَعْلٌ (فَنٌّ) کی اسی وزن (افعال) پر جمع کے زیادہ مستعمل ہے علماء کی اکثریت کی یہی رائے ہے۔ مضاف الیہ ہے۔
ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (شاخوں والیاں) یہ جنّتٰن کی صفت ہے۔ یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے خزاں، گرمی و سردی سے محفوظ۔

۵۵:۴۹ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ پھر تم (اے گروہ جن و انس) اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر۔

۵۵:۵۰ = فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۔ ان دونوں جنتوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔
عَیْنٌ اصل معنی آنکھ کے ہیں جو کہ بطور مؤنث مستعمل ہے اس کے معانی چشمہ، ندی، وغیرہ بطور استعارہ استعمال ہوتے ہیں۔

۵۵:۵۱ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۵۵:۴۷ متذکرۃ الصدر۔

۵۵:۵۲ = فِیْهِمَا ۔ ضمیر هِمَا تثنیہ مذکر مؤنث غائب جَنَّتٰنِ کے لئے ہے۔
= مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ من حرف جر۔ کلّ فاکھۃ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ فاکھۃ بمعنی ہر قسم کے میوے (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۱۔ متذکرۃ الصدر۔
= زَوْجٰنِ ۔ زوج کا تثنیہ۔ زَوْجٰنِ قسم قسم، وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو

یا نقیض ہو۔

ترجمہ :۔

اور ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں ہوں گی (ا) ایک وہ جسے تم جانتے ہو اسے دیکھا اور چکھا بھی ہو گا۔ دوسرے وہ جو تمہارے لئے جو تمہارے لئے بالکل نئی ہو گی

۵۵ : ۵۳ = ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵ : ۵۴ = مُتَّكِئِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگانے والے تکیہ لگائے ہوئے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے خَائِفِيْن سے آیت (۴۶)

دراں حالیکہ وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (مَنْ خَافَ جمع کے معانی میں ہے)

= فُرُشٍ ۔ فِرَاشٌ کی جمع بمعنی بستر، بچھونا۔ فَرْشٌ وفِرَاشٌ مصدر (باب نصر، ضرب) اَلْفَرْشُ کے اصل معنی کپڑے کو بچھانے کے ہیں۔ لیکن بطور اسم کے ہر اس چیز کو جو بچھائی جائے فَرْشٌ وفِرَاشٌ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲ : ۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ آیت زیر غور کا ترجمہ ہو گا۔

ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

= بَطَائِنُهَا : مضاف مضاف الیہ۔ بَطَائِنُ بِطَانَةٌ کی جمع ہے بمعنی استر، کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے۔ یہ بَطْنٌ سے مشتق ہے یہ ظَهْرٌ کی ضد ہے اوپر کی جانب کو ظہر اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔

کپڑے کے اوپر کے حصے کو ظہارۃ کہتے ہیں اور اندرونی نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے جیسے استر وغیرہ اسے بطانۃ کہتے ہیں۔

البطن کے اصل معنی پیٹ کے ہیں اور اس کی جمع بطون ہے۔ ہر اس چیز کو جس کا حاسۂ بصر سے ادراک ہو سکے اسے ظاہر اور جس کا حاسۂ بصر سے ادراک نہ ہو سکے۔ اسے باطن کہا جاتا ہے۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب فُرُشٍ کے لئے ہے ان بستروں کے استر۔

= اِسْتَبْرَقٍ ۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیبا۔

بَطَائِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۔ یہ صفت ہے فُرُشٍ کی، ان بستروں کے استر ریشم کے

موٹے کپڑے کے ہوں گے۔

== وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ۔ واؤ عاطفہ۔ جنا الجنتین مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا دَانٍ اس کی خبر۔

جَنَا ج ن ی مادہ سے مشتق ہے جَنِيْتُ (باب ضرب) جَنَيْتُ الثَّمَرَةَ وَاجْتَنَيْتُهَا۔ میں نے درخت سے پھل توڑا۔ جَنَا وجَنیٰ اسم ہے بمعنی اسم مفعول (مجنی) یعنی درختوں سے چنے جانے والے اور توڑے جانے والے پھل۔ یعنی جنت کے درختوں سے پھل توڑنا آسان ہوگا دشوار نہ ہوگا۔

دَانٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جھکنے والا نزدیک۔ دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر اسی سے دُنْیَا ہے جو اسم تفضیل ہے بمعنی بہت قریب۔

اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۷۶ : ۱۴) اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے

۵۵ : ۵۵ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۴۷ متذکرۃ الصدر۔

۵۵ : ۵۶ == فِيْهِنَّ : میں ضمیر جمع مؤنث غائب یا تو جنتوں کے محلات کے لئے ہے یا جنت کی جملہ نعمتوں کے لئے۔ ان باغات میں جو محلات اور مکانات ان جنتیوں کے لئے بنائے گئے ان میں ایسی عورتیں ہوں گی جو شرم و حیا کا پیکر ہوں گی ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی"

== قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ، مضاف مضاف الیہ۔ قٰصِرٰت اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَاصِرَةٌ واحد قَصْرٌ باب ضرب مصدر۔ نظر روکنے والیاں۔ پاک دامن عورتیں۔ وہ عورتیں جن کی نظر اپنے شوہروں سے ہٹ کر دوسروں پر نہ پڑے۔

قَصَرَ الْبَصَرَ۔ کے معنی ہیں نظر کو روکنا۔ نظر کو سمیٹنا۔ الطرف نگاہ۔ اسم فاعل کی اضافت اپنے مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

== لَمْ يَطْمِثْهُنَّ مضارع نفی تاکید بَلَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ازواج کی طرف راجع ہے۔ جس پر قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ دال ہے۔ طَمْثٌ باب ضرب مصدر کے معنی:۔

۱:۔ دم حیض، حیض کا خون،

۲:۔ کسی عورت کی بکارت کو ضائع کرنا۔ طَمَثَ الْمَرْاَةَ اس مرد نے عورت کی بکارت زائل کر دی اور مَا طَمِثَ النَّاقَةَ جَمَلٌ۔ اس اونٹنی کو کسی اونٹ نے بھی نہیں چھوڑا

۴۔ الجماع یا المسّ (چھونا)

لَمْ یَطْمِثْ میں ضمیر فاعل انس اور جان کی طرف راجع ہے۔

= قَبْلَھُمْ میں بھی ضمیر کا مرجع انس اور جان ہیں جن کو بہشت میں ایسی ازواج ملیں گی

ترجمہ یوں ہوگا:۔

(ان باغات کے) محلات میں اور مکانات میں نگاہ نیچے رکھنے والی عورتیں ہوں گی جن سے کسی انسان یا کسی جن نے ان کے اپنے سے پہلے (نہ تو) جماع کیا ہوگا (اور نہ ہی چھوا ہوگا)

۵۵: ۵۷ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر

۵۵: ۵۸ = کَاَنَّھُنَّ ۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔ اَلْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۔خبر۔ گویا کہ وہ سب یاقوت اور مونگا ہیں یہ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ کی صفت ہے۔

۵۵: ۵۹ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۶۰ = ھَلْ ۔ حرف استفہام ہے۔ اِلَّا سے پہلے آئے تو مَا نافیہ کے معنی دیتا ہے

ترجمہ آیت از مولانا فتح محمد جالندھری۔

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔

یا استفہام انکاری کے طور پر۔ جیسے نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور کیا ہے (تفسیر حقانی)

= جَزَآءُ الْاِحْسَانِ ۔ مضاف مضاف الیہ نیکی کا بدلہ۔ الاِحسان نیکی کرنا۔ اِفْعَالٌ کے وزن پر اِحْسَانٌ مصدر ہے۔

اس کے دو معنی ہیں ۔

ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنا۔

دوم ۔کسی اچھی بات کا معلوم کرنا۔ اور نیک کام کا انجام دینا۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

یعنی دنیا میں نیک کام کرنے کا آخرت میں بدلہ اچھا ہی ہوگا۔

بغوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ ..... تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا:۔

جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے

کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں۔

فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

جس کو میں نے توحید کی نعمت عطا کی اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔

روح المعانی میں بھی احسان سے مراد التوحید ہی لیا ہے۔ لکھتے ہیں وقیل المراد ما جزاء التوحید الا الجنۃ توحید کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔

۵۵: ۶۱ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۶۲ = مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔ دُوْنِهِمَا مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور مِنْ حرف جار۔ جَنَّتٰنِ مبتدا۔ مِنْ دُوْنِهِمَا خبر۔

دُوْنَ بمعنی ورے۔ سوائے۔ غیر۔ جو کسی سے نیچا ہو۔ جو کسی چیز سے قاصر، یا کوتاہ ہو هِمَا ضمیر تثنیہ (مذکر، مؤنث) غائب۔ ان دونوں جنتوں کے لئے ہے جن کا ذکر آیت ۴۶ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ میں مذکور ہے۔

اور ان دونوں باغوں کے سوا یا ان دونوں باغوں سے کم تر درجہ میں دو اور باغ ہیں

۵۵: ۶۳ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۶۴ = مُدْهَآمَّتٰنِ اسم فاعل تثنیہ مؤنث اِدْهِیْمَامٌ (افعیلال) مصدر واحد مُدْهَآمَّۃٌ۔ دو گہری سبز (جنتیں)، ادھیمام کے اصل معنی بہت زیادہ سیاہ ہونا کے ہیں۔ چونکہ انتہائی سرسبز وشاداب باغ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے یہ تعبیر کی گئی یہ جَنَّتٰنِ کی صفت ہے۔

۵۵: ۶۵ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۶۶ = فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ، عَیْنٰنِ موصوف نَضَّاخَتٰنِ صفت، صفت موصوف مل کر مبتدا۔ فیہما اس کی خبر۔

عَیْنٰنِ دو چشمے۔ نَضَّاخَتٰنِ تثنیہ مبالغہ۔ نَضَّاخَۃٌ واحد۔ دو ابلتے ہوئے جوش زن (چشمے)، جن کا پانی کبھی بند نہ ہو۔ نَضْخٌ (باب فتح)، مصدر۔ بمعنی پانی چھڑکنا۔ بہت جوش زن ہونا۔

۵۵: ۶۷ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: ملاحظہ ہو آیت ۱۳ مذکورہ بالا۔

۵۵: ۶۸ = فِیْهِمَا فَاکِهَۃٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ۔ ترکیب بمطابق آیت مذکورہ بالا فَاکِهَۃ میوے۔ نَخْلٌ کھجوریں رُمَّانٌ انار۔

۵۵:۶۹ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر

۵۵:۷۰ == فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۔ موصوف وصفت مل کر مبتدا۔ فِيْهِنَّ اس کی خبر
خَيْرٰتٌ نیکیاں ۔ بھلائیاں ، خوبیاں ۔ نیک عورتیں ۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے ۔
بعض کے نزدیک اس آیت میں خَيْرٰتٌ اصل میں خَيِّرٰتٌ ہے جس کی تخفیف کرلی گئی ہے کیونکہ خیر کا استعمال جب افعل التفضیل کے معنی میں ہو تو اس کی جمع نہیں آتی ۔
خَيِّرٰتٌ خَيِّرَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو خیر کے ساتھ مخصوص ہو۔
حِسَانٌ حسین ، خوبصورت ، نفیس ، عمدہ ، حَسَنٌ ۔ حَسِيْنٌ ۔ حَسَنَةٌ واحد
ترجمہ :۔ ان میں نیک سیرت ۔ حسین عورتیں ہوں گی :

۵۵:۷۱ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرہ بالا۔

۵۵:۷۲ == حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ، جملہ یا خیرات سے بدل ہے ۔ یا حُوْرٌ مبتدا ہے اور اس کی خبر فِيْهِنَّ محذوف ہے ای فیھن حور مقصورات فی الخیام ۔
مقصورات فی الخیام حال ہے حُوْرٌ سے ۔ دراں حالیکہ وہ خیموں میں مقیم ہوں گی ، یا یہ صفت ہے حُوْرٌ کی ، حوریں خیموں میں بیٹھی ہوئی ۔

ترجمہ :۔

حوریں ہوں گی خیموں میں بیٹھی ہوئی ۔
حُوْرٌ ۔ حَوْرَاءُ کی جمع فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر ، نہایت گوری عورتیں ۔ جن کی آنکھ کی سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت گہری ہو۔
مقصورات اسم مفعول ۔ جمع مؤنث قَصْرٌ (باب نصر) مصدر ۔ چھپائی ہوئی عورتیں ، پردہ نشین ، یا وہ عورتیں جنہوں نے اپنی نگاہ کو اپنے شوہروں تک روک رکھا ہوگا اور کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی ۔
اسم مفعول بمعنی اسم فاعل ۔ (قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ)
اَلْخِيَامِ خَيْمَةٌ کی جمع ہے ۔

۵۵:۷۳ == ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵:۷۴ == لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۶ مذکورہ بالا

۵۵:۷۵ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵:۷۶ == مُتَّكِـِٕيْنَ اسم فاعل ۔ جمع مذکر ۔ بحالت نصب ، اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر ۔

تکیہ لگاتے ہوئے یہ منصوب بوجہ حال کے ہے جس کا ذوالحال محذوف ہے جس کی طرف قبلھم میں ضمیر ھِمْ دلالت کرتی ہے۔

= رَفْرَفٍ - قالین - تکیے۔

زمخشری لکھتے ہیں:۔

دیبا وغیرہ کا باریک خوش رنگ کپڑا ہے۔ موصوف، خُضْرٍ، سبز، ہرے، اَخْضَرُ اور خَضْرَاءُ کی جمع ہے۔ رَفْرَفٍ کی صفت ہے۔

= عَبْقَرِیٍّ - علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من جواہر القاموس میں لکھتے ہیں کہ:۔

عبقر بادیہ میں ایک موضع ہے جہاں بہت جنّات ہیں۔ چنانچہ مثل ہے کَاَنَّھُمْ جِنُّ عَبْقَرَ گویا وہ عبقر کے جنات ہیں۔

لبید کا شعر ہے:۔

ومن فاد من اخوانھم وبینھم : کھول وشبان کجنۃ عبقر

بعد میں ہر چیز کو کہ جس سے اس کی مہارت یا خوبیٔ صنعت اور قوت کی بنا پر تعجب ہوتا ہو اسے عبقر کی طرف منسوب کرنے لگے:۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

عبقر جنوں کی ایک بستی ہے جس کی طرف ہر نادر چیز کو انسان ہو یا حیوان یا کپڑا منسوب کردیا جاتا ہے اسی واسطے حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آیا ہے:

فَلَمْ اَرَیٰ عبقریا مثلہٗ - میں نے ان جیسا عجیب و غریب کسی کو نہیں دیکھا۔

قاموس میں ہے کہ:۔

خاص قسم کا بچھونا اور فرش، وہ چیز جس میں کمال ہو۔

تاج العروس میں ہے۔

دبیز فرش - دیبا۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں بطور موصوف آیا ہے۔ حِسَانٍ صفت ہے عبقریٍّ کی، خوبصورت، حسین،

۵۵: ۷۷ = فَبِاَیِّ اٰلَاۗءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۳ مذکورہ بالا۔

۵۵: ۷۸ = تَبٰرَکَ ۔ وہ بہت بڑا برکت والا ہے۔ تَبَارُکٌ سے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے،

اِسْمُ رَبِّكَ ۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اِسْمُ مضاف کا۔ تیرے رب کا نام۔

= ذِی الْجَلَالِ مضاف مضاف الیہ ۔ ذُوْ بمعنی والا۔ صاحب، اسم ہے اس کے ذریعہ اسمائے اجناس وانواع سے موسوم کیا جاتا ہے اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو رفع کی حالت میں واؤ زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں ی آتی ہے جیسے ذَا ذُوْ ذِیْ ، ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں ۔ اس کا تثنیہ بھی آتا ہے جمع بھی۔

ذِی الْجَلَالِ صاحب جلال ۔ بمعنی عظمت و بزرگی، یہ جَلَّ یَجِلُّ کا مصدر ہے جَلَالٌ کے معنی عظمتِ قدر کے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے مخصوص ہے۔

= وَالْاِكْرَامِ ۔ واؤ عاطفہ الاکرام معطوف اس کا عطف الجلال پر ہے ای وذی الاکرام ۔ بمعنی باعظمت ہونا۔ دوسرے کو عزت دینا اور اس پر کرم کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔

اکرام کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے یعنی اس کو نفع ایسا پہنچایا جائے کہ جس میں کھوٹ نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔

ذو الجلال والاکرام میں لفظ اکرام دونوں معنی پر مشتمل ہے۔ کرم کا لفظ جہاں بھی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے وہاں احسان و اکرام الٰہی مراد ہے۔

ذی الجلال والاکرام رَبِّ کی صفت ہے اس لئے بحالت زیر آیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ :

(۵۶) سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۹۶)

۱:۵۶ = اِذَا وَقَعَتِ : اِذَا ظرفیہ ہے جس میں شرط کے معنی شامل ہیں ۔ جب ۔ وَقَعَتۡ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ وُقُوۡعٌ (باب فتح) مصدر ۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے (جب) قائم ہوجائے گی ۔ جب واقع ہوگی ۔ جب بپا ہوجائے گی ۔

= اَلۡوَاقِعَۃُ : اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقۡعٌ وُقُوۡعٌ (باب فتح) مصدر لازمی ہونے والی ۔ لازمی وقوع پذیر ہونے والی ۔ بعض کے نزدیک یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے الطَّامَّۃُ (۷۹ : ۳۴) آفت ۔ اَلصَّاخَّۃُ (۸۰ : ۳۳) وہ چیخ جو کانوں کو پھوڑ دے ۔ یعنی اپنی سختی کے باعث بہرا کر دے ۔ اَلۡاٰزِفَۃُ (۴۰ : ۱۸) نزدیک آلگنے والی، جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہوگیا ہو ، اَلۡقَارِعَۃُ (۱۰۱-۱) کھڑکھڑانے والی ۔

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ جملہ شرطیہ ہے ۔ جب واقع ہونے والی وقوع پذیر ہوجائیگی ۔

۲:۵۶ = لَیۡسَ فعل ناقص ، نہیں ہے ۔ لِوَقۡعَتِہَا لام حرف جار وَقۡعَۃِ مصدر مجرور ۔ مضاف ، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (کا مرجع الواقعۃ ہے) مضاف الیہ ۔ اس کے واقع ہونے میں ۔

= کَاذِبَۃٌ : اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ بمعنی حاصل مصدر ۔ جھوٹ ۔ اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ۔

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡہَا (۴۰ : ۵۹) بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ۔

۳:۵۶ = خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ خبر مبتدا محذوف کی : ای ھی ۔

وقال بعض العلماء تقدیرہ :

خَافِضَۃٌ اقوامًا کانوا مرتفعین فی الدنیا و رافعۃ اقوامًا کَانُوۡا ۰

منخفضین فی الدنیا (اضواء البیان)
پست اور ذلیل کرنے والی۔ جو دنیا میں مغرور تھے۔ ان لوگوں کو بلند کرنے والی جو کہ دنیا میں منکسر المزاج تھے۔

مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی پست کرنے والی ہوگی بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اس کے منکر اور اس کے احکام کی پابندی نہ کرنے والے تھے اور بلند کرنے والی ہوگی بہت سے لوگوں کو جو دنیا میں نیک اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار تھے لیکن پست و ذلیل سمجھے جاتے تھے۔

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ صفت ہے الواقعۃ کی، خَافِضَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث غائب خَفْضٌ باب ضرب مصدر بمعنی پست کرنا۔ پست ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶: ۲۱۵) اور مومنوں میں سے جو تمہارے پیرو کار ہو گئے ہیں ان پر اپنے (تواضع اور شفقت کے) پر نیچے کردے (پھیلادے) رَافِعَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث رَفْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بلند کرنا۔ اوپر اٹھانا

۵۶: ۴ == اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا: یہ جملہ بدل ہے اذا وقعت الواقعۃ سے رُجَّتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَجٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہلائی گئی، وہ جنبش دی گئی۔ رَجًّا مفعول مطلق۔ جب وہ (زمین) خوب ہلائی جائے گی۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

۵۶: ۶ == وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے، بُسَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ بَسٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی غلط ملط کرنا۔ اجزاء کا باہم دگر ملادینا ریزہ ریزہ کرنا۔

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے تو فعل کو واحد لاتے ہیں. اور جمع مکسر کا حکم (یعنی جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے) مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے اس کے لئے مذکر کا صیغہ بھی لایا جا سکتا ہے اور مؤنث کا بھی۔

چنانچہ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا میں چونکہ "جِبَالُ" جمع مکسر ہے اس لئے اس کے لئے واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ لہٰذا یہاں بُسَّتْ کے ترجمہ میں صیغہ جمع کے معنی لینا چاہئیں یعنی جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے: بَسًّا مفعول مطلق ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے

۵۶: ۶ == فَكَانَتْ۔ فَ سببیہ ہے پس بسبب اس کے۔ فکانت ای فکانت

الْجِبَالُ۔ پس پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے:

= هَبَآءً۔ اسم مفرد (ھ ب و۔ مادّہ) باریک خاک، باریک ذرّات، جو سُورج کے رُخ پر کواڑ کے سوراخوں سے نظر آتے ہیں۔ کانت کی خبر ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ (۲۵: ۲۳) اور ہم اُن کو اڑتی ہوئی خاک کر دیں گے۔

= مُّنْۢبَثًّا اسم فاعل واحد مذکر، پراگندہ۔ اصل میں مُنْبَثِثٌ تھا۔ یا یہ اسم مفعول ہے۔ اس صورت میں یہ مُنْبَثَثٌ ہے ث کو ث میں ادغام کر دیا گیا ہے، اِنْبِثَاثٌ (انفعال) مصدر۔ بکھر جانا، پھیل جانا۔ منتشر ہونا۔ پراگندہ ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱: ۴) جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے:

۵۶: ۷ = وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۔ واوٗ عاطفہ، اَزْوَاجًا زَوْجٌ کی جمع، جوڑا۔ یہاں اس کے معنی گروہ، صنف، جماعت کے ہیں۔ اور تم تین اقسام ہیں یا گروہ میں ہو جاؤ گے، یہاں كَانَ بمعنی صَارَ مستعمل ہے۔ ایسے ہی آیت وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۳۵) اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے میں كَانَ بمعنی صَارَ استعمال ہوا ہے۔

اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً موصوف وصفت مل کر كُنْتُمْ کی خبر

۵۶: ۸ = فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہ جملہ شرطیہ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ کا جملہ جزائیہ ہے جواب اذا هو قوله: فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ فالمعنى اذا قامت القيامة و حصلت هذه الاحوال العظيمة ظهرت منزلة اصحب الميمنة واصحٰب المشئمة (أضواء البيان)

اذا کا جواب شرط خداوند تعالیٰ کا قول فا صحٰب الميمنة ہے۔ مطلب یہ کہ جب قیامت وقوع پذیر ہوگی اور یہ احوال عظیمہ (زمین کا یکبارگی ہلا دیا جانا۔ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ کر دیا جانا۔ اور ان کا پراگندہ غبار بن کر رہ جانا اور لوگوں کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا) واقع ہوں گے۔ تو اصحاب الميمنہ اور اصحاب المشئمہ کی قدر و منزلت عیاں ہو گی،

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۔ ف عاطفہ ہے۔ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ مَا۔ استفہامیہ ہے (کون ہوں گے وہ؟ ان کی کیا حالت ہو گی؟ اور ان کی کیا صفت ہو گی؟)

یا استفہامیہ برائے تعجب ہے (کیا ہی ان کی شان ہوگی) مَا مبتدا ثانی ہے اور اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ اس کی خبر، یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر مبتدا اول (اصحب المیمنۃ) کی خبر ہوا۔

۵۶ : ۹ == وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ۔ اور ایک گروہ بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی ان کی خستہ حالی ہوگی؟ اور اس کی ترکیب وہی ہوگی جو ۵۶ : ۸ میں ہے

۵۶ : ۱۰ == وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ : (اور تیسرا گروہ) آگے والے تو آگے والے ہی ہیں۔ واوٗ عاطفہ السبقون مبتدا۔ السّٰبِقُوْنَ (ثانی) اس کی خبر، اور سابقون آگے نکل جانے والے ہیں۔ یا دوسرا السبقون پہلے کی نعت ہے۔ سَابِقُوْنَ ؛ آگے بڑھنے والے، آگے پہنچنے والے آگے نکل جانے والے، سبقت لیجانے والے۔ صیغہ جمع مذکر سابق کی جمع سَبْقٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

اول السابقون میں الف لام جنسی ہے اور دوسرے السابقون میں الف لام عہد کا ہے یعنی سابقین وہی سابقین ہیں جن کے حال و کمال و مآل سے تم واقف ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ سابقین وہی لوگ ہیں جو جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

السبقون کے متعلق متعدد اقوال ہیں :۔

۱:۔ اسلام، اطاعت، قرب خداوندی کی طرف سبقت کرنے والے۔

۲:۔ گروہ انبیاء ایمان اور اطاعتِ خداوندی میں سب کے پیشوا۔

۳:۔ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے تھے۔ وہی آخرت میں بھی پیش رو ہوں گے (ابن عباسؓ)

۴:۔ وہ انصار اور مہاجر مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔

(ابن سیرین رح)

۵:۔ دنیا میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سبقت کی۔ وہی جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے۔ (ربیع بن انس)

۶:۔ پانچوں نمازوں کی طرف پیش قدمی کرنے والے مراد ہیں۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ السابقون سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

۵۶ : ۱۱ == اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ ای السَّابِقُوْنَ۔ مبتدا۔ اَلْمُقَرَّبُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ تَقْرِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے۔ مبتدا کی

خبر، وہی تو مقرب لوگ ہیں۔

فَائِدَہ: ان مذکورہ بالا تینوں اصناف میں سب سے بلند درجہ السّٰبِقُوْنَ کا ہے۔ لیکن سب سے اخیر ان کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ انہیں کے فضائل و درجات سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا۔

پہلے صرف اختصاراً ہرسہ اصناف کا ذکر ہوا۔ اب تفصیلاً ان کے فضائل مذکور ہونگے السّٰبِقُوْنَ آیت ۱۱ سے ۲۶ تک اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ آیت ۲۷ سے ۴۱ تک، اور اَصْحٰبُ الشِّمَالِ آیت ۴۱ سے آیت ۵۶ تک۔

۵۶ : ۱۲ == فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ جملہ خبر ثانی ہے اُولٰٓئِكَ کی یا یہ ضمیر المقربون سے حال ہے۔ جَنّٰتِ کی اضافت النعیم کی طرف مکان کی اضافت ما فیہ کی طرف ہے وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔ نعیم بمعنی نعمت۔ راحت، عیش،

۵۶ : ۱۳ == ثُلَّةٌ : انبوہِ کثیر، بڑی جماعت۔ اصل میں ثلۃ لغت میں اون کے گھبے کو کہتے ہیں کثرتِ اجتماع کی مناسبت سے انبوہ کثیر کے لئے بھی ثُلَّةٌ کا استعمال ہوتا ہے

== اَوَّلِيْنَ۔ اَوَّلُ کی جمع ہے۔ اگلے۔ پہلے، اس سے کون مراد ہیں؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ:۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد وہ تمام امتیں ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت تک گذریں۔ اور قلیل من الاٰخرین سے مراد امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

بعض کے نزدیک اولین سے مراد صدر اول کے مسلمان یعنی تینوں قرون، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین۔ رضی اللہ عنہم۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (آیت ۱۳) وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (آیت ۱۴) میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں۔ کہ اس کے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں کم۔ ارسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت کا بہترین قرن میرا قرن ہے

پھر وہ لوگ ہیں جو میرے قرن والوں کے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو قرنِ دوم کے متصل ہیں:
.... الخ

ثُلَّۃٌ مبتدا، قَلِیْلٌ معطوف (جس کا عطف ثلۃ پر ہے) عَلٰی سُرُرٍ اس کی خبر ہے۔

۵۶:۱۶ = سُرُرٍ جمع ہے سَرِیْرٌ کی، بمعنی تخت، چارپائی، پلنگ وغیرہ موصوف، مَوْضُوْنَۃٍ صفت، اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، وَضْنٌ (باب ضرب) مصدر سے سونے کے پتروں اور تاروں سے بنے ہوئے۔ جڑاؤ، رملی، زرہ کی کڑیوں کی طرح بنے ہوئے (بغوی)

قطار در قطار رکھے ہوئے۔ (ضحاک)، سونے کے تاروں سے گھنی بناوٹ والے، جواہرات سے جڑے ہوئے (عام اہل تفسیر)

۵۶:۱۶ = مُتَّکِئِیْنَ: اسم فاعل۔ جمع مذکر بحالت نصب۔ اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر تکیہ لگاتے ہوئے، تکیہ لگانے والے۔ عَلَیْھَا ای عَلٰی سُرُرٍ (پلنگوں پر تکیہ لگاتے ہوئے ہوں گے)

= مُتَقٰبِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ تَقَابُلٌ (تفاعل) مصدر آمنے سامنے (بیٹھے ہوں گے)

متکئین، مُتَقٰبِلِیْنَ دونوں حال ہیں ضمیر فی الخبر عَلٰی سُرُرٍ سے۔

۵۶:۱۷ = یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ جملہ مستانفہ ہے، یَطُوْفُ مضارع واحد مذکر غائب طَوْفٌ، طَوَافٌ (باب نصر) مصدر۔ چکر لگائیں گے، چکر لگاتے رہیں گے۔ یعنی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔

عَلَیْھِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان جنتیوں کے لئے ہے جو سابقون میں سے ہوں گے۔

وِلْدَانٌ۔ جنت کے غلمان، مُخَلَّدُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اس کا واحد مُخَلَّدٌ۔ تَخْلِیْدٌ (تفعیل) مصدر۔ خَلَدٌ ایک قسم کی بالیاں ہیں مُخَلَّدٌ وہ جس کو بالیاں پہنائی ہوئی ہوں۔ یعنی ایسے غلمان جن کو بالیاں پہنا رکھی ہوں گی۔

یا یہ اَلْخُلُوْدُ سے ہے جس کے معنی فساد کے عارضہ سے پاک ہونے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے کے ہیں اور جب کسی چیز میں عرصہ دراز تک فساد و تغیر پیدا نہ ہو اہل عرب اسے خلود کے ساتھ متصف کرتے ہیں اس لحاظ سے مُخَلَّدٌ اسے کہیں گے جس میں عرصہ

دراز تک تغیر و فساد نہ ہو۔ اسی بناء پر جس شخص میں باوجود بڑی عمر کے بڑھاپا نہ آئے اسے مُخَلَّدٌ کہا جاتا ہے یہاں آیت ہذا میں ایسے لڑکے مراد ہیں جو کہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ان کی عمر ہمیشہ ایک ہی حالت میں ٹھہری رہے گی!

۵۶ : ۱۸ = بِاَكْوَابٍ۔ ای يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ بِاَكْوَابٍ ..... الخ (ہاتھوں میں) آبخورے ..... لئے (جنتیوں میں خدمت کی خاطر) گردش کرتے رہیں گے۔

اَكْوَابٌ كُوْبٌ کی جمع بمعنی کوزہ، پیالہ۔ ایسا برتن جس کا دستہ (ہینڈل) اور ٹوٹی نہ ہو

= اَبَارِيْقَ : اِبْرِيْقٌ کی جمع بمعنی آفتابہ۔ ایسا برتن کہ جس کا دستہ اور ٹوٹی ہو۔ غیر منصرف اس لئے کہ باوجودے کہ اَكْوَابٌ کا معطوف ہے اس کے آخر میں تنوین نہیں آئی۔

= وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ : واؤ عاطفہ۔ كَاْسٍ معطوف اس کا عطف بھی اکواب پر ہے یا اَبَارِيْقَ پر۔ بمعنی شراب سے بھرا ہوا جام، (شراب پینے کا برتن۔ مَعِيْنٍ مَعْنٌ (باب نصر) مصدر سے، فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی جاری مَعْنٌ : پانی کا بہنا۔ پانی کا جاری ہونا۔ پانی کو جاری کرنا۔ اِمْعَانٌ باب افعال سے پانی کا جاری ہونا۔ زمین کا سیراب ہونا۔ یہاں مراد شراب جو جنت کی نہروں میں جاری ہوگی

۵۶ : ۱۹ = لَا يُصَدَّعُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب تَصْدِيْعٌ (تفعیل) مصدر بمعنی سر درد ہونا۔ سر کا چکرانا۔ نہ ان کو درد سر ہوگا۔ ان کے سر نہیں چکرائیں گے

صَدْعٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی پھاڑنا۔ دو ٹکڑے کر دینا، الگ الگ کر دینا۔

(باب تفعّل) تَصَدُّعٌ سے بمعنی منتشر ہونا۔

= عَنْهَا ای بسببها۔ اس کی وجہ سے، اس کے سبب سے۔

= وَلَا يُنْزِفُوْنَ۔ واؤ عاطفہ، لَا يُنْزِفُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، اِنْزَافٌ (افعال)، مصدر..... وہ بے ہوش اور خبطی نہ ہوں گے۔

اِنْزَافٌ (افعال)، وَنَزْفٌ (باب ضرب) بمعنی مست و بیہوش ہو جانا۔

۵۶ : ۲۰ = وَفَاكِهَةٍ۔ واؤ عاطفہ، فَاكِهَةٍ اس کا عطف اَكْوَابٍ پر ہے اور وہ غلمان جنتیوں کی پسند کے میوے لئے ان کی خدمت میں گردش کر رہے ہوں گے۔

= مِمَّا: مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے

= يَتَخَيَّرُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب، تَخَيُّرٌ (تفعّل) مصدر سے پسند کرنا انتخاب کرلینا۔ خَارَ يَخِيْرُ (باب ضرب) سے مصدر خِيَرَةٌ وَخَيْرٌ اختیار کرنا۔

اگر دوسرے مفعول پر عَلٰی ہو تو فضیلت دینے کے معنی ہوں گے۔ مثلاً خَارَ الرَّجُلَ عَلٰی غَيْرِهٖ۔ اس نے اس آدمی کو دوسروں پر فضیلت دی۔

۵۶:۲۱ == وَلَحْمِ طَيْرٍ واؤ عاطفہ، لَحْمِ طَيْرٍ مضاف مضاف الیہ۔ لحم کا عطف اکواب پر ہے یعنی غلمان بہشت بہشتیوں کے لئے مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت بھی لئے ہوئے ہوں گے۔

== مِمَّا۔ حسب بیان آیت ۲۰ مذکورہ بالا۔

== يَشْتَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ خواہش رکھتے ہوں گے۔ وہ چاہیں گے۔

۵۶:۲۲ == وَحُوْرٌ عِيْنٌ: واؤ عاطفہ، حُوْرٌ حَوْرَاءُ کی جمع نہایت گوری عورتیں ــــ موصوف۔ عِيْنٌ عَيْنَاءُ کی جمع بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زنانِ فراخ چشم۔ صفت۔ حُوْرٌ کا عطف وِلْدَانٌ پر ہے (آیت نمبر ۱۷)

یعنی وہاں جنتیوں کے لئے گوری اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں (خدمت کے لئے) ہوں گی۔

۵۶:۲۳ == كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ۔ کَ تشبیہ کے مبالغہ کے لئے آیا ہے اللؤلؤ (ل ء ل ء مادّہ) موتی۔ موصوف، المکنون اسم مفعول واحد مذکر۔ کَنٌّ (باب فتح) بمعنی (لڑکی کو) نظروں سے چھپانا۔ صفت۔ جو مثل (آبدار، غیر مسّ شدہ) چھپائے ہوئے موتی کے (ہوں گی)

۵۶:۲۴ == جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: جَزَاءً مفعول لہٗ فعل محذوف۔ ای یفعل بھم ذٰلك کلہ جزاء باعمالھم۔ جزاء مفعول لہٗ فعل محذوف کا۔ یعنی یہ سب کچھ ان کے لئے اس لئے کیا گیا کہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے مَا موصولہ کانوا یعملون ماضی استمراری جمع مذکر غائب بہ سبب اس عمل کے جو وہ کیا کرتے تھے یا (دنیا میں کرتے رہے تھے)

۵۶:۲۵ == لَغْوًا۔ لَغَا يَلْغُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اول فول بکنا، بغیر سمجھے بوجھے بولنا۔ بے ہودہ واہیات بکواس کرنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہے

== تَاْثِيْمًا: بروزن تفعیل مصدر ہے گناہ کی باتیں کرنا۔ گناہ میں ڈالنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔
(وہاں بہشت میں) ان کو بےہودہ کلام اور گناہ کی باتیں سننے میں نہ آئیں گی۔ وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۷۸: ۳۵) وہاں نہ تو بےہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (خرافات)

۵۶: ۲۶ = اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا، اِلَّا حرف استثناء۔ قِیْلًا بمعنی قَوْلًا۔ مصدر ہے یہاں بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔ سَلٰمًا بدل ہے قِیْلًا سے۔ سَلٰمٌ بمعنی سلامتی۔ سلام۔ یہ سَلِمَ یَسْلَمُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی عیوب و آفات سے سلامت رہنے ان سے چھٹکارا پانے اور بری ہونے کے ہیں۔

ترجمہ:۔
نہیں سنیں گے وہاں کوئی بکواس اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر صرف ایک بول سلام" "سلام"

۵۶: ۲۷ = وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ، ملاحظہ ہو آیت ۸ متذکرہ بالا
اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ۔ دائیں ہاتھ والے۔ ان کو اصحٰب الیمین یا اصحٰب المیمنۃ کہنے کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں:۔
۱:۔ یہ لوگ رب العزّت کے تخت کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے۔
۲:۔ ان کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
۳:۔ ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بہشت میں لے جایا جائے گا۔
۴:۔ ان کی روحیں حضرت آدم کی دائیں جانب تھیں۔ اجب حضرت آدم کی پشت سے ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی۔ ان کے دو گروہ بنا دیئے گئے تھے ایک گروہ دائیں طرف جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ یہ جنتی ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں یہ یمین سے مشتق ہے جس کا معنی دایاں (ہاتھ یا جانب) ہے۔
۵:۔ اگر یہ یمن سے ماخوذ لیا جائے۔ جس کا معنی برکت والا ہے تو مراد ہوگا وہ لوگ جن کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذری ہو۔

۵۶: ۲۸ = فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ اس سے پہلے ھُمْ (ابتداء) محذوف ہے فِیْ

سِدْرٍ اس کی خبر۔

سِدْرٍ موصوف مَخْضُوْدٍ اس کی صفت۔ سِدْرٍ بیری کے درخت کو کہتے ہیں امام راغب لکھتے ہیں:۔

سِدْرٌ ایسا درخت ہے جو کھانے میں ناکافی ہوتا ہے اسی لئے ارشاد ہوتا ہے وَ اَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۱۶:۳۴ (اور جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے) اور چونکہ اس کے کانٹے جھاڑ کر اس کے ذریعہ سایہ حاصل کیا جاتا ہے اس لئے یہ ارشاد الٰہی فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ میں یہ جنت کے سایہ اور اس کی مثال قرار دیا گیا ہے کہ سایہ حاصل کرنے کے لئے بہت کافی ہوتا ہے۔

= مَخْضُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر، خَضْدٌ (باب ضرب) مصدر سے، جس سے کانٹا دور کیا گیا ہو۔ بے خار۔ یہ صفت ہے اپنے موصوف سِدْرٍ کی۔ یعنی بیری کا درخت جس کا کانٹا دور کیا گیا ہو،،

مراد یہ ہے کہ اصحب الیمین جنت کے ایسے باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔

۲۹:۵۶ = وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ: واؤ عاطفہ، طَلْحٍ کا عطف سِدْرٍ پر ہے طَلْحٍ ایک بڑا درخت۔ کیلا۔ مَنْضُوْدٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ تہ برتہ، نَضْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ تہ برتہ کیا ہوا۔ اور وہاں ایسا کیلا ہوگا جس پر پھلیوں کے گنجان گچھے لٹک رہے ہوں گے۔ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ موصوف صفت۔

۳۰:۵۶ = وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ: واؤ عاطفہ، ظِلٍّ سایہ (موصوف) مَمْدُوْدٍ اسم مفعول واحد مذکر (باب نصر) مَدٌّ مصدر سے (صفت) ظِلٍّ کا عطف بھی سِدْرٍ پر ہے (اور وہاں) لمبے لمبے سائے ہوں گے۔

۳۱:۵۶ = وَ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ۔ موصوف و صفت اس کا عطف بھی سِدْرٍ پر ہے مسکوب اسم مفعول واحد مذکر، سَكْبٌ (باب نصر) مصدر۔ پانی کا بہنا، بڑی بڑی بوندوں کے ساتھ پیہم بارش کا ہونا۔ (اور وہاں) آبِ رواں ہوگا۔ یا۔ پانی کی آبشاریں ہوں گی۔

۳۲:۵۶ = وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ واؤ عاطفہ، فاکھۃ کثیرۃ موصوف وصفت، بکثرت پھل۔ اس کا عطف بھی وَسِدْرٍ پر ہے (اور وہاں) پھل بکثرت ہوں گے: پھلوں کی بہتات ہوگی۔

۳۳:۵۶ = لَا مَقْطُوْعَۃٍ ۔ لَا نافیہ مَقْطُوْعَۃٍ اسم مفعول واحد مؤنث ۔ نہ ختم ہونے والے ۔ یعنی ایسے پھل یا میوے جو موسمی نہیں ہوں گے بلکہ ہر وقت درختوں پر موجود رہیں گے۔ (اور وہاں) نہ ختم ہونے والے پھل ہوں گے ۔

= وَلَا مَمْنُوْعَۃٍ ۔ اور نہ ان کے توڑنے سے کسی کو منع کیا جائے گا ۔ (کیونکہ توڑنے سے وہ پھل ختم نہ ہوں گے بلکہ ان کی جگہ فوراً دوسرا پھل اسی طرح پختہ وہمہ صفت موصوف لگ جائے گا ۔ یہ صفت ہے فاکھۃ کی ۔

۳۴:۵۶ = وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ : موصوف وصفت ۔ فُرُشٍ ، فَرْشٌ وفِرَاشٌ کی جمع ہے ۔ بچھونا ۔ بستر ، فرش ، فَرْشٌ وفِرَاشٌ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی بچھانا ۔ اور فَرْشٌ بمعنی بچھونا ۔ یا سواری کا جانور ، مصدر بمعنی مفعول آیا ہے ۔ بچھونا (بستر) جس پر سویا جائے ۔ اور سواری کا جانور جس پر سواری کی جائے ۔

مَرْفُوْعَۃٍ اسم مفعول واحد مؤنث رَفْعٌ (باب فتح) مصدر ۔ بلند ، اوپر اٹھایا ہوا اور وہاں بلند وارفع بستر ہوں گے ، بلندی خواہ اونچائی کے لحاظ سے یا قدر ومنزلت کے حساب سے

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیت ہذا میں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں ۔ اس لئے لبطور استعارہ ان کو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہوں گی ۔ یا یہ کہ حسن وخوبی میں بلند قدر ہوں گی ۔

جیسا کہ سورۃ یٰسٓ میں آیا ہے ۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (۳۶ : ۵۶) وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایوں تلے تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے ۔

اس تفسیر کی تائید اگلی آیت سے ہوتی ہے ۔

۳۵:۵۶ = اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۔ اَنْشَاْنَا ماضی جمع متکلم اِنْشَآءٌ (افعال) مصدر ۔ بمعنی پیدا کرنا ۔ پرورش کرنا ۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اِنْشَآءً مفعول مطلق فعل کی تاکید کے لئے

هُنَّ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔

۱:۔ قال لبعض العلماء ھو راجع الی قولہ : فرش مرفوعۃ ، قال لان المراد بالفرش النسآء ۔ والعرب تسمی المرأۃ لباسا وازارا وفراشا ونعلا ۔ هُنَّ کی ضمیر کلام الٰہی فرش مرفوعۃ میں فرش کی طرف راجع ہے

فرش سے مراد عورتیں ہیں، عرب عورت کو لباس، ازار، فراش، نعل بھی نام دیتے ہیں
۲:۔ وقال بعض العلماء: هو راجع الیٰ غیر مذکور۔ انه راجع الیٰ لنساءٍ لم یذکرن ولکن ذکر الفراش دل علیهن۔ لانهن یتکئن علیها مع ازواجهن۔
اور بعض کے نزدیک اس کا مرجع غیر مذکور ہے کہتے ہیں اس کا مرجع عورتیں ہیں جس کی طرف فرش کا ذکر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان بچھونوں پر وہی اپنے شوہروں کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھیں گی۔ (اضواء البیان)
علامہ پانی پتی بھی کچھ یوں ہی لکھتے ہیں:۔
فرماتے ہیں:۔ اگر فرش سے مراد عورتیں ہوں تو هُنَّ کی ضمیر فرش کی طرف راجع ہوگی؛ اگر فرش سے مراد عورتیں نہ ہوں تو مرجع مذکور نہ ہوگا۔ کیونکہ سیاق کلام سے سننے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس سے مراد عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔
اقوال مذکورہ بالا کی روشنی میں عورتوں سے مراد ہے جنتیوں کی دنیا کی بیویاں جو بہشت میں ہوں گی۔ اور حوریں۔
مولٰنا دریابادیؒ لکھتے ہیں:۔
یہاں یہ بتایا کہ جنت کی عورتوں کی (اور اس میں حوریں بھی داخل ہوگئیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی داخل ہوگئیں) بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی!
مولانا فتح محمد جالندہری اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:۔
ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا۔ اس صورت میں هُنَّ کی ضمیر کا مرجع جنت کی حوریں ہے۔
پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
یہاں اہل جنت کی نیک بیویوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ یعنی جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ان کی خلقت بالکل بدلی ہوئی ہوگی۔ اگرچہ دنیا میں وہ خوش شکل نہ تھیں، مرتے وقت وہ بالکل بوڑھی ہو گئی تھیں لیکن جب جنت میں داخل ہوں گی تو بھرپور جوانی ہوگی، مجسم حسن و رعنائی ہوں گی۔ اور کنواری بنا کر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔
حدیث شریف میں اس آیت کی یہی تفسیر مذکور ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرض کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
یا ام سلمة هن اللواتی قبضن فی الدنیا عجائز شمطًا، عمشًا رمصًا

جعلھن اللہ بعد الکبر اترابًا علیٰ میلاد واحد فی الاستواء:

اے ام سلمہ! ان سے مراد وہی بیویاں ہیں اگرچہ وفات کے وقت وہ بالکل بوڑھی تھیں ان کے بال سفید تھے۔ ان کی بینائی کمزور تھی، آنکھیں میلی کچیلی رہتی تھیں۔ لیکن جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ساری ہم عمر ہوں گی۔

اس صورت میں ھُنَّ کا مرجع وہ دنیاوی بیویاں ہیں جو جنت میں داخل ہوں گی۔

= اِنْشَاءً مصدر کو فعل کے بعد فعل کی خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لئے تاکیدًا لایا گیا ہے یعنی ہم نے ان کو ایک خاص اٹھان پر اٹھایا۔ (تفسیر حقانی)

ہم نے ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقے سے پیدا کیا۔ (ضیاء القرآن)

۵۶:۳۶ = فَجَعَلْنٰھُنَّ ای فَصَیَّرْنٰھُنَّ۔ پس ہم نے ان کو بنادیا۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔

= اَبْکَارًا: مفعول ثانی۔ کنواریاں۔ بِکْرٌ کی جمع۔

= عُرُبًا: سہاگ والیاں۔ پیار دلانے والیاں، محبوبائیں۔ عَرُوْبٌ کی جمع جو کہ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو اپنے ناز وانداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی محبوبہ ہو۔ تیز فراست کی بنا پر اس کی مزاج شناس بھی ہو۔

ہنس مکھ عورت، اپنے مرد سے محبت رکھنے والی اور اس کا اظہار کرنے والی۔ اپنے خاوند پر عاشق (لسان العرب)

= اَتْرَابًا۔ ہم عمر عورتیں۔ تِرْبٌ کی جمع۔

عُرُبًا، اَتْرَابًا بھی جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ ہر سہ: اَبْکَارًا، عُرُبًا، اَتْرَابًا ھُنَّ سے حال بھی ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

پس ہم نے بنادیا ان کو بایں حالیکہ وہ کنواریاں، محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہوں۔

۵۶:۳۸ = لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: اس کا تعلق اَنْشَاْنَا سے ہے یا جَعَلْنَا سے۔ یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھُنَّ لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ:

۵۶:۳۹ = ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: ثُلَّۃٌ کے لئے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر:

۵۶:۴۰ = مِنَ الْاٰخِرِیْنَ، متاخرین میں سے، بعد میں آنیوالے لوگوں میں سے

مِنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ. دونوں صورتوں میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لوگ مراد ہیں۔ یعنی اسی امت کے متقدمین میں سے بہت سے لوگ اور اسی امت کے متاخرین میں سے بہت سے لوگ ان اصحب الیمین میں شامل ہوں گے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ابو العالیہ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح اور ضحاک نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیات ۱۳، ۱۴، متذکرۃ الصدر۔

۵۶ : ۴۱ = وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔ شمال جانب شمال، بائیں طرف اسم ہے۔ اَشْمُلُ وشُمُلٌ اس کی جمع ہے۔ آیت ہذا کا عطف آیت ۲۷ پر ہے اور جو بائیں طرف والے ہیں۔

مَا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ: میں مَا استفہامیہ ہے یا استفہامیہ برائے تعجب ہے (ملاحظہ ہو آیت ۸ مذکورہ بالا۔ اَصْحٰبُ الیمین کے متعلق آیت ۲۷ کے تحت مختلف اقوال درج کئے گئے ہیں کہ ان کو اصحب الیمین کیوں کہا گیا ہے۔ شمال: یمین کی ضد ہے، لہٰذا اصحاب الیمین کے خلاف صفات رکھنے والے اصحاب الشمال ہوں گے۔

۵۶ : ۴۲ = فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ: یہ هُمْ (مبتدا محذوف) کی خبر ہے۔ سَمُوْم لو۔ تیز بھاپ، وہ گرم ہوا جو زہر کا سا اثر کرے۔ سَمٌّ بمعنی زہر۔ سَمُوْم مؤنث ہے: اس کی جمع سَمَائِم ہے۔ حَمِيْم نہایت گرم پانی، گہرا دوست۔ دوست کو جو حمیم کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ بھی دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

وہ جھلستی ہوئی لُو اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

۵۶ : ۴۳ = وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔ يَحْمُوْم، اسم ہے۔ بہت کالا دھواں۔ يَحْمُوْم بروزن یفعول۔ حَمَمٌ سے مشتق ہے ابن کیسان نے کہا ہے یہ دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ترجمہ:۔ وہ نہایت سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

۵۶ : ۴۴ = لَا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ۔ یہ ظِلٌّ کی صفتیں ہیں۔ بَارِدٍ۔ بَرْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ٹھنڈا۔ نہ (دوسرے سایوں کی طرح) ٹھنڈا۔ كَرِيْمٌ۔ خوش منظر۔ (الیسر التفاسیر) مرضی کے مطابق ٹھنڈی وکشادہ (روح المعانی) آرام دہ (ضیاء القرآن)

جو سودمند نہ ہو اور نہ دیکھنے میں اچھا ہو۔ (تفسیر مظہری) دونوں ظلّ کی صفت ہیں۔

کَرِیْمٌ۔ الکرم (اباب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے الغات القرآن میں ہے :۔ امام راغب نے لکھا ہے :۔

کَرُمَ اللہ کی صفت بھی ہے، انسان کی بھی، فرشتے کی بھی، قرآن کی بھی اور دوسری چیزوں کی بھی، اور سب کے معانی میں اختلاف ہے :۔

۱:۔ اللہ کے کرم سے مراد ہے مخلوق پر اس کا احسان و انعام، مخلوق پر احسان کرتا ہے پیہم نعمتوں سے نوازتا ہے

۲:۔ آدمی کے کرم سے مُراد ہے اخلاق پسندیدہ۔ خصائل حمیدہ، کردار کی خوبی۔ اور ہر ذاتی شرف، آدمی کریم ہے یعنی اچھے کردار کا مالک ہے اس کے اندر محاسن ہیں شرف ہے بزرگی ہے۔

۳:۔ ملائکہ کے کریم ہونے کے معنی ہیں دربار الٰہی میں ان کی عزت و حرمت، و بزرگی، جیسے کِرَامًا کَاتِبِیْنَ : عزت والے فرشتے جو انسانوں کے اعمال نامے لکھتے ہیں

۴:۔ قرآن کریم۔ یا کتاب کریم۔ عزت و شرف والا قرآن یا کتاب،

۵:۔ رسُولِ کریم۔ بزرگی والا پیغامبر۔ (جبرائیل)

۶:۔ قولِ کریم۔ نرم، اچھی بات، عاجزانہ کلام،

۷:۔ باقی اشیاء میں سے جس چیز کی صفت کریم ہو گی اس سے مراد ہو گا اس چیز کا اچھی صفات سے متصف ہونا۔ جیسے زَوْجٍ کَرِیْمٍ ہر عمدہ قسم، مقام کریم، عمدہ مقام۔

۵۶ : ۴۵ = قَبْلَ ذٰلِكَ : اس سے قبل، دنیا میں۔

= مُتْرَفِیْنَ۔ اِتْرَافٌ (افعال) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر بحالتِ نصب مُتْرَفٌ واحد۔ نازپروردہ۔ آسودہ حال لوگ۔

۵۶ : ۴۶ = کَانُوْا یُصِرُّوْنَ۔ ماضی استمراری، صیغہ جمع مذکر غائب، اِصْرَارٌ افعال مصدر۔ وہ اصرار کیا کرتے تھے۔ وہ اڑے رہتے تھے۔

= اَلْحِنْثِ الْعَظِیْمِ : موصوف وصفت۔ حِنْثٌ گناہ، جھوٹی قسم، گناہِ عظیم یعنی شرک، جھوٹی قسمیں۔ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ان کو دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھایا جائے گا۔ (آیات ۴۷ : ۴۸ میں ان کی بعض قسمیں مذکور ہیں)

۵۶ : ۴۷ = وَ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب جس کا مرجع

اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ہے جیسا کہ اوپر ان کا بیان چلا آرہا ہے اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ:

= اَئِذَا۔ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اِذَا ظرف زمان ہے،

= تُرَابًا وَّعِظَامًا منصوب بوجہ خبر كُنَّا۔ تُرَابٌ خاک، مٹی، اصل میں تراب خود زمین کا نام ہے۔ عِظَامٌ عَظْمٌ کی جمع۔ ہڈیاں۔

= ءَ استفہام انکاری۔ لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ لام تاکید کا مَبْعُوْثُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر، دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے ہوئے۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی دوبارہ زندہ کرکے اٹھانا بھیجنا۔

۵۶:۴۸ = اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ: اَ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ محذوف پر ہے ای ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ وَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ. کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اولین باپ دادا بھی۔ جملہ استفہام انکاریہ ہے۔

اٰبَآؤُنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے آباء و اجداد۔ باپ دادے، اَلْاَوَّلُوْنَ ہم سے پہلے، ہمارے اگلے۔ اسلاف،

آیت ۴۷ میں اَئِذَا مِتْنَا اور ءَاِنَّا میں ہمزہ استفہامیہ کے تکرار کے متعلق اور آیت ۴۸ میں واؤ عاطفہ پر ہمزہ استفہامیہ داخل کرنے کے متعلق بیضاوی میں ہے۔

ہمزہ کا تکرار بعث سے مطلقاً انکار کی دلیل ہے یعنی اگر ہمزہ کو دوبارہ نہ لایا جاتا تو انکار بعث محض مٹی اور ہڈیوں کے دوبارہ جی اٹھنے پر محدود رہ جاتا یا میت کے مٹی اور ہڈیاں ہونے تک۔ بعث کے متعلق انکار کے لئے ہمزہ استفہامیہ انکاریہ کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ ایسے ہی اَوَ اٰبَآؤُنَا میں ہمزہ کو واؤ عاطفہ سے قبل لایا گیا۔ گویا کہ انہوں (منکرین بعث) نے کہا ہو کہ ہمیں اس سے انکار ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاویں گے۔ اور ہمارے باپ دادا کا دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جانا تو اس سے بھی زیادہ قابل انکار ہے۔

۵۶:۴۹ = قُلْ، (یعنی ان کے انکار کی تردید میں اور حق کی صداقت میں ان منکرین سے کہئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ اگلے، پچھلے۔

= لَمَجْمُوْعُوْنَ۔ لام تاکید کا مَجْمُوْعُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ جَمْعٌ (باب فتح) مصدر۔ اکٹھے کئے گئے (اکٹھے کئے جائیں گے) اس کا تعلق آیت ۴۹، سے ہے: ای اِنَّ

اَلْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۔ بے شک پہلے اور پچھلے (سب) اکٹھے کئے جائیں گے
= اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ اى لِوَقْتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ : ایک یومِ معلوم کے وقتِ مقررہ پر ۔ اِلٰى بمعنی لام ہے ۔
مِيْقَاتٍ کسی کام کے لئے مقررشدہ وقت یا جگہ ۔ مثلاً میقاتِ احرام یعنی احرام کے شروع ہونے کی مقررہ حد (یا جگہ) کہ اس حد سے آگے بغیر احرام کے جانا جائز نہیں مِيْقَاتِ يَوْمٍ میں اضافہ بحذف مِنْ ہے ۔ جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ (خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ) چاندی کی انگوٹھی ۔ یوم معلوم موصوف وصفت ہے ، مراد قیامت کا دن ہے ۔
۵۶ : ۵۱ = ثُمَّ ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ پھر ۔
= اِنَّكُمْ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ، بے شک تم ، یہاں خطاب اہلِ مکہ سے ہے ۔ یا خطاب عام ہے ہر گمراہ اور جھٹلانے والے سے ۔
= الضَّآلُّوْنَ ۔ اى الضَّآلُّوْنَ عن الهدٰى ۔ راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ۔ ضَلَالٌ (باب ضرب ، مضاعف) مصدر بمعنی گمراہ ہو جانا ۔ بہکنا ۔ راہ سے دور جا پڑنا ۔ گم ہونا ۔ ہلاک ہونا ۔ ضائع ہونا ۔
= الْمُكَذِّبُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ تَكْذِيْبٌ (تفعيل) مصدر ۔ جھٹلانے والے ۔ تکذیب کرنے والے ۔ مراد مُكَذِّبُوْنَ بِالْبَعْثِ : دوبارہ جی اٹھنے کو جھٹلانے والے ۔
۵۶ : ۵۲ = لَاٰكِلُوْنَ : لام تاکید کا ہے ۔ اٰكِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اَكْلٌ باب نصر ۔ مصدر ۔ کھانے والے ۔
= مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ : پہلا مِنْ ابتدائیہ ہے دوسرا مِنْ بیانیہ ہے (بیضاوی) مِنْ شَجَرَةِ الزَّقُّوْمِ کی بجائے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ کہہ کر عبارت میں زور پیدا کیا گیا ہے ۔ اور شجر کو نکرہ لا کر اس کی تنقیص کی ہے ۔

ترجمہ آیات ۵۱ : ۵۲ ۔

پھر تم اے گمراہ ہونے والو ! اے جھٹلانے والو تم ضرور بالضرور (حکماً) تھوہر کے درخت کو کھاؤ گے ۔

۵۶ : ۵۳ = فَمَالِئُوْنَ ۔ ف عاطفہ ہے مَالِئُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ۔ مَلْأٌ (باب فتح) مصدر ۔ م ل ء حروفِ مادہ ۔ بمعنی بھرنا ۔ اَلْمَلَأُ : اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی امر پر

مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے ۔
سردار۔ مَالِئُوْنَ ۔ تم بھرنے والے ہوگے۔ تم بھر دگے (اس کو کھاکر)

= مِنْهَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب شجر کے لئے ہے جو اسم جنس ہے اور مذکر ومؤنث ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے جیسے کہ اگلی آیت میں عَلَيْهِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب شجر کی طرف راجع ہے ۔

= الْبُطُوْنَ ۔ بَطْنٌ کی جمع ۔ پیٹ ، بطن ، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے

= فَشٰرِبُوْنَ ۔ فَ عاطفہ ، شٰرِبُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ۔ شُرْبٌ (باب سمع) مصدر۔ پینے والے (ہوگے) یا پیو گے ۔

= شُرْبَ الْهِيْمِ : شُرْبَ مفعول ۔ اسم مصدر ۔ مضاف ، الْهِيْمِ مضاف الیہ جمع اَهْيَمُ واحد مذکر ۔ اور هَيْمَاءُ واحد مؤنث کی ، هُيَامٌ ۔ اونٹ کا مرض استسقاء جس سے وُہ پانی پی پی کر مر جاتا ہے ۔

الھیم ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو استسقاء کا مرض لگا ہوا ہو ، فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ : تم اس طرح (پیٹ بھر بھر کر) پیو گے جیساکہ استسقاء کے مریض اونٹ پیتے ہیں

۵۶ : ۵۶ = هٰذَا یہ ۔ یعنی زہریلی لُو ۔ کھولتا ہوا پانی (آیت ۴۲) سیاہ دھوئیں کا سایہ (آیت ۴۳) زقوم کا درخت کھانے کو (آیت ۵۲) اس پر کھولتا ہوا پانی (آیت ۵۴)

= نُزُلُهُمْ : مضاف مضاف الیہ ۔ نُزُلٌ مہمانی کا کھانا ۔ ضیافت کا طعام ۔ نُزُلُهُمْ ان کی مہمانی کا کھانا ۔

= يَوْمَ الدِّيْنِ : مضاف مضاف الیہ ۔ جزا وسزا کا دن ۔ یعنی قیامت ، يَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے ۔

یہاں اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کے عذاب کا بیان ختم ہوا ۔

۵۶ : ۵۷ = لَوْلَا کیوں نہیں ۔ ای هَلَّا ۔ جب لَوْلَا اس معنی میں آئے تو اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے جیسے آیت ہذا ۔ یا ۔ لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۸ : ۴۷) تو نے ہماری طرف پیغمبر کیوں نہ بھیجا ۔ یا ۔ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ (۲ : ۱۱۸) خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا ۔

= تُصَدِّقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر ، تم تصدیق کرتے ہو ۔ تم سچ مانتے ہو ۔ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ : پھر تم کیوں سچ نہیں مانتے ہو ۔ یعنی

جب تم کچھ نہ تھے تو تم کو اس نے پیدا کیا۔ پھر تم دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے

٥٦ : ٥٨ = اَفَرَاَیْتُمْ: ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ رَاَیْتُمْ بمعنی عَلِمْتُمْ: مطلب ہے کیا بھلا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے؟ بھلا بتاؤ تو۔ بھلا دیکھو تو۔ بھلا تم نے غور سے دیکھا ہے؟

= مَا تُمْنُوْنَ ؛ مَا موصولہ، تُمْنُوْنَ جملہ فعلیہ، صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر ارائیتُمْ کا مفعول۔ تُمْنُوْنَ مضارع. جمع مذکر حاضر، اِمْنَاءٌ (افعال)، مصدر بمعنی منی ٹپکانا۔ نطفہ ڈالنا۔ بھلا دیکھو تو جو تم (جماع کے وقت عورتوں کے رحم میں) منی ٹپکاتے ہو یا نطفہ ڈالتے ہو،

٥٦ : ٥٩ = ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَہٗ۔ ءَ استفہامیہ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَا موصولہ آیت ٥٨ کی طرف راجع ہے۔ تَخْلُقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر خَلْقٌ (باب نصر)، مصدر۔ تم پیدا کرتے ہو؟ کیا تم اس کو (انسان کی صورت میں) پیدا کرتے ہو۔

= اَمْ: یا (ہم پیدا کرنے والے ہیں)۔ یقیناً تم تخلیق بشر نہیں کرتے ہم ہی کرتے ہیں)

٥٦ : ٦٠ = قَدَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تقدیر (تفعیل) مصدر سوچ سمجھ کر غور کر کے انداز کیا۔ ہم نے مرنے کو تمہارے درمیان اندازہ کر دیا۔ ٹھہرا دیا موت تمہارے درمیان حساب کے ساتھ مقرر کر دی کوئی اس کو کم وبیش نہیں کر سکتا۔

= مَسْبُوْقِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر سَبْقٌ (باب نصر) مصدر پیچھے چھوڑے گئے یعنی جن کو پیچھے چھوڑ کر دوسرے آگے بڑھ جائیں سبقت لے جائیں۔ مراد عاجز

نَحْنُ کو قَدَّرْنَا سے پہلے لانا مفید حصر ہے اور مفید اختصاص ہے یعنی موت کی تقدیر و توقیت ہمارا ہی کام ہے جیسے تخلیق صرف ہمارا ہی فعل ہے اور کوئی اسے نہیں کر سکتا

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔ بحالیکہ کوئی ہم سے موت کے معاملہ میں سبقت نہیں رکھتا۔ اور ہم مغلوب نہیں ہیں۔ کوئی ہم پر غالب نہیں ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہو گا۔ کہ کوئی ہم کو عاجز نہیں کر سکتا کہ موت سے بھاگ جائے یا وقت موت کو بدل دے۔ (تفسیر مظہری)

٥٦ : ٦١ = عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ۔ اَنْ مصدریہ ہے نُبَدِّلَ مضارع معروف جمع متکلم۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل)، تمہارے عوض میں لے آئیں۔ یعنی تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں۔ اَمْثَالَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری طرح کے۔ تم جیسے، تمہاری مثل

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

یہ قَدَّرْنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا ہے اور ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہاری جگہ تمہارے عوض دوسروں کو لے آویں۔

یا قَدَّرْنَا سے اس کا تعلق ہے اور علٰی بمعنی لام (یعنی لام علت) کے ہے اور علٰی علت ہے اَنْ قَدَّرْنَا کی۔ یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اس لئے کہ تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئیں۔

یا مَسْبُوْقِیْنَ سے اس کا تعلق ہے یعنی ہم مغلوب نہیں ہیں کہ تمہارے عوض تمہاری جگہ دوسروں کو لانے کی ہم کو قدرت نہ ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امثال بمعنی مقام و مکان نہ ہو بلکہ اس کا معنٰی ہو صفت و حالت یعنی ہم اس امر سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری حالت اور صفت کو بدل دیں۔ اور مرنے کے بعد تم کو ان احوال میں پیدا کریں جن کو تم نہیں جانتے۔ یعنی ثواب و عذاب،

مثل بمعنی صفت۔ دوسری آیت میں آیا ہے فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (۱۳ : ۳۵) جس باغ کا جنتیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ ...... الخ۔

= وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : واؤ عاطفہ نُنْشِئَكُمْ۔ نُنْشِئُ مضارع جمع متکلم اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہم تم کو پیدا کر دیں یا ہم تم کو پیدا کر دیں گے۔ فِیْ ای فی الھیئۃ و الحالۃ مَا موصولہ لَا تَعْلَمُوْنَ صلہ۔ یعنی ہم تم کو ایسی ہیئت و حالت میں پیدا کر دیں کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو۔

۵۶ : ۶۲ = النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى موصوف و صفت، پیدائش اول (یعنی کس طرح ایک جرثومہ حقیر سے تمہارا آغاز ہوا اور کن مختلف مدارج سے گذار کر تمہیں ایک مکمل انسان بہمہ صفت موصوف بنایا۔

= فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ لَوْ لَا۔ ھَلَّا۔ کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۵۷ متذکرہ بالا

= تَذَكَّرُوْنَ ۝ مضارع جمع مذکر حاضر، تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ تم دھیان رکھتے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں نصیحت پکڑتے، پھر کیوں تم سبق نہیں لیتے (کہ جو ذات تمہاری نشاۃ اولیٰ پر قادر ہے وہ تمہارے مرنے کے بعد نشاۃ اُخریٰ پر بھی قدرت رکھتا ہے)

۵۶ : ۶۳ = اَفَرَاَیْتُمْ ملاحظہ ہو آیت ۵۸ متذکرۃ الصدر۔ و آیت (۲ : ۴۴) بھلا دیکھو تو

بھلا تم نے (غور) سے دیکھا ہے۔

= مَا تَحْرُثُوْنَ : مَا موصولہ تَحْرُثُوْنَ جمع مذکر حاضر، حَرْثٌ (باب نصر) مصدر بمعنی بونا۔ صلہ۔ جو تم بوتے ہو۔ حَرْثٌ کھیتی، حاصل مصدر۔

فائدہ آیت ۵۷ سے لے کر آیت ۷۴ تک دلائل حشر و توحید بیان فرمائے ہیں آیت ۵۷ سے ۶۲ تک انسان کی پیدائش کے متعلق بیان ہے۔

فرمایا۔ انسان کی تخلیق و تصویر میں مطلقاً خدا تعالیٰ ہی کو قدرت ہے۔

پھر فرمایا۔ وہ اگر نشأۃ اولیٰ پر قادر ہے تو نشأۃ ثانیہ اس ہی کے ہاتھ میں ہے آیت ۶۳ سے لے کر ۶۷ تک کھیتی اور نباتات کے اگانے اور اس کو پھول و پھل سے بارآور کرنے کے متعلق ہے۔ آیت ۶۸ سے ۷۰ تک پانی کے متعلق آیت ۷۱ سے ۷۴ تک آگ کے متعلق بیان کر کے فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ:

۵۶ : ۶۴ = ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ جملہ استفہامیہ انکاری ہے تَزْرَعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر زَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے، تم اگاتے ہو، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَا موصولہ کے لئے ہے۔

حَرْثٌ دانہ کو زمین میں بکھیرنا۔ بونا۔ زَرْعٌ : زمین میں بکھرے ہوئے یا بوئے ہوئے دانہ کو اگانا۔ اس کی پرورش کر کے اس کو بڑھانا۔ اور اس کی غایت تک اس کو پہنچانا۔ آدمی کا کام محض بونا ہے اور اس کو اگانا۔ اس کی پرورش کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں ہے

= اَمْ بمعنی بَلْ۔ یعنی بوئے ہوئے دانہ کو اگانا۔ پرورش کر کے اس کی غایت تک لے جانا ہماری قدرت میں ہے اس کی زراعت تم نہیں کرتے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا: ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۸۰ : ۲۴-۳۲)

انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارہ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے

چار پایوں کے لئے بنایا۔

= الزّٰرِعُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر زَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ کھیتی کرنے والے۔

۵۶: ۶۵ = لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰہُ حُطَامًا۔ لَوْ حرف شرط نشآءُ مضارع جمع متکلم مَشِیَّۃٌ (باب فتح) مصدر۔ ہم چاہیں۔ نَشَآءُ کا مفعول محذوف ہے ای لَوْ نشآءُ تَحْطِیْمَ ذٰلِكَ الزّرع اگر ہم اس کھیتی کو چورا چورا کرنا چاہیں۔ یہ جملہ شرطیہ ہے لَجَعَلْنٰہُ حُطَامًا جواب شرط ہے۔ لام جواب شرط کے لئے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر الزرع کے لئے ہے۔ حُطَامًا ریزہ ریزہ چورا چورا۔ روندن۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے اسے حطام کہتے ہیں یہ حَطْمٌ باب ضرب سے مشتق ہے۔ حَطْمٌ روندنا۔ توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔

اُدْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ (۲۷: ۱۸) اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالے۔

اور جگہ بمعنی بھڑ کانی ہوئی آگ آیا ہے جیسے:۔

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَۃُ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ۔ (۱۰۴: ۵: ۶) اور آپ کو کیا سمجھائے کہ الحطمۃ کیا ہے وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

حُطَامًا مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا۔

= فَظَلْتُمْ۔ اصل ظَلِلْتُمْ تھا۔ چونکہ دو لاموں کا اکٹھا ہونا ثقیل تھا اور پھر کسرہ میں اور بھی ثقل تھا۔ تو لام اول کو ساقط کر دیا گیا اور ظاء اپنے فتحہ پر باقی رہا۔

ظَلَّ بمعنی صِرْتُمْ۔ تم ہو گئے۔ تم سارا دن لگے رہو۔ تم برابر لگے رہو۔ ظَلَّ میں اکثر دن کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے کہ بَاتَ میں رات کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

ظَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ظَلٌّ و ظُلُوْلٌ (باب سمع) مصدر سے۔

= تَفَکَّھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تفکُّہٌ (تفعل) مصدر۔

مختلف علماء نے اس کے مختلف معانی کئے ہیں:

۱:۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ تفکہ طرح طرح کے میووں سے نُقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ نُقل مجلس کے لئے باتیں بنانے کو بھی تفکہ کہتے ہیں۔

۲:۔ عطاء، کلبی، مقاتل اور فراء نے یہاں تعجب کے معنی کئے ہیں۔

۳:۔ مجاہد، حسن بصری، قتادہ نے اس کا ترجمہ تَنْدِمُوْنَ کیا ہے یعنی تم نادم ہونے لگو۔

۴:۔ عکرمہ نے باہم ملامت کرنے اور الاہنا دینے کے معنی کئے ہیں۔
۵:۔ کسائی نے تصریح کی ہے کہ تفکہ مافات پر افسوس کرنے کو کہتے ہیں۔
یہ لغت اضداد میں سے ہے۔ اہل عرب تفکہ کا استعمال تنعّم اور عیش کوشی کے لئے بھی کرتے ہیں۔ غم اور تاسّف کے لئے بھی۔
۶:۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تَفَکَّہَ بروزن تَفَعَّلَ ہے یہ تَاَثَّمَ کی طرح ہے جس کے معنی اثم کو دور کر دینے یعنی گناہ سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ پس تفکہ کے معنی ہوئے اس نے "فاکہہ" کو دور کر دیا یعنی وہ میووں کے مزہ سے جدا ہو گیا۔ اور جو شخص کہ نادم و غمگین ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ مزوں سے دور رہتا ہے۔
تَفَکَّھُوْنَ اصل میں تتفکھون تھا ایک تار حذف ہو گئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے:۔
اگر ہم چاہیں کہ کھیتی کو چورا چورا بنا دیں وہ نہ تمہاری خوراک بن سکے نہ تمہارے چوپایوں کا چارہ پھر تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ۔
وقال بعض العلماء: تفکھون بمعنی تندمون علیٰ ماخسرتُمْ من الانفاق علیہ کقولہ تعالیٰ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْھَا (۱۸:۴۲)
بعض علماء نے کہا ہے کہ:۔
تفکھون کے معنی ہیں جو کچھ اس نے اس کھیتی پر خرچ کیا تھا اور اس کے چورا چورا ہونے پر جو وہ خرچ ضائع ہو گیا اس پر نادم ہونا اور کف افسوس ملنا۔ جیساکہ ارشادِ الٰہی ہے الآیۃ (۱۸:۴۲)
ترجمہ:۔ جو کچھ اس نے (اپنے باغ پر) خرچ کیا تھا (اس کے ضائع ہونے پر) کف افسوس ملتا رہ گیا۔
۵۶:۶۶ ــــ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ، یہ جملہ اور اگلا جملہ تفکھون کے فاعل سے حال ہے۔
ای قائلین انا لمغرمون۔ لام تاکید کا ہے مُغْرَمُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر اِغْرَامٌ (افعال) مصدر۔ غرم مادّہ۔ تاوان زدہ۔ اَلْغُرْمُ (مفت کا تاوان یا جرمانہ) وہ مالی نقصان جو کسی جرم یا خیانت کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (ہائے) ہم مفت کے تاوان میں پھنس گئے۔
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
فَھُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (۵۲:۴۰) کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔
جو تکلیف یا مصیبت انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (٢٥: ٦٥) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔

٥٦ : ٦٧ = بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُوْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ یعنی (ہائے) ہم مفت میں تاوان میں پھنس گئے اور نہ صرف اپنے خرچ کردہ مال پر بھی گھاٹے میں رہ گئے بلکہ بالکل ہی محروم ہوگئے۔

٥٦ : ٦٨ = اَفَرَاَیْتُمْ :.... الخ ملاحظہ ہو ایت نمبر ٥٨ متذکرۃ الصدر۔

٥٦ : ٦٩ = ءَاَنْتُمْ : ہمزہ استفہامیہ۔ اَمْ بمعنی یا ہے کیا تم.... یا ہم نازل کرنے والے ہیں

٥٦ : ٧٠ = لَوْ نَشَآءُ جملہ شرطیہ ہے۔ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا جوابِ شرط۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلْمُزْنِ کی طرف راجع ہے۔ اُجَاجًا مفعول ثانی جَعَلْنَا کا سخت گرم اور سخت کھاری پانی اج ج مادہ۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (٢٥: ٥٣) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا۔

یہ اُجَاجٌ، اجیج النار (شعلۂ نار یا اس کی شدید تپش اور حرارت) وَاَجَّجْتُهَا وَقَدْ اَجَّجْتُ (میں نے آگ بھڑکائی اور وہ بھڑک اٹھی) وغیرہ محاورات سے ماخوذ ہے

= فَلَوْلَا : فَهَلَّا۔ پھر کیوں نہیں۔ ف سببیہ ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ٧٥ متذکرۃ الصدر

= تَشْكُرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ شُكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم شکر کرتے ہو تم احسان مانتے ہو۔

٥٦ : ٧١ = اَفَرَاَیْتُمْ : ملاحظہ ہو آیت ٥٨ متذکرۃ الصدر۔

= اَلَّتِیْ تُوْرُوْنَ : اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث، تُوْرُوْنَ صلہ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِیْرَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم سلگاتے ہو۔ تم روشن کرتے ہو۔ اِیْرَاءٌ کے معنی چقماق سے آگ نکالنے کے ہیں۔

وَارَیْتُ كَذَا۔ کے معنی کسی شے کو چھپانے کے ہیں۔ جیسے کہ کلام پاک میں آیا ہے قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ (٧: ٢٦) ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے۔

بطور فعل لازم تَوَارٰی بمعنی چھپ جانا ہے۔ جیسے کہ آیت حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (٣٨: ٣٢) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔

اور وَرَیٰ یَرِیۡ وَرۡیٌ ۔ چقماق کا آگ دینا۔ گویا اس میں آگ کے پوشیدہ ہونے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ وری حروفِ مادّہ

۵۶ : ۷۲ = ءَ اَنۡتُمۡ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ کیا؟

= اَنۡشَاۡتُمۡ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اِنۡشَاءٌ (افعال) بمعنی پرورش کرنا۔ پیدا کرنا۔ (کیا) تم نے پیدا کیا۔

= شَجَرَتَهَا، مضاف مضاف الیہ۔ شَجَرَۃَ درخت۔ واحد مؤنث ہے۔ اس کی جمع شَجَرٰتٌ آتی ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اُس کا درخت۔ یعنی وہ آگ جس کو تم سُلگاتے ہو اس کا درخت۔ (عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ سلگاتے تھے ایک لکڑی کو دوسری لکڑی کے اوپر رکھتے تھے اور اس طرح رگڑ کر آگ برآمد کرتے تھے اوپر والی لکڑی کو زَنۡدٌ اور نیچے والی کو زَنۡدَہ کہتے تھے۔

شَجَرَتَهَا ۔ اس آگ کا درخت یعنی مرخ اور عقار۔ مرخ کو اوپر سے رگڑتے تھے دونوں لکڑیاں ہری ہوتی تھیں۔ دونوں کے رگڑنے سے پانی نکل آتا تھا اور آگ روشن ہو جاتی تھی

= اَمۡ ۔ بمعنی یا۔

= اَلۡمُنۡشِئُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر اِنۡشَاءٌ (افعال)، مصدر سے۔ پیدا کرنے والے پرورش کرنے والے۔

۵۶ : ۷۳ = جَعَلۡنٰهَا ۔ میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے۔

= تَذۡكِرَةً : یاددہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز، بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے جَعَلۡنَا کا مفعول ثانی۔ وَمَتَاعًا فائدہ اور تمتع کی چیز۔ اسبابِ خانہ، جمع اَمۡتِعَۃٌ ۔ کَلَامٌ کے وزن پر۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ جَعَلۡنَا کا مفعول ثالث۔

= اَلۡمُقۡوِيۡنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اَلۡمُقۡوِیۡ واحد۔ اِقۡوَاءٌ (افعال)، مصدر قِوَاءٌ یا قُوَّۃٌ ماخذ۔ اس لفظ کے ترجمہ میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے:

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مُقۡوِیۡنَ کا ترجمہ کیا گیا ہے مسافر، یہ لفظ قِوَاءٌ سے مشتق ہے قواء کا معنی ہے ویران، بیابان۔ جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ آبادی سے دور۔ سو مسافروں کو بہ نسبت اہل اقامت آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ درندوں اور جنگلی جانوروں سے حفاظت کے لئے وہ اکثر اوقات رات کو آگ روشن رکھتے ہیں (کہیں ٹیلے یا پہاڑی پر) آگ جل رہی ہو تو مسافروں کو راستہ

مل جاتا ہے پھر سردی کی وجہ سے ان کو تاپنے کی اور جسم کو سینکنے کی بھی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اسی لئے مسافروں کے لئے فائدہ رساں ہونے کا ذکر کیا۔ اکثر اہل تفسیر نے مُقْوِیْن کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

ترجمہ:۔ ہم نے ہی اس کو مسافروں کے لئے نصیحت اور فائدہ مند چیز بنایا۔

۵۶:۷۴ = فَسَبِّحْ اس میں ف سببیہ ہے سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ پس تو تسبیح پڑھ۔ تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔

= بِاسْمِ رَبِّكَ اس میں لفظ اِسْمِ زائد ہے اور مراد ہے ذات، یعنی اپنے رب کی پاکی بیان کر۔ بَ بھی زائدہ ہے کیونکہ فعل تسبیح بغیر ب کے متعدی ہے۔

۵۶:۷۵ = فَلَآ اُقْسِمُ۔ ف تعقیب کا ہے۔ سو، پس، لَآ اُقْسِمُ اس میں متعدد اقوال ہیں:۔

۱:۔ لا مزیدہ تاکید کے لئے ہے۔ کلام کو پرزور بنانے کے لئے اس کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی میں پختہ قسم کھاتا ہوں۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۵۷:۲۹) تاکہ اچھی جان لیں اہل کتاب کہ وہ خدا کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔

۲:۔ بعض عالموں کا کہنا ہے: کہ لَآ اُقْسِمُ سے علیحدہ ہے۔ اس سے کافروں کی نفی مراد ہے کافر قرآن کو جادو، شعر، کہانت کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔۔۔۔۔

۳:۔ بعض کے نزدیک لَا نفی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب حقیقت الامر واضح ہے قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم نہیں کھاتا۔ مجھے قسم کھانے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

= بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ: ب حرف جر۔ مواقع النجوم مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ مَوٰقِعِ اترنے کی جگہیں، ڈوبنے کی جگہیں۔ اسم ظرف جمع (مَوْقِعٌ واحد) وقُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔

قسم ہمیشہ کسی اہم چیز کی کھائی جاتی ہے۔ اہمیت وعظمت جلال کی ہو یا قدر وقیمت کی ہو یہاں آیت ہذا میں یا تو ان اوقات کی قسم کھائی گئی ہے جب پچھلی رات ستارے گوشۂ مغرب میں اترتے ہیں۔ کہ یہ وقت عبادت گذاروں کے لئے ایک خاص لذت وکیفیت کا ہوتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کی طرف سے محبت و برکت کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔

یا ستاروں کی منزلوں کی قسم کھائی ہے (یہاں مصطلحہ منزلیں مراد یعنی ضروری ہیں) کہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کامل اور قدرت عظیمہ کا اظہار ہوتا ہے۔

اور اگر نجوم سے مراد آیات اللہ لی جائیں تو بمواقع النجوم سے مراد انبیاء علیہم السلام کے قلوب صافیہ ہوں گے۔ یا ان کے قلوب پر آیاتِ کلام الٰہی کا اترنا مراد ہوگا۔ (قاموس القرآن)

= وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان لام تاکید کا قَسَمٌ موصوف۔ عَظِیْمٌ صفت: مل کر اِنَّہٗ کی خبر، لَوْ تَعْلَمُوْنَ جملہ معترضہ ہے، اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔

وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ واؤ عاطفہ، اِنَّہٗ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ضمیر شان) لام تاکید کے لئے لَوْ حرف شرط۔ لو تعلمون جملہ شرطیہ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ عَظِیْمٌ جواب شرط۔

یہاں کلام یوں ہوگا۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی بابرکت قرآن ہے

۵۶ : ۷۷ = اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ: اِنَّہٗ (ملاحظہ ہو آیت ۷۶، متذکرۃ الصدر) لام تاکید کا ہے کَرِیْمٌ۔ بزرگ، بڑا۔ عزت والا۔ کَرُمَ (باب کرم) سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔

۵۶ : ۷۸ = فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ۔ کہ یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ کتب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن کا عند اللہ محفوظ ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۵:۹) اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں

(المفردات راغب)

مَکْنُوْنٌ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ کَنٌّ (باب فتح) مصدر سے بمعنی چھپانا۔

جسم کو دھوپ سے، لڑکی کو نظر سے، راز کو دل میں۔ قرآن مجید میں ہے بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ۔ (۳۷:۴۹) محفوظ انڈے: لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲:۲۴) چھپائے ہوئے موتی اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ کَنَنْتُ الشَّیْءَ وَکُنًّا کسی شی کو

کنّ میں محفوظ کر دینا۔ کِنٌّ کی جمع اَکْنَانٌ ہے

یہ قرآن کریم کی صفت دوم ہے (پہلی صفت کَرِیْمٌ اوپر مذکور ہو چکی)

۵۶ : ۷۹ == لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ، لَا یَمَسُّ فعل مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں چھوتا۔ مَسٌّ (باب فتح) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع القرآن ہے۔

اَلْمُطَهَّرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، تَطَهُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ خوب پاک وصاف رہنے والے۔ اصل میں مُتَطَهِّرُوْنَ تھا۔ ت کو ط سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

ترجمہ:۔ اس کو بغیر پاک وصاف لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ تیسری صفت ہے قران کریم کی۔

۵۶ : ۸۰ == تَنْزِیْلٌ ، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے: اتارنا۔ تنزیل اور انزال میں یہ فرق ہے کہ تنزیل میں ترتیب وار اور یکے بعد دیگرے تفریق کے ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے۔ اور انزال عام ہے ایک دم کسی شے کے اتارنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی۔

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ: رب العلمین کی طرف سے ترتیب وار نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔

جملہ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ مع اگلی تین صفات کے جوابِ قسم ہے:

۵۶ : ۸۱ == اَفَبِهٰذَا الْحَدِیْثِ ف عاطفہ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ هٰذَا الْحَدِیْثِ سے مراد قرآن کریم ہے۔

پھر کیا اس کلام (یعنی قرآن) کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو۔ اس کے ساتھ لاپرواہی برتتے ہو۔ اس کو نظر انداز کرتے ہو۔

== اَنْتُمْ خطاب اہل مکّہ سے ہے۔

== مُدْهِنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر۔ مادہ دھن سے مشتق ہے۔ الدُّهْنُ بمعنی تیل، چکناہٹ۔ جمع اَدْهَانٌ۔

بعض نے کہا ہے کہ دِهَانٌ کے معنی تلچھٹ کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵ : ۳۷) تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

اِدْهَانٌ کے اصل معنی ہیں چکنا کرنا۔ تیل لگانا۔ مجازاً اس کا اطلاق فریب کاری

چکنی چپڑی مگر اصول اور عقیدہ سے گری ہوئی باتیں کرنے پر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ: (۹:۶۸) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے۔ یعنی اگر آپ ان کی خاطر اپنے بعض اصول و عقائد کو جو انہیں ناپسند ہیں چھوڑ کر ان کے ساتھ نرمی اور رواداری کا سلوک کریں تو یہ بھی اپنی مخالفت میں نرمی اختیار کر لیں گے۔

مُدْهِنُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

مُدْهِنُوْنَ۔ اِدْهَانٌ کا لغوی معنی ہے نرم کرنے کے لئے تیل کا استعمال۔ مجازاً اخلاق اور معاملات کو بظاہر نرم کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بمعنی نفاق ہونے لگا۔ تو آیت هٰذا وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ میں یہی نفاق والا معنی مراد ہے۔

قاموس میں ہے:۔

دَهَنَ نفاق کیا۔ مداہنت اور ادھان (باب مفاعلۃ وانفعال) جو بات دل میں ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا۔ پھر تکذیب کرنے والے اور جھٹلانے والے کو مُدْهِن کہا جانے لگا۔ خواہ وہ منافقت نہ کرے۔ اور تکذیب و کفر کو نہ چھپائے۔ بغوی نے اس کی صراحت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے مُدْهِنُوْنَ کا ترجمہ کیا ہے جھٹلانے والے، اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ مُدْهِنُوْنَ انکار کرنے والے۔

۵۶:۸۲ = وَ تَجْعَلُوْنَ، میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف مُدْهِنُوْنَ پر ہے۔

رِزْقَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول تجعلون کا اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ الجملہ مفعول ثانی اور تم نے اپنی روزی بنالی کہ تم جھٹلایا کرو، (تفسیر حقانی) رزق بمعنی حصہ، نصیب۔ ترجمہ اس صورت میں ہوگا:

قرآن کریم سے تم اپنا حصہ اور نصیب تکذیب کو قرار دیتے ہو (تفسیر مظہری)

۵۶:۸۳ = فَلَوْلَا۔ ای هَلَّا۔ کیوں نہیں۔

= اِذَا۔ ظرف زمان۔ جب، جس وقت

= بَلَغَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پہنچی،

= اَلْحُلْقُوْمَ۔ حلق۔ گلا۔ حَلَاقِيْمُ جمع۔ بَلَغَتْ کا مفعول ہے۔ بَلَغَتْ کا فاعل محذوف ہے ای النَّفْسُ وَ الرُّوْحُ۔ ترجمہ:۔ بھلا جب روح (یا جان) گلے میں آ پہنچتی ہے۔

۵۶: ۸۴ = وَاَنْتُمْ : میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ حال ہے بَلَغَتْ کے فاعل سے۔ حِيْنَئِذٍ مرکب اضافی ہے حِيْنَ مضاف اور اِذْ مضاف الیہ سے بمعنی اس وقت۔ اَنْتُمْ سے مراد ہے میت کے لواحقین جو جان کنی کی حالت میں مبتلا مرنے والے کے ارد گرد بیٹھے ہوتے ہیں۔

= تَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَظْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم دیکھتے ہو۔ تم دیکھو گے مطلب یہ کہ مرنے والا مر رہا ہوتا ہے اور تم بے لبسی کی حالت میں اس کو مرتے دیکھ رہے ہوتے ہو۔

۵۶: ۸۵ = وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ۔ اَقْرَبُ قُرْبٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ قریب تر، زیادہ نزدیک۔ مِنْكُمْ خطاب ہے، ان سے جو مرنے والے کے گرد اس کو نزع کی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ اِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مریض جو کہ نزع کی حالت میں ہے۔

بیضاوی نے لکھا ہے۔

عبر عن العلم بالقرب الذی ھو اقوی سبب الاطلاع : علم کو قرب سے تعبیر کیا ہے کیونکہ قرب ہی علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

بغوی نے کہا ہے۔

ہم اس کی حالت کو جاننے، اس پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کو دیکھنے میں تم سے قوی تر ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک قربِ خدا سے مراد اللہ کے فرشتوں کا قریب الموت آدمی سے قُرب ہے جو روح کو قبض کرتے ہیں۔ اور ماحول کے آدمیوں کی نسبت اس آدمی کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

جملہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ : حال ہے تَنْظُرُوْنَ کے فاعل سے۔

۵۶: ۸۶ = فَلَوْلَا۔ یہ تکرار پہلے لَوْلَا کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب محذوف ہے۔

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:۔

الدین۔ الذل۔ والمدین: اَلْعَبْدُ والمدینۃ الامۃ المملوکۃ، کانھما

اذلهما العمل۔

یعنی دین کا معنی سرافگندی اور تابعداری ہے غلام کو مدین اور کنیز کو مدینہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں اپنے مالک کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے حکم سے اسے سرتابی کی مجال نہیں ہوتی، (ضیاء القرآن)

غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ۔ ای غیر مملوکین۔ کسی کے تابع فرمان اور تابع حکم نہ ہونا۔ غیر مدینین کے معنی غیر محاسبین وغیر مجزیین۔ یعنی جن کا اللہ کے ہاں نہ محاسبہ ہوگا نہ جزا وسزا ان کو ملے گی۔

اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو یا تمہارا عقیدہ ہے کہ تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو اور نہ ہی بعد الموت تمہارا حساب کتاب ہوگا اور نہ ہی تمہارے اعمال کی جزاوسزا ہوگی (تو پھر کیوں تم مرنے والے کی رُوح کو لوٹا نہیں دیتے۔)

= تَرْجِعُوْنَهَا۔ ترجعونَ مضارع جمع مذکر حاضر رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع النفس الروح ہے۔ تم اس کو لوٹا دیتے ہو۔ تم اس کو پھیر لاتے ہو۔

آیات کی ترتیب کچھ یوں ہوگی! اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ (و) اِنْ كُنْتُمْ (فی ذٰلِكَ) صٰدِقِیْنَ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الرُّوْحُ الْحُلْقُوْمَ تَرْجِعُوْنَهَا۔ اگر تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو کسی کا تم پر حکم نہیں چلتا تم اپنی من مانی کر سکتے ہو اور تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ مرنے کے بعد نہ تمہارا حساب ہوگا اور نہ تمہیں تمہارے کئے کی سزاوجزاء ملیگی اور اگر تم اس میں حق پر ہو تو پھر ایک قریب المرگ (ساقی) جس کی جان حلق تک آگئی ہو تو کیوں اس کی جان کو واپس اس کے جسم میں لوٹا نہیں دیتے۔ کیوں اس وقت کمال بے بسی میں اسے تک رہے ہوتے ہو اور حال یہ ہے کہ ہم تمہاری نسبت اس مرنے والے کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت سے تمہارے سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں۔ لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔

دوسرا لَوْلَآ پہلے لَوْلَآ کی تائید میں ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَوْلَا تَرْجِعُوْنَهَا جواب شرط ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ذیلی شرط ہے اور پہلی شرط کا جواب ہی اس شرط کا جواب ہے۔

٥٦ : ٨٨ = اس آیت سے لے کر آخر تک متذکرہ بالا میت کے مرنے کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے = فَاَمَّا فَ بمعنی پس۔ پھر۔ اَمَّا۔ سو۔ لیکن۔ حرف شرط ہے۔ کبھی حرف تفصیل

ہوتا ہے۔ جملے اور دو شیئوں میں ایک کے معنی دیتا ہے جیسے اَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲:۴۱) تم دونوں میں سے ایک تو (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ (اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا۔)

کبھی اَمَّا ابتداء کلام کے لئے آتا ہے جیسے اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتٰبِهٖ :

= اِنْ۔ حرف شرط ہے اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ جملہ شرط ہے۔ فَرَوْحٌ ای فَلَهٗ رَوْحٌ جواب شرط ہے۔ فَاَمَّا کا جواب ہے۔

اِنْ كَانَ میں ضمیر واحد مذکر غائب المتوفی کے لئے ہے۔

= اَلْمُقَرَّبِيْنَ۔ نزدیک کئے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر آیت ۱۰-۱۱ میں ہوا

۵۶:۸۹ = فَرَوْحٌ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے ای فلہ روح (باب نصر، سمع) سے مصدر ہے بمعنی فیض، راحت، رحمت، رَوِحَ يَرْوَحُ (باب سمع) وسیع وکشادہ ہونا۔

راغب نے اس کے معنی تنفس یعنی سانس لینے کے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ رَوْحٌ سے وسعت تصور پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے قصعۃ روحاء یعنی وسیع پیالہ۔ اور ارشاد الٰہی ہے :-
لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (مت ناامید ہو اللہ کے فیض سے) یعنی اللہ کی رحمت اور کشائش سے کیونکہ یہ بھی رَوْحٌ کا ایک جزو ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ تنفس باعث فرحت وسبب رحمت ہے اور اسی کے ذریعے خوشبو کا احساس ہوتا ہے اس لئے فرحت وتازگی، آسائش، خوشبو، نسیم کی خنکی اور خوش آئند ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے۔

چنانچہ امام بغوی نے مجاہد سے راحت کے اور سعید بن جبیر سے فرحت کے اور ضحاک سے مغفرت اور رحمت کے معنی نقل کئے ہیں۔

اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد سے رَوْحٌ کے معنی جنت اور ہوائے خوش آئند کے روایت کئے ہیں۔ (لغات القرآن)

= وَرَيْحَانٌ۔ واؤ عاطفہ ریحان بمعنی خوشبودار پودا یا پھول۔ ناز بو۔ روزی۔ رزق، ہر اگنے والی خوشبودار شے۔ معطوف ہے اس کا عطف رَوْحٌ پر ہے۔

= وَجَنَّتُ نَعِيْمٍ واؤ عاطفہ۔ جنت نعیم مضاف مضاف الیہ۔ نعمت وراحت کی جنت۔

پس جو شخص مقربین میں سے ہوگا۔ اس کے لئے راحت ہوگی، فراغت کی روزی اور نعمت وراحت کی جنت

۵۶ : ۹۰ = وَ اَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ اور اگر وہ ہوا داہنے والوں سے (اور جو شخص دائیں طرف والوں سے ہوگا۔ یہ اصحٰب الیمین وہی لوگ ہوں گے جو اوپر آیات ۸ - ۲۷ میں مذکور ہوئے۔ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب اگلا جملہ ہے۔

۵۶ : ۹۱ = فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ ف کے بعد یُقَالُ محذوف ہے۔

لفظی ترجمہ ہوگا:

اصحاب الیمین کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱:۔ اس متوفی سے کہا جائے گا تیرے دوسرے بھائیوں (اصحٰب الیمین) کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو

۲:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اس کو سلام کہے گا۔ اور خبر دے گا کہ تو اصحٰب الیمین میں سے ہے۔ اس صورت میں اَنْتَ مبتدا محذوف ہے اور من اصحٰب الیمین اس کی خبر ہے۔

۳:۔ یا خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے (یعنی اصحاب الیمین کی طرف) رنج و غم سے سلامتی ہے۔ ان کا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جس کو دیکھ کر آپ کو رنج و غم نہ ہوگا۔

۵۶ : ۹۲ = وَ اَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں، بہکوں میں ۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر) یہ مکذبین اور ضالین وہ ہوں گے جو اوپر آیت ۹ اور ۴۱ میں اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ اور اصحاب الشمال بیان ہوئے ہیں۔

اَلْمُکَذِّبِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر تکذیب (تفعیل) مصدر سے جھٹلانے والے۔

الضَّآلِّیْنَ : اسم صفت و اسم فاعل جمع مذکر۔ ضَلَالٌ باب سمع وضرب) مصدر بمعنی کج راہ ہونا دین سے پھرنا۔ حق راستہ سے پھرنا۔ بھٹکنا۔ اس کا واحد ضَآلٌّ ہے بمعنی کج راہ۔ بھٹکا ہوا۔ راہ بھولا۔ حیران۔ بے خبر۔

۵۶ : ۹۳ = فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ۔ ای فلہ نُزُلٌ ۔ فَ جواب شرط کے لئے نُزُل مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔ حَمِیْم نہایت گرم پانی من حمیم ای کائن من حمیم جو کھولتے ہوئے سخت گرم پانی پر مشتمل ہوگا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۵۴ متذکرہ بالا۔

مطلب ہے ان مکذبین ضالین کے لئے نہایت سخت گرم پانی پینے کو ملیگا۔

۵۶ : ۹۴ = وَ تَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ واؤ عاطفہ ، تصلیۃ جحیم مضاف مضاف الیہ۔ تَصْلِیَۃٌ بروزن

تفعلۃ (باب تفعیل کا مصدر ہے - نماز پڑھنا - درود پڑھنا - ایندھن کا آگ میں جلانا۔ لکڑی کا آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ یہاں دوزخ کی آگ میں جلنا مراد ہے ۔

جحیم ۔ دوزخ ۔ دہکتی آگ ، جحمٌ (باب سمع) مصدر سے مشتق ہے آگ کا زور سے بھڑکنا۔ جہنم کے سات طبقوں میں سے ایک کا نام ہے ۔

تَصْلِيَةُ کا عطف نُزُلٌ پر ہے - ای ولہ تصلیۃ جحیم اور اس کے لئے دوزخ کی آگ میں جلنا ہے۔

۵۶ : ۹۵ = اِنَّ ھٰذَا ۔ بے شک یہ۔

۱:۔ یعنی جو کچھ اس سورت میں جو کچھ ذکر ہوا ہے (روح المعانی)

۲:۔ قریب المرگ لوگوں کی یہ مذکورہ حالت (تفسیر مظہری)

= حَقُّ الْيَقِيْنِ :۔ اَلْحَقُّ هُوَ الْيَقِيْنُ ۔

۱:۔ حق اور یقین مترادف (ہم معنی) الفاظ ہیں ایسے مترادف الفاظ کی اضافت کو اضافۃ المترادفین کہتے ہیں۔ (دو ہم معنی الفاظ کی اضافت) اور یہ مبالغہ کے لئے آتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ ھٰذَا یقین الیقین و صواب الصواب بمعنی نہایت ہی یقینی ، نہایت ہی نیک کام نہایت ہی درست اور درست بات ، (روح المعانی)

۲:۔ کسی شے کی اضافت اپنی ہی طرف (دونوں الفاظ کے اختلاف کے باوجود) عربی کا اسلوب ہے قرآن مجید اور عربی کلام میں اکثر مستعمل ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ کہ حبل اور الورید ہم معنی ہیں۔ یا مَكْرَ السَّيِّئِ ۔(۳۵:۴۳) کہ مکر اور السیّئ دونوں ہم معنی ہیں ۔ (اضواء البیان)

آیت کا مطلب ہے کہ :

تحقیق یہ (مذکورہ بالا بیان) یقیناً صحیح یعنی حق الیقین ہے ۔

۵۶ : ۹۶ = فَسَبِّحْ ۔ ف ترتیب کا ہے سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر تو تسبیح بیان کر، تو پاکی بیان کر، تسبیح اصل میں ہر اس چیز سے جو اس کے کمال و جلال کے شایانِ شان نہیں پاکی ہے۔

= بِاسْمِ ۔ میں ب کو اسم پر جو کہ مفعول ہے داخل کیا گیا۔ حالانکہ فعل فَسَبِّحْ بذاتِ خود فعل متعدی ہے ۔ اور اس کے بغیر عبارت فَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے بھی وہی معنی ہیں جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے

ہوتی ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۸۷: ۱) اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو۔
لیکن مفعول پر ب تعدیہ کا داخل کرنا قرآن مجید میں اکثر آیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹: ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ
اس کے بھی وہی معنی ہیں جو وَهُزِّي إِلَيْكِ جِذْعَ النَّخْلَةِ کے ہیں۔
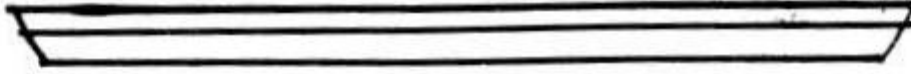
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(٥٧) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (٢٩)

٥٧ : ١ = سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط سَبَّحَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے پاکی بیان کی، اس نے تسبیح کی۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

اس جگہ (یعنی سورۃ الحدید) اور سورۃ حشر اور سورۃ صف میں سَبَّحَ بصیغہ ماضی اور سورۃ جمعہ میں اور سورۃ تغابن میں يُسَبِّحُ بصیغہ مضارع ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی پاکی کا اظہار ہمہ وقت ہے (ماضی و مضارع کے صیغوں میں ماضی، حال، مستقبل تمام زمانوں کا ذکر آگیا ہے۔) حالات اور اوقات کی تبدیلی سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔

سورۃ بنی اسرائیل میں بصورت مصدر ذکر کرنا اس ہمہ وقت تسبیح پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے (کیونکہ مصدر کی کسی زمانے کے ساتھ خصوصیت نہیں ہوتی۔ مصدر سے حدث استمراری معلوم ہوتا ہے)

فعل یسبح خود ہی متعدی ہے کیونکہ تسبیح کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو برائی سے دور کرنا اور پاک کرنا ہے۔ سَبَّحَ کا معنی ہے دور ہو گیا، چلا گیا۔

کبھی اس کے مفعول پر لام بھی آجاتا ہے جیسے نَصَحْتُهٗ اور نَصَحْتُ لَهٗ دونوں طرح سے مستعمل ہے۔ مفعول پر اس جگہ لام لانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق کی تسبیح خالص اللہ کے لئے ہے۔ (لِلّٰهِ)

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی ساری مخلوق عقل والی ہو یا محروم از عقل (گویا اس جگہ مَا کا لفظ ذوی العقول کو بھی شامل ہے)

بعض نے کہا ہے کہ مَا سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔

اور بعض اہل علم کے نزدیک جمادات وغیرہ (جو تسبیح کلامی و قولی سے فطرتاً محروم ہیں) کی تسبیح حالی مراد ہے یعنی یہ ساری چیزیں دلالت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر برائی (اور نقص و عجز) سے پاک ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ (جماد ہو یا نامی باشعور ہو یا بے شعور ہو ذی عقل ہو یا محروم از عقل) تمام موجودات میں اس کی نوع کے مناسب زندگی اور علم موجود ہے جیساکہ ہم نے سورۃ بقرۃ کی آیت وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲:۷۴) کی تفسیر میں وضاحت کردی ہے پس ہر چیز کی تسبیح مقامی ہے گو ہم اس کلام کو نہ سمجھیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (۱۷:۴۴)

= وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: جملہ حالیہ ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے:

۵۷:۲ = لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لام تخصیص کے لئے ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت۔

= يُحْيٖ مضارع واحد مذکر غائب اِحْيَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہی زندگی دیتا ہے۔ یا جان ڈالتا ہے۔

= يُمِيْتُ واحد مذکر غائب: اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر وہی موت دیتا ہے یا وہی زندگی سلب کرلیتا ہے۔

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے ای هُوَ يحيي ويميت

= وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ واؤ عاطفہ ہے هُوَ مبتدا قَدِيْرٌ خبر۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ متعلق خبر۔

۵۷:۳ = اَلْاَوَّلُ۔ ہر چیز سے پہلا۔ کوئی اس سے پہلے نہیں، ہر موجود چیز کو نیستی سے ہستی میں لانے والا وہی ہے۔

= اَلْاٰخِرُ ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔ ہر چیز اپنی ذات کے اعتبار سے فنا پذیر ہے اللہ تعالیٰ کا وجود اصل ہے جو قابل زوال نہیں۔

= الظَّاهِرُ ہر چیز سے بڑھ کر اس کا ظہور ہے۔ یہ ظُهُوْرٌ سے جس کے معنی ظاہر ہونے بلند جگہ پر ہونے اور قابو پانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

اسماء الٰہی میں الظاھر سے مراد وہ ذات عالی ہے جو ہر شے سے اوپر ہو اور ہر چیز پر غالب ہو۔

= اَلْبَاطِنُ سب سے چھپا ہوا۔ بَطْنٌ و بُطُوْنٌ سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے جو غیر محسوس ہو اور آثار و افعال کے ذریعہ سے اس کا ادراک کیا جائے۔ اس کی حقیقت

ذات سب سے مخفی ہے:

= وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ: اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

الازہری نے کہا ہے کہ:۔

اَلظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بمعنی العالم لما ظهر وبطن۔ جو ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس جاننے والا۔

بغوی نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا کہ:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آخر کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ایسے ہی اوّل کا علم بھی اسی کو ہے (یعنی مبدأ اور منتہاء دونوں کا علم اس کو ایک جیسا ہے) اور جیسے باطن کا علم ہے ویسا ہی ظاہر کا علم ہے (یعنی وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے) ظاہر اور پوشیدہ سب اس کے علم میں برابر ہے (تفسیر مظہری)

۵۷: ۴ = هُوَ الَّذِيْ: وہی تو ہے جس نے ......

= ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ پھر۔

= اِسْتَوٰى: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سوی حروف مادّہ۔ استویٰ علیٰ سواری پر جم کر بیٹھنا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔

اس استوار علی العرش کی کیفیت کیا ہے؟ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

یہ آیت متشابہات میں سے ہے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اس کی مراد کی تشریح نہ کی جائے کہ استویٰ علی العرش کا کیا مطلب ہے؟ کیا مُراد ہے؟ اس کو اللہ ہی کے سپرد کر دیا جائے۔

یعنی یہ ان متشابہات میں سے ہے کہ جن کی تشریح نہ شارع نے کی ہے نہ اپنی مراد بیان کی ہے؟ اور نہ قیاس کو اس میں دخل ہے (تفسیر مظہری)

اِسْتَوٰى کے متعلق لغات القرآن میں ذرا تفصیلی بحث ہے جو قاری کے فائدے کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

استویٰ۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔ اِسْتِوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

اِسْتِوَاءٌ کے جب دو فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے آتے ہیں۔ جیسے لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ (۵: ۱۰۰) برابر نہیں ناپاک اور پاک، اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے رہنے کے معنی آتے ہیں جیسے فَاسْتَوٰى

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (۵۳: ۶) پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔
اور وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَاسْتَوٰی (۲۸: ۱۴) جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں، استواء کے معنی میں کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

اور جب اس کا تعدیہ علٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ (۱۱: ۴۴) اور وہ کشتی جودی پر جا ٹھہری اور جیسے لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ (۴۳: ۱۳) اور تاکہ تم اس کی پیٹھ پر جا بیٹھو۔

اور جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنیٰ قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَى السَّمَآءِ (۲: ۲۹) پھر قصد کیا آسمان کی طرف،

اللہ تبارک و تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن و حدیث میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی بیان کئے گئے ہیں اور مخلوق کے اوصاف میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے۔ جیسے حی۔ سمیع۔ بصیر، کہ یہ الفاظ اللہ عزوجل کے لئے بھی استعمال کئے گئے ہیں اور بندے کے لئے بھی۔ لیکن دونوں جگہ اس کے استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔

کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک تو وہ آلہ جو سننے اور دیکھنے کا مبدأ اور ذریعہ ہے یعنی کان اور آنکھ۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض و غایت۔ یعنی وہ خاص علم جو آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے سے حاصل ہوتا ہے پس جب مخلوق کو سمیع و بصیر کہا جائے گا تو اس کے حق میں یہ مبدأ اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی۔ جن کی کیفیات ہم کو معلوم ہیں لیکن یہی الفاظ جب اللہ عزوجل کے متعلق استعمال کئے جائیں گے تو یقیناً ان سے وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں لئے جا سکتے جو مخلوق کے خواص میں داخل ہیں۔ اور جن سے جناب باری عز اسمہٗ قطعاً منزہ ہیں۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ سمع و بصر کا مبدأ و معاد اس ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت و سمع سے حاصل ہوتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔

رہا یہ کہ وہ مبدأ کیسا ہے اور دیکھنے اور سننے کی کیا کیفیت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سوال کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دیکھنا اور سننا مخلوق کی طرح نہیں ہے، غرض اسی طرح اس کی تمام صفات کو سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدأ اور غایت

کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ کسی آسمانی شریعت نے کبھی انسان کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان حقائق میں غور و خوض کر کے جو اس کی عقل و ادراک کی دسترس سے باہر ہیں بے کار اپنے عقل و دماغ کو پریشان کرے۔

اسی اصول پر **استواء علی العرش** کو بھی سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکّن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تختِ حکومت پر اس طرح قابض ہو کہ اس کا کوئی حصّہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ و تسلّط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدأ اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت۔ یعنی ملک پر پورا تسلّط اور اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔

سو حق تعالیٰ کے استوار علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے کہ تمام مخلوقات اور ساری کائنات پر پورا پورا تسلّط و اقتدار اور مالکانہ و شہنشاہانہ تصرف اور نفوذ بے روک و ٹوک اسی کو حاصل ہے

آیت شریفہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ۔ پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا۔ اور آفتاب ماہتاب اور ستارے (سب) اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اور آیت شریفہ: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط (۱۰: ۳) پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کام کی، کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔ سے بخوبی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے

رہا استوار علی العرش کا مبدأ اس کی ظاہری کیفیت و صورت، پس دیگر صفات سمع و بصر کی طرح یقیناً اس کی کوئی ایسی صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ اس میں مخلوق کی صفت اور حدوث کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ پھر وہ کیونکر اور کس طرح اس کی کیفیت کے لئے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۴۲: ۱۱) نہیں ہے اس طرح کا سا کوئی۔ اور ہمارا کیا مایۂ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کر سکیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ط وہ تو جو کچھ لوگوں

کے آگے پیچھے ہے سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (ترجمہ) استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے۔

قاضی ابو العلاء صاعد بن محمد نے کتاب الاعتقاد میں امام ابو یوسف کی روایت سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

(ترجمہ) کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی ذات کے متعلق ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اس طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کہے۔ (بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے سارے جہان کا،،

سچ ہے :۔ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
از ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

= یَلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وُلُوْجٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ داخل ہوتی ہے اسی سے وَلِیْجَۃٌ بمعنی گہرا دوست یا اندرونی دوست ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً (9 : 16)
اور خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ (جو زمین میں داخل ہوتا ہے) سے مراد پانی۔ نباتات کے تخم خزانے، مردوں کی لاشیں وغیرہ۔

مَا یَخْرُجُ مِنْھَا۔ (اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔ مثلاً کھیتی، گھاس، پودے۔ بخارات کانیں۔ اور قیامت کے دن مُردے بھی اسی سے زندہ ہو کر برآمد ہوں گے۔

وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (جو چیز آسمان سے اترتی ہے) جیسے بارش، فرشتے، برکات، اللہ کے احکام وغیرہ۔

وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا۔ (اور جو آسمان میں چڑھتی ہے) جیسے، بخارات، ملائکہ۔ بندوں کے اعمال، لوگوں کی روحیں وغیرہ۔

یَعْرُجُ مضارع واحد مذکر غائب عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ اُوپر

چڑھتا ہے۔

= وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو"

اللہ تعالیٰ کی معیت بے کیف ہے نہ جسمانی ہے نہ زمانی ہے نہ مکانی، ناقابل بیان ہے

۵۷: ۵ = وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ اور اللہ کی طرف ہی سب امور لوٹائے جائیں گے۔

صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

عالم سفلی سے لے کر عالم علوی تک اور جسمانی سے لے کر روحانی تک جن کے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضۂ قدرت میں ہیں۔اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے۔ سب کا میلان اسی طرف ہے۔

ہمہ رو سوئے تو بود وہمہ سو روئے تو بود۔

" مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم ورواج کی تقلید کے پتھر اس کے راستے میں حائل ہو کر اس کو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کے دور کرنے کو انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں"

تُرْجَعُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر، بمعنی لوٹانا۔

اور ر ج ع ، مادہ سے رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لوٹنا۔ (فعل لازم آتا ہے)

یہاں تُرْجَعُ۔ رَجْعٌ سے آیا ہے۔

جملہ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آیت ۲ کے شروع میں بھی آیا ہے اور یہاں اس کا تکرار ہے وہاں آغاز آفرینش کا ذکر کر کے یہ آیت ذکر کی تھی اور دوبارہ اب یہاں انجام امور کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے گویا آیت آغاز وانجام دونوں کی تمہید ہے۔ (تفسیر مظہری)

۵۷: ۶ = يُوْلِجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِيْلَاجٌ (افعال) مصدر۔ وہ داخل کرتا ہے

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ ۔ (وہی داخل کر دیتا ہے رات کو دن میں) یعنی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھاتا ہے اور دن کو گھٹا کر رات کو لمبا کرتا ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہوتی ہے چاروں طرف اندھیرا غالب ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی کم ہوتی جاتی ہے اور دن کی آمد آمد ہو جاتی ہے حتیٰ کہ رات بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ اور دن کی بادشاہت ہو جاتی ہے۔ پھر دن کی روشنی آہستہ آہستہ ماند پڑتی جاتی ہے اور رات کا تسلط ہوتا جاتا ہے تا آنکہ دن مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور رات کا غلبہ ہو جاتا ہے

= ذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جو سینوں میں ہے۔ یعنی دلوں کا بھید، سینوں کے

پوشیدہ راز۔

ذَاتُ ۔ ذُوْ کا مؤنث ہے اس کی جمع ذَوَاتٍ ہے اور یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔

صُدُوْر جمع ہے صَدْرٌ کی ، سینہ ، وہ خوب جانتا ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہے

۵۷ : ۷ == اٰمِنُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ، اِیْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ۔ تم ایمان لاؤ۔

اٰمِنُوْا اَمْنٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی بے خوف ہو جانا ۔ نڈر ہو جانا ہے ۔ مثلاً اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ (۷: ۹۹) کیا یہ لوگ خدا کے داؤں کا ڈر نہیں رکھتے۔

== وَاَنْفِقُوْا واؤ عاطفہ اس کا عطف اٰمِنُوْا پر ہے ۔ اور تم خرچ کرو۔

اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر سے ۔ تم خرچ کرو ،

== مِمَّا : مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے ۔ اس میں سے جو ۔۔۔۔۔

== جَعَلَكُمْ ۔ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ، اس نے (اللہ نے) تم کو بنایا ، اس نے تم کو کیا۔

== مُسْتَخْلَفِيْنَ ، اسم مفعول جمع مذکر اِسْتِخْلَافٌ (استفعال) مصدر سے ۔ جانشین بنائے ہوئے ۔ خلف مادہ ۔

مطلب یہ ہے کہ اس مال کا کچھ حصہ جس میں تصرف کرنے کے لئے اللہ نے تم کو اپنا قائم مقام بنایا ہے اس کی راہ میں خرچ کرو ، تمام مال پیدا کیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے ۔ وہی مالک بھی ہے ۔

یا یہ مطلب ہے کہ پچھلے گذشتہ لوگوں کا قائم مقام اللہ نے تم کو بنایا ہے ۔ پہلے وہ مالک اور متصرف تھے ۔ اب ان کی جگہ تم ہو اور آئندہ تمہاری جگہ اس مال کی ملکیت اور تصرف کا اختیار دوسروں کو ہوگا۔

جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ کہہ کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر آمادہ کرنا اور برانگیختہ کرنا مقصود ہے ۔

۵۷ : ۸ == مَا لَكُمْ ۔ تم کو کیا عذر ہے ۔ تم کیسے ہو ، تم کو کیا ہو گیا ہے ۔ تمہارے لئے کیا سبب ہے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۵۷ : ۱۰) اور

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔

اور دوسری جگہ ہے:۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ : (۲۵:۷) اور کہتے ہیں یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔

= وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ: جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ رسول تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کے لئے (برابر) بلا رہا ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا میں لام تعلیل کا ہے یہ اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا (مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ایْمَانٌ مصدر سے) نون اعرابی عامل کی وجہ سے گر گیا۔

= وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے ای وقبل ذلك قد اخذ الله ميثاقكم حين اخرجكم من ظهر آدم علیہ السلام بان الله ربكم لا اله لكم سواه۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا تھا جب اس نے تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے برآمد کیا۔ (اور کہا کہ) اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (۷: ۱۷۲) (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ) تو ہمارا پروردگار ہے۔

مِيْثَاقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر اَخَذَ کا مفعول۔ تمہارا میثاق، پختہ عہد۔ قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔

وَثِقَ يَثِقُ وُثُوْقٌ (باب ضرب) مصدر اعتماد کرنا۔ مطمئن ہونا۔ اَلْوَثَاقُ وَالْوِثَاقُ اس زنجیر یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھ دیا جائے۔

اور اَوْثَقَ (باب افعال) زنجیر میں جکڑنا۔ رسی سے کس کر باندھنا۔

مِيْثَاقٌ وہ عہد جو قسموں یا شرطوں سے جکڑ کر کیا گیا ہو۔ بمعنی پختہ و مضبوط عہد۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ (۸۹: ۲۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا۔

= اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ جملہ شرط ہے اور جواب شرط محذوف ،۔
۱۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو تردّد میں مت پڑو اور بغیر کسی تردّد کے ایمان لے آؤ (الیسر التفاسیر)
۲۔ تم جو اپنے خیال میں اللہ پر ایمان لانے کے مدعی ہو۔ اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ تفسیر مظہری)

۵۷ : ۹ = يُنَزِّلُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ نازل کرتا ہے
= عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندہ پر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
= اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ : موصوف و صفت مل کر يُنَزِّلُ کا مفعول کھلی اور واضح آیات ، یعنی قرآن
= لِيُخْرِجَكُمْ: لام تعلیل کا ہے تاکہ : يُخْرِجَ مضارع (منصوب بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، يُخْرِجَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا اس کا بندہ ۔ دونوں ہو سکتے ہیں۔
= الظُّلُمٰتِ ۔ یعنی کفر و جہالت ، ظلمٰت بمعنی اندھیرے ۔
= اَلنُّوْرِ۔ یعنی ایمان یا علم۔
= لَرَءُوْفٌ ۔ لام تحقیق ، بے شک ۔ رَءُوْفٌ مہربان ، شفقت کرنے والا۔ رَاْفَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی بہت رحم کرنا۔ بہت مہربان ہونا۔ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۵۷ : ۱۰ = وَمَا لَكُمْ اور تم کو کیا ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۷ : ۸ متذکرہ بالا۔
= اَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لا نفی سے۔ کہ (تم) نہیں (خرچ کرتے ہو) لا زائدہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اور تمہیں کیا عذر ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔
= وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ جملہ حالیہ ہے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے ۔ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مضاف مضاف الیہ آسمانوں کی اور زمین کی وراثت یعنی ملکیت)
میراث کا لفظ قرآن میں دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آیا ہے ۔
دوسری جگہ فرمایا۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳ : ۱۸۰) وِرَاثَةٌ اِرْثٌ اور تُرَاثٌ مصدر ہیں باب حَسِبَ سے۔ وِرَاثَةٌ اور اِرْثٌ کا اصل معنی ہے

بغیر بیع وشرار اور بلا ہبہ وغیرہ کسی کی طرف کسی مالی ملکیت کا دوسرے کی جانب منتقل ہونا۔

اسی مناسبت سے میت کے متروکہ مال کو جو میت کے بعد اس کے اقربار کے پاس منتقل ہوکر آتا ہے میراث کہا جاتا ہے۔

لیکن اس معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہیں، جن کے لئے وراثت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

۱:۔ بلا عوض اور بغیر مشقت کسی چیز کا مالک ہو جانا جس طرح مؤمنین صالحین جنت کے وارث ہوں گے اس صورت میں ایک کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ ابتداءً بلا انتقال ملکیت حاصل ہوتی ہے

۲:۔ علم یا کتاب کا وارث ہونا۔ اس صورت میں مال کی ملکیت نہیں ہوتی نہ منقولہ نہ ابتدائی، بلکہ ایک کا علم اس کے بعد دوسرے کو ملتا ہے یعنی جو علم یا دستور اسلاف کا تھا اخلاف اس کے حامل ہو جاتے ہیں جیسے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ علماء انبیاء کے علم کے حامل ہوتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ:۔

اَنْتَ اَخِیْ وَوَارِثِیْ۔ تم میرے بھائی اور میرے علم کے حامل ہو۔

اور قرآن مجید میں آیا ہے:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (۳۵:۳۲) پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کرلیا

اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالکِ حقیقی ہونا۔ اللہ سارے عالم کا وارث ہے۔ یعنی مالک حقیقی ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ کے وارث ہونے کا مطلب ہے کہ:۔ ہر چیز کا ظاہری باطنی، صوری، حقیقی اختیار اللہ کو ہونا اور کسی دوسرے کا کسی طرح مالک نہ ہونا۔ کیونکہ ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی؛

وَرِثَ عَنْهُ اور وَرِثَهٗ دونوں طرح مستعمل ہے۔ اِیْرَاثٌ (افعال) تَوْرِيْثٌ (تفعیل) وارث بنانا۔ کسی کو ورثہ میں شریک بنانا تَوَارُثٌ (تفاعُل) باہم وراثت کی طلب

= لَا يَسْتَوِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب: استواءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہے۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔

= مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ۔ اس جملہ کے بعد ایک اور جملہ محذوف ہے عبارت کچھ یوں بنے گی۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ

(وَ مَنْ اَنْفَقَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ)
تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور وہ شخص جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، برابر نہیں ہے۔ برابر نہیں ہو سکتا۔
اَنْفَقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی خرچ کرنا۔
اَلْفَتْحُ سے مراد فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔
= اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ۔ مراد ہیں وہ اصحاب جنہوں نے فتح مکہ سے قبل راہ حق میں خرچ کیا اور جنگ کی۔
= اَعْظَمُ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَظَامَۃٌ (باب کرم) مصدر سے بمعنی بہت بڑا۔ دَرَجَۃً تمیز۔ یعنی از روئے درجہ کے۔ بلحاظ درجہ کے۔
= كُلًّا۔ سب، سارے۔ كُلُّهُمْ ہر ایک، كُلٌّ لفظاً واحد ہے اور معنًی جمع اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے كُلٌّ کا مضاف ہونا ضروری ہے۔ اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔ جیسے وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (۲۱:۷۲) اور سب کو نیک بخت کیا۔
اور وَكُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۱:۸۵) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ یہاں آیت ہذا میں كُلًّا۔ ای وَعَدَ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْهُمْ۔
كُلًّا منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اور مضاف ہے هُمْ مضاف الیہ محذوف۔
اَلْحُسْنٰى افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے ای المثوبۃ الحسنٰی۔
عبارت کچھ یوں ہو گی:۔
وَكُلًّا مِّنْهُمْ وَعَدَ اللّٰهُ الْمَثُوْبَةَ الْحُسْنٰى، (ویسے تو) ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھے اور عمدہ ثواب یا اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔
۵۷: ۱۱ = مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ، مَنْ استفہامیہ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر اَلَّذِیْ اسم موصول۔ يُقْرِضُ اللّٰهَ اس کا صلہ۔ کون ہے وہ شخص جو دے اللہ کو قرض،
= قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق موصوف، حَسَنًا صفت، قرض حسنہ۔
بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرض حسنہ کی مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔
۱۔ حلال مال ہو۔

۲۔ اعلیٰ درجہ کی چیز ہو۔
۳۔ خود کو بھی اس کی اشد ضرورت ہو
۴۔ پوشیدہ طور پر دے۔
۵۔ احسان نہ جتائے۔
۶۔ اذیت نہ پہنچائے۔
۷۔ مقصد رضائے الٰہی ہو۔
۸۔ جتنا بھی خرچ کرے اسے تھوڑا خیال کرے

= فَيُضٰعِفَهٗ۔ ف جواب استفہام کے لئے۔ جملہ جواب استفہام ہے اور مضارع منصوب اسی وجہ سے ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع قَرْضًا حَسَنًا ہے۔ يُضٰعِفَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ بڑھا کر دیتا ہے۔ یا بڑھا کر دے۔

ترجمہ:۔ تاکہ اس کو بڑھا دے۔ بڑھا کر دے

= وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ: واؤ عاطفہ، لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرض دہندہ کے لئے ہے۔ اَجْرٌ كَرِيْمٌ موصوف وصفت۔ كَرِيْمٌ كَرَمٌ سے (باب کرم) سے مصدر۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے باعزت اجر۔

مطلب یہ کہ چند در چند بڑھا کر دینے کے علاوہ مزید باعزت شاندار اجر ملیگا۔

۵۷:۱۲ = يَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول ہے ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔ یاد کر اس دن کو جب...

= يَسْعٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَعْيٌ (باب فتح) مصدر۔ دوڑتا ہوا۔ یا تیزی سے چل رہا ہوگا۔

= بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ، بَيْنَ مضاف ہے اور اس کی اضافت اَيْدِيْ کی طرف ہے۔ اَيْدِيْ مضاف الیہ مضاف ہے هِمْ مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ، بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے سامنے ان کے قریب۔

= اَيْمَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَيْمَانٌ جمع ہے يَمِيْنٌ کی، دایاں ہاتھ اَيْمَانٌ مجازاً بمعنی قسمیں بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (۶:۱۰۹) اور یہ لوگ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں۔ کسی معاہدہ میں معاہدہ کو پکا کرنے کے لئے فریقین قسم کھا کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر

ہاتھ مارتے ہیں اسی فعل سے یمین بمعنی حلف مستعار لیا گیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

یاد کرو وہ دن جب تو مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھے گا کہ ان (کے ایمان) کا نور اُن کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔

= بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ ..... اس سے پہلے وتقول لھم الملئکۃ (فرشتے ان سے کہیں گے) عبارت مقدرہ ہے، خوشخبری ہے تم کو آج کے دن،

جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ..... ای لکم جنّٰتٌ..... الخ تمہارے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

= خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ جَنّٰتٌ سے حال ہے، درآں حالیکہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔

= اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: موصوف وصفت۔ بڑی کامیابی۔

۵۷: ۱۳ = يَوْمَ۔ ای اذکر یوم۔ وہ دن یاد کر۔

= اُنْظُرُوْنَا۔ امر جمع مذکر حاضر، نَظَرٌ (باب نصر) مصدر۔ ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم ہمارا انتظار کرو۔ ہمارے لئے ذرا ٹھیرو۔ ذرا ہمارے لئے توقف کریں۔

النَّظَرُ کے معنی کسی چیز کو دیکھنے یا اس کا ادراک کرنے کے لئے آنکھ یا فکر کو جولانی دینے کے ہیں۔ پھر کبھی اس سے محض غور وفکر کرنے کا معنی مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس معرفت کو کہتے ہیں جو غور وفکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

غور وفکر کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے:۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۰: ۱۰۱) (ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔

اس آیت کے معنی میں خواص کے نزدیک وہ بصیرت ہوگی جو غور وفکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

کسی کی طرف نظر کرنے سے اس پر احسان ولطف کرنا بھی مراد ہوتا ہے جیسے کہ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳: ۷۷) ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن۔ ان کی طرف نظرِ کرم سے دیکھیگا

آیت زیرِ نظر میں بھی نظر کے یہ معنی لئے گئے ہیں اُنْظُرُوْنَا: ہماری طرف نظرِ شفقت کیجئے۔

= نَقْتَبِسْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ مجزوم بوجہ جواب امر۔ اِقْتِبَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ہم روشنی حاصل کریں۔

اَلْقَبَسُ آگ کا شعلہ یا اس کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ (۲۷ : ۷) یا سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں۔ اِقْتِبَاسٌ بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ مجازاً علم وہدایت کی طلب پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

اِقْتِبَاسٌ۔ کسی کے کلام سے چُن چھانٹ کر کچھ حصہ اخذ کرنا۔

اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ: ہماری طرف نظرِ شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔

= قِيْلَ۔ کہا جائے گا۔ یعنی وہ مومن جن سے منافقین نور حاصل کرنے کی التجا کریں گے ان سے کہیں گے یا فرشتے ان منافقین سے کہیں گے۔

= اِرْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ: اِرْجِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم واپس جاؤ وَرَآءَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وَرَآءَ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ آگے، پیچھے، چاروں طرف سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، جملہ ہذا کا مطلب ہے تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ۔

پیچھے سے مراد ہے:۔

۱:۔ من حیث جئتم من الظلمۃ جس تاریکی سے تم آئے ہو۔

۲:۔ المکان الذی قسم فیہ النور۔ وہ جگہ جہاں نور تقسیم ہوتا ہے

۳:۔ الدُّنْيَا دنیا کہ وہاں جا کر نیک کام کرکے نور کے حصول کا استحقاق مہیا کرو۔

= فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا: ف ترتیب کا ہے التمسوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، التماسٌ (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔ تم طلب کرو،

اَللَّمْسُ (باب نصر) مَسٌّ کی طرح۔ اس کے معنی بھی اعضا کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھو کر اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔ پھر مطلق کسی چیز کی طلب کرنے کے معنی میں آتا ہے اَلْمِسُہٗ فَلَا اَجِدُہٗ۔ میں اسے تلاش کرتا ہوں مگر وہ ملتا نہیں۔

نُوْرًا مفعول ہے اِلْتَمِسُوْا کا۔ پس (وہاں) نور کو تلاش کرو۔

= فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ، فَ ترتیب کا ہے۔ ضُرِبَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب کھڑا کیا گیا۔ بتایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ بِسُوْرٍ میں بَ زائدہ ہے۔ ضُرِبَ سُوْرٌ ایک دیوار کھڑی

کردی جائے گی ۔

بَيْنَهُمْ ای بین الفریقین ۔ دونوں فریقوں کے درمیان ۔ یعنی مؤمنین اور منافقین کے درمیان ۔ لَهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سُوْرٌ کے لئے ہے یا باب کے لئے ، جو اس کے اندر والی جانب ہوگی ، اس میں (یعنی وہاں) رحمت ہوگی کیونکہ جنت اس سے متصل ہے ۔

= وَظَاهِرُهٗ اور اس کی باہر کی طرف ۔

مِنْ قِبَلِهٖ ۔ قِبَل طرف ، سمت ، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب سُوْرٌ یا بَابٌ کے لئے ہے اس کے اُس طرف عذاب ہوگا ۔ کیونکہ اس سے دوزخ متصل ہے ۔

۵۷ : ۱۴ = يُنَادُوْنَهُمْ ۔ يُنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر ۔ وہ پکاریں گے ۔ ندا کریں گے ۔ ضمیر فاعل منافقین کے لئے ہے ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب : مؤمنین کے لئے ہے ۔ یعنی منافقین مؤمنین کو پکاریں گے (دیوار کے باہر کی طرف سے)

= اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے انکاریہ ہے ۔ لَمْ نَكُنْ مضارع نفی جحد بَلَم صیغہ جمع متکلم ۔ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے ۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب دیوار حائل ہوگئی اور منافق تاریکی میں رہ جائیں گے تو دیوار کے پیچھے سے منافقوں نے پکار کر کہا ۔ کیا تمہارے ساتھ دنیا میں ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے ۔ اور روزے نہیں رکھتے تھے ۔ مومن اس کے جواب میں کہیں گے ۔ کیوں نہیں ۔ تم ہمارے ساتھ تھے ۔ اور نمازیں پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے لیکن نفاق اور کفر کرکے اور خواہشات و معاصی میں مبتلا رہ کر تم نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا ۔ اور تم انتظار کرتے رہے کہ مومنوں پر تباہی کا چکر آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں ۔ اور اس طرح تم سکھ اور چین سے ہو جاؤ ۔

= فَتَنْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ، فتنة (باب ضرب) مصدر سے ۔ تم نے آزمائش میں ڈالا تم نے گمراہ کیا ۔ اَنْفُسَكُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ اپنے نفسوں کو ۔ اپنے آپ کو ۔

= تَرَبَّصْتُمْ : ماضی جمع مذکر حاضر ، تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر سے ۔ تم نے انتظار کیا ۔ (مسلمانوں کے برے دنوں کا)

= اِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر ، اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر ۔ تم شک میں پڑے ۔ یعنی تم دین میں یا اس عذاب میں جس کی وعید تم کو سنائی گئی تھی شک کیا کرتے تھے ۔

= وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ۔ واؤ عاطفہ غَرَّتْ فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ كُمْ

ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْاَمَانِیُّ فاعل۔ غَرَّتْ غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا۔

اَمَانِیُّ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ہے جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے: امیدیں ٹھہرائی ہوئیں بے بنیاد تمنائیں۔ جیسے مسلمانوں پر مصائب وشدائد کا نزول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کے بعد دین اسلام کا خاتمہ۔ (یہ جھوٹی امیدیں تھیں جن پر یہ منافقین دنیا میں سہارا لگائے رہے۔

= حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰہِ۔ اَمْرٌ سے مراد یہاں موت ہے۔

= اَلْغَرُوْرُ: غَرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے (بمعنی فریب دینا۔ فریب) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت دھوکہ دینے والا۔ بہت فریب دینے والا۔ دھوکے کی ٹٹی، شیطان، دنیا یا مال وجاہ یا خواہش نفسانی اور ہر وہ چیز جو انسان کو فریب میں مبتلا کرے۔

مغرور۔ جھوٹی تمناؤں میں پڑا ہوا۔ اپنے متعلق دھوکہ کھایا ہوا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور تم کو دھوکہ دینے والے (شیطان) نے اللہ کے متعلق دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

۵۷: ۱۵ = فَالْیَوْمَ ف ترتیب کے لئے ہے۔ الیوم آج کے دن۔

= مِنْکُمْ میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منافقین کے لئے ہے۔

= فِدْیَۃٌ: بدل۔ عوض۔

یعنی اے منافقو! آج کے دن نہ تم سے معاوضہ لیا جائے گا۔

= وَلَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اور نہ ان سے فدیہ لیا جائے گا جنہوں نے (علی الاعلان) کفر کیا۔ یعنی جو چھٹے ننگے کافر تھے یعنی جنہوں نے منافقوں کی طرح مسلمان ہونے کا زبانی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔

= وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ: واؤ عاطفہ، مَاْوٰی ٹھکانہ۔ رہنے کی جگہ۔ اوٰی یاوِی اوِیٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔ مَاْوٰی اسم ظرف مکان ہے۔ مَاْوٰکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ٹھکانہ۔ یہاں کُمْ سے مراد منافقین اور صریحًا کافر ہیں کیونکہ دونوں کے لئے بخشش اور مغفرت نہیں ہے۔

اَلنَّارُ۔ آگ یعنی دوزخ۔

= ھِیَ مَوْلٰکُمْ۔ ھی النار۔ مولیٰ ساتھی، رفیق اس کی جمع مَوَالِیْ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ (اب) یہی آگ یا یہی دوزخ تمہاری رفیق ہوگی۔ یہ طعن کے طور پر کہا گیا ہے جیساکہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ (۱۸: ۲۹) اور اگر (یہ ظالم) فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوتے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور (جو) موٗنہوں کو بھون ڈالے گا۔

= وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے ۔ بِئْسَ برا ہے ۔فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی ۔

مَصِيْرٌ یہ صَارَ يَصِيْرُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ ، قرارگاہ ۔ٹھکانا۔ اور وہ (النار) واقعی بُرا ٹھکانہ ہے .

۵۷ : ۱۶ = اَلَمْ يَأْنِ ہمزہ استفہامیہ لَمْ يَأْنِ مضارع نفی جحد بَلَمْ (مجزوم) واحد مذکر غائب۔ اَنْىٌ اِنْىٌ۔ اِنًى۔ (باب ضرب) مصادر۔ يَأْنِ اصل میں يَأْنِىْ تھا۔ حرف جازم لَمْ کے آنے سے يَأْنِ ہوگیا۔ کیا وقت نہیں آیا۔

اَنَى الرَّحِيْلُ کوچ کا وقت آگیا۔ اَنَى الْحَمِيْمُ ۔گرم پانی) اپنی آخری حدِّ حرارت پر پہنچ گیا۔ یعنی کھولنے لگا۔ اسی لئے اٰنٍ کا معنیٰ ہے کھولتا ہوا پانی۔ اٰنَ الْاَمْرُ کام کا وقت آگیا

= اَنْ تَخْشَعَ ۔ اَنْ مصدریہ ہے تَخْشَعَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی گڑگڑانا۔ عاجزی وفروتنی کرنا۔ عاجزی سے جھک جانا۔ کہ وہ عاجزی سے جھک جائیں ۔

= قُلُوْبُهُمْ ، مضاف مضاف الیہ قُلُوْبٌ ۔ فعل تَخْشَعَ کا فاعل ہے ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین اٰمنوا کی طرف راجع ہے، کہ عاجزی سے جھک جائیں ان کے دل ۔

= لِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ ذکر اللہ سے مراد ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر واذکار یا قرآن مجید۔

= وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ واؤ عاطفہ مَا اسم موصول نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ صلہ۔ الحق کے معنی ہیں مطابقت وموافقت ،

اس کا استعمال مختلف طرح پر ہوتا ہے اور منجملہ دیگر استعمال کے اُس ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ۔جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بناء پر کسی شے کی ایجاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو اسے لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے :۔

وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۔ اور پھیرے جائیں گے اللہ کی طرف جو اُن کا

مالک حق ہے یہاں حق سے مراد اگر اللہ لیا جائے تو جملہ کا ترجمہ ہوگا:
اور وہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے یعنی قرآن۔
۲۔ حق کا دوسرا استعمال :۔
وہ قول یا فعل جو اسی طرح پر واقع ہوا ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا ضروری اور واجب ہے۔ چنانچہ قولِ حق اور فعلِ حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ولٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ ۔ لیکن یہ بات میری طرف سے ثابت ہوگئی کہ مجھ کو دوزخ بھرنی ہے۔ اس صورت میں یہاں الحق کے معنی ہوں گے۔ سچ بات، سچ دین۔ اور ترجمہ آیت کا ہوگا:۔
اور جو اترا سچا دین۔ (شاہ عبد القادر دہلوی)
ہر دو صورتوں میں مَا نَزَلَ مِنَ الحق سے مراد قرآن مجید لیا جا سکتا ہے۔ اس جملہ کی علت ذکر اللہ (بمعنی قرآن مجید) پر ہے اس کو عطف احد الوصفین علی الاخر کہا جاتا ہے (بیضاوی) هذا اعطف الشئ علٰی نفسہ مع اختلاف اللفظین (اضواء البیان)
= وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ۔ وَلَا يَكُوْنُوْا کا عطف تَخْشَعَ پر ہے۔ لَا يَكُوْنُوْا فعل نہی جمع مذکر غائب کا صیغہ بمعنی وہ نہ ہو جائیں۔
كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ کاف تشبیہ کا ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اس کا صلہ جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہودی اور عیسائی،
= مِنْ قَبْلُ۔ ای من قَبْلِهِمْ ان سے پہلے۔ قَبْلُ پہلے۔ آگے۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔ اضافت اس کو لازمی ہے۔ جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔
وَلَا يَكُوْنُوْا .... اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔
= فَطَالَ۔ ف بمعنی پھر۔ طَالَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب طُوْلٌ (باب نصر) مصدر دراز ہو گیا۔ لمبا ہو گیا۔
= اَلْاَمَدُ۔ مدت۔ زمانہ۔ زمان اور امد کے لفظ میں صرف اتنا فرق ہے کہ اَمَدٌ کا استعمال باعتبار غایت یعنی کسی چیز کی مدت ختم ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے اور زمان کا لفظ مبدأ اور غایت دونوں کے لحاظ سے عام ہے یعنی شروع زمانہ کے بتانے کے لئے بھی اور انتہائی زمانہ بتانے کے لئے بھی، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ پھر ان پر طویل زمانہ گذر گیا۔ یعنی ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان ۔

= فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ : ف تعلیل کا ہے۔ قَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب قَسْوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ پس ان کے دل سخت ہوگئے۔ اَلْقَسْوَةُ کے معنی سنگ دل ہونے کے ہیں یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

فَطَالَ الْاَمَدُ عَلَیْھِمْ فطال الزمانُ بینھم وبین انبیاءھم وَبَدَّلُوا کتاب اللہ الذی بایدیھم واشتروا بہٖ ثمنًا قلیلاً ونبذوہ وراءَ ظھورھم واقبلوا علی الآراء المختلفۃ والاقوال المؤتفکۃ وقلدوا الرجال فی دین اللہ واتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللہ فعند ذلک قست قلوبھم فلا یقبلون موعظۃ ولا تلین قلوبھم بوعد ولا وعید ؛

ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان مدت مدید گذر گئی اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو جو اُن کے پاس تھی بدل ڈالا۔ اور اسے حقیر قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اس کے پند و نصائح کو پس پشت ڈال دیا۔ مختلف آراء اور اقوال کو اپنا لیا۔ اللہ کے دین میں لوگوں کی پیروی شروع کردی۔ اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا رب بنا لیا۔ اس پر ان کے دل پتھر جیسے سخت ہوگئے۔ کہ نہ موعظت قبول کر سکیں، اور نہ وعدہ وعید سے نرم ہو سکیں۔

= وَكَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثر ان میں سے فاسق ہیں فَسَقَ فُلَانٌ ۔ کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۵۷ : ۱۷ = اِعْلَمُوْا ۔ امر، جمع مذکر حاضر، عِلْمٌ (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔

آیت کا ترجمہ ہے۔

جان لو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

یہ تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ:۔

جس طرح اللہ کے حکم سے ایک بے آب و گیاہ اور بنجر زمین ابر رحمت سے گل و گلزار میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا ذکر اور اس کی کتاب پر عمل ابر کا سا کر کے سخت سے سخت تر قُلُوْبٌ کو خشوع و خضوع کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔

اور اس سے یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مرنے کے بعد

زندہ کر دیتا ہے اسی طرح محشر میں مردہ مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔

= قَدْ بَيَّنَّا۔ قَدْ تحقیق کے معنی میں آیا ہے بَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ بیان کرنا۔ کھول کر بیان کرنا۔ تحقیق ہم نے بیان کر دیا ہے۔

= لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ حروف مشبہ بالفعل۔ كُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ امید ہے کہ تم۔

= تَعْقِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم سمجھتے ہو

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: امید ہے کہ تم سمجھ جاؤ گے۔ شاید تم سمجھ لو۔ (یعنی ہم نے یہ آیات جو اس مذکورہ بالاجملہ میں کھول کر بیان کیں۔ تاکہ تم ان کو سمجھ سکو، ان پر عمل کرو۔ اور نتیجۃً سعادت دارین حاصل کر سکو)

۵۷: ۱۸ = اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الْمُصَّدِّقِيْنَ اسم اِنَّ۔ واؤ عاطفہ الْمُصَّدِّقٰتِ معطوف جس کا عطف الْمُصَّدِّقِيْنَ پر ہے يُضٰعَفُ خبر اِنَّ۔ اَلْمُصَّدِّقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب الْمُصَّدِّقُ واحد تَصَدُّقٌ (تفعل) مصدر۔ اصل میں الْمُتَصَدِّقِيْنَ تھا۔ تاء کو صاد سے بدل کر ص کو ص میں ادغام کیا خیرات دینے والے۔

= اَلْمُصَّدِّقٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث منصوب (اسم اِنَّ) اَلْمُصَّدِّقَةُ واحد۔ تَصَدُّقٌ (تفعل) مصدر۔ یہ بھی اصل میں مُتَصَدِّقٰتِ تھا۔ تا کو ص میں بدل کر ص کو ص میں مدغم کیا۔ خیرات دینے والیاں۔

= يُضٰعَفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ دوگنا کیا جائے گا۔

= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب۔ اَلْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ: کی طرف راجع ہے ترجمہ یوں ہو گا۔

بے شک خیرات کر دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو خوشدلی سے قرض دیا۔ ان کو دوچند دیا جائے گا۔

= وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور ان کو عمدہ اجر ملیگا۔

اَجْرٌ كَرِيْمٌ موصوف وصفت (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۱ متذکرہ بالا۔

۵۷: ۱۹ = وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ط ......

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا۔ اور ان (کے ایمان) کی روشنی

(فتح محمد جالندہری)

صِدْقٌ (باب نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔ صِدِّيْقٌ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت سچا

امام راغب رح لکھتے ہیں۔

صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو اور وہ کبھی جھوٹ نہ بولے

بعض نے کہاہے کہ جس سے سچائی کی عادت ڈالنے کے سبب جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔

اَلشُّهَدَآءُ شہید کی جمع ہے۔ شہید کے معنی ہیں۔

۱۔ موجود، حاضر، شاہد، نگران،

۲۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودی رقمطراز ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں اکابر مفسرین کے درمیان اختلاف ہے:

ابن عباس رض، مسروق، ضحاک، مقاتل بن حیان وغیرہ کہتے ہیں کہ:۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ پر ایک جملہ ختم ہوگیا ہے اس کے بعد وَالشُّهَدَآءُ سے ایک الگ مستقل جملہ ہے۔

اس تفسیر کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ ہوگا کہ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی صدیق ہیں اور شہداء کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

بخلاف اس کے مجاہد اور متعدد دوسرے مفسرین اس پوری عبارت کو ایک ہی جملہ مانتے ہیں۔ اور ان کی تفسیر کے لحاظ سے ترجمہ وہ ہوگا اوپر ہم نے متن میں کیا ہے (مولانا جالندہری کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو مودودی صاحب کا ہے)

دونوں تفسیروں کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گروہ نے شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں لیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ ہر مؤمن اس معنی میں شہید نہیں ہوتا۔ انہوں نے والشھدآءُ عند ربھم کو ایک الگ جملہ قرار دیا ہے۔ مگر دوسرا گروہ شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنیٰ

میں نہیں بلکہ حق کی گواہی دینے والے کے معنی میں لیا ہے اور اس لحاظ سے ہر مومن شہید ہے ۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر قابل ترجیح ہے اور قرآن و حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

(۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲ : ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک متوسط امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

(۲) هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲۲ : ۷۸) اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

(۱) حدیث میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے یہ فرماتے سنا۔

مؤمنوا امتی شهداء ،، میری امت کے مومن شہید ہیں ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحدید کی یہی آیت تلاوت فرمائی ۔ (ابن جریر)

(۲) ابن مردویہ نے اسی معنی میں حضرت ابو الدرداء سے یہ روایت نقل کی ہے کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من فرّ بدینه من ارض مخافة الفتنة علیٰ نفسه ودینه کتب عند الله صدیقًا فاذا مات قبضه الله شهیدًا ۔ ثمّ تلا هذه الاٰیة

جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی سرزمین سے نکل جائے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ شہیدوں کی حیثیت سے اس کی روح کو قبض فرماتا ہے ،،

یہ بات فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت مبارکہ پڑھی ۔

= اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ، وہی صاحب دوزخ ہیں ۔ وہی دوزخی ہیں ۔ جملہ کی ترکیب حصر پر دلالت کر رہی ہے اور صاحب الجحیم ہونا بتا رہا ہے کہ دوزخ سے وہ جدا نہیں ہوں گے اس لئے اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ۔

۵۷ : ۲۰ = اِعْلَمُوْٓا امر جمع مذکر حاضر ، عِلْمٌ (باب سمع) مصدر ۔ تم (اچھی طرح) جان لو

== اَنَّمَا : بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ مَا کافہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی بجز لعب ولہو...... کے کچھ نہیں:

لَعِبٌ: کھیل، کھود۔ بازی، باب سمع سے مصدر ہے اس کا ماخذ لُعَابٌ ہے بمعنی بہتا ہوا تھوک، یعنی رال۔ لَعِب کے معنی ہیں رال ٹپک پڑنا۔ اکثر کھیلنے کھودنے والے اور بے شعور بچوں کی رال بہا کرتی ہے۔ نیز رال بہنے میں قصد اور ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے بیہودہ کام، بے مقصد حرکت اور کھیل کود پر لَعِبٌ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

== لَهْوٌ کھیل۔ غفلت۔ باب نصر سے مصدر ہے۔ لَهْوٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے۔ دل بہلاوہ۔

== زِيْنَةٌ۔ ظاہری سجاوٹ، زیبائش، آرائش۔ وغیرہ، اسم ہے۔

== تَفَاخُرٌ۔ فَخْرٌ سے بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ تمہاری باہمی خود ستائی۔ بڑائی مارنی، اترانا۔ فخر کرنا۔

== تَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ۔ مال اور اولاد کی کثرت پر باہم مقابلہ کرنا۔
تَكَاثُرٌ بروزن تفاعلٌ مصدر ہے بمعنی دولت وجاہ، عزت ومرتبہ، مال واولاد کی کثرت پر باہم جھگڑنا۔ مقابلہ کرنا۔

== كَمَثَلِ غَيْثٍ ای مثلها كمثل غَيْثٍ۔ دنیاوی زندگی کی مثال (اس) بارش کی (یا کھیتی) کی طرح ہے۔ غَيْثٍ کے لفظی معنی مینہ کے ہیں۔ اس جگہ اس سے مراد کھیتی ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ الشیٔ باسم سببہ کہتے ہیں۔

== اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ - اَعْجَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر سے اس نے خوش کیا۔ اس کو بھایا۔ اس کے اصل معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں۔ اور مجازاً بھانے اور خوش لگنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

الْكُفَّارَ کھیتی کرنے والے، الْكُفْرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے اسی طرح کاشتکار بھی چونکہ زمین میں بیج کو چھپاتا ہے اسی لئے اسے بھی کافر کہا جاتا ہے۔

كُفْرٌ یا کفران نعمت سے ہے یعنی نعمت کی ناشکری کر کے اسے چھپانے کے ہیں۔

== نَبَاتُهٗ، مضاف مضاف الیہ۔ نبات روئیدگی۔ پیداوار، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع غیث ہے

اَعۡجَبَ الۡكُفَّارَ نَبَاتُهٗ : جس (کھیتی) کی ہریالی کاشتکار کے دل کو خوش کرتی ہے

= ثُمَّ : تراخی فی الوقت کے لئے ۔ پھر۔

= یَهِیۡجُ : مضارع واحد مذکر غائب هَیۡجٌ (باب ضرب) مصدر ۔ خشک ہو جاتی ہے سوکھ جاتی ہے ۔ یَوۡمُ هَیۡجٍ لڑائی یا بارش یا ابر یا آندھی کا دن ۔ هَائِجَةٌ وہ زمین جس کی کھیتی یا گھاس سوکھ گئی ہو۔

ثُمَّ یَهِیۡجُ پھر کسی آفت یا حادثہ کی وجہ سے وہ خشک ہو جاتی ہے (تفسیر مظہری)

= فَتَرٰىهُ ف تعلیل کا ۔ تَرٰی تو دیکھتا ہے یا دیکھے گا: ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع غیث ہے ۔

= مُصۡفَرًّا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ، اِصۡفِرَارٌ (اِفۡعِلَالٌ) مصدر ۔ صفر مادہ زرد ، پیلا پڑا ہوا۔

= ثُمَّ : پھر۔ یَكُوۡنُ حُطَامًا : ای صار حُطَامًا : پھر وہ ہو جاتے ریزہ ریزہ ۔ چورا ۔ روندن ۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے حُطَامٌ کہلاتی ہے ۔

حَطۡمٌ (باب ضرب) مصدر سے مشتق ہے بمعنی توڑ ڈالنا۔

= وَفِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ : یعنی دنیوی حیات کے جو احوال اوپر بیان ہوئے جنہوں نے ان کی طرف توجہ دی دنیا میں اور ان سے سبق حاصل کر کے آخرت کا بندوبست نہ کیا اس کے نتیجے کے طور پر ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

= وَ مَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ ۔ اور جنہوں نے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سرعت زوال اور قلیل المنفعت چیزوں سے اعراض کیا اور اخروی زندگی کی طلب میں مشغول رہے ان کے لئے اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہوگی ؛

وَفِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ : من اقبل علیها و لم یطلب بها الاٰخرۃ و مغفرۃٌ و رضوانٌ لمن اعرض عنها وقصد بها الاٰخرۃ (روح البیان)

= وَمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا میں مَا نافیہ ہے اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ۔ اور نہیں ہے دنیوی زندگی مگر متاعِ فریب ، نرا دھوکہ ہی دھوکہ ۔

۵۷ : ۲۱ = سَابِقُوۡا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ سِبَاقٌ و مُسَابَقَةٌ (مفاعلۃ) مصدر دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا ۔ یہاں خطاب جمیع الناس سے ہے ، یعنی اے

لوگو! ایمان خوف اور امید اور اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی تیزی سے بڑھو۔

= وَجَنَّةٍ۔ واؤ عاطفہ جنۃ معطوف جس کا عطف مغفرۃ پر ہے۔

= عَرْضُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّةٍ ہے۔
جس کا عرض (طول کی ضد) یا عرض بمعنی وسعت ہے۔ مبتدا۔

= كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ک تشبیہ کا ہے۔ آسمان اور زمین کے عرض کی مانند مبتدا کی خبر۔ جملہ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ صفت ہے جَنَّةٍ کی
ارشاد ہے! کہ جنت کا پھیلاؤ آسمان اور زمین کی طرح ہے!
سدی نے کہا ہے کہ:۔
اس سے مراد چوڑائی ہے جو طول کے مخالف جہت کو ہوتی ہے یعنی سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اگر برابر کر کے ملا دیا جائے تو جنت کا عرض اس کے برابر ہوگا۔
(متن میں السماء اور الارض واحد آیا ہے یعنی آسمان اور زمین کے پھیلاؤ کے برابر) جب جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کی لمبائی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ طول تو عرض سے بڑا ہوتا ہی ہے:

= اُعِدَّتْ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر وہ تیار کی گئی ہے
اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ یہ جملہ صفت ثانی ہے جَنَّةٍ کی۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی وعدۂ جنت و مغفرت، فَضْلُ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ یہ اللہ کا فضل ہے
یعنی یہ مغفرت اور جنت میں داخل کرنا اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ جس کو چاہیگا اپنی مہربانی سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا وجوبی حق نہیں ہے۔

= يُؤْتِيْهِ، يُؤْتِيْ مضارع واحد مذکر غائب، اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر جس کا مرجع فضل ہے۔ وہ اُسے دیتا ہے۔

= مَنْ يَّشَآءُ: مَنْ موصولہ يَشَآءُ صلہ۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔

۵۷: ۲۲ = مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ۔ مَا نافیہ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے، اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی وہ آپڑا۔ وہ آپہنچا۔ اُس نے پالیا۔
مُصِيْبَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث۔ آپہنچنے والی۔ تکلیف، غم، مصیبت اس کی جمع مصائب ہے: ترجمہ:۔ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت . . . .

= فِي الْاَرْضِ زمین میں۔ زمین میں مصیبت مثلاً قحط یا کوئی دوسری آفت:
= وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ پڑتی ہے کوئی مصیبت تمہاری اپنی جانوں میں مثلاً بیماری وغیرہ۔
= اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ: مگر وہ ایک میں لکھی ہوتی ہے۔ کتٰب سے مراد لوح محفوظ ہے
= مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا۔ مِنْ حرف جار قَبْلِ اسم ظرف زمان۔ مجرور۔ مضاف، اَنْ مصدریہ۔ نَبْرَاَهَا ماضی جمع متکلم۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع مُصِيْبَةٍ ہے۔ مضاف الیہ۔

ترجمہ ہوگا:۔
اور کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر یہ کہ ہمارے پیدا کرنے سے پیشتر ہی وہ ایک کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوتی ہے۔
بَرْءٌ (باب نصر) بمعنی پیدا کرنا۔ نیست سے ہست میں لانا۔
اسی سے ہے اَلْبَارِئُ۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔
بُرْءٌ۔ بَرَاءٌ۔ تَبَرِّیٌ۔ کسی مکروہ شے سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ خلاصی پانا، بیزار ہونا۔
= اِنَّ ذٰلِكَ۔ یعنی باوجود کثرت مصائب کے ان کو تفصیل کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھ دینا اللہ کے لئے آسان ہے
= يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، يُسْرٌ۔ مصدر۔ آسان، سہل۔
۵۷: ۲۳ = لِكَيْلَا تَاْسَوْا۔ لام تعلیل کا۔ کَیْ ناصب فعل بمعنی اَنْ: کہ۔ لَا تَاْسَوْا مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر، اَسًی (باب سمع) مصدر سے تاکہ تم غم نہ کرو۔
= عَلٰى مَا فَاتَكُمْ: مَا موصولہ ہے فَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ فَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ فَاتَهُ الْاَمْرُ کسی کام کا نہ ہونا اور ہاتھ سے نکل جانا۔ مَا فَاتَكُمْ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ جو تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر
= وَلَا تَفْرَحُوْا۔ واؤ عاطفہ، لَا تَفْرَحُوْا۔ مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ تاکہ تم نہ اتراؤ۔ جمع مذکر حاضر، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
= بِمَآ اٰتٰىكُمْ، ب حرف جر۔ ما موصولہ اٰتٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ۔

(افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

ترجمہ:۔

تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم غم نہ کھاؤ اور جو اس (اللہ) نے تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

یہاں دنیا میں جو بھی رنج وراحت پیش آتا ہے سب نوشتۂ تقدیر ہے۔ جو مصیبت ارضی از قسم قحط، وبار یا بدامنی ہے یا جو مصیبت خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے، مثلاً تنگدستی، اولاد واحباب کی فوتیدگی وغیرہ یہ سب زمین پر آنے سے پہلے یا تم پر وارد ہونے سے بیشتر دفتر قضاء وقدر میں تحریر ہوتی ہے۔ یہ تم کو اس لئے سنا دیا تاکہ تم کسی بات کے ہاتھ سے نکل جانے پر غم مت کرو۔ اور نہ کسی نعمت پر اتراؤ اور یہ سمجھ بیٹھو کہ یہ تمہاری محنت وتدبیر کا پھل ہے اور نہ بخل کرو۔

= کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ: کُلَّ لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع۔ ہمیشہ مضاف استعمال ہوتا ہے نیز ملاحظہ ہو (۵۷: ۱۰) متذکرہ بالا۔ مختال مضاف الیہ اسم فاعل واحد مذکر اِخْتِیَالٌ (انتعال) مصدر سے خیل مادہ۔ ناز سے چلنے والا۔ اترانے والا۔ مغرور۔ متکبر۔ فَخُوْرٍ مضاف الیہ۔ فَخْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بڑا شیخی خور۔ بڑا اترانے والا۔ کُلَّ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

ترجمہ:۔

خدا کسی اترانے والے اور شیخی خور کو پسند نہیں کرتا۔

۵۷: ۲۴ = اَلَّذِیْنَ۔۔۔۔۔۔ بِالْبُخْلِ۔ یہ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ کی نعت میں ہے یَبْخَلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ بُخْلٌ (باب سمع) مصدر سے جو بخل کرتے ہیں۔

بُخْلٌ کے معنی۔ بخل کرنا۔ کنجوسی کرنا۔ مال ومتاع کو ایسی جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے۔

بخل کی دو قسمیں ہیں:۔

۱:۔ ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا۔

۲:۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کو اس خرچ کرنے سے بھی روک دینا۔ یہ اور بھی زیادہ قابل مذمت ہے

آیت ہذا میں دونوں قسم کے بخل مذکور ہیں۔

بُخْلٌ سے بَاخِلٌ بخل کرنے والا۔ اور بَخِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بخل کرنے والا جیسے الرَّاحِمُ (رحم کرنے والا) اور الرَّحِیْمُ (بہت رحم کرنے والا)

= وَمَنْ یَّتَوَلَّ، واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ۔ یَتَوَلَّ مضارع واحد مذکر غائب، تَوَلِّیٌ، (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ یعنی جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرے گا۔

= فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ فَ جواب شرط کے لئے ہے ھُوَ الْغَنِیُّ تو وہ اللہ اس کے اعراض سے (یعنی اس کے راہ میں خرچ نہ کرنے سے) بے پرواہ ہے۔

اَلْحَمِیْدُ۔ محمود فی ذاتہٖ۔ یعنی وہ بذاتہٖ مستحق حمد ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے

= بِالْبَیِّنٰتِ۔ روشن دلیلوں کے ساتھ۔ دلائل و معجزات کے ساتھ۔

= وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ۔ اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ حق کا باطل سے، عمل صالح کا عمل فاسد سے اور حلال کا حرام سے امتیاز ہو جائے۔

= وَالْمِیْزَانَ۔ اس کا عطف الکتٰب پر ہے۔ یعنی ہم نے ان رسولوں کے ساتھ میزان بھی اتارا۔ عدل و انصاف کے لئے۔

= لِیَقُوْمَ النَّاسُ: لام تعلیل کا ہے یہ جملہ علت ہے کتاب اللہ اور میزان کے نازل کرنے کی۔ قِسْطٌ بمعنی عدل و انصاف۔ والمعنٰی: لتقوم حیاتھم فیما بینہم علٰی اساس العدل۔ (الیسر التفاسیر) تاکہ ان کی باہمی زندگی عدل و انصاف کی بنیادوں پر قائم ہو سکے۔ تاکہ لوگ عدل کریں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (تفسیر مظہری)

= وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ: اور ہم نے لوہا (بھی) اتارا۔ لوہے کے نازل کرنے سے مراد ہے اس کا پیدا کرنا کہ زمین میں سے کانوں سے برآمد کیا جاتا ہے۔

= فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ: میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الحدید ہے۔ بَاْسٌ شَدِیْدٌ موصوف و صفت۔ بَاْسٌ بمعنی لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی، جنگ کی شدت، اس میں شدید ہیبت ہے جنگ کی سختی ہے، کیونکہ جنگ میں شدت آلاتِ حرب سے ہی پیدا ہوتی ہے اور آلاتِ حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور اس میں لوگوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً آلات صنعت و حرفت وغیرہ۔

فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ یہ جملہ حدید سے حال ہے۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں ۔

= وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے : عبارت تقدیر کلام کچھ یوں ہے :۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (ليستعملوه)

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ : اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ تاکہ وہ (یعنی لوگ) اسے استعمال کریں اور تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔

لِيَعْلَمَ لام تعلیل کا ہے یہ جملہ علت ہے لوہا پیدا کرنے کی : يَعْلَمَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل کے

= بِالْغَيْبِ ۔ يَنْصُرُ کے فاعل سے حال ہے۔

= اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ : جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے۔

یعنی دراصل اللہ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ خود قوی عزیز ہے ، یہ جو فرمایا۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۔ یہ محض امتحان لینے کے لئے ہے کہ کون دین اسلام کی بقاء واشاعت کے لئے کہاں تک کوشش کرتا ہے۔

قَوِيٌّ ۔ قُوَّةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ زبردست ، بڑی قوت والا۔

عَزِيْزٌ : عِزَّةٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ غالب ، زبردست ، گرامی قدر۔

۵۷ : ۲۶ = جَعَلْنَا : ماضی جمع متکلم ۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ بمعنی ہم نے رکھا ہم نے بنایا۔ ہم نے ٹھیرایا ۔ ہم نے کیا ۔ ہم نے مقرر کیا ۔

امام راغب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

جَعَلَ ایسا لفظ ہے جو تمام افعال کے لئے عام ہے۔ یہ فَعَلَ ، صَنَعَ اور اس قسم کے عام الفاظ سے اَعَمّ ہے ۔

= ذُرِّيَّتِهِمَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ذُرِّيَّةٌ اولاد ۔ هِمَا ضمیر تثنیہ مؤنث / مذکر غائب ان دونوں کی اولاد ۔

آیت کا ترجمہ ہے ۔

اور ہم نے (حضرت) نوح (حضرت) ابراہیم (علیہما السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا ۔ اور ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے کو (وقتاً فوقتاً جاری) رکھا۔

(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

کتاب مثلاً توریت (حضرت موسیٰ پر) انجیل (حضرت عیسیٰ پر) زبور (حضرت داؤد پر)
= فَمِنْهُمْ : پس ان میں سے بعض، مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ذُرِّيَّتِهِمَا ہے (ان دونوں کی اولاد ہے) یاوہ لوگ جن کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔
= مُهْتَدٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ هُدًى مادہ۔ ہدایت پانے والے۔ ہدایت یافتہ۔
= فٰسِقُوْنَ اسم فاعل واحد مذکر۔ فِسْقٌ (باب ضرب ونصر) مصدر۔ بدکردار۔ راستی سے نکل جانے والے۔ اللہ کے نافرمان۔ شریعت کی اصطلاح میں: حدودِ شریعت سے نکل جانے والے۔

۵۷ : ۲۷ = ثُمَّ۔ پھر (تراخی فی الوقت)
= قَفَّيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کہہ دینا۔ اس کا مادہ قَفَا ہے۔ قَفَا کے معنی گردن اور سر کا پچھلا حصّہ (گدی) قَفْوٌ، قُفُوٌّ کے معنی کسی کے پیچھے چلنا۔ پیروی کرنا۔ اس معنی میں مجرّد (باب نصر) سے مستعمل ہے۔
تَقْفِيَةٌ دو مفعول چاہتا ہے۔ دونوں مفعولوں پر کبھی حرفِ جر نہیں ہوتا۔ جیسے کہ ...
قَفَّيْتُ زَيْدًا عَمْرًا۔ میں نے زید کو عمر کے پیچھے بھیجا۔
کبھی مفعول دوئم پر ب آتا ہے۔ جیسے کہ آیت ہذا میں: ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا، ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر (یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے) اپنے رسول بھیجے
اور کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ
ہم نے (پیغمبروں کے پیچھے) عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔ آیت زیر غور۔
= اٰثَارِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اٰثَارٌ جمع ہے اَثَرٌ کی، نقشِ قدم۔ اُن کے نشاناتِ قدم۔ اُن کے نشانات،
= وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً : واؤ عاطفہ جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم فِيْ حرفِ جار اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ جمع مذکر۔ اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔ دونوں مل کر مضاف الیہ۔ قُلُوْبِ مضاف کے۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور اِتَّبَعُوْهُ میں ہٗ ضمیر مفعول فعل اتبعوا کی۔ رَاْفَةً وَرَحْمَةً : ہر دو مفعول فعل جَعَلْنَا کے۔ ترجمہ:۔
اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی (حضرت عیسیٰ کی) پیروی کی نرمی اور مہربانی

رکھ دی۔

= وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا۔ اور رھبانیۃ اُسے انہوں نے خود ایجاد کرلیا تھا۔ ای وابتدعوا رھبانیۃ۔ (رُوح المعانی)

= مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔ ہم نے اُسے (یعنی رہبانیۃ کو) ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب : رھبانیۃ کے لئے ہے۔ اور ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب حضرت عیسٰی کے پیروکاروں کے لئے ہے (الذین اتبعوہ)

کتب علی۔ فرض کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔

= اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ۔ یہ استثناء منقطع ہے بلکہ طلب رضائے الٰہی کو ہم نے واجب کیا تھا۔

اِبْتِغَاءٌ (افتعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔

رِضْوَانٌ رَضِيَ يَرْضٰى کا مصدر ہے۔ رضامندی۔ خوشنودی۔

رَهْبَانِيَّةَ۔ رَهِبَ يَرْهَبُ رَهْبٌ (باب سمع) کا مصدر سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب خوف اور ڈر ہے۔ یعنی وہ مسلک یا طرز زندگی جو خوف اور ڈر پر مبنی ہو۔

امام راغبؒ کے مطابق اس کا مطلب ہے :۔

فرطِ خوف سے عبادات وریاضات میں حد درجہ غلو کرنا۔

علامہ پانی پتیؒ کے نزدیک رہبانیت ہے انتہائی عبادت وریاضت۔ لوگوں سے قطع تعلق، مرغوبات وخواہشات کا ترک اور اس حد تک ترک کہ مُباح کو بھی چھوڑ دیا جائے دن بھر روزہ۔ رات بھر عبادت، نکاح سے لاتعلقی، دائمی تجرّد۔

لسان العرب میں ہے :۔

رہبانیت : دنیا کے مشاغل کو ترک کر دینا۔ اس کی لذتوں کو نظر انداز کر دینا۔ اہل دنیا سے عزلت گزینی۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی مشقتوں میں مبتلا کر دینا۔ ان میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو خصی کر دیا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیتے تھے۔

= فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ مَا نافیہ ہے۔ رَعَوْا ماضی جمع مذکر غائب رِعَايَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی نباہ کرنا۔ دھیان کرنا۔ نگہداشت کرنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع رھبانیۃ ہے۔

پھر وہ نباہ نہ سکے جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق تھا۔

= فَاٰتَيْنَا - ف پس اٰتَيْنَا ماضی جمع متکلم اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ ہم نے عطا کیا۔

= اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - جو لوگ ایمان لائے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر صحیح طور پر ایمان لائے۔ اور رہبانیت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مفعول ہے اٰتَيْنَا کا۔

= مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اتباع کا دعویٰ کرتے تھے۔

= اَجْرَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا اجر۔

= وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اور ان میں سے اکثر فاسق وفاجر تھے۔ کہ انہوں نے ترکِ دنیا کو حصول مال وجاہ کا ذریعہ بنالیا۔ راہِ اعتدال سے بھٹک گئے۔ اور فسق و فجور کی غلاظتوں میں ڈوب گئے۔

= يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ -

اٰمَنُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہما السلام پر)

اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو

وَاٰمِنُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر، تم ایمان لاؤ بِرَسُوْلِهٖ اس کے رسول پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) یہ جملہ امر ہے۔ جواب امر میں فرمایا۔

= يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ - وہ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے عطا کرے گا۔

ایک اجر حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا۔

كِفْلَيْنِ - دو حصے۔ كِفْلٌ واحد۔ كِفْلٌ اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو" (یعنی جو ماسوا سے بے نیاز کردے) یہاں مراد دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

= وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ - اور تم کو ایسا نور دے گا جو کہ اس کی روشنی میں تم چلو گے۔

= وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تم کو بخش دے گا۔

يُؤْتِ ۔ يَجْعَلْ ۔ يَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امرہیں ۔

۵۷ : ۲۹ = لِئَلَّا يَعْلَمَ: میں لَا نافیہ زائدہ ہے معنی ہے لِيَعْلَمَ۔ لام علّت کا ہے یعنی یہ دوہرا ثواب، یہ نور کی عطائیگی اور یہ بخشش اس لئے ہے تاکہ اہل کتاب (اچھی طرح) جان لیں

أَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے ۔ کہ نہیں۔

= يَقْدِرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر ۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

= وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ۔ جملہ کا عطف اَلَّا يَقْدِرُوْنَ پر ہے اَنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اَلْفَضْلَ اسم اَنَّ بِيَدِ اللّٰهِ خبر۔

= يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ اَنَّ کی خبر ثانی۔

= وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے ۔ جملہ معترضہ ہے

مضمونِ ماقبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے ؛

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ (۲۸)

اَلْمُجَادَلَۃُ"، اَلْحَشْرُ"، اَلْمُمْتَحِنَۃُ"،
اَلصَّفُّ"، اَلْجُمُعَۃُ"، اَلْمُنٰفِقُوْنَ"،
اَلتَّغَابُنُ"، اَلطَّلَاقُ"، اَلتَّحْرِیْمُ"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵۸) المجادلۃ مدنیّۃ ۲۲

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

---

۵۸ : ۱ = قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ؛ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کے ساتھ ہی تقریب کا فائدہ بھی دیتا ہے یعنی اس کو زمانۂ حال کے قریب بنادیتا ہے۔
بے شک اللہ نے سن لیا ہے (قول کو)

= قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ ، قَوْلَ مفعول فعل سَمِعَ کا الَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث تُجَادِلُ فعل مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ جھگڑا کرنا۔ باہم جھگڑنا۔ كَ ضمیر واحد مؤنث حاضر، صلہ ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مضاف الیہ
اس عورت کا قول جو آپ سے تکرار کر رہی تھی۔

= فِيْ زَوْجِهَا ۔ اپنے خاوند کے بارے میں۔

= وَتَشْتَكِيْ واؤ عاطفہ، تَشْتَكِيْ مضارع واحد مؤنث غائب. معطوف ہے جس کا عطف تجادلك پر ہے۔ وقیل حال من فاعلہ ای تجادلك وھی متضرعۃ الی اللہ تعالیٰ ۱۲ (تفسیر حقانی)

اِشْتِكَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی گلہ شکوہ کرنا۔ شکایت کرنا۔ وَتَشْتَكِيْ اِلَى اللّٰهِ تعالیٰ اور وہ اللہ سے شکوہ کر رہی تھی۔
جملہ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

تَحَاوُرَکُمَا: مضاف مضاف الیہ۔ تم دونوں کو باہم سوال وجواب، تم دونوں کی باہم گفتگو۔
تَحَاوُرٌ (تفَاعُلٌ) مصدر ہے۔ کُمَا تثنیہ مذکر حاضر، تم دونوں کی۔
= اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ: یہ ما قبل کی تعلیل ہے کیونکہ بے شک وہ سمیع وبصیر ہے:
سَمِیْعٌ سَمْعٌ سے۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی سماعت ہر شئے پر حاوی ہے
بَصِیْرٌ بمعنی فَاعِلٌ بروزن فعیل۔ دیکھنے والا۔
۲:۲۸ = اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔
مَا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ۔ مبتدا کی خبر۔ بکسر التاء علی انہ خبر او بضمہا علی اللغۃ التمیمیۃ ۱۲ (تفسیر حقانی)
مَا نافیہ حجازی استعمال ہوا لَیْسَ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے
یُظٰھِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ظَھْرٌ مادہ سے۔ بمعنی پشت سے۔ باب مفاعلہ
منجملہ دیگر معانی کے ایک یہ بھی ہے کہ:۔
مرد عورت سے کہے کہ اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ۔ (تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری ماں کی
کی پشت) اس کو مرد کا عورت سے ظہار کرنا کہتے ہیں۔
بعض کے نزدیک مرد کا عورت سے ظہار کرنا ظہر بمعنی پشت سے نہیں لیا گیا بلکہ
یہ ظہر بمعنی عُلُوّ سے لیا گیا ہے جس سے مراد چڑھنا ہے یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے
اس کو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے زمانۂ جاہلیت میں ایسا کرنا سخت طلاق
کے مترادف تھا۔ اور مرد کے ایسا کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی۔
شروع زمانۂ اسلام میں بھی اس کو طلاق ہی قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن سورۃ مجادلہ کی
ابتدائی آیات (۱۔ تا ۶۔) نازل ہونے پر اس کی شرعی صورت یہ ہو گئی کہ ظہار کرنے سے بیوی مرد
پر حرام ہو جاتی تاآنکہ اس کا کفارہ ادا نہ کیا جائے اس ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
یُظٰھِرُوْنَ۔ وہ ظہار کرتے ہیں۔
مِنْکُمْ۔ تم میں سے۔ توبیخ للعرب لانہ کان من ایمان اھل جاھلیتہم
دون سائر الامم (مدارک التنزیل) یہ عربوں کے لئے بطور ملامت ہے کیونکہ دوسری
امتوں سے الگ یہ (ظہار کرنا) خاصۃً زمانہ جاہلیت میں ان کے ایمان میں سے تھا۔
= اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِنْ نافیہ ہے۔ امہاتہم مضاف مضاف الیہ۔ وہ ان کی مائیں
نہیں ہیں۔
= اِلَّا الّٰٓئِیْ۔ اِلَّا حرف استثناء الّٰٓئِیْ اسم موصول جمع مؤنث۔ وَلَدْنَھُمْ صلہ

وَلَدْنَ ماضی جمع مؤنث غائب وَلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ترجمہ:۔

نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ جنہوں نے ان کو جنا ہے۔

== لَیَقُوْلُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے یَقُوْلُوْنَ جمع مذکر غائب۔ وہ کہتے ہیں۔

== مُنْکَرًا۔ اسم مفعول۔ بری بات۔ وَزُوْرًا۔ واؤ عاطفہ زُوْرًا زُوْرٌ اور اِزْوِرَارٌ سے ہے جس کے معنی انحراف کے ہیں۔ چونکہ جھوٹ بولنا حق سے منحرف ہونا ہے اس لئے اس کو زُوْرٌ کہا جاتا ہے۔ زُوْرًا مفعول ثانی ہے یَقُوْلُوْنَ کا۔

بے شک یہ لوگ بہت بُری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔

== عَفُوٌّ بہت معاف کرنے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت عَفْوٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

== غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا۔ غُفْرَانٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے

۵۸: ۳ == وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ مبتدا، فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ۔ ای فعلیھم تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ خبر۔

== ثُمَّ۔ تراخی مدت کے لئے۔ پھر۔ کچھ مدت کے بعد۔

== یَعُوْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ لوٹیں۔ وہ رجوع کریں۔ عَوْدٌ لِمَا قَالُوْا کے علماء نے مختلف معانی لئے ہیں۔

۱:۔ بعض کے نزدیک لام بمعنی عَنْ ہے یعنی اپنے پہلے قول سے لوٹ جاتے ہیں۔ یعنی حرام کر لینے کے قول سے لوٹ کر حلت کے خواستگار ہوتے ہیں۔

۲:۔ بیضاوی رح نے لکھا ہے لام بمعنی اِلٰی ہے یعنی اپنے قول کی تلافی کی طرف لوٹ آتے ہیں

۳:۔ فراء نے کہا ہے کہ لام بمعنی فِیْ ہے عَادَ فُلَانٌ لِمَا قَالَ کے دو معنی ہیں۔ فلاں شخص اپنی کہی ہوئی بات میں لوٹ آیا، یا کہی ہوئی بات کے خلاف کرنے لگا اور اس کو توڑنے لگا۔

۴:۔ ثعلب نے کہا ہے کہ:۔ جس کو انہوں نے حرام کر لیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

مَا قَالُوْا سے مراد ہوگی وہ بات جس کے لئے لفظ ظہار کہا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَرِثُہٗ مَا یَقُوْلُ (۱۹: ۸۰) یہاں یَقُوْلُ سے مراد کہنا نہیں ہے بلکہ وہ مال مراد

ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے ۔

اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام انہوں نے کیا تھا اس پر پشیمان ہو کر پہلی حالت کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ۔

علامہ پانی پتی رح نے ترجمہ کیا ہے:۔

اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر اپنی کی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے ذمے ایک بردہ آزاد کرنا ہے ۔

تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مضاف مضاف الیہ۔ تَحْرِیْرُ بروزن تفعیل مصدر ہے آزاد کرنا۔

رَقَبَۃٍ گردن ۔ جان ۔غلام، رَقَبَۃٌ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا اور عرف عام میں یہ غلاموں کا نام پڑگیا جس طرح کہ الفاظ رَاسٌ ،ظَھْرٌ کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ رَقَبَۃٌ کی جمع رِقَابٌ ہے:۔

= مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۔ قَبْلِ مضاف اَنْ مصدریہ یَتَمَآسَّا مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ تَمَاسٌّ (تفاعُلٌ) مصدر۔ مَسٌّ مادہ ۔ دونوں کے ایک دوسرے کو مس کرنے سے پہلے :

امام شافعی کے نزدیک یہاں مس کرنے سے مراد ہے جماع کرنا۔ اور امام اعظم کے نزدیک ہر قسم کا لگاؤ مراد ہے۔جماع ہو یا صرف ہاتھ سے چھونا۔ یا باشتہار صنفی شرمگاہ کو دیکھنا

= ذٰلِکُمْ ، مبتدا، ۔ ذَا اسم اشارہ ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے یعنی یہ ۔ یہی۔ مراد ذٰلِکُمْ سے کفارہ کا حکم ہے۔ کُمْ سے خطاب نزول آیت کے وقت حاضر مومنوں سے ہے یا۔ اُن سے اور امت کے سارے مومنین سے ہے ۔

= تُوْعَظُوْنَ بِہٖ : خبرہٗ واللام فی لما قالوا متعلق بیعودون وما مصدریۃ ویمکن ان تجعل بمعنی الذی ونکرۃ موصوفۃ، وقیل اللام بمعنی فی۔ وقیل بمعنی الی وقیل فی الکلام تقدیم و تاخیر۔ تقدیرہٗ ثم یعودون فعلیھم تحریر رقبۃ لما لما قالوا فصیام شھرین ای فعلیہ صیام شھرین۔ ۱۲ (حقانی)

تُوْعَظُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، وَعْظٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِہٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب حکم کفارہ کے لئے ہے ۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے ۔

۵۸: ۴ = فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ، فَ تعقیب کا ہے مَنْ موصولہ، لَمْ یَجِدْ صلہ۔ اس کا مفعول محذوف ہے ای فمن لم یجد رقبۃً ۔ پھر جس کو غلام میسر نہ ہو۔

== فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ای فعلیہ صیام شہرین متتابعین۔ تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں۔

فَ تعقیب کا ہے صِيَامُ مضاف شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔

مُتَتَابِعَيْنِ : اسم فاعل تثنیہ مذکر تَتَابُعٌ (تفاعل) مصدر سے۔ بمعنی پے درپے لگاتار۔

شَهْرَيْنِ ، دو مہینے، شَهْرٌ سے تثنیہ کا صیغہ۔

== فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ ۔ ای فمن لم یستطع صیام شہرین متتابعین۔ پھر جو طاقت نہ رکھے دو مہینوں کے لگاتار روزوں کی۔

== فَاِطْعَامُ ۔ ای فعلیہ اطعام ستین مسکینًا۔ تو اس کے ذمہ ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

== وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : كٰفِرِيْنَ : ای الذین یتعدونہا ولا یعملون بہا واطلق الکافر علی متعدی الحدود تغلیظًا بزجرہ ونظیر ذٰلِكَ قولہ تعالیٰ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (۳: ۹۷) یعنی وہ لوگ جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے ان لوگوں کو کافر اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے جس طرح ومن کفر..... میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زجر و توبیخ کے لئے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (روح المعانی ، ضیاء القرآن)

== تِلْكَ اسم اشارہ ہے مفرد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے) اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے ك حرف خطاب ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے مراد احکام مذکورہ ہیں ریہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔

ذٰلِكَ ۔ یہ۔ اسم اشارہ ہے۔ واحد مذکر، یعنی یہ کفارہ کا متبادل حکم :

ومحلہ النصب بفعل معلل بقولہ لِتُؤْمِنُوْا۔ اوالرفع علی الابتداء (تفسیر حقانی)

== لِتُؤْمِنُوْا ۔ لام تعلیل کا ہے تُؤْمِنُوْا اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا۔ لام علت کے عمل سے نون گر گیا — (یہ حکم اس لئے بیان کیا گیا کہ تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آؤ)

یہاں ایمان سے مراد احکام شرعیہ پر عمل ہے جیسے کہ آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ (۲: ۱۴۳) میں ایمان سے مراد نماز ہے۔

۵۸: ۵ = يُحَادُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُحَادَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے وہ مخالفت کرتے ہیں۔

= كُبِتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ كَبْتٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی زمین پر گرا دینا۔ دشمن کو ذلیل وخوار کرنا۔ وہ ذلیل کئے جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَائِبِيْنَ (۳: ۱۲۷) (یہ خدا نے) اس لئے (کیا) کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا انہیں ذلیل و مغلوب کردے۔ کہ (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں۔

= يَوْمَ: اُذْكُرْ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یاد کر جس دن۔

= يَبْعَثُهُمْ: مضارع واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (جس دن) وہ ان کو اٹھائے گا۔ (یعنی دوبارہ زندہ کرکے ان کو اٹھا کھڑا کرے گا قیامت کے دن)

= يُنَبِّئُهُمْ مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر، وہ بتا دے گا۔ وہ خبر دیدے گا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَحْصٰهُ اللّٰهُ۔ اَحْصٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ گننا۔ محفوظ کرلینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَا عَمِلُوْا ہے اِحْصَاءٌ (افعال) حَصَا سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ چونکہ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کرتے تھے اس لئے شمار کرنے اور محفوظ کرنے کے لئے اِحْصَاءٌ بولا جانے لگا۔

اَحْصٰی افعل التفضیل کا صیغہ بھی ہے بمعنی خوب گننے والا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْا اَمَدًا (۱۸: ۱۲) دونوں جماعتوں میں سے ان کے غار میں رہنے کی مدت کو بہتر کون جاننے والا ہے۔

= وَنَسُوْهُ جملہ حالیہ ہے جبکہ وہ اسے بھلا چکے تھے۔

= وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ: جملہ اعتراض تذییلی ہے اللہ تعالیٰ کا ان کے

اعمال کو بخوبی گن کر محفوظ کر لینے کی تائید میں لایا گیا ہے شَہِیْدٌ بمعنی شاہد یعنی وہ ہر شے پر مطلع ہے کوئی شے اس سے غائب نہیں۔

۵۸: ۷ == اَلَمْ تَرَ، ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ مضارع نفی جحد بلم (مجزوم) بمعنی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو نہیں جانتا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

== مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے یعنی آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے کلی ہے یا جزئی سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

== مَا یَکُوْنُ: میں مَا نافیہ ہے یَکُوْنُ یہاں فعل تامہ ہے۔ اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے نہیں ہوتا ہے۔

جملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلھا عن سعۃ علمہ یکون من کان التامۃ و قُرِئَ تکون من التاء اعتبارًا التانیث النحوی وان کان غیر حقیقی ۱۲ (حقانی)

== مِنْ نَّجْوٰی۔ میں مِنْ زائدہ ہے نجوٰی اسم نکرہ مضاف ثَلٰثَۃٍ مضاف الیہ نَجْوٰی سرگوشی راز کی بات کرنا۔ کانا پھوسی۔ تَنَاجِی کا اسم مصدر ہے۔

بقول زجاج نحویؒ کے نَجْوٰی نَجْوَۃٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ اونچی زمین جو دوسری زمینوں سے ممتاز ہو۔

آہستہ اور راز سے کہی ہوئی بات بھی چونکہ غیر کے سننے سے محفوظ ہو جاتی ہے اس لئے وہ نجوٰی کے مشابہ ہے کہ وہ آس پاس کی زمینوں سے جدا ہوتی ہے۔

نجوٰی کا استعمال بطور صفت بھی ہوتا ہے جیسے قَوْمٌ نَجْوٰی۔ سرگوشی کرنے والے لوگ۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰی (۱۷: ۴۷) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (قاموس القرآن)

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ: کہیں نہیں ہوتی سرگوشی تین کی۔

== اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ: مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

== وَلَا خَمْسَۃٍ: ای ولا نَجْوٰی خَمْسَۃٍ (اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ) اور کہیں نہیں ہوتی سرگوشی پانچ کی کہ وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔

== وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ، اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو۔ یعنی تین سے کم کی۔

== وَلَا اَکْثَرَ یا (اس سے) زیادہ کی یعنی پانچ سے زیادہ کی۔

معطوف علی العدد و یقرأ بالرفع علی الابتداء منصوب علی ان لا لنفی الجنس ۱۲ (حقانی)

== اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ : مگروہ (اللہ) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کو ان کے مشورے کی خبر ہوتی ہے۔

۵۸ : ۸ == نُهُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب نَهْيٌ (باب فتح) مصدر۔ ان کو منع کیا گیا۔ وہ روکے گئے۔ نَهٰى عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔

== يَتَنٰجَوْنَ ، مضارع جمع مذکر غائب ۔ تَنَاجِيٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔ مُنَاجَاةٌ (مفاعلۃ) چپکے چپکے کان میں بات کہنا۔ اللہ سے اپنی دلی مراد عرض کرنا۔

== اَلْعُدْوَانِ ظلم وستم، زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُوْا کا مصدر ہے جو باب نصر سے آتا ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

وہ عدوان کہ جس کی ابتدا کرنی ممنوع ہے وہ اس آیت میں مراد ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(۵ : ۲) اور آپس میں مدد کرو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔ لیکن جو عدوان کہ بدلہ کے طور پر ہو اور جس کا اُس شخص کے ساتھ برتنا روا ہے کہ جو اس کی پہل کر چکا ہے۔ وہ اس آیت میں مراد ہے :۔

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ : تو زیادتی نہیں مگر بے انصاف لوگوں پر۔

بعض علماء سے نقل ہے کہ عُدْوَانْ کے معنی ہیں کہ بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ خواہ یہ بات قوت (استعداد) میں ہو یا فعل میں یا حال میں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (۴ : ۳۰) اور جو کوئی یہ کام کرے زیادتی سے تو ہم ڈالیں گے اس کو آگ میں۔

== مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسول کی نافرمانی۔ مَعْصِيَة مصدر میمی ہے اور اسم ہے۔ نافرمانی کرنا۔ نافرمانی۔ عِصْيَانٌ بھی مصدر ہے (باب ضرب) عَصَا ۔ لاٹھی۔ عِصْيَانٌ کا ماخذ عَصَا ہی ہے۔ جس کے پاس لاٹھی (قوت) ہوتی ہے وہ دوسرے کی نافرمانی کرتا ہی ہے۔ گویا عصیان کے معنی ہوتے۔ لاٹھی کے بل پر کسی کی نافرمانی کرنا۔ توسیعِ استعمال کے بعد نافرمانی کو عصیان کہا جانے لگا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔ کیا آپ نے (اے رسول) ان کو نہیں دیکھا کہ جن کو کانا پھوسی

سے منع کردیا تھا۔ پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مخفی مشورے کرتے ہیں۔ (ترجمہ تفسیر حقانی)

= وَاِذَا واو عاطفہ، اِذَا ظرف زمان۔ جب

= حَيَّوۡكَ۔ حَيَّوۡا ماضی جمع مذکر غائب تَحِيَّةٌ (تفعیل) مصدر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، انہوں نے تجھ کو سلام کیا۔ وہ تجھ کو سلام کرتے ہیں۔ (ح ی ی حروفِ مادہ)

= لَمۡ يُحَيِّكَ۔ لَمۡ يُحَيِّ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو (ان کلمات سے) سلام نہ کیا۔

بِمَا میں مَا موصولہ اور بِهٖ میں ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب کفار آپ سے ملتے ہیں تو ایسے کلمات سے آپ کو دعا سلام کرتے ہیں کہ جن سے اللہ سلام نہیں بھیجتا۔ مثلاً السلام علیکم کی بجائے اَلسَّامُ علیکم کہنا جس کے معنی ہیں تم پر اللہ کی مار ہو۔

= فِيۡ اَنۡفُسِهِمۡ۔ فِيۡ حرف جر۔ اَنۡفُسِهِمۡ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے دلوں میں۔ یا فِيۡ مَا بَيۡنَهُمۡ۔ آپس میں۔

= لَوۡلَا: ای هَلۡ لَا کیوں نہیں۔

= حَسۡبُهُمۡ۔ ان کو بس ہے، ان کو کافی ہے۔ حَسۡبُ مضاف هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔

= يَصۡلَوۡنَهَا، يَصۡلَوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ صَلْيٌ (باب سمع) مصدر هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع جہنم ہے۔ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ یا يَصۡطَلُوۡنَ بِهَا۔ وہ اس میں جلیں گے۔

= فَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ۔ ف۔ پس، پھر۔ بِئۡسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی بِئۡسَ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ (سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کردیا گیا۔ بِئۡسَ ہو گیا۔ بِئۡسَ بُرا ہے۔

اَلۡمَصِيۡرُ: صَيۡرٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنا۔ یہاں بطور ظرف مستعمل ہے

٥٨: ٩ = اِذَا تَنَاجَيۡتُمۡ، اِذَا شرطیہ ہے یا اسم ظرف زمان، ہے، ماضی

جمع مذکر حاضر، تَنَاجِیٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ تم نے سرگوشی کی۔ یا جب تم سرگوشی کرو۔

= فَلَا تَتَنَاجَوْا۔ ف جواب شرط کے لئے۔ لَا تَتَنَاجَوْا فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، (تو تم) سرگوشی مت کرو۔ کانا پھوسی نہ کرو، تَنَاجِیٌ (تفاعل) مصدر

= تَنَاجَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، تم سرگوشی کیا کرو۔ یہاں نجوٰی سے مراد مشورہ ہے یعنی جب رازدارانہ بات کرنا ہی ہو تو نیکی اور پرہیزگاری کے متعلق مشورہ کیا کرو۔

= اَلْبِرِّ: مصدر ہے بمعنی نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ نیکوکاری۔ اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں اس میں شامل ہیں۔

= اَلتَّقْوٰی۔ پرہیزگاری۔ بچنا۔ تقوٰی اسم ہے اِتَّقٰی سے۔ لغت میں تو تقوٰی کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا کہ جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقوٰی سے اور تقوٰی کو خوف سے بھی موسوم کر لیتے ہیں۔ جس طرح کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لے لیتے ہیں۔

اور عُرفِ شرع میں تقوٰی نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔

= اِتَّقُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، اِتَّقُوا اللّٰهَ۔ تم اللہ سے ڈرو۔

= اَلَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ: اَلَّذِیْ اسم موصول۔ باقی جملہ اس کا صلہ۔ اِلَیْهِ اِلٰی انتہاء غایت۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

تُحْشَرُوْنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر، حَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

۵۸: ۱۰ = اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافّہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

= اَلنَّجْوٰی۔ سرگوشی، کانا پھوسی۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت، متذکرہ بالا) اِنَّ کا اسم ہے

= مِنَ الشَّیْطٰنِ خبر اِنَّ۔ بے شک سرگوشی ایک شیطانی فعل ہے۔ النَّجْوٰی میں اَلْ عہد کا ہے۔ مراد اس سے التناجی بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول ہے۔

= لِیَحْزُنَ۔ خبر دوم۔ لام علت کا ہے۔ تاکہ۔ یَحْزُنَ مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) حُزْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ غمگین کرتا ہے۔ لِیَحْزُنَ تاکہ وہ

غمگین کردے ۔ یہ خبر دوم ہے اِنَّ کی :

خبر اٰخر لا نما النجویٰ والاول من الشیطانِ ۱۲ (حقانی)

= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ موصول وصلہ مل کر مفعول ہے یَحْزُنَ کا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ایمان والوں کو۔

= وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا - جملہ حالیہ ہے واؤ حالیہ لَیْسَ (نہیں ہے) فعل ناقص۔ ماضی واحد مذکر غائب اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ لَیْسَ کا اسم کافروں کی سرگوشی یا شیطان ہے۔ ضَآرِّھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کو نقصان پہنچانے والا۔ ان کو ضرر پہنچانے والا۔

ضَآرٌّ ضَرٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر "مضاف ہے" ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ بِضَآرِّھِمْ خبر ہے۔ شَیْئًا کچھ بھی۔

مطلب یہ کہ:۔

حال یہ ہے کہ کافروں کی سرگوشی یا شیطان ایمان والوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ بغیر اللہ کے حکم کے۔

= فَلْیَتَوَکَّلِ - ف کا عطف محذوف پر ہے لیتوکل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں بمعنی جمع (المؤمنون) کے لئے آیا ہے۔ چاہئے کہ بھروسہ رکھیں۔

وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ - ای وعلی اللّٰہ لا علیٰ غیرہ یجب ان یتوکل المؤمنون ۔ مومنوں کو چاہئے کہ صرف اللہ پر نہ کہ کسی غیر پر توکل اور بھروسہ رکھیں" (ایسر التفاسیر)

۵۸: ۱۱ = اِذَا قِیْلَ لَکُمْ ...... فِی الْمَجٰلِسِ، جملہ شرطیہ ہے

= تَفَسَّحُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَفَسُّحٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر بمعنی کھل کر بیٹھنا۔ اور کشادگی وفراخی کرنا۔ تم کشادگی کرو۔ کھل کر بیٹھو،

اَلْفَسْحُ وَالْفَسِیْحُ کے معنی وسیع جگہ کے ہیں۔ فَسَحْتُ مَجْلِسَہٗ میں نے اس کے لئے مجلس میں، محفل میں جگہ کردی تو وہ اس میں کھل کر بیٹھ گیا۔

= فَافْسَحُوْا - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اِفْسَحُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ فَسْحٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی وسعت سے بیٹھنا۔ اور کھل کر رہنا۔ تو تم کھل جاؤ۔ جوابِ شرط ہے۔

= یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ : جوابِ امر۔ خدا تم کو فراخی دے گا۔ یَفْسَحِ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ واحد مذکر غائب : فَسْحٌ (باب فتح) مصدر۔ اللہ تمہارے لئے کشادگی کردیگا تمہارے لئے جگہ کشادہ کردے گا :

= وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔
اُنْشُزُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نَشْزٌ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ اٹھ کھڑا ہونا۔ یعنی جب کہا جائے کھڑے ہوجاؤ۔ تو کھڑے ہوجایا کرو۔

= یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ۔ یَرْفَعِ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ اللہ بلند کرے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ایماندار ہیں۔ بوجہ یرفع کا مفعول ہونے کے الذین محل نصب میں ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ الذین اٰمنوا منکم پر ہے یرفع کا مفعول ثانی ہے۔

اُوْتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیئے گئے، ان کو دیا گیا۔ اَلْعِلْمَ مفعول۔

اور وہ جن کو علم دیا گیا۔

دَرَجٰتٍ۔ منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ :۔ اگر تم کو کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان داروں کو اور وہ جنہیں علم دیا گیا بلحاظ درجات کے بلند فرمائے گا۔

= وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ : مَا موصولہ، تَعْمَلُوْنَ صلہ۔ اللہُ مبتدا۔ خبیر۔ خبر۔ موصول وصلہ مل کر متعلق خبر۔

۱۲:۵۸ = اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ جملہ شرطیہ ہے۔ نَاجَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، مُنَاجَاۃٌ (مُفَاعَلۃٌ) مصدر۔ الرَّسُوْلَ مفعول۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ:۔ جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رازدارانہ بات کان میں کرنا چاہو۔

= فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ قَدِّمُوْا امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تم آگے بھیجو۔ تم پہلے ادا کردو (صدقہ)

بَیْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی، ملاپ، اسم ظرف مکان ہے۔ دو چیزوں کے درمیان

اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔
منجملہ دیگر استعمال کے اس کا استعمال بَیْنَ یَدَیْ اور بَیْنَ اَیْدِیْ آتا ہے پہلے کے لغوی معنی ہیں دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ اور دوسرے کے معنی ہاتھوں کے درمیان مطلب دونوں کا ہے آگے۔ سامنے۔ قریب۔ ایسی صورت میں بین کی اضافت ایدی۔ یا یدی کی طرف ہوتی ہے۔
بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے۔ جیسے بین البلدین۔ (دو شہروں کے درمیان) یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بین الرجلین۔ اور بین القوم (قوم کے درمیان)
بین مضاف ہے نجوٰکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر یدی کا مضاف الیہ۔ یدی مضاف، یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر بین کا مضاف الیہ۔
ترجمہ آیت کا ہوگا:۔
تو بات کرنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دیدیا کرو۔
= ذٰلِكَ : یعنی نجویٰ سے قبل صدقہ کا دینا۔ مبتدا، خَیْرٌ لَّکُمْ خبر۔ وَاَطْهَرُ خبر بعد خبر اطہر افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بمعنی پاکیزہ۔ زیادہ پاک، طَهَارَةٌ سے۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزگی والی بات ہے۔
= فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا۔ جملہ شرطیہ۔ اور لم تجدوا کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے عبارت کچھ یوں ہوگی۔
فَاِنْ لَّمْ تجدوا شیئًا مَا تتصدقون به اور اگر تمہیں کوئی چیز میسر نہ آسکے جسے تم صدقہ میں دے سکو۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ای فی ترخیص المناجاۃ من غیر صدقۃ) فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جوابِ شرط ہے۔
تو اللہ تعالیٰ بغیر صدقہ کے مناجات کی رخصت دینے میں غفور اور رحیم ہے غفور۔ غفران سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔
۵۸ : ۱۳ = ءَاَشْفَقْتُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ، اشفقتم ماضی جمع مذکر حاضر، اشفاق (افعال) مصدر۔ اشفاق کہ علیٰ کے صلہ کے ساتھ کسی کی خیر خواہی کے لئے اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ مشفق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف پہنچنے

سے ڈرتا رہتا ہے۔ جب یہ فعل حرف مِنْ کے واسطہ سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ ترسیدن از کسے، کسی سے ڈرنا۔

= اَنْ تُقَدِّمُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تُقَدِّمُوْا مضارع منصوب۔ جمع مذکر حاضر

= بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ: ملاحظہ ہو آیت ۱۲ ۔ متذکرۃ الصدر۔

ترجمہ ہوگا۔

کیا تم اس سے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو ڈر گئے ہو؟۔

= فَاِذْ: ف عاطفہ، اِذْ (ظرفیہ للماضی) پھر جب۔

= لَمْ تَفْعَلُوْا مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، پھر جب تم ایسا نہ کر سکے یا تم نے ایسا نہ کیا۔ (یعنی مفلسی کے ڈر کی وجہ سے تم نے صدقہ نہیں دیا)

= وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے: اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور اللہ نے تمہیں اسے ترک کرنے کی رخصت دیدی ہے:

= فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ ف سببیہ ہے۔ پس بایں سبب تلافیٔ مافات کے لئے پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔

اِذْ بمعنی اِنْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ جملہ جواب شرط ہوگا مطلب یہ ہے کہ:۔

اگر تم نے ماضی میں ایسا نہیں کیا تو اس کوتاہی کے تدارک کے لئے اب نماز کی ادائیگی، ایتائے زکوٰۃ، اطاعتِ خداوندی و اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پابندی کرو

۵۸: ۱۴ = اَلَمْ تَرَ: استفہام انکاری ہے۔ نفی کا انکار موجب اثبات ہوتا ہے۔ اس لئے اَلَمْ تَرَ کا مطلب ہوا۔ تو نے دیکھا۔ تو نے دیکھا ہے۔

= اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول تَوَلَّوْا اس کا صلہ۔ قَوْمًا مفعول تَوَلَّوْا کا۔ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ صفت قَوْمًا کی۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قَوْمًا کی طرف راجع ہے۔

تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّيْ (تفعّل) مصدر

تَوَلِّيْ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی:

ا۔ کسی سے دوستی رکھنے۔

۲:۔ کسی کام کو اُٹھانے۔
۳:۔ والی وحاکم ہونے کے ہوتے ہیں:۔
۱:۔ کی مثال۔ قرآن مجید میں ہے:۔
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ: (۵: ۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے وہ اُن ہی میں سے ہے:۔
۲:۔ کی مثال:۔ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (۲۴: ۱۱) اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی بات کو۔
۳:۔ کی مثال:۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۴۷: ۲۲) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔
اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ لفظوں میں مذکور ہو یا مُسْتَتِرْ (محذوف) ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ: (۷: ۷۹) پھر اس نے ان سے منہ موڑا۔ اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچادیا۔
یہاں سورۃ ہذا میں تَوَلَّوْا بمعنی دوستی رکھنا ہے۔
یعنی کیا تو نے دیکھا نہیں (تو نے دیکھا ہے) ان لوگوں کی طرف جو دوستی کرتے ہیں اس قوم سے کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔
= مَا هُمْ مِنْكُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا کی طرف راجع ہے اور مِنْكُمْ میں ضمیر كُمْ جمع مذکر حاضر اَلَمْ تَرَ کے مخاطب کی طرف راجع ہے۔
= وَلَا مِنْهُمْ۔ جُمْلَةٌ مُسْتَانِفَة او حال من فاعل تولوا ۱۲ (حقانی) مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قومًا غضب اللّٰہُ علیہم کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ:۔
یہ منافقین نہ تو پورے پورے تم میں سے ہیں۔ کیونکہ دین اور دوستی ہیں یہودیوں کے ساتھ ہیں۔ اور نہ یہ پورے پورے یہودیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ظاہر میں یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔
= وَيَحْلِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حَلْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ اس کا عطف تَوَلَّوْا پر ہے مضارع کا صیغہ تکرار حلف پر دلالت

کرتا ہے۔
== عَلَى الْكَذِبِ۔ جھوٹ پر۔
== وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ : جان بوجھ کر۔
آیت کا ترجمہ ہوا۔
اور جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ جانتے ہیں (کہ جو وہ کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے)

۵۸ : ۱۵ == اَعَدَّ، ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی تیار کرنا۔ اِعْدَادٌ یہ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جا سکے۔
اَعَدَّ اس نے تیار کیا ہے۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔
== اِنَّهُمْ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب: بے شک وہ سب لوگ۔
== سَآءَ فعل ذم ہے سَوْءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بُرا ہے۔
== مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ مَا موصولہ۔ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ صلہ۔ جو وہ کیا کرتے تھے، بے شک وہ بُرے کام کیا کرتے تھے۔

۵۸ : ۱۶ == اِتَّخَذُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔ انہوں نے اختیار کر لیا۔
== اَيْمَانَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اپنی قسموں کو۔ اَيْمَانٌ جمع ہے اس کا واحد يَمِيْنٌ ہے۔ يَمِيْنٌ کے معنی اصل میں تو داہنے ہاتھ کے ہیں، معاہدہ کرنے والا حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے يمين حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے
== جُنَّةً سپر، ڈھال۔ آڑ، پردہ، جُنَنٌ جمع ہے۔ جَنٌّ سے مشتق ہے چونکہ ڈھال سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جُنَّةٌ کہتے ہیں۔
انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے (اپنے بچاؤ کے لئے)
== فَصَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وَ صُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے

پھر خدا کی راہ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔
== عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: موصوف و صفت۔ مُهِيْنٌ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ ذلیل وخوار کرنے والا۔
۵۸: ۱۷ == لَنْ تُغْنِيَ مضارع نفی تاکید بلن (منصوب بوجہ عمل لن) صیغہ واحد مؤنث غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی کام آنا۔ کفایت کرنا۔ وہ ہرگز کفایت نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہیں آئے گی۔
لَنْ تُغْنِيَ کا فاعل اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ہے ان کے مال اور ان کی اولاد
ان کا مال اور ان کی اولادیں ہرگز کچھ کام نہ آئیں گی اللہ کے مقابلہ میں۔
== اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ لبعید جمع مذکر۔ وہی لوگ۔ وہ لوگ، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جہنمی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اولٰئك ہے۔ وہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
== فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے
== خٰلِدُوْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے خُلُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے
۵۸: ۱۸ == يَوْمَ۔ مفعول فیہ۔ جس دن۔
== يَبْعَثُهُمْ۔ يَبْعَثُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ بَعْثٌ (باب فَتَحَ) مصدر بمعنی بھیجنا۔ اٹھانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے گا
== جَمِيْعًا سب کو۔
== فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ۔ فَ تعقیب کا ہے يَحْلِفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، حَلْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ لَهٗ اس کے سامنے۔ پھر اس (خدا) کے سامنے وہ قسمیں کھائیں گے۔ ای قائلین واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین۔ بخدا ہم مشرک نہیں تھے۔
== كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ: کاف تشبیہ کا ہے۔ لَكُمْ تمہارے سامنے۔
یعنی جیسا کہ وہ اب تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم سے ہیں کافر یا غیر مسلم نہیں ہیں۔
== وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ واؤ عاطفہ۔ يَحْسَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ گمان کریں گے۔ وہ خیال کریں گے۔ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ

کہ ان کا کچھ کام بن گیا ہے۔ وہ کچھ نفع میں رہے ہیں۔ کہ جلبِ منفعت اور دفع مضرت میں ان کو کچھ حاصل ہوا ہے۔ کہ وہ کچھ حاصل کر رہے ہیں۔

= اَلَآ : جان لو، سن رکھو، خبردار ہو جاؤ۔ یہ حرف تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے۔

کبھی یہ عرض کے لئے استعمال ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا) جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ : کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔

اور کبھی تحضیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ فرمایا اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ وَھَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَھُمْ بَدَءُوْکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہی نے تم سے پہلے چھیڑ کی۔

جب یہ تنبیہ اور استفتاح کے لئے آتا ہے تو جملہ اسمیہ و فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض و تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظاً مذکور ہوں یا تقدیرًا۔

= اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تخصیص کے لئے لایا گیا ہے بیشک یہی وہ لوگ ہیں جو بہت جھوٹے ہیں۔ (اور ان کے انتہائی جھوٹے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ خدا جو عالم الغیب ہے اس کے سامنے بھی یہ جھوٹ بولیں گے)

۵۸ : ۱۹ = اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمْ : ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِحْوَاذٌ (استفعال) مصدر۔ بمعنی قابو میں کر کے ہانکنا (شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔

= فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ۔ ف سببیہ ہے اَنْسٰی ماضی واحد مذکر غائب اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی بھلا دینا ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ذِکْرَ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول ثانی اَنْسٰی کا۔ پس اس نے (یعنی شیطان نے) ان کو اللہ کی یاد بھلا دی۔

= حِزْبُ الشَّیْطٰنِ : مضاف مضاف الیہ۔ حِزْبٌ گروہ، جماعت، ٹولہ، اَحْزَابٌ جمع۔ شیطان کا گروہ۔

= اَلَآ : ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْخٰسِرُوْنَ۔ خُسْرٌ و خُسْرَانٌ : سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، نقصان اٹھانے

والے۔ گھاٹا پانے والے۔ زیاں کار۔

۵۸: ۲۰ == یُحَادُّوْنَ ۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت ۵ متذکرۃ الصدر۔

== اَلْاَذَلِّیْنَ ۔ یہ اَذَلَّ کی جمع ہے ذِلَّۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ذلیل، زیادہ کمزور، اذلین۔ سب سے زیادہ ذلیل یا بے قدر لوگ۔

۵۸: ۲۱ == کَتَبَ اللّٰهُ ۔ اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اللہ نے فیصلہ دے دیا ہے۔ اللہ نے یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

== لَاَغْلِبَنَّ ۔ مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ غَلَبَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے، میں ضرور غالب ہوں گا۔

== وَرُسُلِیْ ۔ واؤ عاطفہ، رُسُلِیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرے رسول، میرے پیغمبر فعل محذوف۔ اور میرے رسول بھی ضرور غالب رہیں گے۔

یا ترجمہ یوں ہوگا۔ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔

== قَوِیٌّ ۔ قُوَّۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر، زبردست، توانا۔ خدا تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

ایسا طاقتور کہ کوئی اس کی مشیت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

== عَزِیْزٌ ۔ غالب، زبردست، قوی۔ ایسا غالب کہ کوئی اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔

عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر، بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

۵۸: ۲۲ == لَا تَجِدُ ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو نہیں پائے گا۔

== قَوْمًا ۔ لا تجد کا مفعول یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جملہ صفت ہے قَوْمًا کی یعنی ایسے لوگ جو اللہ پر اور روز قیامت پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں۔

== یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ قَوْمًا کی صفت ثانی،

ترجمہ ہوگا:۔

آپ ایسی کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

یا یہ جملہ قَوْمًا سے حال ہے۔ اور ترجمہ یوں ہے۔

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور رسول کے دشمنوں سے

دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ (مولانا فتح محمد جالندہری)

= يُوَآدُّوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ وِدَاءٌ مُوَادَّةٌ (مفاعلۃ) دوستی کرنا۔ دوستی رکھنا۔

= مَنْ حَادَّ اللّٰهَ مَنْ موصول۔ حَادَّ اللّٰهَ اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مُحَادَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی لڑنا۔ دشمن رکھنا۔ مخالفت کرنا۔ ناراض کرنا۔

= وَرَسُوْلَهٗ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، میں اگرچہ مَنْ بصیغہ واحد استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے جمع کی ہے۔ یعنی سارے ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں

= لَوْ: اگر، خواہ۔

= اٰبَآءَهُمْ۔ یہ كَانُوْا کی خبر ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے باپ۔

= اَوْ اَبْنَآءَهُمْ۔ اَوْ۔ یا۔ اَبْنَآءَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بیٹے۔

= اِخْوَانَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بھائی۔

= عَشِيْرَتَهُمْ مضاف مضاف الیہ ان کے کنبے کے لوگ۔

= اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ اُولٰٓئِكَ مبتدا ہے۔

= فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ: یہ خبر ہے مبتدا کی،۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان تحریر کر دیا ہے۔ ثبت کر دیا ہے۔ راسخ کر دیا ہے۔

= وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ یہ خبر ثانی ہے اُولٰٓئِكَ کی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَيَّدَ: ماضی واحد مذکر غائب۔ تَاْيِيْدٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ بمعنی مدد کرنا۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کی مدد کی۔

بِرُوْحٍ مِّنْهُ: اپنے نور سے۔ اپنی رُوح سے۔

رُوح کے علماء نے مختلف معانی مراد لئے ہیں۔

۱:۔ سدی نے کہا۔ ایمان مراد ہے

۲:۔ ربیع نے کہا کہ قرآن اور وہ استدلالات جو قرآن میں مذکور ہیں۔

۳:۔ بعض کے نزدیک اللہ کی رحمت مراد ہے۔

۴:۔ بعض کے نزدیک جبرائیل مراد ہے۔

۵م۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد نور یا اللہ کی مدد ہے۔

== وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ یہ خبر سوم ہے اُولٰٓئِکَ کی۔ اور وہ ان کو داخل کرے گا بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

== خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اسم فاعل جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ (باب نصر) ہمیشہ رہنے والے سدا رہنے والے۔

فِیْھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کی طرف راجع ہے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

== رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ یعنی ان کی اطاعت کی وجہ سے وہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور اللہ کی طرف سے عطائے ثواب پر وہ اس (اللہ سے) راضی ہوں گے۔

== اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، اشارہ ہے اس قوم کی طرف جو اللہ پر کامل ایمان اور آخرت پر بھی ایمان رکھتی ہے؛

(شروع آیت ہذا)

== حِزْبُ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی جماعت۔ اللہ کا گروہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۵۹) سُوۡرَۃُ الۡحَشۡرِ مَدَنِیَّۃٌ (۲۴)

۵۹ : ۱ = سَبَّحَ : ماضی واحد مذکر غائب تَسۡبِیۡحٌ (تفعیل) مصدر۔ یہاں فعل ماضی بمعنی مضارع آیا ہے۔ پاکی بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بعض جگہ بصیغہ مضارع آیا ہے جیسے سورۃ ہذا کی آخری آیت (۵۹ : ۲۴) سورۃ الجمعہ (۶۲ : ۱) سورۃ التغابن (۶۴ : ۱) وغیرہ۔ صیغہ مضارع دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے صاحب اضواء البیان نے لکھا ہے:۔

التسبیح اصل میں مادہ سبح سے ہے سباحۃ وتسبیح میں مادہ مشترک ہے ان کے معانی میں بھی اشتراک ہے سباحۃ فی الماء (پانی میں تیرنا) تیرنے والے کو پانی میں ڈوبنے سے بچاتا ہے اسی طرح اللہ کی تسبیح اور تنزیہہ کرنے والا شرک سے نجات پاتا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۵۷ : ۱)

= اَلۡعَزِیۡزُ۔ غالب، زبردست، عِزَّۃٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے

= اَلۡحَکِیۡمُ : حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔

۵۹ : ۲ = اس آیت اور مابعد کو سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

یہ سورۃ غزوۂ بنو نضیر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ بنی نضیر فلسطین کے باشندے تھے ۱۳۲ء میں رومیوں کی سخت روی کی وجہ سے یہودیوں کے چند قبائل جن میں بنی نضیر اور بنو قریظہ شامل تھے فلسطین کو چھوڑ کر یثرب میں آکر آباد ہو گئے۔ بنی نضیر مدینہ میں قبار کے قریب مشرقی جانب آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں عرب قبائل میں سے بنی اوس اور بنی خزرج ممتاز قبائل تھے یہ دونوں یہودی قبائل بنی نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف بن گئے

اور بنی اوس اور بنی خزرج کی باہمی لڑائیوں میں اول الذکر کا ساتھ دیتے رہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ہر دو عرب قبائل اور مہاجرین کو ملا کر ایک برادری بنائی اور مسلم معاشرہ اور یہودیوں کے درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ طے کیا۔ لیکن یہودی قبائل اور خاص کر بنی نضیر ہمیشہ منافقانہ رویہ اختیار کئے رہے یہاں تک کہ ۴ھ میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قتل کی سازش کی جس کا بروقت آپ کو علم ہو گیا۔ جس پر آپ نے ربیع الاول ۴ھ میں انہیں الٹی میٹم دے دیا۔ کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جائیں۔

لیکن جب انہوں نے لڑائی کی ٹھان لی تو مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا جس پر وہ ملک شام اور خیبر کی طرف نکل گئے۔ بنی نضیر کو یہ گھمنڈ تھا کہ یہودی اور عرب قبائل کی مدد سے وہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ لیکن خدائی طاقت کے سامنے علی رغم التوقع بہت جلد ان کو ہار مان کر اپنی بستی کو چھوڑ کر چلے جانا پڑا۔ یہ سورۃ اسی جنگ بنی نضیر پر تبصرہ ہے۔

= هُوَ الَّذِىۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ دِيَارِهِمۡ۔

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں مِنْ حرف جار اھل الکتب مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ (مِنْ تبعیضیہ ہے) جار مجرور مل کر متعلق اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مفعول اخرج کا۔ اخرج صلہ ہے الذی اسم موصول کا۔ یہ صلہ موصول مل کر نعت ہوئے هُوَ کی۔

مِنْ دِيَارِهِمْ: مِنْ حرف جار دِيَارِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ترجمہ ہوگا۔

وہی ذات ہے (یعنی اللہ) جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار یہود (بنی نضیر) کی طرف راجع ہے۔

= لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ لام توقیت کے لئے ہے یعنی وقت بتانے کے لئے (بمعنی عِنْدَ لوقت۔ جیسے کہ الوضوء واجبٌ لکل صلٰوۃ ای عند کل صلٰوۃ ہر نماز کے وقت وضو کرنا واجب ہے)۔

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے متعلق مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں :-

اصل الفاظ ہیں لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ حَشْرٌ کے معنی ہیں منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ یا بکھرے ہوئے افراد کو جمع کر کے نکالنا۔ اور لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے معنی ہیں پہلے حشر کے ساتھ یا پہلے حشر کے وقت۔ یا موقعہ پر۔

اب رہا یہ سوال کہ اس جگہ اول حشر سے مراد کیا ہے؟

تو اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہے اور اس کو ان کا پہلا حشر اس معنی میں کہا گیا ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ جب یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالا گیا۔ اور آخری حشر قیامت کے روز ہوگا۔

دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد مسلمانوں کی فوج کا اجتماع ہے جو بنو نضیر سے جنگ کے لئے ہوا تھا۔ اور لاول الحشر کے معنی یہ ہیں:۔

کہ ابھی مسلمان ان سے لڑنے کے لئے جمع ہی ہوئے تھے اور کشت و خون کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ جلاوطنی کے لئے تیار ہو گئے۔

بالفاظ دیگر یہاں یہ الفاظ باول وھلۃ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں (محاورہ ہے لقیتہ باول وھلۃ (میں نے اس سے سب سے پہلے ملاقات کی)۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے " در اول جمع کردن لشکر"

اور شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ ہے:۔ "پہلے ہی بھیڑ ہوتے"

ہمارے نزدیک یہ دوسرا مفہوم ہی ان الفاظ کا متبادر مفہوم ہے"!

اس کے علاوہ اس بارہ میں علماء کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں:۔

= مَا ظَنَنْتُمْ: میں مَا نافیہ ہے ظننتم ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ تم کو تو گمان بھی نہ تھا۔ تم تو خیال تک نہ کرتے تھے۔ تمہیں کوئی یقین نہ تھا۔

ظَنٌّ خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ اٹکل کرنا۔ یقین کرنا۔

= اَنْ یَّخْرُجُوْا: اَنْ مصدریہ ہے یَخْرُجُوْا مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب خُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ کہ وہ (اپنے گھروں سے) نکل جائیں گے۔ ضمیر فاعل بنی نضیر کی طرف راجع ہے:۔

= وَظَنُّوْا واوٗ عاطفہ، ظَنُّوْا ماضی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ ان کو گمان تھا ان کو یقین تھا۔ (یعنی بنی نضیر کو)

= اَنَّھُمْ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، بیشک وہ سب

= مَانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ۔ حُصُوْنُھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے قلعے مبتدا۔ مَانِعَتُھُمْ مضاف مضاف الیہ مانعۃ اسم فاعل واحد مؤنث، مَنْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بچانے والی۔ حفاظت کرنے والی۔ خبر۔ مِنَ اللّٰہِ متعلق خبر۔

وہ خیال کرتے تھے کہ تحقیق ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے

= فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ۔ فَ بمعنی لیکن۔ مگر۔ پھر، اَتٰی ماضی واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ آیا۔ وہ پہنچا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ کے معنی آنا ہیں خواہ کوئی بذاتہٖ آئے۔ یا اس کا حکم پہنچے یا اس کا نظم ونسق وہاں جاری ہو۔

پھر آپہنچا اللہ ان پر۔ یعنی اللہ کا عذاب ان پر آپہنچا۔

= مِنْ حَیْثُ مِنْ حرف جر ہے۔ حَیْثُ اسم ظرف مکان ہے، جہاں۔ جس جگہ مبنی برضمہ ہے۔ جہاں سے۔

= لَمْ یَحْتَسِبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ احتساب (افتعال) مصدر (جہاں سے) انہوں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔

= وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ پر ہے قَذَفَ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَذْفٌ (باب ضرب) مصدر۔

اَلْقَذْفُ کے معنی دور پھینکنا کے ہیں۔ پھر بُعد کے معنی کے اعتبار سے دور دراز منزل کو مَنْزِلٌ قَذَفٌ کہا جاتا ہے (منزل بعید) مجازًا قذف کا استعمال عیب لگانے اور بُرا بھلا کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

یہاں اس کے معنی ہیں اس نے پھینکا۔ اس نے ڈالا۔

= یُخْرِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِخْرَابٌ (افعال) مصدر۔ وہ خراب کرتے ہیں وہ اُجاڑتے تھے، وہ ڈھاتے تھے۔

= بِاَیْدِیْھِمْ ب حرف جر۔ اَیْدِیْھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے ہاتھوں سے، اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔

= وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ اس کا عطف سابقہ جملہ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ پر ہے اور وہ

اجاڑ رہے تھے ۔ یا۔ ڈھا رہے تھے (اپنے گھروں کو) مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔

دونوں جملے حال ہیں۔

صاحب تفسیر مظہری یُخْرِبُوْنَ .... وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

اِخْرَابٌ کا معنی ہے کسی چیز کو بیکار کر کے اور برباد کر کے چھوڑنا۔
تخریب کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا تھا۔ کہ جو چیزیں چاہیں (سوائے اسلحہ کے) اونٹوں پر لاد کر لے جائیں۔ انہوں نے اسی بنیاد پر اپنے گھر ڈھا کر دروازہ کی چوکھٹیں اور لکڑی کے تختے نکالے اور اونٹوں پر لے گئے۔ اور جو حصہ باقی رہا وہ مسلمانوں نے ڈھا دیا۔

ابن زید نے کہا کہ:۔
انہوں نے ستون اکھاڑے۔ چھتیں توڑیں۔ دیواروں میں نقب لگائے لکڑیاں تختے یہاں تک کہ کیلیں بھی اکھاڑ لیں اور مکانوں کو ڈھا دیا۔ تاکہ مسلمان ان میں نہ رہ سکیں۔

قتادہ نے کہا کہ:۔
مسلمان بیرونی جانب سے اپنی طرف کے حصہ کو اور یہودی اندرونی جانب سے مکانوں کو ڈھا رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا:۔
کہ مسلمان جب کسی گھر پر قابض ہوتے تھے تو اس کو گرا دیتے تھے تاکہ لڑائی کا میدان وسیع ہو جائے اور یہود گھروں میں نقب لگا کر پشت کی طرف سے دوسرے مکانوں میں چلے جاتے اور پشت والے مکانوں میں قلعہ بند ہو کر خالی کئے ہوئے مکانوں پر پتھر برساتے تھے تاکہ جو مسلمان وہاں داخل ہو چکے ہوں وہ زخمی ہو جائیں۔ یہی مطلب ہے آیت یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ کا۔

= فَاعْتَبِرُوْا۔ اِعْتَبِرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِبَارٌ (افتعال) مصدر تم عبرت پکڑو۔

= یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ یَا اشارہ۔ اُولِی الْاَبْصَارِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مشار الیہ اے آنکھوں والو۔ آنکھیں یعنی بصیرت کی آنکھیں۔

۵۹: ۳ = لَوْلَا۔ مرکب ہے لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے۔ اگر نہ ہوتا۔

= اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ۔

= کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ (کہ) لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف۔ کَتَبَ عَلٰی۔ کسی چیز کو کسی چیز پر فرض کرنا۔ واجب کر دینا۔ ضروری کر دینا۔

جیسے اور جگہ فرمایا ہے۔

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (۶: ۵۴) تمہارے رب نے اپنی ذات (مبارک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

= اَلْجَلَآءَ : جلا وطنی، جلا وطن ہونا۔ اجڑنا۔ ملک بدر ہونا۔ جَلَا یَجْلُوْ (باب نصر) کا مصدر ہے منصوب بوجہ مفعول ہے۔ مادہ جلو ہے۔ الجلو کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہونا۔ جلوہ دکھانا۔

جملہ لَوْلَآ ..... اَلْجَلَآءَ شرطیہ ہے۔ اگلا جملہ جواب شرط ہے۔

= لَعَذَّبَہُمْ ۔ لام جواب شرط کا ہے۔ عَذَّبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور عذاب دیتا۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں کسی اور طریقہ سے عذاب دیتا۔ مثلاً قتل وقید کی سزا۔ جیسا کہ بنی قریظہ کے ساتھ کیا۔

= وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ : یہ ایک الگ جملہ ہے اس کا تعلق لَوْلَآ کے جواب سے نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عذابِ دنیا (قتل وقید) سے بچ بھی گئے تو آخرت کے عذاب دوزخ سے نہیں بچیں گے۔ جو اس عذاب دنیا کے سوا ان کو ملیگا۔

۵۹: ۴ = ذٰلِکَ : یعنی وہ عذاب جو ان پر نازل ہوا یا نازل ہوگا۔

= بِاَنَّہُمْ : ب سببیہ ہے یہ بسبب اس امر کے کہ انہوں نے۔

= شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

شَآقُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ شقاق ومشاقۃ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی مخالفت، ضد مقابلہ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔ شق بمعنی طرف،

= مَنْ ۔ شرطیہ ہے۔ جو۔

= یُّشَآقِّ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب ؛ مُشَاقَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اصل میں یُشَاقِقُ تھا۔ ق کو ق میں ادغام کیا گیا (اور جو) مخالفت کرتا ہے (اللہ کی)

مَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ جملہ شرط ہے۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے اللّٰهَ منصوب بوجہ عمل اسم اِنَّ ہے۔ شَدِيْدُ الْعِقَابِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اِنَّ۔

ترجمہ :۔

تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۵۹ : ۵ = مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ ۔ مَا شرطیہ قَطَعْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر قَطْعٌ (باب فتح) مصدر۔ تم نے کاٹا۔ مِنْ لِّيْنَةٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔
لِيْنَةٍ لَوْنَ سے مشتق ہے اس کی جمع اَلْوَان آتی ہے۔
بعض کے نزدیک لین سے مشتق ہے۔ علماء نے لینۃ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں
۱:۔ بعض نے کہا کہ ہر قسم کے کھجور کے درختوں کو لینہ کہتے ہیں۔ اس میں عجوہ کے درخت شامل نہیں ہیں۔ یہ قول عکرمہ اور قتادہ کا ہے۔ زاذان کی روایت میں حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول آیا ہے۔

۲:۔ زہری نے کہا کہ :۔
عجوہ اور برنیہ کے علاوہ دوسرے تمام اقسام کے کھجور کے درختوں کو الوان کہا جاتا ہے؛

۳:۔ مجاہد اور عطیہ نے کہا کہ :۔
بغیر تحقیق کے ہر کھجور کے درخت کو لینہ کہا جاتا ہے۔

۴:۔ سفیان نے کہا کہ :۔
کھجور کے اعلیٰ درختوں کو لینہ کہتے ہیں۔

۵:۔ مقاتل نے کہا کہ :۔
لینہ ایک قسم کا کھجور کا درخت ہے جس کے پھل کو لون کہا جاتا ہے یہ رنگ میں بہت زرد (اور اتنا شفاف) ہوتا ہے کہ اندر کی گٹھلی باہر سے دکھائی دیتی ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ جملہ شرط ہے۔
= اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا ۔ جملہ ہذا کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے اور یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔
تَرَكْتُمُوْهَا میں تَرَكْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَرْكٌ (باب نصر) مصدر سے واؤ اشباع کا ہے هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب لینۃ کے لئے ہے؛

قَائِمَةً : بوجہ تمیز منصوب ہے۔ اُصُوْلِهَا مضاف مضاف الیہ ان کی جڑیں ترجمہ:۔

یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا۔

= فَبِاِذْنِ اللّٰهِ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ - اس کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ واؤ کا عطف عبارت مقدرہ پر ہے:۔ ای لِيُعِزَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (یہ تمہارا اللہ کے اذن پر کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا یا ان کو اُن کی جڑوں پر قائم رہنے دینا اس لئے ہے کہ وہ مومنوں کی عزت افزائی کرے اور نافرمانوں کو رسوا کرے)

۲:۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یعنی تمہارا درختوں کو کاٹنا یا ان کو کھڑا رہنے دینا اللہ کے حکم سے تھا۔ اس کا مقصد نافرمانوں کو رسوا کرنا تھا۔

لِيُخْزِيَ میں لام تعلیل کا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ جواب شرط۔ اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر۔ رُسوا کرنا۔ ذلیل کرنا۔ (تاکہ وہ رسوا کرے)۔

۵۹ : ۶ = وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ : واؤ عاطفہ، ما موصولہ، مبتدا۔ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ صلہ۔ اس کے بعد اگلا جملہ مبتدا کی خبر ہے۔

اَفَاءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِفَاءَةٌ (افعال) مصدر۔ اس نے لوٹایا۔ اس نے ہاتھ لگوایا۔ اس نے فیٔ میں عطا کیا۔ ف ی ء مادہ۔ فَاءَ يَفِيْءُ (باب ضرب) فَيْءٌ لوٹنا (کسی چیز کی طرف) (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فیٔ کے اصل معنی کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنا کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ (۴۹:۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے : جو مال غنیمت بلا مشقت حاصل ہو وہ بھی فیٔ کہلاتا ہے۔

علامہ ناصر بن عبد السید المطرزی المغرب میں رقمطراز ہیں۔

غنیمت وہ مال ہے جو بحالتِ جنگ کفار سے بزور شمشیر حاصل کیا جائے اس کا پانچواں حصہ نکال کر بقیہ چار حصے غانمین یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ اور فیٔ وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے بعد حاصل ہو جیسے خراج۔ یہ عام مسلمانوں کا حق ہے"

مَا اَفَاءَ سے مراد بنو نضیر کا مال و اسباب مُراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فیٔ میں دلوایا۔ یہ مال خالص آپ کی ملکیت تھا۔ اور فیٔ میں اس طرح کی ملکیت آپ ہی

کی خصوصیت تھی۔

اَلْفِئَۃُ اسی مادہ سے مشتق ہے۔ اَلْفِئَۃُ اس جماعت کو کہتے ہیں جس کے افراد تعاون اور تعاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

مِنْہُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بنو نضیر کے لئے ہے۔ منھم سے مراد مِنْ اَمْوَالِہِمْ ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو مال بنو نضیر کے اموال میں سے اللہ نے اپنے رسول کو فئے میں عطا کیا۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اَفَاءَ کا لفظ بڑا معنی خیز ہے اَفَاءَ کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا، واپس کر دینا۔ سایہ کو بھی فیئ کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی پلٹ کر واپس آتا ہے۔ یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کر دیا ہے اس کے حقدار اس کے فرماں بردار بندے ہیں اصل میں ہر چیز انہی کی ملکیت ہے نافرمان لوگ جو بعض چیزوں پر قبضہ جما لیتے ہیں یہ ان کا قبضہ مخالفانہ ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان چیزوں کو غاصب لوگوں سے لے کر ان کے اصل حقداروں تک پہنچا دیتا ہے۔

یہاں بھی بنی نضیر کے جو املاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ وہ حقیقتاً یہودیوں کے نہ تھے انہوں نے انہیں غصب کیا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غاصبانہ قبضہ کو ختم کر کے اپنے رسول کریم کو واپس دیدیئے ہیں جو ان کے حقیقی حقدار تھے۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں:۔

فیہ اشعار بانہا کانت حریۃ بان تکون لہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما وقعت فی ایدیہم بغیر حق فارجعہا اللہ تعالیٰ الی مستحقہا (روح المعانی)

علامہ ابوبکر عربی نے احکام القرآن میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور افاء کا کلمہ یہاں استعمال کرنے کی یہی حکمت ذکر کی ہے۔

= فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ یہ جملہ خبر ہے مبتدا ر کی:

تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے۔ اور نہ اونٹ۔ مَا نافیہ ہے۔ اَوْجَفْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِیْجَافٌ (افعال) مصدر۔ وجف مادہ، سواری کو

دوڑانا اور تیز کرنا۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔ کسی کے خلاف سواری کو تیز کرکے حملہ کرنا۔ مِنْ خَیْلٍ یعنی گھوڑے۔ اصل میں خَیْل گھوڑوں کا نام ہے مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے وَلَا رِکَاب اور نہ ہی اونٹ یا اونٹوں پر سوار ہوکر۔

= وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ

لٰکِنْ حرف عطف ہے۔ کلامِ سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے بھی آتا ہے لیکن اس صورت میں یہ واؤ عاطفہ کے ساتھ آتا ہے اور حرف عطف نہیں بلکہ حرف استدراک کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس وہم کو دور کرنے کے لئے جو کلام سابق سے پیدا ہوا ہو۔ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے۔

لٰکِنْ (نون کے سکون کے ساتھ) بھی حرف استدراک ہے لیکن یہ اسم پر عمل نہیں کرتا۔ لٰکِنَّ کی مثال: وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا (۲:۱۰۲) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے اور لٰکِنْ کی مثال:۔

الٰکِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (۱۹:۳۸) مگر ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔

یُسَلِّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَسْلِیْطٌ تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ مسلّط کرتا ہے وہ قابو یافتہ کردیتا ہے۔

سوال: پیدا ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے مال کو مال فیئ کہنا اور یہ فرمانا کہ اس پر تمہارے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں۔ اس لئے کہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی۔ آخر وہ جلاوطنی پر راضی ہوگئے تھے۔ لہٰذا اس مال کو غنیمت کہنا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلہ پر آباد تھے۔ ان کے خلاف کچھ زیادہ سامان سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوئی

پا پیادہ جاکر محاصرہ کرلیا گیا۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر سوار تھے۔ یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اس میں اس قدر تکلیف اٹھانی نہ پڑی گویا کہ مال مفت ہاتھ آگیا اس لئے اس کو مالِ فَے کہا گیا۔

(تفسیر مظہری)

۵۹: ۷ = مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى... یعنی اہلِ قری کا جو مال اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اہل قریٰ میں بنی نضیر بھی شامل ہیں اور دوسری بستیوں والے بھی۔

یہ جملہ سابق جملہ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ کا بیان ہے اس لئے دونوں کے درمیان حرف عطف ذکر نہیں کیا گیا (معطوف اور معطوف علیہ الگ الگ ہوتے ہیں اس لئے اگر حرف عطف لایا جاتا تو سابق وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ میں مراد دوسرا مال ہوتا اور اس جملہ میں دوسرا مال مراد ہوتا۔) البتہ اس جملہ میں عام اہل قریٰ مراد ہیں خواہ بنی نضیر ہوں یا دوسری بستیوں والے۔ (تفسیر مظہری)

امام رازی رح لکھتے ہیں:۔

لم یدخل العاطف علیٰ ھذہ الجملۃ لانھا بیان للاولیٰ۔ موجودہ جملہ پر حرف عطف داخل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ جملۂ اولیٰ کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ابن عباس رضؓ نے اہلِ قریٰ کی تفصیل میں فرمایا:۔

بنی قریظہ، بنی نضیر، اہلِ فدک، مسکانِ خیبر اور عرینہ کی بستیاں مراد ہیں۔

من اھل القرٰی۔ ای من اموال اھل القرٰی۔ بستیوں میں بسنے والوں کے اموال میں سے۔

ترجمہ ہوگا:۔

بستیوں میں رہنے والوں کے اموال سے جو مال اللہ نے اپنے رسول کو پلٹا دیا ہے یا عطا کیا ہے جملہ میں مَا موصولہ ہے۔ اَفَآءَ اللّٰهُ اس کا صلہ۔ فَلِلّٰهِ اس کی خبر۔

= فَلِلّٰهِ۔ سو وہ اللہ کے لئے ہے۔

اللہ کے لئے ہونے کا یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ کا کوئی الگ حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ ہی کی ہے بلکہ اس مال کی نسبت جو اپنی طرف کی اس سے اس مال کا بابرکت ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

یہ قول حسن، قتادہ، عطاء، ابراہیم نخعی، عامر، شعبی، اور عام فقہا و مفسرین کا ہے بعض کے نزدیک اللہ کا حصہ کعبہ کی اور دوسری مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے گا (اللہ کا حصہ الگ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر مظہری)

یوں تو سب کچھ اللہ کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ اللہ نے

اپنے بندوں کی مخصوص حاجتوں کے لئے خزانہ بنا رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ فللّٰہ کا لفظ تبرکاً مذکور ہے بے فائدہ بات ہے۔ (تفسیر حقانی)

= وَلِلرَّسُوْلِ: (اور رسول کے لئے)

= وَلِذِی الْقُرْبٰی (اور قرابت داروں کے لئے)

= وَالْیَتٰمٰی (اور یتیموں کے لئے)

= وَالْمَسٰکِیْنِ (اور مسکینوں کے لئے)

= وَابْنِ السَّبِیْلِ (اور مسافروں کے لئے)

ان سب کا عطف لفظ اللّٰہ پر ہے اور مَا موصولہ (مبتدا) کی خبر ہیں۔

= کَیْ: تعلیل تقسیم مالِ فئ کے لئے آیا ہے۔ تاکہ۔

= لَا یَکُوْنَ: میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا اَفَآءَ اللّٰہُ کے لئے ہے۔ ای کی لا یکون الفیءُ۔

= دُوْلَۃً۔ دُوْلَۃٌ اور دَوْلَۃٌ دونوں کے ایک ہی معنیٰ ہیں۔ دَالَ یَدُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔ وہ شئ جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے۔ آج کسی کے پاس ہو تو کل کسی کے پاس۔ مال و غلبہ پر اسی لئے اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حکومت، گورنمنٹ، ریاست کو بھی دولت کہتے ہیں۔ مثلاً دولت اسلامیہ پاکستان

دول حروف مادہ ہیں اسی سے قرآن مجید میں باب مفاعلہ سے آیا ہے:۔ وَتِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (۳: ۱۴۰) اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

= اَلْاَغْنِیَاءُ غَنِیٌّ کی جمع۔ غِنَاءٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مالدار۔ دولت مند لوگ۔

جملہ ہذا کا ترجمہ ہوگا:۔

تاکہ جو لوگ دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔

= وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔ واؤ عاطفہ ہے مَا موصولہ ہے اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) سے مصدر اس نے دیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اور رسول تم کو جو دے۔ اس کو لے لو۔

= وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ۔ واؤ عاطفہ ما موصولہ۔ نَھٰی ماضی واحد مذکر غائب

نَھٰی (باب فتح) مصدر بمعنی روکنا، منع کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔

اور جس سے وہ تمہیں روکے یا منع کرے۔

== اِنْتَھُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم رک جاؤ، تم باز رہو۔ انتھاء کے معنی اس کی نہایت کو پہنچنے یعنی رک جانے کے ہیں۔

== اِتَّقُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر وق ی مادہ۔ تم ڈرو، تم خوف کرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول ہے یعنی تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو،

== شَدِیْدُ الْعِقَابِ، شَدِیْد، سخت۔ پکا، شِدَّۃٌ (باب نصر) سے مصدر بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

اَلْعِقَابِ، مار۔ عذاب، سزا۔ عقوبت، سزا دینا۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ (مفاعلۃ) سے مصدر ہے۔ عِقَابٌ، عَقُوْبَۃٌ، مُعَاقَبَۃٌ، تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ:۔

عقاب سزا کے استحقاق کو بتلاتا ہے۔ چنانچہ عقاب کو عقاب اسی لئے کہتے ہیں کہ مرتکبِ جرم، جرم کے عقب ہی میں اس کا مستحق ہوتا ہے۔

اور عذاب: استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو کہ جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ "پاداشِ جرم" کرنا چاہئے۔

شدید العقاب، مضاف مضاف الیہ۔ عذاب کا سخت، سخت عقاب والا اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے جیسے مَسْجِدُ الْجَامِعِ۔ میں موصوف کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔

بعض نے ایسی اضافت سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ترکیب توصیفی اور ترکیب اضافی دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی جگہ مستعمل نہیں ہو سکتی۔

مسجد الجامع میں بظاہر موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے مگر یہاں حقیقت میں موصوف محذوف مانا گیا ہے۔ یعنی یہ الفاظ اصل میں یہ تھے۔ مسجد الوقت الجامع اسی طرح ان کے نزدیک صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں ہو سکتی۔

ملاحظہ ہو:۔

۱:۔ عربی زبان کی گرامر مؤلفہ ڈبلیو۔ رائٹ۔ ۱۹۷۹ء جلد دوم صفحہ ۲۲۱۔

۲:۔ کتاب النحو مؤلفہ حافظ عبد الرحمٰن باب مجرورات۔

۳:۔ اساس عربی مؤلفہ محمد نعیم الرحمٰن پیرا ۲۷۵ تا ۲۷۷۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اَللّٰہَ اسم اِنَّ اور شَدِیْدُ الْعِقَابِ اس کی خبر ہے۔

۵۹: ۸ == لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ۔ لام تملیک کا ہے۔ الفقراء المھجرین۔ موصوف صفت۔ مہاجر حاجت مند۔ یعنی ایسے مہاجر جو غریب حاجتمند اور نادار تھے۔

الذین اسم موصول، اخرجُوا صلہ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، جو نکالے گئے

== یَبْتَغُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ وہ ڈھونڈھتے ہیں۔ وہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

== فَضْلًا: بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے،

بمعنی روزی۔ رزق، فضل۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ (۱۷: ۱۲) تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو == الفضل کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔

۱:۔ محمود، جیسے علم وحلم وغیرہ کی زیادتی۔

۲:۔ مذموم: جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔

لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

== رِضْوَانًا مفعول ثانی" یَبْتَغُوْنَ کا۔ اور اس کی رضامندی۔

== اَلصّٰدِقُوْنَ: اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ سچے۔ سچ بولنے والے۔ راست باز، سچے لوگ

الذین اخرجوا سے لے کر آخر آیت تک مہاجر حاجتمندوں کی نعت میں ہے۔

للفقراء المھاجرین کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں:۔ مثلاً:۔

۱:۔ للفقراء المھاجرین بدل ہے اور لذی القربٰی والیتمٰی والمَسٰکِیْنَ مبدل منہ ہے

(زمخشری)

۲:۔ للفقراء المھجرین بدل ہے اور والیتٰمی والمَسٰکِین سے بدل ہے اور الیتمٰی والمساکین وابن السبیل مبدل منہ ہے۔ ذی القربٰی مبدل منہ میں داخل نہیں ہے۔

(امام شافعی)

۳۔ للفقراء المھٰجرین : ذی القربیٰ والیتمیٰ و المسٰکین سے بدل ہے للرّسول سے بدل نہیں ہے۔ علامہ پانی پتی رح۔ علامہ موصوف آگے رقمطراز ہیں:۔

للفقراء میں الف لام عہد کا ہے اور معہود وہی لوگ ہوں گے جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا یعنی ذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین۔ پس یہ بدل الکل من الکل ہے۔

میرے نزدیک فقراء مہاجرین اور وہ لوگ جو آگے ذکر کئے گئے ہیں ان تمام مؤمنوں کو شامل ہیں جو قیامت تک آنے والے ہیں خواہ زردار ہوں یا نادار۔ جن لوگوں کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے یعنی ذی القربیٰ وغیرہ وہ بھی انہی لوگوں کی ذیل میں داخل ہیں اس صورت میں فقراء مہاجرین وغیرہ عام قرار پائیں گے اور پہلے جن کا ذکر آچکا ہے وہ خاص مانے جائیں گے اور یہ صورت بدل الکل من البعض کی ہو جائے گی۔"

۴۔ للفقراء المھاجرین بدل ہے لذی القربیٰ سے۔ اس کا عطف لذی القربیٰ پر نہیں ہے (بیضاوی)

صاحب تفسیر حقانی فقراء مہاجرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

للفقراء المھٰجرین ... الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہیئے کہ جو اللہ کے لئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے ہیں جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اس سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دوسری جگہوں کے لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اس پر اس کی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں اور مار دھاڑ شروع ہوئی۔ اس لئے گھر بار، وطن چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آتے تھے اب ان کے پاس بجز صبر و فاقے کے اور تھا کیا؟ ان کو مہاجرین کہتے تھے اس لئے ان پر ترحّم دلاتا ہے کہ ان کو بھی دو۔ ان کی فکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی تھی۔ ارشاد باری ہے کہ یہ لوگ صرف یہی بات نہیں کہ ہجرت کر کے چلے آئے ہیں بلکہ ینصرون اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد بھی کرتے ہیں۔ اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا۔ انہی لوگوں کا تھا۔ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہ سچے لوگ ہیں۔

۹:۵۹ = وَالَّذِیْنَ ..... خصاصۃ یہ معطوف ہے اور اس کا معطوف علیہ للفقراء المھاجرین ہے۔ بتایا یہ جارہا ہے کہ اموال فَیٔ کے حق دار صرف مہاجرین ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا جارہا ہے۔ اور یہ انصار ہیں۔

= وَالَّذِيْنَ: واؤ عاطفہ ہے الذین اسم موصول جمع مذکر۔ تَبَوَّءُوا الدَّارَ صلہ
= تَبَوَّءُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبَوُّءٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ ب و ء مادہ۔ انہوں نے ٹھکانہ بنالیا۔ تَبَوَّءَ کہتے ہیں نَزَلَ وَاَقَامَ کہیں اترنا۔ اور وہاں اقامت گزیں ہوجانا۔ (لسان العرب)

المفردات میں ہے:۔
اَلْبَوَاءُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی ہونا (سازگار و موافق ہونا) کے ہیں مَکَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔ اور بَوَّأْتُ لَہٗ مَکَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔

قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے:۔
وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کو عمدہ جگہ دی۔

= الدَّارَ۔ ای دار السلام (مدینہ منورہ) اَلَّذِیْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ۔ جو دار (ہجرت یعنی مدینہ منورہ) میں مقیم ہیں۔ الدَّارَ مفعول ہے تَبَوَّءُوا کا۔

= وَالْاِيْمَانَ: واؤ عاطفہ ہے اَلْاِیْمَانَ ایک دوسرے فعل کا مفعول ہے۔ ای اخلصوا الایمان اور جو مخلص الایمان ہیں۔ عربی زبان میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں سے پہلے ایک فعل ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق ان دو میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری چیز کے لئے مناسب حال فعل مقدر مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً علفتھا تبنا وماء باردًا۔ میں نے اس کو چارہ کے لئے بھوسہ ڈالا اور ٹھنڈا پانی۔ بھوسہ تو علفتھا کا مفعول بن سکتا ہے لیکن ٹھنڈا پانی چارہ تو نہیں کہ کھلایا جائے۔ اس کے لئے تو پلانے کا فعل ہونا چاہئے اس لئے کہتے ہیں کہ اصل یوں ہے:۔ عَلَفْتُھَا تِبْنًا وَاَسْقَيْتُھَا مَاءً بَارِدًا میں نے اسے بھوسا (بطور چارہ) کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ (ضیاء القرآن)

= مِنْ قَبْلِھِمْ: ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مہاجرین کی طرف راجع ہے۔
= يُحِبُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب احباب (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں وہ محبت کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ الذین سے موضع حال میں ہے
= فِیْ صُدُوْرِھِمْ: ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب فاعل یحبون کی طرف راجع ہے ان کے سینوں میں۔ ان کے اپنے سینوں میں۔

= حَاجَۃً: حاجت، ضرورت، خواہش، غرض۔ اس کی جمع حاجات وحوائج ہے۔
مطلب یہ ہے کہ:۔
مدینہ منورہ کے مکین مؤمن اپنے دلوں میں حاجت ہی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا گیا ہے
یہ استغنار کا بلند مقام ہے کہ اموالِ فئ مہاجرین کو تقسیم ہوا اور انصار ان مہاجرین کے لئے اپنے دلوں میں اس قدر محبت محسوس کریں کہ وہ اس مال کی چاہت سے بہت بلند ہو کر شانِ استغنائی کا مظاہرہ کریں۔
= مِمَّآ اُوْتُوْا۔ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی دینا۔ یعنی اس مال کے بارہ میں جو ان کو (یعنی مہاجرین کو تقسیم ہوا) ان (انصار) کے دلوں میں خلش تک نہ ہے۔
= یُؤْثِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ایثار (افعال) مصدر۔ وہ ترجیح دیتے ہیں وہ دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔
وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وہ اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔
= لَوْ: اگرچہ، خواہ، بِهِمْ: میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان انصار کی طرف راجع ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔
= خَصَاصَۃٌ: احتیاج۔ بھوک، تنگی، فاقہ، حاجت، محتاج ہونا۔ باب سمع سے خَصَّ یَخَصُّ کا مصدر ہے۔
وَلَوْکَانَ بِهِمْ خَصَاصَۃٌ: اگرچہ خود ان کو اس چیز کی شدید حاجت ہو
= مَنْ جو شخص، جو، (شرطیہ)
= یُّوْقَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، وَقَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ یُوْقَ اصل میں یُوْقٰی تھا۔ و ق ی مادہ۔
= شُحَّ۔ خود غرضی، کنجوسی، بخل، حرص۔
امام راغب رحمہ لکھتے ہیں:۔
کہ شُحّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ اردو میں خود غرضی کا لفظ موزوں ہے۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سمع۔ ضرب۔ نصر، تینوں سے آتا ہے
وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا۔ جملہ شرط ہے۔
= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: فَ جواب شرط کے لئے ہے جملہ جواب شرط ہے

تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شُحّ سے بچ جائے کیونکہ انسان کا از خود اس بیماری سے بچنا مشکل ہے اور ناممکن ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جس کو شح سے بچا لیا گیا یعنی جس پر اللہ نے کرم فرمایا اور وہ اس مذموم خصلت سے بچا لیا۔ وہی بچ سکتا ہے۔

۵۹: ۱۰ == جَآءُوْا: ماضی جمع مذکر غائب وہ آئے۔ مَجِیْءٌ (باب ضرب) مصدر

== بَعْدِ ھِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مہاجرین والنصار ہیں۔ یعنی مہاجرین والنصار کے بعد۔ ان سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور وہ تمام مؤمن بھی مراد ہیں جو صحابہ کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

== سَبَقُوْنَا: سَبَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ سَبْقٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی سبقت لے جانا۔ آگے نکل گئے۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ وہ ہم سے سبقت لے گئے۔

== غِلًّا: کینہ، حسد، بغض، غَلَّ یَغِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غلل مادہ۔

اس مادہ سے باب افعال سے اغلال بمعنی خیانت کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (۳: ۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کریں۔

اَلْغَلَلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان بہہ رہا ہو۔

لہٰذا غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَغْلَالٌ آتی ہے۔ اور غُلَّ فُلَانٌ کے معنی ہیں اسے طوق سے باندھ دیا گیا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۶۹: ۳۰) اسے پکڑو اور طوق پہنا دو۔

== لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ایمان والوں کے لئے۔ ان کے متعلق جو ایمان والے ہیں۔ مراد اس سے

وہ مہاجرین و انصار ہیں جو ان کے آنے والوں سے پہلے ایمان لائے۔

= رَءُوْفٌ رَاْفَۃٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مہربان، شفقت کرنیوالا۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ:۔۔۔۔ اس کا عطف للفقراء المھاجرین پر ہے۔

اس آیت سے بتادیا کہ اموال فئی میں مہاجرین و انصار کے علاوہ یہ لوگ بھی حقدار ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو قیامت تک آئیں گے۔

۵۹: ۱۱ = آیت ۱۱ ۱۲ ۱۳ کا پس منظر صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی اور کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا۔ اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبد اللہ بن ابی اور ابن نبتل تھے۔ کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے ڈرو نہیں ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ تم اکیلے نہیں ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دو ہزار مسلح بہادروں کا لشکر لے کر ہم تمہارے ساتھ آملیں گے تمہیں جلا وطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے ماننے سے صاف انکار کردو۔ اور اگر تم کو مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم تنہا مدینہ نہیں چھوڑو گے بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہی اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتادیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ لوگ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بالفرض والمحال ان بزدلوں نے میدان جنگ میں آنے کی جسارت کی بھی تو تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے، اور اگر بنی نضیر کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

= اَلَمْ تَرَ:۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ تَرَ نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا

= اَلَّذِيْنَ نَافَقُوْا۔ موصول وصلہ۔ نافقوا ماضی جمع مذکر غائب منافقۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ انہوں نے دورخی کی۔ انہوں نے منافقت کی، انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا۔ اور اسلام کو ظاہر کیا۔ الذین نَافَقُوْا منافق لوگ۔

کیا تو نے منافقوں کو نہیں دیکھا۔ ان منافق لوگوں سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے گروہ کے لوگ ہیں۔

= يَقُوْلُوْنَ صیغۃ المضارعۃ للدلالۃ علی استمرار قولھم۔ مضارع کا صیغہ ان کے استمرار قول پر دلالت کرتا ہے اور لاخوانھم میں لام تبلیغ کے لئے ہے (روح المعانی)

= لِاِخْوَانِهِمْ: لام حرف جر۔ اِخْوَانِہِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اخوان جمع اَخٌ کی۔

بھائی۔ ان کے بھائیوں۔ اپنے بھائیوں کو، یعنی جو کفر میں اور موالات و دوستی کے لحاظ سے ان کے بھائی ہیں۔

= مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ، اہل کتاب میں سے، یعنی یہود بنی نضیر اور بنی قریظہ۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں......

= لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ ...... لَنَنْصُرَنَّكُمْ یہ یقولون کا مقولہ ہے۔

اللام فی قولہ عزوجل لئن اخرجتم موطئۃ للقسم وقولہ سبحانہٗ وتعالیٰ لنخرجن معکم جواب القسم۔ ای واللہ لئن اخرجتم من دیارکم قسرًا لنخرجن معکم من دیارنا البتۃ ونذھبن فی صحبتکم اینما ذھبتم۔ (روح المعانی)

لئن اخرجتم میں لام موطئۃ للقسم (قسم کی راہ ہموار کرنے کے لئے) ہے اور قولہ سبحانہٗ لنخرجن معکم جواب قسم ہے۔

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنے گھروں سے مجبورًا نکالے گئے تو ہم بھی ضرور بالضرور تمہارے ساتھ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور جہاں تم جاؤ گے ہم بھی تمہاری معیت میں وہاں چلے جائیں گے۔

اخرجتم ماضی مجہول جمع مذکر حاضر، اخراج (افعال) مصدر۔ تم نکالے گئے۔

لنخرجن لام جواب قسم یا جواب شرط۔ نَخْرُجَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔

= لَا نُطِيْعُ: مضارع منفی جمع متکلم۔ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ اطاعۃ (افعال) مصدر

= فِيْكُمْ ای فی شَاْنِكُمْ: تمہارے بارے میں۔

= اَحَدًا، مفعول لَا نُطِيْعُ کا۔ اَبَدًا ہرگز، کبھی بھی۔ ہمیشہ۔

= وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ۔ یہ دوسرا مقولہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے اِنْ شرطیہ ہے

= ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ مقاتلۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ اگر تم سے لڑائی گئی۔ جملہ شرط ہے اور لَنَنْصُرَنَّكُمْ جملہ جواب شرط ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ نَنْصُرَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم ضرور ہی تمہاری مدد کریں گے۔

= يَشْهَدُ، مضارع واحد مذکر غائب شَهَادَةٌ (باب فتح) مصدر سے اور اللہ گواہی دیتا ہے (اور خدا) شاہد ہے۔ اور خدا گواہ ہے۔

= لَكٰذِبُوْنَ ، لام تاکید کا ہے کاذبون اسم فاعل جمع مذکر، جھوٹے۔ لَكٰذِبُوْنَ ہ بالکل جھوٹے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ؛ یہ ان کے وعدوں کی اجمالاً تکذیب ہے ان کے دعووں کی الگ الگ تفصیلی تکذیب اگلی آیت میں آرہی ہے۔

۱۲:۵۹ = لَئِنْ اُخْرِجُوْا ۔ اگر ان کو نکالا گیا یعنی یہودیوں (بنی نضیر وغیرہ) کو۔ جملہ شرط ہے لَا يَخْرُجُوْنَ جملہ جواب شرط ہے۔ اس میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب عبداللہ بن ابی وغیرہ کی طرف راجع ہے۔

وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۔ حسب سابق یہ بھی شرط و جواب شرط ہے اور قُوْتِلُوْا کی ضمیر نائب فاعل اور هُمْ ضمیر مفعول بھی یہودیوں کے لئے ہے اور لا ینصرون کی ضمیر فاعل عبد اللہ بن ابی وغیرہ کے لئے ہے۔

= وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اِنْ حرف شرط۔ اگر انہوں نے ان کی مدد کی۔ یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ نے یہودیوں کی مدد کی ۔ جملہ شرط ہے۔

= لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ جواب شرط ہے۔ لام تاکید کا۔ صیغہ جمع مذکر غائب مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ ضرور ہی پیٹھ کریں گے : پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اَلْاَدْبَارَ، جمع دبر کی بمعنی پیٹھ۔

= ثُمَّ ۔ ای بعد ذلك ۔

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ، ای ثم لا ینصرون المنافقون کالیھود سواء (الیسر التفاسیر) پھر یہودیوں کی طرح منافقین کی بھی مدد نہیں کی جائے گی ۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر منافقین طرح یہودیوں کی بھی کوئی مدد نہ کی جائے گی ۔

۱۳:۵۹ = لَاَ ۔ لام بے عمل کی ایک قسم ہے یہ لامِ ابتدار مفتوح ، مضمونِ جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے ۔

باتفاقِ اہل لغت اس کا استعمال دو جگہ صحیح ہے ۔

(الف) مبتدا پر جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (۵۹ : ۱۳) آیۃ زیر مطالعہ البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے۔

(ب) اِنَّ کی خبر پر خواہ اسم ہو۔ جیسے اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۤءِ (۱۴: ۳۹) یا

فعل مضارع ہو جیسے اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (۱۶: ۱۲۴) یا ظرف ہو جیسے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳۶: ۳)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن باب اللام - ۲، الاتقان فی علوم القرآن از علامہ جلال الدین سیوطی رح حصہ اول نوع چالیس)

فَائِدَہ: لَاْ یہ ان کلمات میں سے ہے جو موافق رسم الخط قرآن مجید لکھنے اور پڑھنے میں اور طرح ہیں۔ جیسے :

لَاْاِلَى الْجَحِيْمِ - (۳۷: ۶۸) = لَاِلَى الْجَحِيْمِ:

لَاْاَوْضَعُوْا (۹: ۴۷) = لَاَوْضَعُوْا :

لِشَاْیءٍ (۱۸: ۲۳) لِشَیْءٍ۔

قرآن مجید میں ایسے کلمات ۲۲ رہیں۔

= اَشَدُّ - نہایت سخت - شِدَّةٌ سے جس کے معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= رَهْبَةً ؛ ڈر۔ رعب، ایسا رعب جس میں بچاؤ کا خیال اور اضطراب موجود ہو۔ رَهْبَةٌ کہلاتا ہے رَهِبَ يَرْهَبُ (سمع) کا مصدر۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

البتہ از روئے رعب و خوف تم ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ سخت ہو یعنی تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بھی زیادہ ہے تمہارے ڈر سے وہ بظاہر زبان سے تو ایمان لے آتے ہیں لیکن دلوں میں ان کے کفر رہتا ہے اور اللہ ان کے باطنی کفر کو جانتا ہے مگر وہ اللہ سے نہیں ڈرتے اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی اللہ کی نسبت تم لوگوں سے ان کا زیادہ خوف زدہ ہونا۔

= بِاَنَّهُمْ ؛ ب سببیہ ہے۔ یہ اللہ کی بہ نسبت تمہارا ڈر ان کے دلوں میں بوجہ اس بات کے ہے کہ :۔ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ - ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں - بے عقل ہیں۔

۵۹: ۱۴ = لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مقاتلۃ (مفاعلۃ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑیں گے ۔ جَمِيْعًا۔ اکٹھے مل کر، یا کسی عزم

اور متفرق راۓ پر جمع ہوکر یا جم کر بالمواجہہ نہیں لڑیں گے:۔

لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ میں ضمیر فاعل ہر دو کفار و منافقین کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

= اِلَّا حرفِ استثنار۔ مگر: (اگر لڑیں گے بھی تو ....)

= فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ۔ فِیْ حرف جار قُرًى مُّحَصَّنَةٍ موصوف وصفت ، یہ جمع قَرْیَةٌ کی۔ بستیاں۔ محصّنۃ حَصَّنَ یُحَصِّنُ تَحْصِیْنٌ (تفعیل) جگہ کو مضبوط بنانا بستی کو دیوار سے گھیرنا) سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے یعنی قلعہ کی طرح دیوارو سے گھیر کر بنائی ہوئی بستیاں۔ اس کا مادہ حصن ہے۔ تَحَصَّنَ (تَفَعُّلٌ) بمعنی قلعہ بند ہونا حِصْنٌ جمع حُصُوْنٌ قلعے، مضبوط جگہیں، گڑھیاں، حِصَانٌ عمدہ گھوڑا۔

= وَرَاءِ جُدُرٍ۔ مضاف مضاف الیہ، وَرَآءِ۔ اوٹ، آڑ، وَرَآء اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں کے لئے آتا ہے آگے، پیچھے۔ ہر طرف، سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جُدُرٍ جمع ہے جِدَارٌ کی، بمعنی دیوار۔

یعنی اگر یہ کفار اور منافقین مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت بھی کریں گے تو قلعہ بند ہوکر یا دیواروں کی اوٹ لے کر لڑیں گے بالمواجہہ لڑنے کی ہمت ان میں نہیں ہے

= بَاْسُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ بَاْسٌ لڑائی، عدم جامعیت، باہمی مناقشت، بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ان کا آپس میں کا اختلاف بہت سخت ہے۔

= تَحْسَبُهُمْ مضارع واحد مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ، سَمِعَ) سے مصدر تو گمان کرتا ہے۔ تو خیال کرتا ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو خیال کرتا ہے جَمِیْعًا۔ ای مُتَّفِقٌ۔

= وَقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى۔ جملہ حالیہ ہے۔ شَتّٰى طرح طرح۔ جدا جدا۔ متفرق، مختلف پراگندہ۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اسے شَتِیْتٌ کی جمع بیان کی ہے (حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں)

= ذٰلِكَ د۔ یہ پراگندگیِ خیال۔ باہمی اختلاف ومناقشت،

= بِاَنَّهُمْ۔ ب سببیہ ہے یعنی باہمی یہ عدم اتفاق اس لئے ہے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔ اور حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتے۔

۵۹: ۱۵ = كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا: اس سے قبل مبتدا محذوف ہے

ای مَثَلُهُمْ : (مثل یهود بنی النضیر فی ترک الایمان و محاربۃ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم) کمثل الذین .... وَبَالَ اَمْرِهِمْ : یعنی یہود بنی نضیر کی ترک ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ لڑائی کی مثال ویسی ہی ہے جیسے ان سے کچھ ہی پہلے والے لوگوں کی تھی۔

یہ پہلے والے لوگ کون مراد ہیں ؟

مجاہد کا قول ہے کہ :۔

ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بدر میں مسلمانوں سے لڑے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ :۔

بنو قینقاع کے یہودی مُراد ہیں۔ یہ لوگ حضرت عبد اللہ بن سلام کے قبیلہ والے تھے۔ انہوں نے عبد اللہ بن ابی بن سلول یا عبادۃ بن صامت وغیرہ سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ قوم یہود میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔

انہوں نے (یعنی پہلے والے لوگوں نے) اپنے کئے کا مزہ چکھ لیا۔ (بنو قینقاع شوال ۲ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ یہ ان کے کئے کا مزا دنیا میں ان کو ملا۔) ارشاد ہوتا ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ای فی الاٰخرۃ آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

= وَبَالَ اَمْرِهِمْ۔ امرھم مضاف مضاف الیہ مل کر وبال (مضاف) کا مضاف الیہ وَبَالَ مفعول ہے ذَاقُوْا کا۔ لہٰذا منصوب ہے، معنی ہے سختی، ناگواری۔ بداعمالی کی سزا۔ اَمْرِهِمْ ان کا کردار۔ ان کا فعل، ان کا کام۔

۵۹ : ۱۶ = كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اس آیت میں خبر کا مبتدا محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ : ان کی مثال شیطان کی سی مثال ہے۔

مَثَلُهُمْ کی ضمیر یہاں منافقوں کے لئے ہے جب کہ سابقہ آیت میں یہود بنی نضیر کے لئے تھی۔ بعض نے کہا کہ ہر دو جگہ ہر دو فریق کے لئے ہے۔

= اِذْ قَالَ ...... الخ۔ شیطان کا کردار ہے جس کی مثال دی گئی ہے یعنی وہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو گیا۔ تو کہنے لگا مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے، مجھے خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

اسی طرح مدینہ کے منافقین بھی یہود بنی نضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر ابھارتے رہتے تھے۔ اور جب ان پر آپڑی تو بجائے ان کی مدد کرنے کے ان کو برا بھلا کہنے لگے۔

= بَرِیْٓءٌ۔ بیزار، بے تعلق، بے گناہ، بَرَاءَۃٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کی جمع بَرِیْئُوْنَ ہے۔

= اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَخَافُ مضارع واحد متکلم خَوْفٌ (باب سمع) مصدر۔ میں ڈرتا ہوں اَللّٰہَ مفعول اَخَافُ کا۔ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت اَللّٰہَ کی۔ میں خدائے رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔

۵۹: ۱۷ = آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر میں فرمایا کہ:۔

شیطان دنیا میں انسان کو بہکاتا ہے اور ورغلاتا ہے اور جب اس کے بہکاوے میں آکر انسان گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو انسان سے الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کب تم کو ایسا کرنے پر اکسایا تھا۔ مجبور کیا تھا۔ میں تو خدائے رب العالمین ڈرتا ہوں۔ اور میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں کہ دوسروں کو گناہ کرنے پر مجبور کروں۔ یہ بھی اس کا جھوٹ ہے اور دکھاوا ہے کیونکہ خدا کا خوف شیطان کی سرشت میں ہے ہی نہیں۔

سو اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خٰلِدَیْنِ فِیْهَا۔ پھر ان دونوں کا (یعنی شیطان کا اور جس کو اس نے بہکایا تھا) یہ انجام ہوگا کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے

كَانَ فعل ناقص عَاقِبَتَهُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کی خبر مقدم لہٰذا منصوب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمَا اسم اَنَّ فِی النَّارِ اس کی خبر۔ جملہ انھما فی النار موضع رفع میں كَانَ کا اسم مؤخر۔ خٰلِدَیْنِ فِیْهَا جملہ حالیہ ہے۔ (دراں حالیکہ وہ دونوں دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)

عاقبتھما خبر کان مقدم وان مع اسمھا وخبرھا ای فی النار فی موضع الرفع علی الاسم وخٰلِدَیْنِ حَالٌ (مدارک التنزیل)

عاقبتھما ان دونوں کا انجام۔ انھما بے شک وہ دونوں یعنی شیطان اور اس کا پیروکار۔

= وَذٰلِكَ: یعنی ان دونوں کا دوزخ میں ہونا۔ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

۵۹ : ۱۸ = اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم ڈرو اَللّٰہَ مفعول فعل اِتَّقُوْا کا۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، تم اللہ سے ڈرو۔

= لِتَنْظُرْ: امر کا صیغہ واحد مؤنث غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر۔ نَفْسٌ جان شخص، ہر جان کو چاہئے کہ وہ دیکھے۔ لِ۔ لام امر ہے۔

= مَاقَدَّمَتْ: مَا موصولہ۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب: تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بھیجنا۔ مقدم کرنا۔ سامنے ہونا۔ سامنے لانا۔ جو اس نے آگے بھیجا ہے، آگے سے مراد روزِ قیامت ہے۔ یعنی ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے دنیا وی زندگی میں آخرت کے لئے کیا کمایا ہے۔

= لِغَدٍ۔ لِ۔ ظرف کو ظاہر کرنے کے لئے۔ غَدٍ۔ فردا۔ کل آئندہ، مجازاً روزِ قیامت لِغَدٍ روزِ قیامت کے لئے۔

۵۹ : ۱۹ = وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ: - لَا تَكُوْنُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔

كَالَّذِیْنَ: كَ تشبیہ کا ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر نَسُوا اللّٰہَ صلہ الذین کا نَسُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب نِسْیَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ بھول گئے۔ اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول۔ جو اللہ کو بھول گئے۔

= فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ: فَ ترتیب کا۔ اَنْسٰی ماضی واحد مذکر غائب انساء (افعال) مصدر۔ اس نے بھلا دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب (مفعول اول) اَنْفُسَهُمْ اَنْفُسٌ۔ نَفْسٌ کی جمع۔ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَنْسٰی کا۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر اس نے بھلائے ان کو ان کے جی (ترجمہ شاہ عبد القادرؒ)

یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کو بھول گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے۔ اور اصلاحِ عمل اور تہذیبِ اخلاق ظاہری و باطنی سے محروم رہ گئے۔

= اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ: اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ وہی لوگ ہیں وہی فاسق۔ فٰسِقُوْنَ فَاسِقٌ کی جمع ۔ فُسُوْقٌ سے ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ نافرمان، شریعت کی حد سے نکل جانے والے۔

۵۹ : ۲۰ = لَا يَسْتَوِیْ۔ لا نافیہ ہے یَسْتَوِیْ صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف۔

استواء (افتعال) مصدر برابر نہیں ہے۔
= اَلْفَائِزُوْنَ : فَائِزٌ کی جمع۔ فَوْزٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ کامیابی حاصل کرنے والے۔ کامیاب۔

۵۹: ۲۱ = لَوْ : حرف شرط۔ اگر
= لَرَاَیْتَہٗ : لام جواب شرط کے لئے۔ رَاَیْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع جَبَلٍ ہے۔
= خَاشِعًا ، دب جانے والا۔ عاجزی کرنے والا۔ فروتنی کرنے والا۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر
= مُتَصَدِّعًا : اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ تَصَدُّعٌ (تفعل) مصدر۔ بمعنی ٹکڑے ٹکڑے، شگافتہ، صَدْعٌ کا لفظ پھٹنے، کھلنے، شگافتہ ہونے اور الگ ہو جانے کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے صَدْعٌ شگاف کو اور آدمیوں کی ایک ٹکڑی اور گردہ کو کہتے ہیں زمین کو پھاڑ کر سبزہ نکلتا ہے اس لئے سبزہ کو صَدْعٌ کہا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:۔
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶ : ۱۲) قسم ہے سبزہ والی زمین کی۔ یا قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی ہے (کہ اس میں سے پھوٹ آتے ہیں درخت اور کھیتی۔
خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا ہر دو حال ہیں:۔
یعنی تو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔
= مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ۔ مِنْ حرف جار۔ خَشْیَۃِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ خَشْیَۃٌ خوف ڈر۔ ہیبت۔ خشیۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم بھی شامل ہو۔ یہ بات اکثر حالات میں جس کا ڈر ہو اس کے علم سے ہوتی ہے۔ اسی بناء پر آیت شریفہ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا : (۳۵ : ۲۸) اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو عالم ہیں۔ .... میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔
= تِلْكَ الْاَمْثَالُ : تِلْكَ اسم اشارہ واحد مؤنث الامثال مشار الیہ، بمعنی مثالیں
= نَضْرِبُهَا : مضارع جمع متکلم ضربٌ مصدر سے ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الامثال ہے۔ ہم بیان کرتے ہیں ان کو۔
ضَرَبَ کے اصل معنی ہیں مارنا۔ ہاتھ سے ہو یا پاؤں سے ہو یا کسی آلہ سے، ضَرْبٌ

الدَّرَاهِم ٹھپہ لگانا۔ ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ: زمین پر چلنا، ضَرْبُ الْخَيْمَةِ خیمہ لگانا۔ ضَرْبُ الذِّلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ ذلت اور فقیری کو خیمہ کی طرح محیط اور مسلط کر دینا۔

ضَرْبُ الْمَثَلِ ماخوذ ہے ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ سے یعنی کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے پر اس کا اثر پڑ سکے۔

= لَعَلَّهُمْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اسم۔ شاید وہ سب لوگ۔

= يَتَفَكَّرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب تَفَكُّرٌ (تفعّل) مصدر بمعنی غور کرنا۔ لَعَلَّ کی خبر۔ شاید کہ وہ غور کریں۔ امید ہے کہ وہ غور کریں گے۔ تاکہ وہ غور کریں۔

آیت ہذا کی تشریح میں صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ ...... الخ۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں ایک تمثیل ہے یعنی اللہ اگر پہاڑ میں قوتِ تمیز پیدا کر دیتا اور پھر اس وقت اس پر قرآن اتارتا۔ تو پہاڑ عاجزی سے دب جاتا۔ اور خوف سے پھٹ جاتا اور عظمت قرآن سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲:۷۴) باوجودیکہ پہاڑ نہایت سخت اور ٹھوس باوزن ہیں۔ لیکن ان کو خوف ہوتا کہ وہ تعظیم قرآن پوری طرح جیسا کہ حق ہے ادا نہ کر پائے اس وجہ سے پارہ پارہ ہو جاتے لیکن کافر انسان جو صاحب علم و عرفان ہے قرآن کے اندر جو نصیحتیں اور عبرتیں ہیں ان کو جانتا پہچانتا ہے پھر بھی سنی ان سنی کر دیتا ہے۔ (بالکل اثر نہیں ہوتا)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جمادات اور نباتات بظاہر بے شعور اور عدیم الحس ہیں لیکن وہ اپنے خالق کا شعور رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ:۔

کیا تیرے اوپر کوئی بندۂ خدا اللہ کو یاد کرتا ہوا گذرا؟

نوٹ از مترجم تفسیر مظہری:۔

صحیح تحقیق یہ ہے کہ قدمائے یونان جو جمادات و نباتات کو بے حس اور بے شعور کہتے ہیں وہ غلط ہے موجودہ سائنس نے نباتات میں تو شعور ثابت کر دیا اور عنقریب جمادات کا حساس ہونا بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ

شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (۱۷ : ۴۴) یہ تسبیح مقالی ہے حالی نہیں ہے یہ مراد نہیں کہ ہر شے تخلیقاً اپنے خالق کے بے عیب ہونے پر دلالت کر رہی ہے ہر مصنوع اپنے صانع پر دال ہے یہ مطلب صراحتِ آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت کا آخری جزء بتا رہا ہے کہ انسان تسبیح اشیاء کو نہیں سمجھتا۔ اب اگر تسبیح سے تسبیح حالی مراد لی جائے اور اس کا یہ مطلب مراد لیا جائے کہ ہر مخلوق اپنے خالق و فاطر کے بے عیب ہونے پر فطرۃً دلالت کر رہی ہے تو اس تسبیح اشیاء سے تو یونانی کافر بلکہ جاہل بے علم بھی واقف تھے اور ہیں۔ پھر نفیٔ تفقہ کے کچھ معنی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ تسبیح مقالی ہی مُراد ہے مگر ہر چیز کی نوعی زبان جُدا جُدا ہے جس کو ہر نوع کے افراد ہی سمجھتے ہیں۔ پہاڑ پہاڑ کی بولی سمجھتا ہے اور پانی پانی کی بات سمجھتا ہے اور انسان ان کی بولی نہیں سمجھتے۔ معجزۂ نبوت اس سے مستثنیٰ ہے۔

عام انسان اسی بولی کو سمجھتے ہیں جو مخارج حروف اور ادتا د الصوت کی مرہون ہے اور اسی کو کلام اور مقال کہتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا بالکل صحیح ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے کہتا ہے کہ ...... وغیرہ اور سچ فرمایا اللہ نے : یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۵۹ : ۲۴)

۵۹ : ۲۲ = هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ هُوَ ضمیر شان ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مسندالیہ کی تعظیم و بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا ذکر مبہم طریقہ سے کر کے پھر اس کی تشریح کی جائے

اللّٰهُ مسندالیہ باقی کا جملہ مسند اس کی صفت ہے۔ الَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا صلہ۔ لَا ناصبہ (اپنے اسم کو نصب دیتا ہے) اِلٰهَ اس کا اسم اِلَّا حرفِ استثناء۔

وہ اللہ ہے ایسی ذات کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

= اِلٰهَ معبود۔ بروزن فعال بمعنی اسم مفعول مَاْلُوْهٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے وہ الٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

= عٰلِمُ الْغَیْبِ : مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا علم رکھنے والا۔ غیب کا علم جاننے والا
= وَالشَّهَادَةِ۔ ای وعالم الشہادۃ اور جاننے والا ہے ہر ظاہر اور مشاہدہ میں آنے والی چیز کا۔ شھادۃ۔ شَهِدَ یَشْهَدُ کا مصدر ہے۔ لیکن اسم ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ۔ ہر باطن وظاہر کا جاننے والا۔ ہر موجود ومعدوم، مخفی وظاہر کا علم رکھنے والا۔

= اَلرَّحْمٰنُ بڑا مہربان، بہت بخشش کرنے والا۔ چونکہ اس لفظ کے معنی بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کسی پر صادق نہیں آتے کیونکہ اسی کی رحمت سب پر عام ہے اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا۔

علمائے عربیت کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے یا نہیں اور عربی ہونے کی صورت میں یہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔

مُبرّد اور ثعلب جو عربیت اور لغت کے امام ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبرانی لفظ ہے اگر اس کو عبرانی لفظ مان لیا جائے تو اس صورت میں یہ لفظ اللہ کی طرح ذاتِ باری کا عَلَم ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے بظاہر بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال بطور صفت نہیں بلکہ بطور عَلَم ہُوا ہے

= اَلرَّحِیْمُ: بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع رُحَمَاءُ ہے۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر کے لئے بھی ہوتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ کہا گیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن)

۵۹: ۲۳ = ھُوَ اللہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ: ملاحظہ ہو آیت ۵۹: ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْمَلِکُ: اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے ہے اسم معرفہ، بادشاہ۔ جو چاہے کرے۔ اور اس کے فعل پر کسی کو مجال اعتراض نہ ہو۔ اسم نکرہ کوئی بادشاہ۔ کوئی حاکم۔

= اَلْقُدُّوْسُ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت پاک بہت برکت والا۔ بروزن فُعُّول (بضم ف) پر کلام عربی میں صرف چار لفظ آئے ہیں۔

۱۔ قُدُّوْسٌ: بہت پاک، برکت والا۔
۲۔ سُبُّوْحٌ: پاک و برتر۔ اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔
۳۔ ذُرُّوْحٌ: (ایک اڑنے والا زہریلا کیڑا۔ سپینی مکھی)۔
۴۔ فُرُّوْحٌ۔ بہت خوش، اور ان کو بھی بفتح فَ پڑھنا جائز ہے باقی اس وزن پر جتنے لفظ آئے ہیں سب بفتح فَ آئے ہیں۔

= اَلسَّلٰمُ: ذو سلامۃ من النقائص یعنی ہر قسم کی خامیوں سے محفوظ، بعض نے

کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آلام و مصائب سے بچاتا ہے۔

= اَلْمُؤْمِنُ: اسم فاعل واحد مذکر اِیْمَانٌ مصدر۔ امن دینے والا۔ یا المصدق لرسلہ باظہار معجزاتہ علیہم۔ اپنے پیغمبروں سے معجزات کا اظہار کرا کے ان کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے۔

= اَلْمُهَيْمِنُ، اسم فاعل واحد مذکر ھَیْمَنَۃٌ مصدر۔ نگران۔ اس کا اصل اأْمَنَ فھو مُؤَامِنٌ ہے دوسرا ہمزہ یاء سے اور پہلا ہمزہ "ہ" سے بدل دیا گیا۔ اس طرح مُھَیْمِنٌ بن گیا۔

= اَلْعَزِیْزُ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے غالب (جو مغلوب نہ ہو) زبردست، قوی۔

= اَلْجَبَّارُ: المصلح امور خلقہ المتصرف فیہم بما فیہ صلاحہم۔ یعنی اپنی مخلوقات کے امور کو درست کرنے والا۔ اور اس میں ویسا تصرف کرنے والا جس میں ان کی فلاح اور بہبود ہوتی ہے اس صورت میں یہ جبرٌ سے مشتق ہوگا۔ (ضیاء القرآن)

سرکش، زبردست دباؤ والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ (لغات القرآن)

جَبَّارٌ ذات باری تعالیٰ کے لئے وصفِ مدح ہے اور انسانوں کے حق میں صفت ذم ہے۔"

(خازن لبغدادی)

= اَلْمُتَکَبِّرُ: اسم فاعل واحد مذکر تَکَبُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ سربلندی اور عظمت کی آخری حد کو پہنچا ہوا۔

تکبر دو طرح کا ہوتا ہے:۔

۱:۔ فی نفسہٖ کسی میں خوبیاں اور صفاتِ حسنہ سب سے زائد ہوں۔

۲:۔ واقع میں تو صفاتِ حسنہ سے خالی ہو اور مدعی ہو کمالِ صفات کا۔

اوّل محمود ہے اور دوسرا مذموم اور قبیح ہے۔

تکبّر کی بدترین قسم یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرکشی کرے اور خود سر بن جائے (المفردات)

= سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) نصب نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ (اللہ پاک ہے) اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی: (پاک ہے وہ ذات جو لے گیا رات کے وقت) یا اسم ضمیر

جیسے سُبْحَانَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ: (اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو)

اَللّٰہِ مجرور بوجہ مضاف الیہ ہونے کے۔

= عَمَّا یُشْرِکُوْنَ: مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔ جس چیز سے

یُشْرِکُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِشْرَاکٌ (افعال) مصدر۔ صلہ ہے موصول

کا۔ جس چیز کو وہ اس کا (یعنی اللہ کا) شریک بناتے ہیں۔

یعنی اللہ پاک ہے اس چیز سے جس کو وہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔

۵۹: ۲۴ = اَلْخَالِقُ: پیدا کرنے والا۔ بنانے والا۔ خَلْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل

کا صیغہ واحد مذکر۔

= اَلْبَارِئُ: نکال کھڑا کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے

معنی بنانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَارِیٔ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے

بَرَأَ یَبْرَأُ کا استعمال پیدا کرنا کے معنی میں ہوتا ہے اس اعتبار سے بَارِیٔ۔ خَالِقٌ کے

ہم معنیٰ ہوگا۔

لیکن آیت ہذا (ھو الخالق الباریٔ المصوّر) وہی اللہ ہے بنانے والا۔ نکال

کھڑا کرنے والا۔ صورت کھینچے والا) سے پتہ چلتا ہے کہ خالق اور باریٔ دو علیحدہ علیحدہ

صفتیں ہیں۔ اور ان دونوں میں باہم فرق ہے۔ البتہ ہم معنی ماننے کی صورت میں باری کو خالق

کی تاکید سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:۔

کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اجزاء و اعضاء کے عدم تناسب سے بری پیدا کیا۔

یعنی یہ نہیں کیا کہ ایک ہاتھ تو بہت چھوٹا اور پتلا ہو اور دوسرا بہت موٹا اور بڑا۔ اسی طرح

خاصیتوں اور شکلوں اور نیز خوبی اور برائی میں ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا۔ پس اس

اعتبار سے باری خاص ہے اور خالق عام۔ (روح المعانی)

یعنی خالق کے معنی ہیں صرف پیدا کرنے والا۔ اور باریٔ کے معنی خاص صفت پر

پیدا کرنے والا۔

= اَلْمُصَوِّرُ. اسم فاعل واحد مذکر تَصْوِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے صورت بنانے

والا۔ پیدا کرنے والا۔

= لَہٗ: میں لام استحقاق کا ہے۔ اسی کے لئے ہیں۔

= اَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۔ موصوف وصفت، خوبصورت نام۔
= يُسَبِّحُ: مضارع واحد مذکر غائب۔ تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اس کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اس کی پاکی بیان کرتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کا اقرار کرتا ہے
= مَا: موصولہ۔
= فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کا صلہ۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔
= وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ ماقبل کی تاکید و تعظیم کے لئے آیا ہے۔
= اَلْحَكِيْمُ: حکمت والا۔ بروزن (فعیلٌ) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت ودانائی اسی کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۰) سورۃ الممتحنۃ مَدَنِیَّۃٌ (۱۳)

۱:۔ لَا تَتَّخِذُوْا : فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= عَدُوِّیْ : مضاف مضاف الیہ۔ میرے دشمن۔ مفعول فعل لَا تَتَّخِذُوْا کا

= عَدُوَّکُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے دشمن۔ مفعول ثانی فعل لَا تَتَّخِذُوْا کا۔

= اَوْلِیَآءَ :۔ مفعول ثالث لَا تَتَّخِذُوْا کا۔ وَلِیّ کی جمع۔ دوست، ساتھی۔

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اپنے دوست۔

عَدُوٌّ اگرچہ مفرد ہے لیکن اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۵۰)

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

= تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ تُلْقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِلْقَآءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم ڈالتے ہو، تم اظہار کرتے ہو۔

بِالْمَوَدَّةِ: مودۃ مصدر ہے ودد مادہ سے اسی معنی میں اور مصادر بھی ہیں جیسے وُدٌّ۔ وِدَادٌ، مَوَدَّةٌ، مَوْدُوْدَةٌ باب سمع محبت کرنا۔ خواہش کرنا۔ یہاں بمعنی محبت، دوستی کے آیا ہے۔ وَدٌّ، وَدِیْدٌ، وَدُوْدٌ۔ دوست بہت محبت کرنے والا۔

جملہ تلقون الیہم بالمودۃ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ لَا تتخذوا کی ضمیر سے حال ہے

۲:۔ یہ اولیآء کی صفت ہے۔

۳:۔ یہ کلام مستانفہ ہے۔ نیا جملہ ہے پہلے کلام سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے

بالمودۃ میں بآء زائدہ برائے تعقیب بھی ہو سکتی ہے اور ثابتہ بھی ہو سکتی ہے۔

پہلی صورت میں القار بالمودۃ کے معنی اظہار المودۃ ہو گا۔ یعنی تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو
دوسری صورت میں یہ بؔ تعدیہ کے لئے ہوگی اور مودۃ تلقون کا مفعول ہو گا۔
اس کا مفہوم وہی ہو گا جو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔
اور اگر بؔ سببیت کے لئے ہے تو اس وقت تلقون کا مفعول محذوف ماننا پڑیگا۔
عبارت یوں ہو گی:۔
تلقون الیھم اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودۃ التی بینکم وبینھم (کشاف) یہاں القار ارسال کے معنی میں ہے یعنی تم رسول کی خبریں ان کافروں کو بھیجتے ہو اس محبت کی وجہ سے جو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ہے (ضیاء القرآن)
= وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۤءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ : واؤ حالیہ ہے قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی میں ہے۔ اور تحقیق وہ انکار کرتے ہیں اس حق سے (یعنی قرآن مجید سے) جو تمہارے پاس آیا ہے۔
الحق سے مراد قرآن مجید ہے (تفسیر مظہری) دین حق ہے (حقانی) اس سے مراد اسلامی عقیدہ وشریعت ہے ای الاسلام عقیدۃ وشریعۃ (ایسر التفاسیر)
اگر جملہ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ کو لَا تَتَّخِذُوْا کی ضمیر سے حال لیا جائے تو یہ جملہ بھی ضمیر لا تتخذوا سے حال ہو گا حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے یہ لوگ بالتحقیق اس سے انکار کر چکے ہیں۔
= يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ (من المکۃ او من دیارکم) وہ ملک بدر کر چکے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو بھی۔ یہ جملہ حال ہے فاعل کفروا سے۔
= اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ : اَنْ مصدریہ ہے یہ جملہ تعلیل ہے اخراج الرسول واخراج المؤمنین کی وَاَنْ تؤمنوا، تعلیل لیخرجون ای یخرجونکم لایمانکم:
مطلب یہ ہے کہ:۔
کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو مکہ سے محض اس لئے نکالا ہے کہ تم اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے ایمان لائے ہو۔
= اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِيْ. اِنْ شرطیہ ہے جِهَادًا جہاد کے لئے جہاد، اللہ کی راہ میں لڑنا۔ محنت، کوشش، جَاهَدَ يُجَاهِدُ مُجَاهَدَةً (باب مفاعلۃ) اور جہاد مصدر۔ بوجہ مفعول لہٗ منصوب ہے۔
= فِيْ سَبِيْلِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری راہ میں۔

= اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ : ابتغاء چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن افتعال مصدر ہے بوجہ مفعول لہٗ منصوب ہے۔

مَرْضَاتِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری رضاجوئی کے لئے، میری خوشنودی کے لئے میری رضامندی کے لئے۔

جملہ اِنْ كُنْتُمْ .... مَرْضَاتِيْ شرط ہے جس کی جزاء محذوف ہے اور کلام سابق لاتتخذوا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

یا یہ جملہ شرط مؤخر ہے اور جواب شرط مقدم ہے یعنی عبارت یوں ہے:۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ فَلَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ۔ (تفسیر الخازن)

= تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۔ تسرون مضارع جمع مذکر حاضر اسرارٌ (افعال) مصدر۔ تم چھپاتے ہو۔ تم پوشیدہ رکھتے ہو، تم چوری چھپے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو

صاحب تفسیر منیار القرآن اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

تسرون الیھم ...... الخ یہ تلقون سے بدل بھی ہو سکتا ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو کلام مستانف بنایا جائے۔ اس کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں:۔

ای تفضون الیھم بمودتکم سرًّا۔ یعنی تم انہیں چپکے چپکے اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ:۔

تسرون الیھم اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودۃ۔ کہ تم باہمی دوستی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز ان تک پہنچاتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہاری ساری حرکتوں کو اچھی طرح جانتا ہے تم لاکھ چھپانے کی کوشش کرو۔ اس علیم وخبیر سے نہیں چھپا سکتے۔

= وَاَنَا اَعْلَمُ ۔ جملہ حالیہ ہے اَعْلَمُ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے میں خوب جاننے والا ہوں۔

= بِمَآ اَخْفَيْتُمْ ۔ ب تعدیہ یا زائدہ ہے مَا موصولہ ہے اَخْفَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْفَآءٌ (افعال) مصدر۔ صلہ۔

جو تم نے چھپایا۔ جو تم چھپاتے ہو۔

= مَا اَعْلَنْتُمْ ، مَا موصولہ۔ اَعْلَنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اعلان (افعال) مصدر اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم اعلان کرتے ہو۔ جو تم نے ظاہر کیا۔
= وَمَنْ يَّفْعَلْهُ : واؤ عاطفہ، مَنْ شرطیہ یفعلہ مضارع مجزوم بالشرط۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ محبت کا چوری چھپے اظہار،، کے لئے ہے۔ جملہ شرط ہے۔
= فَقَدْ ضَلَّ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب ، ضَلَالٌ : (باب ضرب) مصدر۔ وہ گمراہ ہوا۔ وہ بھٹکا۔ وہ راہ راست سے دور جا پڑا۔
یہاں ضَلَّ بطور فعل متعدی بمعنی اَضَلَّ آیا ہے۔
= سَوَاءٌ کے معنی وسط کے ہیں۔ سَوَاءٌ و سِوًى و سُوًى اسے کہا جاتا ہے جس کی نسبت دونوں طرف مساوی ہو ۔ سَوَاءٌ وصف بن کر بھی استعمال ہوتا ہے اور ظرف بھی لیکن اصل میں یہ مصدر ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے :۔
فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۳۷: ۵۵) دوزخ کے وسط میں۔
سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ راستہ کا درمیانی حصہ۔ سیدھا راستہ، صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہو کر ضَلَّ کا مفعول بہ ہے۔ قَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔ اس نے راہِ راست کو کھو دیا۔
ان آیات کا نزول اس وقت ہوا تھا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پکڑ اگیا تھا۔
قصہ یہ ہے کہ :۔
جب مشرکین مکہ کے لوگوں نے (قریش نے) صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور تیاری شروع کر دی۔ مگر چند مخصوص صحابہ کے سوا کسی کو نہ بتایا کہ آپ کس مہم پر جانا چاہتے ہیں۔
اتفاق سے اسی زمانہ میں مکہ معظمہ سے ایک عورت آئی جو کہ پہلے بنی عبد المطلب کی لونڈی تھی اور پھر آزاد ہو کر گانے بجانے کا کام کرنے لگی اس نے آکر حضور علیہ السلام سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی اور کچھ مالی مدد مانگی۔ آپ نے بنی عبد المطلب سے اپیل کر کے اس کی حاجت پوری کی جب وہ مدینہ سے جانے لگی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اس کو چپکے سے ایک خط بعض سرداران قریش کے نام دیا اور دس دینار بھی دیئے تاکہ وہ راز فاش نہ

نہ کر دے اور یہ خط چھپا کر ان لوگوں کو دے دے ابھی وہ مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع فرما دیا۔ آپ نے فوراً حضرت علی، حضرت زبیر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے پیچھے بھیجا۔ اور حکم فرمایا کہ تیزی سے جاؤ۔ روضۂ خاخ کے مقام پر (مدینہ سے ۱۲ میل بجانب مکہ) تم کو ایک عورت ملے گی جس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا ایک خط ہے جس طرح بھی ہو یہ خط حاصل کرو، اگر وہ دیدے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر نہ دے تو اسے قتل کر دینا۔

یہ حضرات جب اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت موجود تھی انہوں نے اس سے خط مانگا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے انہوں نے تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ آخر کو انہوں نے کہا کہ خط ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم برہنہ کر کے تیری تلاشی لیں گے۔

جب اس نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اپنی چوٹی میں سے نکال کر وہ خط دیدیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں مختلف روایات میں مختلف الفاظ نقل ہوئے ہیں مگر مدعا سب کا یہی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے دریافت فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیے میں نے جو کچھ کیا ہے اس بنا پر نہیں کیا ہے کہ میں کافر و مرتد ہو گیا ہوں اور اسلام کے بعد اب کفر کو پسند کرنے لگا ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ میرے اعزہ و اقرباء مکہ میں مقیم ہیں میں قریش کے قبیلہ کا آدمی نہیں ہوں بلکہ بعض قریشیوں کی سرپرستی میں وہاں آباد ہوا ہوں مہاجرین میں سے دوسرے جن لوگوں کے اہل عیال مکہ میں ہیں ان کو تو ان کا قبیلہ بچا لیگا مگر میرا کوئی قبیلہ وہاں نہیں ہے جسے کوئی بچانے والا و اس لئے میں نے یہ خط اس خیال سے بھیجا تھا کہ قریش پر میرا ایک احسان رہے جس کا لحاظ کر کے وہ میرے بال بچوں کو نہ چھیڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کی یہ بات سُن کر فرمایا کہ

لَقَدْ صَدَقَکُمْ : حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے،،

یعنی ان کے اس فعل کا اصل محرک یہی تھا اسلام سے انحراف اور کفر کی حمایت کا جذبہ اس کا محرک نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے! کہ میں

اس منافق کی گردن ماردوں! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اس شخص نے جنگِ بدر میں حصہ لیا ہے تمہیں کیا خبر؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو ملاحظ فرما کر کہہ دیا ہو کہ "تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تم کو معاف کیا"،

یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں،،

یہ ان کثیر التعداد روایات کا خلاصہ ہے جو کہ متعدد معتبر سندوں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، طبری۔ ابن ہشام، ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے نقل کی ہیں = (تفہیم القرآن)

۶۰ : ۲ = اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ : اِنْ شرطیہ۔ يَثْقَفُوْا مضارع مجزوم بالشرط صیغہ جمع مذکر غائب ثَقْفٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو پانا۔ اور اس پر کامیاب ہونا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اگر وہ تم پر کامیاب ہو جائیں۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں۔

اصل میں ثَقْفٌ کے معنی ہیں کہ کسی شے کا ادراک کر لینا نیز اس کے کرنے اور انجام دینے میں مہارت اور حذاقت کے پائے جانے کے ہیں۔ اور اسی لئے نظر کی مشاقی کی بدولت کسی چیز کو نگاہ سے پالینے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

پھر مجازاً الغیر اس کے کہ مہارت اور حذاقت ملحوظ ہو صرف پانے اور ادراک کرنے کے لئے بولنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲: ۱۹۱) اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

= يَكُوْنُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، جمع مذکر غائب، وہ ہو جاویں۔

= اَعْدَاءً: يَكُوْنُوْا کی خبر۔ عَدُوٌّ کی جمع۔ دشمن۔

= وَيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ: واؤ عاطفہ۔ يَبْسُطُوْا مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، جمع مذکر غائب۔ بَسْطٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کشادہ کرنا۔ فراخ کرنا۔ بَسَطَ يَدَهٗ اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

اَيْدِيَهُمْ: اَيْدِيْ۔ جمع يَدٌ کی۔ مضاف۔ هُمْ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل يَبْسُطُوْا کا۔ اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ، دست درازی کریں گے؛

== وَاَلْسِنَتَھُمْ : اس کا عطف اَیْدِیَھُمْ پر ہے ای ویبسطوا الیکم السنتھم ۔ اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنی زبانیں ۔ یعنی زبان درازی کریں گے ۔

== بِالسُّوْٓءِ ۔ برائی کے ساتھ ۔

ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسوٓء کا عطف یکونوا لکم اعدآء پر ہے ۔ یہ جملہ یا تو جواب شرط ہے اور معنی ہوگا :

اگر وہ تم پر قابو پالیں گے (تو تمہارے دشمن ہوجائیں گے) اور ایذار کے لئے تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں گے :

یا یہ عطف تفسیری ہے یعنی یہ جملہ ان کی عداوت کی تفسیر کرتا ہے یعنی ان کی عداوت یہ ہوگی کہ :۔

وہ تم پر دست درازی کریں گے یعنی قتل کریں گے اور ماریں گے : اور تم سے زبان درازی کریں گے یعنی گالیاں دیں گے اور برائی کریں گے ۔

بِالسُّوْٓءِ کا تعلق صرف والسنتھم سے بھی ہو سکتا ہے ۔ اور اَیْدِیَھُمْ وَاَلْسِنَتَھُمْ دونوں سے بھی ۔

== وَوَدُّوْا : واؤ عاطفہ ، اس کا عطف یکونوا اعدآء پر ہے ، اور یہ بھی اِنْ شرطیہ کی جزاء ہے ۔ اِنْ کی وجہ سے ماضی بمعنی مستقبل ہے ۔ اور صیغہ ماضی استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف سے گویا یہ فعل واقع ہو ہی گیا اور تمہارے کافر ہونے کی تمنا جو وہ کریں گے وہ حاصل ہو ہی گئی ۔

وَدُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وُدٌّ اور مَوَدَّۃٌ (باب سمع) مصدر وہ تمنا کریں گے ۔ وہ دل سے چاہیں گے ۔ لَوْ حرفِ تمنا ہے ۔ کاش ۔

== لَوْ تَکْفُرُوْنَ ۔ کاش تم کافر ہوجاؤ ۔

۶۰ : ۳ == لَنْ تَنْفَعَکُمْ ۔ مضارع منفی تاکید بلن واحد مؤنث غائب ۔ نَفْعٌ (باب فتح) مصدر ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی : یا نہیں آتی ہے وہ تم کو نفع نہیں دیتی یا نہیں دے گی ۔

== اَرْحَامُکُمْ : ارحام جمع رِحْمٌ کی ۔ رِحْم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے ۔ مجازاً قرابت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اہل قرابت ایک ہی رحم سے پیدا ہوتے ہیں ۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ ۔ اَرْحَامُکُمْ :

تمہاری قرابتیں۔

= يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: مضاف مضاف الیہ۔ يَوْمَ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے: قیامت کے دن۔

= يَفْصِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فَصْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ فیصلہ کردے گا۔ یعنی قیامت کے دن تمہارا فیصلہ کردے گا۔ تم کو الگ الگ کردے گا۔ مؤمنوں کو جنت میں اور مشرکوں کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ پھر آج اللہ اور اس کے رسول کے حق کو ترک کرکے تم مشرکوں کے دوست کیوں بنتے ہو۔

= مَا تَعْمَلُوْنَ۔ مَا موصولہ۔ تَعْمَلُوْنَ صلہ۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔

= بَصِيْرٌ، بَصَرٌ (باب کرم وسمع) مصدر۔ بؔ کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی دیکھنا۔ جاننا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

۶۰:۴ = قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ:

قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کو زمانہ حال کے قریب کردیتا ہے۔

اُسْوَةٌ، اَلْاُسْوَةُ وَالْاِسْوَةُ: (قُدْوَةٌ وقِدْوَةٌ کی طرح) اسم ہے۔ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں وہ دوسرے کا متبع ہوتا ہے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بری۔

ھی اتباع الغیر علی الحالۃ التی یکون علیھا حسنۃ اوقبیحۃ (اضواء البیان) سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔

اسی لئے آیت ہذا میں اسوۃ کی صفت حسنۃ لائی گئی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳:۲۱)

عربی میں کہتے ہیں کہ:۔

تَاَسَّيْتُ بِهٖ۔ میں نے اس کی اقتدار کی۔ اُسْوَةٌ مادہ اس و سے مشتق ہے اور قرآن مجید میں صرف تین جگہ استعمال ہوا ہے۔ دو جگہ سورت ہذا میں (آیت ۴ و ۶) اور آیت ۳۳-۲۱ میں۔ اُسْوَةٌ کا ترجمہ: نمونہ۔ نمونۂ عمل۔ اقتدار، پیروی۔

اُسْوَةٌ اسم ہے كَانَتْ کا۔ حَسَنَةٌ اس کی صفت ہے، فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ اس کی خبر۔ یا ابراہیم اسوۃ کی صفت بعد صفت ہے۔ لَكُمْ خبر ہے كَانَتْ کی۔ یا فی ابراھیم خبر بعد خبر ہے (پہلی خبر لکم ہے) ہم

= وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ : واؤ عاطفہ ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر جس کا عطف ابراھیم پر ہے مَعَهٗ اس کے ساتھ۔ صلہ اپنے موصول کا۔ جو اس کے ساتھ تھے۔ جو اس کے ساتھی تھے۔ مَعَهٗ سے کون مراد ہے؟

والظاھر ان المراد بالذین معہ علیہ السلام اتباعہ المؤمنون (روح المعانی) لکن قال الطبری وجماعۃ : المراد بھم الانبیاء الذین کانوا قریبا من عصرہ علیہ وعلیھم السلام ظاھرًا۔

الذین معہ سے مراد (حضرت ابراہیم) علیہ السلام کے مومن پیروکار ہیں لیکن طبری اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو ان کے قریب کے ماضی کے زمانہ (ماضی) میں تھے (علیہ وعلیھم السلام)

= اِذْ۔ ظرف زمان ہے اور اذ قالوا لقومھم ..... سے مراد "وقت وجودھم" ان کے وجود یا زندگیوں کا زمانہ) ہے.

اِذْ قَالُوْا یعنی جب حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم کے کافروں سے کہا (لِقَوْمِهِمْ)

= اِنَّا بُرَءٰٓؤُا ...... وَحْدَهٗ یہ قَالُوْا کا مقولہ ہے۔

بُرَءٰٓؤُا۔ ظَرِيْفٌ ظُرَفَاءُ کے وزن پر بَرِيْءٌ کی جمع ہے بَرَاءَةٌ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ بیزار۔ لاتعلق۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۹ : ۱)

(اے اہل اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔ (مادہ ب ر ء)

= مِنْكُمْ۔ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ : ہم بیزاری کرتے ہیں یا ہم بیزار ہیں تم سے، تمہاری ذات سے، تمہارے دستور زندگی سے، تمہارے افعال وکردار سے۔

= وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ مِمَّا مرکب ہے، مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔ تَعْبُدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، عبادۃ (باب نصر) مصدر تم عبادت کرتے ہو۔ تم پوجتے ہو۔ یہ مَا موصولہ کا صلہ ہے۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔ (اور ہم بیزار ہیں ان سے (بھی) اللہ کو چھوڑ کر جن کی

تم پرستش کرتے ہو (مثلاً بت، ستارے وغیرہ)

== کَفَرْنَا: ماضی جمع متکلم کُفْرٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے کفر کیا۔

== بِکُمْ۔ بٌ تعدیہ کا ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

کَفَرْنَا بِکُمْ: ہم تم سے (قطعاً) انکار کرتے ہیں۔ یعنی ہم تم سے، تمہارے افعال و کردار سے، تمہارے رنگ ڈھنگ سے، تمہارے دستور زندگی سے اور تمہارے معبودانِ باطل سے۔ سب سے قطعاً لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

== بَدَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ بَدْوٌ۔ بَدَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ ظاہر ہوگیا۔ کھلم کھلا آشکار ہوگیا۔

== اَلْعَدَاوَۃُ: عداوت، دشمنی، دل سے تعلق اور وابستگی کا منقطع ہوجانا۔

== وَالْبَغْضَآءُ۔ بغض، حقارت، نفرت، معدر ہے، حُبٌ کی ضد ہے۔

== اَبَدًا: ہمیشہ، زمانۂ مستقبل غیر محدود۔

== حَتّٰی: حرف جار ہے، انتہار غایت کے لئے آیا ہے

== تُؤْمِنُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا۔ عامل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اِیْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان لے آؤ۔ حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ۔

== وَحْدَہٗ۔ مصدر منصوب، مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ یعنی ذات و صفات میں یکتا۔ تنہا۔ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ۔ یعنی یہ عداوت تمہارے کفر و شرک میں پڑے رہنے تک ہے۔ ایمان لانے کے بعد بغض و عداوت، محبت و الفت میں بدل جائے گی۔

== اِلَّا۔ حرف استثناء ہے۔ فِیْ اِبْرٰھِیْمَ مستثنیٰ منہ ہے مضاف محذوف ہے ای فی قولِ ابراھیمَ۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰھِیْمَ ۔۔ قَوْلَ اِبْرٰھِیْمَ مستثنیٰ ہے۔

پورا کلام اس طرح ہوگا۔

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ قَوْلِ اِبْرٰھِیْمَ اِلَّا قَوْلَہٗ لِاَبِیْہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ۔ تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے ابراہیم کے قول (و فعل و زندگی) میں سوائے ان کے اس قول کے اپنے باپ کے ساتھ کہ میں ضرور تمہارے لئے بخشش مانگوں گا

== لَاَسْتَغْفِرَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم اِسْتِغْفَارٌ (استفعال)

مصدر۔ میں معافی چاہوں گا۔ میں بخشش چاہوں گا۔

= وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ یہ جملہ قول مستثنیٰ کا تکملہ ہے اور اَسْتَغْفِرَنَّ کے فاعل سے حال ہے۔ مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور شَيْءٌ مفعول محل نصب میں ہے۔

اور حال یہ ہے کہ میں خدا کے سامنے تیرے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا (یعنی میں صرف بخشش کی دعا ہی کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مجھے کچھ اختیار نہیں۔ معاف کرنا نہ کرنا میرے بس میں نہیں ہے)

= رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: یہ کلام مستانفہ ہے اور مفعول ہے ای قَالُوْا رَبَّنَا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ اوامر من اللّٰہِ للمؤمنین بان یقولوا یا یہ مؤمنوں کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ یوں کہیں۔ رَبَّنَا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (بیضاوی)

تَوَكَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَوَكُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ ہم نے بھروسہ کیا۔ ہم نے اعتماد کیا عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔

= اَنَبْنَا: (الٰی کے صلہ کے ساتھ) ماضی جمع متکلم اِنَابَةٌ (افعال) مصدر بمعنی رجوع ہونا اِلَيْكَ اَنَبْنَا۔ ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ ن ب و مادہ۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر صیر مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرارگاہ۔

۶۰: ۵ = رَبَّنَا: مناجات کو محکم کرنے اور درخواستِ رحم میں مزید قوت پیدا کرنے کے لئے رَبَّنَا کا دوبارہ ذکر کیا گیا۔

= لَا تَجْعَلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ تو ہم کو نہ بنا تو ہم کو نہ کر۔

= فِتْنَةً۔ ایک کثیر المعانی لفظ ہے۔ فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

آیت زیر غور میں اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں:۔

۱:۔ ہم کو کافروں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق نہ بنا۔

۲:۔ کافروں کو ہم پر مسلّط نہ کر۔ کہ وہ ہم کو دکھ دے سکیں۔

۴:۔ ہم کو کافروں کا آزمائش کا مقام نہ بنا۔ فِتْنَۃً بوجہ مفعول منصوب ہے۔

= اِغْفِرْ لَنَا۔ اِغْفِرْ واحد مذکر امر معروف۔ غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو بخش دے تو معاف کردے۔

غَفْرٌ اصل میں ایسے لباس پہنا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔

مغفرت الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے غَفْرٌ کا استعمال معاف کردینے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے

محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ۔ اپنے کپڑوں کو صندوق میں ڈال کر چھپا دو"

= اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: زبردست، حکمت والا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۹:۲۴)

۶:۶۰ = لَكُمْ: ای یا امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے۔

= فِيْهِمْ فی ابراھیم ومن معہ (حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے دستور زندگی میں اور اعتقاد وعمل میں۔

= لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ یہ بدل ہے لَكُمْ سے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی پیشی اور اس کے ثواب کا نیز روز قیامت کے آنے کا یقین رکھتے ہیں۔

يَرْجُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ امید رکھتا ہے وہ اندیشہ رکھتا ہے۔ وہ ڈرتا ہے۔

اَللّٰهَ بحالت مفعول منصوب ہے۔ اسی طرح اَلْيَوْمَ منصوب ہے۔

= وَمَنْ يَّتَوَلَّ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ شرطیہ، جملہ شرط ہے۔

يَتَوَلَّ مضارع مجزوم بالشرط۔ اصل میں يَتَوَلّٰى تھا۔ تَوَلِّىٌ (تفعّل) مصدر سے اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ روگردانی کریگا۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے روگردانی کریگا۔

= فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے روگردانی کرے گا (تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ اللہ بالکل بے نیاز اور اپنی ذات میں محمود ہے

اَلْغَنِیُّ : صفت مشبہ کا صیغہ ہے الف لام تعریف کا ہے۔ بے نیاز، غیر محتاج ۔
اَلْحَمِیْدُ، حَمْدٌ سے بروزن فعیل، صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی مَحْمُوْدٌ صفت کیا گیا۔ ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔

۶۰ : ۷ = عَسَى اللّٰهُ۔ عَسٰی : امید ہے، عنقریب ہے، اندیشہ ہے، کھٹکا ہے، جب اس کا استعمال اللہ کے لفظ کے ساتھ ہو تو بمعنی امید ہے۔ توقع ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۴۷ : ۲۲)

= اَنْ : مصدریہ ہے۔ یَجْعَلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ :
= عَادَیْتُمْ : ماضی جمع مذکر حاضر، مُعَادَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ تم نے دشمنی کی، تم نے عداوت رکھی۔
= مِنْهُمْ : میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے
= مَوَدَّةً : محبت، دوستی، (ملاحظہ ہو ۶۰ : ۱۔ متذکرۃ الصدر) فعل یجعل کا مفعول عَسَى اللّٰهُ فاعل۔ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً خبر ہے

فَائِدَہ :
جب آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ ....
.... الخ نازل ہوئی تو جو مسلمان ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے تھے انہوں نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے کافر عزیز و اقارب سے جو مکہ میں مقیم تھے قطع تعلق کرلیا۔
اگرچہ وہ بڑے صبر کے ساتھ اس پر عمل پیرا تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور قریب ترین عزیزوں سے قطع تعلق کرلینا کتنا صبر آزما کام ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب تمہارے یہی رشتہ دار مسلمان ہوجائیں گے اور آج کی دشمنی کل کو پھر محبت و الفت میں بدل جائے گی۔
آیت کا مطلب ہے کہ کفار مکہ میں سے جن اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ اللہ کے حکم کی بجا آوری میں تم نے تعلقات توڑ لئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعلقات کو بحال کردے۔ اور یہی ہوا۔ اس بشارتِ خداوندی کے چند ہی ہفتے بعد مکہ فتح ہوگیا اور ماسوائے چند ایک کے مسلمانوں کے سب عزیز و اقارب مشرف باسلام ہوگئے۔ اور ان کی باہمی قرابت پھر بحال ہوگئی۔
شاہ عبد القادر رح نے اس جملہ کا ترجمہ یوں کیا ہے "امید ہے کہ کردے اللہ تم میں

اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی "!

= وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔
کلام سابقہ میں جو بشارت دی گئی تھی اس میں جو اس کی صفات کارفرما ہیں ان کی تقویت کے لئے یہ جملہ بیان ہوا۔

قَدِیْرٌ۔ قدرت والا۔ زبردست، قدرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے
غَفُوْرٌ: بہت بخشنے والا۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
رَحِیْمٌ نہایت رحم والا۔ رَحْمَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے اس کی جمع رُحَمَآءُ ہے۔

۶۰ : ۸ = لَا یَنْھٰکُمُ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَھْیٌ (باب فتح) مصدر۔ منع کرنا۔ روکنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو منع نہیں کرتا ہے۔

= لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ: مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ مقاتلۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑے۔

= اَنْ تَبَرُّوْھُمْ: اَنْ مصدریہ تَبَرُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر، اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ بِرٌّ وبَرٌّ (باب سمع) مصدر، تم نیکی کرتے ہو ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کہ تم ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔

= وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تُقْسِطُوْا ای وان تقسطوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقْسَاطٌ (افعال) مصدر۔

اِلَیْھِمْ۔ جار مجرور۔ ان کی طرف۔ ان سے، (اور یہ کہ) تم ان سے انصاف سے پیش آؤ ق س ط مادہ۔

قَسْطٌ وقُسُوْطٌ مصدر سے (باب ضرب) بمعنی بے انصافی کرنا۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا (۷۲ : ۱۵) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔

اسی مادہ سے مصدر قِسْطٌ وَاَقْسَطَ (باب ضرب) سے اور (باب نصر) سے۔ بمعنی انصاف کرنا ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (۴۹ : ۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے آیت زیر غور میں اسی معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ آیت یوں ہوگا! "جن لوگوں نے تم سے دین

کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔

= اَلْمُقْسِطِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ انصاف کرنے والے نیکی کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔

۶۰ : ۹ = ظَاهَرُوْا: ماضی جمع مذکر غائب مُظَاهَرَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ انہوں نے مدد کی، انہوں نے معاونت کی۔ انہوں نے پشتیبانی کی۔

= اَنْ تَوَلَّوْهُمْ، عَنِ الَّذِیْنَ میں اَلَّذِیْنَ (اسم موصول) سے بدل ہے۔ یعنی اللہ تو ان سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے پر اور لوگوں کی مدد کی۔

اَنْ مصدریہ ہے تَوَلَّوْهُمْ۔ تَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی تَوَلَّوْنَ ہوگیا اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ تَوَلَّوْا رہ گیا۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔

= وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ: مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرطیہ ہے۔ یَتَوَلَّ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مذکر غائب۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر اصل میں یَتَوَلّٰی تھا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا

= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ فَ جواب شرط کے لئے اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر هُمْ۔ پس وہی لوگ ظالم ہیں۔

ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔

یہاں دین اسلام میں مسلمانوں سے لڑنے والوں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو ظالم کہا گیا ہے کہ انہوں نے ان سے بجائے عداوت کے دوستی اختیار کی، یا انہوں نے اس طرح عذاب کو اپنے اوپر لاگو کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

۶۰ : ۱۰ = اِذَا: جب ظرف زمان ہے یہاں پر شرط کے معنی کے لئے آیا ہے۔

= مُهٰجِرٰتٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث مُهَاجَرَةٌ (مفاعلة) مصدر ہے۔ ہجرت کرنے والیاں۔ یہ اَلْمُؤْمِنٰتُ سے حال ہے یعنی بحالت ہجرت یا مہاجر ہو کر آئیں۔

= فَامْتَحِنُوْهُنَّ۔ فَ جواب شرط کا۔ اِمْتَحِنُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِحَانٌ

(افتعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کا امتحان کرلو۔

= اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ۔ جملہ معترضہ ہے اَعْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ عِلْمٌ سے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ بِ تعدیہ کے لئے ہے۔ اِيْمَانِهِنَّ مضاف، مضاف الیہ۔ (اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے)

= فَاِنْ: فَ تعقیب کے لئے ہے اِنْ شرطیہ ہے۔ پھر اگر۔

= عَلِمْتُمُوْهُنَّ۔ عَلِمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ عِلْمٌ مصدر سے۔ تم جان لو۔ تم کو معلوم ہو جائے۔ واؤ اشباع کا ہے هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ہے (مفعول اول) مُؤْمِنٰتٍ مفعول ثانی، عَلِمْتُمْ کا۔ ایمان والیاں۔

= فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ: فَ جواب شرط کے لئے۔ لَا تَرْجِعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی واپس کرنا۔ واپس پھیر دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو مت واپس کرو ان کو۔

= لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ: یہ علت ہے ان کو واپس کفار کی طرف نہ کرنے کی۔ کیونکہ وہ عورتیں کافروں کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اور نہ وہ ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے اور هُنَّ مہاجر مومن عورتوں کے لئے ہے حِلٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔

= وَاٰتُوْهُمْ: واؤ عاطفہ، اٰتُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع ان مومن مہاجر بیویوں کے کافر خاوند ہیں جو وہ پیچھے چھوڑ آئیں۔

= مَآ اَنْفَقُوْا۔ مَا موصولہ اَنْفَقُوْا اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر اٰتُوْا کا مفعول ثانی جو انہوں نے خرچ کیا۔ یعنی جو ان کے مشرک کافر خاوندوں نے مہر یا وظیفہ وغیرہ کی صورت میں ان مومنات مہاجرات پر خرچ کیا تھا۔

اَنْفَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

= وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔ جواب شرط مقدم اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: شرط مؤخر، یعنی جب تم ان عورتوں کے مہر دے چکو تو ان عورتوں سے نکاح کرلینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

لَا جُنَاحَ کوئی حرج نہیں، کوئی گناہ نہیں۔ لَا نفی جنس کا ہے اس کے عمل سے جُنَاحَ

منصوب ہے۔

اَنْ مصدریہ تَنْکِحُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نِکَاحٌ (باب ضرب) مصدر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم ان (عورتوں) سے نکاح کر لو۔

اِذَا ظرف زمان شرطیہ آیا ہے۔ جب۔

اٰتَیْتُمُوْھُنَّ۔ اٰتَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ واؤ اشباع کا ہے ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم نے ان عورتوں کو ادا کر دیا تم نے ان کو دیا۔ (جب تم ان کو ان کے مہر دے چکو۔)

= اُجُوْرَھُنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اٰتَیْتُمْ کا۔ ان کے حق، ان کے مہر

= لَا تُمْسِکُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاکٌ (افعال) مصدر۔ تم نہ روک رکھو۔

= عِصَمِ الْکَوَافِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عِصَمٌ جمع عِصْمَۃٌ کی۔ اس کے اصل معنی رسی کے ہیں یہاں اس سے مراد عقدِ نکاح ہے۔ نکاح کے بندھن جیسے عقدِ موالات عقد نکاح وغیرہ۔

کَوَافِرِ۔ کافرہ یا کافر و کافرہ دونوں کی جمع ہے یہاں بمعنی "کافر عورتیں" ہے۔

لَا تُمْسِکُوْا بِعِصَمِ الْکَوَافِرِ۔ اور نہ روکے رکھو کافر عورتوں کے نکاح کی بندھنیں یعنی اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح کے بندھنوں میں مت جکڑے رکھو۔ ان کو اپنے نکاح میں قائم رہنے پر اصرار مت کرو۔ تم اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح میں مت روکے رکھو

= وَاسْئَلُوْا۔ واؤ عاطفہ اِسْئَلُوْا۔ سُؤَالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم مانگ لو

= مَا اَنْفَقْتُمْ مَا موصولہ۔ اَنْفَقْتُمْ صلہ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ، (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جو تم نے خرچ کیا۔

= وَلْیَسْئَلُوْا واؤ عاطفہ لِیَسْئَلُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور مانگ لیں۔ یعنی کافر لوگ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

= یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ: ای الذی یحکم بینکم جسے وہ تمہارے میں صادر فرماتا ہے

۶۰: ۱۱ = وَاِنْ فَاتَکُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ اِلَی الْکُفَّارِ۔ جملہ شرطیہ ہے اِنْ شرطیہ۔ فَاتَکُمْ فَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، فَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ اَلْفَوْتُ کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہو جانا کہ اس کا حصول اس کے لئے دشوار ہو۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ شَیْءٌ بمعنی

اَحَدٌ ہے تذلیل اور تحقیر کے لئے لفظ شیٔ استعمال ہوا ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
(اے مسلمانو!) اگر تمہاری بیبیوں میں کوئی عورت تم سے دور (تم کو چھوڑ کر کفار کی طرف چلی جائے اور اس کی واپسی کی کوئی امید نہ ہو)

= فَعَاقَبْتُمْ: فَ تعقیب کا۔ پھر۔ عاقبتم۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر معاقبۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ تمہاری نوبت آئے۔ تمہاری باری آئے۔

فَعَاقَبْتُمْ فجاءت عقبتکم ونوبتکم من اداء المھر بان ھاجرت امراۃ الکافر مسلمۃ الی المسلمین ولزمھم اداء مھرھا (روح البیان، کشاف، بیضاوی)

پھر تمہاری نوبت مہر ادا کرنے کی آئے کہ کافر عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے اور ان پر اس کا مہر ادا کرنا لازم ٹھہرے۔

= فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ۔ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط ہے تو ادا کرو ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں۔

= مِثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا۔ مِثْلَ ۔ مانند۔ مشابہ، مَا موصولہ۔ اَنْفَقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا (ان عورتوں پر جو کفار کے پاس چلی گئی تھیں)

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ: واؤ عاطفہ۔ اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول۔ اور ڈرو اللہ سے۔

= اَلَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (جس پر تم ایمان لائے ہو) اَلَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا صلہ۔ بِهٖ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

مُؤْمِنُوْنَ اِیْمَانٌ (افعالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ایمان والے۔

۱۲:۶۰ = یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ یا حرفِ نداء النبیُّ منادیٰ ہے۔ جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں اَیُّهَا اور مؤنث میں اَیَّتُهَا یا کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے جیسے کہ مذکر کی صورت میں یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ (آیت ہذا) اور مؤنث کی صورت میں یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۸۹: ۲۷) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اے نبی۔

= اِذَا، ظرف زمان۔ شرطیہ۔ اِذَا جَآءَكَ ..... الخ جملہ شرطیہ ہے

= جَآءَكَ۔ تیرے پاس آئے۔ یہاں جَآءَ بمعنی صیغہ جمع ہے۔ جب تیرے پاس آئیں

= يُبَايِعْنَكَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب مُبَايَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ وہ عورتیں بیعت کریں۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تیری۔

جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں۔ يُبَايِعْنَكَ حال ہے اَلْمُؤْمِنٰتُ سے۔

= عَلٰٓى اس بات پر

= اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ۔ اَنْ مصدریہ ہے لَا يُشْرِكْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اِشْرَاكٌ (افعال) مصدر۔ وہ شریک قرار نہیں دیں گی۔

بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو۔

= وَلَا يَسْرِقْنَ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ (لَا يُشْرِكْنَ) پر ہے۔ لَا يَسْرِقْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اور نہ وہ چوری کریں گی۔

= وَلَا يَزْنِيْنَ۔ اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے اور نہ زنا کریں گی۔ مضارع منفی جمع مؤنث غائب زِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= وَلَا يَقْتُلْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب قَتْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ اور وہ قتل نہ کریں گی۔ ماقبل کی طرح اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے۔

= اَوْلَادَهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ اپنی اولاد کو

= وَلَا يَأْتِيْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِ کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی وہ نہیں کریں گی۔ وہ نہیں لائیں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے۔

= بِبُهْتَانٍ۔ مفعول ہے بوجہ حرف جر مجرور ہے۔ ایسا صریح جھوٹ کہ جس کو سن کر سننے والا حیران وششدر رہ جاتے۔

= يَفْتَرِيْنَهٗ۔ يَفْتَرِيْنَ مضارع جمع مؤنث غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع بہتان ہے۔ جس کو وہ خود گھڑ رہی ہوں۔ اس صورت میں یہ يَأْتِيْنَ کی ضمیر جمع مؤنث سے حال ہے۔ یا جسے انہوں نے خود گھڑا ہو (اس صورت میں یہ بُهْتَانٌ کی نعت ہے)

= بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ۔ بَيْنَ کے معنی درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ، دو چیزوں کے

درمیان وغیرہ ہیں۔
لیکن جب اس کی اضافت اَیْدِیْ یا اَرْجُلٍ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ یہاں بَیْنَ مضاف ہے اور اس کی اضافت ایدیھن کی طرف ہے اَیْدِیْھِنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہے بَیْنَ کا۔
اسی طرح اَرْجُلِھِنَّ کی صورت ہے لہٰذا اس کا معنی ہوگا۔ روبرو، سامنے، دیدہ دانستہ۔

جملہ کا ترجمہ ہوگا:
اور وہ کوئی دیدہ دانستہ، خود ساختہ بہتان نہ باندھیں گی!

== وَلَا یَعْصِیْنَکَ۔ واؤ عاطفہ، لَا یَعْصِیْنَکَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔ عِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی لَا یُشْرِکْنَ پر ہے

== فِیْ مَعْرُوْفٍ ۔معروف احکام میں۔ نیکی کے امور میں۔ یعنی وہ کسی (شرعی) نیکی کرنے میں اور گناہ اور بدی سے باز رہنے میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

== فَبَایِعْھُنَّ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے بَایِعْ امر واحد مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ مُبَایَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ تو ان عورتوں کو بیعت کرلے یہاں مبایعت کا بیعت قبول کرنے اور عہد لینے اور معاہدہ کے معنی میں استعمال مجازاً ہے۔

== وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ۔ جملہ سابقہ کا معطوف ہے اِسْتَغْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت کی دعا کر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کے لئے۔ اَللّٰہَ مفعول ثانی۔ تو ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کر۔

== اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اَللّٰہَ اسم اِنَّ منصوب، غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ خبر اِنَّ مرفوع۔

۶۰: ۱۳ == لَا تَتَوَلَّوْا۔ فعل نہی، جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر، دوستی مت رکھو۔ دوستی نہ کرو۔

== قَوْمًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ اس قوم سے۔

== غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قَوْمًا ہے۔

جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ جن پر اللہ غصہ ہوا۔ قَوْمًا کی نعت ہے۔ قوم سے مراد یا تو یہودی ہیں یا عام کافر مراد ہیں۔

= قَدْ يَئِسُوْا۔ ماضی پر داخل ہو کر قَدْ تاکید کا فائدہ دیتا ہے يَئِسُوْا ماضی جمع مذکر غائب يَاْسٌ (باب سمع) مصدر۔ تحقیق وہ ناامید ہوگئے (آخرت سے) یہ بھی قَوْمًا کی نعت ہے۔

= كَمَا يَئِسَ۔ كَمَا مرکب ہے كَ تشبیہ اور مَا موصولہ سے اور بعد کو آنے والا جملہ مَا کا صلہ ہے۔

يَئِسَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (اوپر ملاحظہ فرمائیں يَئِسُوْا آیت ہذا)

یعنی جس طرح کافر لوگ قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے اور ان کے ثواب وعذاب پانے کی امید نہیں رکھتے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(٦١) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (١٤)

٦١ : ١ = سَبَّحَ لِلّٰهِ۔ سَبَّحَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِيْحٌ (تفعيلٌ) مصدر۔ اس نے پاکی بیان کی۔ تَسْبِيْحٌ بمعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ مَا موصولہ فِي السَّمٰوٰتِ اس کا صلہ۔ جو کوئی چیز آسمانوں میں ہے (نیز ملاحظہ ہو ٥٧ : ١)

= اَلْعَزِيْزُ۔ غالب۔ زبردست، عِزَّةٌ سے (فعيل) کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= اَلْحَكِيْمُ : حکمت والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

٦١ : ٢ = لِمَ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس وجہ سے۔ کس لئے۔

= مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، مَا موصولہ۔ لَا تَفْعَلُوْنَ صلہ۔ جو تم کرتے نہیں۔

٦١ : ٣ = كَبُرَ مَقْتًا۔ كَبُرَ ماضی، واحد مذکر غائب۔ كِبَرٌ و كُبْرٌ (باب کرم) مصدر۔

عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک ب ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن بڑائی کی نوعیت جدا جدا ہوتی ہے۔ جیسے اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ (۱۳ : ۹) مرتبہ اور عظمت میں بڑائی۔

اَصَابَهُ الْكِبَرُ (۲ : ۲٦٦) عمر میں بڑائی۔ پیری، بڑھاپا۔

فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ (۲ : ۲۱۹) گناہ میں بڑائی۔ وغیرہ

مَقْتًا۔ بغض، عناد، غصہ، بیزاری، (باب نصر) سے مصدر ہے۔ بوجہ تمیز منصوب ہے از روئے بیزاری، از روئے ناپسندیدگی۔

= اَنْ تَقُوْلُوْا ۔ اَنْ مصدریہ تَقُوْلُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ جملہ اَنْ تَقُوْلُوْا بتاویل مصدر فاعل ہے۔

= عِنْدَ اللّٰہِ ۔ متعلق کَبُرَ ہے۔ (یہ اَنْ تَقُوْلُوْا سے پہلے ہے مصنف کی غلطی سے ایسا ہوا)

= مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ مَا موصولہ لَا تَفْعَلُوْنَ ، صلہ ہے۔ جو تم نہیں کرتے ۔ ترجمہ ہوگا ۔

تمہاری وہ بات جو تم عملاً نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناپسندیدہ ہے :

۶۱:۴ = صَفًّا : قطار ، صف ۔ یہ اصل میں صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے صَفٌّ قطار ، صف ، جس کی جمع صُفُوْفٌ ہے۔ صَافٌّ اسم فاعل ۔ صف یا قطار باندھنے والا ۔ جمع صَافُّوْنَ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے

وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (۳۷ : ۱۶۵) اور ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے ۔

= كَاَنَّهُمْ ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بفعل ، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گویا وہ (ہیں)

= بُنْيَانٌ : عمارت ، یہ واحد ہے ، جمع نہیں کیونکہ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ میں بُنْيَانٌ کی صفت بھی مذکر ہے جمع ہوتی تو صفت مؤنث ہوتی ۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بُنْيَانٌ ، بُنْيَانَةٌ کی جمع ہے جیسے شَعِيْرٌ شَعِيْرَةٌ کی اور تَمْرٌ تَمْرَةٌ کی ۔ اور نَخْلٌ نخلۃٌ کی اور اس قسم کی جمع کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں ۔

= مَّرْصُوْصٌ : رَصٌّ (باب نصر) سے مصدر ۔ اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے رَصٌّ عمارت کو خوب بھینچ ہوئی بنانا ۔ مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلایا ہوا ۔ مضبوط ، ایسی عمارت کہ اس کے اجزاء کا باہم اتنا پیوستہ ہو جانا کہ خلا بالکل نہ رہے ۔

صَفًّا حال ہے يُقَاتِلُوْنَ کے ضمیر فاعل سے ۔

فِيْ سَبِيْلِهٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے ۔ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ یہ بھی يُقَاتِلُوْنَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے

۶۱:۵ = وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى ۔ کلام مستانفہ ہے واؤ عاطفہ ۔ اس سے قبل کلام محذوف ہے ۔ ای اذکر الوقت اِذْ قَالَ مُوْسٰى (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو وہ وقت جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا ۔

یا۔ اذکر لھٰؤلاء المعرضین عن القتال وقت قول موسٰی لقومہٖ۔
ان دشمنانِ دین سے قتال پر اعتراض کرنے والوں کو وہ وقت یاد کراؤ جب حضرت موسٰی (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تھا

= یٰقَوْمِ .... رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ یہ قال کا مقولہ ہے۔

لِمَ۔ کیوں، کس لئے (ملاحظہ ہو آیت ۶۱: ۲ متذکرۃ الصدر)

تُؤْذُوْنَنِیْ، مضارع جمع مذکر حاضر، اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر۔ نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم ہے۔ تم مجھے ستاتے ہو۔ تم مجھے ایذار دیتے ہو۔

= وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ جملہ حالیہ ہے ان کے انکار کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ قَدْ تحقیق کے معنی میں اور مضارع کا استعمال استمرار کے لئے ہے۔

= فَلَمَّا فَ تعقیب کا ہے لَمَّا حرف شرط ہے لَمَّا زَاغُوْا جملہ شرط ہے اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ جملہ جزائیہ ہے۔ بعض کے نزدیک لَمَّا حرف شرط نہیں ہے بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنی۔

= زَاغُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب زَیْغٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھر گئے۔ وہ کج ہو گئے وہ بہک گئے۔

= اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ۔ اَزَاغَ ماضی واحد مذکر غائب اِزَاغَۃٌ (افعال) مصدر قُلُوْبَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول فعل اَزَاغَ کا۔ اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

= وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ جملہ معترضہ تذییلی۔ مضمون ماسبق کی تاکید کے لئے۔ یعنی کج رووں کے دلوں کو ٹیڑھا کر دینا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا۔

اَلْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر لَا یَھْدِیْ کا مفعول۔

= وَاِذْ قَالَ عِیْسٰی۔ اس کا عطف اذ قال موسٰی پر ہے اور یاد کرو وہ وقت جب عیسٰی نے کہا۔

= یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ...... اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول ہے اور قَالَ کا بیان ہے۔

= مُصَدِّقًا۔ حال مؤکدہ۔ اس میں عامل رَسُوْلُ ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ

مِنَ التَّوْرٰىةِ۔ ای مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے (موجود) ہے۔

= مَا بَيْنَ يَدَيَّ۔ مَا موصولہ۔ بين يدیّ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ، بين يدیّ ای قبلی۔ میرے سے پہلے، الیسر التفاسیر (نیز ملاحظہ ہو بين ايديهن ٦٠ : ١٢)

= مُبَشِّرًا۔ یہ بھی حال ہے۔ یعنی اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں بحالیکہ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سے پہلے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والا ہے۔

= اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ: اِسْمُهٗ مضاف مضاف الیہ ہٗ کی ضمیر کا مرجع رسول ہے۔ جس کا نام احمد ہے۔ یہ رسول کی نعت ہے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے)

= فَلَمَّا۔ ف تعقیب کا ہے لَمَّا بمعنی حِيْنَ اسم ظرف زمان ہے۔ پھر جب، پس جب

= اَلْبَيِّنٰتِ۔ کھلی نشانیاں، روشن دلائل، بَيِّنَةٌ کی جمع ہے۔

= سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ موصوف وصفت۔ کھلا جادو۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ: لفظی ترجمہ ہوگا:۔ پس جب وہ آیا اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے

فَائِدَہ:۔

۱:۔ جَآءَ کی ضمیر فاعل اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے تو هُمْ ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں۔

اور اگر جَآءَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اَحْمَدُ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تو هُمْ سے مراد کفار قریش ہوں گے۔

اول الذکر کی صورت میں بینات سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہوں گے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھوں بینا کرنا وغیرہ۔

مؤخر الذکر کی صورت میں ان سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہوں گے: مثلاً شق القمر، اور سب سے بڑھ کر دوامی معجزہ قرآن کریم پیش کرنا۔

۲:۔ اسی طرح قَالُوْا سے مراد اول الذکر میں بنی اسرائیل ہوں گے اور دوسری صورت میں کفارِ مکہ

۳:۔ هٰذَا سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ان کے معجزات یا ان کی ذات،

اور دوسری صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا ان کی ذات مبارکہ۔

۴:۔ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔ الاشارۃ الیٰ ما جاء بہ او الیہ وتسمیتہ سحرًا للمبالغۃ (اس میں) اشارہ ہے ان بینات کی طرف جو وہ لائے یا ان کی ذات کی طرف ان کو یعنی ان کی کھلی ہوئی نشانیوں کو یا ان کی ذات کو سحر، بیان کرنا مبالغہ کے لئے ہے۔

۶۱: ۷ = وَمَنْ ۔ واؤ عاطفہ، مَنْ استفہامیہ ہے۔

= اَظْلَمُ ظُلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ ظالم۔ زیادہ حق سے تجاوز کرنے والا

= مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَنْ اسم موصول سے۔ اس سے جو...

= اِفْتَرٰی: ماضی واحد مذکر غائب افتراءٌ (افتعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں بہتان باندھنا۔ اِفْتَرٰی اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان باندھا۔

= الْكَذِبَ ۔ جھوٹ کا۔ اِفْتَرٰی کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

= وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ: جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے هُوَ سے مُراد وہ شخص جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔

يُدْعٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب دَعْوَةٌ باب نصر مصدر۔ اس کو بلایا جاتا ہے

= وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ: اور اللہ ایسے ظالم (ناحق شناس) لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا۔ یہ جملہ مضمون سابق کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

۶۱: ۸ = يُرِيْدُوْنَ ...... بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ جملہ ان کے افترا کی غرض وغایت بیان کرتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِرَادَةٌ (افعال) مصدر وہ چاہتے ہیں۔

لِيُطْفِئُوْا یہاں اَنْ مقدرہ ہے لام زائدہ تاکید کے لئے آیا ہے۔ کلام یوں ہوگا:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا۔ يُطْفِئُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ۔ جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ کہ وہ بجھا دیں۔

طَفِئَتِ النَّارُ کے معنی آگ بجھ جانے کے ہیں اور اَطْفَاْتُهَا (افعال)، کے معنی پھونک سے بجھا دینے کے ہیں۔ ط ف ء مادہ۔

= نُوْرَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا نور۔ اللہ کے دین کی روشنی، اللہ کا دین، اس سے مراد قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں۔

= بِاَفْوَاهِهِمْ : بٌ استعانت کی ہے۔ اَفْوَاهِهِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے منہ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے منہ سے (پھونک مار کر)

اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع ہے۔ فَمٌ اصل میں فُوْهٌ تھا ہ کو گرا کر واو کو م سے بدل دیا گیا۔

= وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ جملہ حالیہ ہے اَللّٰهُ مبتدا۔ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اس کی خبر۔ مُتِمُّ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف، اِتْمَامٌ (افعال) مصدر سے۔ پورا کرنے والا۔ کامل کرنے والا۔ نُوْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مُتِمُّ کا مضاف الیہ۔ حال یہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔

= لَوْ : خواہ۔ لَوْ متصلہ ہے۔ یعنی کافروں کی خوشی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔

= كَرِهَ: ماضی واحد مذکر غائب كَرَاهَةٌ (باب سمع) مصدر۔ ناپسند کرنا۔ برا جاننا۔ نفرت کرنا (منکرین بڑے برا مانا کریں۔ خواہ کافر اس کو سخت ناپسند کریں)۔

۶۱: ۹ = هُوَ الَّذِیْٓ۔ وہ ذات ہے۔ جس نے،

= اَلْهُدٰی۔ ای القرآن۔

= دِیْنِ الْحَقِّ۔ اس کا عطف الهدٰی پر ہے ای و بدین الحق۔ دینِ حق، دینِ الٰہی اسلام۔ ملّتِ حنفیہ۔

= لِیُظْهِرَهٗ ۔ لام تعلیل کا۔ یُظْهِرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) اِظْهَارٌ (افعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع دین حق ہے۔ یُظْهِرَ کی ضمیر فاعل اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔ تاکہ وہ اس کو غالب کردے۔

= الدِّیْنِ كُلِّهٖ : ای جمیع الادیان المخالفۃ۔ اسلام کے مخالف جملہ دین۔

= وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ : مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

۶۱: ۱۰ = هَلْ : حرف استفہام ہے، مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ کیا؟ تحقیق بمعنی قَدْ کے لئے بھی آتا ہے۔

= اَدُلُّكُمْ عَلٰی۔ اَدُلُّ مضارع واحد متکلم دَلَالَةٌ (باب نصر) مصدر۔ عَلٰی۔ کے صلہ کے ساتھ۔ کسی طرف رہنمائی کرنا۔ بتانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا میں

تم کو بتاؤں یا آگاہ کروں ۔ یا تمہاری راہنمائی کروں ۔

= تُنْجِيْكُمْ: تُنْجِيْ مضارع واحد مؤنث غائب اِنْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ نجات دینا۔ نجات پانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو نجات دے، وہ تم کو بچالے۔ یا۔ بچالیگی

ن، ج، د، مادہ۔

۶۱ : ۱۱ = تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ مضارع واحد مؤنث غائب اِيْمَانٌ (اِفعال) مصدر۔ تم ایمان لاؤگے یا لاتے ہو۔ اللہ کے ساتھ۔

= وَتُجَاهِدُوْنَ واؤ عاطفہ۔ تُجَاهِدُوْنَ صیغہ جمع مذکر مضارع معروف۔ مُجَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ بمعنی دشمن کی مدافعت میں مقدور بھر کوشش و طاقت صرف کرنا۔ تم جہاد کرتے ہو۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں:۔

۱:۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔

۲:۔ شیطان سے جہاد۔

۳:۔ نفس سے جہاد۔

تُجَاهِدُوْنَ کا عطف تُؤْمِنُوْنَ پر ہے۔

جملہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ...... وَاَنْفُسِكُمْ استیناف بیانیہ ہے۔ جیسا کہ کہا جائے مَا هٰذِهِ التِّجَارَةُ ؟ دُلَّنَا عَلَيْهَا۔ اور جواب میں کہا جاتے: تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ..... الخ

ہر دو مواقع پر (تؤمنون، و تجاھدون) مضارع بمعنی امر ہے۔

پوچھا جائے وہ کونسی تجارت ہے جو ہمیں عذاب الیم سے نجات دے گی ؟ اور جواب دیا جائے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے۔

= ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ ان کنتم تعلمون جملہ شرط ہے شرط مؤخر۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ جواب شرط مقدم ہے۔

ذٰلِكُمْ، ذَا اسم اشارہ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے، یہ یہی، اس میں ایمان باللہ ایمان بالرسول و جہاد فی سبیل اللہ مشارٌ الیہ ہے۔

خَيْرٌ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی خواہشات کی پیروی کرنے اور جان و مال کو راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے بہتر ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ: اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو سمجھو اور یہ تجارت کرو اس کو نہ چھوڑو۔

۶۱:۱۲ == یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ: جواب شرط ہے اور شرط محذوف ہے۔

کلام یوں ہوگا۔

اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (الخازن)

جب تم ایسا کروگے تو (اللہ) تمہارے گناہ معاف کردے گا (تفسیر مظہری)

یَغْفِرْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب، وہ بخش دیگا۔ وہ معاف کردیگا

ذُنُوْبَکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ذُنُوْبٌ جمع ذَنْبٌ کی۔ تمہارے گناہ۔

== وَیُدْخِلْکُمْ: واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف یَغْفِرْ لَکُمْ پر ہے مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط ہے اور تم کو داخل کرے گا۔

== جَنّٰتٍ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔ جنتوں میں، باغات میں۔

== تَحْتِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔ تَحْتَ نیچے۔ یہ فَوْقٌ کی ضد ہے اسم ظرف مکان۔ ان کے نیچے

== مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً: موصوف وصفت، عمدہ مکان۔ منصوب بوجہ معطوف ہونے جَنّٰتٍ کے۔

مَسٰکِنَ جمع ہے مَسْکَنٌ کی بمعنی گھر، مکان، منزلیں۔ سُکُوْنٌ سے اسم ظرف مکان ہے۔

== جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عدن کے باغات۔ عَدْن سات جنتوں میں ایک کا نام ہے۔ اسم علم ہے۔

بعض کے نزدیک، یہ جنّت کی صفت ہے۔ اور جنّت عدن موصوف صفت ہے یعنی دائمی طور پر بسنا۔ ایسے باغات میں جہاں دائمی طور پر، سدا بسنا ہوگا۔

== ذٰلِکَ یعنی گناہوں کی مغفرت اور جنت میں داخلہ،

== اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔ موصوف وصفت۔ بہت بڑی کامیابی۔

۶۱:۱۳ == وَاُخْرٰی۔ تقدیر کلام یوں ہے وَیُعْطِیْکُمْ اُخْرٰی اے یعطیکم نِعْمَۃً اُخْرٰی اور وہ تمہیں ایک اور نعمت عطا کرے گا۔

اُخْرٰی منصوب بوجہ یُعْطِیْکُمْ کے مفعول ثانی ہونے کے، نِعْمَۃً کی صفت ہے

== تُحِبُّوْنَهَا: ای التی تحبونھا۔ جسے تم پسند کروگے۔

= نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ: خبر ہیں مبتدا محذوف کی۔ ای هی نصر من اللہ یعنی وہ نعمتِ اُخریٰ اللہ کی مدد ہے اور جلد فتح یابی۔

= وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور (اے رسول) آپ ایمان والوں کو بشارت دیدیجئے۔

صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

"وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ: یعنی آپ قریبی فتح اور نصرت کی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے مسلمانوں کو بشارت دیدیجئے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سے پہلے امر کا صیغہ یعنی قُلۡ محذوف ہے اور بَشِّرۡ کا عطف قُلۡ پر ہے (اس صورت میں امر کا عطف امر پر ہوگا) یا بَشِّرۡ کا عطف تُؤۡمِنُوۡنَ پر ہو۔ کیونکہ تؤمنون بظاہر خبر ہے لیکن امر مُراد ہے۔

اب مطلب اس طرح ہوگا!

اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنوں کو فتح کی بشارت دیجئے"

۶۱:۱۴ = كُوۡنُوۡۤا اَنۡصَارَ اللّٰهِ۔ كُوۡنُوۡا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر كَوۡنٌ (باب نصر) مصدر۔ تم ہو جاؤ۔ تم بن جاؤ۔ اَنۡصَارَ۔ منصوب بوجہ كُوۡنُوۡا کی خبر کے ہے نَصِيۡرٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِيۡفٌ کی جمع اَشۡرَافٌ ہے۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ ترجمہ:۔

تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے:۔

تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ (الخازن، مدارک التنزیل، علامہ پانی پتی"

علامہ مودودی اَنۡصَارَ اللّٰهِ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اللہ کا مددگار اس لئے نہیں کہا گیا کہ اللہ رب العالمین معاذ اللہ کسی کام کے لئے اپنی کسی مخلوق کی مدد کا محتاج ہے بلکہ یہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کی آزادی بخشی ہے اس میں وہ لوگوں کو اپنی قوتِ قاہرہ سے کام لے کر بجبر مؤمن و مطیع نہیں بناتا بلکہ اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے ان کو راہِ راست دکھانے کے لئے تذکیر و تعلیم اور تفہیم و تلقین کا طریقہ اختیار کرتا ہے اس تذکیر و تعلیم کو جو شخص برضا و رغبت قبول کرے وہ مؤمن ہے۔ جو عملاً مطیع و فرمانبردار بن جائے وہ مسلم و قانت اور عابد ہے۔ اور

جو خدا ترس کا رویہ اختیار کر لے وہ متقی ہے۔ جو اسی تذکیر و تعلیم کے ذریعے سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے لگے وہ محسن ہے اور اس سے مزید ایک قدم آگے بڑھ کر جو اسی تذکیر و تعلیم کے ذریعے سے بندگانِ خدا کی اصلاح اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لئے کام کرنے لگے اسے اللہ تعالیٰ خود اپنا مدد گار قرار دیتا ہے :

ــــ کَمَا۔ مرکب ہے کُ تشبیہ اور مَا موصولہ سے :۔

ای انصروا دین اللہ مثل نصرۃ الحواریین لما قال لھم عیسٰی (من انصاری الی اللہ) فقالوا (نحن انصار اللہ) اوکونوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسٰی حین قال لھم من انصاری الی اللہ (شوکانی)

یعنی اللہ کے دین کی حواریوں کی طرح مدد کرو کہ جب ان سے حضرت عیسٰی نے کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار تو انہوں نے کہا ہم ہیں اللہ کے مددگار یا: اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے کہ حواریون حضرت عیسٰی کے مددگار بن گئے تھے جب اس نے ان سے کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار۔

حواریون کی تشریح میں علامہ مودودیؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے بائبل میں عموماً لفظ "شاگرد" استعمال کیا گیا ہے لیکن بعد میں ان کے لئے "رسول" کی اصطلاح عیسائیوں میں رائج ہو گئی۔ اس معنی میں نہیں کہ وہ خدا کے رسول تھے بلکہ اس معنی میں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ان کو اپنی طرف سے مبلّغ بنا کر اطرافِ فلسطین میں بھیجا کرتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں قرآن کی اصطلاح "حواری" ان دونوں مسیحی اصطلاحوں سے بہتر ہے اس لفظ کا اصل حَوْرٌ ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو دھو کر سفید کر دیتا ہے۔ خالص اور بے آمیز چیز کو بھی حواری کہا جاتا ہے۔ جس آٹے کو چھان کر بھوسی نکال دی گئی ہو اسے حُوَّارِیٰ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں خالص دوست اور بے غرض حامی کیلئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

ابن سیدہ کہتا ہے ہر وہ شخص جو کسی کی مدد کرنے میں مبالغہ کرے وہ اس کا حواری ہے

(لسانُ العرب)

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں :۔

اَلْحَوْرُ (باب نصر) کے اصل معنی پلٹنے کے ہیں خواہ وہ پلٹنا بطور ذات کے ہو،

یا بلحاظ فکر کے۔

اور آیت کریمہ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (۸۴:۱۴) اور وہ خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر کر نہیں آئے گا میں لَنْ یَّحُوْرَ سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا مراد ہے۔ اسی سے مِحْوَرٌ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر چرخی گھومتی ہے۔

اور اسی سے المحاورۃ ہے ایک دوسرے کی طرف کلام کو لوٹانا۔ اسی سے تَحَاوُرٌ (تبادلہ گفتگو) ہے۔

قرآن مجید میں ہے وَاللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا (۵۸:۱) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور حُوْرٌ عِیْنٌ (۵۶:۲۲) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ میں حُوْرٌ (اَحْوَرُ۔ حَوْرَاءُ کی جمع) حَوْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بقول بعض آنکھ کی سیاہی میں تھوڑی سی سفیدی ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے اِحْوَرَّتْ عَیْنُہٗ اس کی آنکھ بہت سیاہی اور سفیدی والی ہے اور یہ آنکھ کا انتہائی حسن سمجھا جاتا ہے۔

= فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ: فَاٰمَنَتْ میں فَ تعقیب کا ہے اٰمَنَتْ ماضی واحد مؤنث اِیْمَانٌ (افعال) مصدر کا مرجع طَآئِفَۃ ہے:

مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت (حضرت عیسیٰ پر) ایمان لے آئی۔

طَآئِفَۃ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ گروہ، جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب کو طائفہ کہتے ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رح فرماتے ہیں کہ:

تحقیق مقام یہ ہے کہ طائفہ اصل میں اسم فاعل مؤنث ہے طَوَافٌ سے جس کے معنی دوران (چکر لگانے، گھومنے) یا احاطہ (گھیر لینے) کے ہیں۔

= وَکَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ اور ایک جماعت کافر رہی

= اَیَّدْنَا: ماضی جمع متکلم تَاْیِیْدٌ (تفعیل) مصدر، ہم نے قوت دی، ہم نے مدد کی۔

= عَدُوِّھِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے دشمن۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی طرف راجع ہے۔ یعنی (حضرت عیسیٰ پر) ایمان لانے والوں کے دشمن

(جو کافر رہے تھے)

= فَاَصْبَحُوْا: فَ تعقیب کا ہے اَصْبَحُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی صبح کرنے کے ہیں۔ اَصْبَحُوْا: افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہو گئے۔

= ظَاهِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب) ظُهُوْرٌ (لصبلہ علی) غالب ہونے والے۔ تو وہ غالب ہو گئے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ پر فَاٰمَنَتْ کا، اور فَاَيَّدْنَا کا، اور فَاَصْبَحُوْا کا عطف فَ کے ذریعے سے ہے اور فَ محض تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بعد بلا تاخیر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا۔ پھر ایمان لانے کے فوراً بعد اللہ نے مؤمنوں کی تائید کر دی اور کافروں پر ان کو غالب کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حواریوں کے قول کے بعد بلا تاخیر مؤمنوں کا کافروں پر غلبہ ہو گیا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کافروں کا مؤمنوں پر غلبہ رہا۔ اور بعثت محمدی کے بعد مؤمن لوگ کافروں پر غالب آگئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۲) سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱)

۶۲ : ۱ = یُسَبِّحُ : مضارع واحد مذکر غائب تَسْبِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ پاکی بیان کرتا ہے۔ تسبیح کرتا ہے۔ مضارع کا صیغہ استمرار کے لئے ہے۔

= لِلّٰہِ : لام استحقاق کا ہے۔ اللہ مفعول لہٗ ہے ،

= مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔ مَا موصولہ ہے ،

ترجمہ ہو گا:۔

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (ہر وقت) اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت (۵۷ : ۱)

= اَلْمَلِكِ : (بادشاہ)

= اَلْقُدُّوْسِ : (بہت پاک) جملہ نقائص سے مُنزّہ قُدْسٌ سے مبالغہ کا صیغہ

= اَلْعَزِیْزِ۔ (غالب)

= اَلْحَکِیْمِ (دانا۔ حکمت والا)

یہ تمام اللہ (تبارک و تعالیٰ) کی صفات ہیں اور اسی نسبت سے مجرور ہیں۔

۶۲ : ۲ = بَعَثَ : ماضی واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بھیجا

= اَلْاُمِّیّٖنَ ، اُمِّیٌّ کی جمع بحالت جرّ ، اُمِّیٌّ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے ان پڑھ ، بے پڑھا لکھا۔ اُمِّیّٖنَ سے مراد اہل عرب ہیں جو اکثر ان پڑھ تھے۔

= رَسُوْلًا : پیغمبر۔ بَعَثَ کا مفعول ہے

= مِّنْھُمْ : ای من جملتھم ومثلھم۔ یعنی انہی میں سے کا ایک ، انہیں جیسا (اُمّی) ، یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے۔

= یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ : یہ دوسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔ پڑھ کر سناتا ہے

(اُمّیّین کو) اس (اللہ) کی آیات، یہ تیسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔
یَتْلُوْا مضارع واحد مذکر غائب! تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھ کر سناتا ہے۔ وہ تلاوت کرتا ہے۔
= وَ یُزَکِّیْھِمْ: اس کا عطف یَتْلُوْا پر ہے۔ یُزَکِّیْھِمْ مضارع واحد مذکر غائب تَزْکِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اور وہ پاکیزہ کر دیتا ہے ان کو ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب یہ رَسُوْلًا کی صفت چہارم ہے۔
= وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ: اس کا عطف بھی یَتْلُوْا پر ہے اور سکھاتا ہے وہ ان کو (اللہ کی) کتاب اور حکمت (دانائی کی باتیں) یہ رَسُوْلًا کی صفت پنجم ہے
یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ: ھُمْ مفعول اول فعل یُعَلِّمُ کا الْکِتٰبَ (ای القراٰن) مفعول ثانی وَالْحِکْمَۃَ مفعول ثالث،
= وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔
واؤ عاطفہ ہے اِنْ مخففہ ہے (نون ثقیلہ) سے مخفف ہے۔ اِنَّ کا اسم محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی!
وَاِنَّھُمْ کَانُوْا...... الخ۔ مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ مضاف ہے جس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ ای من قبل ارسال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لَفِیْ میں لام فارقہ ہے ترجمہ ہوگا:
اور بلاشبہ یہ لوگ (بعثت محمدی سے) پہلے صریح گمراہی میں پڑے تھے۔
۶۲: ۳ = وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ اس کا عطف یُعَلِّمُھُمْ کی ضمیر پر ہے اور مِنْھُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب اُمِّیُّوْنَ کی طرف راجع ہے۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو امیین میں سے ہیں نہ صرف ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی یہی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے لوگ بھی اول لوگوں میں سے ہی ہیں۔ (مِنْھُمْ) یعنی انہی کے ہم مذہب اور انہی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔
اٰخَرِیْنَ سے کون مراد ہیں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں
۱:۔ عکرمہ اور مقاتل نے کہا کہ اٰخَرِیْنَ سے مراد تابعین ہیں۔
۲:۔ ابن زید نے کہا کہ:۔
وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک حلقۂ اسلام میں داخل ہونے والے ہیں" ابن

نجیح کی روایت میں مجاہد کا بھی یہی قول آیا ہے۔ لیکن
۳۔ عمرو بن سعید بن جبیر اور لیث کی روایت میں مجاہد کا قول یوں آیا ہے کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں۔
= لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ : لَمَّا حرف جازم ہے اور لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی میں کر دیتا ہے۔
یَلْحَقُوْا مضارع مجزوم بوجہ عمل لمّا۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ لُحُوْقٌ (باب سمع) مصدر۔ بِھِمْ میں بَ الصاق کے لئے ہے (حرف جار ہے) ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور جو امیون کی طرف راجع ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
جو ابھی تک ان سے آکر نہیں ملے۔ یہ آخَرِیْنَ کی صفت ہے۔
لَمَّا کا استعمال مندرجہ ذیل آیت میں اسی معنی میں آیا ہے۔ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹:۱۴) اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔
= وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ : اور وہ غالب حکمت والا ہے۔
۶۲: ۴ = ذٰلِکَ اسم اشارہ، اس کا مشارٌ الیہ بعثتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم رسول۔ تزکیہ گمراہان۔
= یُؤْتِیْہِ۔ مضارع واحد مذکر اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔ وہ عطا کرتا ہے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فَضْل ہے۔ مَنْ موصولہ، یَشَاءُ اس کا صلہ۔ جسے وہ چاہتا ہے۔
= وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ : جملہ معترضہ تذییلی ہے ماسبق کی تائید کے لئے ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ بڑے فضل کا مالک ہے۔
ذُوْا مضاف الفضل العظیم موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللّٰہ کی صفت۔
= مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔
حُمِّلُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَحْمِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ ان پر لادا گیا۔ ان سے اٹھوایا گیا۔ یعنی ان کو تورات کا علم دیا گیا اور اس پر عمل کرنے کا اُن کو مکلف بنایا گیا۔

ضمیر نائب فاعل حُمِّلُوْا، اَلَّذِیْنَ کی طرف راجع ہے۔ التوراۃ مفعول فعل حُمِّلُوْا کا
ثُمَّ التراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ لَمْ یَحْمِلُوْا، مضارع مجزوم نفی جحد بلم
حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (پھر) انہوں نے اس پر
عمل نہ کیا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

کَ تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ الْحِمَارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔

اَسْفَارًا جمع سِفْرٌ کی بمعنی کتابیں۔ یَحْمِلُ کا مفعول اول۔ یَحْمِلُ اَسْفَارًا
یہ صفت ہے الحمار کی، جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔

= بِئْسَ : بُری ہے۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس سے گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ
اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ (باب سمع) سے عین کلمہ کی اتباع میں اس کے
ف کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کردیا گیا بِئْسَ ہوگیا۔

= مَثَلُ الْقَوْمِ مضاف مضاف الیہ۔ (اس) قوم کی مثال۔

= اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول اگلا جملہ اس کا صلہ (جنہوں نے)
اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

بُری ہے مثال اس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

القوم سے مُراد یہودی ہیں اور اٰیٰتِ اللّٰہِ سے مُراد تورات کی وہ آیات جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

۶۲ : ۶ = قُلْ : ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم۔

= یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ : یَا حرف نداء ہے جو قریب، بعید، اوسط، سب کی نداء کے لئے
موضوع ہے۔

اَیُّھَا وَاَیَّتُھَا پر اکثر وبیشتر یہی حرف نداء آتا ہے۔ نداء میں جب منادیٰ پر الْ
داخل ہو تو مذکر میں اَیُّھَا اور مؤنث میں اَیَّتُھَا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہاں منادیٰ الذین
(اسم موصول) ہے۔

= ھَادُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ھَوْدٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پشیمان ہونا۔
حق کی طرف لوٹنا۔ یہودی ہونا۔ یہاں مُراد یہودی ہوئے۔ بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی تھی
اس لئے یہود کہلائے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہودیت قبول کرلی تھی خواہ
وہ بنی اسرائیل تھے یا نہیں اَلَّذِیْنَ ھَادُوْا کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ جہاں

بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الفاظ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ استعمال ہوئے ہیں۔

= اِنْ زَعَمْتُمْ ...... مِنْ دُوْنِ النَّاسِ ؕ جملہ شرط ہے اِنْ نافیہ زَعَمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ زَعْمٌ (باب نصر) مصدر۔ تم نے سمجھا۔ تم نے دعویٰ کیا۔

= اَنَّکُمْ بے شک تم۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ : اللہ کے دوست، اللہ کے پیارے۔

یہاں اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ ہیں اللہ نے اولیاء کی اضافت اپنی طرف نہیں کی اور اولیاء اللہ کی بجائے اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ استعمال کیا ہے تاکہ مدعیٔ ولایت اور وہ جسے اللہ نے اپنی ولایت کے لئے مختص کر دیا ہو' فرق واضح ہو جائے۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ النَّاسِ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر۔ یہ اِنَّ کے اسم کی ضمیر کی طرف راجع ہے اور اس سے حال ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! اے لوگو! جو یہودی ہو گئے ہو اگر تم سمجھتے ہو کہ لوگوں کو چھوڑ کر (صرف) تم ہی اللہ کے پیارے ہو.....

= فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ : جملہ جوابِ شرط ہے فَ جوابِ شرط کے لئے ہے۔ تَمَنَّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَمَنِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ اَلْمَوْتَ مفعول بہ۔ تو موت کی تمنا کرو، موت کی آرزو کرو،

یعنی تم جو کہتے ہو کہ صرف ہم ہی اللہ کے دوست ہیں اور یہ کہ اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں اور یہ کہ صرف وہی جنت میں داخل ہو سکے گا جو یہودی ہوگا تو اس دنیا کی صعوبتوں سے رہائی پانے کے لئے کیوں نہیں موت کی التجا کرتے کہ جلدی ہی اگلے جہاں کو جا کر جنت میں داخل ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

والذی نفس محمد بیدہ لو تمنوا الموت ما بقی علی ظہرھا یہودی الا مات ۔

اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ (ضیاء القرآن)

= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے ای ان کنتم صدقین فتمنوا الموت اذا۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔

۶۲: ۷ = وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا، لَا یَتَمَنَّوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَمَنِّیْ (تَفَعُّلٌ) مصدر ہٗ ضمیر مفعول (جس کا مرجع الموت ہے) واحد مذکر غائب۔ اَبَدًا ہمیشہ زمانہ مستقبل غیر محدود۔ وہ اس کی کبھی بھی خواہش نہیں کریں گے۔ وہ اس کی کبھی بھی تمنا نہیں کریں گے۔

= بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ۔ بَ سببیہ ما موصولہ۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بھیجنا۔

اَیْدِیْھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ۔ بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔ (یعنی ان کے اعمال جن پر آخرت میں سزا و جزا مترتب ہو گی۔ ای بسبب مَا قدموا من الکفر والتکذیب (الخازن) یعنی بسبب کفر و تکذیب کے اعمال کے جو انہوں نے آخرت کے لئے کمائے ہیں۔

= عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

۶۲: ۸ = قُلْ: ای قل یا محمد (صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

= تَفِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بھاگتے ہو۔ تم فرار ہوتے ہو۔

= مِنْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الموت ہے۔ ای من الموت

= فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ، فَ زائدہ ہے مُلٰقِیْکُمْ اِنَّ کی خبر ہے۔ مُلَاقِیْ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ تم کو پہنچنے والا۔ تم کو پالینے والا۔ ملاقاۃ (مفاعلۃ) مصدر۔

یعنی موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تم کو آلے گی۔

= ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے پھر۔ تُرَدُّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ تم پھیرے جاؤ گے تم لوٹائے جاؤ گے۔

اِلٰی نہایت غایت کے لئے۔ کی طرف۔

= فَيُنَبِّئُكُمْ : فَ تعقیب کا ہے يُنَبِّئُ فعل مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعيلٌ) مصدر۔ وہ خبر دیدے گا۔ وہ بتا دے گا۔

= بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، ب الصاق کے لئے ہے مَا موصولہ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری۔ جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ وہ خبر دیگا اس چیز کی جو تم کیا کرتے تھے۔

۹:۶۲ = اِذَا ۔ جب ، ظرف زمان ہے بطور شرط آیا ہے اِذَا نُوْدِيَ للصلوٰۃِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ جملہ شرط ہے۔

نُوْدِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ وَمُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر، بمعنی بلانا۔ کسی کام پر لوگوں کو بلانا۔ ن د ی مادّہ۔ شریعت میں نداء الصَّلوٰۃِ نماز کی اذان کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے۔

= مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ۔ جیم اور میم کے ضمہ کے ساتھ اور جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ۔ دونوں طرح استعمال ہے۔ بمعنی اجتماع۔

= فَاسْعَوْا ۔ فَ جواب شرط کا ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ جملہ جواب شرط ہے۔

اِسْعَوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر، سَعْيٌ (باب فتح) مصدر بمعنی تیز روی۔ تو تم دوڑو۔ تم تیزی سے چلو۔

= ذِكْرِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کے ذکر کی طرف، یعنی نماز کی طرف جیسا کہ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوۃُ سے ظاہر ہے۔

= وَذَرُوا الْبَيْعَ ، واؤ عاطفہ، ذَرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر اَلْبَيْعَ خرید و فروخت، اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو، جملہ معطوف ہے۔ ذَرُوْا کا عطف اِسْعَوْا پر ہے۔

= ذٰلِكُمْ : یعنی کاروبار کا چھوڑ کر نماز جمعہ کی طرف جلدی سے چل پڑنا۔ جواب شرط مقدم

= اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ شرطِ مؤخر۔ اگر تم کو سمجھ ہو۔ اگر تم کو (اس کی صحیح) سمجھ ہے

۱۰:۶۲ = فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوۃُ ۔ فَ عاطفہ، اِذَا ۔ جب ۔ ظرف زمان، شرطیہ۔

قُضِيَتْ ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ نماز ادا کرنا ق ۔ ض ۔ ی ۔ مادّہ ۔

پھر جب نماز ادا ہو چکے۔ جملہ شرط ہے۔

= فَانْتَشِرُوْا ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَشِرُوْا ، فعل امر، جمع مذکر حاضر،

اِنْتِشَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر، تم منتشر ہو جاؤ۔ تم الگ الگ ہو جاؤ، تم بکھر جاؤ۔
عربی میں لوگوں کے انتشار کا مطلب ان کا پھیل کر اپنے اپنے کام میں لگ جانا ہے۔
جملہ جوابِ شرط ہے۔

= وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ واؤ عاطفہ، اِبْتَغُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔
ابتغاء (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔
مِنْ تبعیضیہ ہے۔ فَضْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا فضل،
فضل سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زمین پر پھیل جانے سے مراد دنیا کمانے کے لئے پھیلنا نہیں ہے۔ بلکہ بیمار کی عیادت، کسی جنازہ کی شرکت اور اللہ کی رضا کی خاطر دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔
۲:۔ بعض نے خدا داد روزی اس کا مطلب لیا ہے
۳:۔ بعض نے اس سے علم حاصل کرنا مراد لیا ہے

فضل اللہ کی تلاش کے لئے پھیل جانا وجوبی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے
اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط میں ہے:

= وَاذْكُرُوا اللّٰہَ كَثِيْرًا۔ یہ بھی جملہ معطوفہ ہے اور جوابِ شرط میں ہے۔
یعنی نہ صرف زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو بلکہ ہر حال میں اللہ کو ہرگز نہ بھولو اور اسے ہر وقت اور کثرت سے یاد کیا کرو، ذکر اللہ کو محض نماز تک مخصوص اور محدود نہ رکھو۔ بلکہ ہر وقت دوسرے دنیاوی کام کرتے وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو
اُذْكُرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ كَثِيْرًا صفت ہے موصوف محذوف ہے۔ ای ذِكْرًا كَثِيْرًا۔ مفعول مطلق ہے۔

= لَعَلَّكُمْ۔ تاکہ تم، بمعنی کَیْ۔ تاکہ
= تُفْلِحُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِفْلَاحٌ (افعالٌ) مصدر۔ تم فلاح پاؤ۔ تم فلاح پاؤ گے۔

۶۲:۱۱ = وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا جملہ شرط۔ تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا مفعول اول ومفعول ثانی رَاَوْا کے۔
رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح۔ رای مادہ) مصدر۔ رَاَوْا

اصل میں رَاَیُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہو گئے۔ الف کو حذف کر دیا۔ انہوں نے دیکھا۔

== اِنْفَضُّوْا اِلَیْھَا: جملہ جواب شرط ہے۔ اِنْفَضُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْفِضَاضٌ (انفعال) مصدر۔ وہ متفرق ہو گئے۔ ف ض ض مادہ۔

الفض کے معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ جیسے فَضَّ خَتْمَ الْکِتٰبِ خط کی مہر کو توڑ دیا۔

اسی سے انفض القوم کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی متفرق و منتشر ہو جانے کے ہیں۔ آیت ہذا میں اس کے معنی ہیں:۔

اور جب یہ لوگ کوئی سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں:۔ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ (۳: ۱۵۹) تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اِلَیْھَا: میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع لَھْوًا ہے۔

== تَرَکُوْکَ قَائِمًا۔ جملہ جواب شرط ہے۔ تَرَکُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَرْکٌ (باب نصر) مصدر۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا میں اُنہی سے خطاب ہے۔

قَائِمًا۔ تَرَکُوْکَ کی ضمیر مفعول سے حال ہے۔

== قُلْ: ای قُلْ یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

== مَا عِنْدَ اللّٰہِ: مَا موصولہ۔ عِنْدَ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ عِنْدَ ظرف مکان ہے لیکن جب زمان کی طرف مضاف ہو تو ظرف زمان بھی ہوتا ہے۔ مثلاً عِنْدَ الصُّبْحِ۔ صبح کے قریب۔ اس پر حروف جر میں سے مِنْ کے علاوہ اور کوئی حرف نہیں آتا۔ عِنْدَ اللّٰہِ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

== خَیْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ زیادہ اچھا۔ یہ خبر ہے مَا موصولہ کی

فالیہ سبحانہ وتعالیٰ اسعوا ومنہ عزوجل اطلبوا الرزق۔

پس اسی ذات سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف شتاب چلو۔ اور اسی ذات عزوجل سے رزق طلب کرو۔

== وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۳) سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّةٌ (۱)

۶۳: ۱ = اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔ جملہ شرط ہے۔ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ جواب شرط۔

اِذَا ۔ جب ۔ اشرطیہ ۔ جَآءَكَ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام ۔ نفاق کرنے والے مرد ۔ دورُخی کرنے والے ۔ یعنی زبان وعمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے ۔ یہ نافقاء ونفقہ سے ہے جس کے معنی ہیں گوہ (جنگلی چوہا) کا بھٹ ، جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ اسمیں داخل ہوتی ہے شکاری اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے (زبرزی) ——— اصطلاح قرآنی میں نفاق اور منافقت اسی دورُخی کا نام ہے بظاہر زبان سے آدمی مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوے کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرفِ شریعت میں منافق کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر عقیدہ مؤمنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دورخی کی ایک یہ بھی شکل ہوتی ہے ایک دروازے سے آدمی اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے (شرح عقائد نسفی)

قَالُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب المنافقون کی طرف راجع ہے نَشْهَدُ مضارع جمع متکلم شہادۃ (باب سمع) مصدر سے ۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ میں لام تاکید کا ہے ۔ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

== وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ۔ اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں ۔ جملہ معترضہ ہے کلام سابق کی تاکید کے لئے ہے ۔

== وَ اللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ، المنافقین اسم اِنَّ لَکٰذِبُوْنَ اس کی خبر۔ جملہ اسمیہ ہوکر فعل یَشْھَدُ کا مفعول ۔ اَللّٰہُ فاعل ، فعل، فاعل ، مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ لام تاکید کے لئے ہے ۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق جھوٹے ہیں (یعنی زبان سے جو کہہ رہے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کے دل میں ان کا اعتقاد بالکل اُلٹ ہے وہ دل کی بات صحیح طور پر نہیں بیان کر رہے)

۲:۶۳ == اِتَّخَذُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر سے انہوں نے اختیار کیا ۔ انہوں نے اختیار کرلیا۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔ انہوں نے بنالیا۔

== اَیْمَانَھُمْ : مضاف مضاف الیہ ان کی قسمیں (جو وہ اپنے جھوٹ کی تائید میں کھاتے ہیں)

جُنَّۃً ۔ ڈھال ۔ آڑ ، پردہ ، جُنَنٌ جمع ۔ جَنٌّ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا ۔ چونکہ ڈھال سے بدن کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جُنَّۃ کہتے ہیں

اسی مصدر سے جَنَّۃٌ بمعنی جنت ۔ باغ ، بہشت ہے ۔ کیونکہ باغات کے درخت زمین کو چھپائے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور اسی مصدر سے جِنَّۃٌ بمعنی جنون دیوانگی ہے کہ عقل کو چھپادیتی ہے اور اسی سے جِنٌّ بمعنی جِنّ ہے کہ عام مخلوق سے پوشیدہ اور غائب رہتے ہیں ۔

یہاں جُنَّۃً اِتَّخَذُوْا کا مفعول ثانی ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور منافقین کی دروغ گوئی اور اس پر جھوٹی قسمیں کھانے کے بیان میں آیا ہے ۔

== فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ فَ ترتیب کا ہے صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب صُدُوْدٌ (باب ضرب ونصر) رکنا ۔ اعراض کرنا ۔ عَنْ حرف جار سَبِیْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ۔ پس وہ اللہ کی راہ سے اعراض کرتے رہتے ہیں ۔

صُدُوْدٌ مصدر لازم ہے بمعنی رکنا ۔ اعراض کرنا ۔ اس صورت میں ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر تحریر ہے ۔ لیکن اگر فعل صَدُّوْا مصدر صَدٌّ (باب نصر) سے ہو تو یہ فعل متعدی ہوگا ۔ کیونکہ صَدٌّ بمعنی روکنا اور باز رکھنا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔

وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے اور باز رکھتے ہیں ۔

= سَآءَ - ماضی واحد مذکر غائب سَوْءٌ (باب نصر) مصدر۔ یہ فعل ذم ہے۔ بُرا ہے بمعنی بِئْسَ آیا ہے۔

= مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: مَا موصولہ اس سے اگلا جملہ اس کا صلہ۔ بُرا ہے (ان کا یہ فعل) جو وہ کرتے تھے، یا کیا کرتے تھے۔

۶۳:۳ = ذٰلِكَ: یعنی نفاق اور اسلام سے روگردانی، جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنا لینا۔
اشارة الی ما ذکر من حالھم فی النفاق والکذب والاستجنان بالایمان الفاجرۃ (روح المعانی)
یہ اشارہ ہے ان کے نفاق اور تکذیب کی طرف اور جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنانے کی طرف۔

= بِاَنَّهُمْ ب سببیہ ہے انَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ یہ اس (وجہ سے ہے کہ یہ سب لوگ۔

= اٰمَنُوْا۔ وہ ایمان لائے۔ وہ ایمان دار ہو گئے (بظاہر مؤمنوں کے سامنے ایمان کا اقرار کرنے پر)

= ثُمَّ كَفَرُوْا۔ پھر وہ کافر ہو گئے (کلمات کفریہ کہہ کر یا اپنے ساتھیوں کے پاس تخلیہ میں پہنچ کر جہاں وہ اپنے اصلی اعتقاد کا برملا اظہار کیا کرتے تھے)
قرآن پاک میں ہے:۔
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲: ۱۴)
اور جب اپنے شیاطینوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (پیروانِ محمد سے تو) ہم محض ہنسی مخول کیا کرتے ہیں۔

= فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ. ف سببیہ۔ ای بسبب نفاقھم ھذا (ان کے اس نفاق کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ حَتّٰى يَمُوْتُوْا عَلَى الْكُفْرِ یہاں تک کہ وہ کفر کی حالت میں مر جائیں۔
طُبِعَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب طَبْعٌ (باب فتح) مصدر۔ مہر کر دی گئی، بندش کر دی گئی۔

= فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ ف ترتیب کے لئے۔ یعنی اس مہر لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اب کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ لَا يَفْقَهُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ مصدر۔ باب سمع

بمعنی سمجھنا

۶۳ : ۴ = وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ جملہ شرط۔ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ جواب شرط۔ اِذَا شرطیہ (جب)۔ رَاَيْتَ میں ضمیر واحد مذکر حاضر عام مخاطب کے لئے ہے (جب اے مخاطب تو ان کو دیکھے) یا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جب (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو دیکھیں۔

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ۔ تُعْجِبُ مضارع واحد مؤنث غائب اِعْجَابٌ (افعال) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، وہ تجھے تعجب میں ڈال دے۔ وہ تجھے بھلی لگے۔ وہ تجھے خوشنما لگے۔ اَجْسَامُهُمْ ان کے جسم، ان کے ڈیل ڈول۔

= وَاِنْ يَّقُوْلُوْا۔ جملہ شرطیہ ہے اور اگر وہ گفتگو کریں۔

= تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ جواب شرط۔ تو تُو توجہ سے ان کی بات سُنے۔ تَسْمَعْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر حاضر۔ سَمْعٌ (باب سمع) مصدر

= كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ لِقَوْلِهِمْ میں ضمیر مجرور هِمْ سے حال ہے۔ حالانکہ وہ دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں (عقل سلیم اور علم و معرفت سے خالی اور کھوکھلی۔

كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم۔ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ موصوف و صفت مل کر اس کی خبر۔ حال یہ ہے کہ وہ سب گویا دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں۔

خُشُبٌ خَشَبٌ کی جمع جیسے بُدْنَةٌ کی جمع بُدْنٌ ہے (وہ گائے یا اونٹ کہ جس کی حج کے موقعہ پر مکہ میں قربانی کی جائے) موصوف

مُسَنَّدَةٌ صفت اسم مفعول واحد مؤنث تَسْنِيْدٌ (تفعیل) مصدر۔ دیوار کے سہارے لگائی ہوئی۔ یعنی جس سے پشت کا سہارا لگایا جائے۔ اَسْنَادٌ جمع سِنَادٌ قوی الجثہ دراز قامت اِسْنَادٌ (افعال)، کسی بات کی طرف نسبت کرنا۔ تَسْنِيْدٌ (تفعیل) لکڑی کو دیوار وغیرہ کے سہارے لگا دینا۔

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا وہ سب دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ اچھی لکڑی عموماً فرنیچر اور چھت کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہے ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ یہ اس لکڑی کی مانند ہیں جو دیکھنے میں تو بڑی اچھی، جاذب نظر، دیرپا رہنے والی معلوم دیتی ہے اور ہر دیکھنے والے کے دل کو لبھاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اندر سے

کھوکھلی اور بالکل بیکار اور ناکارہ ہے اس میں کسی اور کے بوجھ کا سہارا بننا تو کجا خود اپنے بوجھ کو اٹھا رکھنے سے عاری ہے اسے چھت کے نیچے کھڑا کرنے کی ضرورت پڑے تو دیوار کے ساتھ سہارا دیتے ہوتے اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ذرا کسی بیرونی یا اندرونی دباؤ کی وجہ چھت میں جنبش ہوئی اس کو یوں محسوس ہوا کہ گویا ساری قیامت اسی پر ٹوٹ پڑنے لگی ہے۔

اسی طرح یہ منافقین ظاہری شکل و صورت میں تو نہایت حسین ڈیل ڈول کے ہیں اور پرلے درجے کے باتونی اور چرب زبان ہیں زبانی کلامی اپنی عقل و دانش اور شجاعت و مردانگی کے قصے سنا سنا کر سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے لیکن درحقیقت پرلے درجے کے بے جان، بزدل، علم و معرفت سے بالکل خالی اور نرے کھوٹے سکّے ہیں، نکمّے بے فائدہ۔

= يَحْسَبُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں۔

= كُلَّ صَيْحَةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہر چیخ، ہر کڑک، ہر ہولناک آواز۔ صَيْحَةٌ صَاحَ يَصِيْحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔

اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے چراٹے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصیاح کہتے ہیں۔ صیحۃ اسی سے ہے اور چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے

= عَلَيْهِمْ: اپنے خلاف، یعنی ہر اونچی آواز کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں۔

چونکہ اپنی اندرونی کمزوری اور اپنے اندر دل کے چور یعنی نفاق کو وہ جانتے ہیں اس لئے جب کسی کو اونچا بولتے سنتے ہیں یا کسی بھاگ دوڑ کی آواز ان کے کانوں میں آتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتے ہیں شاید ان کے خلاف ہی نہ ہو۔ جیسے کہاوت ہے "چور کی ڈاڑھی میں تنکا"

= هُمُ الْعَدُوُّ۔ یہی (منافق) ہیں جو (پکے) دشمن ہیں (مسلمانوں کے)

= فَاحْذَرْهُمْ. فَ سببیہ۔ بِسَبَبِ ذٰلِكَ بایں سبب، لہذا۔ اس لئے۔

اِحْذَرْ: فعل امر واحد مذکر حاضر، حَذَرٌ (باب سمع) مصدر۔ تو بچا رہ۔ (اگر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) یا خطاب مسلمانوں سے ہے۔ اے مسلمانو! ان (منافقین) سے بچتے رہو۔ اس صورت میں اِحْذَرْ (واحد کا صیغہ) بمعنی اِحْذَرُوْا ہوگا۔

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا منافقین ہیں۔

= قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ: اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ خدا ان کو غارت کرے، ان پر اللہ کی مار ہو اللہ ان کو ہلاک کرے۔

یہ بددعائیہ فقرہ ہے جس میں ان کی مذمت بھی ہے اور زجر و توبیخ بھی۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

بظاہر یہ بددعا ہے اور خود اپنی ذات سے منافقوں پر لعنت کرنے کی طلب ہے لیکن حقیقت میں مسلمانوں کو لعنت اور بددعا کرنے کی تعلیم ہے۔

= اَنّٰی۔ اسم ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی (جب)، ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ کیسے، کیونکر، ہوتا ہے۔

یہاں اَنّٰی بمعنی کَیْفَ اظہار تعجب کے لئے ہے کہ اتنی روشن دلیلوں کے باوجود وہ حق سے رد گرداں ہیں۔

= يُؤْفَكُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اِفْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھیرے جاتے ہیں۔

اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو، اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤتفکۃ کہتے ہیں۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ خدا ان کو غارت کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں یہ کیسے بہکائے جاتے ہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۳۰)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی افک کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (۲۴ : ۱۱) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی لوگوں سے ایک جماعت ہے۔

۶۳ : ۵ = وَاِذَا۔ واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان (شرطیہ)۔ جب۔

= تَعَالَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعَالِىٌ (تفاعل) مصدر۔ تعال کے اصل معنی ہیں کسی کو بلند جگہ کی طرف بلانا۔ پھر عام بلانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ تم آؤ۔ ع ل ی۔ ع ل و۔ مادہ کے حروف ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا: جملہ شرط ہے۔

= یَسْتَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ای تَعَالَوْا۔ واحد مذکر غائب اِسْتِغْفَارٌ۔ (استفعال) مصدر۔ وہ معافی مانگیں گے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
یہ امر تعالَوْا کے جواب میں ہے۔ یعنی آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب فرماتے۔

= لَوَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَلْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ ل ی ی مادہ۔ وہ نیوڑاتے ہیں۔ گھماتے ہیں۔ لہراتے ہیں۔ اکڑاتے ہیں۔ یہ تمام علامت غرور کی ہے۔
-مجرد لَوٰی یَلْوِیْ کا معنی بھی موڑنا۔ لہرانا۔ دوہرا کرنا ہے۔ باب تفعیل میں لاکر اس فعل میں زیادتی اور مبالغہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ باب ضرب سے اس مادہ کے افعال لازم بھی آتے ہیں۔ اور متعدی بھی۔

صلات کے اختلاف سے مفہوم میں بہت اختلاف ہوجاتا ہے۔
مثلاً لوی الغلام (لڑکا بیس سال کا ہوگیا) لَوَی الْحَبْلَ (رسی کو دوہرا کیا) لَوٰی رَاْسَہٗ (اس نے سر کو موڑ لیا) وغیرہ وغیرہ۔

لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ جملہ جواب شرط ہے وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا ..... کا جواب ہے۔ تو وہ سر ہلا دیتے ہیں۔

= یَصُدُّوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ باز رہتے ہیں۔ وہ اعراض کرتے ہیں۔

= وَھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ۔ واؤ حالیہ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع منافقین ہے جن کا ذکر اوپر ہورہا ہے۔
مُسْتَکْبِرُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ تکبر کرنے والے۔ غرور کرنے والے۔
اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ جملہ حالیہ ہے یَصُدُّوْنَ کے فاعل سے۔

۶۳ : ۶ = سَوَآءٌ۔ برابر ہے۔ اسم مصدر۔ بمعنی استواء۔ یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر ہونے کے۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان میں لکھتے ہیں۔
جلد اوّل نوع ۴۰۔

سَوَاءٌ بہ معنی مستوی (برابر) آتا ہے۔ لہذا کسرہ کے ساتھ قصر اور فتحہ کے ہمراہ مدّ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ قصر کی مثال:۔ قولہٗ تعالیٰ مَکَانًا سُوًی (۵۸:۲۰)

جگہ برابر یعنی صاف اور ہموار۔ سِوًی سین کے کسرہ کے ساتھ۔ ابوجعفر، نافع ابن کثیر، ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ باقی قراء نے اسے سُوًی سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور مذکر کی مثال ہے قولہٗ تعالیٰ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَ اَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ (۲:٦) انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔

سَوَآءٌ وسط کے معنی میں بھی آتا ہے اس صورت میں بھی فتحہ کے ساتھ اس کو مذکر کے پڑھتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ: فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۳۷: ۵۵) میں ہے (دوزخ کے وسط میں)

= عَلَیْہِمْ. عَلٰی حرف جار ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔ ان پر۔

= اِسْتَغْفَرْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر ا۔ سْتِغْفَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ خواہ تو بخشش مانگے۔ اصل میں ءَ استغفرت تھا (حسب تصریح شوکانی) پہلی ہمزہ استفہام (جو یہاں تسویہ کے معنی میں تھی) حذف کردی گئی۔ کیونکہ آیت میں اَمْ اس کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے موجود ہے اور حسب تصریح ابوحیان ہمزہ تسویہ باقی ہے اور دوسری ہمزہ جو کہ ہمزۂ وصل تھی۔ وہ محذوف ہے۔

= اَمْ۔ خواہ۔

= لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ۔ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر حاضر۔ (خواہ) تو بخشش نہ مانگے

= لَنْ یَّغْفِرَ۔ مضارع نفی تاکید بلَن واحد مذکر غائب۔ ہرگز نہیں بخشے گا۔

= اَلْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ موصوف وصفت مل کر مفعول فعل لَا یَہْدِیْ کا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں بخشتا۔ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

٦٣: ٧ = ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع الْفٰسِقِیْنَ (آیت ٦ متذکرۃ الصدر) ہے

= اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

= یَقُوْلُوْنَ: صلہ۔ یہی ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔

= لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا۔ یہ مقولہ ہے ان لوگوں کا جو اوپر مذکور ہوئے۔

لَا تُنْفِقُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مت خرچ کرو عَلٰی پر۔ اوپر۔ (ان کے لئے) مَنْ موصولہ ہے عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اس کا صلہ عِنْدَ نزدیک، قریب، پاس، منزلت میں قریب۔ یہاں اسم ظرف مکان مستعمل ہے

مضاف ہے۔

= رَسُوْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔

ترجمہ ہو گا:۔

جو قدر و منزلت میں اللہ کے رسول کی قربت میں ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو۔

= حَتّٰی۔ حرفِ جر ہے انتہار غایت کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔

= یَنْفَضُّوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ انفضاضٌ (افعلال) مصدر نفض مادہ۔ وہ منتشر ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ (خود بخود) منتشر ہو جائیں۔ بھاگ جائیں۔ چھوڑ کر چلے جائیں (نیز ملاحظہ ہو ٦٢ : ١١)

= وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ...... لَا یَفْقَهُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے اور اللہ تعالیٰ فاسقین کی اس بڑھ کے مقابلہ میں کہ جو رسول کریم کی معیت میں ہیں ان پر خرچ کرنا بند کر دو یہاں تک کہ یہ خود بخود چھوڑ کر چلے جائیں ۔ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا خرچ کریں گے اور کیا بند کریں گے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے تو کلی طور پر اس کی ملکیت ہیں۔ ان میں وہ اپنی مشیت اور مرضی کے مطابق تصرف کا اکیلا ہی حق رکھتا ہے کسی اور کا اس میں کوئی عمل و دخل نہیں۔ لیکن یہ منافق سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

وَاوَ حالیہ ہے لِلّٰہِ میں لام تملیک کا ہے اور اَلْمُنٰفِقِیْنَ بوجہ عمل لٰكِنَّ منصوب ہے لَا یَفْقَهُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، فِقْهٌ مصدر ہے (باب سمع) وہ نہیں سمجھتے:

٦٣ : ٨ = لَئِنْ لام تاکید کے لئے ہے اِنْ شرطیہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ جملہ شرط ہے اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ کو۔

= رَجَعْنَا ماضی جمع متکلم رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم لوٹے۔ ہم واپس ہوئے

= لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ لَیُخْرِجَنَّ میں لام جواب شرط کا ہے۔ یُخْرِجَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ نکال دے گا۔

اَلْاَعَزُّ۔ عِزٌّ سے باب ضرب مصدر افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ زور والا۔ زیادہ عزت والا۔ یُخْرِجَنَّ کا فاعل ہے مِنْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

کا مرجع المدینۃ ہے۔
اَلْاَذَلَّ۔ ذِلَّۃٌ (باب ضرب) مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ ذلیل۔ زیادہ کمزور۔ یُخْرِجَنَّ کا مفعول ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
اور (منافق) کہتے ہیں اگر لوٹ کر گئے مدینہ میں تو عزت والے ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے یا جو عزت والا (قوت وغلبہ والا) ہوگا۔ وہ ذلت والے کو (یعنی کمزور کو) مدینہ سے نکال باہر کردے گا۔
= وَ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں عزت (اور غلبہ اور قوت) تو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین ہی کو حاصل ہے۔
اَلْعِزَّۃُ اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے۔
عَزَّ یَعِزُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔
۶۳: ۹ = تُلْھِکُمْ۔ تُلْہِ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث اِلْھَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی غافل کر دینا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو غافل کرے۔ لَا تُلْھِکُمْ (وہ تم کو غافل نہ کرے) صیغہ نہی ہے۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ۔ (۱۰۲: ۱) لوگو تم کو کثرت مال وجاہ اور اولاد کی خواہش نے غافل کردیا
ل ھ و۔ مادہ۔ سے مشتق ہے اَللَّھْوُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے غافل کردے۔ باز رکھے۔ ہٹائے۔
= مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ۔ مَنْ شرطیہ یَفْعَلْ مضارع (مجزوم بوجہ شرط) صیغہ واحد مذکر غائب۔ جس کسی نے ایسا کیا۔
= فَاُولٰٓئِکَ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ پس وہی لوگ۔
= اَلْخٰسِرُوْنَ خُسْرٌ وَخُسْرَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ گھاٹا پانے والے، نقصان اٹھانے والے۔ زیاں کار۔
۶۳: ۱۰ = اَنْفِقُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم خرچ کرو۔
= مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ رَزَقْنَا ماضی جمع متکلم رِزْقٌ (باب نصر) مصدر۔ کُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر،

اور خرچ کر لو اس رزق میں سے جو ہم نے تم کو دیا۔

= مِنْ قَبْلِ۔ اس سے پہلے۔

= اَنْ يَّاْتِيَ۔ اَنْ مصدریہ، يَاْتِيَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب کہ آجائے۔

= اَحَدَكُمُ۔ اَحَدَ مفعول فعل يَاْتِيَ کا۔ مضاف۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ کہ آجائے تم میں سے کسی ایک کو موت:

= فَيَقُوْلَ۔ ف جواب امر کے لئے۔ يَقُوْلَ مضارع منصوب بوجہ عمل فَ جو جواب امر او ھو انفقوا میں واقع ہوئی ہے۔ تو پھر کہنے لگے۔

= رَبِّ۔ ای یا رَبِّیْ۔

= لَوْلَآ۔ حرف تحضیض ہے جس کا معنی فعل پر ابھارنا۔ برانگیختہ کرنا ہے۔ کیوں نہ

= اَخَّرْتَنِیْ: اَخَّرْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَاْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر بمعنی دیر کرنا ڈھیل دینا۔ نِ وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو نے مجھ کو ڈھیل دی۔ تو نے مجھے مہلت دی۔

= اِلٰٓی اَجَلٍ۔ اِلٰی حرف جار اَجَلٍ مجرور۔ اَجَلٍ۔ موت، مدت، مہلت۔ موصوف۔ قَرِيْبٍ صفت، نزدیک، کچھ، تھوڑی، اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِيْبٍ تھوڑی سی مدت تک۔

= فَاَصَّدَّقَ۔ ف علت کا ہے لَوْلَآ کے جواب میں واقع ہے۔ تاکہ۔

اَصَّدَّقَ مضارع منصوب (بوجہ عمل فا، جو لَوْلَآ کے جواب میں واقع ہو کر اَنْ کا سا عمل کرتی ہے۔ صیغہ واحد متکلم۔ تَصَدُّقٌ (تفعُّل) مصدر۔ بمعنی خیرات دینا صدقہ دینا۔ تاکہ میں خیرات کر لیتا۔

= وَاَكُنْ۔ واؤ عاطفہ (اس کا عطف فَاَصَّدَّقَ پر ہے) اَكُنْ اصل میں اَكُوْنَ تھا مضارع واحد متکلم۔ اور میں ہو جاتا۔

= مِنَ الصّٰلِحِيْنَ نیک لوگوں میں سے۔

۶۳:۱۱ = وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ..... واؤ عاطفہ لَنْ يُّؤَخِّرَ مضارع نفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب، تَاْخِيْرٌ (تفعِيْلٌ) مصدر۔ اور اللہ مہلت نہیں دیتا

نَفْسًا ۔ اسم مفرد بمعنی جان، مراد شخص ۔ منصوب بوجہ مفعول فعل یُؤَخِّرَ کے ۔ کسی شخص کو
= اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا : جب اس کی موت آجاتی ہے۔ جب اس کا وقت آجاتا ہے ۔ جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث نَفْسًا کے لئے ہے۔
= وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو۔
یہ عدم تأخر کی تاکید میں ارشاد فرمایا۔
اَوَّلًا یہ کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس میں وہ تاخیر و تعجیل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ محض تمہارے کہنے کی باتیں ہیں کہ اگر مہلت مل جائے تو نیک اعمال کر کے صالحین میں داخل ہو جائیں گے ۔

اگر بالفرض مہلت مل بھی جائے تو تم پھر وہی کچھ کرو گے جو کرتے چلے آئے ہو۔ اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے :۔

(۱) وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۱۴:۴۴)
اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کرو جب ان پر عذاب آجائے گا۔ تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر تاکہ ہم تیری دعوت (توحید) کو قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کی اتباع کریں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تم (اس حال سے کہ جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہو گا۔
۲:۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۙ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا (۲۳: ۹۹:۱۰۰) (یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائیگی تو وہ کہیگا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیجدے تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں ۔ ہرگز نہیں یہ ایک (ایسی) بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہے (اور اس پر یہ عمل نہیں کرے گا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۴) سورۃ التغابن مَدَنِیَّۃٌ (۱۸)

۶۴: ۱ = یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ (ملاحظہو ۵۷: ۱-و ۶۲: ۱)
اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔
= لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ۔ اَلْمُلْكُ بادشاہت۔ اَلْحَمْدُ (ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف) تعریف۔ لَہٗ میں لام تملیک کا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ لَہٗ دونوں جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تقدیم مفید حصر ہے۔ یعنی اللہ ہی کے لئے ہر تعریف ہے اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔
= وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ: جملہ ھذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا لَہٗ کی ضمیر واحد مذکر سے حال ہے۔ درآں حالیکہ وہ ہر شے پر قادر ہے
۶۴: ۲ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ: جملہ مستانفہ ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔
= فَمِنْكُمْ كَافِرٌ۔ فَ تعقیب کا ہے۔ یعنی پیدائش کے بعد کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ، خلق کی تشریح اور تفصیل ہے۔
كَافِرٌ مبتدا۔ مِنْكُمْ مِنْ تبعیضیہ ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، خبر۔ اسی طرح وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ مُؤْمِنٌ مبتدا۔ مِنْكُمْ خبر۔
خدا نے تم کو سب صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا پھر ان صلاحیتوں کو غلط یا صحیح انداز سے استعمال کر کے تم میں سے کئی کافر ہو گئے اور کئی مومن بن گئے۔
= وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ اَللّٰهُ مبتدا۔ بَصِیْرٌ خبر۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ متعلق خبر۔ اور اللہ تعالیٰ (خوب) دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔
۶۴: ۳ = بِالْحَقِّ: حق کے ساتھ۔ بہمہ وجوہ ٹھیک ٹھاک:

= صَوَّرَکُمْ : فعل ماضی واحد مذکر غائب تَصْوِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی صورت بنانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اس نے تمہاری صورت کھینچی، اس نے تمہاری شکل بنائی۔

= فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ فَ تعقیب کا ہے اَحْسَنَ ماضی واحد مذکر غائب اس نے اچھا بنایا۔ اِحْسَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ صُوَرَکُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ صُوَرَ جمع ہے صُوْرَۃٌ کی، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ پھر اس نے تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا۔

= اَلْمَصِیْرُ : اسم ظرف مکان صَیْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ لوٹنے کی جگہ،

۶۴ : ۴ = مَا تُسِرُّوْنَ : مَا موصولہ۔ تُسِرُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ جو تم پوشیدہ رکھتے ہو، جو تم چھپاتے ہو۔

= وَمَا تُعْلِنُوْنَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ تُعْلِنُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔ اعلان کرنا۔ آشکارا کرنا ظاہر کرنا۔

= وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ باقی جملہ اس کی خبر۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے، اور اللہ کی صفات جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اُن کی تائید میں آیا ہے۔ عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے (خوب جاننے والا۔ عُلَمَاءُ، جمع۔ بِ حرف جار ہے ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ متعلق خبر۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں۔

یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ : یعنی اللہ تمہارے اسرار اور ان خیالات سے واقف ہے جو تمہارے سینوں کے اندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جو چیز معلوم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے خواہ وہ کلی ہو یا جزئی اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز سے اس کی نسبت (یعنی تخلیقی تعلق و نسبت) ایک جیسی ہے۔

قدرت کا علم سے پہلے ذکر اس لئے کیا کہ کائنات اپنے خالق پر براہ راست دلالت کرتی ہے اور کائنات کا استحکام تخلیقی اور ہر حکمت بناوٹ اللہ کے علم کی دلیل ہے۔ علم کا دوبارہ ذکر درحقیقت مکرر وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی نافرمانی

اور خلافِ رضا عمل کرتے ہیں ۔
۶۴ : ۵ = اَلَمْ يَاْتِكُمْ ۔ اَ ہمزہ استفہامِ انکاری کے لئے ہے ۔ لَمْ يَاْتِ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی آنا ۔ آجانا ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ، خطاب کفار مکہ یا تمام اہلِ مکہ سے ہے ۔ کیا تمہارے پاس نہیں آئی ۔ (اے اہل مکہ یا اے کفار مکہ)
= نَبَؤُ اسم مرفوع ۔ خبر ۔ اطلاع ۔ مضاف ۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اسم موصول و صلہ جنہوں نے کفر کیا ۔
= مِنْ قَبْلُ ۔ ای مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ تم سے پہلے ۔ متعلق صلہ ۔ اسم موصول و صلہ مل کر مضاف الیہ نَبَؤُ کا ۔ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے قبل کفر اختیار کیا (مثل قوم نوح و قوم ہودؑ قوم صالحؑ وغیرہ)
= فَذَاقُوْا ۔ فَ ترتیب کا ہے یعنی وہ خبر یہ ہے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والا انجام بھی انہوں نے چکھ لیا ۔
ذَاقُوْا ماضی جمع مذکر غائب ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر ۔ انہوں نے چکھا ۔ انہوں نے چکھ لیا ۔
= وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۔ اَمْرِهِمْ مضاف ، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَبَالَ مضاف کا ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل ذَاقُوْا کا ۔
وَبَالٌ کسی کام کا انجامِ بد ۔ وہ بوجھ اور سختی جو کسی کام کے انجام کے طور پر مترتب ہو ۔ الوبیل ۔ وہ طعام جو معدہ پر گراں گذرے ۔ الوابل وہ بارش جو موٹی موٹی بوندوں والی ہو ۔ پس چکھ لیا انہوں نے اپنے فعل کے انجام کا ضرر (اس دنیا میں)
= وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : اور (آخرت میں) ان کے لئے ہے دردناک عذاب عَذَابٌ اَلِيْمٌ موصوف و صفت ۔
۶۴ : ۶ = ذٰلِكَ یعنی عذاب جو انہوں نے اس دنیا میں بھگتا اور عذاب جو وہ آخرت میں بھگتیں گے ۔
= بِاَنَّهٗ ۔ بَ سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ بے شک یہ (عذاب دنیا و عذاب آخرت) اس سبب سے ہے ۔
= كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ ۔ ماضی استمراری صیغہ واحد مؤنث غائب (بمعنی جمع مذکر)

هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آئے تھے یا آیا کرتے تھے رُسُلُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل فعل کَانَتْ تَاْتِیْ کا۔ ان کے رسول۔ ان کے پیغمبران، یعنی خدا کے ارسال کردہ پیغمبر جو ان کی طرف بھیجے جاتے تھے۔

= بِالْبَیِّنٰتِ۔ ب تعدیہ کے لئے ہے اَلْبَیِّنٰتِ معجزات و واضح دلائل۔ واضح اور روشن دلائل لے کر آتے تھے۔

= فَقَالُوْا ف عاطفہ، اس کا عطف کَانَتْ تَاْتِیْهِمْ پر ہے تو یہ (لوگ) کہتے۔ یا۔ تو انہوں نے کہا۔

= اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا (یہ ان کا مقولہ ہے) ہمزہ استفہامیہ۔ بَشَرٌ مبتدا۔ یَهْدُوْنَنَا اس کی خبر۔ یَهْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے۔

= فَکَفَرُوْا ف ترتیب کا ہے، نتیجۃً انہوں نے انکار کیا (اپنے پیغمبروں کا)

= وَتَوَلَّوْا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور انہوں نے منہ موڑ لیا۔ روگردانی کی۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ بمعنی منہ موڑنا۔ پشت پھیرنا

= وَاسْتَغْنَی اللّٰهُ۔ یہ جملہ، جملہ ماقبل کا معطوف ہے اسْتَغْنٰی ماضی واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر۔ اس نے بے پرواہی کی، یعنی اللہ نے ان کے ایمان اور ان کی طاعت سے بے پرواہی کا اظہار فرمایا۔

= وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ، جملہ معترضہ تذییلی ہے صفت مذکورہ ماقبل کی تائید کے لئے آیا ہے۔ اَللّٰهُ مبتدا۔ غَنِیٌّ خبر اول حَمِیْدٌ خبر ثانی،

غَنِیٌّ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر ہے۔ مالدار۔ بے نیاز، بے پرواہ، غیر محتاج۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

حَمِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول۔ ای مَحْمُوْدٌ، جو اپنی ذات میں ہی مستحق حمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۶۴: ۷ = زَعَمَ ماضی واحد مذکر غائب زَعْمٌ (باب نصر) مصدر۔ زَعْمٌ اصل میں ایسی بات نقل کرنے کو کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا احتمال ہو اس لئے قرآن مجید میں یہ لفظ ہمیشہ اسی موقع پر آیا ہے جہاں کہنے والے کی مذمت مقصود ہو چنانچہ فرمایا۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۶۴: ۷، آیت ہذا) کفار یہ زعم کرتے ہیں اور بَلْ زَعَمْتُمْ

(۱۸: ۴۸) مگر تم یہ خیال کرتے ہو۔

اور اسی مادہ (ز ع م) سے زَعَامَۃٌ سے بِ کے صلہ کے ساتھ بمعنی مال وغیرہ کا ضامن بنا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے :۔

وَاَنَا بِہٖ زَعِیْمٌ (۱۲: ۷۲) اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

= اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا۔ اَنْ مخفف ہے اَنَّ سے۔ بے شک۔ لَنْ یُّبْعَثُوْا مضارع منفی مجہول تاکید بہ لَنْ۔ ان کو (ہرگز موت کے بعد دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا نہیں جائے گا۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر سے۔

= قُلْ۔ ای قُلْ لَھُمْ یا رسول اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

= بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ، بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

ا۔ ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیساکہ آیت زیر غور میں ہے۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لن یبعثوا قل بلیٰ وربی لتبعثن (کافروں کا خیال ہے یا وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز وہ نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو۔ جیسے

(۱) استفہام حقیقی جیسے اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جا دے بَلٰی :

(۲) استفہام توبیخی، جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۔ بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰۤی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (۷۵: ۳:۴) کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

(۳) یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا : (۷: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

(نیز ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

= وَرَبِّیْ۔ واؤ حرف جر ہے لیکن یہاں بطور واؤ قسم مستعمل ہے۔ یہ صرف اسم ظاہر پر آتا ہے۔ جیسے وَاللّٰہِ (خدا کی قسم) وَالتِّیْنِ (قسم ہے انجیر کی۔

رَبِّیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرا رب وَرَبِّیْ (مجھے) اپنے رب کی قسم۔

فَائِدَہ :-

بعث بعد الموت پر قرآن مجید میں رب کی قسم تین دفعہ کھائی گئی ہے!

۱:۔ آیت ہذا : قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ (۶۴:۷)

۲:۔ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ (۱۰:۵۳)

اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہہ دو ہاں خدا کی قسم سچ ہے ۔

۳:۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ (۳۴:۳) اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت (کی گھڑی) ہم پر نہیں آئے گی! کہہ دو! کیوں نہیں (آئیگی) میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی ۔

== لَتُبْعَثُنَّ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر حاضر، بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بیدار کرنا۔ زندہ کرنا۔ مردہ کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھانا۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے یہ جواب قسم ہے (دَرَبِّيْ کے جواب میں)

== ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ بمعنی پھر۔ ازاں بعد۔ لَتُنَبَّؤُنَّ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ، صیغہ جمع حاضر۔ تمہیں بتایا جائے گا۔ تمہیں خبر دی جائیگی تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگاہ کرنا۔ خبر دینا۔ بتلانا۔ یعنی تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور ان پر جزا و سزا ملے گی۔ یہ جملہ بعث بعد الموت کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

== وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ، واؤ عاطفہ، ذٰلِكَ : یعنی یہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اور اعمال کا محاسبہ کرنا۔

يَسِيْرٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ ی س ر مادہ۔ آسان، سہل ، ذٰلِكَ مبتدا۔ يَسِيْرٌ اس کی خبر، عَلَى اللّٰهِ متعلق خبر۔

۶۴:۸ == فَاٰمِنُوْا : فَ شرط محذوف کی طرف دلالت کر رہا ہے۔ ای اذا کان الامر کذلك ۔ یعنی حسب حشر اور قبروں سے اٹھایا جانا اور اعمال کا محاسبہ ضروری اور یقینی ہے۔ فَاٰمِنُوْا تو ایمان لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر یمن مادہ۔ تم ایمان لاؤ۔

== اَلنُّوْرِ ۔ ای القراٰن ۔

== وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ : جملہ معترضہ تذییلی ہے ۔ ایمان باللہ و ایمان

بالرسول و ایمان بالقرآن کے متعلق حکم کی تعمیل میں جو تم کرتے ہو۔ اللہ تمہارے ان اعمال سے باخبر ہے۔

۹:۶۴ = یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ یوم فعل مقدرہ (اُذْكُرُوْا) کا مفعول ہے۔ یاد کرو وہ دن جب وہ تم کو اکٹھا کرے گا۔

= لِيَوْمِ الْجَمْعِ۔ لام تعلیل کے لئے ہے یَوْمَ الْجَمْعِ مضاف مضاف الیہ جَمَعَ یَجْمَعُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ جمع ہونے کا دن، جمع کرنے کا دن۔ اکٹھا کرنے کا دن۔ مراد اس سے روزِ قیامت ہے جب ملائکہ اور جن و انس اگلے پچھلے سب محاسبہ اور جزا و سزا کے لئے اکٹھے ہوں گے۔

= ذٰلِكَ ای ذٰلك الیوم یہ دن۔ یَوْمُ التَّغَابُنِ۔ یوم تغابن ہوگا۔ روزِ قیامت کو یوم تغابن کہا گیا ہے۔

= تَغَابُنِ۔ غ ب ن مادہ سے ثلاثی مجرد کے ابواب غَبَنَ یَغْبِنُ باہمی معاملہ میں پوشیدہ طور پر اپنے ساتھی کا حق مارنا) اور غَبِنَ یَغْبَنُ (رائے وغیرہ میں کسی کو دھوکہ دینا۔ کند ذہن ہونا۔ غَبْنٌ مصدر بمعنی غفلت، بھول، اپنے حق سے محروم رہ جانا۔ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو کسی غیر محسوس طریقے سے کاروبار میں یا باہمی معاملہ میں نقصان پہنچانا)

اسی مادہ سے ابواب ثلاثی مزید فیہ میں تغابن (تفاعل) ہے جس کے خواص میں سے ایک خاصیت اشتراک ہے یعنی کسی کام کے کرنے میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص موجود ہوں۔ جس میں ہر ایک بطور فاعل بھی شامل ہو اور بطور مفعول بھی۔ اس صورت میں تغابن کا مطلب ہوگا :۔

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔

منتہی الارب میں اسے یوں بیان کیا ہے :۔

در زیاں انگندن بعض مر بعض را۔ اور یوم تغابن کے متعلق لکھتے ہیں :۔

" روز قیامت است بداں سبب کہ اہل جنت اہل دوزخ را در زیاں و غبن انداز ندؔ "

اور غیاث اللغات میں ہے :۔

" یک دیگر را در زیاں افگندن "

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں

یَوْمُ التَّغَابُنِ سُود دزیاں والا دن۔
تفہیم القرآن میں لکھا ہے:۔
"تَغَابُنُ: بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ساتھ غبن والا معاملہ کرنا۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے حصہ سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے فریق کا نفع اٹھالیجانا۔ یا کچھ لوگوں کا کچھ لوگوں کے مقابلہ میں ضعیف الرائے ہونا۔
مدارک التنزیل میں ہے:۔

وھو مستعار من تغابن القوم فی التجارۃ وھو ان یغبن بعضھم بعضًا لنزول السعداء منازل الاشقیاء التی کانوا ینزلونھا لوکانوا سعداء ونزول الاشقیاء منازل السعداء التی کانوا ینزلونھا لو کانوا اشقیاء۔ کماورد فی الحدیث:

ترجمہ:۔ اور یہ محاورہ "تغابن القوم فی التجارۃ" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں بعض لوگوں کا بعض لوگوں سے تجارت میں غبن کا معاملہ کرنا۔ نیکو کاروں کا بدکاروں کی جگہیں لے لینا جو بدکاروں کو ملتیں اگر وہ نیک ہوتے اور بدکاروں کا نیکو کاروں کی جگہیں لے لینا جو نیکو کاروں کے نصیب میں ہوتی اگر وہ بدکار ہوتے۔ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ ان ہی معانی میں صاحب "الیسر التفاسیر" لکھتے ہیں۔

"ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ: ای یغبن المؤمنون الکفرین باخذھم منازل الکفار فی الجنۃ واخذ الکفار منازل المؤمنین فی النار۔
مومن لوگ کفار سے غبن کا معاملہ کریں گے جنت میں واقع ان کی جگہیں لے کر اور اہل کفار دوزخ میں واقع مؤمنین کی جگہیں لے کر"

= وَمَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ يُؤْمِنْ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ جملہ شرطیہ

= وَيَعْمَلْ صَالِحًا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ يَعْمَلْ مضارع مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب صَالِحًا سے قبل عَمَلًا محذوف ہے ای وَيَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا۔ عَمَلًا مفعول مطلق صَالِحًا اس کی صفت بمعنی نیک،،

صالح۔ اور جو نیک کام کریگا۔

= يُكَفِّرْ عَنْ، مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ واحد مذکر غائب تَكْفِيْرٌ (تفعیل) مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ (خدا) اس کے گناہ معاف کر دیگا۔

سَيِّئٰاتِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول يُكَفِّرْ عَنْهُ کا۔ سَيِّئٰات جمع سَيِّئَةٌ کی۔ گناہ۔ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ موصولہ شرطیہ ہے۔ اس کے گناہ

= يُدْخِلْهُ مضارع واحد مذکر غائب اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کو داخل کرے گا۔

= تَحْتِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے نیچے۔ مراد جنتوں کے نیچے، باغوں کے نیچے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے؛

= خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ جملہ حالیہ ہے۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب، خُلُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے

فِيْهَا اى فِي الجنّةِ۔

اَبَدًا ظرف زمان ہے جو مستقبل میں نفی و اثبات کی تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً لَا اَفْعَلُهٗ اَبَدًا میں اس کو ہرگز نہیں کروں گا۔

= ذٰلِكَ اى ما ذكر من تكفير السَّيِّئٰاتِ وادخال الجنّة۔ گناہوں کی بخشش اور جنت میں داخلہ کے متعلق جو مذکور ہوا ہے۔

= اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: موصوف وصفت۔ بڑی کامیابی۔

۶۴: ۱۰ = وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ موصول اور صلہ مل کر مبتدا۔ اُولٰٓئِكَ .....الخ سارا جملہ اس کی خبر ہے۔

اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اس آگ میں ہمیشہ رہا کریں گے اور (وہ) بُرا ٹھکانا ہے۔

"جزا و سزا کی دونوں آیات (۶۴: ۹، ۱۰) تغابن کی تفصیل ہیں۔ یا۔ يَوْمُ الْجَمْعِ میں جو سب کو جمع کیا جائے گا اس کی اصل غرض و مقصد کا اظہار اور دونوں فریقوں کے الگ الگ نتیجہ کا بیان ہے"۔ (تفسیر مظہری)

۶۴: ۱۱ = مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ۔ مَا نافیہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مِنْ تبعیضیہ مُصِيْبَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث اِصَابَةٌ (افعال) مصدر سے بمعنی

پہنچنا مُصِیْبَۃٌ پہنچنے والی۔ تکلیف۔ مصیبت، نہیں پہنچتی کوئی مصیبت۔

= وَ مَنْ یُّؤْمِنْ م بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ۔ واؤ عاطفہ، مَنْ موصولہ، شرطیہ۔
یَھْدِ قَلْبَہٗ، جملہ جواب شرط ہے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے (اللہ) اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ یعنی اس کے دل کو صبر و رضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔

یَھْدِ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھِدٰ ایۃٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ واؤ عاطفہ، اَللّٰہُ مبتدا عَلِیْمٌ اس کی خبر، بِکُلِّ شَیْءٍ ب حرف جار۔ کُلِّ شَیْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق خبر۔ اور اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔

۶۴: ۱۲ = فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ: جملہ شرطیہ ہے ف سببیہ ہے (ایمان و اطاعت کے امر کا پہنچنا روگردانی کا سبب ہے۔ اِنْ شرطیہ بمعنی اگر، تَوَلَّیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ بمعنی منہ پھیرنا۔ پھر جانا۔ روگردانی کرنا۔
اگر تم نے منہ موڑا۔ اگر تم پھر گئے۔

= فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اور سابقہ جملہ کا جواب شرط ہے۔

اَلْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ موصوف و صفت، اَلْبَلٰغُ پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ مصدر ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔

اَلْمُبِیْنُ اِبَانَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بمعنی ظاہر کرنے والا۔ اَلْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ۔ وہ تبلیغ جو تمام امور کو مفصل طور پر صاف صاف بیان کر دے
جملہ شرطیہ کے بعد جواب کی علت محذوف ہے۔ ای فلا بأس علیہ۔

ترجمہ یوں ہوگا:۔

اگر تم نے (اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے) روگردانی کی۔ تو اس کا (اللہ کے رسول پر) کوئی ضرر نہیں۔ کیونکہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف تبلیغ مبین تھی (جو وہ بطریق احسن فرض ادا کر چکے)

۶۴: ۱۳ = اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ: یہ جملہ حکم ایمان و اطاعت کی علت ہے۔ (اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو اس لئے کہ) وہی اللہ ہے اس کے سوا

قابل عبادت کوئی نہیں)

= فَلْیَتَوَکَّلْ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَکُّلٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ پس چاہیئے کہ بھروسہ کرے (یہاں جمع کے صیغہ کے معنی میں آیا ہے: پس چاہیئے کہ بھروسہ کریں مومن لوگ:

عَلَى اللّٰهِ کا تعلق فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ سے ہے۔ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ خاص اللہ پر ہی مومن لوگوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

فائدہ

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

اہل مکہ میں سے کچھ مرد مسلمان ہوگئے اور انہوں نے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن ان کے اہل وعیال نے ان کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کی اجازت دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم نے تمہارے مسلمان ہونے کا تو صبر کرلیا۔ لیکن اب تمہاری جدائی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، بیوی بچوں کی اس التجا کو انہوں نے مان لیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

= اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ: اِنَّ حرف تحقیق اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے خبر کی تاکید وتحقیق مزید کے لئے آتا ہے

عَدُوًّا بالنصب اسم اِنَّ۔ اور مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ اس کی خبر (تفسیر حقانی)

مِنْ تبعیضیہ ہے ان میں سے بعض۔

ترجمہ ہوگا۔

مسلمانو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔

= فَاحْذَرُوْهُمْ: ف سببیہ اِحْذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، حَذْرٌ (باب سمع) مصدر۔ کسی خوف کی بات سے ڈرنا۔ بچنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب پس تم ان سے بچو۔ (یعنی ان کا کہنا مانو کہ ان کی وجہ سے، ہجرت چھوڑ بیٹھو)

= وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا۔ واؤ عاطفہ، اِنْ شرطیہ۔ تَعْفُوْا اصل میں تَعْفُوْنَ تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گرگیا۔ عَفْوٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ اور اگر تم معاف کردو

درگذر کرو۔

تَصْفَحُوْا اصل میں تَصْفَحُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے صَفْحٌ (باب فتح) مصدر۔ تم درگذر کرو۔

تَغْفِرُوْا اصل میں تَغْفِرُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بخشو، تم معاف کر دو

یہ جملہ شرط ہے اس کے بعد جواب شرط محذوف ہے۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں کہ۔

اس کے بعد کا جملہ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہی جواب کے قائم مقام ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ فرمائیگا جو تم ان (اپنے ازواج و اولاد) کے ساتھ کرو گے۔ اور تم پر اپنا فضل کرے گا۔ کیونکہ وہ عزوجل بڑا غفور اور رحیم ہے

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:۔

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا:۔

جب وہ لوگ مدینہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو انہوں نے دیکھا کہ (ان سے پہلے ہجرت کر کے آنے والے) کچھ لوگ دینی مسائل سیکھ چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کو اپنے اہل و عیال پر غصہ آیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے اہل و عیال کو سزا دیں۔ کیونکہ بیوی بچوں ہی نے ان کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا .... الخ۔ یعنی اگر تم ان کا قصور معاف کر دو گے اور ان سے درگذر کرو گے اور ان کی خطا بخش دو گے تو اللہ بھی تم کو معاف فرمائے گا اور تم پر مہربانی کرے گا کیونکہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۴: ۱۵ = اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے۔ جو کہ حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے

= اَمْوَالُکُمْ (مضاف مضاف الیہ) تمہارے مال۔

= وَاَوْلَادُکُمْ: (مضاف مضاف الیہ) تمہاری اولادیں۔ اسم اِنَّ

= فِتْنَۃٌ۔ اس کی خبر۔

بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں (تمہارے لئے) آزمائش ہیں

الفتن کے دراصل معنی سونے کو آگ میں ڈالنے اور گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہوجائے اس لحاظ سے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ ھُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

اور آزمائش اور امتحان لینے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (۲۰: ۴۰) اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی،

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن، امام راغب،

= وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ اس سے قبل عبارت محذوف ہے، یعنی اس آزمائش کے باوجود جس نے اللہ کی محبت اور اس کی اطاعت کو دنیاوی اموال واولاد پر ترجیح دی اس کے لئے اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

ای و اللّٰہ عندہ اجر عظیم لمن اٰثر محبۃ اللّٰہ تعالیٰ وطاعتہ علی محبۃ الاموال والاولاد (روح المعانی)

فائدہ:۔ آیت ۱۴ میں اہل وعیال کی عداوت کے اظہار کے موقعہ پر اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ فرمایا یعنی مِنْ تبعیضیہ ذکر کیا کہ تمہاری ازواج اور اولاد میں سے بعض (سارے نہیں) تمہارے دشمن ہیں لیکن دنیاوی مال واولاد کو سب کو بلااستثنار باعث فتنہ فرمایا۔ کیونکہ یہ سب آزمائش ہیں۔

۶۴: ۱۶ = فَاتَّقُوا اللّٰہَ میں ف سببیہ ہے۔ یعنی اوپر جو آیات ۱۴، ۱۵ میں ازواج و اولاد و دنیاوی معاملات بیان ہوتے ہیں ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

= مَا اسْتَطَعْتُمْ: مَا موصولہ اِسْتَطَعْتُمْ: اس کا صلہ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استطاعۃ (افتعال) مصدر تم سے ہو سکے۔ تم کر سکو۔

مَا اسْتَطَعْتُمْ جو تم سے ہو سکے، جو تم کر سکو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے، جہاں تک تم کر سکو،

ترجمہ ہو گا:۔

پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہا کرو، ڈرتے رہو۔

= وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ اِسْمَعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سَمْعٌ باب سَمِعَ) مصدر اور (اس کا حکم) سنو۔

= وَاَطِیْعُوْا۔ واؤ عاطفہ، اَطِیْعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِطَاعَۃٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اور (اس کی) اطاعت کرو۔

= وَاَنْفِقُوْا۔ واؤ عاطفہ اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْفَاقٌ (اِفعال) مصدر اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو،

= خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر خَیْرًا اور لِّاَنْفُسِکُمْ ایک ساتھ پڑھے جاویں تو اس صورت میں یہ جملہ اوامر متذکرہ بالا کے جواب میں کَانَ مقدرہ کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پس جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو، اور (اس کے احکام کو) سنو (اور بجا لاؤ) اور (اس کی) اطاعت کرو۔ اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا

۲۔ خَیْرًا مصدر محذوف کی صفت بھی ہوسکتی ہے ای اَنْفِقُوْا اِنْفَاقًا خَیْرًا اس صورت میں انفاقًا مفعول مطلق اور خَیْرًا اس کی صفت ہوگی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اچھا خرچ (یعنی اپنی قیمتی شے خرچ کرو یا دل کھول کر خرچ کرو)

۳۔ خَیْرًا بمعنی مَالًا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں یہ اَنْفِقُوْا کا مفعول بہ ہوگا

ترجمہ ہوگا:۔

اور (اس کی راہ میں اپنا قیمتی مال) خرچ کرو،

خَیْرٌ بمعنی مال اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

نوٹ:۔ نمبر ایک والی صورت زیادہ راجح ہے۔

= وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ ۔جملہ شرط ہے۔ مَنْ موصولہ یُوْقَ اس کا اصل یُوْقَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب وِقَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ یہ اصل میں یُوْقٰی تھا بوجہ شرط یُوْقَ ہوا۔ بمعنی بچایا گیا۔ بچالیا گیا۔

شُحَّ : امام راغب لکھتے ہیں کہ :۔
شُحَّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ خود غرضی،
یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب، نصر، عَلِمَ تینوں سے آتا ہے۔ یہاں مضاف ہے
اور نَفْسِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا مضاف الیہ ہے۔
اور جو شخص اپنے طبعی بخل سے بچالیا گیا۔
== فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط ہے۔
اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ۔
الْمُفْلِحُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، اِفْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فلاح پانے والے۔ کامیاب لوگ۔

۶۴ : ۱۷ == اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ : جملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ۔ اگر : تُقْرِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِقْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی قرض دینا۔ اَللّٰهَ مفعول فعل تُقْرِضُوْا کا یہ اصل میں تُقْرِضُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔
اگر تم اللہ کو قرض دو۔
قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق۔ موصوف حَسَنًا صفت، قرضًا کی یعنی اچھا عمدہ۔ خوب۔ ہر لحاظ سے پسندیدہ،
== يُضٰعِفْهُ لَكُمْ۔ جملہ جوابِ شرط ہے۔ يُضٰعِفْ مضارع مجزوم (بوجہ جوابِ شرط) واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع قَرْضًا ہے۔ وہ اس کو بڑھادے گا۔ دگنا کردے گا۔ وہ اس کو بڑھا کردے گا
لَكُمْ تم کو، تمہارے لئے۔
یعنی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا اللہ چاہے گا اجر عطا فرمائے گا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲ : ۲۶۱) جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُنْ (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر ایک

میں سودا نے ہوں۔ اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور وہ بڑی ہی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

= وَیَغْفِرْ لَکُمْ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

= وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ: اور اللہ شکور اور حلیم ہے؛

شَکُوْرٌ: وہ بندہ جو اطاعتِ الٰہی اور اس کی عبادت کی بجاآوری کے ذریعے جو کہ اس پر مقرر کی گئی ہے حق تعالیٰ کی شکر گذاری میں خوب کوشاں ہو۔

اور شَکُوْرٌ کا جب اللہ تعالیٰ کی صفات میں استعمال ہوگا تو اس کے معنی بڑے قدردان یعنی تھوڑے کام پر بہت بڑا ثواب دینے والے کے ہوں گے۔

شَکُوْرٌ۔ شَکَرَ یَشْکُرُ کا مصدر ہے شُکْرٌ و شُکْرَانٌ بھی مصدر ہے۔

حَلِیْمٌ۔ حِلْمٌ سے (باب کَرُمَ) مصدر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے

حِلْمٌ بمعنی جوشِ غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ یعنی بُردباری اور تحمل کرنا۔

حَلِیْمٌ؛ سزا دینے میں جلدی نہ کرنے والا۔ بُردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ یہ اللہ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حلم اُسی کا ہے؛

۱۸:۶۴ = عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ۔ یعنی اس کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں" جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور جو چیز لوگوں کے علم سے پوشیدہ ہے اللہ سب کو جانتا ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ:۔

جو چیز اس وقت موجود ہے اس کو بھی خدا جانتا ہے اور جو چیز پہلے ہو چکی یا آئندہ ہونے والی ہے۔ سب سے خدا تعالیٰ واقف ہے؛

= اَلْعَزِیْزُ۔ ہر شے پر غالب، جس کی قدرت بھی کامل ہے اور علم بھی ہمہ گیر۔

عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

اَلْحَکِیْمُ: حِکْمَۃٌ سے بروزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے؛

....

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۶۵) سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃ (۱۲)

۶۵: ۱ = یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ: یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندار کی گئی ہے لیکن چونکہ آپ پیشوا، اُمت ہیں اس لئے آپ کو ندار کرنا ساری امت کو ندار کرنا ہے گویا حکم طلاق کے مخاطب صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کے ساتھ ساری امت کو بھی خطاب ہے جیساکہ طَلَّقْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر ظاہر کرتا ہے۔

اِذَا ظرف زمان ہے شرطیہ آیا ہے!

طَلَّقْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَطْلِیْقٌ (تفعیل) مصدر۔ جب طلاق دو۔ طلاق دینے سے مراد طلاق دینے کا ارادہ کرنا ہے ارادۂ فعل کی تعبیر فعل سے کی: جیسے اورجگہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (۱۶: ۹۸) یعنی جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔

اَلنِّسَآءَ میں الف لام عہد کا ہے۔ تمہاری عورتیں، تمہاری اپنی عورتیں۔ طلقتم کا مفعول ہے۔

یہ جملہ شرط ہے ۔ ترجمہ:۔

اے پیغمبر! (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو۔ یا طلاق دینے لگو: (یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو۔

= فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے۔ طَلِّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تطلیق (تفعیل) مصدر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اس کا مرجع النسآء ہے

لعدتھن: میں لام عاقبت کا ہے یعنی عورتوں کو طلاق دو تو اس کے

نتیجے میں عدت لازم ہے۔

عِدَّتِهِنَّ مضاف مضاف الیہ ان کی عدت۔ کہ طلاق کے بعد وہ عدت شروع کریں۔ یعنی ایسے موقعہ پر طلاق دو کہ اس موقعہ سے لے کر وہ اپنی عدت شمار کر سکیں۔

(متفقہ صورت یہ ہے کہ حیض سے پہلے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے)

عِدَّةٌ وعَدٌّ بروزن فِعْلَةٌ بمعنی معدودٌ ہے جیسے کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ۔ اور اسی بنا پر انسانوں کی گنی ہوئی جماعت کو عِدَّةٌ کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے یعنی اس کے گنے ہوئے دن۔ عورت کی عدت سے مراد وہ ایام کہ جن کے گذر جانے پر اس سے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے

= وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ: واؤ عاطفہ، اَحْصُوْا امر جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر سے بمعنی گننا۔ شمار کرنا۔ اَلْعِدَّةَ مفعول ہے فعل اَحْصُوْا کا۔

اور عدت شمار کرتے رہو (ایسا نہ ہو کہ عدت کے بعد بھی تم رجوع کر لو یا عدت گزرنے سے پہلے عورت کسی اور مرد سے نکاح کر لے کیونکہ یہ دونوں امر ناجائز ہیں)

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ۔ واؤ عاطفہ اتقوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم ڈرتے رہو اَللّٰهَ، اللہ سے۔ رَبَّكُمْ: ای اَلَّذِیْ رَبُّكُمْ؛ جو کہ تمہارا رب (پروردگار) ہے (یعنی عدت کو طول دینے اور عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لئے ایسا نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اللہ صفت ربوبیت کو امر کی تاکید میں اور اتقاء کے وجوب میں مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے:

= لَا تُخْرِجُوْهُنَّ فعل نہی جمع مذکر حاضر اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ اس کا مرجع مطلقہ عورتیں ہیں۔ مت نکالو ان کو (اپنے گھروں سے)

= مِنْ بُيُوْتِهِنَّ مِنْ حرف جار۔ بُيُوْتِهِنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ان کے (اپنے) گھروں سے۔ گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جن میں طلاق کے وقت وہ عورتیں رہتی ہوں۔

= وَلَا يَخْرُجْنَ۔ واؤ عاطفہ لَا يَخْرُجْنَ فعل نہی کا صیغہ جمع مؤنث غائب

اور نہ وہ عورتیں (خود) باہر نکلیں۔
= اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ۔ اِلَّا حرف استثناء، مُستثنیٰ منہ محذوف ہے لہٰذا یہ استثنار مفرغ ہے۔ یعنی ان کو اپنے گھروں سے کسی وقت باہر نہ نکالو! ہاں اگر وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں (تو نکال دو)
اَنْ مصدریہ ہے یَاْتِیْنَ مضارع کا صیغہ جمع مؤنث غائب ہے اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر بِ حرف جار فَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ موصوف وصفت مل کر مفعول یاتین کا مگر یہ کہ وہ کریں کھلی ہوئی بےحیائی کا کام۔
فَاحِشَةٍ بے حیائی۔ زنا۔ بدکاری۔ فُحْشٌ سے اسم مصدر۔ موصوف مُّبَیِّنَةٍ اسم فاعل، واحد مؤنث۔ صفت۔ بمعنی تفصیل کرنے والی۔ بہت زیادہ روشن، ظاہر، عیاں۔
= وَتِلْكَ : واؤ عاطفہ، تِلْكَ اسم اشارہ لبعید واحد مؤنث۔ یعنی احکام مذکورہ بالا
= وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ، مَنْ شرطیہ، یَتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَعَدِّیْ (تفعّل) مصدر عدو مادہ۔ اور جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا:
= فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ۔ جملہ جواب شرط۔ تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔
= لَا تَدْرِیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر، دَرْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ (دِرَایَةٌ بھی مصدر ہے) دری مادہ۔ تو نہیں جانتا۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو سکتا ہے اور ہر مخاطب سے بھی۔
لَا تَدْرِیْ صیغہ واحد مؤنث بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کا فاعل نَفْسٌ (جان) ہوگا۔
= لَعَلَّ : حرف مشبہ بالفعل ہے ترجّی (امید یا خوف پر) دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔
بمعنی امید کہ۔ شاید کہ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۱۱ : ۱۲ : متذکرہ الصدر۔
= یُحْدِثُ مضارع واحد مذکر غائب اِحْدَاثٌ (افعال) مصدر۔ وہ پیدا کردے۔
= بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد۔ یعنی طلاق دینے کے بعد۔
= اَمْرًا : اس کی جمع اُمُوْر آتی ہے۔ بات۔ نئی بات، اَمْرًا۔ لَا تَدْرِیْ کا

مفعول ہے۔

یعنی اے مخاطب تو اس امر کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد پیدا کرے گا۔

یہ جملہ واحصوا العدۃ ولا تخرجوھن کی علت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد کے دل میں عورت سے نفرت ہے وہ اس کو اپنے سے جدا کررہا ہے لیکن ممکن ہے کہ شوہر کے دل میں اللہ تعالیٰ عورت کی محبت پیدا کردے اور وہ ملاپ کا خواستگار ہوجائے (اس لئے عدت کی پوری گنتی محفوظ رکھو)

۶۵ : ۲ = فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ جملہ شرط ہے ف تعقیب کا ہے۔ اذا ظرف زمان ہے اور شرطیہ آیا ہے۔

بَلَغْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ بُلُوْغٌ وبَلَاغٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنچنا۔

اَجَلَهُنَّ مضاف مضاف الیہ مل بَلَغْنَ کا مفعول۔

پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں۔ یعنی جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں۔ بَلَغْنَ اور اَجَلَهُنَّ کی ضمیریں ان مطلقات کی طرف راجع ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔

= فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ جواب شرط۔ اَمْسِكُوْهُنَّ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاكٌ اِفْعَالٌ مصدر۔ بمعنی روکنا، روک لینا۔ رکھ لینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ اَوْ بمعنی یا۔ خواہ۔ وغیرہ حرف عطف ہے۔ فَارِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُفَارَقَةٌ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی جُدا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔

بِمَعْرُوْفٍ: ب حرف جر مصاحبت کے لئے۔ مَعْرُوْفٍ مجرور۔ اسم مفعول واحد مذکر مَعْرِفَةٌ وعِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی اچھا کام۔ اچھی بات، دستور کے مطابق

اس جملہ میں بھی هُنَّ کی ضمیر کا مرجع بھی مطلقہ عورتیں ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔

آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

پھر جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو یا ان کو دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھ لو یا دستور کے مطابق چھوڑ دو۔

= وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ یہ نیا جملہ ہے۔ اَشْهِدُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ اور تم گواہ کرلیا کرو، گواہ کرلو، گواہ بنالو۔ یعنی رجعت یا فرقت پر دو گواہ بنالو۔ تاکہ جھگڑا ختم ہوجائے۔

ذَوَیْ عَدْلٍ۔ ذَوَیْ۔ ذُوْ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔ مضاف عَدْلٍ مضاف الیہ۔ دو صاحب عدل (گواہ) مِنْكُمْ، مِنْ تبعیضیہ ہے۔ تم میں سے کوئی دو۔

== وَاَقِیْمُوا الشَّھَادَۃَ لِلّٰہِ : واو عاطفہ، اَقِیْمُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِقَامَۃٌ (افعال) مصدر۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو (شہادت کو) یعنی شہادت پر قائم رہو، لِلّٰہِ: اللہ کے لئے یعنی تمہاری شہادت کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے لئے نہیں ہونی چاہیئے بلکہ محض اللہ کے واسطے شہادت دو۔

== ذٰلِکُمْ۔ یہ اسم اشارہ ہے۔ یہ ہی۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر خطاب کے لئے ہے یہ اشارہ شہادت دینے کی طرف ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ یہ اشارہ وقوعِ طلاق کے متعلق جو اوپر احکام بیان ہوئے ہیں ان کی طرف ہے۔ مثلاً عدت کا شمار۔ عدت کے دوران گھر سے باہر نہ نکلنا۔ عدت کے بعد امساک بالمعروف یا مفارقت بالمعروف اور اقامۃ الشہادۃ۔

ذٰلِکُمْ مبتدا۔ یُوْعَظُ فعل مجہول مضارع واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ مع اپنے صلہ کے مفعول مالم یسم فاعلہ۔ اور مبتدا کے بعد سارا جملہ اس کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

یہ نصیحت کی باتیں اس کو سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔

== وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا۔ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ جملہ شرط۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا۔

یجعل لہ مخرجا۔ جواب شرط۔ تو وہ اس کے لئے مخلصی کی صورت بھی نکال دے گا۔ مخرجًا۔ اسم ظرف مکان خروجٌ (باب نصر) مصدر۔ نکلنے کی جگہ، خلاصی کا راستہ۔

== وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط ہے۔ وہ اس کو رزق دیتا ہے (اس میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ یتق اللہ میں مَنْ کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار اور حَیْثُ (بمعنی جہاں، جس جگہ) اسم ظرف مکان مبنی برضمہ ہے۔

مِنْ حَیْثُ ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ لَا یَحْتَسِبُ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب اِحْتِسَابٌ (افتعال) مصدر۔ (جہاں سے) وہ گمان بھی نہیں کرتا

علامہ ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں کہتا ہوں کہ:۔

رفتار آیت حضرت عوف کے قصہ کے موافق ہے اور سیاقِ عبارت کے مناسب

حکم عام ہے (یعنی مورد خاص اور حکم عام) اور جملہ معترضہ ہے۔ جملہ سابق حکم کی تائید کر رہا ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب اس طرح ہو گا۔

جو مرد اللہ سے ڈرتا ہے اللہ کو بلا قصور نہیں ستاتا اور ظلم نہیں کرتا۔ اگر عورت کی بدزبانی بدمزاجی اور نافرمانی کی وجہ سے طلاق دے دے۔ اور یہ طلاق حیض کی حالت میں کبھی نہ ہو بلکہ طہر کی حالت میں دی گئی ہو اور عورت کی عدت لمبی کر کے اس کو ضرر پہنچانا بھی مقصود نہ ہو (کہ جب عدت کے ختم ہونے کا وقت آجائے تو رجوع کرلے اور پھر طلاق دیدے اور پھر ختم عدت کے وقت رجوع کرلے اور پھر طلاق دیدے) اور عورت کو ایام عدت میں گھر سے نہ نکالے اور اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے تو اللہ اس کے لئے گناہ سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس بدزبان عورت، بدمزاج، نافرمان عورت کے بدلے فرمانبردار، نیک، پرہیزگار، بی بی عنایت فرما دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح جو عورت اللہ سے ڈرے اور خاوند کی حق تلفی نہ کرے بدزبانی سے پیش نہ آئے بے وجہ طلاق کی خواستگار نہ ہو بلکہ شوہر اگر اس کو دکھ پہنچاتا ہو تو صبر کرے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرے تو اللہ اس کے لئے راہ نجات نکال دیتا ہے اور اس کو بیگمان طریقہ سے رزق عطا فرماتا ہے اور ظالم و بدمزاج شوہر کے بجائے نیک حق شناس شوہر مرحمت فرما دیتا ہے،،

فائدہ :۔ بغوی نے بروایت مقاتل بیان کیا ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کے بیٹے کے ہاتھ (دشمن کی کچھ) بکریاں اور سامان لگ گیا۔ وہ بکریاں اور سامان لے کر اپنے والد کے پاس واپس آگئے۔ حضرت عوف نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ چیزیں میرے لئے حلال ہیں جو بیٹا لے کر آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (حلال ہیں) اس پر یہ آیت نازل ہوئی)

= وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے) جملہ شرط ہے فَهُوَ حَسْبُهٗ جواب شرط ہے (تو وہ اس کو بس ہے، اس کو کافی ہے)

حَسْبُهٗ مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے اور هُوَ کا مرجع اللہ ہے

حَسْبُ : حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی فاعل آیا ہے، بس ہے کافی ہے؛

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

وَاِنْ يُّرِيْدُوْآ اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ (۸ : ۶۲) اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو خدا تمہیں کفایت کرے گا۔ (یعنی خدا تمہارے لئے کافی ہے۔ اور وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ (۲ : ۲۰۶) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے خوف کر تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسے کو (بطور سزا) جہنم ہی کافی ہے۔

== اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَللّٰهَ اسم اِنَّ بَالِغُ اَمْرِهٖ اِنَّ کی خبر (اَمْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَالِغُ مضاف، بَالِغُ بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ پہنچنے والا، پا لینے والا۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام تک پہنچ کر رہتا ہے یعنی پورا کر کے رہتا ہے کوئی اس کو تکمیل ارادہ سے نہیں روک سکتا۔

== قَدْرًا: بمعنی اندازہ، طاقت، گنجائش، فراخی (قاموس) آیت میں وقتی اندازہ یعنی مقررہ وقت مراد ہے (بیضاوی)

قَدَرَ يَقْدِرُ (باب ضرب) سے قَدْرٌ (مصدر) بمعنی اندازہ کرنا۔ اندازہ لگانا۔ قَدَرَ يَقْدُرُ (باب نصر) قَدْرٌ بمعنی کسی چیز پر قادر ہونا۔ اس کی طاقت رکھنا۔ اور اسی مصدر سے باب ضرب ونصر سے بمعنی خدا کا رزق تنگ کرنا ہے۔

آیت ہذا میں بمعنی کسی چیز کا اندازہ مقرر کرنا۔ وقت مقرر کرنا ہے :

ترجمہ ہوگا:۔

۱:۔ اور خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے (مولنا فتح محمد جالندہری وتفسیر حقانی)

۲:۔ خدا نے ہر چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے (بیضاوی، روح المعانی)

(۳) مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ (ضیاء القرآن)

۴:۔ طلاق، عدت وغیرہ کی بابت ایک حد۔ ایک وقت مقرر۔ ایک اندازہ کر رکھا ہے۔

(الیسر التفاسیر)

۶۵ : ۴ == اَلّٰٓئِىْ۔ اسم موصول، اَلَّتِىْ کی جمع (وہ سب عورتیں) جو۔ جنہوں نے

== يَئِسْنَ، ماضی جمع مؤنث غائب يَاْسٌ (باب سمع) مصدر۔ يَئِسَ ماضی واحد مذکر غائب

یَئِسْنَ مضارع واحد مذکر غائب ی ء س مادہ مایوس ہونا، ناامید ہونا۔ یَئِسْنَ (جو) ناامید ہوگئی ہوں

= اَلْمَحِیْضِ۔ اسم ظرف زمان (وقت حیض) ظرف مکان (مقام حیض) مصدر۔ (حیض آنا) یا بمعنی حیض۔ وہ فاسد خون جو مخصوص زمانہ اور مخصوص حالت میں تندرست جوان غیر حاملہ عورت کے رحم سے نکلتا ہے۔ مَحَاضٌ بھی مصدر ہے اس سے افعال باب ضرب سے آتے ہیں۔

= مِنْ نِّسَآئِکُمْ مِنْ تبعیضیہ ہے نِسَآئِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری عورتوں میں سے بعض۔

= اِنِ ارْتَبْتُمْ جملہ شرط۔ اِنْ شرطیہ، اِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ ریب مادہ۔ اگر تم شک میں پڑو، اگر تمہیں کچھ شک ہو۔

= فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ جواب شرط۔ اَشْهُرٌ شَهْرٌ کی جمع۔ مہینے۔ تو ان کی عدت کی میعاد تین مہینے ہے۔

= وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ واؤ عاطفہ، اَلّٰٓئِیْ اسم موصول لَمْ یَحِضْنَ مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مؤنث غائب۔ صلہ۔ اَلّٰٓئِیْ کا۔ دونوں مل کر مبتدا۔ خبر محذوف ای فعدتھن کذلک ان کی عدت بھی اسی طرح ہوگی۔

= وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں۔ اُولَاتُ اُولُوْا کی مؤنث ذَاتٌ کی جمع علی غیر لفظہٖ مضاف۔ الاحمال۔ حَمْلٌ کی جمع مضاف الیہ، مبتدا۔

= اَجَلُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کی مدت مقررہ۔ مبتدا۔

= اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اَنْ مصدریہ یَضَعْنَ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کہ جن لیں۔ یا ان کے بچہ پیدا ہو جائے، ان کا وضع حمل ہو جائے۔ خبر اپنے مبتدا کی۔ اور سارا جملہ خبر ہے اُولَاتُ الْاَحْمَالِ کی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور حاملہ (مطلقہ، بیوہ) عورتیں تو ان کی عدت وضع حمل ہے۔

= وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ۔ جملہ شرط ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی جو شخص احکام خداوندی (کی تکمیل اور پابندی) میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے۔

= یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا۔ جواب شرط۔ یُسْرًا۔ آسانی، سہولت (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے)

یعنی اللہ اس کے لئے امور دنیا و آخرت آسان کر دیتا ہے۔ اس کو بھلائی اور نیکی کی

کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ مِنْ بمعنی فِیْ اَمْرِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے کام میں۔

۶۵:۵ = ذٰلِکَ: اسم اشارہ واحد مذکر، بمعنی احکام متذکرہ بالا۔

= اَمْرُ اللّٰہِ، مضاف مضاف الیہ مل کر مشارٌ الیہ، یہ جو کچھ عدت اور اس کی تفصیل کے متعلق اوپر مذکور ہوا ہے یہ اللہ کا حکم ہے۔

= اَنْزَلَہٗ۔ اَنْزَلَ میں فاعل اللہ ہے ہٗ ضمیر مفعول اَمر کی طرف راجع ہے جو اس نے (تمہاری طرف) نازل کیا ہے۔

= وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ۔ جملہ شرطیہ ہے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴ متذکرۃ الصدر)

= یُکَفِّرْ عَنْہُ سَیِّاٰتِہٖ جملہ جواب شرط ہے یُکَفِّرْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَکْفِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ دور کر دے گا۔ وہ زائل کر دے گا۔ سَیِّاٰتِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی برائیوں کو، اس کے گناہوں کو۔

= وَیُعْظِمْ لَہٗٓ اَجْرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ بھی شرط کے جواب میں ہے — یُعْظِمْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب۔ اِعْظَامٌ (افعال) مصدر۔ وہ بڑھا دے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول لہٗ واحد مذکر غائب۔ اَجْرًا مفعول ثانی، اور اس کے اجر کو بڑا کر دے گا۔

۶۵:۶ = اَسْکِنُوْھُنَّ۔ فعل امر حاضر اسکان (افعال) مصدر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو رہنے بسنے دو۔ ان کو ٹھہراؤ۔ ان کو سکونت مہیا کرو۔ سکونٌ اصل تو حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال رہنے بسنے میں بھی ہوتا ہے

= مِنْ حَیْثُ: حَیْثُ، جہاں، جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ ہے۔ مِنْ یا تو تبعیضیہ ہے یعنی اپنے رہنے والے بعض مکانوں میں ان کو بھی ٹھہراؤ۔ یا مِنْ زائدہ ہے۔ جہاں تم سکونت رکھتے ہو ان کو بھی وہاں ٹھیراؤ۔ سکونت دو، ان کو رکھو، بساؤ۔

= سَکَنْتُمْ: جہاں تم خود سکونت پذیر ہو۔

= مِنْ وُّجْدِکُمْ اپنی طاقت کے مطابق، اپنے مقدور کے موافق وُجْدِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وُجْد۔ طاقت، وسعت، وجد سے مالی حالت یا مقدور مراد ہے۔ اور غِنیٰ (تونگری) کو وُجد اور جدۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مِنْ حرف جار وُجْدِکُمْ مجرور۔

= وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا تُضَآرُّوْا جمع مذکر حاضر فعل نہی مُضَارَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ بمعنی تنگ کرنا۔ ستانا۔ رنج پہنچانا۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اور ان کو مت

تنگ کرو، ان کو ایذامت دو"۔

= لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ لام تعلیل کا ہے تُضَيِّقُوا مضارع جمع مذکر حاضر تَضْيِيْقٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ تنگ کرنا۔ ضَيَّقَ عَلٰى۔ تنگ کرنا۔ سختی کرنا۔ تاکہ تم ان کو تنگ کرو، اصل میں تُضَيِّقُوْنَ تھا نون اعرابی لام کے عمل سے ساقط ہوگیا

ترجمہ:۔ اور ان کو تنگ کرنے کے لئے یا ستانے کے لئے ایذاء مت پہنچاؤ۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ۔ جملہ شرط ہے۔ اور اگر وہ حمل سے ہوں۔ حاملہ ہوں۔ حمل والیاں ہو۔ ملاحظہ ہو۔ اُولَاتِ الْاَحْمَالِ آیت نمبر ۴ متذکرۃ الصدر۔

= فَاَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ جواب شرط۔ انفقوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (افعال) مصدر اَنْفَقَ عَلٰى۔ کسی پر خرچ کرنا۔ تو ان پر خرچ کرو۔

= حَتّٰى۔ انتہاء غایت کے لئے۔ حتی کہ۔ یہاں تک کہ۔

= يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔ يَضَعْنَ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی رکھنا۔ اتار دینا۔ الگ کرنا۔ پیدا کردیں۔ بچہ کو جنم دے چکیں۔ حَمْلَهُنَّ مضاف مضاف الیہ۔ اپنا حمل۔ حتی کہ ان کا وضع حمل ہوجائے۔

= فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ، جملہ شرطیہ اَرْضَعْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر بمعنی دودھ پلانا۔ عورت کا بچے کو اپنی چھاتی سے دودھ پلانا اور پستان چوسانا اور اگر وہ تمہارے بچے کو (نوزائیدہ کو) اپنی چھاتیوں سے دودھ پلادیں۔

= فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے۔ اٰتُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب: تو تم ان عورتوں کو دو (ادا کرو)

اُجُوْرَهُنَّ مضاف مضاف الیہ، اٰتُوْا کا مفعول ثانی، تو ادا کرو ان عورتوں کو ان کی اجرتیں۔ اُجُوْرٌ جمع اَجْرٌ کی، بمعنی حق، اجرت، عورت کے مہر کے لئے بھی آتا ہے

= وَاْتَمِرُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اْتَمِرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ایتمار (افتعال) مصدر جس کے اصل معنی حکم بجالانا کے ہیں۔ اور تَشَاوُرٌ (تفاعل) یعنی باہم مشورہ کرنے کو بھی ایتمار کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مشورہ میں بھی ایک دوسرے کا حکم قبول کیا جاتا ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ (۲۸: ۲۰) شہر کے رئیس تمہارے بارے میں مشورہ

کرتے ہیں۔

بَیْنَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے آپس میں۔ تمہارے درمیان۔

بِمَعْرُوْفٍ، معروف۔ دستور۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲ متذکرہ بالا)

اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق کے مطابق (یا دستور کے مطابق) ایک دوسرے کی بات کو قبول کرو۔

= وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ: واؤ عاطفہ، جملہ شرط۔ تَعَاسَرْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، تَعَاسُرٌ (تفاعل) مصدر۔ بمعنی آپس کے معاملہ میں تنگی پیدا کرنا۔ دشواری پیدا کرنا۔ باہم ایک دوسرے کو تنگ کرنا۔ عُسْرٌ مادہ۔ اَلْعُسْرُ کے معنی تنگی اور سختی کے ہیں یہ یُسْرٌ (آسانی، فارغ البالی) کی ضد ہے۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم باہم ضد اور نااتفاقی کرو گے، ایک دوسرے کے لئے دشواری پیدا کرو گے۔

= فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰی۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے، جملہ جواب شرط ہے۔ فَسَتُرْضِعُ سَ: جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ تُرْضِعُ مضارع واحد مؤنث غائب اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر۔ (اس کو) دودھ پلائے گی:

لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب بچے کے باپ کے لئے ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور اگر تم باہم ضد اور نااتفاقی کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

اُخْرٰی (کوئی) دوسری عورت اٰخَرُ وَاٰخِرٌ، دونوں کی مؤنث اُخْرٰی آتی ہے۔

۶۵: ۷ = لِیُنْفِقْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ چاہئے کہ وہ ایک مرد خرچ کرے۔

= ذُوْ سَعَةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صاحب وسعت، صاحب طاقت، صاحب مال خوش حال۔

مِنْ سَعَتِهٖ، مضاف مضاف الیہ، اس کی وسعت، اس کی طاقت، مِنْ حرف جار سَعَتِهٖ مجرور۔ اپنی وسعت کے مطابق۔ اپنی گنجائش کے مطابق۔

ترجمہ ہوگا:۔

چاہئے کہ خرچ کرے صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق۔ (یعنی اگر وہ صاحب مال ہے

تو اسے کھلے دل سے بچے پر خرچ کرنا چاہئے:

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، جملہ شرط ہے۔ قَدَرَ عَلٰی (اللہ کا کسی پر) رزق تنگ کرنا۔ قَدْرٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ (۸۹: ۱۶) اور جب (دوسری طرح وہ آزماتا ہے کہ اس پر روزی کو تنگ کر دیتا ہے......

= فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔ تو وہ خرچ کرے اس میں سے جو اللہ نے اسے دیا ہے جملہ جواب شرط ہے۔ اس میں فَ جواب شرط کے لئے ہے لام تاکید کا اور یُنْفِقْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ لِیُنْفِقْ امر واحد مذکر غائب تو اسے چاہئے کہ وہ خرچ کرے:

= مِمَّآ مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے اٰتٰىهُ اللّٰهُ صلہ ما موصولہ کا۔ جو اللہ نے اسے دیا ہے یعنی مفلس حسب استطاعت کچھ بھی خرچ کرے گا کافی ہوگا۔

= لَا يُكَلِّفُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَكْلِيفٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔ وہ مامور نہیں کرتا ہے۔

= نَفْسًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ کسی جان کو۔

= اِلَّا۔ حرف استثنار مَآ اٰتٰىهَا مَا موصولہ اٰتٰىهَا اس کا صلہ۔

اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، نفس کی طرف راجع ہے مگر اس قدر کہ جتنا اس کو دیا ہے۔

= سَيَجْعَلُ، سَ مضارع سے قبل اس کو مستقبل کے لئے مخصوص کر دیتا ہے يَجْعَلُ مضارع واحد مذکر غائب، وہ کر دے گا۔

= بَعْدَ عُسْرٍ: مضاف مضاف الیہ۔ دشواری، تنگی، سختی، مشکل۔ یُسْرٌ کی ضد ہے مصدر ہے باب سمع اور کَرُمَ سے:

= يُسْرًا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اسم نکرہ۔ بمعنی آسانی، سہولت، فراخی، فراغت باب سمع، مصدر۔ بمعنی آسان ہونا۔

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا۔ اللہ سختی کے پیچھے آسانی پیدا کر دیگا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۹۴: ۵-۶) تحقیق مشکل کے

ساتھ آسانی ہے۔ تحقیق مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ اگر کسی وقت غربت اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑے تو گھبراؤ نہیں جی لگا کر محنت کرو، صبر کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ تمہیں بہت جلد خوشحال اور متمول کر دے۔ (ضیاء القرآن)

٦٥ : ٨ = وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ۔ واؤ عاطفہ۔ كَاَيِّنْ بہت بکثرت، مِنْ تمیز، بہت سی بستیاں۔ (نیز ملاحظہ ہو ٣ : ١٤٦)

عَتَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ عُتُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ ع ت و، مادہ اس نے سرکشی کی، اس نے سرتابی کی، اس نے نافرمانی کی، وہ سرتابی میں حد سے گزر گئی یہاں یہ مؤنث کا صیغہ جمع کے معنی میں بستیوں کے لئے آیا ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (٧ : ٧٧) اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔

= رَبِّهَا: مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب بستیوں کے لئے ہے۔

= وَرُسُلِهٖ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای وَعَتَتْ عَنْ اَمْرِ رُسُلِهٖ: اور اس (خدا) کے رسولوں کے حکم سے (بھی) سرکشی کی۔

= فَحَاسَبْنٰهَا۔ ف تعلیل کی ہے۔ بدیں وجہ۔ حَاسَبْنَا ماضی جمع متکلم مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، (بستیوں کے لئے ہے)، ہم نے ان کا حساب لیا۔ ہم نے ان کا محاسبہ کیا۔

= عَذَّبْنٰهَا۔ عَذَّبْنَا ماضی جمع متکلم تَعْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی عذاب دینا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (بستیوں کے لئے) عَذَابًا مفعول مطلق موصوف، نُكْرًا صفت، سخت، شدید، اور ہم نے ان کو سخت سزا دی۔

٦٥ : ٩ = فَذَاقَتْ: فَ عاطفہ یا ترتیب کا ہے۔ پس چکھ لیا (ان بستیوں نے یعنی ان بستیوں کے رہنے والوں نے)

وَبَالَ اَمْرِهَا۔ اپنے فعل کے انجام کا ضرر۔ (نیز ملاحظہ ہو ٦٤ : ٥)

= وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا۔ كَانَ افعال ناقصہ سے ہے عَاقِبَةُ مضاف اَمْرِهَا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر عَاقِبَةُ کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کا اسم۔ خُسْرًا اس کی خبر۔ اور ان کے کام کا انجام نرا خسارہ ہی رہا۔

بعض کے نزدیک فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا کا تعلق عذاب دنیا سے ہے اور وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا۔ کا عذاب آخرت سے۔

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے:۔

کہ آیت کے الفاظ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ:۔

ہم نے دنیا میں ان کو بھوک، قحط، طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کیا اور آخرت میں ان کی حساب فہمی سختی کے ساتھ کریں گے اور انجام کار ان کو خسارہ ہی ہوگا۔

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک سب جگہ آخرت کا حساب اور عذاب ہی مراد ہے ماضی کے صیغے اس لئے استعمال کئے کہ یہ حساب و عذاب یقیناً ہوگا اس کا ہونا قطعی اور اتنا یقینی ہے کہ گویا ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

۶۵: ۱۰ = اَعَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر، بمعنی کسی چیز کو اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔ اس نے تیار کیا۔ لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب بستیوں میں رہنے والوں کے لئے ہے۔

= عَذَابًا شَدِيْدًا۔ عَذَابًا مفعول بہ موصوف، شَدِيْدًا صفت، سخت عذاب

فَائِدَہ:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا۔ (آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ترجمہ مولنا حقانی رح)

مخاطبین کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم نے بستیوں کے مکینوں کا حال سُنا کہ کس طرح ان کی رب سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی ان کے سخت محاسبہ اور شدید عذاب پر منتج ہوئی اور ان کا انجام خُسران یعنی گھاٹا ہی رہا۔

اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو نتیجہ انہوں نے اپنی کرتوتوں کا اس دنیا میں دیکھ لیا آخرت میں عذاب شدید ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

= فَاتَّقُوا اللّٰهَ میں ف سببیہ ہے۔ پس بایں وجہ اِتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر سے پس ڈرو اللہ سے۔

يٰاُولِي الْاَلْبَابِ: یا حرف ندا۔ اُولِیْ۔ والے۔ جمع ہے۔ اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض ذُو کو اس کا واحد بتاتے ہیں اُولُوا بحالت رفع اور اُولِیْ بحالت نصب یا جر ہوگا۔

یہاں اُولِی منادیٰ ہے۔ اور مفعول بہٖ آتا ہے۔ لہٰذا منصوب ہے یہ مضاف ہے اور اَلْبَابُ. جمع ہے لُبّ کی بمعنی عقلیں۔ مضاف الیہ ہے۔

یٰاُولِی الْاَلْبَابِ: اے عقلمندو۔ اے دانشمندو۔

فَائِدَہ۔ اَلْاَلْبَاب پر معانقہ (∴) ہے اور اٰمَنُوْا پر بھی، معانقہ کی صورت میں اَلْاَلْبَابِ پر بھی وقف کر سکتے ہیں اور اٰمَنُوْا پر بھی۔ لیکن اَلْاَلْبَابِ پر معانقہ کے اشارہ کے ساتھ صلے کا اشارہ ہے جو الوصل اولیٰ کا اختصار ہے یعنی یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے آگے اٰمَنُوْا پر اشارہ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ لہٰذا یہاں اٰمَنُوْا پر وقف کرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں آئے گی:۔

فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ تو اس صورت میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بدل ہوگا فَاتَّقُوا اللّٰہَ کا۔ یعنی اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اُولِی الْاَلْبَابِ سے مقصود الذین اٰمَنُوْا ہے (مراد وہ مومن جو نزول قرآن کے بعد ایمان لائے)

= قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور فعل کو زمانۂ حال کے قریب کر دیتا ہے۔

ذِکْرًا۔ ای القراٰن۔

= رَسُوْلًا: اس سے قبل فعل محذوف ہے: ای وارسل رسولاً: رَسُوْلًا مفعول بہٖ ہے

= یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ۔ یَتْلُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب تلاوۃٌ (باب نصر) مصدر وہ تلاوت کرتا ہے وہ پڑھتا ہے۔ یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے ای الذی یتلوا علیکم:

= اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یتلوا کا۔ موصوف ہے اس کی صفت مُبَیِّنٰتٍ ہے (اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث) تفصیل کرنے والیاں، بہت زیادہ روشن یہ صفت ہے اٰیٰتٍ کی:

ترجمہ ہوگا:۔

اور اپنا پیغمبر بھی بھیجا۔ جو تمہارے سامنے خدا کی واضح المطالب آیات پڑھ کر سناتا ہے

= لِیُخْرِجَ۔ لام علت کا۔ یُخْرِجَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب اخراجٌ (افعال)، مصدر۔ تاکہ وہ نکال لے آئے۔ یخرج کا فاعل اللہ بھی ہو سکتا ہے اور رسول بھی۔

== اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ صلہ وموصول مل کر یُخْرِجَ کا مفعول ۔

== مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ اندھیروں سے روشنی کی طرف ۔ کفر کی تاریکیوں سے ایمان کی روشنی میں ۔

== وَمَنْ یُّؤْمِنْ م بِاللّٰہِ ۔ مَنْ شرطیہ ، جملہ شرطیہ ۔ یُؤْمِنْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب وَیَعْمَلْ صَالِحًا اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَعْمَلْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب صٰلِحًا مفعول مطلق (محذوف) کی صفت ہے ۔ ای عَمَلًا صٰلِحًا اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا :

== یُدْخِلْہُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ واحد مذکر غائب ادخالُ (افعال) مصدر ۔ ضمیر فاعل واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے ؛ اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ شرطیہ کی طرف راجع ہے (تو) خدا اس کو داخل کرے گا ۔

== خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا : یُدْخِلْہُ کی ضمیر مفعول سے حال ہے فِیْھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کی طرف راجع ہے ۔

خٰلِدِیْنَ جمع کا صیغہ بلحاظ معنی آیا ہے ۔ اگرچہ اس کا مرجع یُدْخِلْہُ میں ضمیر مفعول ہٗ واحد مذکر ہے ۔

== قَدْ اَحْسَنَ قَدْ تحقیق ۔ اَحْسَنَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْسَانٌ (افعال) مصدر ۔ تحقیق اس نے اچھا بنایا ۔ اس نے اچھا کیا ۔ اس نے احسان کیا ۔

== رِزْقًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

بے شک خدا نے اس کو خوب رزق دیا ہے ۔

قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا ۔ یہ جملہ یا تو یُدْخِلْہُ کی ضمیر مفعول سے حال ہے یا خٰلِدِیْنَ کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہے ۔

۶۵ : ۱۲ == اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ اَللّٰہُ مبتدا ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر ۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ اپنے موصول کا ۔ صلہ وموصول مل کر خبر اپنے مبتدا کی ۔ خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے ۔

== وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ ای وخلق من الارض مثلھن ۔ مِنْ بیان جنس کے لئے ہے ۔ مِثْلَھُنَّ مضاف مضاف الیہ ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث

غائب سَمٰوٰتٍ کی طرف راجع ہے۔ اور زمین بھی اس نے ان کی مانند بنائی یا پیدا کی)
مِثْلَهُنَّ سے کیا مُراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ مِثْلَهُنَّ ۔فی العدد (خازن، بیضاوی، جلالین) یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں۔

۲:۔ وقیل الارض واحدة الا ان الاقالیم سبعة۔ کہتے ہیں کہ زمین ایک ہے لیکن مشتمل بر ہفت اقالیم ہے (مدارک التنزیل)

۳:۔ مِثْلَهُنَّ فِی الْخَلْقِ : یعنی اپنی خلقت کے لحاظ سے ساتوں آسمان اور زمین ایک ہی قسم کے مادّہ سے بنائے گئے ہیں۔

۴:۔ تفہیم القرآن میں مِثْلَهُنَّ پر ایک نوٹ اس طرح دیا گیا ہے:

انہیں کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ:۔

جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی قسم سے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لئے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں بلکہ بعض مقامات پر قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین پر ہی نہیں ہیں بلکہ عالم بالا پر بھی پائی جاتی ہیں۔ (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم الشوریٰ آیت ۲۹ حاشیہ ۵۰)

بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بیشمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جو اُن میں دنیائیں آباد ہیں۔

قدیم مفسرین میں سے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے مفسر ہیں جنہوں نے اس دور میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق بستی ہے۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد ۵ سورۃ الطلاق آیت ۱۲۔ حاشیہ ۲۳۔ اور روح المعانی تفسیر سورۃ الطلاق آیت ۱۲)

== يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ ۔ یتنزل مضارع واحد مذکر غائب تَنَزُّلٌ (تفعل) مصدر۔ نازل ہوتا ہے، اترتا ہے۔

اَلْاَمْرُ ۔ حکم، معاملہ، کام۔ یہاں مراد احکام خداوندی ہیں۔

یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ. مطلب یہ ہے کہ انہی سات آسمانوں میں اور زمین میں خدائے عزّوجلّ کا حکم اور اس کی قضاء وقدر نافذ العمل رہتی ہے، ای یجری امر اللہ تعالیٰ ای قضاءہ وَقَدَرُہٗ (روح المعانی)

= لِتَعْلَمُوْا۔ لام تعلیل کا ہے تَعْلَمُوْا مضارع جمع مذکر حاضر، عِلْمٌ باب سمع مصدر نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا ہے۔ تاکہ تم جان لو۔

= اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَنَّ۔ تحقیق، بے شک، یقینا۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اللّٰہَ اسم اَنَّ قَدِیْرٌ خبر۔ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ متعلق خبر۔ یہ جملہ مجموعًا تَعْلَمُوْا کا مفعول ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

= وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور رہ یہ، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب احاطۃ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ عِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اللّٰہَ اسم اَنَّ قَدْ اَحَاطَ اس کی خبر بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا متعلق خبر:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(٦٦) سُوۡرَةُ التَّحۡرِيۡمِ مَدَنِيَّةٌ (١٢)

٦٦ : ١ ــــ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ یا حرفِ ندار النَّبِیُّ مُنادیٰ ۔ منادیٰ اگر معرف باللام ہو تو اَیُّھَا کو حرفِ ندار اور منادیٰ کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسے یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوۡلُ یٰۤاَیَّتُھَا الۡمَرۡاَۃُ ۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

= لِمَ : یہ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کردیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس لئے۔ کس وجہ سے۔

= تُحَرِّمُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تَحۡرِیۡمٌ (تفعیل) مصدر۔ تو حرام کرتا ہے

ــــ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۔ مَا موصولہ اَحَلَّ ماضی واحد مذکر غائب اِحۡلَالٌ (افعال) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔

ترجمہ:۔

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کردیا ہے آپ ان کو کیوں حرام کرتے ہیں؟

= تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ، وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ، تَبۡتَغِیۡ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِبۡتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تو تلاش کرتا ہے، تو ڈھونڈھتا ہے، تو چاہتا ہے۔

مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؛ اَزۡوَاجِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مَرۡضَاتَ مضاف کا۔

مَرۡضَاۃَ مصدر میمی و اسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی، خوشنودی رضامندی۔

• ترکیب آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ تُحَرِّمُ میں ضمیر فاعل سے حال ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اپنی بیویوں کی خوشنودی کی تلاش میں آپ اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر رکھی ہے (اپنے اوپر) حرام کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:۔

یا یہ جملہ مستانفہ ہے جس میں تحریم کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ: یعنی آپ سے یہ بات ہو گئی کہ اللہ نے جس چیز کو آپ کے لئے حلال کر دیا تھا آپ نے اس کو قسم کھا کر اپنے لئے حرام کر لیا۔ اللہ آپ کی اس بات کو معاف کرنے والا ہے۔

رَحِیْمٌ: یعنی اللہ نے آپ پر رحمت کی کہ خود ساختہ تحریم سے نکلنے کا راستہ اس نے آپ کو بتا دیا اور آپ سے مؤاخذہ نہیں کیا اور آپ کو ناجائز امر سے بچانے کے لئے اظہار ناگواری کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

۳۔ یا یہ جملہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ جملہ مفسرہ ہے اور یہ تُحَرِّمُ کی تفسیر ہے اور ازواج کی خوشنودی مقصود تحریم ہو۔

۴۔ یہ استفہام انکاری ہے اور اس سے قبل ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے ای اَتَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈھتے ہیں؟ یعنی کیا اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو؟ یعنی ایسا نہ کرو یہ ایک قسم کی ناپسندیدہ بات ہے (تفسیر حقانی)

فائدہ:۔ اکثر مفسرین کے مطابق علامہ آلوسی رح بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کرتے ہیں۔ والمراد بالتحریم الامتناع۔ (روح المعانی) مطلب یہ کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

== وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔ علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں۔

وفیہ تعظیمٌ لشانہ صلی اللہ علیہ وسلم لان ترك الاولی بالنسبۃ الی مقامہ السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسہ کذلك وان عتابہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الا لمزید الاعتناء بہ:

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں تعظیم شان ہے کہ آپ کے مقام عالی و مقام کریم کی نسبت سے

ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ کی مانند لیا گیا اگرچہ فی نفسہٖ ایسا نہ تھا۔ اور آپ پر عتاب نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ مزید اعتنار کی وجہ سے تھا۔

۶۶: ۲ = قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کا کھول دینا بھی فرض کر دیا ہے۔ (ترجمہ حقانی)

قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کی طرف قریب کر دیتا ہے فَرَضَ لَكُمْ تم پر فرض کر دیا ہے۔ فرض کرنا عموماً علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے نہ کہ لام کے ساتھ اس کی تشریح علامہ پانی پتی رح یوں کرتے ہیں:۔

لام انتفاع کے لئے آتا ہے (اور علیٰ ضرر کے لئے) اور اس جگہ نفع کا مفہوم مقصود ہے کیونکہ کفارہ واجب کرنے سے یہ فائدہ ہوجاتا ہے کہ خود ساختہ تحریم حلت میں تبدیل ہوجاتی ہے اور قسم شکنی کا گناہ دور ہوجاتا ہے۔ کفارہ وہی ہے جس کا ذکر سورۃ مائدہ میں کر دیا گیا ہے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ (۵: ۸۹)

(خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا۔ یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور اسے توڑ دو) اور تم کو چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو)

تَحِلَّةَ مصدر ہے حَلَّلَ کا۔ یہاں فَرَضَ لَكُمْ کے بطور مفعول مستعمل ہے لہٰذا منصوب ہے۔ تَحِلَّةَ کا وزن تفعلۃ ہے جو باب تفعیل کا دوسرا وزن ہے جیسے كَرَّمَ سے تَكْرِيْمٌ و تَكْرِمَةٌ اور كَمَّلَ سے تَكْمِيْلٌ و تَكْمِلَةٌ دونوں وزن آتے ہیں۔ یہ بھی حَلَّلَ تَحْلِيْلٌ کا دوسرا مصدر ہے۔ بمعنی گرہ کھولنا۔ کھول ڈالنا۔ حلال کرنا۔

جملہ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ ..... اَيْمَانِكُمْ کا مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کی قسموں کی گرہ کشائی کا کفارہ بیان کر دیا ہے جس کو ادا کرکے گرہ کشائی فرض کر دی گئی ہے

پس قسم کھا کر جو گرہ تم نے ڈال لی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزادی حاصل کرو۔

= اَیْمَانِکُمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر تحِلّۃَ (مضاف) کا مضاف الیہ، اپنی قسموں کی گرہ کشائی

= وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ: اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے۔

وَلِیَ یَلِیْ وَلْیٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) سے اسم فاعل کا صیغہ وَالٍ، وَلِیٌّ ہے۔

اَلْوَلْیُ وَالْوِلَاءُ وَالتَّوَالِیُ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو کہ ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے خواہ وہ قرب بلحاظ مکان یا نسب یا بلحاظ دین۔ دوستی یا نصرت کے ہو یا بلحاظ اعتقاد کے۔

اَلْوَلِیُّ وَالْمَوْلٰی دونوں کبھی اسم فاعل یعنی مَوَالٍ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی اسم مفعول یعنی مُوَالیٰ کے معنی میں آتے ہیں۔ وَلِیٌّ (جمع اولیاء) کے معنی محبت کرنے والا دوست، مددگار، کارساز، حلیف، تابع، کام کا منتظم وغیرہ ہیں۔ اسم فاعل کے معنی کے استعمال کی صورت میں کہیں گے اَللّٰہُ وَلِیُّكَ اللہ تیرا حافظ و نگران ہے اور اسم مفعول کی صورت میں کہیں گے اَلْمُؤْمِنُ وَلِیُّ اللّٰہِ مومن اللہ کا فرمانبردار ہے۔ یا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (۳: ۶۸) اور اللہ مومنوں کا کارساز ہے۔ اور اسم مفعول کی صورت میں فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ (۶۶: ۴) اور اگر پیغمبر (کی ایذاء) پر باہم اعانت کروگے تو خدا ان کا حامی اور دوست دار ہے

= وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ: اور وہ دانا اور حکیم ہے۔

اَلْعَلِیْمُ: عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الٰہی میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال اکثر اللہ تعالیٰ کی صفت ہی میں ہوا ہے۔

اَلْحَکِیْمُ: حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے حکمۃ مصدر۔

صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق و کارساز ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں تمہیں دقت اور تنگی پیش آئیگی اور ہمیشہ کے لئے ایک مباح چیز امت میں حرام سمجھی جائے گی۔ اور یہ اصول شریعت محمدیہ کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ حکیم و علیم ہے کسی چیز کو ممنوع اور حرام قرار دینا اس کے عواقب امور پر نظر کر کے اسی کا کام ہے پھر جس کو وہ حرام نہ بنائے تم بھی حرام نہ بناؤ۔

۶۶:۳ = وَاِذْ واؤ عاطفہ ہے اِذْ فعل اُذْکُرْ (محذوف) سے موضع نصب میں ہے۔ اور یاد کر جب .....

= اَسَرَّ اِلٰی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے چھپا کر کہا۔ اس نے آہستہ بات کی۔ اس نے راز دارانہ بات کی۔

= اَزْوَاجِہٖ مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّبیُّ ہے اپنی بیویوں (میں سے) ایک سے۔

= حَدِیْثًا۔ بات، احادیث جمع۔

= فَلَمَّا شرط۔

= نَبَّاَتْ بِہٖ۔ نَبَّاَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اس عورت نے خبر دیدی۔ بات بتادی۔ اطلاع دی۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مؤنث غائب حَدِیْثًا کے لئے ہے۔

یعنی جب اس بیوی نے وہ بات جو اس سے راز دارانہ کہی گئی تھی آگے بیان کردی یعنی کسی دوسری کو بات بتادی۔

= وَ اَظْہَرَہُ اللہُ عَلَیْہِ واؤ عاطفہ اَظْہَرَ ماضی واحد مذکر غائب اظہار (افعال) مصدر بمعنی ظاہر کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو حَدِیْث ہے (یعنی وہ بات جو کہ راز دارانہ بتائی گئی تھی) یا اس راز دارانہ بات کو آگے کسی کو بتادینے کا فعل ہے۔ عَلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النبیّ ہے۔ اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کردیا۔

= عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ عَرَّفَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع النبیّ ہے تعریف (تفعیل) مصدر۔ اس نے جتلایا۔ آپ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے (اس بیوی کو) کچھ بتلادیا۔ یعنی اس میں سے جو اللہ نے آپ پر ظاہر کیا۔ کچھ اس بیوی کو جتلادیا۔ وَاَعْرَضَ عَنْ م بَعْضٍ اور (اس میں سے) کچھ سے اعراض کیا یعنی کچھ نہ بتایا۔

= فَلَمَّا: شرط۔ پس جب......

= نَبَّاَھَا۔ نَبَّاَ ماضی واحد مذکر غائب تنبئۃ (تفعیل) مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع وہ بیوی جس نے راز دارانہ بات آگے بتادی تھی اور جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ظاہر کردہ بات میں سے کچھ جتلائی تھی۔ بِہٖ ضمیر واحد مذکر

رازدارانہ بات کے لئے ہے۔

= قَالَتْ جوابِ شرط: تو اس (بیوی) نے کہا۔

= مَنْ اَنْبَاَكَ۔ مَنْ استفہامیہ۔ اَنْبَاَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی خبر دینا۔ بتلانا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ھٰذَا یہ بات۔ آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی ہے۔

= قَالَ۔ ای قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

= نَبَّاَنِیَ۔ اس نے مجھے بتایا۔ اس نے مجھے آگاہ کیا۔ نَبَّاَ ماضی واحد مذکر غائب تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ نْ وقایہ یَ ضمیر واحد متکلم۔

= اَلْعَلِیْمُ: عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ بڑے علم والا۔

= اَلْخَبِیْرُ۔ خَبَرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ خبردار۔ دانا۔

۶۶:۴ = اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ جملہ شرط ہے۔ جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فھو الواجب۔ اگر تم دونوں بیبیاں اللہ کے حضور توبہ کرلو تو یہ تمہارے لئے واجب ہے۔

= فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا۔ فَ تعلیلیہ ہے۔ دل کی کجی موجب ہے گناہ کی اور گناہ کے بعد توبہ واجب ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو حال کے قریب تر لے آتا ہے۔

= صَغَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب صَغْوٌ صَغْیٌ (باب نصر، وفتح) جھک جانا جھک پڑنا۔ مائل ہوجانا۔ کیونکہ تمہارے دل (سیدھی راہ سے) ہٹ ہی گئے ہیں۔

صاحب تفہیم القرآن تحریر فرماتے ہیں:۔

اصل الفاظ ہیں فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا صَغْوٌ عربی زبان میں مڑجانے اور ٹیڑھا ہوجانے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے اس جملہ کا ترجمہ کیا ہے: "ہر آئینہ کج شدہ است دلِ شما"، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رح کا ترجمہ ہے "کج ہوگئے ہیں دل تمہارے"۔

حضرات عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عباس رض، سفیان ثوری رح اور ضحاک نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے زاغت قلوبکما تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔

امام رازی رح اس کی تشریح میں کہتے ہیں۔ عدلت و مالت عن الحق و ھو حق

الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔

اور علامہ آلوسی رح کی تشریح یہ ہے:۔

مالت عن الواجب من موافقتہ صلی اللہ علیہ وسلم بحب ما یحبہٗ وکراھۃ ما یکرھہٗ الیٰ مخالفتہ یعنی تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پسند کریں اسے پسند کرنے میں اور جو کچھ ناپسند کریں اُسے ناپسند کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کریں۔ مگر تمہارے دل اس معاملہ میں آپ کی موافقت سے ہٹ کر آپ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں"۔ (تفہیم القرآن جلد ششم)

= وَاِنْ تَظَاھَرَا عَلَیْہِ۔ جملہ شرطیہ۔ تَظَاھَرَا۔ مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر، اصل میں تتظاھران تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی اور نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے ساقط ہو گیا۔

اگر تم دونوں (بیبیاں) آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ آپ کے خلاف ایکا کرو گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو گی: تَظَاھُرٌ (تفاعل) مصدر۔

= فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ۔ جملہ جواب شرط۔ (تو خوب جان لو) کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار اور سازگار ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲:٦٦ متذکرۃ الصدر)

مَوْلٰی کا معنی یہاں ناصر ہے اور تمام کے لئے یہی معنی درست ہے۔

لا مانع من ان یکون المولیٰ فی الجمیع بمعنی الناصر (روح المعانی)

یعنی اللہ تعالیٰ بھی حضور کا مددگار ہے جبریل اور صالح المؤمنین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔

صالح بظاہر واحد ہے لیکن اس سے مراد جنس ہے جس کا قلیل اور کثیر سب پر اطلاق ہوتا ہے۔

بعض کا یہ قول ہے کہ اصل میں صالحون جمع تھا۔ اضافت کی وجہ سے نؔ گر گیا۔ صالحو المؤمنین ہو گیا۔ لیکن یہاں واؤ کا تلفظ بھی نہیں کیا جاتا اس لئے کاتبان قرآن نے واؤ کی کتابت بھی ترک کردی اور صالح المؤمنین لکھنے پر اکتفا کیا۔ اس قسم کے شواہد قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱ میں وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ مکتوب ہے اصل میں وَیَدْعُوْ ہے لیکن چونکہ واؤ کا تلفظ نہیں ہے اس لئے کتابت بھی ترک کردی گئی

صالح - نیک، اچھا، بھلا۔ صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ صَالِحُ المؤمنین اضافتِ عہدی ہے مراد اس سے انبیاء علیہم السلام ہیں۔
ذھب غیر واحد الیٰ ان الاضافۃ للعہد فقیل: المراد بہ الانبیاء علیہم السلام ۔(روح المعانی)۔
لیکن بعض کے نزدیک اس سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، بعض کے نزدیک حضرت ابوبکر اور بعض کے نزدیک حضرت عمر اور بعض کے نزدیک اس سے مراد جملہ خلفاء اربعہ ہیں ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔
اور بعض نے کہا ہے کہ صالح المؤمنین سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین اور اعوان اور آپ کے گرداگرد جمع ہونے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور ساتھی ہیں۔
بعض نے اس سے مراد مخلص مومن لئے ہیں جو منافق نہیں ہیں :۔ واللہ اعلم:۔
ظَهِيْرٌ: پشتیبان۔ یاور، مددگار۔ مظاھرۃ (مفاعلۃ) مصدر سے بروزن فعیلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:۔
ظَهِيْرٌ بروزن اَمِيْرٌ بمعنی معین ومددگار ہے واحد اور جمع دونوں میں اس کا استعمال یکساں ہے اور ظہیر کی جمع اس لئے نہیں بنائی کہ فَعِيْلٌ اور فَعُوْلٌ دونوں میں مذکر و مؤنث اور جمع کا استعمال یکساں طور پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔
اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۶:۱۶) بلاشبہ ہم دونوں رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔
اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (۶۶:۴)
اگر فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ پر وقف کیا جائے تو اگلے جملہ میں جِبْرِيْلُ مبتدا۔ اور وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ دونوں معطوف جن کا عطف جبریل پر ہوگا۔ اور ظھیر سب کی خبر۔ اور بَعْدَ ذٰلِكَ متعلق خبر۔
۶۶:۵ ــ عَسٰى - افعال مقاربہ میں سے ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ اس کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے ۔ عَسٰى امید کے واسطے آتا ہے اور خبر کے قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کی خبر کے ساتھ اکثر اَنْ آتا ہے یہ فعل غیر منصرف ہے اور ماضی کے سوا اس سے کوئی صیغہ نہیں آتا۔

اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور اندیشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔

(نیز ملاحظہ ہو ۴۷: ۲۲)

عَسٰى رَبُّهٗ۔ عَسٰى فعل مقاربہ، رَبُّهٗ اس کا فاعل (اس کا اسم) اَنْ يُّبْدِلَهٗ ..... جملہ اس کی خبر ہے۔

= اِنْ طَلَّقَكُنَّ جملہ شرطیہ۔ عَسٰى رَبُّهٗ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا ..... الخ جواب شرط۔ اَزْوَاجًا مفعول يُبْدِلَ کا بدیں وجہ منصوب ہے۔

خَيْرًا و مُسْلِمٰتٍ ..... اَبْكَارًا صفات ہیں اَزْوَاجًا کی اور بوجہ صفت ہونے اپنے موصوف کی اَزْوَاجًا کی مطابقت میں منصوب ہیں۔

رَبُّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اِنْ شرطیہ طَلَّقَكُنَّ۔ طَلَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تطليق (تفعیل) مصدر بمعنی طلاق دینا كُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث حاضر۔ اس نے تم کو طلاق دی۔ وہ تمہیں طلاق دیدے اَنْ مصدریہ۔ يُبْدِلَهٗ۔ يُبْدِلَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِبْدَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ اس کو (تمہارے) بدلہ میں دیگا۔

= اَزْوَاجًا (منصوب بوجہ مفعول) بیبیاں زَوْجٌ کی جمع۔ اصل میں ازواج جوڑے کو کہتے ہیں۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادّہ ہر ایک کو زَوْج کہتے ہیں۔

= خَيْرًا۔ ازواجًا کی صفت ہے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ مِنْكُنَّ جار مجرور۔ تم میں سے بہتر۔ مُسْلِمٰتٍ مُسْلِمَةٌ کی جمع اِسْلَامٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، فرمانبردار۔

مُؤْمِنٰتٍ مُؤْمِنَةٌ کی جمع اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ایمان والیاں۔ ایماندار

قٰنِتٰتٍ قَانِتَةٌ واحد۔ قُنُوْتٌ (باب نصر) مصدر سے ق ن ت مادّہ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، خشوع اور خضوع کرنے والیاں۔ قُنُوْتٌ کے معنی ہیں عاجزی اور خشوع کے ساتھ فرمانبرداری میں لگے رہنا۔ تٰٓئِبٰتٍ۔ تَوْبَةٌ (باب نصر) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، توبہ کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ، عِبَادَۃٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل صیغہ جمع مؤنث، پوجنے والیاں، عبادت کرنے والیاں
سٰئِحٰتٍ۔ سیاح مادہ (س ی ح) (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مونث۔ سائحون کے اصل معنی سیاحت کرنے والے ہیں۔

مفسرین کے اس کی مراد کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک اس سے مراد روزہ دار ہیں۔
(۲) بعض کے نزدیک اس سے مراد طلبا، علوم دینیہ ہیں۔
(۳) بعض نے اس سے مراد زاہد اور پارسائے ہیں۔ جو دنیا کی زندگی مسافرانہ طریقہ سے گذارتے ہیں اور آخرت کی زندگی کو اصل سمجھتے ہیں اور کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل پر عامل ہیں

لیکن اکثریت نے اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہی لیا ہے اسی طرح آیت ہذا میں روزہ رکھنے والیاں ہی مراد لیا ہے جیسا کہ (۹ : ۱۱۲) میں السائحون کا ترجمہ روزہ رکھنے والے ہی کیا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المفردات، قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔

= ثَیِّبٰتٍ۔ ثوبٌ (باب نصر) کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا۔ ثیبۃ بیوہ یا مطلقہ عورت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاوند سے جدا ہو کر گویا اپنی پہلی حالت کی طرف) لوٹ آتی ہے۔

= اَبْکَارًا۔ بِکْرٌ کی جمع ہے بکرٌ کنواری لڑکی کو کہتے ہیں۔ کنواریاں۔

الفائدہ۔ آیات ۱۔ ۵ میں امہات المؤمنین کی ازدواجی زندگی کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں۔

پہلا واقعہ آیات ۱۔ ۲ میں مذکور ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیویوں کی خوشنودی کی خاطر کسی ایسی چیز کو اپنے لئے ممنوع قرار دے دیا جو ان کا حلال تھی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کرنا پیغمبر دین کے لئے زیبا نہیں لہٰذا حکم فرمایا کہ کفارہ ادا کر کے قسم توڑ دی جائے

دوسرے واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ محترمہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی اور تنبیہ فرمائی کہ آگے کسی کو نہ بتانا۔ لیکن انہوں نے ازواج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی سے یہ راز افشاء کر دیا اس کی بابت اللہ نے آپ کو مطلع فرما دیا آپ نے اس زوجہ محترمہ سے جس سے رازدارانہ بات کہی تھی اس امر کی شکایت کی انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ کو کیسے علم ہوا آپ نے فرمایا کہ خداوند علیم وخبیر نے مطلع فرمایا ہے،

دونوں بیویوں کی سرزنش فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ تم دونوں خدا سے اپنے کئے پر توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایکا کر لیا تو تم ان کا کچھ نہ بگاڑ

سکو گی۔ ان کی مدد کے لئے خداوند تعالیٰ، جبریل، صالح المومنین، اور ملائکہ کی نصرت ہر وقت موجود ہے (آیات ٣، ٤)

تیسرے واقعہ کا اشارہ آیت نمبر ٥ میں ہے اس کے پس منظر میں کئی عوامل ہیں منجملہ ان کے چند یہ ہیں:۔

١:۔ پہلا واقعہ جو اوپر مذکور ہوا۔

٢:۔ دوسرا واقعہ جو ابھی اوپر آیا ہے۔

٣:۔ بیبیوں کی طرف سے وسعت نفقہ کی درخواست۔

٤:۔ حضرت زینب کی طرف سے تین بار ہدیہ کا واپس کرنا۔ اور ہر مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ میں اضافہ کرنا۔

٥:۔ ازواج مطہرات کا قدرتی طور پر نسوانی فطرت کے زیر اثر ایک دوسری سے رشک و رقابت

٦:۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ جب آپ نے حالات کے تحت اپنی ازواج مطہرات سے کنارہ کشی کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ننگی چٹائی پر استراحت فرما ہیں جس کی وجہ سے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں

جب ان حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لئے کنارہ کشی کی تو ان کی تادیب میں آیت ٥ نازل ہوئی۔ ٢٩ دن گذر جانے پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر کہا۔ آپ کی قسم پوری ہو گئی ہے اور مہینہ مکمل ہو گیا ہے۔ اس دوران امہات المومنین نے آیت شریفہ میں مندرجہ تنبیہات کے پیش نظر اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا اور پھر کبھی ایسی بات کا صدور نہ ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو سورت الاحزاب آیت نمبر ٣٣، ٢٨، ٣٤)

٦٦: ٦ = يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یا حرف نداء ہے الذین امنوا موصول و صلہ مل کر منادیٰ اے ایمان والو۔ اے مومنو! (نیز ملاحظہ ہو ٦٦: ١۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ)

= قُوْٓا۔ فعل امر معروف جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وقایۃ مصدر (باب ضرب) قِ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ یہ تَقِيْ مضارع معروف سے بنایا گیا ہے۔ علامت مضارع کو شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرا دیا گیا ہے قِ رہ گیا۔

گردان فعل امر حاضر یوں ہو گی۔

قِ۔ قِيَا۔ قُوْا۔ قِيْ، قِيَا، قِيْنَ۔ اسم فاعل واقٍ۔ وِقَايَةٌ وقاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ و ق ی مادہ تقویٰ بھی اسی مادہ سے مشتق ہے

قُوْا۔ تم بچاؤ۔

= اَنْفُسَکُمْ (اپنی جانوں کو) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ اور اَھْلِیْکُمْ (اپنی اہل و عیال کو) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر دونوں قُوْا فعل امر کے مفعول اوّل۔ نَارًا مفعول ثانی۔ (اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

= وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ: نَارًا کی صفت۔

وَقُوْدُھَا مضاف مضاف الیہ، وَقُوْدٌ ایندھن جس سے آگ جلائی جائے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں)

= عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ یہ بھی صفت ہے نَارًا کی۔ (اس پر بے رحم اور زبردست فرشتے مقرر ہیں۔

علیھا ملٰئکۃٌ۔ ای انھم موکلون علیھا۔ ان کو نار جہنم پر سپہر دار مقرر کیا گیا ہے

غِلَاظٌ: غلیظ کی جمع، سخت دل۔ بے رحم۔ شداد، شدید کی جمع، سخت، زبردست مضبوط۔ یہ فرشتوں کی صفت ہے۔

دوزخ کے فرشتوں کو زبانیۃ کہا جاتا ہے چنانچہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ۔ (٩٦: ١٨) ہم بھی اپنے مؤکلان دوزخ کو بلائیں گے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ۔ مَلٰٓئِکَۃٌ کی صفت ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ عِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نافرمانی نہیں کرتے۔ اَللّٰہَ اسم مفعول فعل لَا یَعْصُوْنَ کا۔ لہٰذا منصوب ہے مَا موصولہ عائد محذوف ای لا یعصون اللّٰہ الذی امرھم بہ۔ یعنی اللہ جس کا انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کے بجالانے میں نہ نہیں کرتے

= وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ: یہ جملہ ملائکہ کی صفت ثانی ہے۔ واو عاطفہ ہے مَا موصولہ یُؤْمَرُوْنَ اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر یَفْعَلُوْنَ کا مفعول۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اَمْرٌ (باب نصر) مصدر۔ اور وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

٦٦: ٧ = لَا تَعْتَذِرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِذَارٌ (افتعال) مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر مت کرو۔ تم معذرت مت کرو۔ عذر کے معنی ہیں انسان کا کسی ایسی بات کو تلاش کرنا جو اس کے گناہوں کو مٹادے۔

= اَلْیَوْمَ: اسم ظرف زمان۔ آج کے دن، یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار سے اس وقت کہا جائے گا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یقال لھم ھذا عند دخولھم النار۔

= تُجْزَوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے تم جزا دیئے جاؤ گے۔

= مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، مَا موصولہ کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری۔ جو تم کیا کرتے تھے (دنیا میں)

۶۶:۸ = تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ ۔ تُوْبُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر تَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر، اللہ کے سامنے توبہ کرو۔

= تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ۔ تَوْبَۃً مفعول مطلق موصوف نَصُوْحًا (خالص) اس کی صفت،

مفسرین نے نَصُوْحًا کے مختلف معانی لکھے ہیں :۔

۱:۔ نَصُوْحٌ نِصَاحَۃٌ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں سینا۔ کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑ دینا، گناہوں کی وجہ سے دین اور تقویٰ میں شگاف پڑ جاتا ہے ، یہ اس شگاف کو جوڑ دیتی ہے۔

۲:۔ نصوح مبالغہ کا صیغہ ہے نصح (باب فتح) سے مشتق ہے۔ نُصْحٌ کا معنی ہے قول و عمل سے اپنے ساتھی کی خیر خواہی۔ حقیقت میں ناصح تائب کی صفت ہوتی ہے۔ توبہ کے ساتھ نصوح کا صیغہ کہنا مجازاً بطور مبالغہ ہے۔ یا

۳:۔ نُصْحٌ کا معنی خلوص ہے عَسَلٌ ناصح ۔ خالص شہد۔ خالص توبہ۔ یعنی ریا اور دکھاوے سے اور طلب شہرت سے خالص توبہ۔

۴:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ توبۂ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرلے۔ پھر گناہ کی طرف دوبارہ نہ لوٹے۔

۵:۔ حسن نے کہا کہ توبۂ نصوح یہ ہے کہ آدمی پچھلے گناہوں پر پشیمان ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔

۶:۔ کلبی نے کہا کہ زبان سے استغفار کرنا۔ دل سے پشیمان ہونا۔ اور اعضاء کو گناہ سے روک دینا توبۂ نصوح ہے۔ وغیرہ۔

= عَسٰی رَبُّکُمْ امید ہے کہ تمہارا پروردگار (نیز ملاحظہ ہو ۶۶:۵)

= اَنْ مصدریہ۔ یُکَفِّرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ تَکْفِیْرٌ (تفعیل) مصدر، وہ دور کردے۔ وہ ساقط کردے۔ سَیِّاٰتِکُمْ مضاف مضاف الیہ ، تمہاری برائیاں۔ سَیِّئَاتٌ جمع ہے سیئۃ کی۔ برائی۔

وَیُدْخِلَکُمْ : واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے (مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ)

اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ اور وہ تم کو داخل کرے۔

= یَوْمَ یا تو یُدْخِلَكُمْ کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل اُذْکُرْ محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= لَا یُخْزِی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر، وہ ذلیل نہیں کرے گا وہ رسوا نہیں کرے گا۔ وہ خوار نہیں کرے گا۔

اَلنَّبِیَّ مفعول فعل لا یخزی کا۔ الْ عہد کا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ اس جملہ کا عطف النبی پر ہے (جس روز اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

= نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ہر دو جملہ موضع حال میں ہیں۔

ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے درگذر فرما۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اس آیت کی تشریح میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ذیل میں صاحب تفہیم القرآن کی تشریح نقل کی جاتی ہے۔

"اس آیت کو سورۃ الحدید کی آیات ۱۲۔۱۳ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کے آگے آگے نور کے دوڑنے کی یہ کیفیت اس وقت پیش آئے گی جب وہ میدان حشر سے جنت کی طرف جا رہے ہوں گے وہاں ہر طرف گھپ اندھیرا ہوگا جس میں وہ سب لوگ ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے جن کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ اور روشنی صرف اہل ایمان کے ساتھ ہوگی جس کے سہارے وہ اپنا راستہ طے کر رہے ہوں گے اس نازک موقع پر تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کی آہ و فغاں سن سن کر اہل ایمان پر خشیت طاری ہو رہی ہوگی اور اپنے قصوروں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس کرکے انہیں اندیشہ لاحق ہوگا کہ کہیں ہمارا نور بھی نہ چھن جائے اور ہم ان بدبختوں کی طرح ٹھوکریں کھاتے نہ رہ جائیں اس لئے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے قصور معاف فرما دے اور ہمارے نور کو جنت کے پہنچنے تک ہمارے لئے باقی رکھ۔

ابن جریرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ:

کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ان کا نور اس وقت تک باقی رکھا جائے

اور اُسے بجھنے نہ دیا جائے۔ جب تک وہ پل صراط سے بخیریت نہ گذر جائیں۔

حضرت حسن بصری رح اور حضرت مجاہدؒ اور ضحاک رح کی تفسیر بھی قریب قریب یہی ہے۔ ابن کثیر رح نے ان کا قول یہ نقل کیا ہے کہ:۔

” اہل ایمان جب دیکھیں گے کہ منافقین نور سے محروم رہ گئے ہیں تو وہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے تکمیلِ نور کی دعا کریں گے “

اَتْمِمْ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتْمَامٌ (افعال) مصدر۔ تو پورا کر دے۔

۶۶: ۹ = جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔ جَاهِدْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، مُجَاهَدَةٌ (مفاعلة) مصدر تو جہاد کر، تو لڑائی کر، مجاهدة کے معنی دشمن کی مدافعت میں مقدور بھر کوشش و طاقت صرف کرنا۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں:۔

۱:۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔

۲:۔ شیطان سے جہاد۔

۳:۔ اپنے نفس سے جہاد۔

یہاں جہاد نمبرا، مراد ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ (۶۱:۱۱) اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہاں تینوں قسموں کا جہاد مُراد ہے۔

الْكُفَّارَ مفعول بہٖ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ مفعول ثانی۔ (جہاد کرو کفار اور منافقین سے)

= وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ: واؤ عاطفہ اُغْلُظْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غِلْظَةٌ (باب نصر) مصدر بمعنی سختی کرنا۔ کسی کے خلاف تندخو ہونا، عَلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار و المنفقین ہیں۔

مَاْوٰهُمْ: مضاف مضاف الیہ مَاْوٰى اسم ظرف و مصدر۔ قیام کرنا۔ رہنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام، سکونت، ٹھکانا، اَوٰى يَاْوِيْ۔ ماضی و مضارع (باب ضرب) اُوِيٌّ بھی مصدر ہے اگر صلہ میں اِلٰى ہو تو پناہ پکڑنے اور فروکش کا معنی ہو گا۔ لیکن اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے۔ باب افعال سے اٰوٰى يُؤْوِيْ اِيْوَاءٌ متعدی ہے بمعنی کسی کو جگہ دینا۔

مَاْوٰهُمْ ان کا ٹھکانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار والمنفقین ہے۔

بِئْسَ الْمَصِیْرُ: بِئْسَ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن سَمِعَ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فا کلمہ کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کرلیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

اَلْمَصِیْرُ اسم ظرف لوٹنے کی جگہ، صَارَ یَصِیْرُ سے نیز صار یصیر کا مصدر بھی (مصدر میمی) بمعنی لوٹنا۔ بِئْسَ الْمَصِیْرُ بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ۔ ضَرَبَ فعل اَللّٰهُ فاعل۔ مَثَلًا مفعول اول۔ اِمْرَاَتَ نُوْحٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِمْرَاَتَ لُوْطٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، ہر دو مفعول اول فعل ضرب کے، مفعول اول کو مؤخر اس لئے کیا گیا کہ وہ اور اس کی تفسیر متصل رہیں اور ان کے معنی کی وضاحت بھی ساتھ ہی رہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِمْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ بدل ہے مَثَلًا سے۔

ضَرَبَ کا معنی ایک چیز کو دوسری پر مارنا ہے۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) فَضَرْبَ الرِّقَابِ (۴۷: ۴) ان کی گردنیں اڑادو۔

(۲) وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (۴: ۱۰۱) اور جب تم سفر کو جاؤ۔ اور ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اور (آخرکار) ذلت ان سے چپٹا دی گئی۔ وغیرہ ذٰلک۔

ضَرْبُ الْمَثَلِ کا محاورہ ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ (دراہم کو ڈھالنا) سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں کسی بات کو اس طرح بیان کرنے کے کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ متعلق مَثَلًا۔

آیت کا ترجمہ ہو گا:۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے

کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ جملہ مستانفہ ہے اور ضرب المثل (نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال) کی تفسیر ہے۔

عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ موصوف و صفت (وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں یعنی ان کی بیویاں تھیں)

فَخَانَتٰهُمَا، خَانَتَا ماضی تثنیہ مؤنث غائب خِیَانَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ان دو عورتوں نے خیانت کی۔ ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب ان دو مردوں کی، یعنی ان ہر دو عورتوں نے اپنے خاوندوں سے بے وفائی کی، دغا کی۔

فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ فَ تعقیب کا۔ لَمْ یُغْنِیَا مضارع نفی جحد بلم صیغہ تثنیہ مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دونوں (مرد) کام نہ آسکے۔ وہ دونوں (مرد) دفع نہ کر سکے۔ عَنْهُمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب کے لئے ہے (یعنی وہ دونوں عورتیں)

مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ (کے عذاب) سے۔ اللہ کے مقابلہ میں۔

شَیْئًا کچھ بھی۔

مگر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے، (یعنی ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے)

وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ۔ ای وقیل لھما ادخلا۔ اور ان دونوں عورتوں کو کہا گیا (دونوں کو حکم دیا گیا) تم دونوں عورتیں داخل ہو جاؤ جہنم میں۔

الدّٰخِلِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔

۶۶: ۱۱ = وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ اس کی ترکیب بھی آیت نمبر ۱۰۔ مذکورہ بالا کی طرح ہے۔

امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فرعون غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِذْ قَالَتْ: ظرف لمحذوف ای وضرب اللّٰہ مثلا للذین اٰمنوا حال امرأت فرعون اذ قالت :۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں (کی تسلی) کے لئے مثال کے طور پر فرعون کی بی بی کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب اس نے کہا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ جادوگروں پر غالب آگئے تو اس سے متاثر ہو کر حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) ایمان لے آئیں۔ فرعون کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اسے طرح طرح کے عذاب دینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت آسیہ رضی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب ان کو اس کا علم ہوا تو اپنی مناجات میں اپنے رب سے دعا کی:۔

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ .... مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(تفسیر مظہری و تفسیر الیسر التفاسیر)

رَبِّ ۔ ای یا رَبِّیْ : اے میرے پروردگار۔

اِبْنِ ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر، بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو بنا، تو تعمیر کر دے

عِنْدَكَ : اپنے پاس۔ قریبا من رحمتك ۔ اپنی رحمت کے قریب ۔ اللہ کی ذات مکان سے پاک ہے۔

نَجِّنِیْ ۔ نَجِّ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر ن ج و مادہ ۔ نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم ۔ تو مجھے نجات دے ۔

وَ عَمَلِہٖ ۔ اور اس کے عمل سے ای وھو الکفر وعبادۃ غیر اللہ تعالیٰ ۔ یعنی فرعون کا عمل اس کا کفر اور غیر اللہ کی عبادت ہے ۔ یا فرعون کے عمل سے مراد اس کی آسیہ کو ایذار رسانی ہے ۔

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ یعنی ان لوگوں سے نجات دے جنہوں نے کفر و معصیت کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اللہ کے بندوں کو عذاب دیتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں مطلب یہ ان قبطیوں سے نجات دے جو فرعون کے تابع ہیں ۔

اس قصہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے ایک بڑا پتھر حضرت آسیہ کے اوپر ڈال دینے کا حکم دیا۔ حسب الحکم جب ان پر ڈالنے کے لئے ایک عظیم پتھر لایا گیا تو انہوں نے کہا ۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ ۔ دعا کرنی تھی کہ انہوں نے اپنا موتی کا گھر جنت میں دیکھ لیا اور روح بدن سے پرواز کر گئی ۔ جب پتھر ان پر ڈالا گیا تو نعش بے جان تھی، پتھر کے نیچے دبنے کی کوئی اذیت ان کو نہ پہنچی ،

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِیْ ۔ واؤ عاطفہ، مریم ابنت عمران معطوف جس کا عطف امرات فرعون پر ہے ای وضرب اللہ مثلا للذین اٰمنوا مریم ابنت عمران اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے مومنوں کی تسلی کے لئے مثال مریم بنت عمران کی ۔

اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث : جس نے ،

اَحْصَنَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اِحْصَانٌ (افعال) مصدر بمعنی عصمت و عزت کی حفاظت، اس عورت نے محافظت کی ،

فَرْجَهَا : مضاف مضاف الیہ ۔ اپنے فرج کی ، اَلْفَرْجُ وَالْفُرْجَۃُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں ۔ جیسے دیوار میں شگاف، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی، اور کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۳: ۵) اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

شگاف کے معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰: ۶) اور اس میں کوئی شگاف تک نہیں۔

اَلَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔

فَنَفَخْنَا فِیْهِ۔ فَ عاطفہ، بمعنی پس، پھر، تو۔ نَفَخْنَا ماضی جمع متکلم: نَفْخٌ (باب نصر) مصدر فیہ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب کا مرجع فرج ہے۔ پھر ہم نے اس میں پھونک دیا۔ مطلب یہ ہے ہمارے حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونک مار دی۔

بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ ہی ہے اور اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونکا تھا پھونک کا خالق اللہ ہی تھا۔ اس لئے پھونکنے کی نسبت بجائے جبریل کے اپنی طرف کر دی۔

مِنْ رُّوْحِنَا۔ اخفش کے نزدیک مِنْ زائد ہے۔ بغیر کسی توسط کے اللہ نے روح کو پیدا کیا پس تخلیق روح کا تعلق براہ راست اللہ سے ہوا۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اس کے فرج میں اپنی روح کو پھونک دیا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ روح فی الواقع فرج میں ہی پھونکا جائے یا گریبان پر پھونکا جائے اور اس کا اثر شرم گاہ تک پہنچ کر حمل پر منتج ہو۔ حضرت عیسٰی کی پیدائش ایک معجزہ ہے جس میں طبعیاتی جزئیات کو کوئی دخل نہیں پس خدا کی طرف سے اللہ کی خلق کردہ روح جسم میں حضرت مریم کے پھونک دی اور وہ حاملہ ہو گئی۔

فَائِدَہ: آیت ہذا میں حضرت مریم علیہا السلام کی چند صفات مذکور ہوئی ہیں۔

۱:۔ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ اس نے اپنی شرم گاہ کی محافظت کی،

۲:۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا: اپنے رب کا کلام برحق سمجھتی تھیں

۳:۔ (وَصَدَّقَتْ) بِكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔

۴:۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ: اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں

صَدَّقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تصدیق (تفعیل) مصدر اُس نے تصدیق کی۔ اس نے سچ مانا۔

بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا۔ كَلِمٰت جمع كلمة کی بمعنی احکام۔ اس کے دیگر معانی بھی قرآن مجید میں آئے ہیں۔ کلمات مضاف رَبِّهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، اپنے رب کے احکام

مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اَلْقٰنِتِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ معرّف باللّام قُنُوْتٌ (باب نصر) مصدر بمعنی خضوع اور عاجزی کرنا۔ قَانِتٌ خضوع اور عاجزی کرنے والا۔ خضوع کے ساتھ اطاعت کرنے والا۔ فرماں بردار۔ اطاعت کے فرائض کو ادا کرنے والا۔

اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

حدیث مرفوع میں ہے کہ:۔

کل قنوت فی القراٰن فھو الطاعۃ (رواہ احمد فی مسندہٖ)

قرآن مجید میں ہر قنوت (سے مراد) طاعت ہے۔ اس لئے قَانِتٌ ہو یا قَانِتَاتٌ ہو یا قَانِتُوْنَ ہو۔ یا اس کا ماضی یا مضارع اس کے معنی میں اطاعت کا مفہوم ضرور ہوگا خواہ قرینے کو دیکھ کر یا شان نزول کے تحت کوئی بھی ترجمہ کیا جائے۔

اسی لئے امام راغب رح نے المفردات میں لکھا ہے کہ:۔

قُنُوْتٌ کے معنی ہیں۔ اطاعت مع الخضوع ؛

تمت بالخیر :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی (۲۹)

الملک ، القلم ، الحاقۃ ، المعارج
نوح ، الجن ، المزمل ، المدثر
القیامۃ ، الدھر ، المرسلٰت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۶۷) سُوْرَۃُ الْمُلْکِ مَکِّیَّۃٌ (۳۰)

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ

۶۷ : ۱ = تَبٰرَکَ : ماضی واحد مذکر غائب تَبٰرُکٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ بہت برکت والا ہے، وہ بڑی برکت والا ہے، مخاطب کا تَبَارَکْتَ بھی آتا ہے صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اسے اسم فعل بتاتے ہیں۔

البرکۃ کے معنی کسی شے میں خیر الٰہی ثابت ہونا کے ہیں۔ آیت ہذا میں تنبیہ کی ہے کہ وہ تمام خیرات جن کو لفظ تبارک کے تحت ذکر کیا ہے ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے

اَلَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ الملک مبتدا، بِیَدِہٖ خبر، دونوں مل کر موصول کا صلہ اور یہ سارا جملہ مل کر فاعل ہے تَبٰرَکَ کا۔

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (دارین کی) بادشاہت ہے۔

= وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف صلہ بِیَدِہِ الْمُلْکُ پر ہے۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط :

نِ ۔ نون قطنی، جس حرف پر تنوین (یعنی دو زبر یا دو زیر یا دو پیش) ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نون مکسور سے بدل کر پڑھیں گے۔ قرآن مجید میں ایسے کئی مقامات پر چھوٹا سا نون بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اس نون کو نونِ قطنی کہتے ہیں۔

الذی اسم موصول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اس کا صلہ، صلہ موصول مل کر خبر مبتدا محذوف کی

ای ھوالذی ....

لِيَبْلُوَكُمْ: لام تعلیل کا۔ يَبْلُوَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام، واحد مذکر غائب بَلَاءٌ (باب نصر) مصدر تاکہ وہ آزمائش کرے۔ تاکہ وہ چھانٹ چھانٹ کر الگ الگ کر دے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (مفعول اول) اَيُّ استفہامیہ، مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ، بہت اچھا۔ عَمَلًا تمیز (از روئے عمل) اَحْسَنُ عَمَلًا خبر مبتدا کی۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ جملہ مفعول دوم ہے فعل يَبْلُوَ کا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ: واؤ عاطفہ هُوَ مبتدا۔ اَلْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ: معطوف علیہ ومعطوف مل کر خبر مبتدا کی۔ اور وہ بڑا زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

۶۷: ۳ == اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ یہ جملہ یا تو هُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے یا اَلْغَفُوْرُ (آیت سابقہ) کی خبر ہے۔

طِبَاقًا کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کی صفت ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اس لئے جمع کی صفت واقع ہو سکتی ہے۔

طِبَاقًا۔ طبق بر طبق، تہ بر تہ۔ یعنی بے ہنگم اور بکھری ہوئی صورت میں نہیں بلکہ ایسی عمدگی سے ترتیب دیئے گئے کہ ایک دوسرے کے اوپر منطبق نظر آتے ہیں۔

مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ، تَفٰوُتٍ بروزن (تفاعل) مصدر ہے بمعنی بے ضابطگی، فرق، فَوْتٌ سے مشتق ہے اختلافِ اوصاف کے معنی دیتا ہے گویا ایک کا وصف دوسرے سے فوت ہوگیا یا دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کا وصف جاتا رہا۔

اگر مَا نافیہ ہے تو ترجمہ ہوگا:۔

تو رحمان کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق نہیں پائے گا۔

اور اگر مَا استفہام انکاری ہے تو ترجمہ ہوگا:۔

کیا تو نے رحمن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق دیکھا۔؟

پورا جملہ۔ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ حال ہے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کا؛

مِنْ تَفٰوُتٍ مَا نافیہ کی صورت میں مِنْ زائدہ ہے یا تبعیضیہ ہے۔
مِنْ حرف جار ہے مختلف معانی کے لئے مستعمل ہے۔

۱:۔ ابتدائیہ بمعنی سے۔ اس معنی کے لئے مِنْ کا استعمال بکثرت ہے مثلاً اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ (۳۰:۲۷) یا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۷: ۱) وغیرہ۔

۲:۔ تبعیضیہ۔ جیسے مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (۲: ۲۵۳) وغیرہ

۳:۔ بیانِ جنس کے لئے۔ یہ اکثر مَا یا مَهْمَا کے بعد آتا ہے۔ جیسے مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ (۳۵:۲) اور مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ (۱۳۲:۷) اور کبھی مَا و مَهْمَا کے بغیر بھی آتا ہے جیسے يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ۔ (۱۸: ۳۱)

۴:۔ تعلیلیہ۔ یعنی حکم کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے جیسے مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا (۷۱: ۲۵)

۵:۔ بدلیہ۔ بمعنی بجائے۔ بمقابل۔ جیسے اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ: ای بدل الاٰخرۃ۔

۶:۔ تجاوز کے لئے۔ عَنْ کا مرادف، جیسے فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۳۹: ۲۲) یعنی اللہ کی یاد کو چھوڑ کر جن کے دل سخت پڑ گئے ہیں۔

۷:۔ باء کا مرادف" جیسے يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ۔ (۴۲: ۴۵)

۸:۔ فِیْ کا مرادف جیسے اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ (۹:۶۲) جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے۔

۹:۔ عِنْدَ کا مرادف۔ جیسے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ (۵۸: ۱۷) یہ قول ابو عبیدہ کا ہے عام علماء کے نزدیک اس جگہ مِنْ بدلیہ ہے۔

۱۰:۔ عَلٰی کا مرادف: جیسے وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ (۲۱: ۷۷) یعنی عَلَى الْقَوْمِ

۱۱:۔ مِنْ فارقہ۔ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنے کے لئے۔ یہ مِنْ دو متضاد چیزوں میں سے اول پر نہیں دوسری پر آتا ہے۔ جیسے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (۲: ۲۲۰) یہ قول ابن مالک کا ہے

۱۲:۔ زائدہ۔ عموم کا معنی پیدا کرنے کے لئے جیسے مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (۶۷: ۳)

۱۳۔ رُبَما کا مترادف : یہ قول صرف سیرافی اور ابن خروف، اور ابن طاہر کا ہے، قرآن مجید میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

۱۴:۔ غایت کے لئے: جیسے رَاَیتُہٗ مِنْ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ: میں نے اس کو اس جگہ تک دیکھا۔ اس مثال میں مِنْ بمعنی اِلیٰ ہے :

فَارْجِعِ الْبَصَرَ : یہ شرط محذوف کی جزاء ہے یعنی اگر تمہارا خیال ہو کہ بار بار دیکھنے سے آسمانوں کی تخلیق میں کچھ عدم تناسب دکھائی دے گا تو پھر دیکھ لو۔ (تفسیر مظہری)

فَ جواب شرط کے لئے ہے اِرْجِعْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ رُجُوْعٌ (باب نصر) مصدر تو لوٹا۔ پھر (نگاہ) لوٹا کر دیکھ لو۔

هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ هَلْ استفہام تقریری ہے۔ مِنْ زائدہ ہے یا تبعیضیہ ہے فُطُوْرٍ۔ اسم فعل، رخنہ، عیب، شگاف، اَلْفَطْرُ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ کے اصل معنی کسی چیز کو (پہلی مرتبہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اَفْطَرَ هُوَ فُطُوْرًا۔ روزہ افطار کرنا۔ اِنْفِطَارٌ پھٹ جانا۔ آیت ہذا میں فطور بمعنی شگاف یا خلل ہے۔ بھلا تجھ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ۔ اس جملہ کا عطف فَارْجِعْ پر ہے اور تثنیہ (یعنی لفظ کَرَّتَیْن جو کَرَّةٌ کا تثنیہ ہے) تکثیر کے لئے ہے۔ صرف دو دفعہ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ بار بار دیکھنا مراد ہے پھر بار بار نگاہ ڈالو۔

= یَنْقَلِبْ : مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر۔ وہ (نگاہ تیری طرف) لوٹے گی

خَاسِئًا : خَسْأٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، بمعنی درماندہ، ذلیل و خوار، تھک کر رہ جانے والا۔ دھتکارا ہوا۔ عربی میں ہے خَسَأْتُ الْكَلْبَ فَخَسَأَ میں نے کتے کو دھتکارا پس وہ دور ہو گیا۔

کسی کو دھتکارنے کے لئے عربی میں اِخْسَأْ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (۲۳:۱۰۸) اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو، اسی سے خَسَأَ الْبَصَرُ کا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں نظر درماندہ ہو کر منقبض ہو گئی۔ (خ س ء۔ حروف مادہ)

خَاسِئًا حال ہے یَنْقَلِبْ کے فاعل اَلْبَصَرُ سے :

= وَهُوَ حَسِيْرٌ۔ یہ جملہ بھی اَلْبَصَرُ کا دوسرا حال ہے حَسِيْرٌ تھکا ہوا۔ درماندہ،

حَسِيْرٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی ہیں تھکنا، عاجز ہونا۔ بروزن (فعیل)، صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فَاعِلٌ بھی ہوسکتا ہے یعنی تھکنے والا۔ عاجز۔ اور بمعنی مفعول بھی یعنی تھکا ہوا اور درماندہ۔

۶۷: ۵ = وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ: واؤ عاطفہ لَقَدْ میں لام تاکید کا اور قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے زینت دی۔ ہم نے سنوارا۔ ہم نے آراستہ کیا۔ السَّمَآءَ موصوف الدُّنْيَا صفت، موصوف وصفت مل کر زَيَّنَّا کا مفعول الدُّنْيَا۔ دَانِيَةٌ اور دَنِيَّةٌ کا اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور نزدیک کے ہیں اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے معنی ہیں۔ اس کی جمع دُنًى ہے جیسے کُبْرٰی کی جمع کُبَرٌ اور صُغْرٰی کی جمع صُغَرٌ ہے۔ جب دنیا کا استعمال آخرت کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے ہوتے ہیں اور جب قُصْوٰی کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب کے ہوتے ہیں۔

اَلسَّمَآءَ الدُّنْيَا نیچے والا آسمان جو دوسرے آسمانوں سے زمین کے سب سے زیادہ قریب ہے بِمَصَابِيْحَ۔ ب حرف جر مصابیح جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے جیسے مَسَاجِدُ۔ مَصَابِيْحُ بمعنی چراغ۔ جمع ستاروں کو چراغ اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چراغوں کی طرح روشن وتاباں ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔
اور ہم نے قریب کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے روشن و آراستہ کر رکھا ہے

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ جملہ معطوف ہے جَعَلْنَا کا عطف زَيَّنَّا پر ہے۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع مَصَابِيْحَ ہے جَعَلْنَا کا مفعول اوّل ہے اور رُجُوْمًا مفعول ثانی ہے۔ رُجُوْمًا آلات سنگ باری رَجْمٌ کی جمع ہے رَجْمٌ اصل میں مصدر ہے اور جس چیز کے لئے سنگسار کیا جائے اس کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

فَائِدَہ:۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننا چاہتے ہیں تو ان کے مارنے کے لئے ستاروں کو ہم نے آتشیں پتھر بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطانوں پر پتھروں کی طرح برستے ہیں بلکہ ان سے مجسم شعلے پھوٹ کر

شیطانوں پر برستے ہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۔ اَعْتَدْنَا کا عطف زَيَّنَّا پر ہے لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الشیاطین ہے۔ عَذَابَ السَّعِيْرِ مضاف الیہ مل کر اَعْتَدْنَا کا مفعول ہے۔

السَّعِيْر۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ، سَعْرٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی آگ بھڑکانا۔ سے بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ

مطلب یہ کہ وہ شیاطین جو ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو شہاب ثاقب کی شکل میں ستاروں سے سنگباری ہوتی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۶:۶۷ = وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ۔ عَذَابُ جَهَنَّمَ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ للذین کفروا بربھم خبر مقدم۔ جھنم غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ: جملہ حالیہ ہے یا جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے نیز ملاحظہ ہو (۶۶:۹)

۶۷:۷ ـــ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا۔ اِذَا ظرف زمان ہے (شرطیہ) جب، جس وقت،

اُلْقُوْا ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈالنا۔ فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی جب کافروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا: جواب شرط۔ لَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے لَهَا حال ہے شَهِيْقًا سے جو سَمِعُوْا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ شَهِيْقًا نکرہ تھا اس لئے حال کو اس سے پہلے مقدم کر دیا۔ (تفسیر المظہری)

شَهِيْقٌ گدھے کی آواز۔ یعنی گدھے جیسی آواز جہنم کی آگ سے نکلتی ہوئی سنیں گے یہ آگ کی آواز ہوگی یا ان لوگوں کی جو ان داخل ہونے والوں سے پہلے جہنم میں جا چکے ہوں گے یا خود ان کی ہوگی۔ (المظہری)

وَهِيَ تَفُوْرُ: یہ جملہ لَهَا کی ضمیر سے حال ہے یا فِيْهَا کی ضمیر سے حال ہے هِيَ ای جہنم۔ تَفُوْرُ: مضارع واحد مؤنث غائب۔ فَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی اچھلنا۔ جوش مارنا۔ فَوْرٌ کا استعمال آگ کے، ہنڈیا کے اور غصہ کے جوش مارنے اور ابلنے کے لئے ہوتا ہے۔

۶۷: ۸ = تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ، مِنَ الْغَيْظِ کا تعلق تَمَيَّزُ سے ہے اور پورے جملے میں تَفُوْرُ کے فاعل (یعنی جہنم) کی حالت بیان کی ہے ۔
تَكَادُ مضارع واحد مؤنث غائب تَمَيَّزٌ (تفعّل) مصدر اصل میں تَتَمَيَّزُ تھا۔ ایک ت حذف ہوگئی ۔ ایک دوسرے سے جدا ہونا۔ پھٹ جانا۔ (قریب ہے کہ) پھٹ جائے
صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں :۔
اثبات ان للنار حسًا و ادراکًا و ارادةً والقران اثبت للنار انها تغتاظ و تبصر و تتکلم و تطلب المزید کما قال ھُهُنا۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ۔ وقال : اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔
(۲۵: ۱۲) جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو (غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اس کے جوشِ (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے ۔
وقال : يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ :
(۵۰ : ۳۰) اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے ؟ وہ کہیگی کچھ اور بھی ہے ۔
غَيْظ کے معنی سخت غصہ کے ہیں ۔ یعنی وہ حرارت جو انسان اپنے دل کے دورانِ خون کے تیز ہونے پر محسوس کرتا ہے۔
اگر غیظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے انتقام لینا مراد ہوتا ہے جیسے فرمایا وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ٥ (۲۶: ۵۵) اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں ۔ یعنی وہ اپنی مخالفانہ حرکتوں سے ہمیں انتقام پر آمادہ کر رہے ہیں ۔
اور تغیظ کے معنی اظہار غصہ کے ہیں ، جو کبھی ایسی آواز کے ساتھ ہوتا ہے جو سنائی دے ۔ جیسا کہ آیۃ ہذا زیر مطالعہ۔
ترجمہ ہو گا :۔
تو وہ اس کے جوشِ غضب اور اس کے چیخنے اور چلانے کو سنیں گے ۔
= كُلَّمَا : یہ لفظ مرکب ہے كُلَّ اور مَا سے ۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ كُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے ۔ اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے ۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے آیت ہذا وغیرہ ۔ جب ، جب بھی ۔
اُلْقِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ڈالنا۔ اُلْقِيَ وہ

ڈالا گیا۔

فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم (آیت ۶) کے لئے ہے۔

= فَوْجٌ : گروہ، لشکر، فوج۔ مراد یہاں کفار کی جماعت ہے۔

سَاَلَھُمْ خَزَنَتُھَا۔ سَاَلَ کا فاعل خَزَنَۃٌ ہے جو خازِنٌ کی جمع ہے بمعنی داروغہ، نگہبان۔ چوکیدار، خزانچی، یہ مضاف ہے ھَا مضاف الیہ، اس کا مرجع بھی جہنم ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فَوْجٌ کے لئے ہے۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ : استفہام تقریری ہے۔ لَمْ یَاْتِ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔؟

نَذِیْرٌ، بمعنی جمع ہے جیسا کہ اگلا جملہ اِنْ اَنْتُمْ .... سے ظاہر ہے یا یہ مصدر ہے اور مضاف الیہ ہے۔ جس کا مضاف محذوف ہے ای اَھْلُ اِنْذَارٍ (ڈرانے والے)

مطلب یہ کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے (یعنی پیغمبر)

۶۷ : ۹ — قَالُوْا۔ ماضی بمعنی مستقبل۔ یعنی وہ لوگ جن سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول نہیں آئے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔

بَلٰی۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس میں امالہ ہوتا ہے،

بلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے:

۱:۔ ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ۔ (۶۴ : ۷) کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

۲:۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو۔ جیسے الیس زید بقائم (کیا زید کھڑا نہیں ہے؟) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔

یا استفہام توبیخی، جیسے ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلٰی قادرین علٰی ان نسوی بنانہ (۷۵ : ۳، ۴) انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

یا استفہام تقریری ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا (۷ : ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں۔

قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ : یہ جملہ بَلٰی کے مفہوم کی تاکید کے لئے ہے
فَكَذَّبْنَا : فَ بمعنی لیکن ۔ لیکن ہم نے نذیر کو جھٹلایا۔ جھوٹا قرار دیا۔
وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اور ہم نے کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ یعنی (اے ڈرانے والو!) نہ ہی تمہیں اللہ نے بھیجا ۔ اور نہ ہی کوئی چیز نازل کی۔ (اس سے انہوں نے اللہ کے رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتب سے انکار کر دیا)
اِنْ اَنْتُمْ : میں ان نافیہ ہے۔ تم لوگ خود ہی گمراہی صریح میں پڑے ہوئے ہو۔
۶۷ : ۱۰ = وَقَالُوْا : اس کا عطف گذشتہ قَالُوْا پر ہے اور یہ کلام کفار کا دوزخ پر مامور فرشتوں سے ہے۔
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ ۔ لَوْ شرطیہ ، جملہ شرطیہ ہے مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ : جواب شرط
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ مضاف ۔ مضاف الیہ ۔ اہل دوزخ ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۷ : ۵ متذکرۃ الصدر)
اگر ہم خدا کے عذاب سے ڈرانیوالے پیغمبروں کی بات گوش ہوش سے سن لیتے اور عقل سے کام لیتے ہوئے اس پر عمل کرتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔
۶۷ : ۱۱ = فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ : قَالُوْا پر عطف تفسیری ہے یعنی انہوں نے اپنے جرم کا ایسے وقت اعتراف کیا جب اعتراف غیر مفید تھا۔ اعتراف (افتعال) کا معنی ہے پہچاننے کے بعد اقرار کرنا۔ اور (ذنب) گناہ سے مراد ہے کفر۔ ذَنْبٌ چونکہ اصلاً مصدر ہے اور مصادر میں باعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اس لئے ذنب کو بصورت جمع ذکر نہیں کیا۔
فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۔ سُحْقًا مفعول مطلق ہے اور مصدر ہے اس کا فعل محذوف ہے
ای فَاَسْحَقَهُمُ اللّٰهُ سُحْقًا : اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ یہ جملہ بددعائیہ معترضہ ہے (تفسیر المظہری)۔
سُحْقٌ (باب سمع) مصدر ، دور کرنا ۔ دفع کرنا۔ سُحْقٌ سے سحیق بروزن فعیل بمعنی فاعل بمعنی دور ، بعید ۔ ۲۲ : ۳۱ میں مستعمل ہے ۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین موصول ۔ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ صلہ ۔ بالغیب متعلق یخشون ۔ مغفرۃ مبتدا ۔ وَاَجْرٌ كَبِيْرٌ معطوف اس کا عطف مغفرۃ پر ہے لَهُمْ خبر مقدم ہے اِنَّ کی ۔ اور موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ
يَخْشَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر ۔ بمعنی ڈرنا ۔ وہ ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے يَخْشَوْنَ کا ۔

بِالْغَیْبِ : ڈرتے ہیں اس عذاب سے جو ابھی تک ان پر نہیں آیا یا ظاہر نہیں ہوا۔ یا تنہائی میں ڈرتے ہیں، یا اللہ کو دیکھے بغیر اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

اَجْرٌ کَبِیْرٌ ۔ موصوف وصفت ۔ بڑا ثواب، جس کے مقابلہ میں ہر لذت ہیچ ہو۔

۶۷ : ۱۳ = وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۔ کلام مستانفہ ہے اَسِرُّوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم چھپاؤ، تم چھپا کر کہو۔

اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۔ اَوْ بمعنی یا ۔ اِجْهَرُوْا فعل امر حاضر۔ جمع مذکر۔ جَهْرٌ (باب فتح) مصدر۔ تم زور سے کہو۔ تم کھلم کھلا کہو، تم بلند آواز سے کہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَیَعْلَمُ مَا تَکْتُمُوْنَ ۔ (۲۱ : ۱۱۰) جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے۔

اَسِرُّوْا اَوِ اجْهَرُوْا ۔ دونوں امر کے صیغے ہیں لیکن امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارا چپکے چپکے باتیں کرنا اور بلند آواز سے بولنا دونوں علم الٰہی میں برابر ہیں۔

پہلے کفار کا ذکر غائبانہ تھا اب اس آیت میں تہدید کے طور پر غائب سے حاضر کی طرف کلام کو موڑ کر روئے خطاب کافروں کی طرف کر دیا گیا ہے

= اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ بے شک وہ دلوں کی بات بھی (خوب) جانتا ہے یعنی زبان پر لانے سے پہلے ہی وہ ان باتوں کو جانتا ہے نہ اس کو بلند آواز سے بولنے کی ضرورت ہے نہ آہستہ آہستہ کہنے کی۔ یہ مساواتِ (سابقہ) یعنی بلند آواز یا آہستہ بولنے کا اس کے نزدیک برابر ہونا اس کی یہ علت ہے کہ وہ تو بولنے سے قبل ہی اس بات کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے بلند آواز سے بولنا یا آہستہ بولنا سب اس کے نزدیک برابر ہے۔

۶۷ : ۱۴ = اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ یہ استفہام انکاری ہے۔ اَلَا خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن رکھو، ذہن نشین کر لو۔

یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱ :۔ یَعْلَمُ فعل با فاعل مَنْ خَلَقَ موصول اور صلہ مل کر یَعْلَمُ کا مفعول۔ ترجمہ ہوگا:۔ اللہ جانتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَا حرف تنبیہ ہے۔

۲ ۔ مَنْ خَلَقَ فاعل ہے یَعْلَمُ فعل ۔ مفعول محذوف ، ای من خلق یعلم ما خلق جس نے پیدا کیا وہ جانتا ہے اس نے کیا پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَا حرف استفہام ہے بہر حال کلام سابق کی یہ تاکید ہے۔

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ: یہ جملہ خَلَقَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز تک رسائی رکھتا ہے۔ خواہ وہ چیز ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

لَطِيفٌ صیغہ صفت مشبہ حالت رفع۔ باریک بین۔ دقیقہ رس۔ امور دقیقہ کو جاننے والا۔ دقتِ نظر اور حسن تدبیر سے کام لینے والا۔ بندوں پر مہربان۔ نیکیوں کی توفیق دینے والا

کسی جسم کے لطیف ہونے کے معنی ہیں نازک ہونا۔ باریک ہونا۔

کسی بات کے لطیف ہونے کے معنی ہیں باریک ہونا دقیق ہونا۔

کسی حرکت کے لطیف ہونے کے معنی ہیں سبک ہونا۔ ہلکا ہونا۔ لُطْفٌ نرمی، لطف الٰہی اس کی رحمت۔

خَبِيرٌ، خبردار۔ دانا۔ خبیر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہی مستعمل ہے۔

۶۷: ۱۵ = هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا: الارض مفعول اول۔ فعل جعل کا ذَلُولًا مفعول ثانی، لَكُمْ متعلق فعل۔

ذَلُولًا صیغہ صفت مشبہ، ذُلُلٌ جمع: ذُلٌّ و ذِلٌّ مصدر۔ پست، نرم، ہموار مطیع۔ یعنی اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکو،

جَعَلَ بسیط ایک مفعول چاہتا ہے اس وقت بمعنی خلق ہو گا، جعل مرکب دو مفعول کو چاہتا ہے اس وقت بمعنی صَيَّرَ ہو گا۔ پہلی صورت میں ذَلُولًا حال ہو گا الارض سے۔

فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا۔ فَ ترتیب کے لئے ہے ای لترتیب الامر بالمشی۔

اِمْشُوا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، مَشْيٌ باب ضرب مصدر، بمعنی چلنا۔ تم چلو پھرو۔

مَنَاكِبِهَا۔ مضاف مضاف الیہ، نکب مادہ سے منکب بمعنی کندھا۔ (جمع مناکب بمعنی کندھے) استعارہ کے طور پر زمین کے راستوں پر بولا جاتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں۔

اور یہ زمین کے لئے بطور استعارہ ایسے ہی استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت کریمہ مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ (۳۵: ۴۵) تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ میں ظہر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حسن، مجاہد، کلبی، مقاتل کا قول ہے:۔

مناکب الارض سے مراد زمین کے راستے، گھاٹیاں، کنارے، اطراف ہیں۔ کس لئے کہ انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے، جوانب ہیں۔ اس مناسبت سے زمین

کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ واؤ عاطفہ، كُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر۔ کھاؤ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رِزْقِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی دی ہوئی روزی سے

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :۔

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ای اُطْلُبُوْا: یعنی خدا داد نعمت کی طلب کرو، کھانے سے مراد طلب کرنا۔ اور رزق سے مراد ہے نعمت خداوندی۔

وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ: جملہ مستانفہ ہے، اِلَيْهِ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ النُّشُوْرُ (باب نصر) مصدر ہے، بمعنی جی اٹھنا۔ یعنی جزاء وسزا کے لئے دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا۔ مطلب ہے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ ہوکر قبروں سے اُٹھ کر اسی ہی کی طرف جانا ہے۔

۶۷:۱۶ = ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے استفہام انکاری ہے، یعنی نڈر نہ ہونا چاہئے۔ اَمِنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اَمْنٌ (باب سمع) مصدر۔ تم امن میں ہوئے تم مطمئن ہوگئے۔ تم نڈر ہو گئے۔

مَنْ اسم موصول۔ فِی السَّمَآءِ۔ صلہ۔ مَنْ محل نصب میں ہے بوجہ اَمِنْتُمْ کے مفعول ہونے کے، کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے۔

اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ: اَنْ مصدریہ۔ يَخْسِفَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ خَسْفٌ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دھنسنا۔ دھنسا دینا۔ کہ وہ تم کو دھنسا دے۔ خَسْفٌ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی، بمعنی دھنسنا یا دھنسانا۔ خَسْفٌ سے بطور استعارہ۔ ذلت بھی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً تَحَمَّلَ زَيْدٌ خَسْفًا: زید نے ذلت برداشت کی خُسُوْفٌ (چاند گرہن) بھی اسی مادہ خَسْفٌ سے مشتق ہے۔

فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ۔ اِذَا مفاجات (ناگہاں، اچانک) کے لئے ہے۔ اور تَمُوْرُ کا معنیٰ ہے ہلنے لگے۔ زمین میں زلزلہ آجائے۔ یعنی اچانک زمین میں لرزہ پیدا ہوجائے (اور اللہ کافروں کو زمین کے اندر دھنسا دے۔ (تفسیر مظہری)

(اور) کیا تم اس بات سے امن میں ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور یکایک تمہارے دھنسانے کے لئے زمین ہلنے اور لرزنے لگے، جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں۔ ((تفسیر حقانی))

صاحب روح المعانی اور علامہ عبداللہ یوسف علی نے اِذَا کو مفاجات کی بجائے ظرفیت کے لئے بمعنی جب، جس وقت، لیا ہے۔ اور اس صورت میں اَنْ یَّخْسِفَ...... تَمُوْرُ کا ترجمہ ہوگا کہ وہ تم کو زمین میں دھنسادے جب کہ وہ زلزلے کی صورت میں پھٹی پڑتی ہو۔

تَمُوْرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مَوْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھرنا، تیز چلنا۔ وہ لرزتی ہے وہ پھرتی ہے، وہ جنبش کرتی ہے، وہ پھٹتی ہے۔

٦٧: ١٧ = اَمْ اَمِنْتُمْ میں اَمْ بمعنی ھَلْ (استفہامیہ) ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی نہیں ہونا چاہئے۔

اَمِنْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر اَمْنٌ (باب سمع) مصدر (ملاحظہ ہو ٦٧: ١٦ متذکرۃ الصدر)

= یُّرْسِلَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (افعال) مصدر وہ بھیجے، وہ بھیج دے۔

= حَاصِبًا: (منصوب بوجہ مفعول فعل یُرْسِلَ کا) حَصَبٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ کنکریاں اڑانے والی تیز ہوا۔ بادسنگ بار، سخت آندھی، حَصْبَاءُ کنکریاں۔ حَصَبٌ کنکر۔ ایندھن۔ جیسے اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (٢١: ٩٨) تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے

= فَسَتَعْلَمُوْنَ فَ عاطفہ سَ مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اس کا عطف کلام سابق کے مضمون پر ہے یعنی میں تم کو ڈراتا ہوں اور جب تم خود عذاب کو دیکھ لوگے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

کَیْفَ نَذِیْرِ: کیف حرف استفہام ہے بمعنی کیسا، کس طرح، کیونکر۔

نَذِیْرٌ اصل میں نَذِیْرِیْ تھا۔ مضاف مضاف الیہ ی ضمیر واحد متکلم ساقط ہوگئی۔ کسرہ ی کے حذف ہوجانے کی دلیل ہے۔ میرا ڈرانا۔ نَذِیْرِ یہاں لطور مصدر مستعمل ہے بمعنی اِنْذَارٌ

٦٧: ١٨ = وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ: قَبْلِهِمْ میں ھِمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ پہلا کلام خطابی ہے اور اب یہ کلام بصورتِ غائب، یہ التفات ضمائر کفار مکہ کی مسلسل روگردانی کے پیش نظر نفرت اور ناگواری کے اظہار کے لئے اختیار کیا گیا ہے،

والالتفات الی الغیبۃ لابراز الاعراض عنہم (روح المعانی)

اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ سے مراد وہ قومیں ہیں جو کفار مکہ سے قبل ہو گذریں اور جنہوں نے

پیغمبروں کو جھٹلایا، مثلاً قومِ نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ سے قبل جملہ مقدرہ ہے " تم خود دیکھ لو" ، میرا انکار کیسا تھا" اس کی ترکیب نحوی مثل کیف کان نذیر ہے۔
لغات القرآن میں جمل، روح المعانی کے حوالہ سے نکیر کی تشریح یوں تحریر ہے۔
نکیر، مصدر بمعنی انکار اصل میں نکیری تھا۔ انکار سے مراد ان آیات میں زبانی یا دلی انکار نہیں بلکہ ان کی حالت کو برعکس اور مخالف حالت سے بدل ڈالنا مراد ہے یعنی — تغییر الضد بالضد مثلاً زندگی کو موت سے آبادی کو ویرانی سے بدل ڈالنا۔ (جمل)
کسی سخت ہیبت ناک، دشوار مصیبت میں مبتلا کر دینا ہی اللہ کی طرف سے انکار کرنے کا معنی ہے (روح المعانی)
۶۷ : ۱۹ = اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ واؤ عاطفہ جس کا عطف کلام مقدرہ پر ہے ای اغفلوا ولم ینظروا...... کیا وہ بھول گئے اور اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا۔
طَيْرٌ طَائِرٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی صَحْبٌ جمع ہے۔ اور راکِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔
ابو عبیدہ اور مطرب کا بیان ہے کہ لفظ طیر واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جیسے آیت ہذا میں بمعنی جمع آیا ہے۔ اور آیت شریفہ فیکون طیرًا باذن اللہِ (۳:۴۹) تو وہ ہو جاوے اڑتا ہوا جانور، پرندہ اللہ کے حکم سے۔ میں طیر کا اطلاق واحد پر ہوا ہے۔
ابن الانباری نے کہا ہے کہ طیر جمع ہی ہے اور اس کی تانیث بہ نسبت تذکیر کے زیادہ مستعمل ہے اور واحد کے لئے طیر نہیں بلکہ طائر ہے
فَوْقَهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کے اوپر۔
صٰٓفّٰتٍ۔ پر باندھے، صف بستہ، پر کھولے ہوئے صَفٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مونث۔ صَافَّةٌ کی جمع ہے۔
= وَيَقْبِضْنَ واؤ عاطفہ يَقْبِضْنَ مضارع جمع مونث غائب، قَبْضٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ (پر) سمیٹتے ہیں۔ اس کا عطف صٰٓفّٰتٍ پر ہے۔
ہر دو صٰٓفّٰتٍ و يَقْبِضْنَ : حال ہیں الطَّيْر سے۔
ترجمہ ہوگا:۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا بحالیکہ وہ (اڑنے میں) پروں کو

کھولتے اور بند کرتے ہیں۔

مَا یُمْسِکُھُنَّ۔ مَا نافیہ، یُمْسِکُھُنَّ مضارع منفی واحد مذکر غائب ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، اِمْسَاکٌ (افعال) مصدر بمعنی ـــــ روکے رکھنا، تھامے رکھنا۔ ھُنَّ کا مرجع الطیر ہے۔ یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور یَقْبِضْنَ کے ضمیر فاعل سے حال بھی۔

مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ یعنی فضا میں پرندوں کو ان کی فطرت کے خلاف (کہ بھاری چیز ہمیشہ فضا میں زمین کی طرف گرتی ہے) صرف رحمٰن ہی روکے رکھتا ہے۔

اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ: یعنی وہ صرف پرندوں کو ہی ہوا میں اڑنے میں ان کی نگہبانی نہیں کرتا بلکہ کائنات میں ہر عجیب وغریب مخلوق کی تخلیق اور تدبیر سے واقف ہے۔

۶۷ : ۲۰ = اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ : اَمَّنْ مبتدا، ھٰذَا اس کی خبر، اَلَّذِیْ ھُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ ھٰذَا سے بدل۔ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ صفت ہے جُنْدٌ کی۔ مشارٌ الیہ، جُنْدٌ سے مراد غیر اللہ کی مدد ہے۔

(مدارک التنزیل)

اَمَّنْ: اَمْ بمعنی کیا، خواہ، بھلا، مَنْ استفہامیہ سے مرکب ہے، استفہام انکاری ہے جُنْدٌ فوج، واحد، جُنُوْدٌ جمع۔ مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ خدا کو چھوڑکر، خدا کے سوا، خدا سے ورے، خدا کے مقابلہ میں۔

ترجمہ از شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ،،

بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری، مدد کرے گی تمہاری، رحمان کے سوا۔
مطلب یہ کہ تمہارا کوئی لشکر یا فوج نہیں کہ رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے۔

اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ: اِنْ نافیہ ہے۔ غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی فریب، فریب دینا۔ کچھ نہیں کافر لوگ مگر محض دھوکہ میں پڑے ہوتے ہیں۔

۶۷ : ۲۱ = اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ۔ اَمَّنْ مبتدا، ھٰذَا اس کی خبر، اَلَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ بدل ہے ھٰذَا سے۔

بھلا وہ کون ہے جو روزی دے گا تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے (یعنی روکے رکھے) اپنی روزی استفہام انکاری ہے، مراد یہ کہ اگر پروردگار اپنی روزی کو بندے سے روک دے، تو اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں جو بندے کو روزی دے سکے۔

اِنْ شرطیہ ہے، اَمْسَکَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِمْسَاکٌ (افعال) مصدر بمعنی روکے رکھنا۔ روکنا۔ اگر وہ روکے رکھے اپنے رزق کو،

بَلْ حرف اضراب ہے، پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کردیا گیا ہے یعنی کافرین نہ صرف شیطان کی طرف سے فریب و دھوکے میں ہیں بلکہ مزید برآں اس فریب خوردنی میں بڑھتے جاتے ہیں۔

لَجُّوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، لجاج ولجاجۃ (باب سمع وضرب) مصدر۔ بمعنی اڑے رہنا۔ لجاج کسی ممنوع فعل پر اڑے رہنے کو کہتے ہیں،،

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○

(۲۳: ۷۵) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کردیں تو بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے (پھریں)

= عُتُوٍّ: شرارت، سرکشی، نافرمانی، عَتَا يَعْتُوْا (باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی اطاعت سے اکڑنے، تکبر کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔

وَنُفُوْرٍ۔ واؤ عاطفہ اس کا عطف عُتُوٍّ پر ہے۔ نُفُوْرٌ (باب نصر وضرب سے مصدر ہے) بمعنی بھاگنا، دور ہونا۔ حق سے دور ہونا۔ (تباعد عن الحق) خازن

۶۷: ۲۲ = اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى: ہمزہ استفہامیہ ہے۔ فَ ترتیب کا ہے۔ مَنْ موصولہ مبتدا ہے يَمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ صلہ۔ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ ضمیر فاعل یمشی سے حال ہے۔

يَمْشِيْ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ، مَشْيٌ باب ضرب مصدر سے، وہ چلتا ہے۔

مُكِبًّا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، اِكْبَابٌ (افعال) مصدر سے، سرنگوں، اوندھا یعنی رستہ کی دشواری ونشیب وفراز کی وجہ سے چلتے چلتے ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے منہ کے بل:

اَهْدٰى، هِدَايَةٌ سے (باب ضرب) مصدر سے، افعل التفضیل کا صیغہ، بمعنی زیادہ ہدایت یافتہ، یہ مبتدا کی خبر ہے۔

اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تعلیل نحوی تقریبًا وہی ہے جو جملہ سابقہ کی ہے۔ سَوِيًّا سیدھا۔ درست، صحیح، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ

کا صیغہ ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

سَوِیٌّ اس کو کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط وتفریط سے پاک ہو۔ محفوظ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

تَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا: (۱۹: ۱۰) تین رات تک بھلا چنگا۔ اور دوسری جگہ فرمایا:۔

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ (۲۰: ۱۳۵) کون ہیں سیدھی راہ والے۔ اور رَجُلٌ سَوِیٌّ وہ ہے جس کے اخلاق بھی اور خلقت بھی افراط وتفریط کے اعتبار سے معتدل ہوں،

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ: موصوف وصفت، سیدھا راستہ،

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

بھلا جو شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر پڑتا ہے وہ زیادہ سیدھے راستہ پر ہے (یا ہدایت یافتہ ہے) یا وہ جو سیدھے راستہ پر مسلسل چل رہا ہو۔ برابر چل رہا ہو۔

۶۷: ۲۳ = قُلْ هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ كُمْ: مذکورہ بالا دونوں آیات: اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ اور اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ یَرْزُقُكُمْ میں صراحت فرمائی تھی کہ کافروں کا کوئی حمایتی نہ ان کی مدد کرسکتا ہے اور نہ ان کو رزق دے سکتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نصرت اور رزق کون عطا کرتا ہے؟

اس سوال مقدرہ کے جواب میں فرمایا:۔

کہ تم کو نصرت اور رزق وہی عطا فرماتا ہے جس نے تم کو پیدا کیا تاکہ تم اس کو پہچانو اور اس کی عبادت کرو۔ (تفسیر مظہری)

اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْشَآءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو،

اَلسَّمْعَ کان، سننا، اَلْاَبْصَارَ (آنکھیں) بَصَرٌ کی جمع۔ اَلْاَفْئِدَةَ (دل) فُؤَادٌ کی جمع۔ اَلسَّمْعَ اصل میں مصدر ہے۔ اور مصدر کی جمع (اصل وضع کے اعتبار سے) نہیں آتی۔ اس لئے السمع کو بصورت مفرد ذکر کیا۔ لیکن البصر اور الفؤاد کی یہ حالت نہیں (یہ مصدر نہیں ہیں) اس لئے اَلْاَبصار، الافئدۃ کو بصورت جمع ذکر کیا۔

ہر سہ السمع، الابصار، الافئدۃ منصوب بوجہ مفعول جعل کے ہیں

قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قلیلًا صفت مشبہ بحالت نصب بوجہ مفعول۔ تھوڑا۔ قِلَّةٌ (باب ضرب)

مصدر۔ اگر یہاں مراد تھوڑا شکر لیا جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ اور اگر اس کا مطلب "کم وقت میں" لیا جائے تو یہ مفعول فیہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں موصوف محذوف ہوگا۔

مَا لفظاً زائدہ ہے اور معنی مفہوم قلت کی تاکید ہے۔

بہت ہی تھوڑے وقت میں شکر کرتے ہو، قلّتِ شکر سے مجازاً نفیِ شکر ہے۔ بالکل شکر نہیں کرتے، یا کسی وقت بھی شکر نہیں کرتے،

تَشْكُرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر شُكْرٌ (باب نصر) مصدر، تم شکر کرتے ہو۔

٦٧ : ٢٤ = قُلْ : امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کہہ۔ یہ لفظاً یہاں زائد ہے اور معنیً تاکید کے لئے مفید ہے۔

هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ : یہ جملہ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ سے بدل ہے

وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ : یہ جملہ ذَرَاَكُمْ کے فاعل (یعنی اللہ) سے حال ہے۔

ذَرَاَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ذَرْءٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تم کو پھیلایا۔

تُحْشَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔ تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ : واؤ عاطفہ، يَقُوْلُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب، وہ کہتے ہیں یعنی کافر عتوّ اور نفور کی بنا پر مسلمانوں سے سوال کرتے ہیں: پوچھتے ہیں حجت کے طور پر۔

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ : اَلْوَعْدُ سے مراد وعدۂ حشر ہے۔ یعنی کافر پوچھتے ہیں کہ وعدۂ حشر کب پورا ہوگا؟

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ : اِنْ شرطیہ ہے یہ جملہ شرطیہ ہے۔ جوابِ شرط محذوف ہے ای ان کنتم صدقین فیما تخبرونہ من مجیٔ الساعۃ والحشر فبینوا وقتہ۔

٦٧ : ٢٦ = قُلْ : (تو کہہ دے) یعنی جب کفار یہ سوال کریں تو آپ یہ جواب دیں۔

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ اِنَّمَا ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ سے مرکب ہے مَا کافہ حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے، بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔

اَلْعِلْمُ ای علم وقت الساعۃ قیامت کے وقوع کے وقت کا علم۔

یعنی قیامت کب اور کس وقت وقوع پذیر ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ مرکب توصیفی ہے، واضح طور پر ڈرانیوالا۔ خبردار کرنے والا۔

۶۷: ۲۷ = فَلَمَّا رَاَوْهُ۔ فَ ترتیب کا ہے۔ پھر، لَمَّا: یہاں بطور کلمہ ظرف مستعمل ہے اور شرط کے لئے آیا ہے۔ بمعنی جب،۔
رَاَوْهُ: ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الوعد (آیت ۲۵ میں مذکور ہے) الوعد سے مراد روز حشر، وقت وقوع حشر، حشر کے دن کا عذاب۔
زُلْفَةً: ای قریبا منھم، اپنے قریب ہی، اپنے پاس ہی، یہ رَاَوْهُ میں ہٗ ضمیر مفعول سے حال ہے
پھر جب وہ اسے اپنے قریب ہی پائیں گے یا دیکھیں گے۔
فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً جملہ شرط ہے۔
سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: جواب شرط۔ سِیْٓئَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب سَوْءٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی غمگین کرنا۔ بُرا سلوک کرنا۔ س و ء مادہ۔ اسی مادہ سے باب افعال سے اَسَاءَ یُسِیْءُ اِسَاءَةٌ خراب کرنا، بگاڑنا۔
وُجُوْهٌ مفعول مالم یسم فاعلہ، مضاف، الذین کفروا صلہ وموصول مل کر مضاف الیہ کافر لوگوں کے چہرے،،
سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ ای اَسَاءَ ھَا اللّٰہُ فتغیرت بالا سواد والکابۃ وَالْحُزْنِ (ایسر التفاسیر) اللہ تعالیٰ ان کے چہرے بگاڑ دے گا اور وہ حشر کے روز متواتر تاریکی میں ٹھوکریں کھانے اور افتاں وخیزاں چلنے سے بگڑ جائیں گے (افمن یمشی مکبا علیٰ وجھہٖ اھدٰی ...... کی طرف اشارہ ہے)
اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ صیغہ ماضی معروف میں کیا ہے۔ کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے
وَ قِیْلَ: ای وقیل لھم اور (ان کافروں سے) کہا جائے گا۔ قِیْلَ کا عطف سِیْٓئَتْ پر ہے
ھٰذَا کا اشارہ عذاب آخرت کی طرف ہے۔
كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ: کنتم تدّعون ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِدِّعَاءٌ افتعال مصدر۔ تم دعا کیا کرتے تھے، تم آرزو کیا کرتے تھے، تم مانگا کرتے تھے۔

۶۷: ۲۸ = قُلْ: ای قل یا محمد لمشرکی مکۃ الذین یتمنون ھلاکک ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ کے کافروں کو جو آپ کی موت کے متمنی ہیں کہہ دو۔
اَرَءَیْتُمْ: کیا تم نے دیکھا۔ یہ محاورہ بمعنی اَرُوْنِیْ (بھلا مجھے دکھاؤ تو) یا اَخْبِرُوْنِیْ

بھلا مجھے بتاؤ تو) استعمال ہوتا ہے۔

اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا۔ اِنْ حرف شرط ہے اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ جملہ شرطیہ ہے۔ وَمَنْ مَّعِيَ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرط ہے اَوْ حرف عطف رَحِمَنَا جملہ شرط جس کا عطف جملہ اول پر ہے۔

اَهْلَكَنِيْ۔ اَهْلَكَ ماضی واحد مذکر غائب اهلاك (افعال) مصدر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اگر وہ (یعنی اللہ) مجھے ہلاک کردے۔

وَمَنْ مَّعِيَ مَنْ موصولہ، مَعِيَ صلہ۔ اور ان کو جو میرے ساتھی ہیں (یعنی مومن)

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: جواب شرط۔ يُجِيْرُ مضارع واحد مذکر غائب اِجَارَةٌ (افعال) مصدر۔ کون پناہ دے گا جور مادہ۔ جارٌ پڑوسی، پناہ دینے یا لینے والا۔ جَوْرٌ ظلم۔ زیادتی۔

عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ موصوف صفت، دردناک عذاب،،۔

یعنی کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا۔ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ جواب شرط میں۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) هُوَ (یعنی اللہ) اَلرَّحْمٰنُ: یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ جس کے اختیار میں ہماری ہلاکت یا پناہ ہے وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

(هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع آیت مندرجہ بالا ان اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ... الخ میں اَللّٰهُ ہے اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں)۔

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں) یہ دونوں جمع الرَّحْمٰن کی صفت ہیں۔ یا هُوَ ضمیر شان ہے۔ اور اٰمنا بہٖ وعلیہ توکلنا خبر ہے الرحمٰن کی۔

ضمیر شان کا فائدہ یہ ہے کہ مخبر عَنْهُ (الرحمٰن) کی تعظیم اور بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا مبہم طریقہ سے ذکر کرکے پھر اس کی تشریح کی جائے۔

عَلَيْهِ کو توکلنا سے مقدم ذکر کرنا حصر پر دلالت کرتا ہے (اسی پر ہمارا بھروسہ ہے) حصر کا مفہوم هُوَ الرَّحْمٰنُ سے بھی مستفاد ہوتا ہے مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مفید حصر ہوتے ہیں۔ (وہی رحمٰن ہے) اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے گویا یہ جملہ سابق دونوں جملوں کی تاکید کررہا ہے۔ حقیقت میں اس آیت کا مفہوم نتیجہ ہے ان دلائل کا جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اور اسی پر مؤمنوں اور کافروں کے آئندہ حکم کی بنا ہے اسی لئے اگلے جملے میں فَ سببیت کی لائی گئی ہے

(تفسیر المظہری)

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ ف سببیت کی ہے (جیسا کہ ابھی اوپر گذرا) س مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ ترجمہ ہو گا:۔

پس تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

مَنْ استفہامیہ محل نصب میں ہے کیونکہ تَعْلَمُوْنَ کا مفعول ہے۔

۶۷ : ۳۰ — اَرَاَيْتُمْ: ملاحظہ ہو ۶۷ : ۲۸ متذکرۃ الصدر۔

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا۔ اِنْ شرطیہ جملہ شرطیہ ہے۔

اَصْبَحَ: ماضی واحد مذکر غائب افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اِصْبَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ ہو گیا۔

مَآؤُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا پانی، یعنی وہ پانی جو تمہارے استعمال کے لئے تمہیں مہیا کیا جاتا ہے۔ جیسے پینے کا پانی، فصلوں کی آبپاشی کے لئے مطلوبہ پانی۔

غَوْرًا: غَوْرٌ مصدر ہے بمعنی فاعل۔ غَوْر کے معنی ہیں پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ (باب نصر)

یہاں آیت ہذا میں غَوْرٌ (مصدر) بمعنی غَآئِرٌ زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی، جو ہاتھ یا ڈول وغیرہ کی دسترس سے باہر ہو گیا ہو۔

نشیبی جگہ یا گڑھا کو بھی غَوْرٌ کہتے ہیں۔

غَوْرًا بوجہ خبر اَصْبَحَ کے منصوب ہے۔

فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ: جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط کے لئے۔

مَنْ استفہامیہ انکاریہ۔ کون ؟ کوئی بھی نہیں۔

مَآءٍ مَّعِيْنٍ: موصوف و صفت، جاری پانی،

مَعِيْنٍ صیغہ صفت بروزن فعیلٌ بمعنی جاری (مَعْنٌ مصدر۔ جاری ہونا۔ جاری کرنا۔ گھاس کا سیراب ہونا۔

بعض کے نزدیک مَعِيْنٍ میں میم زائد ہے عین کا معنی ہے ظہور۔ وہ جاری پانی جس کو سامنے ہونے کی وجہ سے ہر کوئی دیکھ لے۔ کہیں جھاڑیوں اور جنگلوں میں چھپا ہوا نہ ہو معین کہلاتا ہے۔ بغوی رح نے اس کے معنی لکھے ہیں: بالکل سامنے، جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور

اور ہاتھوں اور ڈولوں سے اس کو لیا جا سکے۔

(اَللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(۶۸) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ (۵۲)

۶۸:۱ = نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ہ نٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔ وَالْقَلَمِ میں واؤ قسمیہ ہے الْقَلَمِ مقسم علیہ۔ قسم ہے قلم کی۔

وَمَا یَسْطُرُوْنَ: اس کا عطف القلم پر ہے مَا موصولہ یَسْطُرُوْنَ اس کا صلہ دونوں مل کر مقسم علیہ۔ اور قسم ہے (اس کی) جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

۶۸:۲ = مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ۔ جملہ جوابِ قسم ہے باء ثانیہ زائدہ ہے تاکید نفی کا فائدہ دیتی ہے۔ مَجْنُوْنٌ خبر ہے مَا کی۔ اور پہلی باء ملابست کے لئے ہے۔ اور جار مجرور خبر کی ضمیر سے موضع حال میں ہے۔ یعنی فضل خدا کی موجودگی میں آپ دیوانہ نہیں ہیں۔

نِعْمَتِ سے مراد نبوت، شرافت، کمال فہم و عقل، عظمت مرتبہ، علوم اور دوسرے مکارم ہیں۔ بغوی رح نے لکھا ہے کہ کافر کہتے تھے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ (۱۵:۶) اے وہ شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔ کافروں کے اس قول کے جواب میں آیت مذکورہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ..... الخ نازل ہوئی۔ چونکہ کفار کا انکار شدید اور قوی تھا ان کے قول کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کو قسم کے ساتھ مؤکد کیا اور خبر (مجنون) پر باء کو داخل کر کے نفی کو محکم کر دیا۔

وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ یہ آیت بھی جواب قسم میں ہے۔

لَاَجْرًا لام تاکید کے لئے ہے اَجْرًا میں تنوین عظمتِ اجر کو ظاہر کر رہی ہے۔

مَمْنُوْنٍ اسم مفعول واحد مذکر مَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ م ن ن حروف مادہ کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ یعنی اجر نہ کم ہوگا نہ منقطع اور ختم ہوگا۔ یعنی اے حبیب آپ نے نبوت

کے بارگراں کو جس خوبی سے اٹھایا ہے اور احکام رسالت کو جس تندہی وخوش اسلوبی سے لوگوں کے اذہان اور دلوں میں راسخ کر دیا ہے اس کا اجر آپ کو ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہیگا اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اور اگر مِنَّتْ (بھاری احسان سے مشتق ہے تو معنی ہو سکتے ہیں کہ:۔

آپ کے لئے وہ اجر مقدر ہے جس کے لئے آپ کسی کے منت کش احسان نہیں ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خاص اپنی جناب سے آپ کو اجر دے گا۔

۶۸ : ۴ == وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ اور بے شک آپ عظیم خلق کے مالک ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب قسم میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں کیونکہ آپ ایسی ایذارساں اور توہین آمیز باتیں برداشت کر لیتے ہیں جو کہ دوسرے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اللہ کے راستہ میں جو دکھ مجھے دیا گیا وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے یعنی دین اسلام ہے اس سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب مجھے کوئی مذہب نہیں ہے (تفسیر مظہری)

۶۸ : ۵ — فَسَتُبْصِرُ : فَ اور سَ کے لئے ملاحظہ ہو ۶۷ : ۲۹ متذکرۃ الصدر۔

تُبْصِرُ مضارع واحد مذکر حاضر اِبْصَارٌ (افعال) مصدر۔ عنقریب تو (بھی) دیکھ لیگا۔

وَ يُبْصِرُوْنَ اور وہ (یعنی کافر لوگ بھی) دیکھ لیں گے۔

اس آیت کا ربط اگلی آیت سے ہے۔

۶۸ : ۶ — بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ : اس میں بَ زائدہ ہے اور اَلْمَفْتُوْنُ، فُتُوْنٌ مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، فتنہ میں ڈالا ہوا۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ دیوانہ، فریفتہ، مصیبت زدہ، آزمایا ہوا۔ فَتَنَ يَفْتِنُ (باب ضرب) فُتُوْنٌ و فِتْنَۃٌ مصدر۔

اَيُّكُمْ اَيٌّ استفہامیہ، مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، تم میں سے کون؟

ترجمہ:۔ تم میں سے کون دیوانہ (مجنون) ہے۔

۶۸ : ۷ — اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔ هُوَ ضمیر فصل ہے ملاحظہ ہو گرامر عربی مؤلفہ ڈبلیورائٹ حصہ دوم۔

یعنی اللہ بخوبی واقف ہے کہ کون اس کے راستہ سے بہکا ہوا ہے (تفسیر مظہری)

اَعْلَمُ : عِلْمٌ سے (باب سمع) سے مصدر۔ افعل التفضیل کا صیغہ، بمعنی خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ جلالین میں ہے کہ اَعْلَمُ بمعنی عَالِمٌ ہے۔

مَنْ موصولہ ہے ضَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر وہ گمراہ ہوا۔ وہ بہکا۔ وہ راہ سے دور جا پڑا۔ سبیلہ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے راستہ سے ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ربّ ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے راہِ ہدایت پانے والوں کو،

مُهْتَدِيْنَ : اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت نصب، مھتدی کی جمع اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانے والے۔

۶۸ : ۸ = فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ف سببیہ ہے۔ یعنی جب یہ بات کھل گئی کہ آپ ہدایت پر ہیں اور آپ کو جھوٹا قرار دینے والے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تو اب ان کے کہنے پر نہ چلئے۔

لَا تُطِعْ : فعل نہی واحد مذکر حاضر، اطاعۃ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت مت کر۔ تو کہا مت مان۔

اَلْمُكَذِّبِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ تکذیب (تفعیل) مصدر سے، جھٹلانے والے۔

= وَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وَدٌّ و مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر۔ انہوں نے دل سے چاہا۔ انہوں نے تمنا کی، اسی سے الوُدُودُ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت محبت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

وَدُّوْا کا فاعل آیت سابقہ میں المکذبین ہے۔

لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۔ لَوْ حرف شرط۔ لَوْ تُدْهِنُ جملہ شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ فَيُدْهِنُوْنَ جملہ جواب شرط۔ شرط وجواب شرط مل کر وَدُّوْا کا مفعول ہے

تُدْهِنُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر بمعنی تَدْهِيْنٌ یعنی چکنا کرنے اور تیل ڈالنے کے ہیں۔ دُهْنٌ بمعنی تیل۔ مگر مراد اس سے مدارات، ملائمت اور سستی لی جاتی ہے۔

يُدْهِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر۔ تیل ڈالنا۔ مکھن لگانا، نرمی کرنا ڈھیل دینا۔

ترجمہ" یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر تم نرمی کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے :

۶۸ : ۱۰ == وَلَا تُطِعْ : واؤ عاطفہ لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر، اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنے میں نہ آ۔

كُلَّ : ہر۔ تمام، سب، مضاف

حَلَّافٍ۔ هَمَّازٍ۔ مَشَّاءٍ۔ مَنَّاعٍ، مُعْتَدٍ۔ اَثِيْمٍ، عُتُلٍّ۔ زَنِيْمٍ۔ مضاف الیہ، یعنی ان صفات کے مالک سب لوگ، یہ تمام لَا تُطِعْ کے مفعول ہیں یعنی ان تمام لوگوں کی اطاعت نہ کر، ان کے کہنے میں نہ آ۔

حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔ حَلَّافٍ بڑا قسمیں کھانے والا۔ حَلْفٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مَهِيْنٍ۔ ذلیل وخوار۔ حقیر، مَهَانَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ بہت قسمیں کھانے والا حقیر و ذلیل شخص،

۶۸ : ۱۱ == هَمَّازٍ۔ هَمْزٌ مصدر (باب نصر، ضرب) سے۔ بڑا عیب گو، عیب جو، طعن کرنے والا۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ هَمْزُ الشَّيٰطِيْنِ شیطانی وسوسہ۔ هامِزٌ عیب چین، چغل خور،

مَشَّاءٍ۔ بہت چلنے والا۔ مَشْيٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

بِنَمِيْمٍ : بَ تعدیہ کا۔ نمیم مصدر واسم۔ چغلی کھانا۔ مَشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ وہ شخص جو بڑی تندہی اور زور شور سے اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر چغلی کھاتا پھرے۔

۶۸ : ۱۲ == مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ۔ مَنَّاعٍ مَنْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔ نیکی سے بہت منع کرنے والا ہر کار خیر سے روکنے والا۔

مُعْتَدٍ اِعْتِدَاءٌ سے (باب افتعال سے مصدر اسم فاعل سے صیغہ واحد مذکر۔ حد سے آگے بڑھنے والا اصل میں مُعْتَدِيٌ تھا۔ اعتداء حدود حق سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اسی سے تَعَدِّيٌ دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

اَثِيْمٍ۔ اِثْمٌ (باب سمع مصدر سے، بروزن فعیل بمعنی فاعل گنہگار۔ اِثْمٌ (مصدر) بمعنی بُرا کام کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ گناہ کرنا۔

۶۸ : ۱۳ == عُتُلٍّ۔ یہ عَتْلٌ مصدر سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سخت مزاج۔ گردن کش اجڈ، شوکانی کے نزدیک عُتُلٍّ وہ ہے جو جسم کا مضبوط اور اخلاق کا خراب ہو۔

عبدالرحمٰن بن غنم رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔
عُتُلٍّ: جو جسم کا مضبوط ہو، صحت مند ہو بڑا کھانے پینے والا ہو، جسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔ لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہو اور توند اس کی بڑی ہو۔
بَعْدَ ذٰلِكَ یعنی متذکرہ بالا صفات کے علاوہ (وہ زنیم بھی ہے)
زَنِیْمٌ ؛ الزَّنِیْمُ: یا مُزَنَّمٌ: اسے کہتے ہیں جو کسی قوم سے نسبتی تعلق تو نہ رکھتا ہو لیکن اس کے ساتھ یونہی ملحق ہو۔ جیسے کہ زنمتا الشَّاۃِ یعنی گوشت کے دو زائد ٹکڑے جو بکری کے گلے یا کان سے نیچے لٹک رہے ہوں
زَنِیْمٌ دَعِیٌّ (جمع ادعیاء) بمعنی لے پالک، غیر باپ کی طرف منسوب کو بھی کہتے ہیں اور دَعِیٌّ وہ شخص ہے جو کہ تم اس کو بیٹا بنا لو۔ یا وہ جو حرامی ہونے میں متہم ہو۔
اس سلسلہ میں تین کافروں کا نام لیا جاتا ہے جن میں مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زنیم کی بھی صفت پائی جاتی تھی۔ مثلاً:۔
۱:۔ ولید بن مغیرہ کہ وہ ۱۸ سال کا تھا جب اس کے باپ نے اس کے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اس کے گلے میں ایک لٹکاؤ بھی تھا جس سے اس کی شناخت ہو جاتی تھی۔
۲:۔ اخنس بن شریق کہ اصل میں ثقفی تھا لیکن اس کا شمار بنی زہرہ میں سے کیا جاتا تھا۔
۳:۔ اسود بن عبد یغوث۔
اکثر کے نزدیک شخص مذکور سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔
علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔
میں کہتا ہوں کہ شاید زنیم ہونے کی صفت مذکورہ بالا قبائح سے زیادہ بری تھی اسی لئے تو چند قبائح کا ذکر کرنے کے بعد زنیم کو ذکر کیا۔ یعنی مذکورہ بالا قبائح کے علاوہ وہ زنیم بھی ہے۔
۶۸: ۱۴ = اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ: اَنْ مصدریہ ہے اس سے قبل لام تعلیل محذوف ہے ای لان کان ذا مال .... الخ: یعنی اس وجہ سے اس کا کہنا نہ مان لینا کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے
ذا مال خبر ہے کَانَ کی، وَبَنِیْنَ اس کا عطف ذَا مَالٍ پر ہے اور یہ خبر دوم ہے کَانَ کی۔
۶۸: ۱۵ = اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا، جملہ شرط ہے قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ جواب شرط ہے
تُتْلٰى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھی جاتی ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یعنی جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (یعنی قرآن مجید کی آیات)

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ، اَسَاطِیْرُ کہانیاں، من گھڑت لکھی ہوئی باتیں، اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔

اَلْاَوَّلِیْنَ اَوَّلُ کی جمع۔ بحالت نصب، پہلے لوگ، اگلے لوگ۔

۶۸: ۱۶ = سَنَسِمُہٗ: س مضارع پر داخل ہوکر مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو ۶۷: ۲۹) نَسِمُ مضارع واحد متکلم وَسْمٌ باب ضرب مصدر سے اصل میں نَوْسِمُ تھا مثال واوی وَعَدَ یَعِدُ کی طرح وَسَمَ یَسِمُ ہے مصدر بمعنی داغ لگانا۔ نشان بنانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو داغ لگادیں گے۔

عَلَی الْخُرْطُوْمِ: جار مجرور۔ خُرْطُوْمٌ سونڈ۔ تھوتھنی، ہاتھی کی سونڈ۔ خنزیر کی تھوتھنی، کو خرطوم کہتے ہیں یہاں مراد ناک ہے۔ نفرت کے اظہار کے لئے خرطوم استعمال ہوا ہے یعنی ہم عنقریب ہی اس کی ناک کو داغ دیں گے۔

کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کی ناک بڑی اور بے ڈول ہونے کی وجہ سے ہاتھی کی سونڈ جیسی تھی بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر چرکا لگا باوجود علاج کے اچھا نہ ہوا ایک داغ ہو گیا۔ اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا۔ (تفسیر حقانی)

۶۸: ۱۷ = اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ۔ بَلَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ بَلَاءٌ وبَلْوٌ (باب نصر) مصدر جس کا معنی آزمانے کے ہیں ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ ہم نے ان کو آزمایا ہم ان کو آزما رہے ہیں۔

کفار مکہ کی اس آزمائش کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ یعنی قحط اور بھوک سے ہم نے اہل مکہ کی آزمائش کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے لئے بد دعا کی تھی کہ الٰہی ان پر زمانہ یوسف جیسا قحط ڈال دے تو اللہ نے ان کو قحط میں مبتلا کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگ مردار اور ہڈیاں کھا گئے۔

(تفسیر مظہری)

۲:۔ صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں۔

انا بلونھم: ای اصبنا اھل مکۃ ببلیۃ وھی القحط بدعوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا پر ہم نے ان پر بلا یعنی قحط نازل کر دیا۔

۳۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں کہ:۔

اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ۔ ہم نے ان کو یہ فراخ دستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ ان کی آزمائش ہے۔ (تفسیر حقانی)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی رح لکھتے ہیں

ہم نے جو اہل مکہ کو سامان عیش دے رکھا ہے، جس پر یہ مغرور ہو رہے ہیں تو ہم نے ان کو آزمائش میں ڈال رکھا ہے (کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں یا ناشکری و بے قدری کرتے ہیں) بیان القرآن وغیرہ

= کَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ ک تشبیہ کا مَا موصولہ اور اس کے بعد آنے والا جملہ اس کا صلہ الجنۃ میں الف لام عہد کا ہے یعنی جس کا متکلم اور مخاطب کو علم ہو، یعنی یہ خاص باغ تھا جس کا علم کفار مکہ اور دیگران کو تھا۔

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا کہ ہم نے باغوالوں کی آزمائش کی تھی، (مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

باغ کے متعلق مولانا ممدوحؒ رقم طراز ہیں:۔

یہ باغ بقول حضرت ابن عباس رض حبشہ میں تھا۔ اور بقول سعید بن جبیر رض یمن میں تھا کذا فی الدر۔ اور یہ قصہ اہل مکہ کو معلوم تھا۔ اور جن باغ والوں کا یہ قصہ ہے ان کے باپ کا اپنے وقت میں معمول تھا کہ ایک بڑا حصہ باغ کے پھل کا مساکین میں صرف کیا کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دے دیتا تھا اگر یہ سب گھر آوے تو کس قدر فراغت ہو۔ چنانچہ ان آیتوں میں ان کا بقیہ قصہ مذکور ہے۔

اِذْ اَقْسَمُوْا۔ اِذْ ظرفیہ ہے بمعنی جب، جس وقت،

اَقْسَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْسَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے قسمیں کھائیں۔

یعنی ہم نے اصحٰب الجنۃ کو قحط میں اس وقت مبتلا کیا جب انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ لَیَصْرِمُنَّھَا مُصْبِحِیْنَ: کہ صبح ہوتے ہی (مسکینوں کو اطلاع ہونے سے پہلے ہی) ہم باغ کے پھل توڑ لیں گے۔

لَیَصْرِمُنَّھَا مُصْبِحِیْنَ: جوابِ قسم، لام تاکید کا۔ یَصْرِمُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر غائب۔ صَرْمٌ (باب نصر) مصدر بمعنی کاٹنا۔ توڑنا۔ (پھل) کاٹنا۔ (کھیتی) کاٹنا۔ صَرِیْمٌ کٹا ہوا غلہ، صَارِمٌ کاٹنے والا۔ کاٹ دینے والا

ھَا ضمیر مفعول جس کا مرجع الجنۃ ہے۔

مُصْبِحِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ صبح کے وقت کو پانے والے۔ صبح کرنے والے۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے۔ یَصْرِمُنَّ کے فاعل سے حال ہے۔

۶۸ : ۱۸ — وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب، استثناء (استفعال) مصدر۔ حکایت حال ماضی (فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جاتے) انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ ثنی مادہ۔

اَقْسَمُوْا کے فاعل سے حال ہے یا یہ علیحدہ جملہ مستانفہ ہے۔

۶۸ : ۱۹ — فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ ف سببیہ۔ طَافَ ماضی واحد مذکر غائب طَوْفٌ (باب نصر) مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں۔ پھر گیا۔ پھیرا کر گیا۔

عَلَیْھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کے لئے ہے۔

طَآئِفٌ، طَوْفٌ سے اسم فاعل واحد مذکر، پھیرے والا۔ پھیرا کرنے والا۔ جو شخص حفاظت کے لئے گھروں کے گرد چکر لگاتا ہے اس کو بھی طائف کہتے ہیں۔

یہاں مراد لُو کا جھونکا ہے جس نے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔

فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ کا لفظی ترجمہ ہو گا۔

پس چکر لگا گیا اس (باغ) پر ایک چکر لگانے والا۔ یعنی رات کو اس باغ پر ایک جھونکا لُو کا تباہی پھیر گیا۔

= وَھُمْ نَآئِمُوْنَ : جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ سو رہے تھے۔

۶۸ : ۲۰ = فَاَصْبَحَتْ : ف نتیجہ کی ہے اَصْبَحَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سو ہو گئی۔ مؤنث کا صیغہ الجنۃ کے لئے آیا ہے، یعنی (باغ) ہو گیا

اصبحت ای صارت۔

کَالصَّرِیْمِ : کاف تشبیہ کا۔ الصَّرِیْمِ کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ صَرْمٌ سے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول یعنی مصرومٌ ہے۔ اصل معنی تو صَرِیْم کے یہی ہیں کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ جدا کیا ہوا۔ پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہے اور رات صبح سے کٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی صریم کا استعمال صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی رات کے معنی میں۔ اسی طرح اس ذرۂ ریگ کو صریم کہا جاتا ہے جو تودۂ ریگ سے جدا ہو گیا ہو۔ چنانچہ الصریم کی تفسیر میں یہ سارے قول بیان کئے گئے ہیں۔ کہ باغ سوکھ کر ایسا سفید ہو گیا جیسے کہ دن ہوتا ہے یا جل کر

اتنا سیاہ ہوگیا جیسی کہ رات ہوتی ہے۔ یا اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کے ذرہ ذرہ ہو گیا کہ جس طرح ذرہ ہائے ریگ تودۂ ریگ سے اڑ کر منتشر ہو جاتے ہیں۔

۶۸:۲۱ = فَتَنَادَوْا: فَ عطف کا۔ پھر۔ تَنَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب تَنَادِیٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی۔ (ندا کی) انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ جملہ معطوف ہے جس کا عطف اَقْسَمُوْا پر ہے دونوں جملوں کے درمیان کلام معترضہ ہے، جو اس باغ پر جو گذری اس کا بیان ہے۔

مُصْبِحِیْنَ۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صبح کرنے والے یعنی انہوں نے صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارا۔

۶۸:۲۲ = اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ۔ اَنْ مصدریہ۔ اِغْدُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، غُدُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ بمعنی تم سویرے چلو۔

اُغْدُوْا (فعل امر) فعل ناقص ہے عَلٰی حَرْثِکُمْ اس کی خبر ہے۔ یعنی صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے اور شرط سے مقدم آیا ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ صَارِمِیْنَ۔ جملہ شرط ہے۔ صَارِمِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب کاٹنے والے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اگر تم اپنی کھیتی کو کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔

۶۸:۲۳ — فَانْطَلَقُوْا۔ ف عاطفہ۔ اِنْطَلَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْطِلَاقٌ (افتعال) مصدر۔ پس وہ چلے۔

وَھُمْ یَتَخَافَتُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے یَتَخَافَتُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب تَخَافُتٌ (تفاعل) مصدر۔ خفیہ چپکے چپکے آپس میں بات کہنا۔

پھر وہ باہم چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے۔

۶۸:۲۴ — اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّھَا الْیَوْمَ عَلَیْکُمْ مِّسْکِیْنٌ۔ اَنْ، بمعنی کہ، یہ کہ، اَنْ مفسرہ ہے

فَائِدَہ:۔ اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے کہ اَوْحَیْنَا اِلَیْہِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ۔ (۲۳:۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا یہ کہ تو کشتی بنا۔

یا دلالتِ معنوی جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو۔
یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔ اور آیت زیر غور میں ہے اَنْ سے قبل فعل یتخافتون آیا ہے۔ بمعنی وہ چپکے چپکے کہتے تھے۔

لَا یَدْخُلَنَّهَا۔ مضارع نفی تاکید بانون ثقیلہ، صیغہ واحد مذکر غائب، ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔ اَلْیَوْمَ آج۔ عَلَیْکُمْ تمہارے پاس۔
ترجمہ ہوگا:۔
کہ آج کوئی مسکین (محتاج) تمہارے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہووے۔

۶۸: ۲۵ ــــ وَغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ غَدَوْا ماضی جمع مذکر غائب غُدُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ صبح کے وقت چلے۔ غُدُوٌّ صبح کے وقت سفر کرنا۔ غَدَاۃٌ صبح کا وقت، تڑکا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ (۱۸: ۲۸) اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔
اور جگہ فرمایا:۔
یُسَبِّحُ لَهٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۲۴: ۳۶) (اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں
ــ حَرْدٍ۔ اس کے معانی میں مختلف اقوال ہیں۔ لیکن عام فہم اور موقع محل کے مطابق وہ معانی قابل ترجیح ہیں جو کہ صاحب ضیاء القرآن نے اختیار کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔
حَرْدٌ کا معنی قصد اور ارادہ ہے یعنی انہوں نے جو یہ ارادہ کیا تھا کہ آج کسی غریب کو باغ میں ہم داخل نہیں ہونے دیں گے اور باغ کا پھل کاٹ لائیں گے وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ جو ارادہ اور قصد ہم نے کیا ہے ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کی قدرت رکھتے ہیں۔
قٰدِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قُدْرَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے، قدرت رکھنے والے۔ یہ غَدَوْا کی خبر ہے۔ حَرْدٍ متعلق بہ قٰدِرِیْنَ ہے۔

۶۸: ۲۶ ــ فَلَمَّا: فَ تعقیب کا ہے۔ لَمَّا۔ جب، (حرف ظرف) پھر جب،
رَاَوْهَا۔ رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (رائی، یرٰی) باب فتح مصدر سے راٰیٌ مادہ رَاَوْا اصل میں رَاَیُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس کو الف سے بدلا۔ اب الف اور

واؤ دو ساکن جمع ہوتے **الف** کو حذف کر دیا۔ رَاَوْا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ **ھا** ضمیر مفعول واحد مؤنث۔ الجنۃ کے لئے ہے۔

پھر جب انہوں نے اس کو (یعنی اپنے باغ کو) دیکھا۔ **قَالُوْا** کہنے لگے .....

لَضَآلُّوْنَ: لام تاکید کا ہے **ضَآلُّوْنَ**، گمراہ۔ بھٹکے ہوئے۔ راہ بھولے ہوئے، **ضَلَالٌ** سے اسم فاعل کا صیغہ **جمع مذکر**، ہم ضرور راہ بھول گئے ہیں۔

۶۸: ۲۷ — **بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ہ بَلْ** حرف اضراب ہے۔ ماقبل کی نفی اور مابعد کی تائید کے لئے آیا ہے۔ نہیں نہیں ہم راستہ نہیں بھولے (باغ وہی ہے) بلکہ ہم اس کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔

۶۸: ۲۸ — **قَالَ اَوْسَطُهُمْ**، مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے کا درمیانہ۔ اس سے مراد یا تو ان کا منجھلا بھائی ہے یا بمعنی **اَعْقَلُهُمْ** ہے ان میں سب سے زیادہ عقلمند۔ زیرک،

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ: جملہ استفہام تقریری ہے ہمزہ استفہامیہ۔ **لَمْ اَقُلْ** مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد متکلم۔ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا۔

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ: **لَوْلَا**۔ کیوں نہیں؛ **تُسَبِّحُوْنَ**: مضارع جمع مذکر غائب، **تَسْبِيْحٌ** (تفعیل) مصدر۔ تم تسبیح کرتے ہو۔ تم پاکی بیان کرتے ہو۔

یہاں آیت زیر غور میں مراد ہے تم انشاء اللہ کہتے ہو۔ **لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ**۔ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔ یہاں انشاء اللہ کہنے کو تسبیح قرار دیا ہے اس لئے کہ انشاء اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی (یہی تسبیح کا مفہوم ہے)

ابو صالح نے کہا ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کے موقع پر سبحان اللہ کہا کرتے تھے اسی لئے انشاء اللہ کی جگہ تسبحون کہا ہے۔

۶۸: ۲۹ : **قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَا**۔ بولے ہمارا رب پاک ہے۔ اس جملہ میں اس امر کا اقرار ہے کہ اللہ ظالم ہونے سے پاک ہے یعنی وہ ظالم نہیں ہے۔

اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ (بلکہ) ہم ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی ہم نے مسکینوں کا حق رکھ کر (اپنے اوپر) ظلم کیا۔

۶۸: ۳۰ — **اَقْبَلَ**۔ ماضی واحد مذکر غائب **اقبال** (افعال) مصدر اس نے رخ کیا: **اَقْبَلَ عَلٰی وَ اِلٰی**: وہ متوجہ ہوا۔ **اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ**: وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے

یَتَلَاوَمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَلَاوُمٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے ایک دوسرے کو ملامت کرنا۔ یَتَلَاوَمُوْنَ اَقْبَلَ کے مفعول اور فاعل سے حال ہے۔ جیسے بولاجاتا ہے لَقِیَهٗ رَاکِبَیْنِ وہ اسے اس حالت میں ملا کہ وہ دونوں سوار تھے۔

یہاں ترجمہ ہوگا:۔ وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے باہم متوجہ ہوئے۔

۶۸: ۳۱ — یٰوَیْلَنَا: یَا کلمہ ندار۔ وَیْلَنَا مضاف مضاف الیہ۔ وَیْلٌ ہلاکت، موت، بدبختی۔ جہنم میں ایک کنویں کا نام۔ وَیْلَنَا۔ کلمہ حسرت وندامت ہے بمعنی ہائے ہماری موت! ہائے ہماری بدبختی۔ ہائے افسوس:

طٰغِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ طُغْیَانٌ (باب نصر، سمع) مصدر سے، طَغٰی یَطْغٰی اس نے سرکشی کی۔ اس نے سر اٹھایا۔ اس نے حد سے تجاوز کیا۔ پانی کا حد سے نکل جانا طغیانی کہلاتا ہے

طٰغِیْنَ۔ سرکش، حد سے نکلنے والے۔ شریر، طاغی کی جمع۔

۶۸: ۳۲ = عَسٰی رَبُّنَا اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَا۔ عَسٰی بمعنی ممکن ہے۔ توقع ہے، امید ہے۔ اندیشہ ہے۔ فعل جامد ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی، صرف فعل ماضی مستعمل ہے رَبُّنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا رب، عَسٰی رَبُّنَا۔ امید ہے کہ ہمارا رب .... یا ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ..... اَنْ مصدریہ۔ خَیْرًا افعل التفضیل کا صیغہ، مِنْهَا میں هَا ضمیر کا مرجع الجنۃ ہے:

امید ہے کہ ہمارا رب بدلے میں ہمیں اس (باغ) سے بہتر (باغ) عطا کرے:

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۔ اِنَّا بے شک ہم۔ اِلٰی انتہار رغبت کے لئے ہے راغِبُوْنَ جمع ہے رَاغِبٌ کی۔ رَغْبَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے رغبت کرنے والے۔ یہاں صفت مشبہ کے مفعول میں استعمال ہوا ہے اور دوام کا مفہوم ادا کرتا ہے،،

رغبت رجوع کے معنی کو بھی متضمن ہے۔ لہٰذا ترجمہ ہوگا:۔

ہم اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے کئے پر نادم ہیں۔ ہمیں اپنی سرکشی کا بھی اعتراف ہے اور اب ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف دوامی طور پر رجوع کرتے ہیں،،

لہٰذا امید ہے کہ رب تعالیٰ ہماری توبہ قبول کرتے ہوتے اس سوختہ باغ سے بہتر ہمیں کوئی دوسرا باغ عطا فرمادے گا۔

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ علت ہے انعام الٰہی کی کہ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَا۔

= کَذٰلِکَ الْعَذَابُ۔ اَلْعَذَابُ: مبتدا، موخر، کَذٰلِکَ اس کی خبر مقدم: ک تشبیہ کا ذٰلِکَ: وہ (عذاب) جس کا اوپر ذکر ہوا۔ جو باغ والوں کو ان کی سرکشی کے بدلے میں ملا۔
مطلب یہ ہے کہ جو باغی ہوتا ہے اس کو ہم ایسا عذاب دیتے ہیں (اور آخرت کا عذاب اس دنیاوی عذاب سے بہت سخت ہے)

لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ: لَوْ حرف تمنائی ہے کاش وہ اسے جانتے، لَوْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے اور لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ۔ اس صورت میں گذشتہ کلام کا مفہوم ہی جزاء پر دلالت کرتا ہے جدید جزاء کی ضرورت نہیں۔ ای مَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ۔ اگر وہ جانتے تو ایسا کام کیوں کرتے،

۶۸: ۳۴ = جَنّٰتِ النَّعِیْمِ مضاف مضاف الیہ۔ راحت کے باغ۔ یعنی ایسے باغ جن کے اندر آسائش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

النَّعِیْمِ اسم معرفہ، نعمت، راحت، عیش،

۶۸: ۳۵ = اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ۔ کیا ہم فرمانبرداروں کا حال مجرموں جیسا کردیں گے؟ استفہام انکاری ہے۔ مسلمانوں کے برابر مجرموں کو قرار دینے کا انکار ہے جس سے مسلمانوں پر مجرموں کی فضیلت کا انکار بطریق اولیٰ مستفاد ہوتا ہے، اس جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ اصل کلام یوں تھا:-

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہیں دیں گے اور کیا مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟

۶۸: ۳۶ = مَا لَکُمْ: تم کو کیا ہوا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم کیسے ہو؟
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:-

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ط (۲۵: ۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ہ کَیْفَ، حرف استفہام ہے، بمعنی کیسے، کس طرح؟ کیونکر تَحْکُمُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُکْمٌ (باب نصر) مصدر سے تم حکم کرتے ہو، تم فیصلہ کرتے ہو؟ آیت کا ترجمہ:-

تم کو کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کر رہے ہو،

۶۸: ۳۷ = اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ہ اَمْ حرف عطف ہے۔ بمعنی یا۔

خواہ، کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے: کبھی بمعنی بَلْ: یعنی بلکہ: اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہام آتا ہے۔ اور کبھی زائدہ ہوتا ہے:

یہاں اَمْ منقطعہ ہے۔ یعنی پہلی بات سے اعراض ہے اور بمعنی بَلْ ہے۔ یعنی اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ مسلمانوں اور مجرموں کو ایک ہی طرح کا کر دیں۔ تو کیا تمہارے پاس اور کوئی نقلی دلیل ہے؟ یعنی کوئی آسمانی کتاب جو تمہارے خیال کی تائید میں ہو۔

کِتٰبٌ بمعنی آسمانی کتاب، منزل من اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ

فِیْہِ ای فی ذٰلِکَ الکِتٰبِ۔ اس کتاب میں۔

تَدْرُسُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، دَرْسٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم پڑھتے ہو۔

۶۸ : ۳۸ = اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ:

اِنَّ محل مفعول میں ہے اس لئے بالکسر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اَنَّ بالفتح ہونا چاہئے عبارت کو اصل میں یوں ہونا چاہئے اَنَّ لَکُمْ فِیْہِ مَا تَخَیَّرُوْنَ (بفتح ھمزۃ اَنَّ وترک اللام فی خبرھا) جب لام کو تخیرون پر لایا گیا تو ہمزہ مکسور ہو گیا۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ قولٌ محذوف ہے یعنی تم اس کتاب میں یہ قول پڑھتے ہو۔

کلام یوں ہوا۔ اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ قَوْلَ اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ"، یا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم یہ قول پڑھتے ہو۔ تمہارے لئے وہاں (آخرت میں) وہی چیزیں ہوں گی جنہیں تم پسند کرو گے۔

فِیْہِ میں ضمیر ہ روز قیامت کے لئے ہے۔ الضمیر لیوم القیامۃ (روح البیان) تَخَیَّرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَخَیُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم پسند کرو گے۔ تم اختیار کرو گے!

۶۸ : ۳۹ = اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اَمْ حرف عطف بمعنی یا۔ کیا۔ عَلَیْنَا۔ ہم پر (لازم) اَیْمَانٌ: یَمِیْنٌ کی جمع بمعنی قسم، عہد، بَالِغَۃٌ بُلُوْغٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ پہنچی ہوئی۔ پہنچنے والی، اَیْمَانٌ بَالِغَۃٌ، موصوف وصفت، تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔

اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ : اس کی دو صورتیں ہیں :۔

۱:۔ اس کا تعلق بَالِغَۃٌ سے نہیں ہیں بلکہ فعل محذوف سے ہے یعنی ایسے عہد جو قیامت تک ہم پر لازم رہیں اس کی ذمہ داری سے ہم اس وقت تک سبکدوش نہ ہوں جب تک کہ قیامت کے دن تمہارے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہ ہو جائے۔

۲:۔ یا بَالِغَۃٌ سے تعلق ہے۔ یعنی قیامت کے دن تک پہنچنے والے عہد (تفسیر المظہری)

اِنَّ لَکُمۡ لَمَا تَحۡکُمُوۡنَ ۝ لفظ اَیۡمَانٌ سے قسم کا مفہوم پیدا ہوتا تھا۔ یہ جملہ اس کا جواب (یعنی محل مفعول میں) ہے۔ یعنی کیا ہم نے قسم کھائی ہے کہ جو تم فیصلہ کرو گے وہی تم کو ضرور ملیگا (تفسیر المظہری) (نیز ملاحظہ ہو ۶۸ : ۳۸ متذکرۃ الصدر)

مولانا اشرف علی تھانوی رح اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں :

اَمۡ لَکُمۡ اَیۡمَانٌ علینا بَالِغَۃٌ اِنَّ لَکُمۡ لَمَا تَحۡکُمُوۡنَ : کیا ہمارے ذمے کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا یہ مضمون ہو) کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔

۶۸ : ۴۰ = سَلۡھُمۡ : سَلۡ فعل امر واحد مذکر حاضر سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ تو سوال کر تو پوچھ لے۔ تو دریافت کرلے۔ تو مانگ لے : س ء ل حروف مادہ۔ ھُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع مشرکین ہے۔ سلھم ای المشرکین (مدارک التنزیل)

اَیُّھُمۡ۔ اَیُّ استفہامیہ ہے، مضاف ہے۔ ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان میں سے کون ؟

ذٰلِکَ : کا اشارہ اس عہد و پیمان کی طرف ہے جو اوپر آیت ۳۹ میں مذکور ہوا۔

زَعِیۡمٌ : ضامن، ذمہ دار۔ زَعَامَۃٌ (باب فتح، نصر) مصدر سے جس کے معنی ضامن بننا یا کفیل ہونا۔

سَلۡھُمۡ اَیُّھُمۡ بِذٰلِکَ زَعِیۡمٌ : (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین) سے پوچھیئے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے یا اس کی ذمہ داری لیتا ہے کہ ان کا اللہ سے کوئی عہد و پیمان ہے کہ ان کو وہی ملیگا جس کو وہ چاہیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اَنَا بِہٖ زَعِیۡمٌ (۱۲ : ۷۲) اور میں ہی اس کا ضامن ہوں :

۶۸ : ۴۱ = اَمۡ لَھُمۡ شُرَکَآءُ۔ اَمۡ بمعنی کیا۔ شُرَکَآءُ : شریک، ساجھی، شریک کی جمع۔ وہ معبودانِ باطل جن کو مشرکین اُلوہیت میں خدا کا شریک سمجھتے تھے، یعنی کیا کافروں کو قیامت

دن مومنوں کے ہم رتبہ بنا دینے والے شرکاء الوہیت ہیں؟

فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ: جملہ جواب شرط میں ہے شرط محذوف ہے یعنی اگر ہیں تو ے آئیں اپنے ان شرکاء کو۔ لیأتوا فعل امر جمع مذکر غائب اِتْیَانٌ (افعال) مصدر سے۔ پس لے آویں۔ تو ے آویں:

اِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ: اگر وہ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں۔ یہ جملہ شرط ہے اس کا جملہ جزائیہ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ ہو سکتا ہے یا گذشتہ کلام جو جزاء پر دلالت کر رہا ہے اس کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اس جگہ جملہ شرطیہ کی جزاء کی ضرورت نہیں ہے:

فَائِدَہ:- مندرجہ بالا آیات ۳۳ تا ۴۱ میں منکرین اسلام اور متقین کی جزاء و سزا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ آیت ۳۳ میں اصحاب الجنۃ باغ والوں کا حال بیان کر کے فرمایا۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اور آیت نمبر ۳۴ میں متقین کو عطا ہونے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: اس کو سن کر کفار مکہ نے کہا کہ جب خدا نے دنیا میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہم کو مال و دولت دیا ہے تو آخرت میں بھی ان سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم برابر تو ضرور دے گا۔

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعوے کا مفصل طور پر رد فرمایا ہے:۔

۱:۔ فرمایا کہ تمہارے پاس اس بات کا کہ تم کو متقین سے بڑھ کر یا ان کے برابر انعامات دیئے جائیں گے کوئی عقلی ثبوت نہیں۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ٥ (آیات ۳۵: ۳۶)

۲:۔ کسی عقلی ثبوت کے علاوہ تمہارے پاس کوئی نقلی ثبوت بھی تو نہیں۔ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ: اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ (۳۷: ۳۸)

۳:۔ پھر نقلی و عقلی ثبوت تو کجا ہے تمہارے پاس تو کسی کا کوئی وعدہ یا وعید بھی تو نہیں ہے کہ تم کو تمہارے کہنے کے مطابق دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ضامن پیش کرو، اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ٥ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ (آیات ۳۹: ۴۰)

۴:۔ اگر یہ بھی نہیں تو تمہارا سہارا وہ معبودانِ باطلہ ہی ہو سکتے ہیں جن کو تم خدا کی خدائی میں

شریک سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ قیامت کے دن وہ تمہارے معاون و مددگار ہوں گے: تو جاؤ ان کو لے آؤ۔ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ.
(آیت نمبر ۴۱) ظاہر ہے کہ اس میں بھی وہ ناکام و نامراد رہیں گے:

۶۸: ۴۲ — يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ يَوْمَ منصوب بوجہ مفعول اُذْكُرْ محذوف ہے اُذْكُرْ يَوْمَ: یاد کرو وہ دن جب ...... يُكْشَفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ کھول دیا جائے گا۔ سخت شدت ہوگی:
سَاقٍ بمعنی پنڈلی۔

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ ای يُكْشَفُ عَنْ اقبل الامر۔ (بیضاوی، روح البیان) جب حقیقۃ الامر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا۔

۲۔ كناية عن شدة هول القيامة۔ کلمات القرآن، تفسیر و بیان، حسنین محمد مخلوف)

۳۔ پنڈلی کے کشف سے مراد ہے میدان حشر میں نور الٰہی کی ایک خاص جھلک ایک مخصوص پرتو اندازی۔ وغیرہ۔

اکثر مفسرین نے اس سے مراد روز حشر کی ہولناک اور کرب عظیم کی صورت حالات ہی لیا ہے۔ جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو عرب کہتے ہیں شَمَّرَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقِهَا۔ جنگ نے اپنی پنڈلی سے تہبند اوپر اٹھالیا۔ راجز کا شعر ہے

قَدْ كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا فَشُدُّوْا وجدّت الحرب بكم فجدّوا

(اے بہادرو!) لڑائی نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی ہے۔ تو سب زور سے حملہ کرو۔
جنگ زوروں پر ہے اب تم بھی سنجیدگی سے داد شجاعت دو۔

جس سال قحط انتہا کو پہنچ جائے تو اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:
فی سنة قد كشفت عن ساقها۔ یہ اس سال کی بات ہے کہ جس نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی۔

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

اس محاورہ کے مطابق آیت کا مطلب ہوگا۔ روز قیامت جب حالات بڑے تکلیف دہ اور ہولناک ہو جائیں گے اور ہر شخص جلال خداوندی سے لرزہ براندام ہوگا چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی، دل خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اس وقت لوگوں کے ایمان یا کفر، خلوص یا نفاق کو

آشکارا کرنے کے لئے انہیں حکم دیا جائے گا کہ آؤ سب اپنے رب کو سجدہ کرو، جن کے دلوں میں ایمان اور اخلاص ہوگا وہ فوراً سربسجود ہو جائیں گے۔ لیکن کافر اور منافق بہت زور لگائیں گے کہ سجدہ کریں اور خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جائیں مگر ان کی کمر اکڑ جائے گی بڑی کوشش کے باوجود وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس رسوائی پر ان کی آنکھیں جھک جائیں گی۔ سب کے سامنے ان کے کفر اور نفاق کو ظاہر کر دیا گیا۔ ان کے کھوکھلے دعووں کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا ذلت و رسوائی کی گرد ان کے چہروں پر پڑ رہی ہوگی "

وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ۔ جملہ عاطفہ ہے اس کا عطف يُكْشَفُ پر ہے۔ يُدْعَوْنَ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے، وہ بلائے جائیں گے۔

السُّجُوْد۔ سَجَدَ يَسْجُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی سجدہ کرنا۔ سرزمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا۔ السجود بمعنی نماز بھی آیا ہے۔ جیسے: وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ: (۵۰: ۴۰) اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہہ کیا کرو۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ: يَوْمَ کے جواب میں ہے۔ لا یستطیعون مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر، ان میں (ایسا کرنے کی) طاقت نہ ہوگی۔ یعنی وہ اس روز سجدہ نہ کر سکیں گے، کیونکہ دنیا میں انہوں نے کبھی خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ کیا ہی نہ تھا گرچہ ان کو متواتر سجدہ کے لئے بلایا جاتا رہا تھا۔ لا یستطیعون کی ضمیر فاعل کل اہل دعوت کی طرف راجع نہیں ہے۔ بلکہ بعض کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ بعض اہل ایمان جو نماز بالکل نہیں پڑھتے تھے یا پڑھتے تو تھے مگر خلوص کے ساتھ نہیں۔

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ: جملہ ضمیر يُدْعَوْنَ سے حال ہے۔ خَاشِعَةً ذلیل ہونے والی خوار۔ دبی جانے والی۔ خُشُوْعٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔

اَبْصَارُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آنکھیں۔ یعنی شرم و ذلت کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی جا رہی ہوں گی۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ: تَرْهَقُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب: رَهْقٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر زبردستی چھا جانا اور اس کو پا لینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ جملہ ماسبق کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے۔

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ: کافروں اور منافقوں کے متعلق ذکر چلا آ رہا ہے۔ قیامت کے روز جب شدتِ کرب کے ماحول میں سب کو سجدہ کیلئے

کہا جائے گا تو جو لوگ خلوص دل سے اللہ کے حضور دنیا میں سجدہ ریزی کرتے رہے تھے۔ وہ فوراً سجدہ میں چلے جائیں گے۔ لیکن کفار اور منافقین کی کمریں تختہ بن جائیں گی اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

یہاں (وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ ..... الخ میں) یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں بحالت خیر و عافیت جب بھی سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے (یہ انکار کر دیتے تھے یا اگر سجدہ کرتے تھے تو دکھاوے کی خاطر یا طوعاً و کرہاً)

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السجود ای فی الدنیا وَهُمْ سَالِمُوْنَ معافون فی ابدانهم ولا یسجدون تکبرًا وکفرًا با للہ ربهم ولشرعہا (ایسر التفاسیر) یعنی دنیا میں جب کہ وہ جسمانی طور پر بخیر و عافیت تھے سجدوں کے لئے بلائے جاتے تھے تو تکبر کی بنا پر یا اپنے پروردگار سے تکفیر کی بنا پر انکار کر دیتے تھے (السجود بمعنی نماز بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔

كَانُوْا يُدْعَوْنَ ماضی استمراری مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر بلائے جایا کرتے تھے۔ بلائے جاتے تھے،

وَهُمْ سَالِمُوْنَ : جملہ حال ہے كَانُوْا يُدْعَوْنَ کی ضمیر سے۔

۶۸ : ۴۴ == فَذَرْنِيْ : ف سببیہ ہے ذَرْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر سے۔ تو چھوڑ دے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ اس کی ماضی نہیں آتی

وَ مَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ : واؤ عاطفہ مَنْ موصولہ محل نصب میں ہے۔ اس کا عطف ی ضمیر مفعول واحد متکلم پر ہے۔ يُكَذِّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَكْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔

هٰذَا اسم اشارہ قریب، واحد مذکر۔ اَلْحَدِيْثِ : ای القرآن، اور (چھوڑ) اس کو جو اس قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی الیسوں سے نمٹنے کی فکر میں مت پڑ ان سے نمٹنا میرا کام ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ : س مضارع پر داخل ہو کر فعل کو مستقبل کیلئے خاص کر دیتا ہے اور اس کو زمانہ حال سے قریب کر دیتا ہے۔ بمعنی اب، ابھی، قریب، عنقریب:

نَسْتَدْرِجُ مضارع جمع متکلم اِسْتِدْرَاجٌ (استفعال) مصدر سے۔ دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں تَدَرُّجٌ (تفعّل) درجہ بدرجہ چڑھنا۔ نَسْتَدْرِجُ ہم درجہ بدرجہ پکڑ لیں گے

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے۔ اور لفظ مَنْ اگرچہ مُفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے جمع کی ضمیر کا مرجع اس کی طرف صحیح ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ : ہم عنقریب ہی ان کو رفتہ رفتہ (عذاب میں گرفتار کریں گے :

مِنْ حَيْثُ مِنْ حرف جر ہے۔ حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے مبنی برضمہ ہے بدیں وجہ حَيْثُ ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔

ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ایسی جگہ سے جسے وہ جانتے ہی نہیں۔ ایسے طریقہ سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔

۶۸ : ۴۵ — وَأُمْلِي لَهُمْ۔ أُمْلِي میں ڈھیل دوں گا۔ میں مہلت دوں گا، میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِمْلَاءٌ (افعال)، مصدر۔ مہلت دینا۔ ڈھیل دینا۔

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ: كَيْدِيْ مضاف مضاف الیہ، كَيْدٌ مکروفریب، خفیہ حیلہ۔ خفیہ تدبیر۔ كَيْدٌ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے، حیلہ کرنا۔ تدبیر کرنا۔ مکروفریب کرنا۔ یہ لفظ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر برُے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ اچھے معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (۱۲ : ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کردی "، اور برُے معنوں میں فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ٥ (۳۷ : ۹۸) غرض انہوں نے ان کے ساتھ چال چلنی چاہی اور ہم نے انہیں زیر کردیا۔

مَتِيْنٌ، صفت مشبہ۔ واحد مذکر، مضبوط۔ محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں کو مَتْن کہا جاتا ہے اسی سے مَتُنَ فعل بنالیا گیا بمعنی اس کی پشت قوی ہوگئی اور مضبوط ہوگئی۔ مَتِيْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد متین کا معنی ہوگیا قوی، محکم،

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ كَيْدٌ سے مراد ڈھیل دینا ہے اور مہلت دینا ہے جو کہ آخرکار موجب عذاب بنتی ہے، جیسے فرمایا: اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا: (۳ : ۱۷۸) (نہیں بلکہ) ہم ان کو مہلت اس لئے دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کرلیں۔ (المفردات)

۶۸ : ۴۶ — اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا۔ اَمْ حرف عطف، کیا۔ یا اَمْ منقطعۃ بمعنی بَلْ :

ای بَلْ تَسْئَلُهُمْ۔ تَسْئَلُ مضارع واحد مذکر حاضر، سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان سے سوال کرتا ہے۔ تو ان سے مانگتا ہے۔

اَجْرًا: اجرت، معاوضہ (تبلیغ احکام الٰہی کے لئے)

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ط ف عاطفہ سببیہ۔ مَغْرَمٍ اسم مصدر مجرور، تاوان۔ اَلْغُرْمُ مفت کا تاوان یا جُرمانہ، وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جُرم کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔

مُثْقَلُوْنَ: اِثْقَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر۔

کہ بدیں سبب وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۲: ۴۰۔

۶۸: ۴۷ == اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ اَمْ حرف عطف۔ یا۔ کیا۔ (استفہام کے لئے آتا ہے)

الغیب سے یہاں مراد لوح محفوظ یا امور غیبیہ ہیں۔

مطلب یہ کہ:۔

کیا ان کے پاس لوحِ محفوظ یا امور غیبیہ کا علم ہے۔

فَهُمْ: ف عاطفہ ہے۔ يَكْتُبُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب کِتَابَةٌ (باب نصر) مصدر وہ لکھتے ہیں۔ يَكْتُبُوْنَ ای ينقلون منه ويحكمون، اور وہ اس سے نقل کرتے ہیں۔ اور فیصلہ کرتے ہیں۔

جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے یعنی ان کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

۶۸: ۴۸ == فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابھی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان کے لئے اس تکلیف دہی کے بدلے جو سزا مقدر ہو چکی ہے اس کے لئے جلدی نہ کریں ڈھیل کے بعد ان کی ضرور گرفت ہوگی۔ اور ان کو اپنے کئے کی سزا پوری پوری ملے گی۔ آپ اس فیصلہ خداوندی پر صبر کریں اور انتظار کریں۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ واؤ عاطفہ ہے لَا تَكُنْ فعل نہی واحد مذکر حاضر كَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو مت ہو۔ آپ مت ہو ویں۔ ک تشبیہ صَاحِبِ الْحُوْتِ مضاف مضاف الیہ۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔

مطلب یہ کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح تنگ دلی اور عجلت پسندی کا اظہار مت کریں۔

علامہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں!
وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۔ تنگ دلی اور عجلت پسندی میں (حضرت) یونس کی طرح نہ ہو جاویں۔

حضرت ابن مسعود کے مطابق حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چالیس رات رہے پھر پتھریوں کی تسبیح کی آواز سن کر اندھیروں کے اندر ہی پکار اٹھے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ:
(اگلی آیت میں اسی نداء کا بیان ہے)

— اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۔ اَلْحُوْتِ ؕ پر م علامت وقف ہے یہ علامت وقف لازم کی ہے جہاں ضرور ٹھیرنا چاہئے۔ اس سے اگلا جملہ الگ جملہ ہے لہٰذا اِذْ کا تعلق ولا تکن نہی سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اُذْكُرْ فعل محذوف سے ہے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ پر بات ختم ہو گئی ہے۔ کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے عذاب میں عجلت پسندی کی تھی، آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا خیال دل میں نہ لادیں۔ ان کفار اور مشرکین کی کرتوتوں پر عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے جلد یا بدیر ان کو مل کر رہے گا۔ (آیات ۴۴ ۴۵ متذکرۃ الصدر)

اِذْ نَادٰی ... ای اُذْكُرْ اِذْ نَادٰی (بلکہ) یاد کرو جب اس (حضرت یونس علیہ السلام) نے جب کہ وہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا تھا (اپنے پروردگار کو) پکارا۔
اِذْ اسم ظرف ہے نَادٰی ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے پکارا۔ یہاں پکارنے سے مراد حضرت یونس کا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے۔
ترجمہ:۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں قصور وار ہوں۔

(ملاحظہ ہو ۲۱ : ۸۷)

وَهُوَ مَكْظُوْمٌ جملہ حالیہ ہے ضمیر نَادٰی سے هُوَ کی ضمیر کا مرجع حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ مَكْظُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر كَظْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، غم آگیں، غم کی وجہ سے دم گھٹا ہوا۔ کَاظِمٌ غم کو پی جانے والا۔ غصہ کو روک لینے والا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ (۳ : ۱۳۴) اور غصہ کو روکنے والے ہیں كَظْمٌ کے اصل معنی ہیں سانس کا رک جانا۔ برتن کا بھر جانا۔ جب انسان رنج و غم سے بھر جائے

تو اس کو بھی کاظمٌ کہتے ہیں۔

بھرنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ (۴۰: ۱۸)

اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے :

حضرت یونس علیہ السلام کن کن غموں سے اور صدموں میں گھٹ رہے تھے، مولانا عبد الماجد دریاآبادی رح اپنی تفسیر ماجدی میں یوں فرماتے ہیں :۔

۱۔ ایک رنج قوم کے ایمان نہ لانے کا۔

۲۔ وقت پر عذاب موعود کے ٹل جانے کا

۳۔ بلا اذنِ صریح اپنے مقام سے چل پڑنے کا۔

۴۔ شکمِ ماہی میں محبوس ہو جانے کا۔

۶۸: ۴۹ = لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے بمعنی اگر نہ ہوتا۔ لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے، نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۱۸- و ۱۱ : ۱۲ -

لَوْلَا اَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ کے متعلق صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :

لَوْلَا امتناعیہ ہے اور تَدَارَک ماضی کا صیغہ اَدْرَکَ کا ہم معنی ہے نِعْمَةٌ اس کا فاعل ہے اور نعمۃ اگرچہ مؤنث ہے۔ اور تَدَارَکَ مذکر ہے مگر فعل اور فاعل میں ہٗ ضمیر کی وجہ سے فصل ہو گیا ہے اس لئے اس فعل کو مذکر لایا گیا ہے،

یا تَدَارَکَ فعل مضارع منصوب ہے، اصل میں تَتَدَارَکَ تھا۔ تفاعل کی تاء کو حذف کر دیا گیا۔ اس وقت حال ماضی کی حکایت ہو گئی اور اَنْ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو جائے گا۔

اوّل صورت میں ترجمہ ہو گا:۔

اگر نہ پہنچ گئی ہوتی اس کو رب کی طرف سے نعمت۔

اور دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہو گا:۔

اگر نہ ہوتا نعمتِ رب کا پہنچنا۔

تَدَارَكَهٗ۔ تَدَارَکَ ماضی واحد مذکر غائب تَدَارُكٌ (تفاعل) مصدر (بمعنی اَدْرَکَ) جس کے معنی (تَدَارُکٌ کے) پانے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پا لیا۔ وہ اس تک پہنچ گیا۔ تَدَارُکٌ کا استعمال

زیادہ تر فریادرسی اور نعمت کے پہنچنے کے متعلق ہوتا ہے۔

نِعْمَةٌ بمعنی رحمت:

مِنْ رَّبِّهٖ صفت رحمت ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے اس پر رحمت نہ ہوتی اور توفیقِ توبہ نہ ملتی اور توبہ قبول نہ ہوجاتی تو ...... تفسیر مظہری۔

جملہ لَوْ لَآ ...... مِنْ رَّبِّهٖ شرط ہے۔

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ جملہ جواب شرط ہے نُبِذَ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَبْذٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی پھینکنا۔ وہ ضرور پھینک دیا جاتا۔

اَلْعَرَاءِ۔ چٹیل میدان۔ جس میں نہ گھاس ہو نہ درخت ہو نہ عمارتیں۔ ہموار میدان جس میں کوئی اوٹ نہ ہو۔

وَهُوَ مَذْمُوْمٌ: جملہ حالیہ ہے۔ اور اس حال میں وہ مذموم ہوتا (یعنی اس کی مذمت کی جاتی)

۶۸/۵۰ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فتدارکتہ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (لیکن) اللہ کی طرف سے اس کی رحمت اس تک آپہنچی اور اسے توفیقِ توبہ نصیب ہوئی اور وہ (توبہ) مشرف بقبولیت ہوئی پس اس کے پروردگار نے اسے منتخب فرمالیا۔

فَاجْتَبٰهُ میں ف عاطفہ ہے اور تعقیب کا ہے اِجْتَبٰى ماضی واحد مذکر غائب اجتباءٌ (افتعال) مصدر بمعنی چن لینا۔ انتخاب کرلینا۔ پسند کرلینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع یونس علیہ السلام ہیں۔

رَبُّهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا پروردگار۔

اَلصّٰلِحِيْنَ۔ نیک مرد، نیک لوگ، کاملین، صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے سو اس نے اس کو نیک اور صالحین، کاملین میں شامل کرلیا۔ مراد یہ کہ نبیوں میں شامل کرلیا۔ (خازن)

فَائِدَہ:

سورۃ ہذا کی آیات ۴۸ تا ۵۰ اور سورۃ صٰٓفّٰت کی آیات ۳۷: ۱۴۰ تا ۱۴۷ کے مدنظر واقعہ یوں بنتا ہے:

جب کشتی منجدھار میں پھنس گئی تو اس وقت کے رواج کے مطابق ملاحوں نے قرعہ اندازی کی کہ کس کی وجہ سے کشتی ایسی حالت میں دوچار ہوگئی ہے، جب تین بار متواتر قرعہ حضرت

یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو انہوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ اور ایک بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے کئے پر اپنے کو ملامت کر رہے تھے (۳۷: ۱۴۲)

(تفسیر ماجدی)

اس وقت اگر آپ اپنے پروردگار کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے یعنی ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا اور وہ اسی کی غذا بنا دیئے جاتے (۳۷: ۱۴۳، ۱۴۴) لیکن حضرت یونس جو صدموں اور غموں سے بھرے بیٹھے تھے تو سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا:۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۲۱: ۸۷

اور ۶۸: ۴۸)

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل دست گیری نہ کرتا اور ان کی پکار کو شرف قبولیت نہ بخشتا تو ان کو چٹیل میدان میں ایسی حالت میں پھینک دیا جاتا کہ صبر نہ کرنے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر بغیر اذنِ خدا چلے آنے پر مورد مذمت ہوتے۔ (۶۸: ۴۹)

لیکن اللہ کی طرف سے اس کی رحمت اُن تک آن پہنچی اور توفیقِ توبہ نصیب ہوئی اور توبہ مشرف بہ قبولیت ہوئی اور اس نے ان کو مضمحل اور مریض کی حالت میں چٹیل میدان میں ڈال دیا اور ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔ (۳۷: ۱۴۵، ۱۴۶)

ان کو (اپنے انعامات کے لئے) منتخب کر لیا۔ اور صالحین و کاملین میں شامل کر لیا۔ (۶۸: ۵۰)

اور ان کو ایک لاکھ آبادی یا اس سے بھی زیادہ کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیج دیا (۳۷: ۱۴۷)

۶۸: ۵۰ = وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: واؤ عاطفہ، اِنْ مخفف ہے اِنَّ سے بمعنی تحقیق۔ یَكَادُ مضارع واحد مذکر غائب كَوْدٌ (باب سمع) مصدر۔ قریب ہے۔ كَادَ یَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً كَادَ اَنْ یَّقُوْمَ۔ قریب تھا کہ وہ کھڑا ہو جائے الَّذِیْنَ كَفَرُوْا صلہ موصول مل کر فاعل فعل یَكَادُ کا۔

لَیُزْلِقُوْنَكَ لام تاکید کا ہے۔ یُزْلِقُوْنَ مضارع معروف اِزْلَاقٌ (افعال) مصدر بمعنی پھسلا دینا۔ گرا دینا۔ اِزْلَاقٌ بِالْبَصَرِ غضب ناک نظر سے گھور کر دیکھنا۔ زَلَقٌ صاف چکنی زمین۔ زَلَقٌ مجرد (باب نصر) بھی اِزْلَاقٌ کے معنی میں آتا ہے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، لَمَّا ظرفیت کا ہے الذِّكْرَ ای الْقُرْاٰنَ۔

آیت کا ترجمہ ہو گا:۔

تحقیق کافر لوگ جب (آپ سے) قرآن حکیم سنتے ہیں تو غضبناک نظروں گھور کر آپ کو دیکھتے ہیں (گویا آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے)

۶۸: ۵۱ = وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے إِنَّهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ لام تاکید کا ہے اور کہتے ہیں تحقیق یہ تو دیوانہ ہے۔

۶۸: ۵۲ = وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ : جملہ حالیہ ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ قرآن تمام دنیا کے لئے صرف نصیحت ہے۔

مَا نافیہ هُوَ کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشار الیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہو۔ کیونکہ آپ سارے جہان کے لئے پیغام ہدایت دینے والے اور ناصح ہیں۔

اس صورت میں ذِكْرًا اگرچہ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ بمعنی اسم فاعل ہے جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ زید انصاف ہے یعنی اتنا انصاف کرنے والا ہے گویا خود مجسم انصاف ہے

....

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۶۹) سُوۡرَۃُ الۡحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵۲)

۶۹: ۱ = اَلۡحَآقَّۃُ: حق ہونے والی، ثابت ہونے والی۔ حَقٌّ باب ضرب، نصر، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث یہاں روز قیامت مراد ہے۔ قیامت کو الحاقۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا ایک مسلمہ حقیقت اور اٹل صداقت ہے۔ مبتدا ہے؛

۶۹: ۲ — مَا الۡحَآقَّۃُ: مَا استفہامیہ ہے۔ کیا ہے وہ ہوکر رہنے والی۔ اصل میں مَا ھِیَ تھا۔ جس صورت میں یہ مبتدا کی خبر ہے اگرچہ اصل میں مَا ھِیَ ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا لیکن قیامت کی ہولناکی اور عظمتِ شان کو ظاہر کرنے کے لئے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر معہ استفہام لایا گیا ہے۔

۶۹: ۳ = وَمَآ اَدۡرٰىكَ استفہام انکاری ہے مَا بمعنی مَنۡ ہے کون ہے؟ اَدۡرٰىكَ اَدۡرٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ دری مادہ۔ یُدۡرِیۡ فعل مضارع كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر مَآ اَدۡرٰىكَ تجھے کون بتلائے۔ تجھے کون خبردار کرے۔ مَآ اَدۡرٰىكَ۔ وَمَا یُدۡرِیۡكَ، تم نہیں سمجھتے۔ (المنجد)

کیا تم کو معلوم ہے، کس چیز نے تم کو بتلایا۔ تم کو کیا معلوم؟

یحیٰی بن سلام کہتے ہیں:۔

کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں مَآ اَدۡرٰىكَ ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اسی چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا ہے اور جہاں کہیں مَا یُدۡرِیۡكَ مضارع کا صیغہ آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے مخفی رکھی گئی ہے۔

مَا الۡحَآقَّۃُ: کیسی ہولناک ہے قیامت، جملہ استفہامیہ ہے جو قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی قیامت بڑی ہولناک چیز ہے۔

۶۹:۴ — ثَمُوْدُ: ثمود یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔ عَادٌ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم:
بِالْقَارِعَةِ: اقوامِ صالح اور ہود نے، قیامت کی تکذیب کی،
اَلْقَارِعَةُ: کھٹکھٹا دینے والی ساعت۔ یعنی قیامت جو ہر چیز کی پھوڑ توڑ، شکست و ریخت اور انتشار و پراگندگی کی وجہ سے لوگوں کے کانوں پر چوٹ لگائے گی: اس جگہ بھی ضمیر کی بجائے اسم ظاہر کو استعمال کیا گیا ہے۔ مگر ایسا مرادف لفظ لایا گیا ہے جو کہ شدّت ہول میں زیادتی کو ظاہر کر رہا ہے۔
یہ جملہ سابقہ جملوں کے ساتھ مل کر بتا رہا ہے کہ قیامت کو نہ ماننا اور اس کی تکذیب کرنا ہلاکت و تباہی کا موجب ہے۔ اَلْقَارِعَةُ قَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے واحد مؤنث کھٹکھٹانے والی۔ قَارِعُ الْبَابِ۔ دروازہ کھٹکھٹانے والا۔
۶۹: ۵ — فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ: یہ جملہ كَذَّبَتْ پر معطوف ہے۔ فَاَمَّا میں فاء سببیہ ہے اور اَمَّا سے مجمل کی تفصیل کی گئی ہے۔
اصل کلام یوں تھا۔
ثمود اور عاد نے قیامت کی تکذیب کی اس لئے تباہ کر دیئے گئے۔ ثمود تو طاغیہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے (اور عاد کو سخت ٹھنڈی یا سخت شور انگیز ہوا سے ہلاک کر دیا گیا۔ آیت ۶)
اُهْلِكُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اهلاكٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ ہلاک کئے گئے۔
بِالطَّاغِيَةِ۔ سخت کڑک سے۔ طاغیۃ غیر معمولی چیز سے بالاتر۔ قتادہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے۔
صُورت یہ ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ اتنی بلند ماری کہ سب مر کر رہ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی چیخ پیدا ہوئی تھی جس میں ہر تڑک ہر کڑک اور ہر زمینی چیز کی آواز تھی۔ جس سے سینوں کے اندر دل پارہ پارہ ہو گئے۔
اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ:۔
طَاغِيَةٌ، عَافِيَةٌ کی طرح مصدر ہے طُغْيَانٌ کا ہم معنی ہے یعنی ثمود اپنے طغیان (گناہوں میں حد سے آگے بڑھ جانے) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس صورت میں باء سببیہ ہو گی۔
پیغمبر کی تکذیب کی، اونٹنی کو قتل کیا۔ وغیرہ۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاغیۃ میں تا مبالغہ کی ہے بڑا سرکش، اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قاتل قذار بن سالف ہے۔

یہ بھی ایک قول ہے کہ :۔

طاغیۃ میں تاء تانیث ہے اور) اس سے مراد وہ جماعت ہے جس نے اونٹنی کے قتل پر اتفاق کیا اور قدار کو اس فعل پر آمادہ کیا تھا۔ یہی جماعت پوری قوم کی تباہی کا سبب بنی تھی۔

یہ تاویل یعنی طاغیۃ کو مصدر کہنا یا جماعت مراد لینا یا صرف قدار مراد لینا اور تاء کو مبالغہ کے لئے قرار دینا آئندہ آیت کے مناسب نہیں ہے کیونکہ آئندہ آیت میں فرمایا ہے :۔

فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ کہ عاد کو طوفان ہوا سے ہلاک کیا گیا (یعنی ذریعۂ ہلاکت بیان فرمایا ہے باعث ہلاکت بیان نہیں فرمایا۔ پس طاغیۃ سے مراد بھی ذریعۂ ہلاکت یعنی ہولناک چیخ ہونی چاہیئے۔

(تفسیر مظہری)

۶۹ : ۶ = وَاَمَّا عَادٌ اور رہے عاد (یعنی جہاں تک عاد کا تعلق ہے) فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ ؛ موصوف وصفت تو وہ ہلاک کئے گئے ریح صرصر سے۔ صَرْصَرٍ سناٹے کی ہوا۔

عَاتِيَةٍ ۔ صفت ثانی ریح صَرْصَرٍ کی۔ عُتُوٌّ (ع ت و حروف مادہ) (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ عُتُوٌّ کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا (قاموس) حد سے گذر جانا (المنجد) حکم عدولی کرنا (المفردات) گستاخ، متکبر، (الفرائد الدریہ)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں :۔

عاتیۃ وہ جو اطاعت سے گردن تابی کرے۔ گویا وہ فرشتگانِ ہوا سے سرکشی کر رہی تھی، ان کی اطاعت نہیں کرتی تھی۔ اور وہ اس کے تیز و تند ہونے کے باعث اس کے تھامنے پر قابو نہ پاسکے تھے یا عاد کے خلاف اس نے سرکشی کی تھی کہ وہ اس کو روک نہ سکے بلکہ الٹا اس نے ہی ان کو تباہ کر ڈالا۔ (لغات القرآن)

آیت کا ترجمہ ہوگا :۔

رہے عاد تو ان کو نہایت تیز و تند آندھی کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔

۶۹ : ۷ = سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ : جملہ مستانفہ ہے سخّر ماضی واحد مذکر غائب تَسْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی زبردستی کسی کو خاص کام میں لگا دینا۔ کسی کو مقرر کرنا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع ریح صرصر ہے۔ اس نے یعنی اللہ نے اس (طوفان ۔ باد تند و تیز) کو ان پر مسلط کر دیا۔

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ : سات راتیں اور آٹھ دن۔ یہ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی اور اگلے بدھ کی شام کو تھمی (تفسیر حقانی)

حُسُوْمًا: یہ حَسِمَ یَحْسِمُ کا مصدر بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی ہیں:۔
۱:۔ جڑ سے کاٹ دینا (۲) زخم کو مسلسل داغ دینا۔
اور یہ (حُسُوْمًا) حَاسِمٌ کی جمع بھی ہو سکتا ہے جیسے شَاهِدٌ کی جمع شُهُوْدٌ ہے
اس صورت میں یہ حَسِمَ یَحْسِمُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۔ بمعنی
۱:۔ جڑ سے کاٹ دینے والے۔
۲:۔ لگاتار، مسلسل، پیہم۔
مجاہد اور قتادہ نے اسی معنی میں لیا ہے۔
مطلب یہ کہ یہ طوفان متواتر سات رات اور آٹھ دن قوم عاد پر مسلط رہا۔ اور ان کی تباہی و بربادی کرتا رہا۔

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى۔ ف عاطفہ، تَرٰی مضارع واحد مذکر حاضر، رُؤْيَةٌ (رءی حروف مادہ) باب فتح) مصدر۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ (فعل مضارع کو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے ماضی کے بجائے استعمال کرنا) تو تُو دیکھتا) مخاطب عام ہے کوئی ہو۔ القوم سے مراد قوم عاد۔ فیھا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع مذکورہ بیل و نہار ہے
صَرْعٰی: صَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ صَرِیْعٌ (اسم مفعول) کی جمع ہے۔ زمین پر پڑے ہوئے۔ مَصْرُوْعٌ مرگی کا مریض۔ صَرْعٰی۔ یا تو تَرٰی کا دوسرا مفعول ہے یا القوم سے حال ہے۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
(اگر تو اے مخاطب اس وقت موجود ہوتا) تو تُو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں میں (زمین پر) گرے پڑے۔

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ یہ جملہ بھی القوم سے حال ہے ك حرف تشبیہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ بے شک وہ لوگ، اَعْجَازُ نَخْلٍ: مضاف مضاف الیہ۔ اعجاز۔ تنے۔ جڑیں۔ عَجُزٌ کی جمع ہے۔
نَخْلٍ کھجور کا درخت۔
خَاوِيَةٍ افتادہ۔ گری ہوئی۔ کھوکھلی۔ خَوَاءٌ (باب سمع، (خ و ی حروف مادہ) جگہ یا مکان کا خالی ہونا۔ اور باب ضرب سے بھی بمعنی خالی ہونا ہے اسی خَوٰی بَطْنُہٗ مِنَ الطَّعَامِ اس کا پیٹ طعام سے خالی ہوگیا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے یہ نَخْلٍ کی صفت ہے

گویا وہ کھوکھلی کھجور کے مڈھ (جڑیں) ہیں۔

۶۹ : ۸ = فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۔ استفہام انکاری ہے مخاطب کو اقرار پر آمادہ کیا جا رہا ہے یعنی کوئی بھی باقی نہیں۔ بَاقِيَةٍ صفت ہے موصوف مقدرہ کی ای من نفس باقیۃ۔ کیا تو ان میں سے کوئی جان باقی دیکھتا ہے؟ کیا تمہیں ان کا کوئی فرد نظر آتا ہے۔

۶۹ : ۹ = وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۔ واؤ عاطفہ ہے بالخاطئۃ ب تعدیہ کا ہے۔ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔

۱۔ فِرْعَوْنُ ۔

۲۔ مَنْ قَبْلَهٗ

۳۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ فاعل ہیں فعل جَآءَ..بِ کے۔

جَآءَ (باب ضرب) فعل لازم ہے۔ بَ کے صلہ کے ساتھ فعل متعدی ہو جاتا ہے جَآءَ بمعنی وہ آیا۔ اور جَآءَ بِ وہ لایا۔ خَاطِئَةٍ گناہ۔ گنہگار۔ خَطِئَ يَخْطَأُ کا مصدر بھی ہے اور اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بھی۔

جَآءَ بِالْخَاطِئَةِ اس نے گناہ کیا۔ مَنْ موصولہ ہے۔ اور قَبْلَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مَنْ کا صلہ۔ اور جو اس سے پہلے گزر چکے۔ یعنی فرعون سے پہلے۔

اَلْمُؤْتَفِكٰتُ : اسم فاعل جمع مؤنث المؤتفکۃ واحد۔ اِئْتِفَاكٌ (افتعال) مصدر (اف ک مادہ) الٹی ہوئی "منقلب"، مراد حضرت لوطؑ کی قوم کی بستیاں جو بحیرۂ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی:

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی ہوئی بستیوں میں رہتے تھے (سب نے) گناہ کا ارتکاب کیا۔

۶۹ : ۱۰ = فَعَصَوْا ۔ فَ عاطفہ اس جملہ کا عطف جَآءَ پر عطف تفسیری ہے (کیونکہ یہ جملہ جَآءَ بِالْخَاطِئَةِ کی تفصیل بیان کرتا ہے)

عَصَوْا ماضی جمع مذکر غائب مَعْصِيَةٌ وعِصْيَانٌ (باب ضرب۔ عصی مادہ) مصدر سے بمعنی نافرمانی کرنا۔ عَصَوْا اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح

اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین سے الف گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔
رَسُوْلَ رَبِّهِمْ مفعول ہے عَصَوْا کا۔
ترجمہ ہوگا:۔
پس انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی۔ (یعنی ہر قوم نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی۔ ای فعصٰی کل امۃ رسولھا (روح المعانی)
فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً: ای فاخذھم اللہ ۔ ف سببیہ ہے۔ بدیں سبب اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔
اَخْذَةً مفعول مطلق۔ موصوف،
رَّابِيَةً صفت۔ رُبُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی بڑھنا۔ اور زائد ہونا۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
بدیں سبب اللہ نے ان کو نہایت سختی اور شدت کے ساتھ پکڑا۔
۶۹: ۱۱ = اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ ۔ اِنَّا مبتدا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ تحقیق ہم نے۔ تحقیق ہم۔ حَمَلْنٰكُمْ مبتدا کی خبر۔ لَمَّا طَغَى الْمَآءُ ظرف حَمَلْنٰكُمْ کا۔
فِي الْجَارِيَةِ ای فی سفینۃ نوح علیہ السلام:
لَمَّا بمعنی جب۔ طَغٰی ماضی واحد مذکر غائب طُغْیَانٌ (باب نصر و سمع) مصدر سے وہ حد سے نکل گیا۔ (جب نگاہ اپنی حد سے گذر جاتی ہے تو بہکنے لگتی ہے اور جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے) یہاں مراد ہے: جب پانی ہر چیز سے اونچا ہو گیا تھا۔
الجاریۃ۔ کشتی۔
ترجمہ ہوگا:۔
جب پانی حد سے گذر گیا تھا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر لیا تھا۔

فَائِدَة: حَمَلْنٰكُمْ میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے اس سے مراد تمہارے اسلاف ہیں۔ کیونکہ تم اس وقت اپنے اسلافِ اعلیٰ کی پشتوں میں تھے۔ تو جب تمہارے اسلاف کو کشتی میں سوار کیا تو گویا تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

= لِنَجْعَلَهَا تَذْكِرَةً : ۔ لِنَجْعَلَهَا ۔ لام تعلیل کا ہے۔ نَجْعَلَ فعل مضارع جمع متکلم ۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ ہم بنا دیں ۔ ہم کر دیں ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ، مراد اس سے وہ فعل ہے جس سے مؤمنوں کو نجات نصیب ہوئی اور کافر ہلاک ہو گئے۔

الضمیر للفعلۃ وھی نجاۃ المؤمنین واغراق الکفرۃ ۔ الکشاف ؛ ضمیر نجات المؤمنین واغراق الکفرین کے فعل کی طرف راجع ہے۔

فرّاء نے لکھا ہے کہ ضمیر الجاریۃ (السفینۃ) کے لئے ہے۔

صاحب الیسر التفاسیر کا بھی یہی قول ہے ۔ لکھتے ہیں :۔

وقولہٗ لنجعلھا لکم تذکرۃ : ای لنجعل السفینۃ تذکرۃ لکم و موعظۃ وعبرۃ

تذکرۃ ، یاد دہانی ، نصیحت ، یاد کرنے کے قابل چیز ، عبرت ، موعظت ، بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ اور فعل نجعل کا مفعول ثانی ہے ۔

ترجمہ ہو گا :۔

تاکہ ہم اس کو (یعنی اس واقعہ کو) تمہارے لئے یادگار بنا دیں ۔

وَتَعِيَهَا : واؤ عاطفہ ، تَعِيَ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ وَعْيٌ (باب ضرب) مصدر سے هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع وہی ہے جو نجعلھا میں ھا کا ہے جس کی اوپر بحث ہوئی ہے (اور تاکہ اس کو) وہ یاد رکھے۔

أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ، موصوف و صفت ، اُذُنٌ کان مجازًا اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کان لگا کر سنے ۔ اور سن کر مانے ۔ وَاعِيَةٌ اسم فاعل ، واحد مؤنث ۔ وَعْيٌ باب ضرب مصدر۔ یاد رکھنے والے ۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ یاد رکھنے والے کان ۔ وِعَاءٌ برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بھری جاتی ہے یا رکھی جاتی ہے ۔

ترجمہ ہو گا :۔

اور تاکہ یاد رکھنے والے اس کو یاد رکھیں ۔ (سمجھیں اور غور کریں)

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :۔

کان سننے اور یاد رکھنے کا ذریعہ ہے اس لئے یادداشت کا فاعل کان کو قرار دیا ۔ ورنہ حقیقت میں یاد رکھنے والا دل یا نفس ہے ۔ یا کان سے مراد کانوں والے (یعنی اصحابِ اُذُن) مضاف (اصحاب) کو حذف کر کے مضاف الیہ (کان) کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

(اول مجاز فی الاسناد ہے اور دوسرا مجاز لغوی یا مجاز فی الحذف)

۶۹: ۱۳ = فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ: ف عاطفہ، اِذَا ظرف زمان ہے، پھر جب۔ نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ نَفْخٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھونکنا۔ پھونک مارنا۔ نَفِيْخٌ۔ ڈھولچی، وہ شخص جس کے ذمہ پھونکنے کی خدمت ہو۔ نَفْخَةٌ ایک بار پھونک مارنا۔ الصُّوْرُ نرسنگھا۔ سنگ، شاخ۔ وہ چیز کہ جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے۔ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

ترجمہ ہوگا:۔ پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی۔

فائدہ:- آیات ۲۰:۵، ۳۶ : ۵۱، ۱۸: ۹۹، میں نُفِخَ سے مراد نفخہ دوم ہے آیت ۳۹: ۶۸: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ میں نفخہ اول مراد ہے اور اسی آیت میں ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى میں نفخہ دوم مراد ہے آیت زیر مطالعہ ۶۹: ۱۳ میں نفخہ اول مراد ہے آیت ۲۳: ۱۰۱ مختلف فیہ ہے۔

حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ نفخہ دوم مراد ہے۔

سعید بن جبیرؒ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک نفخہ اوّل مراد ہے اور عطار کی روایت میں حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک نفخہ دوم مراد ہے۔ (لغات القرآن)

۶۹: ۱۴ = وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ: جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف نُفِخَ پر ہے حُمِلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ اٹھانا۔ وہ اٹھائی گئی (وہ اٹھائی جائے گی) یعنی زمین اور پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اٹھالیا جائے گا:

دُكَّتَا: ماضی مجہول تثنیہ مؤنث غائب۔ دَكٌّ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کر ہموار کرنا۔ اصل میں دَكٌّ نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ نرم زمین ہموار اور ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کی مصدر کے معنی مقرر ہوئے

تمام زمین کو واحد لایا گیا ہے اور تمام پہاڑوں کو واحد لایا گیا ہے۔ لہٰذا زمین اور پہاڑوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ آسمانوں اور زمین کو علیحدہ علیحدہ واحد لاکر دونوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت (۲۱: ۳۰) اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو جُدا جُدا کردیا۔

دَكَّةً مفعول مطلق موصوف وَاحِدَةً صفت، اسم فاعل واحد مؤنث۔ ایک ہی بار میں

یعنی زمین اور پہاڑوں کو یکبارگی اٹھا کر کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا:

۶۹: ۱۵ = فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ۔ ف تعقیب کا ہے یَوْمَئِذٍ ظرف وَقَعَتْ کا پس اس روز وقوع پذیر ہو جائے گی وقوع پذیر ہونے والی۔ یعنی قیامت برپا ہو جائیگی

الواقعۃ: وَقْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقْعٌ (باب فتح) مصدر۔

۶۹: ۱۶ = وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَھِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاھِیَۃٌ۔ واوٗ عاطفہ۔ انشقت کا عطف وَقَعَتْ پر ہے یَوْمَئِذٍ ظرف ہے وَاھِیَۃٌ کا۔

اِنْشَقَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب انشقاق (انفعال) مصدر سے جس کا معنی شق ہوجانا۔ پھٹ جانا۔ اور (اس روز) آسمان پھٹ جائے گا۔

فَھِیَ میں ھِیَ ضمیر کا مرجع السمآء ہے واھیۃ وَھْیٌ (باب ضرب، فتح، سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، بمعنی کمزور، بوسیدہ۔ پھٹا ہوا۔ وَھْیٌ کے معنی مشک پھٹ جانا۔ رسی کا بند کمزور اور ڈھیلا ہوجانا۔ ابر کا ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا۔ گر پڑنا۔ کمزور ہو جانا۔ دیوار کا گرنے کے قریب ہو جانا ہے۔

فَھِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاھِیَۃٌ: پس وہ (یعنی آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا۔

۶۹: ۱۷ = وَالْمَلَکُ عَلٰٓی اَرْجَآئِھَا۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ پر ہے۔ اَلْمَلَکُ سے مراد فرشتوں کی جنس ہے کوئی خاص فرشتہ مراد نہیں اَرْجَآئِھَا مضاف مضاف الیہ۔ اَرْجَآء رَجًا کی جمع ہے یعنی کنارے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السمآء ہے اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وہ فرشتے جو آج اپنے قیام، رکوع، سجود، سے آسمان کے چپہ چپہ کو مزین کئے ہوتے ہیں جب آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا تو وہ صفیں باندھ کر کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔

وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ: اس جملہ کا عطف بھی سابقہ جملہ کی طرح فیومئذ وقعت الواقعۃ پر ہے۔

فَوْقَھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر۔ فَوْقَھُمْ۔ ای فوق الملئکۃ الذین ھم علی الارجاء او فوق الثمنیۃ ہے۔ (بیضاوی) یعنی قیامت کے دن آٹھ فرشتے اطراف آسمان پر مقیم ملائکہ کے اوپر یا اپنے اوپر اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوتے ہوں گے۔

ثَمٰنِیَۃٌ اسم عدد۔ آٹھ۔ یہاں آٹھ فرشتے مراد ہیں۔

(آیت کا) مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تشریف فرما ہوگا۔ اور فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزّہ اور پاک ہیں کہ وہ کسی مکان میں سما سکیں۔ عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے ہے کہ اس نسبت سے عرش کی شان بلند ہو۔ نیز یہ مقام اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے۔ کائنات علوی و سفلی میں جس قسم کے تصرفات ہو رہے ہیں جن تدبیروں کا ظہور ہو رہا ہے ان سب کا مرکزیہ مقام ہے جسے عرش کہا جاتا ہے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر اپنے فرائض جہانبانی انجام دیتا ہے اسی طرح عالم وجود میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا منبع اور مصدر یہ مقام ہے اس لئے اسے عرش یعنی تختِ الٰہی کہا گیا ہے (ضیاء القرآن)

لغات القرآن میں منجملہ دیگر توضیحات کے یہ بھی تحریر ہے:۔

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں:۔

مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسمِ مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں۔ جس طرح کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں۔ اور نماز میں اس کی طرف منہ کیا کریں۔ (لغات القرآن ج ۴ لفظ عرش کے محاذ)

۶۹: ۱۸ = یَوْمَئِذٍ: یَوْمَ اسم ظرف منصوب، مضاف اِذْ مضاف الیہ، اسی دن، اسی روز، ایسے واقعات کے دن۔

تُعْرَضُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں، سامنے ہونا۔ ظاہر و آشکار کرنا۔ تم پیش کئے جاؤ گے۔ تم روبرو لائے جاؤ گے۔ تم سامنے کئے جاؤ گے۔

(یہ پیشی نفخۂ بعث کے بعد ہوگی۔ خطاب تمام آدمیوں سے ہے یعنی اے انسانو! اس روز حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہیں جانا ہوگا۔)

لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃٌ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب، خَفَاءٌ (باب سمع) مصدر سے نہیں چھپی رہے گی تم سے۔ خَافِیَۃٌ خَفَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ چھپنے والی پوشیدہ ہونے والی۔ بھید۔

مترجمین نے حسب ذیل اس کے ترجمے کئے ہیں۔

ا:۔ تم میں سے کسی کا راز نہ چھپ سکیگا۔ (ترجمہ) تم سے کوئی شخص مخفی نہ رہ سکیگا نہ کوئی بات

مخفی رہے گی۔ (تفسیر) ۔ تفسیر حقانی)

۲:۔ تمہاری کوئی پوشیدہ حرکت بھی چھپی نہ رہ سکے گی۔ (تفسیر مظہری)

۳:۔ تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔ (تفہیم القرآن، ضیاء القرآن)

۴:۔ ای لا تخفی منکم سریرۃ من السرائر التی تخفونہا۔ (کوئی بھید جسے تم چھپائے رکھتے تھے وہ بھی پوشیدہ نہیں رہیگا۔) الیسر التفاسیر۔

۵:۔ وقیل معناہ لا یخفی منکم یوم القیامۃ ماکان مخفیا فی الدنیا۔ (الخازن)
اس کا معنی یہ ہے کہ جو بات دنیا میں تم پر مخفی تھی قیامت کے روز وہ بھی مخفی نہ رہیگی۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور معذرتوں کے لئے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمالنامے ہاتھوں میں نمودار ہو جائیں گے۔ کوئی دائیں ہاتھ لینے والا ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔ (تفسیر مظہری)

۱۹:۶۹۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ف ترتیب کا ہے بمعنی پھر، اَمَّا حرف شرط تفصیلیہ ہے بمعنی لیکن، یا۔ سو۔ مَنْ مفعول مالم یسم فاعلہ۔ اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ کِتٰبَہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُوْتِیَ کا۔ بِ تعدیہ کا۔ یَمِیْنِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ دایاں ہاتھ۔ پس جو دیا جائے گا، یا دیا گیا، اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں۔ جملہ شرطیہ ہے:۔

= فَیَقُوْلُ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جزائیہ ہے، پس وہ کہیگا۔

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ۔ یہ فعل یَقُوْلُ کا مقولہ ہے۔

هَآ ۔ عربی میں تین طرح آتا ہے۔

۱:۔ اسم فعل، یعنی اسم بمعنی فعل امر، لے۔ لو۔ اس وقت الف کو ممدودہ پڑھنا بھی جائز ہے اور دونوں شکلوں میں اس کے بعد کبھی کَ خطاب تمام حالات میں آتا ہے جیسے هَاکَ هَاکِ هَاکُمَا هَاکُمْ۔ هَاکُنَّ۔

کبھی نہیں آتا اگر ممدودہ کے بعد کَ خطاب نہ ہو تو ہمزہ کے اعراب کو تذکیر، تانیث افراد، تثنیہ، جمع، مختلف احوال کو ظاہر کرنے کے لئے بولتے رہتے ہیں۔

مثلاً واحد مذکر میں هَاءَ واحد مؤنث میں هَاءِ۔ تثنیہ مذکر و مؤنث میں هَاؤُمَا هَاؤُنَّ اور جمع مذکر میں هَاؤُمْ کہا جاتا ہے یہ آخری لفظ قرآن مجید میں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ : لو میرا اعمالنامہ پڑھو،

۲:۔ ھَا کی دوسری صورت ضمیر واحد مؤنث غائب متصل ہے ۔ جو بحالت نصب و جر مستعمل ہے۔
جیسے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (۹۱: ۸) اول ضمیر منصوب اور آخری دونوں مجرور ہیں
۳:۔ ھَا تنبیہ کے لئے، یہ چار طرح مستعمل ہے

(ا) اسم اشارہ قریب پر آتی ہے جیسے کہ ھٰذَا ۔ ھٰذَانِ ۔ ھَاتِیْ ھَاتَانِ ھٰٓؤُلَآءِ
(ب) اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو جیسے ھَآ اَنْتُمْ اُولَآءِ
(اَنْتُمْ ضمیر مرفوع مبتداء اور اُولَآءِ خبر)
(ج) نداء کی صورت میں اَیٌّ کی لغت ہوتی ہے جیسے یَآ اَیُّھَا الرَّجُلُ ۔ اَیُّھَا السَّاحِرُ
(د) اگر حرف قسم حذف کر دیا گیا ہو اور اللہ کی قسم کھانا ہو تو لفظ اَللّٰہُ پر ھَا کو لے آتے ہیں
اور اللہ کی ہمزہ کو باقی رکھتے ہیں یا حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے ھَا اَللّٰہُ ۔ ھَا اللّٰہُ

اِقْرَءُوْا : فعل امر جمع مذکر حاضر قِرَاءَۃٌ (باب فتح و نصر) مصدر۔ تم پڑھو، تم پڑھ لیا کرو
كِتٰبِيَهْ ۔ كِتٰبِیْ مضاف مضاف الیہ ۔ میری کتاب ، میرا اعمالنامہ ۔ ۃ، ھاءِ سکتہ
ساکنہ جو عموماً حالتِ وقف میں ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لئے آتی ہے ۔ كِتٰبِيَهْ اسم
مفعول ہے اِقْرَءُوْا کا۔

۶۹: ۲۰ = ظَنَنْتُ ماضی واحد متکلم ظَنٌّ (باب نصر) مصدر ۔ میں نے یقین کیا ۔ میں نے
جانا۔

= اِنِّیْ : بے شک میں ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے۔
= اَنِّیْ : بے شک میں ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے :
= مُلٰقٍ ۔ مُلَاقَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے
اصل میں مُلَاقِیٌ تھا ۔ پہنچنے والا ۔ پانے والا ۔ مضاف،
= حِسَابِيَهْ : حِسَابِیْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، میرا حساب ۃ
وقف کی ہے ملاحظہ ہو كِتٰبِيَهْ، آیت ۶۹: ۱۹ ۔ متذکرۃ الصدر۔

مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ : اپنے حساب کو، (یعنی اپنے اعمال کی سزا و جزاء) پا لینے والا۔

۶۹: ۲۱ = فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۔ فَ تعقیب کا یا ترتیب کا ہے ۔ ھُوَ سے مراد
وہ شخص ہے جسے اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لا دیا گیا ہو ۔
عِيْشَةٍ زندگانی ۔ گزران، عَاشَ يَعِيْشُ (باب ضرب) کا مصدر ہے، جس کے

معنی جینے کے ہیں۔ موصوف ہے۔

رَّاضِیَۃٍ : رِضًی۔ رُضًی (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پسندیدہ، من بھاتی، خوش، صفت، ھُوَ مبتدا رفِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اس کی خبر،

ترجمہ:۔

پس وہ شخص پسندیدہ زندگی بسر کرے گا:

۲۲:۶۹ = فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ: یہ مبتدا کی خبر کے بعد دوسری خبر ہے، بلند مرتبہ باغوں میں عَالِیَۃٍ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

۲۳:۶۹ = قُطُوْفُھَا دَانِیَۃٌ: قُطُوْفٌ جمع ہے قِطْفٌ کی، قُطُوْفٌ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، قَطْفٌ مصدر۔ (باب ضرب) بمعنی پھل توڑنا درخت سے، قِطْفٌ (ق کی کسرہ سے) وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں یعنی خود گرے ہوئے نہ ہوں (خواہ توڑ لئے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں مگر توڑے جانے کے قابل ہوں)

آیت میں وہ پھل مراد ہیں جو اہلِ جنت بیٹھے کھڑے توڑ سکیں گے)،

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جنّۃ کے لئے ہے قُطُوْفُھَا سے مراد قُطُوْفُ اَثْمَارِھَا ہے یعنی ان باغوں کے پھل ہیں۔

دَانِیَۃٌ: دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے نزدیک، جھکی ہوئی۔ جھکنے والی۔ لٹکی ہوئی۔ لٹکنے والی۔

ان باغوں کے پھل جھکے ہوں گے۔

۲۴:۶۹ = کُلُوْا وَاشْرَبُوْا: ای قیل لھم کُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔ ان سے کہا جائیگا کھاؤ اور پیو۔ ھُوَ کی ضمیر (آیت ۲۱ متذکرۃ الصدر) اگرچہ واحد کی ہے اور کُلُوْا وَاشْرَبُوْا جمع کے صیغے ہیں۔ لیکن معنی کے لحاظ سے ھُوَ جمع ہے۔ اس لئے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کہنا صحیح ہے اس صورت میں یہ جملہ ھُوَ کی خبر ہو گی:

ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو۔

ھَنِیْٓــًٔا: ھَنَاءٌ (باب فتح و نصر، ضرب) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے: خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ ھَنَاءٌ مصدر بمعنی خوراک کا خوشگوار ہونا۔ ھَنِیْٓــًٔا ضمیر کُلُوْا سے حال ہے۔ خوشگواری کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے کھاؤ پیو۔ مزے لے لے کر کھاؤ پیو۔ یا یہ مفعول مطلق کی صفت ہے اور کلام یوں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا اَکْلًا وَّشُرْبًا

هَنِيٓـًٔا۔

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ ۔ ب بمعنی مقابلہ ہے یہ وہ ب ہے جو عوض میں دی جانی والی چیزوں پر داخل ہوتی ہے مثلاً قولہٗ تعالیٰ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (۱۶:۳۲) تم لوگ اپنے نیک اعمال کے عوض جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس ب کو سببیت کے لئے اس لئے قرار نہیں دیا کہ جو چیز معاوضہ میں ملا کرتی ہے وہ کبھی مفت میں بھی دیدی جاتی ہے لیکن مسبب کا بدون سبب کے پایا جانا ناممکن ہے (الاتقان حصہ اول چالیسویں نوع)۔ مَا موصولہ : اَسْلَفْتُمْ صلہ۔

اَسْلَفْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْلَافٌ (افعال) مصدر۔ تم آگے بھیج چکے۔ تم پہلے کر چکے۔ مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا۔ اَسْلَاف پہلے لوگ (سَلَفٌ کی جمع) آباء و اجداد۔ جو پہلے گذر چکے:

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ بعوض (اعمال صالحہ کے) جو تم پہلے (یعنی دنیا میں) کر چکے۔

= اَلْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۔ موصوف وصفت، اَلْخَالِيَةِ: خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی گذرنے والی۔ گذشتہ۔ گذشتہ ایام (ہیں)، دنیا کے اندر۔ خالی وہ زمانہ یا مکان جس کو کوئی بھرنے والا نہ ہو۔ خالی زمانہ، وہ زمانہ جس میں اہل زمانہ باقی نہ رہے ہوں۔ باقی نہ رہنے کے لئے گزر جانا لازم ہے۔ اسی لئے خالی کا معنی ہو گیا ماضی،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ (۳:۱۴۴) اس سے پہلے پیغمبر گذر چکے۔

۶۹: ۲۵ = فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ: بِشِمَالِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی بائیں طرف اس کے بائیں ہاتھ میں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۱۹ متذکرۃ الصدر)۔

فَيَقُوْلُ ۔ میں فَ تعقیب کی ہے۔ جس پر وہ (اپنے اعمال بد اور ان کا برا انجام دیکھ کر) کہے گا۔

يٰلَيْتَنِيْ ۔ یا، حرف ندا، منادیٰ محذوف (یعنی اے قوم) لَيْتَ حرف مشبہ بالفعل : اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔ تمنا کے لئے مستعمل ہے۔ کاش! نِيْ۔ اسم ہے : يٰلَيْتَنِيْ: کاش مجھے۔

= لَمْ اُوْتَ : مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد متکلم۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ اُوْتَ اصل میں اُوْتِيَ تھا۔ لَمْ کے عمل سے يَ حذف ہو گئی۔ اور مضارع ماضی کے معنی میں تبدیل ہو گیا۔ كِتٰبِيَهْ: ہ ساکنہ۔ (دیکھو متذکرۃ الصدر) كِتَابِيْ میرا اعمال نامہ، میری کتاب (

ترجمہ ہوگا:۔
اے قوم کاش مجھے میرا اعمال نامہ نہ ہی دیا جاتا۔

۶۹: ۲۶ = وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے: لَمْ اَدْرِ مضارع نفی جحد بلم۔ اَدْرِ اصل میں اَدْرِیْ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ی حذف ہوگئی۔

لَمْ اَدْرِ نفی جحد بلم مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی کسی چیز کے متعلق جاننے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ وَلَمْ اَدْرِ اور میں جانتا ہی نہ ہوتا اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا۔

مَا حِسَابِيَهْ، مَا استفہامیہ ہے حِسَابِيَهْ میں ہ ساکنہ ہے جیسا کہ اوپر آیت ۱۹ میں مذکور ہوا۔ جملہ ہذا لَمْ اَدْرِ کا مفعول ہے اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے۔

۶۹: ۲۷ = يٰلَيْتَهَا۔ یا، حرف ندا۔ منادیٰ محذوف۔ لَيْتَ حرف مشبہ بالفعل، ھا اسم اے قوم کاش وہ ..... ھا سے مراد وہ نفخہ یا دنیاوی زندگی کے بعد موت ہے یا زندگی کے بعد عدم کی حالت ہے۔

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ: كَانَتْ ماضی واحد مؤنث غائب؛ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہوگئی وہ ہوگئی ہوتی۔ (ماضی تمنائی) كَانَتْ کا اسم فاعل يٰلَيْتَهَا کی ھا ہے یعنی دنیاوی زندگی کے بعد موت یا عدم کی حالت،

اَلْقَاضِيَةَ۔ اسم فاعل واحد مؤنث، قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی فیصلہ کرنا۔ طے کرنا۔ آخری قطعی حکم اور قطعی عمل: آیت ہذا میں عملی قضاء مراد ہے! یعنی ختم کر دینے والی ایسی موت جس کے بعد زندگی نہ ہو۔ کام تمام ہو جائے۔ اَلْقَاضِيَةَ خبر ہے كَانَتْ کی لہٰذا منصوب ہے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ: ای کاش دنیاوی زندگی کے بعد موت، ہی کام تمام کر دینے والی ہوتی (نہ میں دوبارہ زندہ ہوتا نہ اعمال نامہ دیکھنے کی نوبت آتی)

۶۹: ۲۸ = مَاۤ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ۔ مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ انکاریہ بھی کیا کام آیا مال۔ یعنی کام نہ آیا۔

اَغْنٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنا دیا۔ اس نے دولت دی۔

مَالِيَهْ میں ہ سکتہ کی ہے۔ (دیکھو ۶۹: ۱۹ مذکورہ بالا)

مَالِىَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا مال۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ مال میرے کسی کام آیا (یعنی نہیں آیا)

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ: هَلَكَ ماضی واحد مذکر غائب هَلْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ مرگیا۔ وہ جاتا رہا۔ عَنِّيْ حرف جار۔ ن وقایہ ی ضمیر متکلم مجرور۔ مجھ سے۔ سُلْطٰنِيَهْ ہ سکتہ کی، سُلْطَانِيْ مضاف مضاف الیہ۔ میری حکومت، میری سلطنت، میری وہ حجتیں جو میں دنیا میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور میری سلطنت مجھ سے جاتی رہی۔ میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔

۶۹: ۳۰ = خُذُوْهُ ۔ خُذُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پکڑ لینا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ای قیل خذوہ۔ کہا جائے گا یا حکم ہوگا۔ اس کو پکڑ لو۔

= فَغُلُّوْهُ ف عاطفہ ہے غُلُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ غَلٌّ (باب نصر) مصدر۔ اَلْغَلَلُ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اس کی جمع اغلال آتی ہے۔ غُلُّوْا طوق پہنادو۔ ہاتھ پاؤں اور گردن میں قید ڈال دو، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔

۶۹: ۳۱ = ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے یعنی پھر، اس کے بعد،

صاحب تفسیر مظہری تحریر فرماتے ہیں:۔

اس جگہ اور اس کے بعد ثُمَّ کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر آئندہ مصیبت پچھلی مصیبت سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ (اوّل گرفتاری، اس کے بعد ہاتھ پاؤں کی گردن سے بندش اس کے بعد جہنم میں داخلہ بہت سخت ہوگا۔)

اَلْجَحِيْمَ: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ، جَحْمٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی آگ کا (سخت) بھڑکنا یہ فعل صَلُّوْهُ کا مفعول ہے مفعول کو فعل سے پہلے حصر کے لئے لایا گیا ہے۔

صَلُّوْهُ: صَلُّوْا فعل امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے: جس کے معنی آگ میں داخل کرنے کے ہیں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، پھر اس کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو،

۶۹: ۳۲ = ثُمَّ پھر (نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۱ متذکرۃ الصدر۔

سِلْسِلَةٍ زنجیر، واحد۔ سَلَاسِلُ جمع زنجیریں۔

= ذَرْعُهَا، مضاف مضاف الیہ۔ اس کا طول، اس کی درازی۔ اس کا ناپ۔ ذَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی پیمائش کرنے اور ناپنے کے آتے ہیں۔

ذِرَاعًا: ذِرَاعٌ واحد۔ اَذْرُعٌ (جمع) بازو، ہاتھ سمیت کہنی تک کا حصہ (اردو میں بھی

اس ماپ کو ہاتھ بھی کہتے ہیں مثلاً دو ہاتھ لمبا۔)

فَاسْلُكُوْهُ : ف زائد ہے اُسْلُكُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر سے سَلَكَ يَسْلُكُ چلنا۔ داخل ہونا۔ داخل کرنا۔ اسی سے سِلْكٌ لڑی، تار۔ اور لاسلکی (بلا تار) ہے اور اسی سے مَسْلَكٌ طریقہ دین ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب :

ترجمہ ہوگا:۔

پھر ستر ہاتھ لمبے زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔

۶۹ : ۳۳ = اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ : یہ جملہ عذاب مذکور کی علت ہے یہ عذاب اسے اس لئے دیا جائے گا کیونکہ وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

۶۹ : ۳۴ = وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے : لَا يَحُضُّ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حَضٌّ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی ہے کسی کو کسی کام کے لئے آمادہ کرنا ہے۔ ترغیب دینا یا ابھارنا ہے۔

عَلٰى حروف جر میں سے ہے۔ کثیر المعانی ہے۔ یہاں اس کے معنی "کے لئے" ہیں

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مضاف مضاف الیہ (مجرور)

ترجمہ ہوگا:۔

اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی (کسی دوسرے کو) ترغیب دیتا تھا۔

۶۹ : ۳۵ = فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ف سببیہ ہے یعنی بہ سبب اس بات کے کہ وہ نہ عظمت والے اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی کسی کو ترغیب دیتا تھا (از خود کھانا کھلانا تو درکنار) آج کے دن اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اَلْيَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ هٰهُنَا حرفِ هَا حرفِ تنبیہ ہے هُنَا اسم ظرف یہاں۔ اس جگہ۔ حَمِيْمٌ دوست : مددگار۔ یار۔

۶۹ : ۳۶ = وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ ہی (اس کے لئے یہاں) کھانا ہوگا سوائے غِسْلِیْن کے۔

غِسْلِيْنٍ۔ غُسْلٌ مصدر سے (باب ضرب)

(۱) زخموں کا دھوون یعنی کافر دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا پانی۔ پیپ۔

(۲) دوزخ کے ایک درخت کا نام ہے

(۳) ای صدید اهل النار الخارج من بطوتهم لاكلهم شجرة الغسلين۔

غسلین کا درخت کھانے پر دوزخیوں کے پیٹ سے نکلنے والی پیپ :

۶۹ : ۳۷ : لَا یَاۡکُلُہٗۤ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع غسلین ہے۔ لَا یَاۡکُلُہٗۤ اِلَّا الۡخَاطِئُوۡنَ استثناء مفرغ ہے (یعنی وہ استثناء جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) یعنی خطا کاروں کے سوا اس کو کوئی نہ کھائے گا۔

خَاطِئُوۡنَ ۔ گنہگار، خَطَاٌ (باب سمع) مصدر۔ (خ ط ء مادہ) بمعنی چوک جانا۔ گناہ کرنا اَلۡخَطَاُ کے معنی صحیح جہت سے عدول کرنے کے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱:۔ کوئی ایسا کام بالارادہ کرے جس کا ارادہ بھی مناسب نہ ہو۔ یہ خطاء تام ہے جس پر مواخذہ ہوگا: اس معنی میں فعل خَطِئَ یَخۡطَاُ خِطۡاً بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ قَتۡلَهُمۡ كَانَ خِطۡاً كَبِيۡرًا (۱۷ : ۳۱) کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت جرم ہے

۲:۔ ارادہ تو اچھا کام کرنے کا ہو لیکن غلطی سے بُرا کام سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں کہا جائے گا اَخۡطَاَ یُخۡطِئُ اِخۡطَاءً فَهُوَ مُخۡطِئٌ : (باب افعال)

۳، غیر مستحسن فعل کا ارادہ کرے لیکن اتفاق سے مستحسن فعل سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں فعل تو درست ہے لیکن ارادہ غلط ہے لہٰذا اس کا قصد مذموم ہو گا مگر فعل بھی قابل ستائش نہیں ہے :۔

خَاطِئُوۡنَ بالارادہ گناہ کرنے والے کو کہتے ہیں خِطۡاٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بالارادہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔ (المفردات)

۶۹ : ۳۸ == فَلَاۤ اُقۡسِمُ ۔ میں لَا نفی کا بھی ہو سکتا ہے جس کی دو صورتیں ممکن ہیں!

۱:۔ بات صاف ظاہر ہے قسم کھا کر پختہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲:۔ لا کا تعلق کلام محذوف سے ہے یعنی کافر جو یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن کی نسبت خدا کی طرف غلط کی ہے۔ یہ خود شاعر اور کاہن ہے اور حشر و نشر کچھ نہ ہوگا۔ یہ باتیں سچ نہیں ہیں میں قسم کھاتا ہوں۔ (تفسیر مظہری)

جمہور مفسرین کے نزدیک لَاۤ اُقۡسِمُ میں لَا تاکید کا ہے۔

لغات القرآن میں ہے :۔

اُقۡسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقۡسَامٌ (افعال) سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں، مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ دراصل قَسَامَۃٌ سے ماخوذ ہے۔ قسامت وہ قسمیں ہیں جو اولیاء مقتول پر تقسیم کی جاتی ہیں :۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔

۱:۔ اپنی ذات مقدسہ کی ؛

۲:۔ اپنے افعال حکیمانہ کی ۔

۳:۔ اپنی مخلوق کی ۔

مخالفین قرآن پر جو اعتراض کرتے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں کیوں کھائیں ۔ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور تاریخ پر ذرا غور وفکر کی زحمت گوارہ کی جائے تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی یہی طریقہ جب بڑھنے لگا تو انسان کے علاوہ حیوانات وجمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی ۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں " در ودیوار اس بات پر شاہد ہیں ،، آسمان وزمین اس پر گواہ ہیں ۔ اس نے جنگ میں جس طرح جانبازی کے جوہر دکھائے میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ ، وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں ۔ اس قسم کی شہادتوں سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں ۔ یعنی اگر ان میں ذرا بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے ، یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں بھی شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

سورۃ منافقون میں ارشاد ہے ۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ط (۶۳ : ۱-۲)

منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے لیکن خدا شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے ۔

آیت مذکورہ میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف

شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اس کا اثر یہ ہے
کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں "اللہ جانتا ہے، خدا گواہ ہے، خدا شاہد ہے"
عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے جیسے واؤ
ب ۔ ت ۔ وَ اللهِ ۔ باللهِ ۔ تاللهِ ۔ کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لَا کے ساتھ آتا ہے
جیسے لَآ اُقْسِمُ ، اور کبھی جملہ پر لام لاکر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُكَ (۱۵ : ۷۲)
اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے:۔
ایک یہ ہے کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے اور اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے
چاہے وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی رُوح کی ہو، بزبان حال ہو یا بزبان قال۔
دوم یہ کہ کسی چیز کی توثیق و اثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے
یہ دوسرے معانی قسم کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔ جہاں جہاں
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے وہ پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
قرآن مجید میں نہایت کثرت سے شمس و قمر، لیل و نہار، ابر و باد، کوہ و صحرا، چرند، پرند، دریا اور سمندر
غرض جابجا مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں
جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جابجا قسم بھی کھائی ہے جس کے
صاف معانی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت و شان پر شہادت دے رہی ہیں اور
اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔
یہ بھی خیال رہے کہ قسم، یمین، حلف، عام لوگ ان تینوں کو ہم معنی خیال کرتے ہیں جس کی
بنا پر بڑی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ ان سب الفاظ کے معانی اور مفہوم بالکل جُدا جُدا ہیں
قسم کے معنی ہیں کسی چیز کی صحت اور تصدیق کے لئے گواہی پیش کرنا۔ قرآن مجید میں جو قسمیں مذکور
ہیں ان سب کے یہی معنی ہیں کہ جن چیزوں پر قسم کھائی گئی ہے وہ خدا کے وجود پر اس کی قدرت اور
شان پر اور اس کی عظمت و اقتدار پر شہادت دے رہی ہیں۔
سورۃ فجر میں ارشاد ہے:۔
وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ
حِجْرٍ (۸۹: ۱-۵) (فجر دس راتیں جفت و طاق اور رات جب چلنے پر ہو ان سب باتوں
میں صاحب عقل کے لئے قسم ہے) یعنی یہ سب چیزیں عقل مند کے نزدیک خدا کے وجود اور
اس کی قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں۔ یمین کے معنی ہاتھ کے ہیں یہ لفظ عموماً

معاہدات کی توثیق کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا دوسرے معاہد کو ضامن دینا ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

والیمین فی الحلف مستعارٌ فی الید اعتبارًا بما یفعله المعاهد و المحالف غیرہٗ ۔ معاہدہ کرنے والا اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے:

یمین کا لفظ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کہیں استعمال نہیں فرمایا۔

حلف کا لفظ ان دونوں لفظوں سے وسیع ہے، لیکن اس کے مفہوم میں ذمہ داری و ذلت شامل ہے۔ اور اس کا استعمال بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آجکل عوام قسمیں کھاتے ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں حلاّف کے لئے مھین کا لفظ (قابل اہانت) استعمال کیا گیا ہے ارشاد باری ہے:۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۶۸: ۱۰) اور تو کہنا مان ہر قسمیں کھانے والے بے قدر کا یہ لفظ جہاں آیا ہے منافقین کی زبان سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے لئے کہیں بھی استعمال نہیں فرمایا ہے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو اپنی ذات پاک کی قسمیں کھائی ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱:۔ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ (۱۰: ۵۳) کہہ دو کہ ہاں خدا کی قسم یہ سچ ہے۔

۲:۔ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) کہہ دو ہاں میرے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

۳:۔ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ (۱۹: ۶۸) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان کو جمع کر دیں گے اور شیطانوں کو بھی۔

۴:۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ (۱۵: ۹۲) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور بازپرس کریں گے:

(۵) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (۴: ۶۵) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہوں گے:

۶:۔ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ (۷۰: ۴۰) پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی!

(ب) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے علاوہ اپنے فعل کی قسم کھائی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے

وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰهَا وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَا ۔ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا (۹۱: ۵-۷)
قسم ہے آسمان کی جس نے اسے بنایا۔ اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔ اور انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو درست بنایا۔

(ج) اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مفعول (مخلوق) کی قسم بھی کھائی ہے، جیسے
۱:۔ وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳: ۱) قسم ہے تارے کی جب غائب ہونے لگے۔
۲:۔ وَ الطُّوْرِ۔ (۵۲: ۱) قسم ہے (کوہِ) طور کی۔
۳:۔ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ (۵۲: ۲) اور قسم ہے کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔ وغیرہ ذلک
مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) التبیان فی اقسام القرآن، مصنف علامہ ابن قیم رح
(۲) امعان فی اقسام القرآن " علامہ حمید الدین فراہی۔
(۳) الاتقان فی علوم القرآن حصہ دوم نوع ۶۷: مصنف علامہ جلال الدین سیوطی رح

= بِمَا تُبْصِرُوْنَ: مَا موصولہ، تُبْصِرُوْنَ صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِبْصَارٌ (افعال) مصدر۔ تم دیکھتے ہو؛

۶۹: ۳۹ = وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
اور ان چیزوں کی) جن کو تم نہیں دیکھ سکتے:

آیات ۳۸: ۳۹ میں اول الذکر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صفات خداوندی کی مظہر ہیں۔ اور جن کو عقل یا چہرہ کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔
مؤخر الذکر سے مراد وہ صفات و ذوات مراد ہیں جن کی حقیقت نہ دانش و فہم سے نظر آتی ہیں نہ آنکھوں سے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اول سے مراد اجسام اور دوسرے سے ارواح۔
یا اوّل سے مراد انسان اور دوسرے سے مراد جنّ و ملائکہ،
یا اوّل سے مراد ظاہری اور دوسرے سے باطنی نعمتیں۔
یا اوّل سے مراد وہ علم ہے جس کو اللہ نے ملائکہ، جنّ و انس پر ظاہر کر دیا ہے اور دوسرے سے مراد وہ خصوصی علم ہے جس سے اور کوئی واقف نہیں ہے۔

۶۹: ۴۰ = اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ جملہ جواب قسم ہے اِنَّ (حرف تحقیق، حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے) لام تاکید کی، اور جملہ اسمیہ، تینوں جواب قسم کی تاکید میں آئے ہیں۔

قَوْلُ - بات - کہنا (مصدر یا مفعول) مضاف رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بے شک یہ (قرآن) معزز رسول کا قول (کلام) ہے

۶۹: ۴۱ == وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ: یہ جملہ، جملہ سابقہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ کی تاکید کے لئے آیا ہے، اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ہ قَلِیْلًا میں نصب مصدریت (مفعول مطلق) کی بناء پر ہے یا ظرفیت (مفعول فیہ) کی بناء پر اور مَا زائدہ تاکید قلت کے لئے ہے یعنی بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر۔

تفسیر ماجدی میں ہے:۔

قَلِیْلًا - یہ قلت دونوں جگہ عدم کے معنی میں ہے و قلیل یعبر بہ عن النفی (اور قلیل نفی سے تعبیر کی گئی ہے (راغب)

القلۃ فی معنی العدم قلت عدم کے معنی میں آیا ہے (الکشاف)

والعرب یقولون قلما یاتینا یریدون لا یاتینا۔ عرب قلما یاتینا (وہ بہت ہی کم ہمارے پاس آتا ہے) کہہ کر مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتا، (تفسیر کبیر)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قلیل ایمان سے مراد نفی ایمان ہے یعنی بالکل ایمان نہیں رکھتے ہو، جیسے اس شخص سے تم کہو جو تمہاری ملاقات کو نہیں آتا کہ آپ تو بالکل کم ہی ہم سے ملاقات کرتے ہیں یعنی نہیں کرتے:

مندرجہ بالا تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ ہوگا:۔

(لیکن تم ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تُؤْمِنُوْنَ ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِیْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان رکھتے ہو

۶۹: ۴۲ — وَلَا بِقَوْلِ کَاهِنٍ، جملہ ھذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہے چونکہ اس فن کی بناء ظن پر ہے جس میں صواب دخطاء کا احتمال پایا جاتا ہے لہٰذا اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ہ (لیکن) تم غور ہی نہیں کرتے، لیکن تم لوگ بہت ہی کم دھیان

دیتے ہو (راغب)

۶۹: ۴۳ = تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ ای ھو تنزیل من رب العالمین ھُوَ مبتدا۔ تنزیلٌ اس کی خبر۔ من رب العلمین متعلق خبر۔

تنزیل بروزن تفعیل مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے:

۶۹: ۴۴ = وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا: واؤ عاطفہ، لَوْ حرف شرط تَقَوَّلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَقَوُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ اس نے بنالیا۔ اس نے گھڑ لیا۔ اس نے باندھ لیا۔

تقوّلٌ کے معنی اپنے دل سے گھڑ کر دوسرے کی طرف سے کہہ دینا۔

اَقَاوِیْل جمع اقوال کی جو جمع ہے قَوْل کی، بمعنی بات جیسے ابا بیت جمع ہے ابیات کی جو جمع ہے بَیْتٌ کی۔ تقول کی مناسبت سے یہاں اقوال سے مراد بھی اقوال المفتراۃ (من گھڑت اقوال) لیا جائے گا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اگر وہ گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا۔

۶۹: ۴۵ = لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یمین سے مراد دایاں ہاتھ ہے یا اس کا معنی طاقت بھی ہے:

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

توہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے،

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

توہم اس کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

۶۹: ۴۶ = ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ۔ ثُمَّ عاطفہ تراخیٔ وقت کے لئے بمعنی پھر، لام تاکید کا قَطَعْنَا ماضی جمع متکلم قَطْعٌ (باب فتح) مصدر سے، ہم کاٹ دیتے مِنْہُ الْوَتِیْنَ اس کی زندگی کی رگ، دل کی رگ۔

لسان العرب میں ہے:۔

الوتین عرق فی القلب اذا انقطع مات صاحبہ، دل کی رگ جب وہ کٹ جائے تو انسان فورًا مر جائے۔

ترجمہ ہوگا:۔ توپھر ہم اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے۔

۶۹: ۴۷ = فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ مَا نافیہ ہے مِنْكُمْ خطاب عام ہے ای ایھا الناس اے لوگو! مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے اَحَدٍ مبتدا، حَاجِزِيْنَ اس کی خبر۔ (احد لفظاً واحد لیکن معنی جمع آیا ہے اس لئے حاجزین کو جمع لایا گیا ہے عَنْهُ ای عن ھذا الفعل وھو القتل۔ اس سے مراد یہ فعل یعنی وتین کا کاٹ دینا اور صاحب رگ کو مار ڈالنا۔)

ترجمہ ہوگا۔

پھر تم میں سے کوئی ان کو اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ (ترجمہ مولانا اشرف علیؒ)

حَاجِزِيْنَ: حَجْزٌ (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بمعنی روکنے والے۔ الحجز کے معنی دو چیزوں کے درمیان روک اور حد فاصل بنانے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وجعل بین البحرین حاجزا (۲۷: ۶۱) اور (کس نے) دو دریاؤں کے درمیان اوٹ بنا دی

۶۹: ۴۸ = وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ: انہ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب قرآن مجید کے لئے ہے لام تاکید کا۔ تذکرۃ بروزن (تفعلۃ) باب تفعیل کا مصدر ہے یاددہانی، نصیحت، یاد رکھنے کی چیز۔

مُتَّقِيْنَ اتقاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت جر۔ پرہیزگار لوگ تَقْوٰی اسم مصدر بمعنی نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ اور شرع کی اصطلاح میں گناہ کی بات سے نفس کی حفاظت کو تقوٰی کہتے ہیں۔

۶۹: ۴۹ = وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ: واؤ عاطفہ اِنَّا بے شک ہم۔ لام تاکید کا۔ نَعْلَمُ مضارع جمع متکلم۔ عِلْمٌ باب سمع مصدر سے اَنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ بالفعل میں سے ہے بمعنی بے شک، مِنْ تبعیضیہ ہے مُكَذِّبِيْنَ تکذیب (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ جھٹلانے والے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔

۶۹: ۵۰ = وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ: واؤ عاطفہ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بے شک، ہٗ کا مرجع قرآن مجید ہے لام تاکید کا۔ اور بے شک یہ قرآن باعث حسرت ہوگا کفار کے لئے۔

۶۹: ۵۱ = وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ لام تاکید کا ہے حَقُّ الْيَقِيْنِ: صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے حق صفت ہے اور یقین موصوف ہے۔ مطلب اِنَّهُ الْيَقِيْنُ

الْحَقُّ: یعنی ایسا یقین جو سراسر حق ہے جس میں باطل کی ذرا ملاوٹ تک نہیں۔
یہاں حق کی یقین کی طرف اضافت تاکید اور زیادت توضیح کے لئے ہے۔
بغوی نے لکھا ہے۔ اضافت الیٰ نفسہٖ ہے یقین اور حق دونوں ایک ہیں لیکن لفظ دو ہیں

۶۹: ۵۲ — فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ: فَ ترتیب کا ہے پس، فَسَبِّحْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پس تو تسبیح بیان کر اپنے رب کی جو بڑے شان والا ہے

فائدہ: حق الیقین۔ حقیقت اگرچہ بذات خود ایک یقینی امر ہے لیکن انسانی قویٰ وادراک کے لحاظ سے اس کے مختلف مدارج ہیں۔ جہاں تک انسان کسی امر کو اپنی عقل وفہم اور متعلقہ شہادت کی بناء پر یقینی قرار دیتا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ کہ اس کو حقیقت کی موجودگی کا علم کی بنا پر یقین ہو گیا ہے پھر جب اس حقیقت کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اسے عین الیقین کہیں گے۔
لیکن ہمارا علم جو شہادت اور فہم وادراک پر مبنی ہو وہ کسی حد تک غلطی سے مبرا و بالاتر نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہماری چشم دید نی۔ کہ اکثر آنکھ بھی دھوکہ کھا سکتی ہے اس لئے عین الیقین بھی نقائص سے مبرا نہیں ہے ان ہر دو سے بالاتر حق الیقین ہے۔

اس کی بنیادی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے دریا کی ہیئت وکیفیت کو کتابوں میں پڑھا اور لوگوں سے سنا تو اس کو دریا کے متعلق علم الیقین ہو گیا۔ پھر جب وہ دریا پر پہنچا اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی روانی کو ساحل دریا پر اس کے پانی کے عمل ودخل کو اس کی وسعت کو دیکھا اس کا علم الیقین عین الیقین میں بدل گیا لیکن اس کے باوجود اس کے ذہن سے بعض باتوں کے متعلق ابہام وتردد نہ گیا وہ دریا میں اتر گیا تو اس کے جملہ شکوک رفع ہو گئے اس نے حق الیقین کو پا لیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۰) سُوۡرَۃُ الۡمَعَارِجِ مَکِّیَّۃٌ (۴۴)

۷۰: ۱ ۔۔۔ سَاَلَ سَآئِلٌ: سَاَلَ ماضی واحد مذکر غائب سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر بمعنی سوال کرنا، دریافت کرنا۔ مانگنا۔ طلب کرنا۔ سَآئِلٌ اسی مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ سوال کرنے والا، پوچھنے والا۔ سَاَلَ سَآئِلٌ کسی پوچھنے والے نے پوچھا۔

بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ۔ ب بمعنی عَنْ ہے۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَسۡئَلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا (۲۵: ۵۹) تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔

عَذَابٍ وَّاقِعٍ موصوف وصفت دونوں مل کر مفعول ثانی سَاَلَ کے، مفعول اول محذوف ہے ای سَاَلَ اللّٰہَ سَآئِلٌ کسی دعا ایک سوال کرنے والے نے اللہ سے سوال کیا

وَاقِعٍ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر وَقُوۡعٌ باب فتح مصدر سے بمعنی نازل ہونے والا۔

فائدہ: اس سورت کا شان نزول یہ ہے جسے نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث ابن کلدہ کافر تھا۔ سورۃ الحاقۃ سن کر اس سنگدل نے ازراہ تمسخر کہا کہ اگر یہ حق ہے تو یہ عذاب ضرور ہم پر آئے اور اسی طرح سے اور سیاہ باطن لوگ بھی تمسخر کرتے تھے۔ ان کے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا۔ اس لئے اس انکار کے طور پر سوال کرتے تھے اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس دن کی ہیبت ناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلے گا۔

سائل نضر بن حارث تھا مگر اس ذلیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا۔ یا یہ کہ قرآن میں یہ عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے۔ (تفسیر حقانی)

۷۰: ۲ = لِلۡکٰفِرِیۡنَ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی وہ عذاب جو کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

۲:۔ یہ وَاقِعٍ سے متعلق ہے یعنی کافروں پر نازل ہونے والا۔
۳:۔ یہ سوال محذوف کا جواب ہے، سوال ہوگا کہ کن لوگوں پر واقع ہوگا توسوال کا یہ جواب ہوگا کہ کافروں پر واقع ہوگا۔
اور لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ عذاب کی صفت ہوگا یا جواب کے دائرہ میں آئے گا (مظہری)
لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ - مِّنَ اللّٰهِ - چونکہ اللہ کا ارادہ عذاب سے متعلق ہوجائے گا اس لئے خدا کی طرف سے اس عذاب کو دفع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (مظہری)
۷۰:۳ = مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ: مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے اللہ کی۔ اللّٰہِ اور ذی المعارجِ بحالت جر ہیں بوجہ بٍ حرف جار کے عمل کے:
المعارج: عروج (باب نصر) مصدر سے اسم آلہ جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد مَعْرَجٌ اور مِعْرَاجٌ ہے بمعنی سیڑھی، اَلْعُرُوْجُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں جیسا کہ اگلی آیت ۴ میں تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ..... الخ آیا ہے۔ (فرشتے اور روح اس کی طرف اس دن چڑھ رہے ہوں گے)
لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ کا ترجمہ ہوگا:۔
جس کو اللہ ذی مراتب کی طرف سے کوئی دفع نہیں کر سکتا۔ اللہ کو ذی المعارج اس لئے کہا کہ جملہ درجاتِ عالیہ اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے۔ اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں والا ہے اس تک پہنچنے کے لئے ایمان و اعمال و خلوص کی سیڑھیاں درکار ہیں۔
۷۰:۴ = تَعْرُجُ، مضارع واحد مؤنث غائب عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چڑھتی ہے وہ چڑھے گی۔
الرُّوْحُ: سے مراد کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
اکثریت کے نزدیک اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور کئی جگہوں پر بھی اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۲۶: ۱۹۳) اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔
شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اس کے علاوہ آٹھ اور معانی ذکر کئے ہیں۔
(۱) امر۔ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (۴: ۱۷۱) اور اس کا امر ہے۔
(۲) وحی۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ (۱۶: ۲) اتارتا ہے فرشتے وحی دے کر۔
(۳) قرآن۔ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۴۲: ۵۲) ہم نے وحی کی تیری طرف قرآن کی اپنے

حکم سے:

۴:۔ رحمت۔ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ (۵۸:۲۲) اور ان کی مدد کی اپنی رحمت سے

۵:۔ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ: (۵۶:۸۹) پس زندگی ہے اور روزی ہے۔ رُوح کو اکثر نے ر کی زبر سے پڑھا ہے لیکن بعض نے ضمہ سے بھی پڑھا ہے۔

۶:۔ ایک عظیم المرتبت فرشتہ: یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ (۷۸:۳۸) جس دن کھڑا ہو فرشتہ روح نامی

۷:۔ ایک خاص فرشتوں کا لشکر۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا (۹۷:۴) اترتے ہیں فرشتے اور ان کا خاص لشکر اس میں۔

۸:۔ روح بدن۔ جان۔ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (۱۷:۸۵) اور تجھ سے پوچھتے ہیں جان کے متعلق۔

اِلَیْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی طرف چڑھ کر جائیں گے یا چڑھتے ہیں۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔

یہ سارا مضمون متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین نہیں کئے جا سکتے، ہم نہ تو فرشتوں کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ ان کے چڑھنے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں نہ یہ بات ہمارے ذہن کی گرفت میں آسکتی ہے کہ وہ زینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ کسی خاص مقام پر جلوہ افروز ہے کیونکہ اس کی ذات زمان و مکان کی قید سے منزّہ ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ششم)

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ .... اَلْفَ سَنَةٍ جملہ مستانفہ ہے اور معارج کی بلندیوں اور طوالت کے بیان میں آیا ہے۔ **استئناف لبیان ارتفاع تلك المعارج وبُعْدِ مَدَارِهَا** (بیضاوی)

ترجمہ ہوگا:۔

فرشتے اور رُوح (ان زینوں پر) خدا کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں (اور) اس دن کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے۔

مِقْدَارُهٗ مضاف مضاف الیہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٍ کے لئے ہے:

فائدہ:۔ یہاں ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے اور سورۃ حج میں (۲۲:۴۷) ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے۔ یہ کوئی مقررہ پیمانہ نہیں ہے محض انسان کو یہ بات ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ دنیاوی پیمانے انسان کی اپنی محدود رسائی

ذہن کی پیداوار ہیں جو قدرت کے پیمانوں کے آگے ہیچ ہیں۔

۷۰: ۵ = فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ف سببیہ ہے اِصْبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر سے تو صبر کر۔ صَبْرًا مفعول مطلق موصوف، جَمِيْلًا صفت۔ جَمِيْلٌ بروزن فعیل جَمَالٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خوب، خوب تر۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سوال کرنے والے نے استہزاءً پوچھا تھا ورنہ قیامت کے روز جزاء وسزا پر تو اس کا اعتقاد نہیں تھا۔ لیکن جواب میں بتا دیا گیا کہ عذاب فی الواقع آنے والا ہے کافروں پر اور اس کے آنے کو کوئی روک نہیں سکے گا اس لئے اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ ان کی کرتوتوں پر صبر کیجئے یہ سب اپنے کیفر کردار کو ضرور پہنچیں گے

۷۰: ۶ = اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے۔ بَعِيْدًا۔ بُعْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ وہ عذاب کو امکان سے بعید یا عقل سے دور جانتے ہیں ان کے خیال میں عذاب کا احتمال اگر آتا بھی ہے تو ضعیف ہوتا ہے۔

۷۰: ۷ = وَنَرٰىهُ قَرِيْبًا: واو عاطفہ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے نَرٰى مضارع جمع متکلم رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے اور ہم عذاب کو قریب الوقوع دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ جو چیز آنے والی یقینی ہو تو وہ قریب ہی ہے۔

بَعِيْدًا۔ قَرِيْبًا دونوں ضمیر مفعول ہٗ سے حال ہیں۔

۷۰: ۸ = يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ۔ يَوْمَ بوجہ قَرِيْبًا کی ظرفیت کے منصوب ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔

وَنَرٰىهُ قَرِيْبًا يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ اور ہم اس (عذاب) کو قریب ہی دیکھ رہے ہیں۔ اس روز آسمان (پگھل کر) تانبے جیسا ہو جائے گا۔

كَالْمُهْلِ: ک تشبیہ کا ہے مُهْلِ پگھلا ہوا تانبا۔ یا اور کوئی دھات، تیل کی تلچھٹ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ (۴۴: ۴۵) جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹوں میں کھولے گا۔

اَلْمَهْلُ کے اصلی معنی حلم وسکون کے ہیں اور مَهَلَ فِىْ فِعْلِهٖ کے معنی ہیں اس نے سکون سے کام لیا۔ اور اَمْهَلْتُهٗ کے معنی کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے ہیں۔

چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (۸۶: ۱۷) تو تم

کافروں کو مہلت دو۔ پس چند روز ہی مہلت دو۔

۷۰: ۹ = وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۷۰: ۱۰ = وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا: یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی آیت نمبر ۸ پر ہے اور کوئی دوست کسی دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔

۷۰: ۱۱ = يُبَصَّرُونَهُمْ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب تَبْصِيرٌ (تفعیل) مصدر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ ان کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جائے گا۔ يُبَصَّرُونَ ای يَتَعَارَفُونَ (جلالین)

يُبَصَّرُونَهُمْ ہر دو حمیم۔ حَمِيمًا (فاعل و مفعول سے حال ہے۔

فائدہ:- حَمِيمًا پر وقف "صلے" ہے جو الوصل اولیٰ (ملا کر پڑھنا بہتر ہے) کا اختصار ہے اور يُبَصَّرُونَهُمْ پر وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ لہٰذا یبصرونھم کا تعلق آیت نمبر ۱۱ سے ہے۔

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ مجرم چاہے گا..... يَوَدُّ مضارع واحد مذکر غائب۔ مودۃ (باب سمع) سے مصدر۔ بمعنی پسند کرنا۔ خواہش کرنا۔ آرزو کرنا۔ چاہنا۔ المجرم ای المشرک؛

لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ۔ لَوْ حرف تمنا۔ کاش، يَفْتَدِي مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ افتداء (افتعال) مصدر۔ افتدیٰ مِنْ کسی چیز سے بچنا۔ اور افتدیٰ ... ب۔ فدیہ دینا۔ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ۔ کاش وہ عذاب سے بچ جائے اپنے بیٹوں کو فدیہ میں دے کر؛

عَذَابِ يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمِ اسم ظرف، مجرور۔ مضاف: اِذٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر عذاب (مضاف) کا مضاف الیہ۔ اس دن کے عذاب سے، ب حرف جار بمعنی بدلے میں۔ بَنِيهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ اپنے بیٹوں کے بدلہ میں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

کاش وہ بچ سکے اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر۔

المجرم فاعل يَوَدُّ فعل لَوْ يَفْتَدِي ..... ببنیہ جملہ مفعول ہوگا۔

لَوْ بمعنی اَنْ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
مشرک چاہے گا کہ وہ اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔

۷۰: ۱۲ = وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی کو بدلہ میں دے کر۔
وَ اَخِيْهِ اور اپنے بھائی کو بدلہ میں دے کر۔

صاحبتہٖ واخیہ کا عطف بِبَنِيْهِ پر ہے

۷۰: ۱۳ = وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُؤْوِيْهِ۔ اس کا عطف بھی ببنیہ پر ہے اور (کہ وہ بچ جائے اس دن کے عذاب سے) اپنے خاندان کو فدیہ میں دے کر۔ جو خاندان اسے (مشکل میں) پناہ دیتا تھا۔
فصیلتہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایک جدّی گھرانہ۔ ایک دادا کی اولاد۔
تُؤْوِيْهِ: تؤوی۔ مضارع واحد مؤنث غائب ایواء (افعال) مصدر۔ اوی مادہ بمعنی ٹھکانا دینا۔ جگہ دینا۔ پناہ دینا۔ اسی مادہ سے (باب ضرب) سے اَوٰی یَاوِیْ اُوِیٌّ و مَاْوٰی بمعنی کسی جگہ پر نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا ہے۔

۷۰: ۱۴ = وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا: مَنْ موصولہ ہے فِى الْاَرْضِ اس کا صلہ۔ یا سارے (جن وانس) جو زمین پر ہیں۔ مَنْ کا عطف بھی بنیہ پر ہے۔ اور چاہے گا کہ زمین پر جو جن وانس بستے ہیں وہ سب فدیہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔
ثُمَّ يُنْجِيْهِ: ثُمَّ حرف عطف ہے ینجی مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْجَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا فاعل الافتدار محذوف ہے پھر یہ افتدار اس کو بچالے۔

۷۰: ۱۵ = كَلَّا: جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ لِکَ تشبیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے حالت ترکیب میں لَک اور لَ کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اس لئے لام کو مشدّد کیا گیا۔
كَلَّا۔ یعنی مذکورہ بالا تمام چیزوں کو اپنے عوض میں دے کر عذاب سے بچ جائیگا: یہ ہرگز نہ ہوگا۔

سیبویہ، خلیل، مبرّد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی صرف ردع اور روکنے کے ہیں۔ (خواہ بطور زجر و توبیخ کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے) اس لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ كَلَّا آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے۔ اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع

ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک قائل ہیں کہ چونکہ کفار مکہ سخت سرکش تھے اور تہدید آمیز کلام انہیں کے لئے زیادہ نازل ہوا ہے اور کَلَّا کے معنی بھی تہدید اور زجر کے ہیں اس لئے جن سورتوں میں کَلَّا آیا ہے ان کی اکثر آیات کو مکّی ہی سمجھنا چاہئے۔

اِنَّهَا لَظٰى: انها۔ بے شک وہ۔ بیشک بات یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (ضمیر قصہ) لَظٰى۔ انّ کی خبر۔

ھا ضمیر اس نار کی طرف راجع ہے جو معنیً لفظ عذاب سے معلوم ہو رہی ہے۔ لَظٰى اسم علم ہے اس صورت میں اس سے مراد دوزخ میں دوسرے درجے کے دوزخ کا نام ہے۔ مصدر بھی ہو سکتا ہے بمعنی آگ بھڑکنا۔ اسم مصدر بھی۔ بمعنی بغیر دھوئیں کے اٹھتا ہوا شعلہ، لپٹ، بھڑک یعنی ایسی آگ جس میں شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

مطلب یہ کہ بے شک وہ ایسی آگ ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی اور شدت التہاب کا یہ اثر ہوگا کہ دھوئیں کے بغیر ہوگی!

۷۰: ۱۶ = نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى۔ اِنَّ کی خبر ثانی، مصدر کا صیغہ ہے نَزْعٌ (باب ضرب) مصدر۔ سخت کھینچنے والی۔ اتار دینے والی۔ ادھیڑ دینے والی۔

نزع الشئ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۵۴: ۲۰) وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑے ڈالتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔

اسی مادہ ن ز ع سے تنازع (تفاعل) باہم خصومت کرنا۔ باہم ایک دوسرے کو کھینچنا کے ہیں۔

شَوٰى کے مختلف معانی ہیں۔

کلیجہ، منہ کی کھال۔ سر کی کھال۔ اطراف بدن (یعنی بدن کے وہ حصے جن پر ضرب لگنے سے موت واقع نہیں ہوتی)، مثلاً ہاتھ، پاؤں وغیرہ،

شَوٰى۔ شَوَاةٌ کی جمع ہے جیسے نَوٰى نَوَاةٌ کی جمع ہے۔

اس کے مختلف معانی کے لحاظ سے علماء نے اس کے مختلف معانی کئے ہیں۔

۱:۔ سر کی کھال اتار دینے والی۔ (مجاہد)

۲:۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو اکھاڑ کر جدا کر دینے والی۔

۳:۔ ہڈیوں سے گوشت اتار دینے والی۔

(ابراہیم بن مہاجر)
۴۔ پٹھوں کو کھینچ لینے والی (ابن عباس رض)
۵۔ انسان کے گوشت اور پوست کو ہڈیوں سے ادھیڑ لینے والی۔ وغیرہ
۷۰ : ۱۷ ۔۔۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۔ تَدْعُوْا مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکارے گی۔ وہ بلائے گی۔ وہ پکارتی ہے وہ بلاتی ہے (زبان حال سے یا زبان قال سے) واللہ اعلم بالصواب۔
مَنْ موصولہ اَدْبَرَ صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول تَدْعُوْا کا۔
اَدْبَرَ ماضی معروف کا صیغہ واحد مذکر غائب ادبارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ یعنی دوزخ کی آگ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے دنیا میں حق سے منہ موڑا تھا اِلَیَّ یا مشرك اِلَیَّ یا منافق، ادھر آ اے مشرک ادھر آ اے منافق۔
وَ تَوَلّٰى کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ اور جس نے پیٹھ پھیری۔ یا منہ موڑا۔
۷۰ : ۱۸ ۔۔۔ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى : اس کا عطف بھی مَنْ اَدْبَرَ پر ہے واؤ عاطفہ ہے جمع ای جمع مال الدنیا۔ اور دنیا کا مال اکٹھا کیا۔
فَاَوْعٰى میں فاء تعقیب کا ہے اَوْعٰى ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِیْعَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی مال و اسباب کو کسی چیز میں محفوظ کر رکھنے کے ہیں۔
وَجَمَعَ فَاَوْعٰى : اور (دوزخ کی آگ اس کو بھی پکارے گی) جس نے دنیا کا مال اکٹھا کیا پھر محفوظ کر کے اسے بند کر لیا اور جہاں اسے خرچ کرنا چاہئے تھا وہاں خرچ نہ کیا۔
اَلْوِعَاءُ ۔ کے معنی بوری یا تھیلہ کے ہیں جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جاتی ہیں اس کی جمع اَوْعِیَةٌ ہے
قرآن مجید میں ہے :۔
ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ ۔ (۱۲ : ۷۶) پھر اپنے بھائی کے تھیلے میں سے اس کو نکال لیا۔ وَعْیٌ مادہ۔
۷۰ : ۱۹ ۔۔۔ هَلُوْعًا : هَلَعٌ (باب سمع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
علماء تفسیر نے اس نے کئی معانی لئے ہیں :۔
بہت بے صبرا۔ تھوڑ دلا۔ ناجائز چیز کی حرص کرنے والا۔ سخت کنجوس۔ تنگ دل

عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضہ سے ھَلُوْعًا کا مطلب پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ھُوَ کما قال اللّٰہُ تعالیٰ:

اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا۔ آیات ۲۰، ۲۱ سورۃ ہذا۔

اس کا مطلب وہی ہے جو ان آیات کا ہے۔

ھَلُوْعًا: اَلْاِنْسَانُ سے حال ہے یعنی بحالت ھلع پیدا کیا گیا ہے!

علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں:۔

بہرحال انسان پیدائشی طور پر صفت ھلع کے ساتھ متصف ہے۔ اگر بالفعل متصف کہا جائے گا تو یہ آیت حال مقدرہ ہوگی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آدمی کے اندر خصلت ھلع پیدا کی گئی ہے جو اس خصلت کا سرچشمہ ہے تو اس صورت میں یہ آیت حال محققہ ہوگی۔ بہرحال کلام سابق کی علت اس آیت میں بیان کی گئی ہے! (تفسیر مظہری)

۷۰:۲۰ ــــ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا: اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب، مَسَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَسٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے۔

الشَّرُّ جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے جیسے غریبی۔ فاقہ، بیماری، مصیبت، وغیرہ یہ خیر کی ضد ہے۔ ہر وہ چیز جو سب کو پسند ہو خیر ہے۔ مثلاً مال و دولت، صحت، اولاد، کشائش رزق وغیرہ۔

جَزُوْعًا: جزعٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی گھبرا جانا) بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے گھبرا جانے والا۔ اضطراب کرنے والا۔

امام راغب المفردات میں رقم طراز ہیں:۔

اَلْجَزْعُ ۔ بے صبری ۔ قرآن مجید میں ہے! سَوَاءٌ عَلَیْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا (۱۴:۲۱) اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ۔ ہمارے حق میں برابر ہے ۔ یہ حزن سے خاص ہے کیونکہ جزعٌ خاص کر اس غم کو کہتے ہیں کہ انسان جس چیز کے درپے ہو وہ اس سے پھر جائے اور اس سے قطع تعلق کرلے۔

جَزُوْعًا ھَلُوْعًا کی طرح حال ہے!

۷۰:۲۱ = وَاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا: اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔

مَنُوْعًا، جَزُوْعًا کی طرح حال ہے مَنُوْعًا مَنْعٌ سے باب فتح سے مصدر۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روکنے والا۔ بڑا کنجوس۔

۷۰: ۲۲ ـــــ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۔ اِلَّا استثنائیہ متصلہ : اَلْمُصَلِّيْنَ مستثنیٰ ۔ الانسان (آیت ۱۹) مستثنیٰ منہ ۔ الانسان میں الف لام جنس ہے یا استغراقی ہے۔ لفظ انسان اگرچہ مفرد ہے، لیکن معنوی اعتبار سے جمع ہے اسی لئے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ میں اِلَّا استثنائیہ متصلہ آیا ہے۔ ومثلہ قولہ تعالیٰ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۱۰۳: ۱-۳) اضواء البیان۔

مولانا پانی پتی تحریر فرماتے ہیں :۔

مُصَلِّيْنَ سے مراد کامل مومن ہے جیسے آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (۲: ۱۴۳) میں ایمان سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ مومن کے مراتب میں چوٹی کا درجہ نماز ہی ہے یہی مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۰: ۲۳ ـــــ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ : یہ المصلین کی صفت ہے جو اپنی نمازوں میں مداومت اور استقامت کرتے ہیں ای لا یقضونها ابداً ما داموا احیاءً جب تک زندہ رہتے ہیں نماز قضاء نہیں کرتے۔ (الیسر التفاسیر)

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مرفوعاً مذکور ہے :۔

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَلَوْ قَلَّ : اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اس پر استقامت ہے خواہ وہ عمل چھوٹا ہی کیوں نہ ہو"

حضرت عقبہ رض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھتے :

احمد اور ابوداؤد، نسائی۔ دارمی نے حضرت ابوذر رض کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

کہ بندہ جب تک نماز کے اندر ادھر ادھر نہیں دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ برابر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

الانسان الھلوع کی مستثنیات کی یہ پہلی صفت ہے یعنی جو لوگ اپنی نمازوں کو استقامت و مداومت اور توجہ سے پڑھتے ہیں وہ الانسان الھلوع کی جنس سے مستثنیٰ ہیں

۷۰: ۲۴ ـــــ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔

۷۰: ۲۵ ـــــ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ؕ :

یہ متذکرہ بالا مستثنیات کی دوسری صفت ہے اور وہ لوگ بھی جنس الانسان ھلوعا سے مستثنیٰ ہے جن کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے ایک متعین حصّہ ہے جیسے زکوٰۃ اور مقررہ صدقات۔ یا وہ مال جو انسان قربت الٰہی کے حصول کے لئے یا اپنے سے غریب و نادار لوگوں کو ازراہ ہمدردی وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے اپنے اموال سے ایک معیّن رقم کا استعمال اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے۔

محروم سے مراد وہ شخص ہے جو از حد ضرورتمند ہونے کے باوجود بھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے ہچکچاتا ہو۔

۷۰ : ۲۶ ــــ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ یہ مستثنیات کی تیسری صفت ہے جو روزِ جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔

يُصَدِّقُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ وہ تصدیق کرتے ہیں۔ وہ سچا مانتے ہیں۔

۷۰ : ۲۷ == وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ: یہ مستثنیات کی صفت چہارم ہے۔ مُشْفِقُوْنَ اِشْفَاقٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ڈرنے والے۔ اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

۷۰ : ۲۸ ــــ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ جملہ سابقہ میں عَذَابِ رَبِّهِمْ کی وضاحت میں اس کی شدت اور ہمہ گیری کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل (حرفِ تاکید) عَذَابَ اسم اِنَّ (منصوب) مضاف رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابَ کا۔ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ اِنَّ کی خبر۔ مَاْمُوْنٍ اَمْنٌ (باب سمع) مصدر سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ۔

یعنی ایسا عذاب جس کا اندیشہ برابر لگے رہنا چاہئے۔ اس کی طرف سے نڈر ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ ناقابل بے خوفی، خطرناک۔

ان کے رب کا عذاب بے خطر چیز نہیں کیونکہ اس کو روکنے اور دفع کرنے کی کسی میں قدرت نہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ (۶۷ : ۱۶) کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر (بےخوف) ہو

۷۰ : ۲۹ = وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ہ مستثنیات کی پانچویں صفت ہے اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں :

فُرُوْجِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ فُرُوْجٌ جمع ہے فَرْجٌ کی اَلْفَرْجُ والْفُرْجَةُ کے معنی دو چیزوں کے درمیانی شگاف کے ہیں۔ جیسے اَمْرٌ کی جمع اُمُوْرٌ ہے۔

جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے۔

بمعنی شگاف قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰ : ۶) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

اور دوسری جگہ آیا ہے :۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (۷۷ : ۹) اور جب آسمان پھٹ جائے۔ یہاں فُرِجَتْ بمعنی اِنْشَقَّتْ ہے

حٰفِظُوْنَ ہ حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ حَافِظٌ کی جمع۔ نیز اس کی جمع حُفَّاظٌ بھی ہے۔ نگہبانی کرنے والے حفاظت کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے۔

مطلب یہ کہ اپنی شرمگاہوں کو ایسی جگہوں اور ایسے طریق سے استعمال کرنے سے باز رہتے ہیں جہاں سے شرع نے منع کر رکھا ہے۔ اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

۷۰ : ۳۰ = اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ : یعنی اپنی شرم گاہوں کو بجز اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے جنہیں مردوں کے دائیں ہاتھوں نے ملکیت میں لیا۔ بچائے رکھتے ہیں۔

یہ استثناء مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں (لیکن یہ استثناء مفرغ تو کلام منفی میں ہوتا ہے اور یہ کلام مثبت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر یہ کلام مثبت ہے لیکن حقیقت میں منفی ہے) حفظ کے اندر نفی کا معنیٰ ہے یعنی وہ لوگ اپنی شرم گاہوں کو اپنی بیویوں کے علاوہ استعمال نہیں کرتے۔

اَوْ بمعنی یا۔ مَا بمعنی مَنْ ہے۔ آدمی ذِی عَقل ہوتا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور ذِی عَقُل کے لئے عربی میں مَنْ آتا ہے مَا نہیں آتا۔ لیکن یہاں مَا آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی دنیوی سزا دینے کے لئے شریعت نے باندی غلام کو جانور قرار دیا ہے اسی لئے ان کی خرید و فروخت اور ان سے خدمت لینی جائز رکھی ہے (تفسیر مظہری)

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: کے لفظی معنی ہیں۔ وہ جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں محاورہ میں اس سے مراد شرعی مملوکہ، غلام اور کنیزیں ہیں جن کا اب مدت دراز سے ہندوستان بلکہ دنیا کے اکثر ملکوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔ اسیران جنگ کا معاملہ ہمیشہ ایک اہم اور دشوار رہا ہے۔ یعنی یہ کہ جو مرد اور عورتیں شکست خوردہ غنیم کے ہاں سے گرفتار ہو کر آئیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ انہیں کہاں اور کیسے رکھا جائے کسی نے اس کا حل جبری مزدوری یا بیگار کو نکالا۔ کسی نے کچھ اور۔

لیکن ہماری شریعت اسلامیہ نے یہ حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ایک بڑی آبادی کا بار حکومت پر ڈالا جائے اس تعداد کو افراد پر تقسیم کیا جائے اور ہر فرد اس نووارد کو اپنے خاندان کا ایک جزء بنائے اس سے کام ہر قسم کا لے۔ یقیناً لے لیکن اس کے آرام کا بھی ہر طرح خیال رکھے اور ان میں جو عورتیں ہوں ان سے ہم بستری کا حق بھی حاصل ہے اس کا قیدی ہو کر آنا یہ خود اعلانِ نکاح کا قائم مقام ہے اس کے ہوتے ہوئے مزید کسی ایجاب وقبول اور شاہدین کی ضرورت نہیں اور یہ لوگ آسان شرائط پر اپنی آزادی ہر وقت خرید سکتے ہیں (شرائط کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی) بلکہ ان کے آزاد کرنے کی فضیلیں، اور اس کے لئے طرح طرح کی ترغیبات خود قرآن مجید میں ہی درج ہیں اور حدیث میں تو اور زائد ہیں۔

حیرت ہے کہ ایسے سیدھے اور شریفانہ، حکیمانہ قانون سے شرمائے اور اسے غیروں سے چھپانے کی ضرورت تجدد زدہ مسلمان محسوس کرتے ہیں شاید اس لئے کہ ان کا ذہن معاً انگریزی کے لفظ اور ان ساری سختیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس لفظ کے تخیل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہاں تو غلاموں اور غلام زادوں نے بارہا بادشاہتیں کی ہیں اور امراء تو ان میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور دینی حیثیت سے بڑے بڑے علماء فقہاء وائمۂ فن ان میں تابعین کے زمانہ سے ہی پیدا ہونے لگے تھے۔ کنیز کے حقوق بیوی سے کمتر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ادا کرنا بھی قدرۃً سہل ہے (تفسیر ماجدی ۴: ۳ حاشیہ نمبر ۹۴۲)

== فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ غَيْرُ حرف استثناء مَلُوْمِيْنَ مستثنیٰ۔ (غیر کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے) مَلُوْمِيْنَ لَوْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول (بحالتِ جر) جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنی ملامت کئے گئے۔ ملامت زدہ۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ای فانهم علیٰ ترك الحفظ غير ملومين تو وہ اس ترک حفظ پر سزاوار ملامت نہیں۔ یعنی اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور کنیزوں سے محفوظ

نہ رکھنا اور شرعی طور پر ان سے قربت کرنا جائز ہے اور قابل مذمت فعل نہیں ہے۔

۷۰ : ۳۱ = فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ جملہ شرطیہ ہے فَ عاطفہ، مَنْ شرطیہ (بمعنی جمع) جس نے۔ (جنہوں نے)، اِبْتَغٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر سے۔ اس نے چاہا، اس نے تلاش کیا۔

وَرَآءَ اصل میں مصدر ہے اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا علاوہ۔ سوا۔ ہونا۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔

ذٰلِكَ سے مراد اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا کسی غیر مقام میں اپنی شرمگاہوں کو استعمال کرنا ہے۔

وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اِبْتَغٰى کا مفعول۔

= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۔ فَ جواب شرط اور جملہ جواب شرط ہے۔

اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اُولٰٓئِكَ ہے ضمیر کو تاکید کے لئے اور تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔

اَلْعٰدُوْنَ حد سے گذرنے والے۔ حد سے بڑھنے والے۔ حد سے نکلنے والے۔ عَدْوٌ۔ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ عَادٌ کی جمع بحالت رفع۔

ترجمہ ہوگا:۔ سو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

(نیز ملاحظہ ہو ۲۳ : ۵-۶-۷)

۷۰ : ۳۲ = وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝

الانسان الھلوع کے مستثنیات کی چھٹی صفت ہے، اور جو اپنی امانتوں اور اقرار کا پاس کرتے ہیں۔

رٰعُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے رِعَايَةٌ وَرَعْيٌ (باب فتح) مصدر سے اَلرَّعْيُ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں خواہ غذا کے ذریعہ ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔

اور رَعَيْتُهٗ کے معنی کسی کی نگرانی کرنے کے ہیں اور اَرْعَيْتُهٗ کے معنی ہیں میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور رِعْيٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعٰى (ظرف مکان) چراگاہ اور گھاس یا چارہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (۷۹ : ۳۱) اس میں سے

اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

اور رِعَایَۃٌ بمعنی حفاظت اور نگہداشت ہے۔

قرآن مجید میں ہے :۔

فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (۵۷ : ۲۷) لیکن جیسے اس کی نگہداشت کرنی چاہئے تھی انہوں نے نہ کی۔

اور رَعَى الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ رِعَايَةً : اپنی رعایا پر سیاست رانی کرنا۔

رَاعُوْنَ، رَاعِیْ کی جمع ہے بحالت رفع ہے۔ اصل میں رَاعِيُوْنَ تھا۔ ی مضموم ماقبل مکسور ی کا ضمہ ع کو دیا۔ یا اور واؤ دو ساکن جمع ہوتے ی ساقط کردی گئی۔ رَاعُوْنَ ہوگیا۔ نگہداشت رکھنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۳ : ۸ ۔ متذکرۃ الصدر۔

۷۰ : ۳۳ = وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۔ یہ الانسان الھلوع کے زمرہ سے جو مستثنیٰ ہیں ان کی ساتویں صفت ہے۔ اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں

۷۰ : ۳۴ = وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۔ یہ مستثنیات کی آٹھویں صفت ہے۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں :۔

”یعنی نماز کے اوقات، ارکان، سنن، اور مستحبات کی نگہداشت کرتے ہیں۔ کسی (ضروری رکن یا سنت کو یا وقت) کو فوت نہیں ہونے دیتے۔

نماز کا تذکرہ دو جگہ آیا ہے :۔

شروع میں اور یہاں آخر میں اور دونوں جگہ تذکرہ کا طریقہ جدا جدا ہے۔ تکرار ذکر بتا رہا ہے کہ دوسرے ارکانِ اسلام کے مقابلہ میں نماز کو اہمیت حاصل ہے“

يُحَافِظُوْنَ ؕ مضارع جمع مذکر غائب۔ محافظۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ پابندی کرتے ہیں۔ وہ نگرانی رکھتے ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۳ : ۹ ۔ متذکرۃ الصدر۔

۷۰ : ۳۵ = اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ : اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر، مراد موصوفین اوّل تا ہشتم، مذکورہ بالا جو الانسان الھلوع سے مستثنیٰ ہیں۔

فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ؕ ھما خبران۔ یہ دونوں اُولٰٓئِكَ کی خبریں ہیں۔ (مدارک)

یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے:
مُکْرَمُوْنَ اِکْرَامٌ (افعال) مصدر سے اسم مفعول (بحالت رفع) جمع مذکر کا صیغہ ہے
۷۰: ۳۶ = فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قِبَلَکَ مُھْطِعِیْنَ ف سببیہ۔ مَا استفہامیہ
لام حرف جر۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مجرور۔ قِبَلَکَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جانب
مُھْطِعِیْنَ: صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ ھَطَعَ ھَطُوْعًا وھَطْعًا۔ تیزی کے ساتھ کسی کی طرف رُخ کر کے دوڑتے ہوئے اپنی نظر کو کسی چیز پر جمائے ہوئے آیا۔ اور کسی روکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ یعنی ھطع ثلاثی مجرد کو باب فتح سے قرار دیا گیا ہے اور اس کا مصدر ھَطْعٌ وھُطُوْعٌ ہے۔ لیکن مُھْطِعِیْنَ مصدر اِھْطَاعٌ (باب افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اَھْطَعَ کا معنی ہے گردن بڑھائی سر اٹھایا۔
مھطعین حال ہے الذین کفروا سے۔
ترجمہ ہوگا:۔
پس کافروں کو کیا ہوگیا ہے (یا کیا وجہ ہے کہ کافر لوگ) گردن بڑھائے سر اٹھائے تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔
بغوی ؒ نے لکھا ہے کہ:۔
کافروں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو کر کلام مبارک سنتی تھی مگر استہزاء اور تکذیب کرتی تھی ان کو تنبیہ کرنے کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔ اور اللہ نے فرمایا کہ۔ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس بیٹھے آپ کو دیکھتے (اور کلام سنتے) ہیں مگر فائدہ حاصل نہیں کرتے۔
اکثر مفسرین نے حروف کی کمی بیشی کے ساتھ آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ لیکن علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔
(جو ہدایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے کفار کے سامنے تھی) اور آپ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ جاتے تھے۔ اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ (۷۴: ۴۹) (ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں ہیں) یہاں بھی اس طرح فرمایا ہے کہ ان کفار کو کیا ہوگیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں۔ کیوں دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ وہ

متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

صاحب اضواء البیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

ای بال اولئک الکفار المنصرفین عنک متفرقین ..... وکذلک ھنا فھم متفرقون عنہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعات من کل جھۃ عن الیمین وعن الشمال ...... کقولہ تعالیٰ فما لھم عن التذکرۃ معرضین ۔ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹولے ٹولے ہو کر آپ کے پاس سے کھسک جاتے ہیں ..... اور اس طرح وہ ہر طرف سے دائیں بائیں سے گروہوں کی صورت میں آپ سے الگ ہو جاتے ہیں۔

۷۰ : ۳۷ = عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ ۔ جمع عِزَۃٌ کی (بحالت نصب) الگ الگ ٹولے۔

قاموس میں ہے :۔

عِزَۃٌ بروزن عِدَۃٌ آدمیوں کا گروہ۔ عزون جمع (بحالت رفع)

عِزِیْنَ کا نصب بوجہ الذین کفروا سے حال ہونے کے ہے ۔ عن الیمین وعن الشمال متعلق بہ مھطعین ۔ (یعنی کوئی گروہ دائیں سے چلا آرہا ہے اور کوئی گروہ بائیں سے چلا آرہا ہے)

۷۰ : ۳۸ = اَیَطْمَعُ : ہمزہ استفہامیہ ۔ انکاریہ ہے۔ یعنی ان کو یہ طمع نہ کرنا چاہئے۔ یَطْمَعُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب طَمْعٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ وہ امید رکھتا ہے ۔ وہ لالچ رکھتا ہے ، وہ خواہش رکھتا ہے۔

کُلُّ امْرِیءٍ مِّنْھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ہر آدمی مِنْھُمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب الذین کفروا کی طرف راجع ہے کیا ان میں سے ہر آدمی یہ امید رکھتا ہے

اَنْ مصدریہ۔ یُدْخَلَ مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ :

جَنَّۃَ نَعِیْمٍ ۔ جَنَّۃَ مفعول یُدْخَلَ کا ۔ مضاف نعیم مضاف الیہ۔ نعمت وراحت راحت ونعمت کے باغ ۔ یہ مفعول ہے یَطْمَعُ کا۔

۷۰ : ۳۹ = کَلَّا ہرگز نہیں ۔ نیز ملاحظہ ہو ۷۰ : ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ ۔ ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔ یعنی کیا ان میں سے ہر ایک کو طمع ہے کہ وہ جنت نعیم میں داخل کیا جائے گا ؟ یہ ہرگز نہ ہو گا کس لئے کہ ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے کہ اس کو وہ بھی جانتے ہیں ۔ یعنی منی سے جو کہ نہایت ہی حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر اس کے کہ آثار بہیمیہ کو قوائے روحانیہ وملکوتیہ ، ایمان واعمال صالحہ سے

جلا دے کر مٹا نہ دے کس طرح سے جا سکتا ہے۔

ابن کثیر نے اس کی تائید میں امام حسن بصری رح کا قول نقل کیا ہے ؎

سچ ہے کہ گندہ انسان جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی نہ حاصل کرلے محض مال اور دنیاوی حشمت و جاہ کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے لئے نہیں ہے۔

۷۰ : ۴۰ = فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝

۷۰ : ۴۱ = عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۔ ای اذا کان الامر کذلک کما ذکرنا من ان خلقہم مما یعلمون وھو النطفۃ القذرۃ فلا اقسم برب المشٰرق والمغٰرب۔ جب بات یہ ہے کہ جیسا ہم نے بیان کیا کہ ان کی تخلیق ایک ایسی چیز سے کی گئی ہے جسے وہ جانتے ہیں یعنی گندے نطفے سے تو ہم مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتے ہیں (یعنی اپنی ذات کی) کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آئیں۔

واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ محذوف پر ہے لا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۸:۶۹ ۳ متذکرۃ الصدر۔

لَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ جملہ قسمیہ ہے اور انا لقٰدِرُوْنَ جوابِ قسم عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ متعلق قٰدِرُوْنَ:

اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اِقْسَامٌ (افعال) مصدر۔ میں قسم کھاتا ہوں۔

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ مشرقوں کے پروردگار کی مشارق جمع ہے مشرق کی، سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔ سال کے ۳۶۵ دنوں میں سورج کے نکلنے کی جگہ موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اس لئے ان ساری جگہوں کے لئے لفظ جمع کا استعمال کیا گیا ہے یہی وجہ مغارب کے استعمال کی ہے۔ سورج کے غروب ہونے کی جگہیں۔

لَقٰدِرُوْنَ لام تاکید کا ہے قَادِرُوْنَ قُدْرَۃٌ (باب ضرب و نصر و سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔

اُقْسِمُ میں صیغہ واحد آیا ہے اور اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ میں صیغہ جمع کا استعمال اپنی عظمت اور بزرگی اور قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔

اَنْ مصدریہ۔ نُبَدِّلَ مضارع جمع متکلم (منصوب بوجہ عمل اَنْ) تبدیل (تفعیل) مصدر سے بمعنی بدلے میں لانا۔ عوض میں لے آنا۔

خَیْرًا ۔ ای خَلْقًا خَیْرًا مِّنْھُمْ : تو ہم لے آئیں ان کے بدلے میں (ایسی خلقت) جو ان سے بہتر ہو۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ یہ جملہ دوسرا جواب قسم ہے یا قٰدِرُوْنَ سے حال ہے ۔ اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں۔

مَسْبُوْقِیْنَ عاجز، وہ لوگ جن پر سبقت کر لی جائے۔ سَبْقٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت جر و نصب ہے۔ سَبْقٌ کے اصل معنی ہے چلنے میں آگے نکل جانا۔

۷۰ : ۴۲ = فَذَرْھُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا : ف عاطفہ ہے بمعنی پس، سو، تو۔ ذَرْ فعل امر حاضر۔ واحد مذکر۔ وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر سے تو چھوڑ دے (اس کی ماضی نہیں آتی۔ مضارع کے صیغہ میں قرآن مجید میں ہے :۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ (۲ : ۲۴۰) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے ۔)

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب : تو ان کو چھوڑ دے۔

یَخُوْضُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ خَوْضٌ (باب نصر) مصدر سے وہ مشغول ہوں۔ وہ مشغول رہیں۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔

یَلْعَبُوْا : مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے رہیں۔ وہ کھیل میں پڑے رہیں۔ آپ ان کو رہنے دیں کہ خرافات میں لگے رہیں۔ اور کھیل کود میں مشغول رہیں۔

حَتّٰی حرف جر ہے۔ یہاں انتہاء غایت کے لئے ہے اور بمعنی اِلٰی آیا ہے۔ یہاں تک کہ یُلٰقُوْا یَوْمَھُمْ۔ یُلٰقُوْا مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ مُلَاقَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ (یہاں تک کہ) وہ پا لیں (یا مل جائیں) اپنے (اس) دن کو (یعنی حشر کے دن کو) یَوْمَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر یُلٰقُوْا کا مفعول۔

اَلَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ہ موصول وصلہ مل کر یَوْمَ کی صفت یُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب : وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے یا۔ ان کو وعید دی جاتی ہے۔ یعنی وعید عذاب حشر۔ کیونکہ قیامت کا دن مومنوں کے لئے

وعید کا دن نہیں ہے۔

۷۰: ۴۳ — یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ یَوْمَ بدل ہے یَوْمَهُمُ سے

سِرَاعًا مِنَ الْاَجْدَاثِ حال ہے یَخْرُجُوْنَ کے فاعل سے۔

سِرَاعًا دوڑتے ہوئے۔ جلدی کرتے ہوئے، بمعنی فاعل دوڑنے والے، جلدی کرنے والے

سَرِیْعٌ کی جمع سُرْعَةٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے

جس طرح کَرِیْمٌ کی جمع کِرَامٌ ہے۔ اَلْاَجْدَاثِ جمع، جَدَثٌ واحد۔ بمعنی قبر۔

— کَاَنَّهُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ۔ یہ جملہ بھی یَخْرُجُوْنَ کے فاعل سے حال ہے۔

کَاَنَّهُمْ۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب "

نُصُبٍ اسم مفرد، اَنْصَابٌ جمع بمعنی بُت، جھنڈا، نشان۔

یُوْفِضُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ اِفَاضَةٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ دوڑیں گے

وف ض مادہ۔ اصل میں الایفاض (افعال) کے معنی کسی کے دفضہ (چمڑے کا ترکش)

کو اٹھا کر اس طرح تیزی سے بھاگنے کے ہیں کہ اس سے جھنکار کی آواز پیدا ہو۔ لہٰذا تیز روی کے

معنی میں آتا ہے۔

نُصُبٍ کے مختلف معانی کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر بھی مختلف طور پر

مفسرین نے کی ہے مثلاً

(۱) جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے

نکل کر میدان حشر میں رب العلمین کی طرف دوڑیں گے۔

(۲) قیامت کے دن قبروں سے نکل کر تختِ رب العالمین کی طرف اسی طرح دوڑیں گے جیسا کہ

کوئی شرط میں نشان گڑے ہوئے تک جلد جلد دوڑتا ہے۔

(۳) کلبی نے نصب کا ترجمہ عَلَمٌ کیا ہے یعنی جس طرح لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے

ہیں اسی طرح یہ حشر کے دن محشر کی طرف لپکیں گے۔

(۴) علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

جس دن خدا انہیں بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کے لئے کھڑا

کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بُت یا علم کو یا تھان

کو اور چلے کو چھونے اور ڈنڈوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے

جاتے ہیں۔

۷۰:۴۴ = خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ خَاشِعَةً منصوب ہے کیونکہ ضمیر یُوْفِضُوْنَ سے حال ہے اور اَبْصَارُهُمْ مرفوع ہے کیونکہ یہ خَاشِعَةً کا فاعل ہے خَاشِعَةً ذلیل ہونے والی۔ ذلیل وخوار۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہو رہی ہوں گی۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یہ جملہ بھی یُوْفِضُوْنَ سے حال ہے، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔ تَرْهَقُ مضارع واحد مؤنث غائب رَهْقٌ (باب سمع) مصدر، جس کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ (۱۰:۲۶) اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ۔ ذٰلِكَ مبتدا۔ اَلْيَوْمُ ...... الخ اس کی خبر۔

كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ماضی استمراری مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر ان کو وعید دی جاتی تھی۔ یعنی یہ ہے دن جس کا ان سے وعدۂ عذاب کیا جا رہا تھا۔

یہ جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے۔

سورۃ القمر میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ۔ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ (۵۴: ۶ تا ۸)

(آپ بھی ان کی پرواہ نہ کریں) جس دن بلانے والا ان کو ایک ناخوش چیز کی طرف بلائیگا تو آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے:

⁂

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۷۱) سُوۡرَۃُ النُّوۡحِ مَکِّیَّۃٌ (۲۸)

۷۱: ۱ ــــ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ: صاحب تفسیر مظہری رح لکھتے ہیں:۔
آغاز کلام میں اِنَّ (تحقیقیہ) لانے سے واقعہ کی اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اِلٰی قَوۡمِہٖ ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کی رسالت صرف آپ کی قوم تک محدود تھی۔ تمام انسانوں کے لئے عمومی نہ تھی۔

اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ میں اَنۡ تفسیریہ ہے کیونکہ ارسال کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے (اَنۡ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں۔ خواہ کہنے کے معنے پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو یا معنوی) یعنی یہ کہنے کے لئے بھیجا۔ اس لئے اَنۡ اَنۡذِرۡ قول مخفی کی تشریح ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَنۡ مصدریہ ہو اور قُلۡنَا محذوف ہو یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈراؤ۔

مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ: مِنۡ حرف جر۔ قَبۡلِ مضاف اگلا جملہ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور: اَنۡ مصدریہ ہے۔ اس سے پہلے کہ ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

۷۱: ۲ ــــ قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ۔ قَالَ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔

لَکُمۡ میں لام تقویت کے لئے ہے یا تعلیل کے لئے۔ ای لاجل لفعکم (تمہارے فائدہ کے لئے)

یٰقَوۡمِ اصل میں قَوۡمِیۡ تھا۔ یؔ کو حذف کیا گیا ہے نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ موصوف اور صفت۔ صاف صاف کھول کھول کر ڈر سنانے والا۔

۷۱: ۳ ــــ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ اَنۡ مصدریہ۔ جملہ متعلق نذیر ہے یعنی حضرت نوح

علیہ السلام نے نذیر کی حیثیت سے اپنی قوم سے کہا کہ:۔
۱:۔ اللہ کی عبادت کرو۔
۲:۔ اور اس سے ڈرو۔
== اِتَّقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ تم ڈرو، تم پرہیزگاری اختیار کرو)

۳:۔ اور میری اطاعت کرو، یعنی میں جو توحید اور طاعتِ الٰہی کی بابت تمہیں حکم دے رہا ہوں اس کو مانو۔
اَطِيْعُوْنِ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر سے نَ وقایہ ہے اور یؔ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

۷۱:۴ == يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى: جواب امر میں ہے متذکرہ بالا تینوں احکام کے جواب میں۔
يَغْفِرْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب، مَغْفِرَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ تمہیں بخش دے گا۔
(۱) مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے، وہ تمہارے بعض گناہ معاف کر دے گا، یعنی وہ گناہ جن کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے۔ عوام الناس [illegible] نہیں۔
(۲) یا مِنْ زائدہ ہے وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔
وَيُؤَخِّرْكُمْ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ يُؤَخِّرْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب: تَاْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہیں مہلت دے گا۔

اَجَلٍ مُّسَمًّى موصوف وصفت۔ اسم مفعول واحد مذکر تَسْمِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے مدتِ مقررہ۔ معینہ، تعین کیا ہوا۔
ترجمہ ہو گا:۔
اور (موت کے) وقت مقررہ تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔

== اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ: حقیقت یہ ہے کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جاتا ہے تو مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَجَلَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اَجَلَ منصوب بوجہ

عملِ آنَ :

لَا یُؤَخَّرُ : فعل نہی مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ، تَاخِیْرٌ مصدر سے ، اس میں تاخیر نہیں کی جائے گی :

لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ کاش تم (یہ حقیقت) جانتے ہوتے ۔

۷۱ : ۵ = قَالَ ۔ یہاں کلام میں اختصار کیا گیا ہے پورا کلام یوں تھا کہ ۔

نوح (علیہ السلام) نے تبلیغ کی ۔ قوم نے تکذیب کی ، نوح (علیہ السلام) برابر دعوت دیتے رہے مگر قوم انکار پر اڑی رہی ۔ آخر نوح (علیہ السلام) نے کہا (تفسیر مظہری)

فَائِدَہ : صاحب ضیاء القرآن یوں رقمطراز ہیں :۔

حضرت نوح علیہ السلام منصبِ رسالت پر فائز ہونے کے بعد اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے ۔ آپ کو بُرا بھلا کہا جاتا ۔ طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے ، افتراء و بہتان کے طوفان اٹھائے جاتے ، حتیٰ کہ آپ کو مار مار کر لہو لہان کر دیا جاتا ۔ آپ پہروں بیہوش پڑے رہتے ۔ آپ کو کسی مکان میں بند کر دیا جاتا ۔

لیکن اس جور و جفا کے باوجود یہ اللہ کا پیغمبر ان ناہنجاروں کی اصلاح میں لگا رہا ۔ اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے لئے دعائیں مانگتا رہا ۔ اور شب روز ان کو تبلیغ بھی کرتے رہے ۔ عام اجتماعوں میں بلند آواز سے انہیں وعظ فرماتے اور جب اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ وہاں جا کر رازدارانہ طور پر اور چپکے چپکے ان کو گمراہیاں چھوڑنے کی تلقین کرتے اور یہ سلسلہ جاری رہا ۔ سالوں نہیں بلکہ نو صدیاں بیت گئیں ۔ اور ان میں حق پذیری کے آثار نمایاں نہ ہوئے ۔ بلکہ ان کی ہٹ دھرمی اور تعصّب میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا گیا ۔

جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی روداد الم بیان کرنی شروع کی ۔

عرض کرتے ہیں الٰہی ! ان کو سمجھانے میں مَیں نے دن رات ایک کر دیا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۔ لیکن جتنا میں ان کو حق کی طرف کھینچتا ہوں اتنا ہی وہ اس سے دُور بھاگتے ہیں اور ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔

رَبِّ اصل میں یَا رَبِّیْ تھا ۔ شروع سے حرف نداء اور آخر سے ی ضمیر واحد متکلم حذف ہو کر رَبِّ رہ گیا ۔

= لَیۡلًا وَّ نَهَارًا۔ دونوں دعوتُ کے ظرف ہیں۔ رات اور دن۔

۷۱ : ۶ = فَلَمۡ یَزِدۡهُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا۔ ف بمعنی لیکن: لَمۡ یَزِدۡ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ زِیَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی بڑھانا هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب دُعَآءِیۡ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل: اِلَّا فِرَارًا استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) فِرَارًا مفعول ثانی دعوتُ کا۔

ترجمہ ہو گا۔

لیکن میری دعوت نے ان میں زیادتی نہ کی مگر فرار کی، یعنی میری دعوت نے ان پر اور تو کوئی اثر نہ کیا سوائے اس کے کہ وہ مجھ سے دور بھاگتے رہے۔

۷۱ : ۷ = وَاِنِّیۡ كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ لِتَغۡفِرَ لَهُمۡ: واؤ عاطفہ ہے كُلَّمَا یہ لفظ مرکب ہے كُلَّ اور مَا سے: اس ترکیب میں لفظ كُلَّ ظرفیت کی وجہ سے ہمیشہ منصوب رہتا ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے۔ كُلَّمَا جب بھی، جسوقت بھی۔

لِتَغۡفِرَ میں لام سببیہ ہے۔ بمعنی تاکہ: تَغۡفِرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر حاضر۔ غَفۡرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ لَهُمۡ ان کو"

ترجمہ:۔ "تاکہ تو ان کو بخش دے۔ یا معاف کردے۔

(۱) جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَهُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ (تو لگے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے)

(۲) وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَهُمۡ (اور لگے اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹنے)

(۳) وَاَصَرُّوۡا۔ (اور ضد کرنے لگے)

(۴) وَاسۡتَكۡبَرُوا اسۡتِكۡبَارًا۔ (اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے)

یہ چاروں جملے كُلَّمَا دَعَوۡتُهُمۡ کے جواب میں ہیں۔

اَصَابِعَهُمۡ: مضاف مضاف الیہ۔ مفعول جَعَلُوۡا کا۔ اَصَابِعَ جمع اِصۡبَعٌ کی اپنی انگلیاں۔

اِسۡتَغۡشَوۡا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِسۡتِغۡشَآءٌ (استفعال) مصدر بمعنی اپنے اوپر پردہ ڈال لینا۔ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لینا۔ غشو، غشیٰ مادہ۔ غَشِیَۃٌ، غِشَاوَۃٌ وغِشَآءٌ: اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَۃٌ (اسم) پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَعَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ

غِشَاوَۃٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور وَتَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ۔ (۱۴: ۵۰) اور ان کے چہروں کو آگ لپٹ رہی ہوگی:

اَصَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِصْرَارٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے ضد کی۔ انہوں نے اصرار کیا۔

اِسْتَکْبَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی گھمنڈ کرنا۔ تکبر کرنا اِسْتِکْبَارًا مفعول مطلق تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے:

۷۱: ۸ — ثُمَّ حرف عطف ہے، ما قبل سے مابعد کے متأخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متأخر ہونا وقتی لحاظ سے ہو (تراخی فی الوقت) خواہ رتبہ (ترتیب) کے لحاظ سے (التراخی فی الرتبہ) بصورت اوّل اس کے معنی ہوں گے پھر، اس کے بعد۔ صورت دوم میں اس سے بھی بڑھ کر، معنی ہوں گے۔

صورت اول کی مثال:۔

وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (۲: ۲۸) اور تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

صورت دوم کی مثال:۔

حضرت علی کا شعر ہے:۔

فعارٌ ثمّ عار ثمّ عار — شقاء المرء من اکل الطعام۔

(شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے: کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے)

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

لفظ ثُمَّ کا اس جگہ استعمال دعوت کے مختلف طریقوں پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سرّی دعوت سے جہری دعوت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اور صرف سرّی یا صرف جہری دعوت سے سرّی اور جہری دعوتوں کا مجموعہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس طرح ہر ترتیبی) صورت اول صورت سے بعد کو آتی ہے۔

= جِھَارًا۔ جَھَرَ یَجْھَرُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ پکارنا۔ بلند آواز کرنا۔ کھلم کھلا بر ملا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے ای مُجَاھِرًا۔

ترجمہ ہو گا:۔

پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بھی بلایا۔

۷۱:۹ = اَعۡلَنۡتُ۔ ماضی واحد متکلم اِعۡلَانٌ (افعال) مصدر۔ میں نے کھلم کھلا کہا۔ میں نے اعلانیہ کہا۔

اَسۡرَرۡتُ: ماضی واحد متکلم۔ اسرارٌ (افعال) مصدر۔ میں نے پوشیدہ طور پر کہا اِسۡرَارًا مفعول مطلق تاکید کے لئے آیا ہے۔ اور ان کو بہت چپکے چپکے بھی کہا۔

۷۱:۱۰ = فَقُلۡتُ ف بمعنی حرف عطف ہے۔ سو میں نے (ان سے) کہا۔

اِسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر استغفار (استفعال) مصدر۔ تم مغفرت مانگو، تم بخشش چاہو۔

رَبَّكُمۡ مضاف مضاف الیہ، اپنے رب سے۔

= غَفَّارًا۔ غُفۡرَانٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد۔ مبالغہ کا صیغہ بہت بخشنے والا۔ منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہے۔ کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے۔

۷۱:۱۱ = يُرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَيۡكُمۡ مِّدۡرَارًا۔ يُرۡسِلِ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) وصل کی وجہ سے مکسور ہے۔ اِرۡسَالٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ بھیجے گا۔

السَّمَآءَ ابر۔ بارش، آسمان، یہاں بمعنی ابر آیا ہے۔ يُرۡسِلِ کا مفعول ہے۔

مِدۡرَارًا۔ دَرٌّ و دُرُوۡرٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت آنسو بہانے والی آنکھ۔ بہت بارش برسانے والا بادل۔ مِدۡرَارًا حال ہے السَّمَآءَ سے لہٰذا منصوب ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

تاکہ تم پر بہت برسنے والا بادل بھیجے۔

۷۱:۱۲ = وَيُمۡدِدۡكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

يُمۡدِدۡ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ اِمۡدَادٌ (افعال) مصدر وہ بڑھائے گا۔ وہ مدد کرے گا۔

بَنِيۡنَ: اِبۡنٌ کی جمع بحالت جر۔ بیٹے۔ مطلب یہ کہ تمہارے مال و اولاد کو بہت کردیگا وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ اور تمہیں باغات دے گا۔ يَجۡعَلۡ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ واحد مذکر غائب جَعۡلٌ (باب فتح) مصدر۔ کردے گا۔ بنادے گا۔

۷۱: ۱۳ = مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ: مَا استفہامیہ، لام حرف جر، تمہیں کیا ہو گیا ہے، نیز ملاحظہ ہو ۷۰: ۳۶)

لَا تَرْجُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر، رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم امید نہیں رکھتے ہو مفسرین کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ رَجَاءٌ بمعنی اعتقاد ہے۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے۔ (ابن عباس مجاہد)

۲۔ رَجَاءٌ بمعنی خوف ہے۔ یعنی کیا تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ (کلبی)

۳۔ کیا تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ (حسن بصری)

۴۔ تم کو اپنی عبادت میں اس بات کی امید نہیں کہ ہم جو خدا کی تعظیم کرتے ہیں خدا اس کا ثواب بھی دے گا۔ (ابن کیسان)

۵۔ کیا اپنی عبادت میں تم کو اس امر کی امید نہیں ہے کہ خدا تمہاری عبادت کی قدر دانی کریگا

۶۔ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کیوں نہیں رکھتے امید اللہ سے بڑائی کی۔ (شاہ عبد القادر دہلوی رح)

وَقَارًا۔ اسم و مصدر۔ عزت و عظمت، توقیر و تعظیم کرنا۔

۷۱: ۱۴ = وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا۔ جملہ حال ہے لَکُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے اور اَطْوَارًا حال ہے خَلَقَکُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے۔

ترجمہ ہوگا۔

حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا ہے۔

اَطْوَارًا طَوْرٌ کی جمع ہے۔ طرح طرح۔ طرح طرح کی شکل کے بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اول توحید کی دعوت دی اس کے بعد اس کے ثبوت میں چند دلائل دیئے۔ جن میں سے ایک یہ کہ۔

وَقَدْ خَلَقَکُمْ اَطْوَارًا۔ کہ اس نے تم کو طرح سے بنایا۔ کہ تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے۔ پھر انسان بنے۔

یا یہ کہ کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا۔ پھر سب کا ڈھانچہ ایک ہے مگر صورتیں جدا جدا۔ یہ نہ مادہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری کا۔ آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جس نے یہ بڑا کام کیا ہے۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے۔ جو انسان ہی سے متعلق ہے۔

مفسرین کے اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً۔

۱:- اطوار یعنی نطفۃ ثم علقۃ ثم مضغۃ ای طورا بعد طور الیٰ اتمام الخلق (ابن عباس)
یعنی پہلے نطفہ کی حالت پھر علقہ (جمے ہوئے خون کا ٹکڑا) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) یعنی کئی مرحلوں سے گذار کر مکمل صورت میں پیدا کیا۔

۲:- وقیل اطوارًا۔ صبیانًا ثم شبانًا۔ ثم شیوخًا وضعفار یعنی پہلے بچے کی حالت، پھر جوانی پھر بڑھاپا اور ضعیف العمری۔

۳:- وقیل اطوارًا۔ ای انواعًا صحیحًا وسقیمًا و بصیرًا و ضریرًا و غنیا وفقیرًا۔ یعنی مختلف انواع واقسام کی صورت میں۔ کوئی صحت مند، کوئی بیمار، کوئی بینا کوئی نابینا۔ کوئی غنی کوئی فقیر، (قرطبی)

۷۱: ۱۵ = اَلَمْ تَرَوْا ۔ الف استفہامیہ لَمْ تَرَوْا مضارع نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر کیا تم نے نہیں دیکھا۔ استفہام حقیقی نہیں ہے مجازی بمعنی تعجب ہے۔
كَيْفَ حرف استفہام ہے بمعنی کیسے، کیونکر، کس طرح،
طِبَاقًا : تہ بہ تہ۔ کئی پرت ہونا۔ اوپر تلے۔ منزل بہ منزل۔ طِبَاقًا بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے بمعنی ذات طباق تھا۔ ذات کو حذف کرکے طباقًا قائم مقام کردیا۔
ترجمہ ہوگا:۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں۔

۷۱: ۱۶ = فِيهِنَّ سِرَاجًا ۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع السَّمٰوٰتِ ہے۔
سِرَاجًا ۔ چراغ۔ دیا۔ مجازًا ہر روشن چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آفتاب کو یہاں سراجًا کہا گیا ہے۔
نُورًا اور سِرَاجًا ۔ القمر اور الشمس سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

۷۱: ۱۷ = وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۔ اَنْبَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی اگانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نَبَاتًا مفعول مطلق۔ اسم منصوب ہے۔
یہاں اَنْبَتَكُمْ (باب افعال) کی رعایت سے موضع مصدر میں لایا گیا ہے ای بمعنی اِنْبَاتًا ۔ (الخازن)
ترجمہ ہوگا:۔
اور اللہ نے تم کو زمین سے اُگایا۔

فَائِدَہ:۔ اگانے سے مراد ہے پیدا کرنا۔ روئیدگی کا لفظ پیدائش کے لفظ سے زیادہ حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) کے مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے اَنْشَاَکُمْ کی بجائے اَنْبَتَکُمْ فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری)

فَائِدَہ (۲) انبات من الارض (زمین سے اگایا جانا) دو طرح سے ہے:۔

۱:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا لہٰذا آپ کی نسل بھی ایک طرح سے مٹی ہی سے پیدا کی گئی۔

۲:۔ انسان نطفہ منی سے پیدا ہوتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے بنتی ہے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا گیا (تفسیر حقانی وغیرہ)

فَائِدَہ: (۳) "اللہ نے تم کو اگایا" میں ضمیر پر اکتفاء کرنے کے بجائے (لفظ اللہ) اسم ظاہر پر فرمایا کیونکہ محبوب کا نام لذت آفریں ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۱: ۱۸ = **ثُمَّ یُعِیْدُ کُمْ۔** ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے یعنی پھر۔ اس کے بعد۔ یُعِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَۃٌ (افعال) بمعنی لوٹا دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پھر اسی میں لوٹا دے گا۔ فیھا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض ہے۔

وَیُخْرِجُکُمْ اِخْرَاجًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یُخْرِجُ مضارع واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ باہر نکالنا۔ اِخْرَاجًا مفعول مطلق تاکید کے لئے اور پھر تم کو باہر نکال کھڑا کریگا۔

فَائِدَہ: پہلے اَنْبَتَکُمْ کی تاکید نَبَاتًا سے کی تھی اب یخرجکم کی تاکید کے لئے اخراجًا فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تخلیق اول کی طرح حشر بھی یقینی ہے۔

۷۱: ۱۹ = **بِسَاطًا۔** الارض سے حال ہے (اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے بصورت بستر بنایا) بساطًا اسم ہے۔ بچھونا۔ فرش، ہر پھیلی ہوئی چیز کو بساط کہتے ہیں۔ چنانچہ وسیع زمین کا نام بھی بساط ہے۔ بَسَطَ یَبْسُطُ (باب نصر) بَسْطٌ مصدر۔ بمعنی کشادہ کرنا

۷۱: ۲۰ = **لِتَسْلُکُوْا** لام تعلیل کا ہے تاکہ۔ تَسْلُکُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر

حاضر، منصوب بوجہ عمل لام سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چلنا پھرنا۔ داخل ہونا
مِنۡهَا ای من الارض۔ سُبُلًا مفعول فیہ۔ سبیل کی جمع بمعنی راستے۔ موصوف،
فِجَاجًا صفت۔ بمعنی کھلا، کشادہ کرنا۔

ترجمہ ہوگا۔

تاکہ تم اس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔

۷۱ : ۲۱ == رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ؛

اِنَّهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے
عَصَوۡنِیۡ، عَصَوۡا ماضی جمع مذکر غائب مَعۡصِیَةٌ وَعِصۡیَانٌ (باب ضرب) مصدر سے
انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی، انہوں نے کہنا نہ مانا۔

عَصَوۡا اصل میں عَصَیُوۡا تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اجتماع
ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا گیا۔ عَصَوۡا ہو گیا۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم
انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا: واؤ عاطفہ، اِتَّبَعُوۡا
فعل بافاعل، مَنۡ موصولہ، مفعول اتبعوا کا۔ لَمۡ یَزِدۡهُ ..... الخ صلہ

اِتَّبَعُوۡا ماضی جمع مذکر غائب اتباع (افتعال)، مصدر۔ انہوں نے اتباع کی۔
انہوں نے کہا مانا۔

لَمۡ یَزِدۡهُ: مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب زیادة (باب ضرب) مصدر
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو فائدہ نہ دیا۔

اِلَّا حرف استثنار خَسَارًا مستثنیٰ۔ گھاٹا۔ ٹوٹا۔ ضمیر واحد مذکر غائب مذکور ہے
مگر مراد قوم کے سارے رؤسا ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور انہوں نے (میری قوم نے) پیروی کی یا کہا مانا ان لوگوں کا جن کے مال اور اولاد نے
ان کا کچھ نہ بڑھایا (یعنی کچھ نفع نہ دیا) سوائے ٹوٹے کے۔

مطلب یہ کہ چاہیے تو یہ تھا کہ مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت پر وہ محسنِ اعظم (یعنی
اللہ تعالیٰ) کا شکر کرتے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور
برائیوں سے بچتے نیکیاں بجالاتے۔ اس طرح آخرت کے لئے نفع کماتے۔ لیکن ہوا یہ کہ

وہ اور گھمنڈ اور تکبر میں ڈوب گئے۔ مال واولاد کو اپنی کوششوں کا ثمرہ خیال کرنے لگے اور اس کے رسول کی مخالفت میں اور تیز ہوگئے اور اس طرح بجائے نفع کے الٹا اخروی خسارے اور محرومی کا سودا اپنے پلّے باندھ لیا۔ ساری قوم بھی بجائے رسول کے اتباع کرنے کے ایسے مال دار رئیسوں کے پیچھے لگ گئی۔

۷۱ : ۲۲ == وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا۔ جملہ کا عطف مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ پر ہے۔ مَنْ گو لفظاً مفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے یا اس کا عطف اتبعوا پر ہے۔

مکروا کی ضمیر فاعل کا مرجع رؤسا قوم نوح ہیں (جلالین) یا سرداروں اور نچلے طبقے کے منکرین ہر دو گروہوں کے لئے ہے۔ سرداروں کی طرف سے مکر یہ تھا کہ وہ لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کو دکھ پہنچانے اور کفر کرنے پر ابھارتے تھے اور نچلے طبقے کا مکر یہ تھا کہ وہ حضرت نوح کو دکھ پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے یہی ان کی تدبیر تھی جس کو مکر کہا گیا ہے

مَكَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب مَكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے چال چلی انہوں نے خفیہ تدبیر کی۔ مصدر بمعنی دھوکہ دینا۔ فریب کرنا۔ کسی کو سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا

مَكْرًا كُبَّارًا۔ مَكْرًا مفعول مطلق، فعل کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

كُبَّارًا اكِبَرٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔ بہت بڑا۔

ترجمہ اور وہ بہت بڑی چالیں چلے۔

۷۱ : ۲۳ == وَقَالُوْا۔ ای وقال الرؤساء۔ یعنی انہوں نے آپس میں کہا۔

لَا تَذَرُنَّ : فعل نہی تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (باب فتح وسمع) مصدر۔ تم ہرگز نہ چھوڑیو۔ یعنی ان کی پوجا کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۰ : ۴۲)

== اٰلِهَتَكُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے معبود۔ اپنے معبودوں کو۔ اِلٰهٌ کی جمع

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ اور ہرگز نہ چھوڑو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نہ نسر کو۔ (بھی ہرگز نہ چھوڑنا)

ودّ، سواع، یغوث، یعوق وغیرہ حضرت نوح کی قوم کے چند بتوں کے نام تھے۔ جو کہ دوسرے بتوں سے ممتاز تھے۔ ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ نام لئے ورنہ اٰلِهَتَكُمْ میں بطور عموم ان کا ذکر بھی آگیا تھا۔

۷۱ : ۲۴ == وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ واؤ عاطفہ، قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ اَضَلُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِضْلَالٌ

(افعال) مصدر سے۔ انہوں نے گمراہ کیا۔ انہوں نے بہکا دیا۔ اس میں ضمیر فاعل قوم نوح کے سرداروں کی طرف راجع ہے یا بتوں کی طرف راجع ہے بہکانے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے بت گمراہی کا سبب ہیں وہ گمراہ نہیں کرتے، ان کے ذریعہ شیطان نے گمراہ کیا تھا۔ جیساکہ آیت رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (۱۴: ۳۶) میں گمراہ کرنے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے۔

كَثِيْرًا: ای خَلْقًا كَثِيْرًا۔ ترجمہ ہوگا:۔

اور (اے پروردگار) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ جملہ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا: واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف انهم عَصَوْنِیْ پر ہے یا جملہ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا پر ہے۔

لَا تَزِدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر تو زیادہ نہ کر۔ تو مت بڑھا الظّٰلِمِيْنَ ظلم کرنے والے۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ اِلَّا ضَلٰلًا مستثنیٰ مفرغ۔ ضلال گمراہی۔ ہلاکت۔

ترجمہ:۔ اور تو نہ بڑھا ظالموں کو مگر گمراہی میں (یعنی ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھادے (تاکہ جلدی عذاب کا مزہ چکھیں۔)

فائدہ:۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے مایوس ہو چکے تھے اور وحی الٰہی خود ان ظالموں کے قبول اسلام نہ کرنے سے مطلع کرچکی تھی سورۃ ہود میں ارشاد الٰہی ہے:۔

وَاُوْحِیَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۱۱: ۳۶) اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے (لا چکے) ان کے سوا اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ تو جو یہ کام کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے لئے یہ بددعا کی تھی۔ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ

اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ (۱۱: ۸۸)
اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) سازوبرگ اور مال وزر دے رکھا ہے اے پروردگار اس کا مآل یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کردیں۔ اے پروردگار ان کے مالوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔
قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۱: ۸۹) (خدا نے) فرمایا۔ کہ تمہاری دعا قبول کرلی گئی ہے تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے پر نہ چلنا۔

فائدہ نمبر ۲۔ بعض نے ضلال کے معنی ہلاکت کے لئے ہیں جیسے آیت اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ (۵۴: ۴۷) میں ضلال سے تباہی مراد ہے۔

فَائِدَہ ۳: صاحب تفسیر حقانی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے (وہ بت ستمگاروں کو (یعنی اپنے پرستاروں کو تباہی کے سوا اور کچھ نہیں دیا کرتے۔
۷۱: ۲۵ = مِمَّا خَطِیْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا۔ مِمَّا۔ مِنْ سببیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے مَا زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے خَطِیْٓئٰتِ مضاف هِمْ مضاف الیہ۔ جمع ہے خَطِیْٓئَةٌ کی بمعنی گناہ، تقصیر، خطا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کی خطائیں۔ ان کی تقصیریں۔ ان کے گناہ۔
اُغْرِقُوْا: ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اُغْرِقُوْا۔ اغراق (افعال) مصدر سے وہ غرق کئے گئے وہ ڈبو دیئے گئے۔ بوجہ اپنی خطاؤں کے ڈبو دیئے گئے وہ۔
فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ ف عاطفہ ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:۔
جہاں ترتیب اور تعقیب بتانا مقصود ہو یعنی یہ کام پہلے کام کے بعد ہوا اور اس کے بعد فوراً ہوا۔ تو یہ فَ استعمال ہوتی ہے۔ یعنی ان کے غرق ہونے کے بعد۔
فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ کہ انہیں معاً آگ میں ڈال دیا گیا۔ اسی سے اہلسنت عذاب قبر پر

استدلال کرتے ہیں..... الخ

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں :۔

ہم کہتے ہیں یہ توجیہات مجازی ہیں اصل کلام میں حقیقت ہے : خواہ مخواہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں کہ عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے اجماع سلف صالحین بھی اسی پر ہے .... اس کے بعد آپ نے چند احادیث نقل فرمائی ہیں :۔

= نَارًا مفعول فیہ آگ میں (یعنی عذاب قبر میں)۔

فَلَمْ یَجِدُوْا : ف عاطفہ ہے لَمْ یَجِدُوْا فعل مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر غائب : انہوں نے نہ پایا۔ لَهُمْ اپنے لئے۔

لَمْ یَجِدُوْا میں ضمیر فاعل اور لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قوم نوح کے لئے ہے۔

اَنْصَارًا منصوب بوجہ مفعول ہونے لَمْ یَجِدُوْا کے۔ پھر انہوں نے اپنے لئے کوئی مددگار اللہ کے سوا نہ پایا (کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچاتے)

انصار جمع نصیر اور ناصِرٌ کی۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں۔ جو نصرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اسی لقب سے سرفراز کئے گئے

۷۱ : ۲۶ = رَبِّ - ای یَا رَبِّیْ :

لَا تَذَرْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر، نہ چھوڑ۔ نیز ملاحظہ ہو : ۷۰ : ۴۲)

عَلَى الْاَرْضِ ۔ میں الارض کا الف لام عہدی ہے مخصوص زمین یعنی وہ زمین جس میں قوم نوح آباد تھی ۔ مطلب یہ کہ اس قوم کی زمین پر کسی کافر کو چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ، میں مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے بیانیہ ہے بیان جنس کے لئے ہے جیسے اور جگہ آیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (۲۲ : ۳۰) تو بتوں کی پلیدی سے بچو۔ یہاں بھی آیت زیر مطالعہ میں من الکفرین سے کافروں کی جنس مراد ہے اور کافروں سے مراد بھی وہ کافر مراد ہیں جن کی طرف حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

دَیَّارًا ۔ بسنے والا۔ گھومنے اور چلنے پھرنے والا۔

دَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی گھومنا۔ چلنا پھرنا۔ دَیَّارٌ دَوْرٌ سے فَیْعَالٌ کے وزن پر اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل دَیْوَارٌ تھا واؤ کی حرکت ماقبل کو دی پھر واؤ کو ی سے

بدل دیا۔ یَ کو یَ میں مدغم کیا۔ دَیَّارٌ ہوگیا۔ گھومنے، چلنے پھرنے والا۔
دَیَّارٌ ان اسماء میں سے ہے جو فعل منفی کے بعد آکر عموم کا فائدہ دیتے ہیں۔ یعنی کسی ایک کافر کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ (ابن کثیر)

۷۱ : ۲۷ = اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ..... الخ یہ بددعا کی وجہ ہے۔
اِنْ تَذَرْهُمْ جملہ شرطیہ ہے يُضِلُّوْا عِبَادَكَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ بمعنی اگر۔ تَذَرْ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا ۔(نیز ملاحظہ ہو ۷ : ۴۲) يُضِلُّوْا مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر۔ وہ بھٹکائیں گے وہ بہکا دیں گے۔ یا بھٹکاتے رہیں گے۔ بہکاتے رہیں گے۔ عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ۔
تیرے بندے ۔ تیرے بندوں کو،
وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ ہے۔
لَا يَلِدُوْٓا مضارع منفی (مجزوم) جمع مذکر غائب وِلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نہیں جنیں گے۔ وہ نہیں پیدا کریں گے۔
اِلَّا حرف استثناء۔ فَاجِرًا مستثنیٰ فُجُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، بدکار، فسق و فجور کرنے والا۔
كَفَّارًا ۔ بڑا کافر، مبالغہ کا صیغہ۔ یعنی وہ نہیں پیدا کریں گے مگر ایسی اولاد جو کہ بڑی فاسق و فاجر اور بڑی ناشکر گذار ہوگی۔

۷۱ : ۲۸ = رَبِّ ۔ ای یارَبِّیْ اے میرے پروردگار۔
اِغْفِرْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر تو معاف کردے، تو بخش دے
= لِیْ مجھے۔
وَلِوَالِدَيَّ اور میرے والدین کو۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَالِدَيْنِ تثنیہ ی ضمیر واحد متکلم اضافت کی وجہ سے نون گرا کر ی کو ی میں ادغام کردیا وَالِدَيَّ ہو گیا۔ جیسے يَدَيَّ میرے دونوں ہاتھ، وَالِدَيَّ میرے دونوں والدین ۔ یعنی ماں اور باپ وَلِمَنْ ۔ مَنْ موصولہ۔ بمعنی اور وہ جو مُؤْمِنًا حالیہ (مومن ہوکر)
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنَاتِ اور مومن عورتوں کو۔
وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ واؤ عاطفہ، لَا تَزِدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر، زِيَادَةٌ (باب ضرب)

مصدر۔ اور نہ بڑھا۔ اور نہ زیادہ کر۔
الظّٰلِمِیْنَ: ظالم لوگ، ظلم کرنے والے۔ ناانصاف، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے
اِلَّا تَبَارًا۔ مستثنیٰ مفرغ۔ تَبَارًا ای ھلاً کا حال ہے ظٰلِمِیْنَ سے، اور نہ بڑھا
ظالموں کو مگر بربادی اور ہلاکت لیعنی ظالم لوگوں کے لئے اور تباہی بڑھادے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۲) سُوۡرَۃُ الۡجِنِّ مَکِّیَّۃٌ (۲۸)
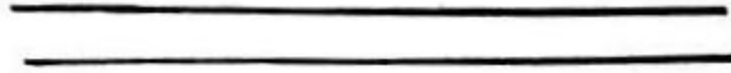
۷۲ : ۱ ـــ قُلۡ ای قُلۡ یا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

اُوۡحِیَ اِلَیَّ : اُوۡحِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیۡحَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی وحی کرنا۔ وحی بھیجنا۔ اشارہ کرنا۔ اِلَیَّ ۔ اِلٰی حرف جار اور یَ صیغہ واحد متکلم سے مرکب ہے۔ میری طرف،

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وحی کے ذریعہ مجھے بتایا گیا ہے :

اَنَّہٗ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ ۔ جملہ نائب فاعل ہے اُوۡحِیَ اِلَیَّ کا۔ اَنَّہٗ میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان اس کا اسم اور باقی جملہ استمع نفر من الجن اس کی خبر ہے۔

اِسۡتَمَعَ واحد مذکر غائب اسۡتِمَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے غور سے سنا۔ اس نے اچھی طرح متوجہ ہو کر سُنا۔ اس نے کان لگا کر سُنا۔

نَفَرٌ ۔ اسم جمع ۔ جماعت ۔ گروہ، متعدد افراد کی ٹولی۔ نَفَرٌ تین سے دس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ کے لئے بھی اس کا استعمال جائز ہے۔ نَفَرٌ و نُفُوۡرٌ (باب ضرب) جانوروں کا بدک کر یا ڈر کر بھاگنا۔ نفرت کرنا۔ جماعت کی صورت میں جنگ وغیرہ کے لئے نکلنا۔

مِنَ الۡجِنِّ : مِنۡ تبعیضیہ ہے۔ جنوں میں سے (ایک گروہ) ترجمہ ہوگا۔

کہ جنّوں میں سے ایک گروہ نے (مجھ سے قرآن پڑھتے) سُنا ہے

فَائِدَہ :- اَلۡجِنُّ ایک مخلوق ہے جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے۔

یہ جِنٌّ وجُنُونٌ سے مشتق ہے اس کا واحد جِنِّیٌّ اور مونث جِنِّیَۃٌ ہے۔ جَنَّ (باب نصر) معنی رات کا تاریک ہونا (کسی شئے کو) چھپا لینا یا کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا۔ جَنَّ الشَّیْءَ کے معنی ہیں اس نے اس شئی کو چھپا دیا۔ جَنَّ عَلَیْہِ اللَّیْلُ (۶:۷۷) رات نے اس کو (اپنی) تاریکی میں چھپا لیا۔ اَلْجَنِیْنُ اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور الجنین قبر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ میت کو چھپا لیتی ہے جَنَانٌ قلب کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں چھپا ہوتا ہے۔ اَلْمُجِنَّۃُ زرہ، بکتر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم کو چھپا لیتا ہے اسی طرح ڈھال کو بھی الجُنَّۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی جسم کو اپنے پیچھے چھپا لیتی ہے۔ اسی طرح اَلْجَنَّۃُ اس باغ کو کہتے ہیں کہ جس کے درخت اس کی زمین کو ڈھانپ لیں۔ پاگل پن کو جُنُونٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے، لہٰذا جن اس مخلوق کو کہتے ہیں جو انسانی نگاہ سے پوشیدہ رہے۔

قوم کے بڑے آدمی کو بھی جنّ کہتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر اسے چھپا رکھا ہوتا ہے (لسان)

وحشی کو بھی جنّ کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے چھپا رہتا ہے (لسان)

تیز طرار آدمی کو بھی جن کہتے ہیں (لین)

جنّ اور مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل مخلوق ہے ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے قرآن مجید میں ہے :۔

وخلق الجان من مارج من نَّارٍ۔ (۵۵:۱۵) اور اس نے جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

لیکن ان کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے اور ہماری طرح یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے اور ان میں نیک و بد بھی ہیں۔

امام راغب رح فرماتے ہیں کہ :۔

لفظ جن کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

ایک بمقابلہ انسان ان تمام روحانیوں کے لئے جو حواس سے پوشیدہ ہیں۔ اس صورت میں فرشتے اور شیاطین بھی اس میں آجاتے ہیں۔ پس ہر فرشتہ جنّ ہے اور ہر جنّ فرشتہ نہیں ہے اور اسی طرح ابو صالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ جنّ روحانیوں کی ایک قسم ہیں کیونکہ روحانیوں کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اخیار۔ یعنی نیک ہی نیک

یہ فرشتے ہیں۔

۲۔ اشرار یعنی سرتا سر بد۔ یہ شیاطین ہیں۔

۳۔ اوسط۔ یعنی درمیانی۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد اور شریر بھی، یہ جن ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی : قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ سے لے کر وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (یعنی ہم میں حکم بردار بھی ہیں اور بے انصاف بھی) اس بات کو بتلا رہا ہے۔

تمام اربابِ مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں جنّ کا وجود مُسلَّم ہے لیکن بعض دانش فروشوں نے ان کے ماننے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ نہیں ہے انکار کی۔ سوائے اس کے کہ ان کا وجود ہماری نظروں سے اوجھل ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔

قرآن مجید و احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ جنّ کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور بہت سی حدیثوں میں روایتِ جنّ کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کو جنّ کے ماننے سے انکار کرنے کے کیا معنیٰ؟

قادیانیوں نے قرآن مجید میں جہاں جہاں جن کا ذکر ہے اس سے مراد انسان ہی لئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ ایسی تاویلیں کرنی پڑیں کہ ان کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آنے لگتی ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں ان کی پیدائش شعلۂ آتش سے بیان کی گئی ہے تو کیا انسان بھی آتش سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف تصریح ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (۳: ۵۹) (اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا) پھر یہ آگ سے پیدا شدہ انسان کون سے آدم کی نسل سے ہیں۔

حافظ الحدیث قاضی بدرالدین شبلی حنفی المتوفی ۷۶۹ ھ کی کتاب آکام المرجان فی احکام الجان۔ جنوں کے حالات میں ایک مستقل اور مفصل تصنیف ہے۔ (از لغات القرآن)

حضرت پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔

کتب احادیث میں جنّات کی حاضری کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ جنات چھ مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ مطہرہ میں حاضر ہوئے ہیں۔

پہلی حاضری وہ ہے کہ جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، صحیح روایت کے مطابق یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چند صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے یہ جگہ مکہ سے دو رات کی مسافت پر ہے یہاں زمانہ جاہلیت میں میلے لگا کرتے تھے خرید و فروخت ہوتی تھی اور ارد گرد کے سارے قبائل وہاں جمع ہوتے تھے۔ نخلہ کے مقام پر صبح کا وقت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اور سورۃ اقرار یا سورۃ طٰہٰ کی تلاوت ہو رہی تھی کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز جب انہوں نے سنی۔ تو وہاں رک گئے بڑی خاموشی اور توجہ سے اس کو سنتے رہے اس کلام پاک کے سننے سے ان کے دل کی کایا پلٹ گئی غفلت کے پردے چاک ہو گئے اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے، دولت ایمان سے مالا مال ہو کر جب وہ اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی بتایا کہ ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور ہم نے کفر اور شرک سے توبہ کر لی ہے تمہارے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ تم جن گمراہیوں میں مبتلا ہو ان سے برأت کا اظہار کرو اور اس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے ان جنات کی آمد، قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اس کو اپنے قبیلہ میں جا کر بیان کرنے کے سارے حالات بذریعہ وحی اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیئے اور حکم دیا کہ آپ سب لوگوں میں اس کا اعلان کر دیں۔

= فَقَالُوْٓا ف کا عطف محذوف پر ہے۔ انی لما رجعوا الیٰ قومھم فقالوا۔ جب وہ واپس اپنی قوم میں گئے تو انہوں نے کہا۔۔۔۔ الخ

قُرْاٰنًا عَجَبًا: موصوف و صفت بوجہ سمعنا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے، عجبا مصدر ہے اس کو صفت کے صیغہ میں مبالغہ کے لئے لاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ:

ہم نے ایک قرآن سنا ہے جو نہایت نادر اور عجیب ہے۔

۷۲: ۲ = یَهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ۔ یہ جملہ قرآن کی صفت ہے۔ یَهْدِیْ مضارع معروف واحد مذکر غائب ھدایۃ (باب ضرب) مصدر سے۔ یہ ہدایت کرتا ہے رہنمائی کرتا ہے الرُّشْدِ، بھلائی۔ نیک راہ۔ راستی، راہ راست۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ ف تعلیل کا ہے۔ اٰمَنَّا ماضی جمع متکلم اِیْمَانٌ (افعال) مصدر سے۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ سو (اس لئے) ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ ۔ واؤ عاطفہ ۔ اس کا عطف اٰمَنَّا بِہٖ پر ہے ۔ لَنْ نُّشْرِكَ مضارع منفی تاکید بلن ۔ صیغہ جمع متکلم اشراك (افعال) مصدر ۔ ہم ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے ۔
اَحَدًا (کسی کو) منصوب بوجہ مفعول ہونے لَنْ نُّشْرِكَ کے ۔

۷۲ : ۳ ــــ وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا ۔ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان (اسم اَنَّ) جس کا مرجع رب ہے اور تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا اس کی خبر
تَعٰلٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر ۔ وہ بلند و برتر ہے ۔
باب تفاعل کی ایک خاصیت تکلف ہے لیکن یہاں اس کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے آیا ہے ۔
جَدُّ رَبِّنَا ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ جَدُّ کا ۔ ہمارے رب کی بزرگی و عظمت
مجاہد، عکرمہ، قتادہ نے بھی جدّ کے معنی (بزرگی و عظمت) کئے ہیں ۔
حضرت انس کا قول ہے :۔
کان الرجل اذا قرأ بقرۃ وآل عمران جدّ فینا ۔ (جب کوئی آدمی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہم میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ۔ اس قول سے بھی مجاہد کی تفسیر کی تائید ہوتی ہے ۔ لیکن سدّی نے جدّ کا معنے امر اور حسن نے غنا یعنی بے نیازی ۔ حضرت ابن عباس نے قدرت اور ضحاک نے فعل، قرطبی نے نعمتیں اور اخفض نے حکومت اور اقتدار بیان کیا ہے ۔
آیت کا ترجمہ ہوگا :۔
اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے ۔
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔ مَا نافیہ ہے اِتَّخَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر بمعنی اختیار کرنا ۔ پسند کرنا ۔ صَاحِبَةً ساتھ رہنے والی، جورو، بیوی ۔ صحبۃ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے منصوب بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے ۔
وَلَدًا، اسم جنس، نکرہ ۔ (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے) کوئی بچہ ایک ہو یا چند ۔ (ایک سے زیادہ) لڑکا ہو یا لڑکی ۔
مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی بیوی اور نہ کوئی اولاد ۔ یہ جملہ اِنَّ کی خبر دوم ہے
۷۲ : ۴ ــــ وَاَنَّهٗ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى .... الخ پر ہے واؤ حرف عطف

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان و اسم انّ باقی جملہ اس کی خبر، ہٗ ضمیر کا مرجع سَفِیْهُنَا ہے
كَانَ يَقُوْلُ : ماضی استمراری صیغہ واحد مذکر غائب۔
سفیھنا مضاف مضاف الیہ۔ سفیہ سے مراد نادان ہے یا بقول قتادہ و مجاھد اس سے مراد ابلیس ہے اذ لیس فوقہٗ سفیہٌ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نادان اور جاہل نہیں ہے
بیضاوی اور خازن نے بھی اس سے مراد ابلیس ہی لیا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد سرکش جنات ہیں اور سَفِيْهُنَا کا ترجمہ ہوگا۔
ہم میں سے کا جاہل و نادان۔
شَطَطًا۔ یہ مصدر ہے (باب نصر و ضرب) اس کے اصل معنی افراطِ بُعد کے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ دور ہونے کے ہیں اور چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اسی لئے اس بات کو جو حق سے دور ہو شطط کہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن پاک میں آیا ہے
فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (۳۸:۲۲) تو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی سے کام نہ لیجئے گا۔
آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا:۔
اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف (ایسے بھی ہو گزرے) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور دور از حق باتیں بنایا کرتے تھے (یعنی یہ کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں)
۷۲ : ۵ = وَاَنَّا ظَنَنَّا۔ اس کا عطف بھی جملہ وانہٗ تعالیٰ جد ربنا پر ہے ظننا ماضی جمع متکلم ظَنٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ ہم سمجھے ہوتے تھے۔ ہمارا گمان تھا۔
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ اَنْ مصدریہ بمعنی کہ" لَنْ تَقُوْلَ مضارع منفی تاکید بلَن منصوب صیغہ واحد مؤنث غائب۔
كَذِبًا۔ صفت ہے موصوف محذوف کی۔ ای قَوْلًا كَذِبًا۔ جھوٹی بات۔
ترجمہ ہوگا:۔
اور ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں بنایا کرتے۔
۷۲ : ۶ وَاَنَّهٗ اور یہ کہ .... مِنَ الْاِنْسِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے انسانوں میں سے بعض کچھ آدمی۔
يَعُوْذُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوْذٌ و مَعَاذٌ (باب نصر) مصدر، پناہ طلب کرتے تھے۔ مِنَ الْجِنِّ میں بھی مِنْ تبعیضیہ ہے، جنات میں سے چند مردوں کی۔ رِجَالٍ

رَجُلٌ کی جمع ۔ مرد ۔

مطلب :۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے بعض مرد بعض جنات مردوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے ۔

فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ف تعقیب کی زَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب اس میں ضمیر فاعل کا مرجع رجال من الانس ہے زیادۃ (باب ضرب) مصدر ۔ بمعنی زیادہ کرنا ۔ بڑھانا ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع رجال من الجن ہے ۔ انہوں نے ان کو زیادہ کیا ۔ انہوں نے ان کو بڑھایا ۔

رَهَقًا ۔ سرکشی ، تکبر ، سرچڑھنا ۔ ستم ، زیادتی ۔ زبردستی ۔ رهق یرهق (سمع) سے مصدر ہے ۔ اصل میں اس کے معنی ایک شے کے دوسری شے پر چھا جانے کے ہیں اور چونکہ اس کا نتیجہ تباہی ہے ۔ اس لئے تباہ ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آیت ہذا میں اس کے معنی سرکشی و تکبر کے مراد ہیں ۔

ترجمہ :۔

پس بڑھادیا انہوں نے (یعنی بنی آدم نے) ان کو (جنات کو) ازراہ تکبر د غرور یعنی بنی آدم کے اس فعل سے جنات مردوں کا غرور اور تکبر اور بڑھ گیا ۔

فائدہ :۔ کان الرجل من العرب اذا امسٰی فی وادقفر وخاف علٰی نفسہ نادٰی باعلٰی صوتہ یاعزیز ھذا الوادی اعوذ بك من السفہاء الذین فی طاعتك یریدالجن وکبیرھم فاذا سمعوا بذلك استکبروا ۔ وقالوا اسدنا الجن والانس (روح المعانی)

یعنی :۔ اہل عرب میں سے کسی کو اگر کسی غیر آباد بیابان وادی میں رات پڑجاتی اور اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوتا تو وہ بلند آواز سے پکارتا اے اس وادی کے سردار ! میں ان تمام ظالموں وجاہلوں سے جو تیری اطاعت میں ہیں (یعنی جن اور ان کے کبائر) تیری پناہ مانگتا ہوں "

جب جن یہ پکار سنتے تو وہ اور غرور و نخوت سے بھر جاتے اور کہتے کہ ہم جنوں اور انسانوں سب کے سردار بن گئے ہیں ۔

۷۲ : ۷ = وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ : واؤ عاطفہ ، اَنَّهُمْ میں اَنَّ حرف مشبہ

بالفعل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ، بے شک وہ سب لوگ ھُمْ ضمیر کا مرجع بنی آدم ہیں۔
ظَنُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے گمان کیا۔ انہوں نے خیال کیا۔ انہوں نے سمجھا
کَمَا میں كَ تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے اور ظَنَنْتُمْ اس کا صلہ۔ جیساکہ
تم نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ تم نے خیال کیا۔ تُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع وہ جنّ ہیں کہ
جن کو مخاطب کر کے قرآن سن کر آنے والے جنات اپنے تاثرات بیان کر رہے تھے: وہ بتا
رہے تھے کہ انسانوں نے بھی وہی سمجھ رکھا تھا جو اے جنات تم نے سمجھ رکھا تھا۔ یعنی اللہ
کسی کو رسول مبعوث نہیں کرے گا۔

اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا: اَنْ مصدریہ۔ لَنْ یَّبْعَثَ مضارع منصوب
نفی تاکید بلن۔ وہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ وہ ہرگز نہیں بھیجے گا (رسول بناکر) کسی کو بھی
منصوب بوجہ مفعول ہے۔ کہ اللہ کسی کو بھی رسول بناکر نہیں بھیجے گا۔

۷۲: ۸ = وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ واؤ حرف عاطفہ، اَنَّا حرف مشبہ بفعل نا ضمیر جمع متکلم
بے شک ہم۔

= لَمَسْنَا السَّمَآءَ۔ لَمَسْنَا ماضی جمع متکلم لَمْسٌ باب نصر، ضرب) مصدر۔
ہم نے ٹٹولا۔ ہم نے ڈھونڈا۔ ہم نے قصد کیا۔ اور باب مفاعلہ سے بمعنی عورت سے جماع
کرنے کے آتا ہے مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (۵: ۶) یا تم نے عورتوں
سے مباشرت کی ہو۔

(ایک قرأت میں لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ بھی آیا ہے)

لَمْسٌ کے اصل معنی مَسٌّ کی طرح اعضاء کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھو کر
اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول ڈالا۔ ٹٹول دیکھا۔

فَوَجَدْنٰھَا: ف ماقبل کے انجام کے لئے بمعنی تو۔ ھَا ضمیر کا مرجع السماء ہے۔
تو ہم نے اس کو پایا۔

مُلِئَتْ: ماضی مجہول واحد مونث غائب مَلْأٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھرنا۔

حَرَسًا شَدِیْدًا۔ موصوف وصفت، حَرَسٌ۔ پاسبان۔ چوکیدار۔ حَارِسٌ کی جمع
خَدَمٌ یا خَرَمٌ کی طرح اسم جمع ہے۔

شَدِیْدًا۔ مضبوط۔ زبردست، شُھُبًا شِھَابٌ کی جمع ہے یعنی ستاروں سے ٹوٹ کر

نکلنے والا آگ کا شعلہ۔ حَرَسًا اور شُهُبًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔

مطلب یہ کہ ہم نے آسمان کو قوی نگرانوں سے یعنی ان ملائکہ سے جو آسمان تک پہنچنے سے روکتے ہیں ٹوٹنے والے شعلوں سے بھرا ہوا پایا:۔

۷۲ : ۹ = وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ واؤ عاطفہ، اَنَّا تحقیق ہم ۔ یہ کہ ہم

كُنَّا نَقْعُدُ ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم بیٹھتے تھے۔ ہم بیٹھا کرتے تھے۔

مِنْهَا: مِنْ حرف جار ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور۔ کا مرجع السماء ہے

مَقَاعِدَ جمع مَقْعَدٌ کی۔ بیٹھنے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان نقعد کا مفعول۔ قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔

اور یہ کہ ہم (پہلے) تو آسمانوں کے بعض ٹھکانوں میں (بیٹھنے کی جگہوں پر) سننے کیلئے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

فَمَنْ ۔ ف عاطفہ، مَنْ شرطیہ جو کوئی۔

يَسْتَمِعِ ۔ مضارع مجزوم، مکسور بالوصل ۔ واحد مذکر، استماع (افتعال) مصدر۔ معنی سننے کے لئے کوشش کرنا۔

اَلْاٰنَ : اب، اسم ظرف زمان ہے مبنی بر فتحہ، ال بعض کے نزدیک تعریف کا ہے زائدہ اور بعض کے نزدیک لازم۔

يَجِدْ : مضارع مجزوم واحد مذکر غائب وَجْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پاتا ہے وہ پائے گا۔

شِهَابًا رَصَدًا ۔ موصوف وصفت۔ شہاب انگارہ۔ وہ چمکدار شعلہ جو بھڑکتی ہوئی آگ میں سے نکلتا ہے۔ فضاء میں جو تارا ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے۔

رَصَدًا : چوکیدار۔ نگہبان، گھات، رَصَدَ يَرْصُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی گھات لگانے اور نگاہ رکھنے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل اسم مفعول دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز تثنیہ واحد، جمع سب کے لئے آتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں لفظ رَصَدَ استعمال ہوا ہے ان سب کا احتمال ہے۔

۷۲ : ۱۰ = وَاَنَّا ۔ اور یہ کہ۔

لَا نَدْرِيْ مضارع منفی جمع متکلم دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نہیں جانتے تھے

اور ہم اس سے پہلے واقف نہ تھے کہ .....

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ شرٌّ مفعول مالم یسم فاعلہ (نائب فاعل)

اُرِيْدَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ بَ (حرفِ جر) الصاق کے لئے۔ مَنْ موصولہ فِي الْاَرْضِ اس کا صلہ۔

تقدیر کلام یوں ہے :

أبحراسة السماء ورمی الشهاب اريد شرٌّ بمن فی الارض۔

کیا آسمانوں کی نگہبانی میں اور آگ کے انگاروں کی بوچھاڑ سے زمین والوں کو کوئی عذاب دینا مقصود ہے ؟

رَشَدًا ، رَشَدَ يَرْشُدُ باب نصر کا مصدر ہے جس کے معنی راہ پانے کے ہیں راہ یابی۔ بھلائی ، راستی ، نیکی ، بہتری ، یا ان کا پروردگار ان سے کوئی بہتری کرنا چاہتا ہے

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔

اچھائی ہو یا برائی ۔ خیر ہو یا شر ، سب اللہ کے ارادہ سے ہوتی ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے ۔ لیکن ادب کا تقاضا تھا کہ ارادۂ شر کی نسبت صراحۃً خدا کی طرف نہ کی جائے اور ارادۂ خیر کا فاعل صراحۃً اللہ کو قرار دیا جائے اسی لئے شرّ کے ساتھ لفظ اُرِيْدَ بصیغۂ مجہول اور شرّ کے ساتھ اَرَادَ بصیغۂ معروف ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ۔

کہ پروردگار عالم جب کسی بات کا حکم جاری کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے ملائکہ سُبْحَانَ اللهِ کہتے ہیں۔ پھر ان سے متصل آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ اس نچلے آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت آتی ہے۔

عرش کو اٹھانے والے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے بتاتے ہیں اسی طرح آسمانوں والے باہم پوچھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں ۔ یہاں تک کہ یہ بات اس آسمان تک پہنچتی ہے (مسلم۔ از مظہری)

یہاں آسمان دنیا کے نیچے مختلف ٹھکانوں پر جنات اس گھات میں چھپ کر بیٹھے ہوتے کہ کوئی بات ملائکہ سے یہ بھی سن لیں ۔ جب یہ کوئی بات ملائکہ سے سن پانے میں کامیاب ہوجاتے تو اسے اپنے دیگر جنات کو نیچے کی طرف منتقل کردیتے ۔ تاآنکہ وہ بات

ان کے سب سے نیچے زمین پر موجود جنات تک پہنچ جاتی جو آگے اپنے دوست کاہنوں اور ساحروں کو دے دیتے۔ اور یہ کاہن اور ساحر اس میں مبالغہ کر کے اور کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر انسانوں سے بیان کر دیتے۔ ایسی باتوں میں جھوٹ اور سچ کا عجیب اختلاط ہوتا۔

یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک کاہنوں اور ساحروں نے اپنایا ہوا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو جنات نے دیکھا کہ عالم بالا میں یکلخت ایک عظیم تبدیلی آ گئی ہے جونہی وہ آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہر طرف سخت گیر پہرے دار متعین پاتے اور ہر طرف ان پر شہابوں کی بارش ہونے لگتی۔

جنات باہمی مشورہ کے لئے اکٹھے ہوتے کہ ان جدید انتظامات کی وجہ معلوم کریں۔ کہنے لگے کہ یا تو اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں اور اس پروگرام کو صیغہ راز میں رکھنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی نبی مبعوث فرمانے والا ہے تاکہ ان خفتہ بخت انسانوں کو بیدار کر کے انہیں راہ ہدایت پر گامزن کرے۔

اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے متعدد دستے تشکیل دیئے گئے کہ روئے زمین پر گشت لگائیں اور اس کی وجہ معلوم کریں۔ انہیں میں سے ایک گروہ جو تہامہ کی چھان بین کے لئے مقرر ہوا تھا نخلہ کے پاس سے اس وقت گذرا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہاں ہی سماع قرآن کا واقعہ پیش آیا۔

اس سارے قصے میں تمام تفصیلات کا تعلق غیر مرئی اور حواس انسانی کی دسترس سے بالاتر واقعات سے ہے۔ اس لئے بعض اس پر یقین کرنے میں تامل کرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کائنات کی ماہیت کا انسان کو علم ہے ہی کیا۔ ہزاروں صدیوں سے وہ اس کو سمجھنے کی کدوکاوش میں ہے لیکن ہنوز وہ اس بچے کی طرح ہے جو ایک بحر بے کراں کے کنارے کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور اس کے سامنے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بے حد و حساب موتیوں کے خزانے چھپے پڑے ہیں۔

جب ہمارے علم ناقص کی یہ حالت ہے تو ہمیں خالق کائنات کے فرمودات پر بلا چون و چرا یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہ جاتا۔

۷۲ : ۱۱ — وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور یہ کہ ہم میں سے بعض نیک بھی ہیں۔

علامہ پانی پتی رحمہ لکھتے ہیں۔

صالحون سے مراد ہیں وہ جنات جو گذشتہ انبیاء اور آسمانی کتابوں پر خصوصًا تورات

پر ایمان رکھتے تھے۔

وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ: دُوْنَ فَوْقَ کی نقیض ہے ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے بمعنی جو کسی کے نیچے ہو۔ دُوْنَ مضاف ذٰلِكَ مضاف الیہ۔ اور بعض ہم میں سے اس درجہ سے نیچے ہیں۔ یعنی صالحین کے درجے سے نیچے ہیں صالح نہیں ہیں۔ اس کے سوا ہیں۔ فتنہ پرور، شرارتی، فسادی و گمراہ ہیں۔

كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ طَرَآئِقَ جمع ہے طریقۃ کی۔ راہیں۔ طریقے۔ آسمان کے طبقے۔ یہاں اس آیت میں مسلک، مشرب نیز درجات کا اختلاف مراد ہے۔

قِدَدًا جمع ہے قِدَّةٌ کی۔ مختلف راہیں۔ جدا جدا ارادے رکھنے والے لوگ، یا گروہ کنا طرائق قددا۔ ای کنا ذوی طرائق قددا۔ ہمارے بھی کئی مسلک ہیں، ہم بھی کئی متفرق راستوں پر گامزن ہیں۔

۷۲: ۱۲ = وَاَنَّا ظَنَنَّا۔ اور یہ کہ اب ہم سمجھ گئے

اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ۔ اَنْ مصدریہ لَنْ نُّعْجِزَ مضارع منفی منصوب تاکید بہ لن۔ صیغہ جمع متکلم۔ اَللّٰهَ مفعول۔ ہم زمین پر بھی اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

هَرَبًا مصدر موضع حال میں ہے بمعنی ھاربین منھا اور نہ ہی ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔ هَرَبٌ (باب نصر) بھاگنا۔

۷۲: ۱۳ = لَمَّا کلمہ ظرف۔ جب۔

اَلْهُدٰى۔ ای القرآن۔

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَ سببیہ، مَنْ شرطیہ۔ يُؤْمِنْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ (افعال) مصدر سے جملہ شرطیہ ہے پس جو اپنے رب پر ایمان لاتا ہے

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے بَخْسًا۔ بَخْسٌ (باب سمع) کے معنی کوئی چیز ظلماً کم کرنا کے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (۱۱: ۱۵) اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اَلْبَخْسُ وَالْبَاخِسُ حقیر اور ناقص چیز۔

آیت ہذا میں بَخْسًا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے تو نہ اس کو گھاٹے کا خوف ہے

وَلَا رَهَقًا، جملہ کا جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ اس کو ظلم کا ڈر ہے۔ رَهَقًا سرکشی، تکبر

سر چڑھنا۔ ستم، ظلم، زیادتی، زبردستی۔ یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے نیز ملاحظہ ہو ۷۲: ۶

اَلْمُسْلِمُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُسْلِمُ فرماں بردار۔ مسلمان۔

اَلْقَاسِطُوْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَاسِطٌ واحد۔ اگر قِسْطٌ و اَقْسَطٌ (باب ضرب و نصر) مصدر سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے انصاف کرنے والا۔ اور اگر مصدر قَسْطٌ و قُسُوْطٌ سے (باب ضرب) سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے ظلم کرنے والا۔ ناانصافی کرنے والا۔ یہاں چونکہ القاسطون کے مدمقابل اَلْمُسْلِمُوْنَ آیا ہے لہٰذا یہ مصدر قَسْطٌ و قُسُوْطٌ (باب ضرب) سے بمعنی ظلم کرنے والا، کج روی کرنے والا ہوگا۔

اسی مادہ (قسط) سے باب افعال سے اسم فاعل اَلْمُقْسِطُ کا مطلب ہے انصاف کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (۴۹: ۹) بے شک خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فَمَنْ اَسْلَمَ ۔۔ ف بمعنی سو، پس، مَنْ شرطیہ۔ جملہ شرطیہ ہے پس جنہوں نے اسلام قبول کیا (مَنْ بمعنی جمع آیا ہے۔ جیسا کہ اُولٰئِكَ سے ظاہر ہے)

فَاُولٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا: جملہ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر تحروا ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَحَرِّیٌ (تفعل) مصدر جس کے معنی عمدہ اور مناسب ترین رائے کو ڈھونڈھنے اور اچھی چیز کا قصد کرنے کے ہیں قصد کیا۔

رَشَدًا واحد مذکر اسم مفعول۔ راستی، بھلائی، نیکی، راہِ حق، رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کا معنی راہ راست پانا۔ راہِ راست تلاش کرنا۔ یا ڈھونڈھنا ہے۔ تو انہوں نے راہِ حق تلاش کرلی۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے جواب شرط ہے۔

۷۲: ۱۵ = وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ واؤ عاطفہ، اَمَّا حرف شرط۔ اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ جملہ شرطیہ ہے اور جو کج روی کرنے والے ہیں۔

فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا. ف جواب شرط کے لئے كَانُوْا فعل ناقص ماضی جمع مذکر غائب، ضمیر فاعل اسم كانوا حَطَبًا اس کی خبر، جملہ جواب شرط ہے۔ تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز میں قرآن سن کر آنے والے جن استماع قرآن اور اپنے تاثرات کا جو ذکر اپنے قبیلہ کے جنوں سے بیان کر رہے ہیں جو کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا سے

(آیت نمبر ۱) شروع ہوا تھا۔ یہاں ختم ہوگیا۔ بعد کا قصہ بیان نہیں فرمایا کہ مخاطب جنوں کی جماعت ایمان لائی یا نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ لائی۔ ان جملوں میں جنوں کی زبانی کلام بیان کرکے کفار مکہ کو سمجھانا مقصود ہے۔

۷۲ : ۱۶ — وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ اس جملہ کا عطف اَنَّهُ اسْتَمَعَ (آیت نمبر ۱ مذکرہ بالا) پر ہے۔

تقدیر کلام ہے: اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ ...... وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا .... اَنْ مخففہ ہے جو اَنَّ ثقیلہ سے مخفف ہوکر اَنْ بن گیا ہے اَنْ کا اسم جو ضمیر شان ہے محذوف ہے۔ یعنی اَنَّهٗ .... لَوْ حرف شرط۔ اِسْتَقَامُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ استقامۃ۔ (استفعال) مصدر۔ قائم رہنا۔ سیدھا رہنا۔ ثابت قدم رہنا۔

الطریقۃ۔ اللہ کا پسندیدہ راستہ، یعنی دین اسلام۔

مطلب یہ کہ:۔

میرے پاس اس بات کی بھی وحی ہے کہ اگر جن وانس دینِ اسلام پر قائم رہیں گے ...... یہ جملہ شرطیہ ہے اگلا جملہ اس کی جزاء ہے۔

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا۔ جملہ سابقہ سے جوابِ شرط ہے لام تاکید کا ہے۔ اَسْقَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی پلانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ مَآءً مفعول ثانی، غَدَقًا صفت اپنے موصوف مَآءً کی۔ اَلْغَدَقُ کے معنی بہت زیادہ اور افراط کے ہیں۔ اصل میں یہ باب سمع سے مصدر ہے بمعنی پانی کا بہت ہونا۔ مبالغہ کے طور پر "بہت پانی" کے معنی میں آتا ہے۔

تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کردیں گے۔ (مال واولاد کھیتی باڑی، تندرستی، عافیت کو مَآءً غَدَقًا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے)

۷۲ : ۱۷ — لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ۔ لام علت کا ہے۔ نَفْتِنَ مضارع منصوب جمع متکلم۔ فِتْنَةٌ وَ فُتُوْنٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی امتحان لینا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع فراوانی (مَآءً غَدَقًا) ہے تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں۔ ای نختبرھم ایشکرون ام یکفرون (ایسر التفاسیر، اضواء البیان، بیضاوی، مظہری)

بعض کے نزدیک هُمْ کی ضمیر کا مرجع جنّوں کے لئے ہے لیکن جمہور کے نزدیک اصح

یہی ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے جیسا کہ استقامُوا (آیت نمبر ۱۶) میں ہے۔

وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِکْرِ رَبِّہٖ واؤ عاطفہ ہے مَنْ شرطیہ یُعْرِضْ مضارع مجزوم واحد مذکر۔ غائب اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر بمعنی رو گردانی کرنا۔ اعراض کرنا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا۔ جملہ شرطیہ ہے۔

یَسْلُکْہُ عَذَابًا صَعَدًا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔ یَسْلُکْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ضمیر فاعل رب کی طرف راجع ہے۔ سَلْکٌ وَ سُلُوْکٌ (باب ضرب) مصدر سَلَکَ فعل لازم ماضی۔ وہ چلا۔ متعدی اس نے چلایا۔ اس نے داخل کیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ کی طرف راجع ہے۔

عَذَابًا صَعَدًا۔ موصوف وصفت صَعَدٌ مصدر ہے مصدر کو موصوف کی صفت میں مبالغہ کے لئے لائے ہیں۔

صَعَدًا سخت، شاق، کہ جو معذب کے اوپر چھا جائے۔

ترجمہ:۔ وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

بعض کے نزدیک عَذَابًا صَعَدًا سے پہلے حرف جار فِیْ محذوف ہے۔ اس صورت میں عبارت یَسْلُکْہُ فِیْ عَذَابٍ ہونی چاہئے لیکن بعض کے قول کے مطابق سَلَکْتُ فُلَانًا فِیْ طَرِیْقِہٖ کی بجائے سَلَکْتُ فُلَانًا طَرِیْقًا بھی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یَسْلُکْہُ فِیْ عَذَابٍ کی بجائے یسلکہ عذابًا بھی درست ہے۔ صَعَدًا کا اعراب اپنے موصوف کے مطابق ٹھیک ہے۔ (ملاحظہ ہو المفردات)

۷۲: ۱۸ = وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ اس جملہ کا عطف جملہ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا پر ہے یعنی یہ بھی میری طرف وحی کیا گیا کہ مسجدیں یعنی وہ مقامات جو نماز کے لئے بنائے جاتے ہیں اللہ ہی کے لئے مخصوص ہیں (اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک قرار دینے کے لئے نہیں ہیں)

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل المساجد اس کا اسم اور لِلّٰہِ اس کی خبر ہے المساجد بوجہ عمل اَنَّ منصوب ہے۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ف سببیہ ہے لَا تَدْعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر، تم پکارو مت۔ تم نہ پکارو۔ اَحَدًا۔ (کوئی) ایک۔ لَا تَدْعُوْا کا مفعول۔

۷۲: ۱۹ = وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ۔ اس کا عطف بھی جملہ اَنْ لَّوِ

استقاموا پر ہے یعنی اور مجھے یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے۔

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان واسم اَنَّ ۔ باقی جملہ اس کی خبر۔

لَمَّا ظرف زمان ۔ جب ، عَبْدُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کا بندہ ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

یَدْعُوْ مضارع واحد مذکر غائب ۔ دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر ۔ عبادت کرنا ۔ پکارنا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے ۔ یَدْعُوْہُ حال ہے قَامَ کے فاعل سے

کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا یہ جملہ لَمَّا کے جواب میں ہے کَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب کَوْدٌ (باب سمع) مصدر ۔ راغب اور سیبویہ کے نزدیک (باب سمع و نصر) دونوں سے آتا ہے ۔ کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے ۔

کَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنیوالا فعل واقع ہی نہیں ہوا ۔ قریب الوقوع ضرور تھا ۔ جیسے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لیجائے ۔ یعنی بجلی کی چمک نے ان کی آنکھوں کی بینائی کو اچک نہیں لیا تھا لیکن اچک لینے کے قریب تھی۔

اور اگر بصورت نفی ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا ۔ جیسے فَذَبَحُوْھَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ہ (۲: ۷۱) انہوں نے (بڑی مشکل سے) اس (گائے) کو ذبح کیا ۔ اور وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے ۔ یعنی انہوں نے گائے تو ذبح کر دی لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

کَوْدٌ کے معنی ارادہ اور خواہش بھی ہے مثلاً قرآن میں ہے اَکَادُ اُخْفِیْھَا (۲۰: ۱۵) میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں ۔

یَکُوْنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ کَوْنٌ (باب نصر) وہ ہوں گے ۔ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ قریب ہے کہ وہ ہو جائیں گے ۔ عَلَیْہِ اس پر

لِبَدًا : لِبَدٌ ۔ لِبْدَۃٌ : کی جمع ہے ۔ لِبَدٌ کا اصل معنی ہے ایسی جماعتیں جن میں کچھ لوگ اوپر ہوں کچھ نیچے ۔ (ٹھٹ کے ٹھٹ) ہجوم ۔ بھیڑ ، جماعت در جماعت ۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

حسن ، قتادہ ، ابن زید نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ توحید کی دعوت دینے کے لئے جب

اللہ کا بندہ کھڑا ہوا تو جن و انس سب کے سب دعوتِ توحید کو باطل کرنے کے لئے اکٹھے ہوگئے وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنا نور پورا (پھیلا) کر رہے گا۔ اور تمام دشمنوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائے گا۔

بیضاوی لکھتے ہیں۔

یَكُوْنُوْنَ عَلَیْہِ مجتمعین لابطال امرہٖ، وہ اس کے گرد ٹھٹ کے ٹھٹ لگا دیتے اس کی بات کو جھٹلانے کے لئے۔

۷۲: ۲۰ = اَدْعُوْا رَبِّیْ۔ اَدْعُوْا مضارع واحد متکلم دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ میں پکارتا ہوں۔ رَبِّیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرا رب، اپنے رب کو،

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ یعنی صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

لَآ اُشْرِكُ۔ مضارع منفی واحد متکلم۔ میں شریک نہیں ٹھہراتا۔

اَحَدًا کسی کو۔ مفعول لَآ اُشْرِكُ کا۔

۷۲: ۲۱ = لَآ اَمْلِكُ: مضارع منفی واحد متکلم مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ میں مالک نہیں ہوں۔ میں اختیار نہیں رکھتا ہوں۔

ضَرًّا۔ مصدر ہے ضَرَّ یَضُرُّ (باب نصر) سے بمعنی ضرر پہنچانا۔ میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں ضرر پہنچانے کا۔

وَلَا رَشَدًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ رَشَدًا مصدر ہے رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) سے بمعنی راہ راست پر چلنا۔ اور نہ (میں اختیار رکھتا ہوں تمہارے) راہِ راست پر چلنے کا۔

۷۲: ۲۲ = لَنْ یُّجِیْرَنِیْ۔ لَنْ یُّجِیْرَ مضارع منفی تاکید بلَنْ (منصوب) صیغہ واحد صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِجَارَۃٌ (افعال) مصدر، نَ وقایہ یَ ضمیر واحد متکلم۔ کوئی مجھے ہرگز نہ بچا سکے گا۔

وَلَنْ اَجِدَ۔ واؤ عاطفہ لَنْ اَجِدَ مضارع منفی تاکید بلن (منصوب) وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور نہ ہی میں ہرگز پاسکوں گا۔

مِنْ دُوْنِہٖ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مجرور۔ اس کے سوا

= مُلْتَحَدًا: اسم ظرف مکان بروزن مفعول اِلْتِحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا مصدر میمی ہے باب افتعال سے بمعنی پناہ۔ جملہ میں اِنْ عَصَیْتُہٗ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

اگر میں نے اس کی (اللہ کی) نافرمانی کی تو میں اس کے سوا ہرگز پناہ نہ پا سکوں گا۔

لَحْدٌ و لُحْدٌ زمین کے اندر بغلی گڑھا (جو قبر میں کھودا جاتا ہے)

۷۲:۲۳ == اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ ۔ بَلٰغٌ مصدر (باب نصر) سے جس کے معنی پہنچا دینا۔ یا کافی ہونے کے ہیں ۔ قرآن مجید میں معنی تبلیغ آیا ہے یا کافی کے معنی میں جیسے کہ:۔ اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۔ (۲۱ : ۱۰۶) اس میں کفایت ہے عبادت کرنے والی جماعت کے لئے ۔ (لغات القرآن)

آیت زیر غور کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :۔

۱:۔ اِلَّا استثنائیہ نہیں ہے بلکہ اِنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے ۔ معنی ہوں گے ان لا ابلغ بلاغا لن اجد من دونه ملتحدا ۔ اگر میں اخدا کے احکام و پیغام کی کما حقہ) تبلیغ نہیں کروں گا تو اس کے سوا مجھے کہیں بھی پناہ نہیں ملیگی۔ (حقانی) اس میں اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ جملہ شرطیہ ہوگا ۔ اور لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا جواب شرط۔ (جزاء کو شرط سے قبل لایا گیا ہے)

۲:۔ حسن اور مقاتل نے اس طرح مطلب بیان کیا ہے کہ میں نہ خیر کا مالک ہوں نہ شر کا نہ ہدایت کا۔ ہاں تبلیغ احکام اور پیام رسانی کا فرض خدا کی طرف سے مجھ پر ہے :

مطلب یہ ہے کہ اِلَّا استثنائیہ نہیں بلکہ لٰکِنْ کے معنی میں ہے ۔ (مظہری)

۳:۔ قولہ تعالیٰ : الا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ ای لا املک لکم ضرا ولا رشدا الا بلٰغا من اللّٰہ ورسٰلٰتہ فانی ابلغکم عنہ ما امرنی بہ وارشدکم الی ما ارسلنی بہ من الھدی والخیر والفوز (ایسر التفاسیر)

نہ میرے ہاتھ میں تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا میرے ہاتھ میں) سوائے اللہ کی طرف سے احکام کی تبلیغ کے (اور کچھ نہیں ہے) پس میں جو وہ حکم دیتا ہے تم تک پہنچا دیتا ہوں اور ہدایت و بھلائی اور نجات کے متعلق (تمہارے لئے) جو احکام وہ مجھے دیتا ہے میں ان کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں ۔

وَرِسٰلٰتِہٖ واؤ عاطفہ رِسٰلٰتِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا عطف بَلٰغًا پر ہے اور اس کے پیغام (کا تم تک پہنچانا)۔

== وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ، واؤ عاطفہ ، اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے مَنْ شرطیہ یَعْصِ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَعْصِیْ تھا۔ شرط کی وجہ سے

مجزوم ہے عِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی نافرمانی کرنا۔
وَرَسُوْلَہٗ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔
اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔
فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔
خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا۔
لفظ مَنْ کی رعایت سے یَعْصِ اور لَہٗ کی مفرد ضمیریں لائی گئیں اور معنی کے لحاظ سے لفظ خلدین بصورت جمع ذکر کیا گیا ہے۔
خٰلِدِیْنَ خُلُوْدٌ سے بحالت نصب اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ جملہ من یعص اللّٰہ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔
۲۴:۷۲ == حَتّٰٓی: حرف جار ہے انتہاء وقت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں:۔
۱:۔ یہ یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا (لوگ اس پر جھمگٹا کرنے لگتے ہیں) کے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے۔
انھم یتظاھرون علیہ بالعداوۃ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ من یوم بدر او فتح مبین او یوم القیامۃ اووقت الموت فحینئذ یَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا۔
وہ اس کے خلاف یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جیسے یوم بدر، فتح مبین، یوم قیامت یا وقت موت پس اس وقت وہ جان لیں گے کہ کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں کون کم ہے۔
۲:۔ یہ محذوف کے متعلق ہے مثلاً کہا جائے۔ الکفار لایزالون علی ما ھم علیہ حتی اذا کان کذا وکذا۔
(کافر لوگ جس بات پر وہ ہیں وہ اس پر اڑے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے)
اس کی نظیر سورۃ مریم کی آیت ہے حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ

وَاِمَّا السَّاعَۃَ فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ھُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا۔ (۱۹ : ۷۵) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت تو اس وقت جان لیں گے کہ مکان کس کا برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے (اس میں اِذَا شرطیہ ہے اور فَسَیَعۡلَمُوۡنَ اس کا جواب ہے)۔

آیت زیر مطالعہ میں بھی اذا رأوا مایوعدون جملہ شرطیہ ہے اور فسیعلمون ....الخ اس کا جواب۔

مَا یُوۡعَدُوۡنَ : مَا موصولہ یُوۡعَدُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اس کا صلہ جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مَنۡ اَضۡعَفُ نَاصِرًا : مَنۡ استفہامیہ ہے بمعنی کون؟ اَضۡعَفُ۔ ضُعۡفٌ (باب نصر) مصدر۔ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ کمزور، نَاصِرًا۔ نَصۡرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہے ۔ازراہ مددگار۔یعنی مددگاروں کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔ کس کی مدد کمزور ہے۔

وَاَقَلُّ عَدَدًا :۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَقَلُّ، قِلَّۃٌ (باب ضرب) مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی کم سے کم۔

عَدَدًا بلحاظ تعداد کے۔ گنتی میں۔

القلۃ والکثرۃ بلحاظ اصل وضع کے صفات عدد میں سے ہیں جیساکہ عِظَمٌ وَصِغَرٌ صفات اجسام سے ہیں بعدہٗ کثرت وقلت اور عظم وصغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ کے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قلیل عرصہ، قلیل نفع۔ مقدار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں

۷۲ : ۲۵ = قُلۡ اِنۡ اَدۡرِیۡ ۔ اِنۡ نافیہ ہے اَدۡرِیۡ فعل مضارع واحد متکلم دِرَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ میں نہیں جانتا ہوں ۔ مجھے خبر نہیں۔

اَقَرِیۡبٌ ، میں ہمزہ استفہامیہ ہے آیا قریب ہے قَرِیۡبٌ خبر مقدم ہے اور ما توعدون مبتدا مؤخر۔ یا قَرِیۡبٌ ازقسم فعل مشبہ اور ما توعدون اس کا فاعل ہے۔

مَا تُوۡعَدُوۡنَ مَا موصولہ توعدون مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر وَعۡدٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ صلہ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس وعدہ سے مراد دنیوی عذاب یا قیامت ہے۔

= اَمۡ۔ حرف عطف ہے بمعنی یا۔

یَجْعَلُ مضارع واحد مذکر غائب جَعْلٌ باب فتح مصدر، وہ مقرر کرتا ہے، وہ مقرر کر دیگا اس نے مقرر کر دی ہے۔ لَہٗ میں ضمیر ہٗ کا مرجع ما تُوْعَدُوْنَ ہے

اَمَدًا: مدت، حد، انتہا، اس کی جمع آمَادٌ ہے۔ اَمَدًا امدت مقرر کرنا ترجمہ ہوگا۔

یا میرے رب نے اس عذاب (یا قیامت) کی (لمبی) مدت مقرر کر دی ہے۔

اَمَدًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:۔

انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ یہ کہ اوپر کی بات سن کر مخالفین نے طنز اور مذاق کے طور پر سوال کیا کہ وہ وقت جس کا ڈراوا آپ دے رہے ہیں آخر کب آئے گا؟

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ:۔

ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اس وقت کا آنا تو یقینی ہے مگر اس کے آنے کی تاریخ مجھے نہیں بتائی گئی یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ آیا وہ جلدی آنے والا ہے یا اس کے لئے ایک طویل مدت مقرر کی گئی ہے۔

۲۶:۷۲ = عٰلِمُ الْغَیْبِ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا جاننے والا۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو عالم الغیب۔

= فَلَا یُظْهِرُ ف ترتیب کا ہے۔ لَا یُظْهِرُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِظْهَارٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ ظاہر نہیں کرتا ہے، وہ واقف نہیں کرتا ہے۔

غَیْبِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا غیب، یعنی اپنے غیب کو، اپنے غیب کی باتوں کو

اَحَدًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ کسی کو بھی۔ وہ اپنی غیب کی باتوں کو ظاہر نہیں کرتا ہے

فائدہ غیب کیا ہے اس کے متعلق علامہ پانی پتی رقم طراز ہیں:۔

غیب سے مراد ہے وہ چیز جو ابھی تک نہیں آئی۔ جیسے معاد (عالم آخرت) کی خبریں۔ یا وہ چیز جو موجود ہونے کے بعد معدوم ہو گئی ہو جیسے آغاز آفرینش کی اطلاعات اور وہ گزشتہ واقعات جو صفحات تاریخ پر بھی موجود نہیں۔ یا غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جو بندوں کو معلوم نہیں اور کسی دلیل سے بھی ان کا پتہ نہیں ملتا۔ لیکن جن صفات و اسماء پر برہان

قائم اور دلیل موجود ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کا ناقابل زوال ہونا۔ اس کا واحد ہونا اس کے اندر صفات کمال کا موجود ہونا۔ اور صفات نقص وزوال سے اس کا پاک ہونا۔ تو یہ چیزیں عالم شہادت کی ہوگئیں۔ ان کا شمار غائب میں نہیں ہے کیونکہ ان کے دلائل موجود ہیں اسی طرح حدوث عالم (وقوع عالم) کا مسئلہ بھی غیبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ عالم شہادت کا ہے کیونکہ عالم کا تغیر پذیر ہونا محسوس ہے اور تغیر حدوث پر دلالت کرتا ہے، ان تمام اقسام غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ممکن ہے۔

۷۲: ۲۷ـــ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى۔ اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مَنْ موصولہ، ارْتَضٰى صلہ صلہ موصول مل کر مستثنیٰ اَحَدًا (آیۃ متذکرہ بالا) مستثنیٰ منہ۔ ای احدًا من مخلوقاتہ ارتضٰی ماضی واحد مذکر غائب ارتضاء (افتعال) مصدر سے۔ جس کے معنی راضی ہونا پسند کرنا کے ہیں۔ یعنی ماسوا اس کے جس کو وہ پسند کرے۔ جس پر وہ راضی ہو۔

مِنْ رَّسُوْلٍ متعلق من ارتضٰی۔ اس کا بیان ہے۔

اور کسی کو اپنے غیب پر آگاہ نہیں کرتا۔ ماسوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند فرمائے۔

مدارک التنزیل میں ہے:

الا من ارتضٰی من رسول۔ ای الا رسولاً قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب، سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ غیب کے کسی امر پر آگہی کے لئے پسند فرمائے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے

رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے خدا جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔

فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا: فاء عاطفہ ہے یعنی جب اپنے کسی برگزیدہ و مرتضیٰ رسول کو غیب کا کوئی علم عطا کرتا ہے تو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

يَسْلُكُ۔ مضارع واحد مذکر سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ مقرر کرتا ہے وہ چلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرۃ الصدر۔

مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ، مِنْ حرف جار بَيْنِ مضاف يَدَيْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بین کا۔

جب بین کی اضافت اَيْدِیْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے

ہوتے ہیں۔ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے سامنے کی طرف سے ۔

وَمِنْ خَلْفِهٖ واؤ عاطفہ، مِنْ حرف جار خَلْفِهٖ مضاف الیہ مل کر مجرور اور اس کے پیچھے کی طرف سے۔

رَصَدًا ۔ چوکیدار، نگہبان، محافظ ۔ رَصَدَ يَرْصُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی نگاہ رکھنے اور گھات لگانے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل، اسم مفعول دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز واحد تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے

فائدہ :۔ مقاتل وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ کسی پیغمبر کو مبعوث فرماتا تھا تو ابلیس فرشتہ کی شکل میں نمودار ہوکر اس پیغمبر کو (کچھ اپنی طرف سے) اطلاع دیدیا کرتا تھا اس کی روک کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر کر دیئے جو شیطانوں کو مار بھگاتے تھے۔ اور حامل وحی فرشتہ کے پاس بھی نہیں آنے دیتے تھے اب اگر شیطان فرشتہ کی شکل میں اس پیغمبر کے پاس آتا تھا تو یہ ملائکہ پیغمبر سے کہہ دیتے تھے یہ شیطان ہے اس سے احتیاط رکھو۔ اور اگر اصل فرشتہ آتا تھا تو بتا دیتے تھے کہ یہ اللہ کا فرستادہ ہے :۔

(تفسیر مظہری)

۷۲ : ۲۸ لِيَعْلَمَ ۔ لام حرفِ علت يَعْلَمَ ۔ مضارع ۔ (منصوب بوجہ عمل لام علت) صیغہ واحد مذکر غائب (باب سمع) مصدر۔ تاکہ وہ جان لے ۔

فائدہ : یوں تو ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہے یہاں جاننے سے مراد ہے علمی تعلق کا کسی موجود کے ساتھ ظاہر ہونا ۔ یہی مراد آیت لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ میں ہے (۵ : ۹۴) (تاکہ معلوم کرے اللہ کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے) شیاطین سے حفاظت کرنے کے لئے ملائکہ کو مامور کرنے کی یہ علت ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ حفاظتِ وحی کے بعد اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں نے اپنے ربّ کے پیام بلا کم وبیش پہنچا دیئے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کے پیام کو بغیر تبدیل و تغییر اور آمیزش کے پہنچا سکیں اسی غرض کے لئے اللہ نے حفاظتِ وحی کے لئے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے ۔

(تفسیر مظہری)

— اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخففہ ہے اَنَّ ثقیلہ سے مخفف کیا گیا ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔

اَبْلَغُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِبْلَاغٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے پہنچایا۔ انہوں نے پہنچا دیا۔

رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ: رِسٰلَةَ کی جمع ہے بمعنی پیغام، مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر رِسٰلٰتِ کا مضاف الیہ۔ ان کے رب کا پیام۔

ترجمہ ہوگا:۔

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے۔

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخففہ اَنَّ سے۔ اَنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اس کا اسم ضمیر محذوف ہے جو ضمیر شان ہے۔ قَدْ ابلغوا ..... اس کی خبر ہے۔

فَائِدَہ مولانا دریابادی اپنی تفسیر ماجدی میں رقمطراز ہیں:۔

لِيَعْلَمَ کی ضمیر فاعل کس کی جانب راجع ہے؟ اس پر بہت قیل وقال ہوئی ہے لیکن راقم آثم کو اپنے بعض اکابر کے اتباع میں وہی ترکیب مناسب معلوم ہوئی جو یہاں اختیار کی گئی ہے۔

یحتمل ان یکون الضمیر عائدًا الی اللّٰہ عزوجل وھو قول حکاہ ابن الجوزی فی زاد المسیر۔ (ابن کثیر)

ای لیعلم اللّٰہ (مدارک) وھو اختیار اکثر المحققین (کبیر) اَبْلَغُوْا سے مراد وہی جماعت انبیاء ہے ای الرسل (معالم، المدارک) بعض نے فرشتے بھی مراد لئے ہیں۔"

ترجمہ یوں ہوگا:۔

تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیامات پہنچا دیئے۔"

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)

وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ۔ یہ جملہ یَسْلُكُ کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔ اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب احاطۃ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے

فرار ممکن نہ ہو۔

مَا لَدَيْهِمْ مَا موصولہ۔ لدی پاس، نزدیک۔ اسم ظرف، مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ جو ان کے پاس ہے، ان کی ہر چیز ان کے سب حالات، ان کے سب کام،

ترجمہ ہوگا:۔

اور حقیقت یہ ہے کہ (حال یہ ہے کہ) ان کے تمام حالات اس کے قبضہ میں ہیں اور ان کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوتے ہے۔

وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی لِیَعْلَمَ کے فاعل سے حال ہے۔ اَحْصٰى ماضی واحد مذکر غائب اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گن لیا۔ اس نے گن رکھا ہے۔ كُلَّ شَيْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَحْصٰى کا۔

عَدَدًا منصوب بوجہ تمیز۔ بمعنی شمار کی رُو سے۔ تعداد کے لحاظ سے۔ اور اس نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ (۷۳) (۲۰)
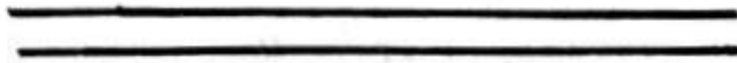
۷۳ : ۱ = یٰاَیُّھَا ۔ یَا حرف ندا ، اَیُّھَا ۔ بمعنی کونسا ، جس ، کس کس ، کیا کیا ؟ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے ۔ اور شرطیہ بھی ، صفت بھی واقع ہوتا ہے ۔ بحالت ندا ، اَیُّ ، اَیَّۃُ منادیٰ معرف باللام کو حرف ندا سے ملاتا ہے ۔ ھَا حرف تنبیہ ہے جو اَیُّ اَیَّۃُ اور اپنے مابعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔

ندا میں جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں اَیُّھَا اور مؤنث میں اَیَّتُھَا کو یَا حرف ندا کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے مذکر کی مثال آیت ھٰذَا ۔

مؤنث کی مثال :۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ (۸۹ : ۲۷) اے اطمینان پانے والی روح ۔

یٰاَیُّھَا : اے :

اَلْمُزَّمِّلُ : منادیٰ ۔ تَزَمُّلٌ (تفعّل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اصل میں اَلْمُتَزَمِّلُ تھا ت کو ز میں مدغم کیا گیا ۔ کپڑے میں لپٹنے والا ۔

۷۳ : ۲ = قُمِ الَّیْلَ ۔ قُمْ ۔ قَوْمٌ ۔ قَوْمَۃٌ وَقَامَۃٌ (باب نصر) مصدر سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی تو کھڑا ہوا کر ، نماز (نفل) پڑھا کر ۔ اَلَّیْلَ مفعول فیہ ، رات بھر ساری رات ۔

= اِلَّا قَلِیْلًا ۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِیْلًا مستثنیٰ ۔ ای یُسِرًا منہ ، اس سے تھوڑا کم ۔

۷۳ : ۳ = نِصْفَہٗ : مضاف مضاف الیہ ۔ اس کا نصف ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّیْل کی طرف راجع ہے ۔ نصفہٗ بدل ہے مِنَ الَّیْلِ سے ، بدیں وجہ منصوب ہے ۔

اَوِانْقُصْ مِنْہُ قَلِيْلًا - اَوْ بمعنی یا۔ مِنْہُ ای من نصف الیل، نصف رات سے۔ اُنْقُصْ فعل امر، واحد مذکر حاضر نَقْصٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو کم کر، قَلِيْلًا مفعول اُنْقُصْ کا تھوڑا سا کم۔ یا اس سے تھوڑا سا کم کرو، یعنی نصف شب سے بھی تھوڑا سا کم۔

۷۳ : ۴ = اَوْ زِدْ عَلَيْہِ۔ اَوْ بمعنی یا۔ زِدْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

عَلَيْہِ میں ہِ ضمیر واحد مذکر غائب نصف لیل کی طرف راجع ہے۔ یا نصف شب سے کچھ بڑھا دیا کرو،

آیات ۳ : ۴ کا مطلب یہ ہوا کہ ساری رات کی بجائے کچھ کم وقت عبادت کیا کرو نصف شب یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ط واؤ عاطفہ رَتِّلْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَرْتِيْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تَرْتِيْلًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جملہ کا عطف قُمِ الَّيْلَ پر ہے ترتیل کا معنی ہے الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا۔ آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا۔

الترتیل: ھو التوقف والترسّل والتمھّل والافھام وتبلیین القراۃ حرفاً حرفاً (الخازن)

ترتیل سے مراد ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ آہستہ آہستہ پڑھنا۔ بغیر جلدی کے اطمینان سے پڑھنا۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور قرأت میں ایک ایک حرف کو واضح طور پر ادا کرنا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ:۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

لا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھمّ احدکم اٰخر السورۃ (روح المعانی)

جس طرح تم جلدی جلدی ردّی کھجوریں پھینکتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو، تمہیں اس سورۃ کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔

رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا : ای فی اثناء ما ذکر من القیام، یعنی اثنا رقیام میں

۷۳ : ۵ = اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا : اِنَّا مرکب ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل سے اور نا ضمیر جمع متکلم سے ۔ بے شک ہم ۔

سَنُلْقِیْ : س مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے ۔ نُلْقِیْ مضارع جمع متکلم القاء (افعال) مصدر سے ۔ ہم عنقریب ڈالنے والے ہیں آپ پر ایک بھاری بات کا بوجھ ۔

قَوْلًا ثَقِیْلًا : موصوف و صفت مشبہ ، بھاری بات ، مراد قرآن مجید ۔ بعض کے قول کے مطابق قَوْلًا ثَقِیْلًا سے مراد ہے نماز شب کا حکم ، کیونکہ نماز شب نفس کے لئے بہت گراں ہے ۔ اس تفسیر پر یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید اور ضمیمہ ہے اور سَنُلْقِیْ میں سَ استقبال کے لئے نہیں ہے صرف تاکید کے لئے ہے ۔

لغات القرآن میں اس سے مراد دعوت و تبلیغ اسلام لیا ہے ۔

۷۳ : ۶ = اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نَاشِئَةَ الَّیْلِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً اس کی خبر نَاشِئَةً (منصوب بوجہ عمل اِنَّ) مصدر بروزن اسم فاعل ۔ رات کو خواب سے بیدار ہو کر اٹھ کھڑا ہونا ۔ ن ، ش ء مادہ ۔ اَلنَّشْاُ وَ النَّشْاَۃُ کسی چیز کو پیدا کرنا ۔ اور اس کی پرورش کرنا قرآن مجید میں ہے :۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَۃَ الْاُوْلٰی (۶۲:۵۶) تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے ۔

آیت زیر مطالعہ کا ترجمہ ہو گا :۔

کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے ۔ یہاں ناشئۃً کے معنی نماز کے لئے اٹھنے کے ہیں هِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب ناشئۃ الیل کی طرف راجع ہے اَشَدُّ نہایت سخت شدۃ سے جس کے معنی سخت اور قوی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے وَطْاً اسم ہے ۔ تکلیف ، مشقت ، دشواری ۔ و ط ء حروف مادہ

مفردات راغب میں ہے :۔

وَطُؤَ الشَّیْئُ فھو وطیئٌ کے معنی کسی چیز کے پامال ہونے کے ہیں الوطاء ہر وہ شے جو پاؤں کے نیچے روندی جائے ۔ جیسے فراش وغیرہ ۔ وطأتُہٗ برجلی وطأً و وطئۃً کسی چیز کو پاؤں کے نیچے روندنا ۔

وَطْاً منصوب بوجہ تمیز کے ہے ۔ از روئے نفس کشی

وَاَقْوَمُ قِيْلًا ط جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَقْوَمُ۔ قِيَامٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی راست ہونے اور اعتدال پر رہنے کے بھی آتے ہیں، سب سے سیدھا، سب سے معتدل۔

قِيْلًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے وَاَقْوَمُ قِيْلًا اور وہ یعنی قیامِ لیل بات کرنے کے لحاظ سے یعنی ذکر کرنے یا دعا مانگنے کے لحاظ سے بھی بہت موزوں اور درست ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل سَبْحًا موصوف اسم اِنَّ طَوِيْلًا صفت لَكَ فِي النَّهَارِ اس کی خبر۔

سَبْحًا یہ سَبَحَ يَسْبَحُ (باب سمع) کا مصدر ہے جس کے معنی مشغول ہونا، تیزی سے تیرنا۔

امام راغب فرماتے ہیں۔

سَبْحٌ کے معنی پانی اور ہوا میں تیز گذرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دن کے وقت ضروری کاموں کی تکمیل، تبلیغ، اور دعوت دین کے لئے آپ کو مصروفیت رہتی ہے رات فراغت کا وقت ہوتا ہے اس لئے آپ کو رات کو نماز پڑھنی چاہئے۔ گویا کہ جملہ گذشتہ حکم کی علت ہے (تفسیر مظہری)

۷۳: ۸ = وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف قُمِ الَّيْلَ پر ہے اُذْكُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تو یاد کر، اِسْمَ مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر اِسْمَ کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اُذْكُرْ کا۔ اپنے رب کا نام لیا کر۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ہ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تبتل فعل امر واحد مذکر حاضر تبتلٌ (تفعلٌ) مصدر سے، جس کے معنی سب سے الگ ہو کر اللہ کے لئے عبادت اور نیت کے خالص کرنے کے ہیں۔ یعنی تو اخلاص نیت اور عبادت میں سب سے منقطع ہو جا۔ مصدر تَبْتِيْلًا (مفعول مطلق) کو تاکید کے لئے لائے ہیں۔

قاعدہ کے مطابق مفعول مطلق فعل کے باب سے تبتلاً ہونا چاہئے تھا لیکن کیونکہ بَتَّلَ تَبَتَّلَ دونوں ہم معنی ہیں اس لئے باب تفعیل کا مصدر ذکر کر دیا۔ تاکہ توافی کی رعایت ہو جائے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ اس کی دو صورتیں ہیں:-

ا۔ یہ جملہ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے۔ کلام یوں ہوگا هُوَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ :

۲۔ یہ جملہ مبتداء ہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کی خبر ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ لَا۔ لا، نہی ہے اِلٰهَ کا نصب لَا کے عمل سے ہے۔ اِلَّا حرف استثناء ہے هُوَ مستثنیٰ۔ ماسوا الوہیت کی نفی کا ذکر ہے۔ یعنی اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ یہ خدا کی صفت ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ف سببیہ ہے اِتَّخِذْ فعل امر واحد مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر ہے۔ تو بنالے۔ تو پکڑ رکھ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللّٰہ ہے۔

وَكِيْلًا۔ وَكْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے بمعنی کارساز مددگار۔ نگہبان، ذمہ دار۔

مطلب یہ کہ اللہ کی الوہیت منفردہ اس کے کارساز ہونے کی علت ہے جب اللہ ساری مخلوق کا رب ہے اور الوہیت میں منفرد ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ تمام معاملات اسی کے سپرد کر دیئے جائیں۔

۷۳ : ۱۰ = وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ واؤ عاطفہ ہے ما موصولہ ہے۔ یقولون مضارع جمع مذکر غائب صلہ۔ اپنے موصول کا۔

مطلب یہ ہے کہ جو یہ کافر خرافات بکتے ہیں۔ تم کو شاعر۔ کاہن، ساحر، مجنون وغیرہ کہتے ہیں تم اس پر صبر کرو۔

وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا، واؤ عاطفہ اُهْجُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، هَجْرٌ باب نصر مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جَمِيْلٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہتر، خوب تر۔ عمدہ۔

مطلب یہ کہ ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہو جاؤ۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردو

۷۳ : ۱۱ = ذَرْنِيْ۔ ذَرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب فتح، سمع) سے مصدر۔ جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہوتے ہیں۔ ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم کی ہے۔ تو مجھے چھوڑ دے

وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ۔ واؤ عاطفہ، المکذبین اسم فاعل۔ جمع مذکر بحالت نصب (بوجہ مفعول)، تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ المکذبین کا عطف ذَرْنِيْ پر ہے یا المکذبین مفعول معہٗ ہے (مدارک التنزیل)

اُولِي النَّعْمَةِ موصوف وصفت مل کر صفت ہے المکذبین کی۔ مال دار،

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

آپ مجھے اور (ان) جھٹلانے والے مالداروں کو (اپنی حالت پر) چھوڑ دیئے۔

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا : اس کا عطف ذَرْنِیْ پر ہے۔ واؤ عاطفہ، مَهِّلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَمْهِيْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی مہلت دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع المکذبین ہے قَلِيْلًا ای زمانا قليلا تھوڑی سی مدت کے لئے۔ تھوڑی سی مہلت۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں۔ یعنی آپ تھوڑا سا انتظار کریں ان کو سزا ملنے ہی والی ہے۔

يَقُوْلُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور وَاهْجُرْهُمْ میں ضمیر هُمْ مفعول جمع مذکر غائب اور المکذبین اولی النعمۃ سے مراد کفار مکہ اور سرداران قریش ہیں۔

مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ آیت وَذَرْنِیْ...... الخ کا نزول مقتولین بدر کے بارے میں ہوا۔ کچھ ہی مدت گذری تھی کہ وہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ یا اس سے مراد دنیاوی زندگی کی مہلت ہے۔

۷۳: ۱۲ = اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ای ان لدینا للکفرین فی الاخرۃ انکالا وجحیما۔ تحقیق آخرت میں ہمارے پاس کافروں کے لئے بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

اِنَّ حرف تحقیق ہے لَدَيْنَا مرکب ہے لَدٰی (اسم ظرف) پاس، نزدیک، مضاف اور نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ سے۔ ہمارے پاس۔

اَنْكَالًا۔ نِكْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی سخت قید اور آہنی لگام کے ہیں۔ بیڑیاں۔

جحیما جحم سے (باب سمع) بروزن فعیل بمعنی فاعل، دہکتی ہوئی آگ۔ اَنْكَالًا اور جحیما منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔

۷۳: ۱۳ = وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ذَا بمعنی صاحب بحالت نصب مضاف، غُصَّةٍ مضاف الیہ۔ دونوں مل صفت طعاما کی۔

غُصَّةٍ کسی چیز کا حلق میں پھنسنا۔ وہ ہڈی جو حلق میں پھنس جائے یہاں مراد درخت زقوم یا ضریع یا غسلین جو دوزخیوں کی خوراک ہوگی۔

اور (ہمارے پاس ان کے لئے) ایسی خوراک ہے جو حلق میں پھنس جانے والی ہے نہ نیچے اترے نہ باہر نکل سکے۔ ای ذاغصۃ یاخذ بالحلق لا ھو نازل ولا ھو خارج۔

وعذابا الیما۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف جحیما پر ہے یا طعاما پر ہے اور ہمارے پاس ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ان لدینا ۔۔۔۔۔ الیما۔ حکم سابق کی علت ہے یعنی ان جھٹلانے والے دولت مندوں سے نپٹنے کا کام تم ہم پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے لئے ہمارے پاس بھاری بیڑیاں، بھڑکتی ہوئی آگ حلق میں پھنسنے والا کھانا۔ اور دردناک عذاب الیم ہے۔

حکم سابق کی علت (مظہری) تعلیل للامر (بیضاوی)

۷۳ : ۱۴ = یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ، یوم ظرف زمان ہے جس میں کسی فعل کا وقوع ہوتا ہے اس سے پہلے لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا میں فعل کا معنی موجود ہے۔

مدارک التنزیل میں ہے۔

یَوْمَ منصوبٌ بمافی لدینا من معنی الفعل (مکذبین کے لئے یہ بیڑیاں، یہ بھڑکتی ہوئی آگ یہ حلق میں پھنس جانے والی خوراک اور یہ دردناک عذاب، ہم نے اس دن کے لئے رکھا ہوا ہے (یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ الخ) جس دن زمین اور پہاڑ لرز جائیں گے الخ

تَرْجُفُ مضارع واحد مؤنث غائب رَجْفٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ لرزے گی۔ وہ کانپنے لگے گی۔ وہ کانپے گی۔

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے ہو جائیں گے۔

کَانَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ کَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے افعال ناقصہ سے ہے اَلْجِبَالُ اس کا اسم کثیبًا مَّھِیْلًا اس کی خبر۔ کثیبًا الرمل المجتمع ریت کا ٹیلہ۔ (موصوف) مھیلًا۔ رَمْلًا سَائِلًا متناثرًا۔ ایسی ریت کا ڈھیر جو کہ ہوا کے جھونکوں سے یا کوئی ٹھوکر لگنے سے پانی کی طرح بہنے لگتا ہے (صفت کثیبًا کی)

مَھِیْلًا اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ ھَیْلٌ باب ضرب مصدر سے ریگ رواں ریگ سیال اصل میں مَھْیُوْلٌ تھا۔ واؤ کو حذف کر کے ی کو ساکن کیا (تفسیر حقانی)

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، یہ خطاب مکہ کے المکذبین اُولِی النعمۃ سے ہے۔

شَاهِدًا عَلَیۡکُمۡ۔ ای لیشھد یوم القیامۃ بما صدر منکم من الکفر والعصیان (روح المعانی) جو کفر و نافرمانی تم سے صادر ہوتی ہے قیامت کے روز وہ اس کی گواہی دے گا۔

شَاھِدًا۔ گواہ، حاضر ہونے والا۔ شہادت دینے والا۔ بتانے والا۔ شہادۃ وشہود (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمار گرامی میں سے ہے کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے بتانے والے ہیں۔

شَاھِدًا صفت ہے رَسُوۡلًا کی۔

کَمَا۔ ک تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ کہ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا

اَرۡسَلۡنَا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تمہاری طرف رسول کو بھیجنا ایسا ہی ہے جیسا فرعون کے پاس رسول کو بھیجا تھا۔

۷۳: ۱۶ = فَعَصٰی۔ فَ تعقیب کا ہے عَصٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عصیان باب ضرب مصدر۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی۔

الرَّسُوۡلَ۔ پیغمبر، رسول۔ یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا۔ ف سببیہ ہے اَخَذۡنَا ماضی جمع متکلم اَخۡذٌ (باب نصر) مصدر ہم نے پکڑا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع فرعون ہے۔

اَخۡذًا مفعول مطلق (پکڑ، موصوف) وَبِیۡلًا۔ وَبُلَ یَوۡبُلُ وَبۡلٌ و وَبُوۡلٌ (باب کرم) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت، ناخوشگوار یہ صفت ہے اَخۡذٌ کی۔ ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

۷۳: ۱۷ = فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ۔ ف بمعنی پس، پھر۔ کَیۡفَ حرف استفہام ہے بمعنی کیسے۔ کس طرح۔ کیونکر۔

تَتَّقُوۡنَ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا، پرہیز کرنا بچنا۔ پھر تم کیسے بچ سکو گے (خطاب کفار مکہ سے ہے)

اِنۡ کَفَرۡتُمۡ۔ اِنۡ شرطیہ کَفَرۡتُمۡ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر کُفۡرٌ باب نصر مصدر۔ بمعنی انکار کرنا۔

یَوْمًا۔ ای عَذَابَ یَوْمٍ۔ اس صورت میں یَوْمًا کا تعلق تتقون سے ہے یَوْمًا مضاف الیہ ہے اور لفظ عذاب مضاف۔ مضاف کو حذف کر کے کے بعد مضاف الیہ کو اس کی جگہ کر دیا اور اسی کا اعراب دیدیا۔ (مظہری)

ترجمہ ہوگا۔

(اے کفار مکہ جب فرعون کو حضرت موسیٰ کی نافرمانی کی پاداش میں غرق کر دیا گیا اور وہ واصل بہ جہنم ہو گیا) تو پھر تم اس روز کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔

یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا: یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے اور یجعل کا فاعل بھی یَوْمًا ہی ہے۔

فائدہ: یَجْعَلُ کی نسبت یَوْمًا کی طرف مجازی ہے۔ حقیقت میں اس روز بچوں کو بوڑھا بنانے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن روز قیامت کو بچوں کو بوڑھا بنانے والا قرار دینا بطور مبالغہ ہے۔

اصل کلام یوں ہے:۔

یومًا یجعل اللّٰہ فیہ الولدان شیبًا۔ جس روز کہ اللہ بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ (تفسیر مظہری)

اَلْوِلْدَانَ: وَلَدٌ کی جمع۔ بچے، بچیاں، لڑکے، لڑکیاں۔

شِیْبًا۔ بوڑھے۔ (بوجہ مفعول منصوب ہے) اَشْیَبُ کی جمع ہے جیسے اَبْیَضُ کی جمع بِیْضٌ ہے۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے۔

۷۳: ۱۸ — اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِہٖ۔ منفطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ انفطارٌ (انفعال) مصدر۔ پھٹ جانے والا۔ یعنی پھٹ جائے گا۔ (اسم فاعل بمعنی مستقبل)

فَطْرٌ مصدر۔ مجرد ثلاثی) بمعنی ہست سے نیست کرنا۔ عدم سے وجود میں لانا۔ پیدا کرنا۔ لغوی لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئیں۔ کیونکہ لغت میں فَطْرٌ کے معنی ہیں پھاڑنا۔ عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا۔ اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔

بِہٖ میں ب سببیہ ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمًا کے لئے ہے یعنی آسمان اس روز (اس کی شدت سے) پھٹ جائے گا۔

یا ب بمعنی فِیْ ہے: اس روز میں آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی

صفت ثانیہ ہے۔

وَكَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۔ كَانَ افعال ناقصہ میں سے ہے وَعْدُهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم كَانَ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

وَعْدُهٗ اس کا وعدہ یعنی وعدۂ عذاب

مَفْعُوْلًا ۔ خبر ہے كَانَ کی۔ کیا ہوا۔ ہو گیا ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

خدا کا وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہیگا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفتِ ثالثہ ہے۔ ان دونوں جملوں کا عطف اول جملہ پر بغیر حرفِ عطف کے ہوگا: جیسے خلق الانسان ه علمہ البیان۔(۵۵: ۳-۴) کا عطف علم القرآن پر بغیر حرف عطف کے ہے۔

۷۳: ۱۹ = اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هٰذِهٖ اس کا اسم۔ تَذْكِرَةٌ اس کی خبر۔ هٰذِهٖ ۔ ای آیات القرآن۔ الآیات الناطقۃ بالوعید (مدارک التنزیل) عذاب کے متعلق آیات۔ آیات الموعدۃ۔ (بیضاوی) وعدۂ عذاب کے متعلق آیات۔

تَذْكِرَةٌ ۔ نصیحت، یاددہانی۔ بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے

بے شک یہ قرآنی آیات، یا یہ قرآن ایک نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۔ پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ اختیار کرے۔ سَبِيْلًا بوجہ مفعول منصوب ہے۔

۷۳: ۲۰ — اِنَّ و اَنَّ ۔ تحقیق۔ بے شک، یقینا، یہ دونوں حرف تحقیق ہیں اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں۔ خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتے ہیں۔ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

تَقُوْمُ : مضارع واحد مذکر حاضر، قِيَامٌ (باب نصر) تو کھڑا ہوتا ہے۔ تو اٹھتا ہے (نماز کے لئے)۔

اَدْنٰى ۔ دُنُوٌّ ۔ (باب نصر) سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بمعنی زیادہ قریب زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔

یہ جب اَكْبَرُ کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اَصْغَرَ یعنی دوسرے کی بہ نسبت چھوٹے اور کم کے آتے ہیں جیسے وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ (۵۸: ۷) اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ اور جب خیر کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنیٰ

اَرْذَل کے یعنی بہت گھٹیا کے ہوتے ہیں۔ جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (۲: ۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں لیتے ہو۔

اور جب اَقْصٰی کے مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب اور زیادہ نزدیک کا ہوتا ہے جیسے ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ (۳۳: ۵۹) یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ جلد پہچانی جایا کریں۔ اَدْنٰی واحد مذکر اَدَانٍ جمع۔ دُنْیَا واحد مؤنث دُنًی جمع مؤنث۔

مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ مِنْ حرف جار ثُلُثَیْ (دو تہائی) ثُلُثٌ کا تثنیہ بحالت جر۔ نون تثنیہ اضافت کے سبب سے حذف ہو گیا۔ ثُلُثَیْ مضاف الَّیْلِ مضاف الیہ۔ رات کا دو تہائی۔

اَنَّكَ تَقُوْمُ ...... الجملہ مفعول ہے فعل یَعْلَمُ کا۔

وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ ہر دو کا عطف اَدْنٰی پر ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الیل کے لئے ہے۔ رات کا نصف، رات کا ایک تہائی۔

وَطَآئِفَةٌ۔ اس کا عطف تقوم کے ضمیر فاعل پر ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اَلَّذِیْنَ مَعَكَ موصول وصلہ۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان میں سے ایک گروہ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب۔ اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں۔

طَآئِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب طائفہ کہلاتا ہے۔ طَوْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف رَبَّكَ پر ہے۔

یُقَدِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ اندازہ رکھتا ہے۔ بجائے ضمیر کے اسم ظاہر (لفظ اللہ) کو ذکر کیا۔ یعنی اللہ ہی مقدار شب و روز سے واقف ہے تم ان کی واقعی مقدار سے ناواقف ہو۔ اس وقت گھڑی یا کوئی دوسرا آلہ وقت شناسی کا نہ تھا

اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ اَنْ مصدریہ۔ لَنْ تُحْصُوْا، مضارع نفی تاکید بہ لن صیغہ جمع مذکر اِحْصَآءٌ (افعال) مصدر سے احاطہ کرنا۔ شمار کرنا۔ یہاں احصاء کے معنی اوقات کا شمار گھڑیوں کا گننا۔ اور ضبط اوقات مراد ہے۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے جس کا مرجع تقدیر لیل ونہار ہے۔ یا اس میں اَنْ

مخففہ ہے اَنَّ ثقیلہ سے ۔ کہ ضمیر شان محذوف ہے ۔

کلام یوں ہے ،۔

علم انہ لا یصح منکم ضبط الاوقات (کشاف)

ترجمہ ،۔ اس کو علم ہے کہ تم صحیح طور پر رات دن کے اوقات کا اندازہ نہ کرسکوگے ۔

وقیل : کان الرجل یصلی اللیل کلہ مخافۃ ان لا یصیب ما امر اللہ بہ من القیام (الخازن)

یعنی بعض لوگ ساری ساری رات نماز میں کھڑے رہتے اس خوف سے کہ شاید ابھی وہ وقت پورا نہیں ہوا جو منشار الٰہی ہے ۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ : میں فَ سببیہ ہے تَابَ ماضی واحد مذکر غائب تَوْبٌ وتَوْبَةٌ (نصر) مصدر ۔ بمعنی توبہ کرنا ۔ پھر آنا ۔ باز آنا ۔ جب اس کا استعمال عَلٰی کے صلہ کے ساتھ آتے تو اس کا معنی توبہ قبول کرنا' معاف کرنا ہوتا ہے ۔

ترجمہ ہوگا ،۔

پس بدیں سبب اس نے مہربانی کی تم پر ۔ (نصف وثلث شب کی قید اٹھا دی)

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ : ف سببیہ ہے ۔ پس بہ سبب نصف شب و ثلث شب کی قید اٹھ جانے کے اب جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن (تہجد میں) پڑھ لیا کرو ۔

اِقْرَءُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ قراءۃٌ (نصر، فتح) مصدر سے تم پڑھو، تم پڑھ لیا کرو ۔

مَا تَيَسَّرَ : مَا موصولہ ۔ تَيَسَّرَ اس کا صلہ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ تَيَسُّرٌ (تفعّل) مصدر ۔ جس کے معنی آسان ہونا کے ہیں ۔ جتنا آسان ہو ۔

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۔

علامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں ،۔

عَلِمَ کا فاعل اللہ ہے اور اَنْ مخففہ ہے اور فاقرءوا کی تکرار تاکید کے لئے ہے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرا فاقرءوا پہلے فاقرءوا کی تاکید نہیں ہے بلکہ جو نئی مصلحت مقتضی تخفیف تھی اس کے بیان کے لئے ہے ۔ اسی لئے حکم کو اس پر متفرع کیا ہے ۔ (حُبِّد فرمایا ہے (مظہری)

مِنْ تبعیضیہ ہے ۔

ترجمہ ،۔ اس نے جانا کہ تم میں سے بعض بیمار بھی ہوں گے ،۔

وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۔
اور (بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کے لئے نکلیں گے۔
ضَرْبٌ فِی الْاَرْضِ ۔ زمین پر چلنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ یعنی زمین پر مختلف مقامات و ممالک کا سفر کریں گے۔
یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ ۔ جملہ یَضْرِبُوْنَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ یَبْتَغُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ بمعنی ڈھونڈھنا۔ تلاش کرنا۔ طلب کرنا۔ فَضْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا فضل، مراد تجارتی نفع، علم، ثواب، روزی، رزق اللہ کے فضل کی تلاش میں۔ اللہ کا فضل ڈھونڈتے ہوئے۔
وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ اور (بعض) دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے بھی یعنی جہاد کے لئے۔
یُقَاتِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مقاتلۃ و قتال مصدر سے بمعنی لڑائی کرنا جنگ کرنا۔ قتال کرنا۔
فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ ۔ ای فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (اوپر ملاحظہ ہو) یعنی بیمار لوگ، طالب علم، طالب تجارت، حج کو جانیوالے۔ متلاشیان رزق، جہاد کو جانے والے قیام شب (دو ثلث رات، نصف شب، اس کا نصف، اس کا ثلث) کی سنت کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا ایک مخصوص حصہ شب بیداری ختم کر دی گئی۔ اب جس قدر آسان ہو اتنا حصہ شب جاگ لیا کرو، اور جتنا قرآن مجید آسانی سے اس وقت پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔
وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور (فرض) نماز ادا کیا کرو۔ اَقِیْمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اقامۃٌ (افعال) مصدر سے جس کا معنی ٹھیرنے اور قائم کرنے، درست رکھنے کے ہیں۔ یعنی نماز کو مداومت کے ساتھ پڑھا کرو۔ جملہ کا عطف فاقرءوا پر ہے۔
وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ اس جملہ کا عطف بھی سابقہ جملہ کی طرح فَاقْرَءُوْا پر ہے اٰتُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم دو۔ تم دیا کرو۔ یعنی فرض زکوٰۃ ادا کیا کرو۔
وَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی حسب بالا جملہ سابقہ فَاقْرَءُوْا پر ہے اور اللہ کو قرض حسنہ دیا کرو۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے زکوٰۃ کے علاوہ

دوسرا صرف خیر ہے جیسا کہ رشتہ داروں سے سلوک، مہمان نوازی۔

حضرت پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے اس سے عام اطاعتِ الٰہیہ مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کو اچھے طریقہ پر ادا کرنا مراد ہو لفظ اَقْرِضُوا قَرْضًا حَسَنًا۔ میں حَسَنًا اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور معاوضہ دینے کے وعدہ کی طرف طبائع کو مائل کرنا مقصود ہے۔

اَقْرِضُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقْرَاضٌ (افعال) مصدر سے تم قرض دو اللہ کو اللّٰہ مفعول اَقْرِضُوا کا۔ قَرْضًا مفعول ثانی حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ۔ جملہ مبتدا ہے۔ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اس کی خبر۔ مَا موصولہ ہے۔ مِنْ خَيْرٍ میں مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ بیان جنس کے لئے ہے جو نیکی۔ جونسی نیکی۔

تُقَدِّمُوا مضارع جمع مذکر حاضر، تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ تم آگے بھیجو گے تم آگے بھیجو۔ اصل میں تُقَدِّمُوْنَ تھا۔ ن اعرابی عامل کے سبب ساقط ہو گیا۔ لِاَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے۔ اپنے لئے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے (یعنی قیامت کے روز کے لئے)

تَجِدُوْهُ: مضارع جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب ساقط ہے۔ تم پاؤ گے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع خَيْرٍ ہے یعنی تم اس نیکی کو اللہ کے ہاں پاؤ گے۔

هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا: اَعْظَمَ۔ اَجْرًا دونوں تجدوا کے مفعول ثانی ہیں اس لئے منصوب ہیں۔ هُوَ ضمیر فصل ہے۔ اور اَجْرًا بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں (جا کر) بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے۔

اِسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ: امر جمع مذکر حاضر، استغفارٌ (استفعال) مصدر۔ تم مغفرت مانگو اللہ سے۔ تم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ: بے شک اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

فَائِدَہ:۔ آخرت کے لئے نیکیاں کرنے کی تلقین کر کے بتایا کہ محض اپنی نیکیوں پر اعتماد اور بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہو۔ کیونکہ آدمی کی کوئی نیکی قصور سے خالی نہیں ہوتی۔ کتنی بڑی نیکی ہی سرزد ہو بارگاہ خداوندی کے شایانِ شان نہیں ہوسکتی جب تک اس کے ساتھ اپنی عاجزی، قصور اور حقارت کا اقرار شامل نہ ہو۔

لہٰذا نیکی کرتے ہوئے بھی اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے رہو۔ بے شک وہی قصوروں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تھوڑے عمل کا بھی بہت بڑا ثواب دینے والا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

(۷۴) سُوۡرَۃُ الۡمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۶)

۷۴ : ۱ = یٰۤاَیُّھَا الۡمُدَّثِّرُ: یٰۤاَیُّھَا. اے۔ نیز ملاحظہ ہو ۷۳ : ۱۔

اَلۡمُدَّثِّرُ: تَدَثُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اصل میں مُتَدَثِّرٌ تھا۔ ت کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کیا۔ اس کے معنی کپڑا اوڑھنے والے کے ہیں۔ دِثَارٌ اوپر پہننے کا کپڑا، چادر، کمبل۔ اَلۡمُدَّثِّرُ کمبل اوڑھنے والا۔

یٰۤاَیُّھَا الۡمُدَّثِّرُ۔ اے کمبل اوڑھنے والے۔ اے جس نے کمبل اوڑھ رکھا ہے۔

المدثر سے بالاتفاق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں مگر آپ کو اس لقب سے کیوں ملقب کیا گیا۔ اس کے جواب میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔

۱: دثار سے مراد ظاہری کمبل لینے والے اصحاب کا قول ہے:۔

(۱) فرشتہ کو دیکھ کر دہشت ہوئی تھی۔ اور اس سے سردی محسوس ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ اس حالت میں تھے کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت میں محبت سے خطاب کیا گیا۔

(۲) کفار قریش نے جمع ہو کر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لئے لفظ ساحر تجویز کیا۔ اور پکار دیا۔ تو اس سے آپ کو رنج ہوا۔ اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا اوڑھے پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں مخاطب کر کے فرمایا۔

اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو

(۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے کہ اسی حالت میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا منہ سے اتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ ہو۔

۲ – ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ:۔

۱۔ یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ جیسا کہ کہتے ہیں البسہ اللہ لباس التقوی و زینہ برداء العلم (اللہ نے اس کو تقویٰ کا لباس پہنایا اور علم کی چادر سے مزین کیا۔

۲۔ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہوجاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک تو مخفی رہیگا کھڑا ہو اور لوگوں کو متنبہ کر۔ اس لئے کہ دنیا گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

۳۔ یہ کہ اے خلق عظیم و رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہن کر چپ کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہوجاؤ اور لوگوں کو متنبہ کرو، دین حق کی منادی کرو۔

(از تفسیر حقانی)

۷۴:۲ — قُمْ فَاَنْذِرْ۔ قُمْ۔ قِیَامٌ (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو کھڑا ہوجا۔ تو اٹھ کھڑا ہو۔ اپنے بستر سے اُٹھ کھڑے ہوجاؤ۔ یا عزم اور حوصلہ کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ۔

فَاَنْذِرْ۔ ف یہاں شرط کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا کلام یوں ہے۔

حَذِّرْهُمْ من عذاب ربك ان لم یؤمنوا۔ (الخازن)

اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو اپنے رب کے عذاب سے ڈراؤ۔

اَنْذِرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ انذارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ ڈر سنانا۔

انذار متعدی بدو مفعول ہے ایک مُنْذَرٌ (اسم مفعول) دوسرا منذر بہ (مفعول بہ) یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے۔ وھو متعد لمفعولین المنذرُ باسم المفعول والمنذر بہ ولم یذکر ھنا واحد منھما۔ (اضواء البیان)

کلام یوں ہے :۔

فانذرھم بعذاب ربك یہاں ھم سے مراد کفار قریش سے ہے (الخازن، مدارک التنزیل)

یا یہ عامۃ الناس سب کے لئے ہے۔ صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں :۔

وقد یکون للجمیع ای لعامۃ الناس کما فی قولہ تعالیٰ :۔ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا (۱۰:۲)

کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سنا دو۔

۷۴: ۳ == وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، تفسیر مظہری میں ہے:۔
اس جگہ اور اس کے بعد میں آنے والے جملوں میں (یعنی فَطَهِّرْ اور فَاهْجُرْ میں) ف جزائیہ ہے۔

اصل کلام یوں تھا:۔
کہ کچھ بھی ہو، کسی بھی حال میں ہو اپنے رب کی بڑائی کا اظہار کرو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ رَبَّكَ فعل محذوف کا مفعول ہو اور فَكَبِّرْ اس کی تاکید ہو اور اس سے استمرار مقصود ہو (یعنی بہم اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو۔

كَبِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر تکبیر (تفعیل) مصدر۔ بڑائی بیان کرنا۔
علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔
تکبیر کا معنی ہے حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) اور ہر زوال و نقصان کی علامات سے اللہ کو برتر قرار دینا۔ وجوب وجود اور الوہیت وعبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ کسی ممکن سے کسی طرح ذات اور اوصاف اور افعال میں اس کو مشابہ نہ ماننا۔ صرف اسی کے اندر اوصافِ کمال تسلیم کرنا۔ اور دوسروں کے اوصاف کو ناقص اوصاف جاننا۔" (تفسیر مظہری)

۷۴: ۴ == وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ واؤ عاطفہ ثِيَابَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے کپڑے ثِيَابٌ ثَوْبٌ کی جمع ہے ثَوْبٌ کے معنی کپڑے کے ہیں، یہ آیت جوامع الکلم میں سے ہے۔ ۱:۔ ثیاب سے مراد ظاہری کپڑے کے ہیں۔ اور اس سے مراد نفس بھی ہے:
(راغب)
۲:۔ اس سے مراد دل بھی ہے:۔ جو روح کا قالب ہے (روح البیان)
۳:۔ اس سے مراد اخلاق بھی ہیں جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور اس سے مراد اعمال بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے يُحْشَرُ الْمَرْءُ فی ثوبه الذین مات فیهما ای عمله الخبیث والطیب (روح البیان) انسان قیامت کے دن انہی کپڑوں میں اٹھیگا جن میں کہ وہ فوت ہوا۔ یعنی اپنے نیک وبد اعمال کے ساتھ:
۴:۔ اور اس سے مراد اہل وعیال بھی ہیں۔ والعرب تسمی الاهل ثوبا ولباسا اور اہل عرب اپنے اہل وعیال کو ثوب اور لباس کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۲: ۱۸۷) عورتیں تمہارا لباس ہیں

اور تم ان کا لباس ہو۔

اور ابن سیرین اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت میں کپڑوں کو ہی پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَطَهِّرْ میں ف جزائیہ ہے ملاحظہ ہو ۷۴: ۳ - متذکرہ بالا۔

طَهِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی پاک کرو۔

۷۴: ۵ = وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ واؤ عاطفہ۔ الرُّجْزَ۔ پلیدی، گناہ، عذاب، بت لغوی لکھتے ہیں۔ رُجْز سے مراد اوثان یعنی بت ہیں۔ بعض کا قول ہے رِجْسٌ (پلیدی) سے ہے بوجہ ہم مخرج ہونے کے سؔ اور زؔ کو ایک دوسرے کی جگہ لے آتے ہیں بعض کا قول ہے کہ رُجْز (ر کے پیش کے ساتھ) بمعنی بت۔ اور رؔ کی زیر کے ساتھ بمعنی نجاست ومعصیت ہے۔

ف جزائیہ ہے (ملاحظہ ہو ۷۴: ۳ مذکورہ بالا) اُهْجُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هجر باب نصر مصدر بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہیے

۷۴: ۶ — وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ۔ واؤ عاطفہ، لا تمنن فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی احسان کرنا۔ تو احسان نہ رکھ۔ تو احسان نہ کر۔

تَسْتَكْثِرُ: مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتِكْثَارٌ (استفعال) مصدر تو زیادہ چاہتا ہے۔ زیادہ چاہتے ہوئے۔ ضمیر فاعل لا تمنن سے حال ہے۔ تو کسی پر احسان نہ کر درآنحالیکہ اس کے عوض زیادہ کی امید رکھے۔

۷۴: ۷ — وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ اصل کلام تھا وَاصْبِرْ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ حکم صبر کی تکرار تائید کے لئے ہے۔ یا اقسام صبر کے گوناگوں ہونے کے زیر اثر۔ علماء کے اس بارے میں اقوال ہیں۔

(۱) اللہ کی خوشنودی اور ثواب کی طلب میں اس کی طاعت، حکم، ممانعت اور مصائب پر صبر کرو

(۲) تم کو جو دکھ دیا جائے اس پر صبر کرو۔ (مجاہد)

(۳) تم پر عرب و عجم کے مقابلہ کا جو بار عظیم پڑا ہے اس بار کو اٹھانے میں صبر کرو،

(۴) قضاء خداوندی پر اللہ کے لئے صابر رہو۔

۷۴: ۸ — فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ۔ ناقور۔ صور، یہ لفظ نَقْرٌ سے بنا ہے

نَقْرٌ کا مطلب ہے آواز پیدا کرنا۔ اصل معنی ہے کسی چیز کو اتنا کھٹکھٹانا کہ آخر اس میں سوراخ ہوجائے۔ پرندے کی چونچ کو منقار اسی مناسبت سے کہتے ہیں :

فَاِذَا میں ف سببیہ ہے۔ گویا مطلب ہوا کہ کافروں کے دکھ پر صبر کرو ان کے سامنے ایک سخت ترین دن آرہا ہے جس میں تم کو صبر کا اچھا نتیجہ ملیگا۔

ترجمہ :۔ پھر جب کہ ناقور پھونکا جائے گا۔ اذا شرطیہ، جملہ شرطیہ ہے۔

۷۴ : ۹ = فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَوْمٌ عَسِیْرٌ۔ ف جزائیہ ہے۔ ذٰلِكَ میں اشارہ وقتِ نقر (صور پھونکنے کے وقت) کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس سے بدل ہے یَوْمٌ عَسِیْرٌ مبتدا کی خبر ہے۔ علی الکافرین متعلق بہ عَسِیْرٌ ہے۔

یَوْمٌ عَسِیْرٌ موصوف صفت ہے۔ عَسِیْرٌ عُسْرَۃٌ سے (باب نصر و ضرب) مصدر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سخت، تنگ، بھاری، مشکل۔

غَیْرُ یَسِیْرٍ : غَیْرُ حرف استثناء ہے اس کا مستثنیٰ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے :

یَسِیْرٌ یُسْرٌ یَسَرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی سہل، آسان، غیر یسیر تاکید ہے عَسِیْرٌ کی۔ یہ کافروں کے لئے وعید مزید ہے یہ کافروں کے لئے دنیا کی عسرت کی طرح نہیں ہو گی کہ اس کے بعد یُسر کی امید کی جائے۔

ترجمہ ہوگا :۔

پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن (یعنی روزِ قیامت) کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔ دنیاوی مشکل کی طرح نہ ہوگا کہ اس مشکل کے بعد آسانی کی امید کی جا سکے۔

۷۴ : ۱۱ — ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا۔ ذَرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر سے۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے تو مجھے چھوڑ دے۔

واوٗ عاطفہ بمعنی مع ہے۔ مَنْ موصولہ ہے اور خَلَقْتُ صلہ ہے۔

مطلب یہ کہ :۔ تو مجھے اور (بمعہ اس کے) جس کو میں نے پیدا کیا (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دے میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا۔

وَحِیْدًا ۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱:۔ یہ ذَرْنِیْ کے مفعول سے حال ہے، مجھے اس کے لئے چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

۲:۔ یہ خَلَقْتُ کے فاعل سے حال ہے۔ میں نے تنہا خود بغیر کسی شریک کے پیدا کیا اس کو

۳؎۔ خَلَقْتُ کا مفعول محذوف ہے ای خلقتہٗ اور وَحِیْدًا اس مفعول کی ضمیر سے حال ہے۔ میں نے شرارت میں اس کو یکتا پیدا کیا۔

۴؎۔ وحید وہ شخص ہوتا ہے جس کا نسب کسی باپ سے نہ ملتا ہو۔ ولید بھی حرامی تھا۔ بغوی نے بیان کیا ہے کہ:۔

ولید کا خطاب قوم میں وحید تھا۔ اللہ نے بھی بطور استہزاء اور استخفاف کے اس کو وحید فرمایا۔

۷۴: ۱۲ = وَ جَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی جعلت کا۔ مَمْدُوْدًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب، مَدٌّ (باب نصر) مصدر سے بڑھایا گیا۔ بڑھنے والا مال۔ جیسے کھیتی باڑی۔، تجارت، مویشی۔

ترجمہ ہو گا:۔

اور اس کو بڑھنے والا مال مہیا کیا۔

۷۴: ۱۳ — وَ بَنِیْنَ شُھُوْدًا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔ بَنِیْنَ شُھُوْدًا موصوف و صفت مل کر جعلت لہ کا مفعول ہے۔

بَنِیْنَ اِبْنٌ کی جمع ہے بحالتِ نصب، بیٹے۔ شُھُوْدًا جمع ہے شَاھِدٌ کی جیسے سجود جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ حاضرین، موجودین۔

ترجمہ ہو گا:۔

اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔

۷۴: ۱۴ = وَ مَھَّدْتُّ لَہٗ تَمْھِیْدًا۔ مفعول مطلق مصدر۔

مطلب یہ کہ:۔ میں اس کے لئے ریاست، جاہ و حشمت کا سامان فراہم کیا کہ کا کوئی رئیس اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کے ہم قوم اُسے "ریحانہ قریش"، "قریش کا گلِ خنداں" کہا کرتے، یہ آپ کو وحید بن وحید یگانہ خلف یگانہ کے متکبرانہ الفاظ سے ملقب کیا کرتا۔

۷۴: ۱۵ — ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ۔ ثُمَّ تراخی فی المرتبۃ کے لئے ہے یعنی اس کو اس قدر دیا ہے پھر بھی وہ اس پر مزید کا طمع رکھتا ہے۔

یَطْمَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب طَمَعٌ باب سمع مصدر سے۔ وہ لالچ کرتا ہے۔ وہ امید رکھتا ہے۔

اَنْ اَزِیْدَ: اَنْ مصدریہ ہے۔ اَزِیْدَ مضارع واحد متکلم۔ زیادۃ باب ضرب مصدر سے۔ بمعنی زیادہ کرنا۔ کہ میں اس کو اور بھی زیادہ دوں۔ اَزِیْدَ منصوب ہے بوجہ عمل اَنْ۔

۷۴:۱۶ = کَلَّا: ہرگز نہیں۔ حرف ردع میں سے ہے۔ (ردع بمعنی روکنا باز رکھنا۔)

اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا۔ یہ حرف ردع کَلَّا کی علت ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آیات کا مخالف ہے اس لئے ہم اس کو مزید نہیں دیں گے۔ (ناشکری اور آیات الٰہیہ کی مخالفت سے نعمت کا زوال ہوتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے۔

عَنِیْدًا۔ عناد رکھنے والا۔ راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانے والا۔ عُنُوْدٌ (باب ضرب، کرم) بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر کَانَ ہے ضدی۔ سرکش، جانتے بوجھتے حق کی مخالفت کرنے والا۔

فَائِدَہٗ: آیات نمبر ۱۱ تا ۲۶ ولید بن مغیرہ المخزومی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خداوند تعالیٰ نے اس کو دنیاوی نعمتیں وافر عطا کر رکھی تھیں۔ جسمانی و مالی عنایات کے لحاظ سے مکہ میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ مال و دولت جاہ و حشمت، آل و اولاد، غرضیکہ ہر قسم کی نعمتیں اسے میسر تھیں۔ تمام اہل مکہ اس کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور اس کی ہر بات کو وقعت دی جاتی تھی۔ دل سے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کلام کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ حق ہے اور منجانب اللہ ہے۔ لیکن اپنی ناک کو اونچا دکھانے کے لئے جانتے ہوئے بھی وہ آیاتِ الٰہیہ کا مخالف تھا۔ اور دوسروں کو بھی کلام الٰہی کی مخالفت کی تلقین کیا کرتا تھا۔ اور اپنے صلاح و مشورہ سے اشاعتِ اسلام میں روڑے اٹکانے کی ترکیبیں بتایا کرتا تھا۔

چنانچہ ایک مجلس میں جو اس امر کے لئے منعقد کی گئی تھی کہ جو لوگ مکہ سے باہر کے زیارتِ کعبہ کے لئے آتے ہیں وہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت کریں۔ تو ان کو کیا جواب دینا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ جوابات میں اختلاف پایا جائے

ولید بن مغیرہ جوان کا پنچ بنا کو بیٹھا تھا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم لوگوں نے کسی مجنون کی، کسی کاہن کی، کسی شاعر کی، کسی دروغ گو کی کوئی علامت پائی؟ سب نے کہا کہ نہیں! تو آخر وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا۔ پھر دل ہی دل میں کچھ غور کیا۔ پھر نظر اٹھائی اور منہ بگاڑ کر

کہا کہ بس وہ جادو گر ہے اور کچھ نہیں! تم نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے کلام سے میاں بیوی۔ باپ، اولاد اور بھائیوں میں جُدائی ڈال دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آیات ۱۵، ۱۶ کے مطابق اس دن سے ولید کا کاروبار، ماند پڑ گیا۔ زراعت و تجارت کی ترقی رک گئی اور خسارے کا چکر چلنے لگا۔

۷۴: ۱۷ — سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۔ سَ مضارع پر داخل ہو کر اس کے معنی مستقبل قریب کے کر دیتا ہے۔ اُرْهِقُ مضارع واحد متکلم اِرْهَاقٌ (افعال) مصدر بمعنی کسی ناگوار کام کرنے پر انسان کو مجبور کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے۔

صَعُوْدًا بڑی چڑھائی، سخت گھاٹی۔ دوزخ میں ایک پہاڑ کا نام۔ منصوب بوجہ اُرْهِقُ کے مفعول ثانی کے۔

اصل میں صَعُوْدٌ اس گھاٹی کو کہتے ہیں کہ جس کی چڑھائی سخت ہو، جو سختیاں اور دشواریاں پیش آتی ہیں ان کے لئے یہ لفظ بطور مثال مستعمل ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیت سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا کی تشریح میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

وہ دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے ولید کو اس پر چڑھنے کا حکم ہوگا۔ جب وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھیگا تو ہاتھ پگھل جائے گا۔ جب اٹھائے گا تو دوبارہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے گا اور جب اس پر اپنا قدم رکھیگا تو قدم بھی پگھل جائے گا پھر جب وہ قدم اٹھائے گا تو پھر وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جائے گا۔ (البغوی)

ترجمہ ہوگا:۔

ہم عنقریب اسے صعود پر چڑھائیں گے (ترجمہ فتح محمد جالندھری)

میں ابھی اُسے جھنڈے پر چڑھاتا ہوں (حقانی)

میں اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ (ضیاء القرآن)

۷۴: ۱۸ — اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۔ فَكَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَفْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر اس نے سوچا۔ اس نے غور کیا۔ اس نے تامل کیا۔

وَقَدَّرَ: واؤ عاطفہ، قَدَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے اندازہ کیا۔ اس نے بات طے کر لی۔ (کہ قرآن کے متعلق کیا کہے) یہ جملہ ولید کے عناد کا بیان اور اس کے استحقاقِ عذاب کی علت ہے۔

۷۴:۱۹ — فَقُتِلَ ۔ قُتِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب قَتْلٌ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی مار ڈالنا ۔ قُتِلَ وہ مار ڈالا گیا ۔ یعنی وہ مارا جائے یہ بددعائیہ جملہ ہے ۔ لیکن اللہ کے کلام میں بددعا کے معنی حقیقی نہیں ۔ بددعا سے مراد کلام الٰہی میں ایجادِ قتل ہوتا ہے یعنی اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کر دیا ۔ یا رحمتِ خدا سے ان کو دور کر دیا گیا ۔

قرآن مجید میں قُتِلَ بطور بددعائیہ کلمہ کے دو جگہ آیا ہے ۔ ایک آیت ہذا ہیں ۔ دوسرا آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ۔ (۸۵ : ۴) ہیں ۔ مارے جائیں کھائیاں کھودنے والے ۔

کَیْفَ قَدَّرَ ۔ کیف کا استفہام انکاری اور زجری ہے اس کے اندازہ لگانے پر استہزاء اور تعجب ہے (یعنی اللہ سوال نہیں کر رہا ہے اس کو سب کچھ معلوم ہے سوال استفہامی وہ کرتا ہے جس کو وہ شئی معلوم نہ ہو ۔

۷۴:۲۰ — ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۔ یہ جملہ تاکیدی ہے اور لفظ ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کو ظاہر کرتا ہے ۔ (اس پر) مزید اللہ کی مار ہو کیسا بُرا اندازہ لگایا اس نے

۷۴:۲۱ — ثُمَّ نَظَرَ ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے (درمیانی مہلت وقت کی ہے رتبہ کی نہیں) ثُمَّ نَظَرَ کا عطف فکّر اور قدّر پر ہے یعنی سوچا اور غور کیا قرآن کے بارہ میں ۔

ثُمَّ نَظَرَ ای فی امر القراٰن مرۃ بعد اخریٰ (بیضاوی) یعنی قرآن کے متعلق دوبارہ غور کیا ۔

۷۴:۲۲ — ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ : ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے بمعنی پھر ، عَبَسَ ماضی واحد مذکر غائب عَبَسٌ وعُبُوْسٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ترش رو ہونے اور تیوری چڑھانے کے ہیں ۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی

وَبَسَرَ ۔ واؤ عاطفہ ، بَسَرَ ماضی واحد مذکر غائب بُسُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی منہ بنانا اور ترش رو ہونے کے ہیں ۔ اور اس نے منہ بنایا ۔ بَسَرَ عَبَسَ کی تاکید میں آیا ہے

۷۴:۲۳ — ثُمَّ اَدْبَرَ ۔ ثُمَّ مطابق آیت بالا متذکرۃ الصدر ۔ اَدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِدْبَارٌ (افعالٌ) مصدر سے پھر اس نے پیٹھ موڑی

وَاسْتَکْبَرَ ۔ استکبر ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر سے اس نے غرور کیا ۔ اس نے گھمنڈ کیا ۔

۷۴ : ۲۴ = فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۔ اور کہنے لگا یہ نہیں ہے مگر جادو جوسینہ بسینہ (پہلے سے) چلا آرہا ہے۔

ف تعقیب بلامہلت ہے۔ (من غیر مھلۃ) یعنی اس نے سرداری اور مال کے غرور میں آکر بلاتوقف کہہ دیا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ

الفاء للدلالۃ علی انہ لما خطرت ھذہ الکلمۃ ببالہ تفوہ بھا من غیر تلبث وتفکر (بیضاوی) ف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب یہ کلمہ اس کے ذہن میں آیا تو اس نے بلاتوقف اور تفکر اسے بول دیا۔ اِنْ نافیہ ہے۔ هٰذَا سے مراد کلام الٰہی ہے (القرآن) ہے۔

يُؤْثَرُ : مضارع مجہول واحد مذکر غائب، اَثْرٌ (باب نصر) مصدر (وہ نقل کیا جاتا ہے) وہ منقول ہے۔ یعنی روایۃً ایک دوسرے سے چلا آرہا ہے۔

۷۴ : ۲۵ = اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۔ اِنْ نافیہ۔ ھُوَ (ای القراٰن) قَوْلُ الْبَشَرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بشر کا کلام، انسان کا کلام،

یہ جملہ اول کی تاکید میں ہے اسی وجہ سے اس کو اس پر عطف نہیں کیا گیا۔

فَائِدَہ :۔ ولید بن مغیرہ کی ان حرکات وسکنات کو صاحب ضیاء القرآن یوں تحریر فرماتے ہیں

آخری اعلان سے پہلے ایک مرتبہ پھر رعونت سے مجمع پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں پھر وہ منہ بسورتا ہے، چہرے کو کرخت بناتا ہے پھر غرور تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ ، کہ یہ جادو ہے اور اس کتاب کا لانے والا جادوگر ہے پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہے۔ کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اس کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے ہر زمانے کے جادوگر اپنے شاگردوں کو اس کی تعلیم دیتے آئے ہیں :

۷۴ : ۲۶ — سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ : سَ مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی پیدا کرتا ہے۔

اُصْلِيْهِ ۔ اُصْلِيْ مضارع واحد متکلم۔ اِصْلَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی آگ میں ڈالنا۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب سَقَرَ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے بوجہ معرفہ وتانیث غیر منصرف ہے لہٰذا منصوب ہے۔ میں اس کو عنقریب ہی جہنم کی آگ میں ڈالوں گا۔

۷۴ : ۲۷ = وَمَا اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ واؤ عاطفہ مَا استفہامیہ اَدْرٰىكَ اَدْرٰى

ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افتعال) مصدر دری مادہ (مجرد باب ضرب سے آتا ہے)
كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، تم کو کون بتائے یا تم کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے۔ جملہ استفہامیہ سقر کی عظمت کو بیان کر رہا ہے۔

۷۴ : ۲۸ ـــ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ۔ لَا تُبْقِيْ فعل نہی واحد مؤنث غائب اِبْقَاءٌ (افعال) مصدر، وہ باقی نہیں چھوڑتی۔

لَا تَذَرُ۔ واحد مؤنث غائب فعل نہی مضارع وَذْرٌ سے (اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہوتی) اور نہ وہ چھوڑتی ہے نہ وہ چھوڑے گی۔ مطلب یہ کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے گی اس کو باقی نہیں چھوڑتی (سقر) ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔

۷۴ : ۲۹ ـــ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ۔ (ھی مبتدا محذوف) لَوَّاحَةٌ خبر۔ للبشر متعلق خبر۔ لواحۃ صیغہ مبالغہ ہے لوح مادہ۔ پیاس کی شدت، تختہ، ظہور، تَلْوِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی رنگ کا بگاڑ دینا۔ گرمی سے سوختہ کر دینا۔ جھلسا دینا۔ بَشَرٌ جمع بَشَرَةٍ کی۔ کھال کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔

انسان کو بشر اسی لئے کہتے ہیں کہ اور حیوانوں میں تو کسی کی کھال اون سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے اور کسی کی بالوں سے مگر انسان کی کھال سب حیوانات کے خلاف کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ لفظ بشر کا استعمال واحد، جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہے: ہاں تثنیہ میں بَشَرَيْنِ آیا ہے۔ جیسے فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (۲۳ : ۴۷) کہنے لگے کہ کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں۔

قرآن مجید میں انسان کے ظاہری جسم اور جثہ کو "بشر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے

۱:۔ لواحۃ کا معنی ظاہر لے کر اور بشر کا معنی آدمی لے کر حسن بصری اور ابن کیسان نے آیت کا ترجمہ کیا ہے، دوزخ آدمی کے سامنے نمایاں ہوگی یا ظاہر ہوگی۔ اسی طرح کا معنی آیت: وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ (۲۶ : ۹۱) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی" میں آیا ہے۔

۲:۔ لیکن لواحۃ کا معنی رنگ بگاڑ دینے والی، گرمی کی وجہ سے جھلسا دینے والی اور بَشَرٌ کا معنی کھال کی بیرونی سطح لے کر جمہور نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

(وہ دوزخ یعنی سقر) آدمی کی کھال کو جھلسا دینے والی ہوگی، (کلام کے سیاق و سباق میں یہی معنی بہتر ہیں)

۷۴ : ۳۰ ـــ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ یتسلط علی اھلھا

تسعۃ عشر ملکا (کشاف) اس (جہنم یعنی سقر) کے دوزخیوں پر اللہ نے انیس فرشتے (مقرر) مسلط کر رکھے ہیں۔

عَلَیْھَا میں ھا ضمیر کا مرجع سقر ہے: تسعۃ عشر اسم عدد جس کا معدود محذوف ہے یعنی فرشتے۔

تِسْعَۃَ عَشَرَ دو کلمات سے مرکب ہے اور دونوں جزء میں سے ہر ایک مبنی بر فتح ہے۔

۷۴: ۳۱ — وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَۃً، واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے اَصْحٰبَ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر جعلنا کا مفعول ہے۔ اِلَّا حرف استثناء مَلٰٓئِکَۃً مستثنیٰ اور ہم نے دوزخ پر داروغے فرشتوں کو ہی رکھا ہے۔

= عِدَّتَھُمْ: مضاف مضاف الیہ، ان کی تعداد، فِتْنَۃً آزمائش: اور ان کی تعداد کافروں کے لئے ہم نے آزمائش بنائی ہے۔

= لِیَسْتَیْقِنَ لام تعلیل کے لئے ہے۔ یَسْتَیْقِنَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب استیقان (استفعال) مصدر بمعنی واضح طور پر جان لینا۔ یقین کے ساتھ جان لینا۔ یقین کا معنی ہے کسی بات کی قطعیت پر انسانی فہم کا قائم ہو جانا۔ چونکہ یقین علم حصولی کی صفت ہوتا ہے، اس لئے ملائکہ اور انسان کے علم کی صفت تو ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم کو موصوف بہ یقین نہیں کہا جا سکتا

لِیَسْتَیْقِنَ، تاکہ وہ واضح طور پر جان لیں (یعنی کافر لوگ)

= اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ۔ الذین اسم موصول جمع مذکر، اُوْتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو ملا۔ الکتٰبَ اسم مفعول۔ جن کو کتاب دی گئی اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ۔

وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا واؤ عاطفہ، یَزْدَادَ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب اِزْدِیَادٌ (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائے۔ زیادہ ہو جائے۔

اِیْمَانًا مفعول مطلق۔ اور تاکہ ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

وَلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ: واؤ عاطفہ، لَا یَرْتَابَ مضارع منفی منصوب واحد مذکر غائب اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر بمعنی شک میں پڑنا۔

اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان دار شک میں نہ پڑیں۔

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ: واؤ عاطفہ لام تعلیل کا مَرَضٌ سے مراد نفاق ہے۔ اور تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر لوگ یہ کہیں....

مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۔ ماذا کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔
مَا ذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو مرکب کہتا ہے کوئی بسیط۔ اور بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے الذی کا ہم معنیٰ۔ یا پورا حرف استفہام ہے جیسے مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲: ۲۱۹) اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کونسا مال خرچ کریں۔ کہہ دیں جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ (قرأت غیر ابو عمر)
مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَا ذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذَا موصول سے۔ یا مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ سے۔ مَثَلًا: بیان، عجیب خبر، مثال۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے دوزخ کے کارکن فرشتے بنائے ہیں اور ان کی تعداد کو کافروں کے لئے فتنہ بنایا ہے تاکہ:۔
۱:۔ لیستیقن ...... اوتوا الکتٰب: تاکہ اہل کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین کامل ہو۔
۲:۔ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ ..... اور تاکہ ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔
۳:۔ وَلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ ...... اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان داروں کو آخرت کے بارے میں شک نہ ہو۔
۴:۔ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ .... اور تاکہ جن کے دلوں میں شک ہے اور منکر ہیں یہ کہیں کہ اس مثل یعنی بیان سے اللہ تعالیٰ نے کیا ارادہ کیا ہے۔ یعنی وہ اس میں نکتہ چینی کرکے اور زیادہ گمراہ ہوں۔
اس لئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔
کَذٰلِکَ کاف حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ۔ یعنی اس طرح یُضِلَّ واحد مذکر غائب مضارع اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ گمراہ کرتا ہے۔ جُنُوْدٌ۔ جمع ہے جُنْدٌ کی معنی لشکر۔ فوجیں۔
وَمَا هِیَ: مَا نافیہ ہے۔ هِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سقر ہے۔
ذِکْرٰی مصدر ہے ذکر یذکر کا۔ کثرت ذکر کے لئے ذکرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے

زیادہ بلیغ ہے۔ یہ محض انسان کی نصیحت کے لئے ہے۔

۷۴: ۳۲ — کَلَّا: جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے اور تعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے۔ حالت ترکیب میں ک اور لا کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اسی لئے لام کو مشدد کر دیا گیا ہے:

سیبویہ، خلیل، مبرّد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک کَلَّا کے معنی حرف ردع (روکنا، باز داشت) اور روکنے کے ہیں (خواہ بطور زجر و توبیخ یعنی گھڑکی یا سرزنش کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے ہو) اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے ان تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ کَلَّا آیا ہے وہاں کَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔

ابوحاتم نے اس کو استفتاحیہ (آغاز کلام میں آنے والا) بتایا ہے ابوحبان اور زجاج نے بھی اس میں ابوحاتم کی پیروی کی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن، الاتقان فی علوم القرآن حصہ اول)

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

کَلَّا: منکروں کے لئے اس لفظ سے باز داشت کی گئی ہے۔ یا منکروں کے نصیحت پذیر ہونے کا انکار ہے اگرچہ واقع میں یہ پیام نصیحت ہے۔

جلالین میں ہے: کَلَّا برائے استفتاح بمعنی اَلَا (خبردار) یاد رکھو۔

وَالْقَمَرِ: واؤ قسمیہ ہے اور القمر مقسم بہ ہے۔ قسم ہے چاند کی۔

۷۴: ۳۳ — وَالَّیْلِ اِذْ اَدْبَرَ: واؤ قسم کے لئے ہے الیل مقسم بہ ہے اِذْ بمعنی جب ظرف زمان اَدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ادبار (افعال) مصدر بمعنی پیٹھ پھیرنا۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلے۔

۷۴: ۳۴ = اَسْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اسفار (افعال) مصدر بمعنی روشن ہونا۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

۷۴: ۳۵ = اِنَّهَا لَاِحْدَی الْكُبَرِ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب سقر کی طرف راجع ہے لام تاکید کے لئے ہے۔ اِحْدَی الْكُبَرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑی بلاؤں میں سے یا مصیبتوں میں سے کی ایک۔ الْكُبَرِ جمع ہے کبیرۃ کی، بے شک یہ

(سقر) بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بلا ہے۔

۷۴: ۳۶ — نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ۔ انسان کے ڈرانے کو، نذیرًا حال ہے انہا کی ضمیر واحد مؤنث سے لہٰذا منصوب ہے۔

۷۴: ۳۷ — لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ۔ لِمَنْ شَآءَ بدل ہے للبشر سے یعنی تم میں سے دونوں فریقوں کے لئے نذیر ہے ایک فریق وہ جو خیر و طاعت میں آگے بڑھنا چاہتا ہے دوسرا وہ فریق جو کہ شر اور گناہ میں پڑا رہنا چاہتا ہے،

مطلب یہ کہ تم کو سقر کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس سے ڈر کر بھلائی اور نیکی کے راستہ پر آگے بڑھے یا برائیوں میں پھنس کر پیچھے رہ جائے۔

ان یتقدم۔ اَنْ مصدریہ یتقدم مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب تقدم (تفعل) مصدر آگے بڑھنا۔ اَوْ بمعنی یا۔ يَتَاَخَّرَ ای اَنْ يَّتَاَخَّرَ اَنْ مصدریہ یتاخر فعل مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب۔ تاخُّر (تَفَعُّل) مصدر بمعنی پیچھے رہنا۔

۷۴: ۳۸ — كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ۔ كُلُّ نَفْسٍ مضاف مضاف الیہ سب جانیں، تمام اشخاص، ہر کوئی، ہر شخص، بِمَا میں بَ سببیہ ہے مَا موصولہ كَسَبَتْ اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كَسْبٌ باب ضرب مصدر۔ اس نے کمایا۔

رَهِيْنَةٌ گروی، یہ رھین کی تانیث نہیں ہے کیونکہ نحو کا یہ قاعدہ ہے کہ جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے صفت آتی ہے اگر یہ رھین بمعنی مرھون ہوتا تو یہاں اس کو مؤنث ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوتی، بلکہ یہ شتیمۃ کی طرح مصدر ہے۔ اس کا مطلب رہن، گروی ہونا ہے (ضیاء القرآن)

آیت کا مطلب ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں گروی ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

رھینۃ اسم بمعنی الرھن کالشتیمۃ بمعنی الشتم ہے۔

۷۴: ۳۹ — اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ۔ استثناء متصل ہے چونکہ مستثنیٰ متصل (اصحٰب) اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہٰذا منصوب ہے۔ (کلام موجب وہ ہے جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو۔)

اصحب الیمین۔ مضاف مضاف الیہ داہنے ہاتھ والے، مراد وہ اشخاص جن کو اعمال نامے

دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یا وہ گروہ جو قیامت کے روز اللہ کے عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اگر یمین یمن سے ہے جس کے معنی برکت اور خیر وبہتری کے ہیں تو اس سے اہل خیر اور نیکوکار، ایماندار لوگ مراد ہیں۔

۷۴ : ۴۰ ـــ یہاں اختتام آیت ۳۹ پر ہے اور لفظ جَنّٰتٍ (آیت ۴۰) پر معانقہ ہے
۷۴ : ۴۱ ـــ اگرچہ جَنّٰت پر وقف کی علامت ہے لیکن آیت ۴۰ پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلی علامتِ معانقہ پر وقف کیا جائے تو آیت ۳۹ کا ترجمہ "سوائے اصحاب یمین کے" پر جملہ ختم ہو جائیگا۔ اور فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ اکٹھا پڑھا جائے گا۔ اور جَنّٰتٍ ظرف مکان یَتَسَآءَلُوْنَ کا ہوگا۔ اور فِیْ جَنّٰتٍ سے قبل ھُمْ محذوف ہوگا اور آیت ۴۱ اس کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی۔ اور کلام یوں ہوگا:۔

ھُمْ فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ وہ باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے

اور اگر دوسری علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو فی جَنّٰتٍ کا ربط جملہ ماسبق سے ہوگا۔ اور کلام یوں ہوگا۔ الا اصحٰب الیمین فی جنت سوائے اصحاب یمین کے جو جنتوں میں ہوں گے اس صورت میں یتساء لون عن المجرمین جملہ حالیہ ہوگا۔ جو اصحاب یمین کی کیفیت بیان کررہا ہے

آیت ۳۸ تا ۴۲ کا باربط ترجمہ یوں ہوگا۔

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے سوائے اصحب الیمین کے کہ وہ باغہائے بہشت میں ہوں گے اور گنہگاروں سے پوچھتے ہوں گے۔

یَتَسَآءَلُوْنَ بمعنی یَسْئَلُوْنَ ہے (قرطبی)

۷۴ : ۴۲ ـــ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ: یہ سوال ہے اصحاب الیمین کا مجرمین سے۔ مَا استفہامیہ ہے۔ سَلَکَ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَلْکٌ مصدر (باب نصر) سے جس کے معنی چلانے اور داخل کرنے کے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

کس نے تم کو دوزخ میں داخل کیا۔ یا کون تم کو دوزخ میں لایا۔ سَقَرَ: جیساکہ اوپر بیان ہوا۔ دوزخ کا ایک نام ہے بوجہ علمیت وتانیث غیر منصرف ہے

۷۴ : ۴۳ ـــ قَالُوْا۔ یعنی اہل دوزخ (المجرمین) کہیں گے:۔

۱:۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔ لَمْ نَكُ مضارع نفی جحد بلم (مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ)۔ نَكُ اصل میں نَکُوْنَ تھا۔ ہم نمازی نہ تھے۔

۲:۔ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِیْنَ۔ نُطْعِمُ مضارع جمع متکلم اِطْعَامٌ (افعال)

مصدر کھانا کھلانا۔ اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۴۵ — وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ۔ نَخُوضُ مضارع جمع متکلم۔ خَوْضٌ (باب نصر) مصدر۔ مشغلہ کرنا۔ ہم باتوں کا مشغلہ کیا کرتے تھے۔ خَوْضٌ کا اصل معنی ہے پانی میں گھسنا اور چلنا۔ قرآن مجید میں اکثر قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (۶: ۶۸) اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

۷۴: ۴۶ — وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم روز قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۴۷ — حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۔ حَتّٰى یہاں تک کہ۔ اَتٰىنَا اَتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (افعال) مصدر۔ نَا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس آ پہنچا۔ اَلْيَقِيْنُ۔ ای الموتُ۔ باجماع جمہور المفسرین۔ یعنی موت۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہنچی۔

۷۴: ۴۸ — فَمَا تَنْفَعُهُمْ ف سببیہ ہے۔ مَا تَنْفَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب نَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس (بدیں سبب) ان کو نفع نہ دیگی۔

شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ مضاف مضاف الیہ۔ سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ شَفَاعَةٌ شَفَعَ يَشْفَعُ سے (باب فتح) مصدر۔ یعنی سفارش کرنا۔ شَافِعِيْنَ شَفَاعَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، سفارش کرنے والے۔

۷۴: ۴۹ — فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ۔ ف بمعنی پھر، مَا استفہامیہ ہے پھر ان کو کیا ہو گیا ہے۔

عَنِ التَّذْكِرَةِ۔ جار مجرور، اَلتَّذْكِرَةِ ای القراٰن) جار مجرور مل کر متعلق مُعْرِضِيْنَ۔ مُعْرِضِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے اعراض کرنے والے، رخ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے:

معرضین نصب علی الحال کقولك مالك قائما: اس کا نصب بوجہ حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں مَا لَكَ قَائِمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

پھر ان کو کیا ہو گیا ہے جو نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

۷۴: ۵۰ — كَاَنَّهُمْ۔ كَاَنَّ۔ حرف مشابہ بالفعل۔ اس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے

لہذا ھُمْ کَانَّ کا اسم اور حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ اس کی خبر،

حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ۔ گدھے ۔ مستنفرۃ اسم فاعل واحد مؤنث استنفار (استفعال) مصدر سے، بدک کر بھاگنے والے۔ نفر مادہ۔ نفارٌ (باب ضرب) دوڑنا۔ دور ہوجانا۔ نفورٌ بھاگنے والا۔ کانھم حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ گویا کہ وہ بدک کر بھاگنے والے گدھے ہیں۔

۷۴ : ۵۱ — فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَۃٍ ۔ جملہ حُمُرٌ سے حال ہے فَرَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب فِرَارٌ و مَفَرٌّ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بھاگی۔ فِرَارٌ خوف سے بھاگنا؛ ڈر کر بھاگنا۔ قَسْوَرَۃٍ شیر۔ جمع قَسَاوِرٌ ق س ر مادہ ۔ شیر کے ڈر سے بھاگے جارہے ہیں۔

۷۴ : ۵۲ — بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَۃً : بَلْ یہاں ابتدائیہ ہے اور محض انتقالِ مضمون کے لئے لایا گیا ہے کلام سابق سے اعراض مقصود نہیں اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے صبح کو ایک کھلی چٹھی برآمد ہونا چاہئے جس میں لکھا ہو کہ آپ خدا کے رسول ہیں آپ کے کہنے پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اَنْ مصدریہ ہے یُؤْتٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب ایتاء (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ صُحُفًا۔ صحیفہ کی جمع ہے بمعنی صحیفے، کتابیں، نوشتے، اوراق، صحف بوجہ مفعول منصوب ہے، اور موصوف ہے اس کی صفت منشرۃ ہے، صحیفہ کی جمع صحف نادر ہے کیونکہ فعیلۃ کی جمع فُعُلٌ نہیں آتی۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سفینۃ کی جمع سُفُنٌ ہے

مُنَشَّرَۃً صفت ہے صُحُفًا کی اسم مفعول ہے واحد مؤنث ہے۔ تَنْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ کھلی ہوئی، پھیلی ہوئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں یہی مضمون ایک اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ (۱۷ : ۹۳) اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب دلاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

۷۴ : ۵۳ — کَلَّا : ہرگز نہیں ۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ان کے اس ارادہ پر سرزنش ہے کہ ہمیں کھلی چٹھی ہر ایک کو مل جائے، فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونے

کی قابلیت و اہلیت ہی نہیں ہے۔

بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ. بَلْ حرف اضراب ہے مطلب یہ کہ ان کا قرآن مجید سے اعراض اوران کی یہ طلب کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کھلا پروانہ اللہ کی جانب سے جاری ہو معقول وجوہ پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی محض ہٹ دھرمی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ ان کو آخرت کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔

لَا يَخَافُوْنَ ! مضارع منفی جمع مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر سے، وہ نہیں ڈرتے۔ ان کو خوف ہی نہیں ہے۔ ان کو اندیشہ ہی نہیں ہے۔

۷۴:۵۴ — كَلَّا. کلمہ ردع۔ (بازداشت، روکنا، جھڑکی، سرزنش) ہے ان کی بے باکی پر۔ ایک بازداشت ہے۔ یا گذشتہ کلاّ کی تاکید ہے۔

اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ: میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ تذکرۃ یادداشت نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔ اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات اور رحمت و عذاب کا اس میں ذکر ہے۔

۷۴:۵۵ — فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ: ف سببیہ ہے مَنْ جو شخص، شَآءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيَّةٌ (باب فتح) سے مصدر۔ بمعنی چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ ذَكَرَ ماضی واحد مذکر غائب ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے یاد کیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ پس جس کا جی چاہے اسے یاد رکھے، یعنی اس سے نصیحت حاصل کرے،

۷۴:۵۶ — وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ. واؤ حالیہ ہے مَا يَذْكُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی ہیں ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ بیان کرنا پند و نصیحت حاصل کرنا۔ قبول کرنا۔

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ استثناء مفرغ ہے (اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے)

مطلب یہ کہ یہ قرآن مجید ایک نصیحت ہے جو چاہے اس کو حاصل کرے۔ لیکن نصیحت چاہنے والے کا نصیحت حاصل کرنا محض اور صرف اس کی اپنی مشیت پر مبنی نہیں ہے بلکہ مشیت ایزدی اور اس کی کرم نوازی پر منحصر ہے۔ نصیحت کا پالینا تبھی ممکن ہوگا جب اللہ بھی چاہیگا۔

وهذا تصريح بان افعال العباد بمشية الله عزوجل بالذات او بالواسطة (روح المعانی) یہ صریحاً ظاہر ہے کہ بندوں کے افعال بالذات یا بالواسطہ اللہ عزوجل کی مشیت سے وابستہ ہیں۔

(نصیحت پذیر ہونے کی چاہت کرنے والے) کسی وقت نصیحت پذیر نہیں ہو سکتے مگر اسی وقت

جب کہ خدا ان کی مشیت اور نصیحت پذیری کا ارادہ کرے ؛ یہ آیت صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ انسانی اعمال و افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے وابستہ ہیں ۔ (تفسیر مظہری)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (۷۶ : ۳۰) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو خدا کو منظور ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے ۔

یہ اس لئے کہ بندے کی مشیت خواہ کتنی ہی عقل و فہم پر مبنی ہو وہ محدود اور نقائص و معائب سے مبرا نہیں ہوسکتی ۔ اور اس علیم وحکیم کی مشیت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے عقل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ دانائے کل کے تابع رہے ۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔ هُوَ ای اللّٰهُ ۔

اَهْلُ ۔ والا ۔ والے ۔ وہ سب لوگ اھل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا بسنا یا کسی مخصوص صفت اور پیشہ میں شریک ہونا ۔ غرض کسی خاص صفت سے منسوب ہونا یا متصف ہونا ۔ ایک سلسلہ میں منسلک کر دے ۔ کسی چیز کا مستحق یا سزاوار ہونا ۔

عربی میں بولتے ہیں فُلَانٌ اَهْلٌ لِكَذَا ۔ فلاں اس کا مستحق اور سزاوار ہے ۔

ترجمہ ہوگا ۔

وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس لائق ہے کہ بخش دے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۷۵) سورۃ القیمۃ مکیۃ (۴۰)

۷۵ : ۱ — لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ، لَا زائدہ ہے اور کلام کو مزین و آراستہ کرنے اور مزین کرنے کے لئے لایا گیا ہے ،

بعض کے نزدیک کفار کے انکار قیامت کا رد ہے ، عرب جب کہتے ہیں : لَا واللہِ لَا افعل فلَا رَدٌّ لکلام قد مضیٰ وفائدتہا توکید القسم فی الردّ۔ یعنی لَا سے پہلے کلام کا رد و ابطال مقصود ہوتا ہے۔ اور بعد میں قسم اٹھائی جاتی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ قسم متوکد ہو جائے۔ (ضیاء القرآن)

اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے ، جس کے معنی قسم کھانا کے ہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹ : ۳۸)

بِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ : روز قیامت کی۔

۷۵ : ۲ — وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ، اور قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی ، اَلنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ موصوف و صفت۔ اللَّوَّامَۃ۔ لَوْمٌ یَلُوْمُ لَوْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ملامت کرنے والی۔

النفس اللوامۃ سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں ،

۱۔ النفس اللوامۃ میں لام جنسی ہے ہر نفس مراد ہے (کافر ہو یا مؤمن ، نیک ہو یا بد)

فراء نے کہا ہے کہ ہر شخص نیک ہو یا بد قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔ اگر اس نے اچھے کام کئے ہوں گے تو نفس سے کہیگا۔ اس سے زیادہ تو نے نیکی کیوں نہیں کی ! اور بدی کی ہو گی تو کہے گا کہ تو نے برے کام کیوں کئے۔ (فراء)

۲۔ اس سے کافر مراد ہے ہر کافر قیامت کے دن اپنے نفس کو بُرا کہیگا کہ دنیا میں حقوق اللہ کی ادائیگی میں اس نے قصور کیوں کیا۔ (مقاتل) قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے

۳۔ نیک ہو یا بد، مؤمن ہو یا کافر۔ آیت میں ہر شخص مراد ہے کیونکہ کسی شخص کو سکھ پر قرار ہے نہ دکھ پر، خیر ہو یا شر ہر شخص اپنے کو بُرا ہی کہتا ہے (سعید بن جبیر، عکرمہ)

۴۔ نفسِ لوامہ مومن کا نفس ہے جو ہر وقت جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے خواہ کتنی ہی نیکی کرے۔ کہتا ہے کہ اس سے زیادہ کیوں نہ کی (حسن بصری، مجلی)

۵۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ نفس سرکش کو نفسِ امارہ کہتے ہیں جو امر کا مبالغہ ہے کیونکہ وہ ہر وقت برے کاموں کا حکم کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں کوشاں ہو جاتا ہے تو مولیٰ کریم کی خصوصی توجہ اور جذبے سے اس پر اس کے عیوب و نقائص منکشف ہو جاتے ہیں اس پر وہ پشیمان ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتا ہے اس نفس کو نفس لوّامہ کہتے ہیں اور جب وہ ہر ماسوائے اللہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

فائدہ یہاں دو قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن مقسم بہٖ محذوف ہے ای لَتُبْعَثُنَّ کہ تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

۷۵: ۳ — اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ۔ استفہام انکاری و توبیخی ہے، یَحْسَبُ مضارع معروف واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتا ہے وہ گمان کرتا ہے، اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔

اَلْاِنْسَانُ: میں الف لام جنس کا ہے اس سے جنس انسان مراد ہے جس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو منکر بعث و حشر تھا۔

یا الف لام عہدی ہے اور کوئی معین شخص مُراد ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی۔ عدی خاندان زہرہ کا حلیف اور اخنس بن شریق ثقفی کا داماد تھا عدی اور اخنس کے سلسلہ میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔ الٰہی مجھے میرے برے ہمسائے سے محفوظ رکھ۔

بات یہ ہوئی کہ عدی نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) مجھے بتاؤ قیامت کب ہوگی؟ اس کے کیا احوال ہوں گے؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قیامت کی کیفیت بتائی تو وہ کہنے لگا کہ اگر میں قیامت کو دیکھ بھی لوں تو بھی تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرونگا اور نہ تمہیں سچا جانوں گا۔ کیا خدا ہڈیوں کو اکٹھا کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ۔ اَلَّنْ مرکب ہے اَنْ مخففہ اَنَّ سے اور لَنْ نافیہ سے۔ لَنْ نَّجْمَعَ مضارع منصوب نفی تاکید بلَن۔ صیغہ جمع متکلم جَمْعٌ (باب فتح) مصدر سے ہم ہرگز جمع نہیں کریں گے۔

عِظَامَهٗ۔ عِظَامُ عَظْمٌ کی جمع ہڈیاں (بحالت مفعول) مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ اس کی ہڈیاں۔

ترجمہ ہوگا:۔
کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔

۷۵:۴ — بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ۔ کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ ہم اس کی پور پور درست کر دیں (نیز ملاحظہ ہو ۳:۷۶)

بَلٰى حرف جواب ہے اور کلامِ مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ کلام استفہام سے خالی ہو۔ جیسے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ۔ (۶۴:۷) جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے:

۲:۔ یہ کلام استفہامی ہو۔ خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ کے جواب میں کوئی کہے بَلٰى:

خواہ توبیخی ہو جیسے آیت زیر غور۔ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ اور جواب میں کہا جائے گا بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ۔

قٰدِرِيْنَ منصوب بوجہ نجمع کے فاعل کے حال سے ہے۔ ای نجمعها قادرین .... قٰدِرِيْنَ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب) بمعنی قدرت رکھنے والے۔

اَنْ نُّسَوِّيَ۔ اَنْ مصدریہ۔ نُسَوِّيَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ، جمع متکلم تَسْوِيَةٌ

(تفعیل) مصدر۔ ہم درست کردیں گے: ہم درست کردیں۔

بَنَانَہٗ: بَنَانٌ (مفعول فعل نُسَوِّیَ کا) مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کی انگلیوں کے پورے انگلیوں کے سرے: بَنَانَۃٌ کی جمع جس طرح تَمْرَۃٌ کی جمع بحذف ۃ تَمْرٌ ہے۔

۷۵: ۵ — بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ۔ بَلْ عاطفہ ہے اس کا عطف یَحْسَبُ پر ہے (استفہام کے تحت ہے) اس کو سوالیہ بھی کہا جا سکتا ہے اور تحقیقیہ بھی کیونکہ سابق سائل یا سوال سے اعراض (اور دوسری بات کو بیان کرنے کی طرف مائل ہونا) درست ہے (یعنی یہ دوسرا انسان پہلے انسان سے غیر ہوگا تو سائل اوّل سے اعراض ہو جائے گا۔ اور اگر سائل وہی ہو مگر اس کے سوال سے اضراب اور دوسرے مسئلہ کا بیان ہوگا۔ (تفسیر مظہری)

لِیَفْجُرَ میں لام زائدہ ہے اور اَنْ ناصبہ مقدرہ ہے ای اَنْ یَّفْجُرَ۔ اَمَامَہٗ مضاف مضاف الیہ میں اَمَامَ ظرف ہے۔ ای لیفجر فیما یستقبل،

یَفْجُرَ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب فُجُوْرٌ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنا۔

اَلْفَجْرُ کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور شق کرنا۔ کہتے ہیں فَجَرْتُہٗ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہہ گیا۔

قرآن مجید میں ہے فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا ط (۲: ۶۰) (حضرت موسیٰ نے لاٹھی ماری) تو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ صبح کو فجر اس لئے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

لِیَفْجُرَ کہ وہ دین کی پردہ دری کرتے ہوئے علی الاعلان گناہ کرتا پھرے۔ اَمَامَہٗ اس کے آگے اس کے سامنے۔ ظرف زمان بمعنی اس کے مستقبل میں۔ اَمَامٌ قُدَّامٌ کی طرح ہے اسم بھی ہوتا ہے اور ظرف بھی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

روح المعانی میں ہے:۔

وھو یرید لیدوم علی فجورھا فیما بین یدیہ من الاوقات وفیما یستقبل من الزمان۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے آئندہ اوقات میں بھی وہ دین کی پردہ دری کرتا رہے

۷۵: ۶ — یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ۔ یہ اس کی دین کی پردہ دری کی ڈھٹائی کی تفسیر ہے۔ استہزاءً پوچھتا ہے اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ، اَیَّانَ (کب) خبر مقدم ہے

اور یَوۡمُ الۡقِیَامَۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔

۷۵ : ۷ ۔۔۔ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ : ف جواب کا ہے۔ یہ آیت اور اگلی دو آیات انسان کے سوال اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ کے جواب میں ہیں۔

بَرِقَ ماضی واحد مذکر غائب بَرَقٌ (باب سمع) مصدر سے ، جس کے معنی نظر کے متحیر اور خیرہ ہونے کے ہیں۔ بَرْقٌ کے معنی بجلی کے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کے معنی چمکنے کے آنے لگے لیکن جب آنکھ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی خوف سے پتلیوں کے پھرنے اور نظر کے خیرہ ہونے کے آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔ پھر جب نظر چندھیا جائے گی ۔

۷۵ : ۸ ۔۔۔ وَخَسَفَ الۡقَمَرُ اور چاند گہنا جائے گا۔ خَسَفَ ماضی واحد مذکر غائب خُسُوۡفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی چاند گرہن کے ہیں اور جب چاند گہنا جائیگا بے نور ہو جائے گا۔ سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

۷۵ : ۹ ۔۔۔ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ اِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ پر ہے اور جب سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے ؛ یعنی دونوں بے نور اور سیاہ کر دیئے جائیں گے یہی ان کے اجماع کا مطلب ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کشش ثقل کا جو قانون اس عالم میں کارفرما ہے اور جس کے ماتحت نظام شمسی کے ثوابت و سیارات اپنے اپنے مقامات پر پختگی کے ساتھ موجود ہیں یہ ختم ہو جائے گا اور چاند سورج کے ساتھ جا ملے گا۔

اَیۡنَ الۡمَفَرُّ۔ کافر کا مقولہ ہے :۔

اَیۡنَ ۔ کہاں ۔ ظرف ہے۔ جس طرح مَتٰی سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح اَیۡنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

الۡمَفَرُّ مصدر میمی ہے ، فرار ، بھاگنا ۔ الفرار ۔ خوف سے بھاگنا ۔ باب ضرب سے مصدر ہے ترجمہ ہوگا :۔

کہاں ہے بھاگ ، کہاں ہے بھاگ کر جانے کی جگہ :

۷۵ : ۱۱ ۔۔۔ کَلَّا لَا وَزَرَ : نہیں نہیں ، ہرگز نہیں ۔ حرف ردع ہے ۔ یہاں طلبِ مفر سے بازداشت ہے ، معنی ۔ نہیں نہیں (وہاں) بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے :

وَزَرَ ۔ اسم منصوب ، پناہ گاہ ۔ زمخشری نے لکھا ہے :۔

لا وزر ای لا ملجأ وکل ما التجأت الیہ من جبل او غیرہ وتخلصت بہ

فھو وزرك۔ لَا وَزَرَ کے معنی ہیں لَا مَلْجَاَ (کوئی پناہ گاہ نہیں) ہر وہ چیز جس کو تو طلب کرے پناہ کے طور پر خواہ وہ پہاڑ ہو یا کچھ اور جس کے دامن میں تو پناہ اور خلاصی پائے وہ تیرے لئے وَزَرٌ ہے۔

وَزَرٌ کا ماخذ وِزْرٌ ہے جس کا معنی ہے بوجھ۔

۷۵:۱۲ــــ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ، اِسْتِقْرَارٌ (استفعال) سے اسم مفعول واحد مذکر (اسم ظرف مکان) واحد، ٹھیرایا ہوا۔ قرار یافتہ شدہ، ٹھیرنے کی جگہ ــــ مبتدا۔ اِلٰی رَبِّكَ اس کی خبر، يَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔

رَبِّكَ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور تخصیص کے معنی کے لئے لائی گئی ہے۔ صرف آپ کے ربّ کے پاس ہی اس روز ٹھکانہ ہوگا

۷۵:۱۳ــــ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ۔ يُنَبَّؤُ امضارع مجہول واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اسے بتا دیا جائے گا۔ اسے خبر دیدی جائے گی۔ ن ب ء مادہ۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف، منصوب، مضاف اِذٍ مضاف الیہ، اس دن، ایسے واقعات کے دن۔ مفعول فیہ (اس روز) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا۔

بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ۔ ب، ساتھ، متعلق، مَا موصولہ قَدَّمَ اس کا صلہ، واؤ عاطفہ اَخَّرَ معطوف جس کا عطف مَا قَدَّمَ پر ہے۔ قَدَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ اَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب تَاْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ ترجمہ:۔ اس روز انسان کو بتا دیا جائے گا (ہر اس عمل کے متعلق جو اس نے آگے بھیجا اور جو وہ پیچھے چھوڑ آیا۔

۷۵:۱۴ــــ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ: بَلْ حرف اضراب ہے، الانسانُ مبتدا، بَصِيْرَةٌ اس کی خبر، عَلٰی نَفْسِهٖ متعلق خبر، لبصیرۃ کی تار مبالغہ کے لئے ہے جیسے اَلْعَلَّامَةُ میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

دنیوی زندگی کے اعمال فقط یاد دہانی سے ہی اسے نظر آجائیں گے اطلاع دینے کی بھی ضرورت ہی نہ ہوگی:۔

ترجمہ ہوگا:۔

(انسان کو بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ پر متنبہ کرنے کی بھی ضرورت ہی نہیں) وہ خود ہی اپنے آپ کو (اعمال کے

تناظرمیں) خوب دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

۷۵: ۱۵ —— وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ: واؤ وصلیہ، لَوْ بمعنی اگرچہ ۔خواہ۔ اَلْقٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل الانسان کی طرف راجع ہے) اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی ڈالنا۔

مَعَاذِيْرَ جمع مَعْذِرَةٌ واحد۔ مصدر بمعنی عذر۔ معذرت۔ عُذْرٌ اور عُذُرٌ ایسی بات جس سے قصور پر گرفت نہ ہو۔

عذر تین طرح کا ہوتا ہے:۔

۱۔ ارتکاب جرم سے انکار کردینا۔

۲۔ ارتکاب جرم کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جس سے جرم کی سزا سے بچ جائے۔

۳۔ اقرار جرم کے بعد آئندہ جرم نہ کرنے کا وعدہ کرنا۔ اس تیسری شق کو توبہ کہا جاتا ہے۔

وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۔ ای ولوجاء بکل معذرۃ ماقبلت منہ (جلالین) خواہ وہ تمام عذرات پیش کرے وہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔

خواہ وہ زبان سے ہزار بہانے بنائے۔ (ضیاء القرآن)

مَعَاذِيْرَ میں نصب بوجہ مفعول ہونے کے ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے

۷۵: ۱۶ ——

فَائِدَہٗ: بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت نزول وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوتا تھا کہ نازل شدہ آیات کا کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے اس لئے دوران نزول میں چپکے چپکے لبوں کو حرکت دیتے رہتے تھے۔ اس کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ...... ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بطور جملہ معترضہ ارشاد فرمایا

بات کرتے وقت اگر مخاطب بھی بولنے لگے تو متکلم اس سے کہتا ہے ذرا خاموش رہو میری بات نہ کاٹو، پوری بات سن لو، پھر تم کو بولنے کا حق ہے یہ درمیانی کلام بطور ہدایت بول کر متکلم پھر اصل مدعا پر کلام شروع کر دیتا ہے یہاں قیامت کا بیان چل رہا تھا اس جملہ معترضہ کے بعد پھر وہی سلسلہ کلام جاری ہے

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ۔ لَا تُحَرِّكْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْرِيْكٌ (تفعیل) مصدر بمعنی حرکت دینا۔ چلانا۔ تو زبان نہ چلا۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے والضمیر للقرآن لدلالۃ سیاق الاٰیۃ نحو انا انزلنہ فی لیلۃ القدر ای لاتحرک

بالقراٰن لسانک عند القاء الوحی من قبل ان یقضی الیک وحیہ (روح المعانی)
ضمیر قرآن کے لئے ہے جیسا کہ آیت کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ جیسے انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر (میں ہے یعنی القاء وحی کے وقت اس کے مکمل ہو جانے سے قبل قرآن کے (یاد رکھنے کے لئے اس کے) ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیتے رہو۔

لِتَعْجَلَ بِہٖ۔ لام علت کا ہے۔ تَعْجَلَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عَجَلٌ (باب سمع) مصدر سے منصوب بوجہ عمل لام۔ کہ تو جلدی کرے بِہٖ اس کو یاد کرنے کی، ضمیر ہٖ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ قرآن کے لئے ہے۔

اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (۲۰: ۱۱۴) اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو۔

۷۵: ۱۷ ـــ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ۔ عَلَيْنَا ہمارے ذمہ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای ان علینا جمعہ فی صدرک بحیث لا یذہب علیک شئ من معانیہ یعنی قرآن کا تمہارے سینہ میں اس طرح جمع کر دینا کہ اس کے معانی سے کوئی شے بھی تم سے مخفی نہ رہ جائے یہ ہمارا ذمہ ہے۔

وَقُرْاٰنَهٗ۔ اس کا عطف جَمْعَهٗ پر ہے دونوں منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہیں
قرآن مصدر ہے بمعنی پڑھنا۔ یہ اللہ کی کتاب کا خاص نام ہے جو کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی کسی دوسری آسمانی کتاب کا نام قرآن نہیں ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں:
پروفیسر عبد الرؤف کے مطابق قرآن کہنے کی وجہ صرف قراءت اور تلاوت ہے اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نمازمیں۔ دینی محافل میں، مدارس میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ میں ایک شاعر نے کہا تھا۔
ضحوا باشمط عنوان السجود بہ۔ یقطع اللیل تسبیحا وقرانا۔
لوگوں نے ایک ایسی پکی عمر والے سردار کو ذبح کر دیا جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا جو راتیں تسبیح اور تلاوت میں کاٹ دیتا تھا۔

آیت زیر مطالعہ میں تو ویسے ہی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قراتِ قرآن الگ چیز ہے مطلب یہ ہے کہ :۔

قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کرنا اور پھر اس کا تمہاری زبان پر رواں کرنا ہمارے ذمہ ہے

۷۵ : ۱۸ — فَاِذَا : فَ تعقیب کا ہے اِذَا ظرف زمان ہے۔ پس جب :

قَرَاْنٰهُ ۔ قَرَاْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ قَرْءٌ ، قِرَاءَةٌ اور قُرْاٰنٌ مصادر (باب نصر و فتح) سے بمعنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔

مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

۱۔ جب ہم قرآن تمہارے سینہ میں جمع کر دیں تو تم اس پر عمل کرو (حضرت ابن عباس)

۲۔ جب ہم قرآن کو بیان کر دیں تو ہمارے بیان کے موافق تم اس پر عمل کرو (منتہی الارب)

۳۔ جب ہم (بوساطتِ جبرائیل) قرآن پڑھیں تو تم اس کو کان لگا کر سنو۔ (محلی و محمود آلوسی)

اسی محلی اور آلوسی رح کے ترجمہ کو اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔

فَاتَّبِعْ : فَ تعقیب کا ہے اِتَّبِعْ : فعل امر واحد مذکر حاضر اِتباعٌ (افتعال) مصدر تو پیروی کر، تو اتباع کر، قُرْاٰنَهٗ مضاف مضاف الیہ (منصوب بوجہ مفعول) اسی کی قرات کی

۷۵ : ۱۹ — ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ : ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ پھر۔ ازاں بعد اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بَیَانَ اسم اِنَّ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ پھر اس کی وضاحت اور اظہار مطالب ہمارا ذمہ ہے۔ ہٗ کا مرجع قرآن ہے۔

فائدہ :

خدائے پاک نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا اس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوا ہے اب سب یکجا ترتیب کے ساتھ موجود ہے اور آپ کے سینہ میں جمع بھی کرا دیا۔ آپ پورے قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپ کی برکت سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حافظ تھے۔ اور بعدہٗ اُمت میں بھی آج تک لاکھوں حافظ ہیں ایک ایک حرف اور زیر زبر پر حاوی ہیں۔

یہ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سنے دل ہو سمجھے :

۷۵ : ۲۰ ــــ کلام معترضہ ختم ہوا اب پھر قیامت اور اس کی نسبت انسانی طبائع کا تعلق بیان فرمایا جارہا ہے۔

کَلَّا: ہرگز نہیں۔ ردع عن انکار البعث: (انکارِ حشر پر بازداشت ہے) (المدارک)

ای لیس الامر کما تزعمون انہ لا بعث ولا جزاء (الیسر التفاسیر)

بات یہ نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ نہ حشر ہوگا نہ جزا ہوگی

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

کَلَّا سے بازداشت کی گئی ہے خواہ انکارِ حشر پر یا فجور پر یا بے کار عذر پیش کرنے پر۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ: بَلْ حرف اضراب ہے تُحِبُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِحْبَابٌ (افعال) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم محبت کرتے ہو، تم دوست رکھتے ہو۔

اَلْعَاجِلَۃَ، عَجَلٌ وَعَجَلَۃٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے:

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ نہ کوئی حشر و نشر ہوگا نہ جزا و سزا۔ بلکہ تم ہی ہو کہ دنیا پر ریجھ گئے ہو۔

۷۵ : ۲۱ ــــ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ واؤ عاطفہ، تَذَرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر وَذْرٌ مصدر سے تم چھوڑ دیتے ہو اَلْاٰخِرَۃَ مفعول فعل تَذَرُوْنَ کا۔ اور آخرۃ کو تم نے چھوڑ رکھا ہے،

۷۵ : ۲۲ ــــ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ۔ وُجُوْہٌ مبتدار نَاضِرَۃٌ اس کی خبر، اور یَوْمَئِذٍ خبر کا ظرف۔ نَاضِرَۃٌ و نَضْرٌ وَنَضَارَۃٌ (باب نصر، سمع، کرم) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ بمعنی ترو تازہ، پُر رونق،

وُجُوْہٌ: مبتدا ہے یہاں یا تو مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی اہل قرب کے چہرے یا صفت محذوف ہے، یعنی بہت سے چہرے: کیونکہ وُجُوْہٌ نکرہ ہے اور جب تک اس میں کوئی تخصیص نہ ہو مبتدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یا تو مضاف الیہ کو محذوف مانا جائے گا یا صفت مخصصہ کو۔

یا یوں کہا جائے کہ وُجُوْہٌ سے وُجُوْہٌ مِّنْھُمْ مراد ہے یعنی انسانوں کے کچھ چہرے ہوں گے (اس وقت وُجُوْہٌ خبر ہوگا اور مِنْھُمْ مبتدا۔ یا مِنْھُمْ ظرف اور وُجُوْہٌ اس کا فاعل)

۷۵ : ۲۳ ــــ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَۃٌ۔ نَاظِرَۃٌ خبر اِلٰى رَبِّهَا متعلق خبر، نَاظِرَۃٌ

نَاظِرَۃٌ باب ضرب و سمع) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی دیکھنے والی۔

ترجمہ آیات ۲۲ ، ۲۳ — کئی چہرے (یا اہل قرب کے چہرے) تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۷۵ : ۲۴ —— وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَۃٌ : واؤ عاطفہ ہے وُجُوْہٌ (اہل قرب کے چہرے کے بالمقابل کافروں کے چہرے یا کچھ چہروں کے مقابل میں کچھ اور چہرے) مبتدا ر بَاسِرَۃٌ اس کی خبر۔ یومئذ متعلق خبر،

بَاسِرَۃٌ اداس ، بے رونق ، پریشان ، بَسْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ اصل میں بَسْرٌ کے معنی ہیں وقت سے پہلے کسی چیز کے متعلق جلدی کرنے کے ہیں یہاں وقت سے پہلے اداس ہونا۔ اور تیور بگڑ جانا مراد ہے، مجازاً اس کے معنی ترش رو ہونے اور منہ بگاڑنے کے بھی آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور کئی چہرے یا کافروں کے چہرے اس روز اداس اور بے رونق ہوں گے۔

---

۷۵ : ۲۵ —— تَظُنُّ اَنْ یُّفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ ۔ یہ جملہ بَاسِرَۃٌ کی صفت ہے تَظُنُّ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ گمان کرتی ہے وہ خیال کرتی ہے اَنْ مصدریہ یُفْعَلَ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) بِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب وجوہ باسرۃ کے لئے ہے۔

فَاقِرَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث، یہ اگرچہ اسم فاعل مؤنث ہے لیکن غالباً ان اسماء کی جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے جو موصوف سے بے نیاز ہیں۔ اور بغیر کسی ذات کے اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے دَاھِیَۃٌ (آفت، بلا) دَاھِیَۃٌ (ہوشیار، چالاک، عیار مرد وعورت) اسی لئے منتہی الارب میں اس کا ترجمہ بلا و سختی لکھا ہے اور محلیؒ نے فقرات ظہر، یعنی پشت کے مہرے توڑ دینے والی مصیبت لکھا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

(وجوہ باسرہ) خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا (ضیاء القرآن)

خیال کرتے ہوں گے کہ ان پر کوئی کمر توڑ مصیبت ڈالی جائے گی (تفسیر حقانی)

اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے (تفہیم القرآن)

۷۵ : ۲۶ — کَلَّا ۔ یہ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ سے بازداشت ہے

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :۔

یہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے بازداشت ہے ۔ گویا یوں کہا گیا ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے باز رہو۔ موت کو یاد کرو، موت کے وقت دنیا ختم ہو جائے گی ۔ اور غیر فانی آخرت سامنے آجائے گی ۔

— اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۔ اِذَا شرطیہ ہے اور اِلٰی رَبِّکَ ...... جزاء ہے بَلَغَتْ ماضی واحد مؤنث غائب بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ پہنچی ، بَلَغَتْ کا فاعل نَفْسٌ محذوف ہے التَّرَاقِيَ تَرْقُوَۃٌ کی جمع ہے بمعنی ہنسلی ۔ ہنسلی کی ہڈیاں ۔ ہنسلی کی ہڈیوں تک جان کا آجانا موت کا قریب آجانا ہے ۔

۷۵ : ۲۷ — وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے قِيْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر اور کہا جائے گا یعنی پاس والے لوگ کہیں گے مَنْ استفہامیہ ہے بمعنی کون ؟

رَاقٍ رَقْيٌ وَرُقْيَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے جادو ٹونہ کرنے والا ۔ دم کر کے پھونکنے والا ۔ جھاڑ پھونک کرنے والا ۔

ترجمہ ہوگا :۔

اور (لوگ) کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ۔

۷۵ : ۲۸ — وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ : اس کا عطف بھی جملہ بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ پر ہے ظَنَّ ماضی واحد مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے ۔ اس نے جان لیا ۔ اس کو یقین ہو گیا ۔ ضمیر فاعل مرنے والے کی طرف راجع ہے ۔ اور مرنے والے کو یقین ہو گیا کہ اب آیا وقت جدائی کا ۔

ظَنٌّ بمعنی گمان کرنا ۔ خیال کرنا ۔ اٹکل کرنا ۔ بھی آتا ہے ۔

۷۵ : ۲۹ — وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اور اس کا عطف بھی حسبِ سابق ہے ۔ اِلْتَفَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِلْتِفَافٌ (افتعال) مصدر ۔ لفٌّ مادہ بمعنی لپٹ جانا ۔ منضم ہو جانا ۔ سَاقٌ : پنڈلی ۔

یعنی جب ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی (اور آدمی) کو اس کے ہلانے کی طاقت نہیں ہوگی ۔

۷۵ : ۳۰ — اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ یہ جملہ، جملہ شرطیہ کا جواب ہے۔ الْمَسَاقُ مبتدا۔ اِلٰی رَبِّكَ اس کی خبر، يَوْمَئِذٍ ظرف، خبر کو حصر کے لئے مقدم لایا گیا ہے۔ یعنی اس روز اللہ ہی کی طرف مرنے والے کا رجوع ہوتا ہے۔ اللہ ہی جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کسی اور کی طرف مرنے کی واپسی نہیں ہوتی۔

۷۵ : ۳۱ — فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى۔ لَا صَدَّقَ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ تَصْدِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اس نے تصدیق نہیں کی۔ اس نے سچ نہ مانا۔ یعنی اس نے رسول یا قرآن کی تصدیق نہیں کی۔ یا مال کی زکوٰۃ نہیں دی۔

وَلَا صَلّٰى اور نہ ہی اس نے فرض کردہ نماز ادا کی۔

فَلَا صَدَّقَ کا عطف اَيَحْسَبُ کے مضمون پر ہے کیونکہ استفہام سے مراد ہے زجر (اور کسی چیز پر زجر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز واقع ہو چکی ہو۔ اسی لئے اس پر زجر کی جاتی ہے) تو گویا مطلب اس طرح ہوگا۔

انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہیں جوڑیں گے اور اس کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائیں گے۔ اسی لئے نہ وہ تصدیق کرتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔

صَدَّقَ وصَلّٰى کی ضمیریں الانسان کی طرف راجع ہیں۔

کلام کی رفتار بتا رہی ہے کہ آیت میں عدی بن ربیعہ مراد ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷۵ : ۳۔ لیکن بغوی کے نزدیک ابوجہل مراد ہے یہ تعیین شخصی اس وقت مراد ہوگی اگر اَلْاِنْسَانُ کے الف لام کو ال عہدی قرار دیا جائے لیکن اگر الف لام جنسی ہو تو عدی، ابوجہل (اور ان جیسے سب انسان) الانسان میں داخل ہوں گے (تفسیر مظہری)

۷۵ : ۳۲ — وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى بلکہ اس نے تکذیب کی (رسول کی) اور (آپ پر ایمان لانے سے) منہ پھیر لیا۔

تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّيٌ (تفعّل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ تَوَلِّيٌ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے، والی یا حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے کہ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵ : ۵۱) اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔ اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (۵۱ : ۵۴) تو ان سے اعراض کرو

تم کو (ہماری طرف سے) کوئی ملامت نہ ہوگی ۔

۷۵ : ۳۳ ـــــ یَتَمَطّٰی ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَمَطِّیٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے ۔ غرور سے اکڑتا ہوا ۔ ناز سے مٹکتا ہوا ۔ ذَھَبَ کے فاعل سے حال ہے ۔

۷۵ : ۳۴ ـــــ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۔ اَوْلٰی افعل التفضیل کا صیغہ ہے (جملہ بد دعائیہ ہے) زیادہ لائق ۔ زیادہ قریب ۔ زیادہ مستحق ۔ (ولی سے ، جس کے معنی پے در پے اور مسلسل واقع ہونے کے ہیں اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں آیا ہے ۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (۳۳ : ۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں ۔ اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں جب اَوْلٰی کا صلہ لام واقع ہو (جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں) تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اس صورت میں برائی اور خرابی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے ۔

سو اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی کے معنی ہوں گے : تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے ،، گذشتہ کلام میں یَتَمَطّٰی تک الانسان کا ذکر بصیغہ غائب تھا ۔ یہاں خطاب کی ضمیر نفرت اور حقارت کے اظہار کے لئے لائی گئی ہے ۔

۷۵ : ۳۵ ـــــ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی : ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے ایسے موقع پر معنی ہوتے ہیں ۔ اس سے بھی بڑھ کر ، یعنی تیرے لئے اس سے بھی بڑھ کر خرابی اور بربادی ہو ۔

اسی معنی میں حضرت علی کا شعر ہے ۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ ۔ شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَکْلِ الطَّعَامِ :

شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے ۔ کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے

۷۵ : ۳۶ ـــــ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی ، جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ : ملاحظہ ہو ۷۵ : ۳ متذکرۃ الصدر ، کیا انسان خیال کرتا ہے اَنْ مصدریہ بمعنی کہ ۔ یُتْرَکُ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) تَرْکٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ چھوڑ دیا جائے گا ۔ سُدًی ۔ بے قید ، مہمل ۔ کہ نہ کسی بات پر مامور ہو اور نہ کسی چیز سے اسے روکا جائے ۔ اِسْدَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہمل چھوڑ دینے کے ہیں ۔ اسم ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے ۔

سُدًی ۔ بے کار چھوڑے ہوئے اونٹ ۔ شتر بے مہار ۔ سُدًی ۔ یُتْرَکُ کی ضمیر نائب فاعل سے حال ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کو یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور نہ کسی فعل سے منع کیا جائے گا۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی پابندی امرونہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (۵۱: ۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔

۷۵: ۳۷ — اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى : جملہ مستانفہ ہے، انسان کے خیالِ بالا کے ابطال کے لئے آیا ہے۔ اَ ، ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ یَكُ مضارع نفی جحد بلم کیا وہ نہیں تھا۔

نُطْفَةً فعل لَمْ یَكُ کے فاعل سے حال ہے ایک نطفہ کی حالت میں۔ نطفہ مائع چیز کا وہ قطرہ جو بوقت مجامعت مرد کے آلہ تناسل سے اچھل کر عورت کے رحم میں ٹپک جاتا ہے۔ اس کی جمع نُطَافٌ ہے۔

مِنْ مَّنِیٍّ نطفہ کی صفت، منی کا قطرہ،

یُمْنٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جو ٹپکایا جاتا ہے جو ٹپکایا گیا۔ اس میں ضمیر نائب فاعل منی کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

کیا وہ نہیں تھا (ابتدا میں) منی کا ایک (حقیر) قطرہ جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے

۷۵: ۳۸ — ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً : ای صار المنی قطعۃ دم جامد بعد اربعین یومًا (مدارک التنزیل۔ پھر وہ منی ایک منجمد خون کا لوتھڑا بن گئی۔

فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۔ فَ تعقیب کا۔ سَوّٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَةٌ (تفعیل) مصدر سے، جس کے معنی بلندی یا پستی میں برابر بنانے کے ہیں۔ پھر اس نے پورا پورا بنایا۔ ای فخلق اللہ منہ بشرًا سویا۔ (مدارک۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس لوتھڑے سے ایک مکمل انسان پیدا کیا۔

۷۵: ۳۹ — فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ، پھر اس انسان کا زوج (دو ہم نظیر شکلوں کا جوڑا) بنایا۔

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ، مرد اور عورت۔ یہ زوجین کا بدل ہے۔

۷۵: ۴۰ — اَلَیْسَ ذٰلِكَ : اَ : ہمزہ استفہامیہ اقراری ہے۔ یعنی قادر ہے۔ لَیْسَ

ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلَیْسَ کیا وہ نہیں ہے۔ اس سے صرف ماضی کی گردان آتی ہے۔ مضارع، امر، اسم فاعل، اسم مفعول، اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ غیر منصرف کہلاتا ہے افعال ناقصہ میں سے ہے اور ماضی کا معنی رکھتا ہے۔

ذٰلِکَ ای ھوالذی فعل ھذا وانشأ الاشیاء اول مرۃ ۔ وہ ذات کہ جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ اور ہر چیز کو اول مرتبہ نیست سے ہست کر دیا۔ خدائے پاک ذات خالق کائنات،

ع
= اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی ۔ اَنْ مصدریہ۔ یُحْیِیَ مضارع واحد مذکر غائب یہاں مضارع بمعنی مصدر ہے۔ زندہ کرنے پر۔

اَلْمَوْتٰی۔ مَیِّتٌ کی جمع ہے۔ مُردے۔

ترجمہ ہوگا:۔
تو کیا ایسی ذات اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ مُردوں کو زندہ کر دے ؟
سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ بَلٰی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۷۶) سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَكِّيَّةٌ (۳۱)

۷۶: ۱ـــــ ھَلْ اَتٰی: استفہام تقریری ہے ھَلْ بمعنی قَدْ ہے۔ بیشک آچکا ہے بے شک گذر چکا ہے۔ عَلَی الْاِنْسَانِ ۔ انسان سے عام انسان مراد ہے یا حضرت آدم علیہ السلام۔

اگلی آیت میں، الانسان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسے نطفہ امشاج سے پیدا کیا۔ امام فخرالدین رازی نے دونوں جگہ الانسان سے مراد عام انسان لیا ہے (اضواء القرآن)

ـــــ حِيْنٌ: طائفۃ محدودۃ من الزمان الممتد الغیر المحدودۃ (بیضاوی) طویل ولامحدود زمانہ کا ایک محدود حصہ:

الدَّھْرِ: طویل غیر محدود زمانہ

ـــــ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا جملہ محل نصب میں ہے اور الانسان سے حال ہے لَمْ يَكُنْ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں تھا۔ شَيْئًا موصوف مَذْكُوْرًا۔ ذِكْرٌ سے اسم مفعول۔ صفت شئی کی۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ:۔

انسان پر ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ اس وقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا۔ کوئی انسان کے نام سے واقف نہ تھا۔

۷۶: ۲ـــــ نُطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ (موصوف وصفت نطفۃ قطرہ منی)

اَمْشَاجٍ ۔ مَشَجَ يَمْشُجُ مَشْجٌ (باب نصر) بمعنی ملانا۔ خلط ملط کرنا، سے مشتق ہے اَمْشَاجٍ بمعنی مخلوط یہ جمع ہے اور نطفہ کی صفت استعمال ہوا ہے نطفہ اگرچہ لفظاً واحد لیکن معنًی اس بناء پر جمع لیا گیا ہے کہ اس میں مرد وعورت کا نطفہ (پانی) مخلوط ہوتا ہے۔

اور ہر نطفہ اجزاء، خواص، رقت، قوام کے لحاظ سے مختلف و منفرد ہوتا ہے

نَبْتَلِیْہِ: مضارع جمع متکلم اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر سے ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے، ہم اس کی آزمائش کریں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :۔

۱:۔ یہ خَلَقْنَا کے فاعل سے حال ہے والمراد مریدین ابتلاءہ واختبارہ بالامر والنھی (مدارک التنزیل، روح المعانی)

اور مراد ہماری اس کی آزمائش اور امتحان اوامر و نواہی کا مکلف بنانے کے بعد لینا تھا۔

۲:۔ یہ معلول ہے جس کی علت الانسان کو نطفہ امشاج سے پیدا کرنا ہے لام علت محذوف ہے۔ ای خلقنہ لنختبرہ بالامر والنھی تاکہ اوامر و نواہی کے ذریعہ اس کی آزمائش کریں۔ (تفسیر خازن)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷ : ۲) اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے

فَجَعَلْنٰہُ۔ ف سببیہ ہے ای بسبب ذٰلک (جلالین) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر الانسان کے لئے ہے۔ ہم نے اس کو بنایا۔

سَمِیْعًا بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے سننے والا۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

بَصِیْرًا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے بمعنی دیکھنے والا۔

ترجمہ ہوگا :۔

بے شک ہم نے انسان کو ایک نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔ تاکہ ہم اس کی آزمائش کریں بدیں وجہ ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔

۷۶ : ۳ ـــــ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ۔ ھَدَیْنَا ماضی جمع متکلم ھِدَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی ہدایت یاب کرنا۔ راستہ بتا دینا۔ ہدایت کرنا۔ بھلائی برائی کے حصول کے فطری راستے بتا دینا۔ یہاں اس کا مطلب ہے ہم نے اس کو حق کا راستہ بتا دیا۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

السَّبِیْلَ : منصوب بوجہ مفعول ھَدَیْنَا کے۔ والسبیل الطریق السوی سیدھا راستہ، راہِ حق۔

اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا: اِمَّا بمعنی اگر، یا۔ شَاکِرًا شُکْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شکرگذار، احسان مند۔

کَفُوْرًا۔ کُفْرَانٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر۔ بڑا ناشکرا۔ بڑا احسان فراموش۔

شَاکِرًا اور کَفُوْرًا کے انتصاب میں متعدد اقوال ہیں۔

۱:۔ دونوں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر سے حال ہیں۔

۲:۔ کلام یوں ہے: انا ھدینٰہ السبیل لیکون اما شاکرًا واما کفورًا۔ ہم نے اس کو راہ حق بتادی اب چاہے وہ شکرگذار بنے یا چاہے احسان فراموش بنے۔ عربی میں کہتے ہیں:۔

قد نصحت لک ان شئت فاقبل وان شئت فاترک میں نے تجھے نصیحت کردی ہے اب چاہے قبول کر یا چھوڑ دے۔

۳:۔ اِمَّا مرکب ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ سے۔ ای بینا لہ الطریق ان شکر وان کفر۔ ہم نے اس کو سیدھا راستہ بتادیا ہے اگر وہ شکرگذار ہوتا ہے یا وہ انکار کرتا ہے (یہ اس کی مرضی ہے)

۷۶:۴ — اَعْتَدْنَا ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

سَلٰسِلَا: سِلْسِلَۃٌ کی جمع ہے زنجیریں۔ بعض کے نزدیک یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور یہ قائم مقام دو اسباب منع صرف کے ہے۔ اسی لئے غیر منصرف ہے اور بدیں وجہ اس پر تنوین نہیں آئی

اَغْلٰلًا۔ غُلٌّ کی جمع۔ طوق، ہتھکڑیاں۔ غُلّ اس شے کو کہتے ہیں جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔

— سَعِیْرًا دھکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ بروزن فعیلٌ بمعنی مفعول ہے۔

سَلٰسِلَا و اَغْلٰلًا۔ و سَعِیْرًا منصوب بوجہ مفعول فعل اَعْتَدْنَا کے ہیں۔

۷۶: ۵ — اَلْاَبْرَارَ: نیک لوگ، بَرٌّ یا بَارٌّ کی جمع۔ (باب ضرب، سمع) مصدر، بمعنی نیک ہونا۔ راست باز ہونا۔ بِرٌّ (باب نصر، ضرب) اچھا سلوک کرنا۔ اطاعت کرنا اَلْبَرُّ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر وسعت معنی کے لحاظ سے اس سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا ہے جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنا کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲:۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّہٗ (یعنی بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی)

چنانچہ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت بندہ کی طرف ہو تو اطاعت اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں اَبْرَارٌ سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو اپنے ایمان میں سچے اور اپنے رب کے فرمانبردار ہیں یَشْرَبُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب شُرْبٌ (باب سمع) مصدر، وہ پئیں گے مِنْ کَاْسٍ: کَاْسٍ شربت (کوئی بھی پینے والی چیز، پانی وغیرہ) سے بھرے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً شَرِبْتُ کَاْسًا طَیِّبَۃً میں نے پاکیزہ پیالہ پیا، یعنی پیالہ میں پاکیزہ شربت پیا۔

مِنْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ مِنْ ابتدائیہ ہے یعنی ابرار پینے کی چیزیں پینے کے برتن سے پئیں گے۔

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پینے سے پینے کی چیز مراد ہو اس وقت مِنْ زائدہ ہوگا۔

۳۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی کچھ شربت پئیں گے۔

۴۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ سوال ہے کہ کیا پئیں گے جواب ہوگا شربت پئیں گے۔

— کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا۔ کَانَ فعل ناقص مِزَاجُ مضاف اسم کان ھَا مضاف الیہ (ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کَاْسٍ ہے) کَافُوْرًا۔ اس کی خبر مَزَاجٌ مصدر رہے۔ باہم ملانا۔ ملا کر یک ذات کرنا۔ ملاوٹ، ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ مَزَجَ یَمْزُجُ (باب نصر) مِزَاجٌ باہم پانی سے ملانا۔ ترجمہ ہوگا:۔

جس میں کافور کی آمیزش ہوگی:

فائدہ : سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافور نہ تو پینے والی چیز ہے اور نہ ہی اس کا ذائقہ مرغوب ہے تو بہشت کے اس مشروب کو خصوصی طور پر کافور کیوں بیان کیا گیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ:۔

۱۔ بہشت کی نعمتیں دنیوی نعمتوں سے کئی گنا بہتر ہوں گی۔ ان کو اس دنیا کے نام سے بیان کرنا محض انسان کو سمجھانے کے لئے ہے

۲۔ کافور سے مراد یہ بھی لی جا سکتی ہے کہ ٹھنڈک اور سکون آوری میں وہ بہشتی مشروب کافور کی مانند ہوگا

۳۔ سکون مشروب کے پینے سے اور اس کی خوشبو سے حاصل ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کو پیتے وقت کافور کی سی خوشبو آئے گی۔

۷۶ : ۶ — عَیْنًا بعض کے نزدیک کافور بہشت میں ایک چشمے کا نام ہے اس صورت میں عَیْنًا۔ کَافُوْرًا سے بدل ہے۔

اس صورت میں مطلب ہوگا:۔

کہ وہ مشروب جو ابرار لوگ بہشت میں پئیں گے اس میں چشمہ کافور کا شربت بھی شامل ہوگا

یَشْرَبُ بِھَا۔ اس کی تشریح میں علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں۔

با زائدہ ہے۔ اس کو پئیں گے۔ یا۔ یشرب لذت کے معنی کو متضمن ہے اور یَلْتَذُّ کے مفعول پر بآتی ہے اس لئے یشرب کے مفعول پر بھی ب لائی گئی ہے۔ یا ممزوجًا محذوف ہے بِھَا اس سے متعلق ہے۔ یا۔ باء ابتدائیہ کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے عِبَادُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر یشرب کا فاعل، جسے اللہ کے بندے پئیں گے۔

— یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا۔ یُفَجِّرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر وہ بہا کرلے جائیں گے۔ وہ اس چشمہ میں سے کاٹ کر (نکال کر) لے جائیں گے۔

الفجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ فَجَّرْتُہٗ فَانْفَجَرَ: میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہہ گیا۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب عَیْنًا کے لئے ہے تَفْجِیْرًا مفعول مطلق، مصدر کو تاکید کے لئے

لایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے بندے جنت کے اندر اپنے مکانوں اور محلات میں اوپر نیچے جہاں چاہیں گے اشارہ سے لے جائیں گے بلندی یا پستی یا اس قسم کی کوئی اور چیز اس میں رکاوٹ نہ بن سکے گی۔

۷:۷۶ — یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جملہ مستانفہ ہے جس میں ابرار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کا بیان ہے جن کی وجہ سے ان کو جنت کی مذکورہ بالا نعمتیں عطا ہوں گی۔

یُوْفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ پوری کرتے ہیں۔ وفی مادہ۔ اَلْوَافِیْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔

النَّذْرِ بطور اسم، بمعنی منت بطور مصدر بمعنی منت ماننا۔ نذر کا لغوی معنی ہے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

النذر کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء کرام لکھتے ہیں۔

النذر ھو ایجاب المکلف علیٰ نفسہ من الطاعات مالم یوجبہ لم یلزمہ۔ یعنی کسی مکلف (عاقل بالغ مومن کا) اپنے اوپر کسی ایسی چیز کا (نیکی اور عبادت کا) واجب کر لینا۔ کہ اگر وہ خود اس کو لازم کرے تو یہ اس پر لازم نہ ہو۔

گویا ابرار کی پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے کَانَ فعل ناقص شَرُّهٗ (مضاف مضاف الیہ) اسم کَانَ۔

مُسْتَطِيْرًا۔ اِسْتِطَارٌ (استفعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر صفت ہے یَوْمًا کی۔ یَوْمًا سے مراد روز قیامت ہے۔

مادہ ط ی ر سے مشتق ہے بمعنی پھیلا ہوا۔ عام۔ طَیَرَانٌ کا اصل معنی ہے اڑنا مجازاً کبھی اس سے سرعت رفتار مراد ہوتی ہے۔ جیسے فَرَسٌ مُطَارٌ۔ تیز رفتار گھوڑا۔ کبھی منتشر ہونا۔ اور پھیلنا۔ جیسے غُبَارٌ مستطار پھیلا ہوا غبار۔ اِسْتَطَارَ الْحَرِيْقُ: آگ بہت پھیل گئی۔ اِسْتَطَارَ الْفَجْرُ۔ صبح کی روشنی بہت پھیل گئی۔ اسی مادہ سے ہے طَائِرٌ بمعنی پرندہ۔ طَیَّارَۃٌ۔ بمعنی ہوائی جہاز۔ اور مَطَارٌ ہوائی اڈہ، ایرپورٹ

شَرُّهٗ (مضاف مضاف الیہ) اس کا شر۔ اس کی برائی۔ اس کی ہولناکی۔

یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیں گے۔ آسمان خاک ہو کر اڑ جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ

ریزہ ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یَوْمًا ہے۔

یہ ابرار کی دوسری صفت ہوگی۔ کہ وہ ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر ہر سو پھیلا ہوا ہوگا

۷۶ : ۸ ۔۔۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ يُطْعِمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِطْعَامٌ (افعال) مصدر۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں۔

عَلٰى حُبِّهٖ اس کی محبت پر۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں۔

مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ مسکینوں کو یتیموں کو، اسیروں کو، (ہر سہ منصوب بوجہ مفعول ہونے فعل یطعمون کے) اسیر بمعنی قیدی۔ یہ ابرار کی تیسری صفت ہے، خوبی ہے

۷۶ : ۹ ۔۔۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔ جملہ حالیہ ہے ای قائلین اِنَّمَا۔۔۔۔ یہ کہتے ہوئے: ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے۔ ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کسی شکر کے متمنی ہیں۔

لِوَجْهِ اللّٰهِ۔ لام (حرف جر) تعلیل کا۔ وَجْهِ مضاف بمعنی رضا۔ اللہ مضاف الیہ اللہ کی رضا کی خاطر۔

لَا نُرِيْدُ۔ فعل نہی۔ جمع متکلم۔ اِرَادَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم نہیں چاہتے ہیں۔

شُكُوْرًا۔ شَكَرَ يَشْكُرُ کا مصدر ہے بمعنی شکر کرنا۔ شکرگذاری۔

۷۶ : ۱۰ ۔۔۔ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا۔ اطعام کی پہلی علت لوجہ اللہ تھی۔ یہ دوسری علت ہے گویا حرف عطف اور حرف جر کو حذف کر کے لِوَجْهِ اللّٰهِ پر عطف کر دیا گیا ہے۔

اصل کلام یوں تھا۔

نُطْعِمُكُمْ طَمَعًا وَّخَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی خوشنودی اور ثواب کی طلب میں اور اللہ کے عذاب اور غضب کے خوف سے ہم تم کو کھانا کھلاتے ہیں۔

مِنْ رَّبِّنَا کا معنی ہے مِنْ عَذَابِ رَبِّنَا یعنی ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں

يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۔ يَوْمًا منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ ظرفیت کے "یہ عذاب اس دن ہوگا" یا اس دن کے عذاب سے" جو عبوس اور قمطریر ہوگا۔ عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا دونوں بوجہ يَوْمًا کی صفت کے منصوب ہیں۔

عَبُوْسًا: منہ بنانے والا۔ تیوری چڑھانے والا۔ ترش رو، سخت، منہ بگاڑ دینے والا۔

عَبُسٌ وَعُبُوْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں یہ یَوْمًا کی صفت واقع ہوا ہے۔ علامہ احمد فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ:۔

عبس الیوم کے معنی ہیں دن کے سخت ہونے کے۔ اس اعتبار سے یوم عبوس کے معنی سخت دن کے ہیں۔

اور قاموس میں یَوْمًا عَبُوْسًا کی تشریح میں لکھا ہے:

ای کریھا تعبس منه الوجوہ۔ ایسا مکروہ دن کہ جس سے منہ بگڑ جائیں۔

علامہ خازن نے تصریح کی ہے کہ:۔

یوم کو جو عبوس سے موصوف کیا ہے یہ مجاز ہے جس طرح کہ نہارہ صائم بولتے ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔

غرض مطلب یہ ہوا کہ اس دن میں لوگوں کے چہرے اس کے ہول اور شدت سے بگڑ جائیں گے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ:۔

چونکہ اس دن میں سختی اور شدت ہے اس لئے اس کو عبوس سے موصوف کیا گیا ہے

قَمْطَرِیْرًا: مصیبت اور رنج کا بہت طویل دن۔ (یعنی روز قیامت)، اصل محاورے میں قَمْطَرَتِ النَّاقَۃُ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹنی دُم اٹھا کر ناک چڑھا کر، منہ بنا کر مکروہ شکل اختیار کرلے۔ اس معنی کی مناسبت سے ہر مکروہ، بُرے، رنج دہ دن کے لئے استعمال ہونے لگا۔

اصل مادہ قطر ہے م زائدہ ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

ہم ڈرتے ہیں اس روز کے اللہ کے عذاب سے جو بڑا ترش اور سخت ہے۔

۷۶: ۱۱ — فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ۔ ف سببیہ ہے، وَقٰی (وہ بچالے گا) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وِقَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ وقی مادہ۔

یہاں اگرچہ فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور واقعہ کا تعلق مستقبل سے ہے: مستقبل کی تعبیر ماضی کے صیغہ سے اس لئے کردی ہے کہ گویا ایسا ہو ہی گیا۔

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اَلْاَبْرَارُ ہے۔ جن کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے: مطلب یہ کہ:۔ بہ سبب اس کے کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں،

اور اسیروں کو خدا کی رضا کی خاطر اور روز قیامت کی سختی کے خوف سے کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کسی شکر گذاری اور اجر کی خواہش نہیں رکھتے اللہ ان کو روز قیامت کے شر سے بچائے گا۔

شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ : ذٰلِكَ اسم اشارہ الیوم مشار الیہ دونوں مل کر شَرَّ مضاف کا مضاف الیہ۔ اس دن کے شر سے۔ جملہ فعل وَقٰى کا مفعول ہے شَرَّ سے مراد اس دن کی سختیاں

وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا۔ واؤ عاطفہ لَقّٰى ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور ان کو عطا کرے گا۔

اصل میں لَقّٰى کا مطلب ہے کسی کی طرف کسی چیز کو پھینکنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ (۶۷ : ۸) جب بھی اس میں کوئی جتھا پھینکا جائیگا اس لئے تلقیۃ کا مطلب ہے پھینکنا۔ لیکن اللہ کی طرف سے تَلْقِيَةٌ کا مطلب ہے وحی، عطاء

نَضْرَةً اسم منصوب۔ تر و تازگی۔ رونق (چہرہ کی)

چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۷۵ : ۲۲) کئی چہرے اس دن ترو تازہ ہوں گے، لقّٰى کا مفعول ثانی۔

سُرُوْرًا۔ خوشی۔ جو خوشی کہ اندر چھپ رہی ہو اس کا نام سُرُوْر ہے۔ لَقّٰى کا مفعول سوم ہے۔

اس آیت سے لے کر آیت ۲۱ تک ان انعامات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عالم آخرت میں عطا فرمائے گا۔

۷۶ : ۱۲ ــــ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ واؤ عاطفہ، جزٰى ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بدلہ دے گا۔ وہ جزا دے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (مفعول اول) ان کو۔ بَ سببیہ۔ مَا موصولہ۔ صَبَرُوْا اصلہ اور وہ ان کو صبر کے بدلہ میں عطا کرے گا۔ جَنَّةً : جنت۔ مفعول دوم۔ وَحَرِيْرًا اور ریشمی لباس مفعول سوم۔ حریر۔ ریشم (اسم ہے)

۷۶ : ۱۳ ــــ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ جملہ حال ہے۔ جزٰىهُمْ کی ضمیر مفعول هُمْ سے۔ مُتَّكِئِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَّكِئٌ واحد۔ اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔ فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنۃ ہے اَلْاَرَآئِكِ اریکۃ کی جمع۔ بہت سے تخت۔ اَرِيْكَةٌ

اس تخت کو کہتے ہیں جو مزین ہو اور جس پر پردہ لگا ہوا ہو۔

لَا یَرَوْنَ فِیْھَا۔ لَا یَرَوْنَ، مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں دیکھیں گے۔ وہ نہیں پائیں گے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (مفعول فیہ) کا مرجع جنۃ ہے

شَمْسًا مفعول دوم۔ سورج بمعنی سخت گرمی۔

وَلَا زَمْھَرِیْرًا۔ مفعول سوم۔ زَمْھَرِیْر۔ سخت ٹھنڈ۔ مطلب یہ کہ۔ وہاں جنت میں نہ سخت گرمی ہوگی اور نہ سخت ٹھنڈ ہوگی بلکہ وہاں کی ہوا معتدل اور خوشگوار ہوگی۔

جملہ محل نصب میں ہے اور ھُمْ ضمیر مفعول سے حال ہے۔ یا متکئین کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

۷۶: ۱۴ — وَدَانِیَۃً عَلَیْھِمْ ظِلٰلُھَا: اس جملہ کا عطف جملہ ما قبل پر ہے۔ اور اُسی طرح یہ بھی حال ہے۔ دَانِیَۃً۔ دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی قریب، نزدیک، جھکنے والی، لٹکنے والی۔ ظِلٰلُھَا مضاف مضاف الیہ۔ ان کے سائے جنت کے (باغوں کے) سائے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور جنت کے باغوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُھَا تَذْلِیْلًا، اس کا عطف دَانِیَۃً پر ہے جیسے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا (۶: ۹۷) میں جعل کا عطف فَالِقُ پر ہے۔ یا دَانِیَۃً کے ذو الحال سے حال ہے اور ذو الحال کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے یعنی ذُلِّلَتْ لَھُمْ (تفسیر مظہری)

ذُلِّلَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تَذْلِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پست کردی گئی۔ وہ مسخر کردی گئی۔ وہ تابع کردی گئی۔

قُطُوْفُھَا۔ قُطُوْفٌ جمع قِطْفٌ کی۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا کا مرجع جنت کے پھل ہیں۔

قَطْفٌ مصدر۔ درخت سے پھل توڑنا۔ قِطْفٌ وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں۔ (خواہ توڑے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں۔ توڑے جانے کے قابل ہوں) یہاں وہ پھل مراد ہیں جو اہل جنت کھڑے بیٹھے توڑ سکیں گے۔

تَذْلِیْلًا (تفعیل) مصدر ہے۔ بطور مفعول مطلق برائے تاکید استعمال ہوا ہے۔ ذِلّ

صعوبت کی ضد ہے۔ مطلب یہ کہ جنت کے باغوں کے پھلوں کا حصول ان کے لئے آسان بنا دیا جائے گا۔

۷٦: ۱۵۔ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ واؤ عاطفہ ہے یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے جنتیوں کے لئے رہنے سہنے اور میووں اور پھلوں کے علاوہ سامان خورد ونوش بھی شاہانہ ہوگا۔

يُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِطَافَةٌ (افعال) مصدر۔ دور چلایا جائیگا

عَلَيْهِمْ اُن پر۔ یا اُن میں۔ یعنی بہشتیوں میں۔

اٰنِيَةٍ۔ جمع اِنَاءٌ کی جیسے اَكْسِيَةٌ جمع ہے كِسَاءٌ کی (کمبل) یا اَغْطِيَةٌ۔ جمع ہے غِطَاءٌ کی، (پردہ)

مِنْ بیانیہ ہے۔ فِضَّةٍ۔ چاندی۔ یعنی چاندی کے بنے ہوئے برتن۔

مطلب ہے کہ خورد ونوش کی چیزیں چاندی کے بنے ہوئے برتنوں میں مہیا کی جائیں گی!

وَاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۔ اس جملہ کا عطف جملہ ما قبل پر ہے۔ اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے۔

اَكْوَاب جمع ہے كُوْبٍ کی اس آبخورے یا پیالے کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو

اَلْكُوْبَةُ اس ڈگڈگی کو کہتے ہیں جو تماشہ کے وقت مداری بجاتے ہیں۔

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۔ صفت ہے اَكْوَابٍ کی، قَوَارِيْرَا۔ جمع ہے قَارُوْرَةٌ کی شیشہ۔ شیشے کا برتن، گلاس ہو یا صراحی یا کچھ اور۔ چاندی کے قواریر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کی سفیدی اور شیشے کی طرح صفائی ان برتنوں میں ہوگی۔

كَانَتْ اگر فعل تام ہے تو قَوَارِيْرَا حال ہوگا یعنی وہ کوزے بنے ہوتے ہیں اور مثل بلور کے ہیں اور كَانَتْ فعل ناقص لیا جائے تو قَوَارِيْرَا اس کی خبر ہوگا۔ یعنی وہ کوزے صفائی بلوری جام کی طرح ہیں (تفسیر مظہری)

۷٦: ۱٦۔ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ یہ جملہ بدل ہے پہلے قَوَارِيْرَا کا جو آیت ۱۵ میں آیا ہے

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا۔ یہ جملہ صفت ہے قواریرا کا۔

قَدَّرُوْا ماضی کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع قواریرا ہے۔ وہ (یعنی اہل جنت کے خادم) پینے والوں کی خواہش کے بقدر دیں گے۔

تَقْدِيْرًا مفعول مطلق ہے اور تاکیدا لایا گیا ہے۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا۔ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ يُطَافُ عَلَيْهِمْ پر ہے۔ يُسْقَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور وہ پلائے جائیں گے۔ یعنی ان کو پینے کے لئے دیا جائے گا۔

فِيهَا ای فی الجنۃ۔

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا: (ایسی شراب کے جام جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی زنجبیل، سونٹھ، جنت میں ایک چشمہ کا نام۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵ متذکرۃ الصدر۔

۷۶: ۱۸۔۔۔ عَيْنًا فِيهَا: اگر زنجبیل کو چشمہ کا نام کہا جائے تو عَيْنًا اس سے بدل ہوگا ورنہ كَأْسًا سے بدل ہوگا۔ اور مضاف محذوف ہوگا۔

تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا۔ اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جو مشروب آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جائے اور خوش گوار ہو وہ سلسبیل ہے سَلْسَلَ سَلْسَالًا و سَلْسَبِيلًا آسانی اور خوش گواری کے ساتھ حلق میں اتر گیا۔

۷۶: ۱۹۔۔۔ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ۔ اس جملہ کا عطف بھی يُطَافُ عَلَيْهِمْ پر ہے۔

يَطُوفُ مضارع واحد مذکر غائب، طَوْفٌ (باب نصر) مصدر، چکر لگاتے رہیں گے، ان کی خدمت کے لئے گھومتے ہوں گے۔

وِلْدَانٌ جمع وَلَدٌ واحد بچے، جنت کے غلمان۔ مُخَلَّدُونَ، تَخْلِيدٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر: سدا رہنے والے، یعنی نہ مریں گے اور نہ بوڑھے ہوں گے۔

إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا۔ اس میں پہلا جملہ شرط ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ حَسِبْتَهُمْ۔ حَسِبْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ يَحْسِبُ) مصدر بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔ سمجھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو نے ان کو جانا۔ تو نے ان کو خیال کیا: تو ان کو سمجھے یا خیال کرے۔

لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا۔ موصوف وصفت، بکھرے ہوئے موتی، لُؤْلُؤًا اکی جمع لَآلِيٌ ہے۔ مَنْثُورًا۔ نَثْرٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول واحد

مذکر ہے ۔ بکھرا ہوا۔ لؤلؤا منثورا ھم ضمیر مفعول سے حال ہے

۷۶ : ۲۰ — وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ - واؤ عاطفہ رایت ماضی واحد مذکر حاضر رَاَیْتَ فعل متعدی ہے لیکن یہاں ظاہر یا مقدر اس کا مفعول مذکور نہیں ہے لہٰذا قائم مقام فعل لازم کے ہے۔

ثَمَّ بمعنی وہاں ۔ وہیں ، اس جگہ ۔ اسم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار اصل کے ظرف ہے ۔ یہاں رَاَیْتَ کے ظرف مکان کے طور پر آیا ہے بمعنی وہاں۔ یعنی جنت میں ۔

اِذَا کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱۔ یہ ظرف زمان ہے ۔ (زجاج ۔ ریاشی)

۲:۔ یہ ظرف مکان ہے (مبرد ، سیبویہ)

(۳) اکثر و بیشتر اِذَا شرط ہوتا ہے ۔

مفسرین نے تینوں معنوں میں اس کا استعمال کیا ہے۔

۱۔ ظرف زمان : اور جب تو وہاں (کی نعمتیں) دیکھے گا ۔ تو تجھ کو وہاں بڑی نعمت اور شاہی سازو سامان نظر آئے گا ۔ (تفسیر حقانی)

۲:۔ ظرف مکان ۔ اور جدھر بھی تم وہاں دیکھو گے تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئیگی (تفسیر ضیاء القرآن)

۳:۔ اذا شرطیہ ۔ اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (تفسیر ماجدی)

مطلب یہ کہ جنت میں نعمتیں ہی نعمتیں نظر آئیں گی اور ایک وسیع مملکت ہو گی جو خداوند کریم نے اپنے ایک ایک بندے کو دیدی ہے

نَعِیْمًا ۔ اسم منصوب ۔ کثیر نعمت ، مُلْکًا بادشاہی ، سلطنت (باب ضرب سے مصدر بھی ہے) مُلْکًا کا عطف نَعِیْمًا پر ہے اور کَبِیْرًا صفت ہے مُلْکًا کی ۔ بڑی وسیع مملکت ۔

۷۶ : ۲۱ — عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۔ عٰلِیَھُمْ ان کے اوپر کی پوشاک ۔ جو چیز اوپر ہے اور بالا ہو وہ عالی ہے ۔ اوپر کی پوشاک میں بھی چونکہ یہ بات موجود ہے اس لئے وہ بھی عالی ہے اور یہاں اس لفظ سے یہی معنی مراد ہیں ۔ عَالِیْ

مضاف (بمعنی فوق) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ عَالِیَ منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے (ای فوق)، ھُمْ کی ضمیر کا مرجع اہل جنت ہیں نہ کہ ان لڑکوں کے لئے ہے جو اہل جنت کی خدمت کے لئے دوڑے پھر رہے ہوں گے (تفہیم القرآن جلد ششم فٹ نوٹ نمبر ۳۳ زیر آیت ۲۱۔ سورۃ الدھر)

ثِیَابُ ثَوْبٌ کی جمع ہے کپڑے۔ لباس

سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم، باریک دیبا۔ خُضْرٌ سبز، ہرے۔ اَخْضَرُ، خَضْرَاءُ کی جمع (اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر)

اِسْتَبْرَقٌ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیبا۔

ثِیَابُ خُضْرٌ مبتدا، مؤخر۔ عٰلِیَھُمْ خبر مقدم ہے:

ثِیَابُ سُنْدُسٍ مضاف مضاف الیہ۔ خُضْرٌ صفت ہے ثِیَابُ کی، واو عاطفہ (سندس مبتدا، مؤخر (عٰلِیَھُمْ خبر مقدم)

ترجمہ ہو گا:۔

ان (اہل جنت) کے اوپر لباس ہو گا سبز باریک ریشم کا۔ اور ریشم کے زرین موٹے کپڑے کا

وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ۔ واؤ عاطفہ، حُلُّوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب تحلیۃ (تفعیل) مصدر (بمعنی زیور پہنانا۔ ان کو زیور پہنایا گیا۔ ان کو آراستہ کیا گیا۔

حَلْیٌ زیور۔ (واحد) حُلِیٌّ (جمع۔ جیسے ثَدْیٌ کی جمع ثُدِیٌّ ہے (بمعنی پستان)

حُلُّوْا ماضی بمعنی مستقبل ہے ان کو پہنائے جائیں گے۔ وہ پہنائے جائیں گے۔

اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے،

مِنْ فِضَّةٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔ چاندی کی بنی ہوئی۔ چاندی کی،

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

آیت ۱۸-۳۱ میں ہے یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ (ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے)

صاحب تفہیم القرآن اس فرق کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:۔

سورۃ الکہف ۳۱ میں فرمایا گیا ہے ویحلون فیھا من اساور من ذھب۔ اور یہی مضمون سورۃ الحج ۲۲ آیت ۲۳ اور سورہ فاطر (۳۵-۳۳) میں بھی ارشاد ہوا ہے ان سب آیتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ کبھی وہ چاہیں گے تو سونے

کے کنگن پہنیں گے۔ اور کبھی چاہیں گے تو چاندی کے کنگن پہنیں گے دونوں چیزیں ان کے حسب خواہش موجود ہوں گی۔

دوسرے یہ کہ سونے اور چاندی کے کنگن وہ بیک وقت پہنیں گے کیونکہ دونوں کو ملا دینے سے حُسن دوبالا ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جس کا جی چاہے گا سونے کے کنگن پہنیگا اور جو چاہے گا چاندی کے کنگن استعمال کرے گا۔ (تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ الدھر فٹ نوٹ نمبر ۲۴)

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے سَقٰی ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی پلانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اہل جنت ہے۔

رَبُّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ شَرَابًا طَهُوْرًا موصوف صفت منصوب بوجہ مفعول فعل سَقٰی۔ اور ان کا پروردگار ان کو شَرَابًا طَهُوْرًا پلائے گا۔

شَرَابًا طَهُوْرًا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:۔

ان اقوال سے بہتر وہ قول ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہاں شراب کی ایک اور خاص قسم مراد ہے جو دونوں مذکورہ اقسام (متصف بہ مزاج کافور و متصف بہ مزاج زنجبیل) سے اعلیٰ ہے اسی کو عطا فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور اسی کو شراب طہور فرمایا ہے کیونکہ اس کو پینے والا تمام حسّی لذتوں کی طرف میلان اور غیر اللہ کی رغبت سے پاک ہو جاتا ہے صرف جمالِ ذات کا معائنہ کرتا ہے اور دیدارِ الٰہی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور یہ صدیقین کے درجہ کی انتہا ہے اور ابرار کے ثواب کا اختتام ہے:

۷۶:۲۲ —— اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً: اِنَّ حرفِ تحقیق هٰذَا اسم اشارہ جس کا مشارٌ الیہ وہ نعمتیں اور فیوض ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جو ابرار کو ان کے اعمال صالحہ کے بدلے میں جنت میں ان کو دیئے جائیں گے۔ هٰذَا۔ اسم کان لَكُمْ جَزَآءً خبر کان۔ جملہ سے قبل عبارت قِيْلَ لَهُمْ محذوف ہے۔

یعنی اہل جنت سے کہا جائے گا یہ تھی تمہاری جزاء اور تمہاری دنیاوی کوششوں ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے كَانَ فعل ناقص

سَعْیُکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اسم کانَ مَشْکُوْرًا اس کی خبر۔ اور کہا جائے گا: تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۔

مَشْکُوْرًا کا معنی مقبول، پسندیدہ، ستائش کے لائق۔ قابل ثواب:

۷٦:۲۳ ـــ نَزَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم تنزیل (تفعیل) مصدر۔ بطور مفعول مطلق تاکیدًا لایا گیا ہے، مراد یہ کہ قرآن مجید کو ہم نے آیت آیت کر کے نازل کیا۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مراد یہ ہے کہ آیت آیت کر کے نازل کیا یک دم مجموعہ نازل نہیں کیا۔ نَحْنُ مسندالیہ (مبتدا) ہے نَزَّلْنَا خبر فعلی ہے۔ جملہ کو اِنَّا سے شروع کیا ہے نَزَّلْنَا خود جمع متکلم ہے لیکن نَحْنُ کا اس پر اضافہ کر کے فاعل کی طرف فعل کی اسناد کو مکرر کر دیا۔ یہ طرز کلام کلام کو بہت مؤکد کر دیتا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ تفریق کے ساتھ قرآن کو نازل کرنے میں حکمت اور مصلحت ہے (ایک دم مجموعہ نازل کرنے سے وہ مصلحت اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا) پھر فعل کی نسبت اپنی طرف کرنے سے اختصاص کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کہ ہم نے ہی نازل کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں یہ فعل ہمارا ہی ہے) اور حکیم کا فعل بنیاز حکمت ہوتا ہے۔ (خدا حکیم ہے اس کا یہ فعل حکمت سے خالی نہیں)

۷٦:۲۴ ـــ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ ف سببیہ ہے (ف سے پہلے کا کلام بعد والے حکم کا سبب ہے۔ یعنی جب تم نے نیکوں اور بدوں کا حال جان لیا۔ اور جزا و سزا کی تاخیر کا سبب بھی جان لیا۔ تو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ پر صبر کرو۔ کافروں کو عذاب دینے کی جلدی مت کرو۔ کافروں پر فتح یاب ہونے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہو اور جب تم جانتے ہو کہ قرآن خدا نے ہی نازل کیا ہے تو اس کے تشریعی احکام پر صبر کرو۔

اِصْبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کر۔

وَلَا تُطِعْ مِنْھُمْ: واؤ عاطفہ، لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر تو اطاعت نہ کر۔ تو حکم نہ مان۔

مِنْھُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا۔ اٰثِمًا: اٰثِمٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ اَوْ بمعنی یا۔ کَفُوْرًا کُفْرٌ (باب نصر) مصدر

صفت مشبہ منصوب۔ ناشکرا۔ ناشکر گذار۔ کافر۔ مراد وہ کافر جو کفر کی طرف بلانے والا ہے)

فائدہ:- اَوْ بمعنی یا کے استعمال سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اٰثم یا کفور کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے کہ تم آثم اطاعت مت کرو یا کفور کی اطاعت مت کرو، دونوں میں سے کسی ایک کی اطاعت مت کرو۔ یعنی ایک کا کہنا مت مانو دوسرے کا مانو،

اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا دونوں نکرہ ہیں جو تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے ممانعت میں عموم کا فائدہ دیا جا رہا ہے یعنی کوئی گناہ کی دعوت دے یا کفر کی یا دونوں کی تم کسی کی اطاعت مت کرو اگر بجائے اَوْ کے ایت میں واؤ ہوتا تو یہ مطلب ہو جاتا کہ اس شخص کی اطاعت مت کرو جو تم کو اثم اور کفر دونوں کی دعوت دیتا ہو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تنہا آثم یا صرف کفر کی دعوت دیتا ہو کی اطاعت نہ کرو۔ (تفسیر مظہری)

اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا دونوں لَا تُطِعْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

۷۶: ۲۵ — وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ واؤ عاطفہ اُذْکُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ذِکْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی یاد کرنے یا ذکر کرنے کے ہیں اِسْمَ رَبِّکَ مضاف مضاف الیہ مل کر اُذْکُرْ کا مفعول۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کر: یہاں ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ ای وَصَلِّ لِرَبِّکَ اپنے رب کی نماز پڑھ۔ بُکْرَۃً دن کا اول حصہ۔ یا اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اَصِیْلًا شام۔ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔ دن کا پچھلا حصہ۔ اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ اُذْکُرْ کے ظرف ہونے کے۔

۷۶: ۲۶ — وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ۔ واؤ عاطفہ، مِنْ تبعیضیہ ہے اور رات کے بعض حصہ میں۔ فَاسْجُدْ میں فَ زائدہ ہے اور اَمَّا شرطیہ ہے جو مقدر ہے۔ اصل کلام یوں ہے۔ وَاَمَّا مِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ (تفسیر مظہری)

اُسْجُدْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ تو سجدہ کر۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا۔ سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ربّ ہے تو اس کی تسبیح بیان کر۔ تو اس کی پاکی بیان کر۔
لَیۡلًا مفعول فیہ۔ رات کو، رات کے دوران۔
طَوِیۡلًا۔ لمبا۔ طویل۔ دراز، طُوۡلٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ یہاں طَوِیۡلًا مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی تَسۡبِیۡحًا طَوِیۡلًا۔ مراد اس سے آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش ہے۔ (تفسیر مظہری)
تسبیح سے مراد نماز شب ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے:۔
ای تھجد لہٗ ھزیعًا طویلًا من اللیل ثلثیہ او نصفہ او ثلثہ۔ اس کے لئے تہجد کی نماز پڑھ۔ رات کے طویل حصہ میں اس کا دو تہائی یا نصف یا اس کا ایک تہائی حصہ۔
۲۷:۷۶ ـــ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ وَیَذَرُوۡنَ وَرَآءَھُمۡ یَوۡمًا ثَقِیۡلًا
اِنَّ حرف تحقیق ہے۔ خبر کی تحقیق و تاکید مزید کے لئے آتا ہے۔ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔
ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ اسم اِنَّ۔ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَۃَ جملہ فعلیہ خبر اِنَّ۔ یُحِبُّوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب اِحۡبَابٌ (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ وہ محبت رکھتے ہیں۔
اَلۡعَاجِلَۃَ: جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے۔ عَجَلٌ اور عَجَلَۃٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

ترجمہ:۔
بے شک یہ لوگ جلد آنے والی (یعنی دنیا) کو پسند کرتے ہیں۔
وَ یَذَرُوۡنَ...... اس کا عطف یُحِبُّوۡنَ..... پر ہے۔ اور یحبون کی طرح اِنَّ کی خبر ہے
یَذَرُوۡنَ جمع مذکر غائب وَذۡرٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے بمعنی چھوڑ دینا۔ اس مصدر سے صرف مضارع اور امر کے صیغے آتے ہیں۔ اور چھوڑ دیتے ہیں۔ وَرَآءَھُمۡ مضاف مضاف الیہ ان کے آگے یا پس پشت۔
یَوۡمًا: یَذَرُوۡنَ کا مفعول۔ موصوف ثَقِیۡلًا صفت یَوۡمًا کی۔

ترجمہ:۔
اور اپنے پس پشت چھوڑ دیتے ہیں بھاری دن کو۔
یَوۡمٌ کو ثقیل اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن معاملہ بہت سخت ہوگا: گویا وہ دن

سخت اور بھاری ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ جو مکہ کے کافر لوگ ہیں یہ سب کچھ دنیا کے لئے کرتے ہیں اور اسی کے ہی خواہاں ہیں۔ اور آخرت کو انہوں نے بھلا رکھا ہے اس لئے آپ ان کے کہنے پر نہ چلیں۔ گویا یہ پورا جملہ کفار کی اطاعت کی ممانعت کی علت ہے۔

۷۶ : ۲۸ ـــ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ شَدَدْنَا ماضی جمع متکلم شَدٌّ (باب نصر وضرب) مصدر سے جس کا معنی مضبوط باندھنے کے ہیں۔ اَسْرَهُمْ مضاف مضاف الیہ ان کی جوڑ بندی، ان کی قید کی بندش (حاصل مصدر)

اَلْاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ یہ اَسَرْتُ الْقَتَبَ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں: میں نے پالان کو مضبوطی سے باندھ دیا۔ قیدی کو اسیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ رسّی وغیرہ سے باندھا ہوتا ہے۔

آیت ہذا میں "ہم نے ان کی بندش کو مضبوطی سے باندھ دیا" میں اس حکمتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی ہیئت ترکیبی میں پائی جاتی ہے۔ قدرت الٰہی نے انسان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ پٹھوں، ریشوں اور رگوں کے ذریعے بڑی پختگی سے جوڑ دیا ہے سب اعضاء اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے پیوستہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کی قوت و طاقت کا ذریعہ بھی ہیں ایک دوسرے کا بوجھ بھی اٹھاتے ہوئے ہیں۔ اگر اسی ایک بات پر تم غور کرو تو تمہارے شکوک و شبہات کے بادل سب چھٹ جائیں گے۔ (راغب، ضیاء القرآن)

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا۔ شِئْنَا کا مفعول محذوف ہے ای اِهْلَاكَهُمْ اَوْ تَبْدِيْلَهُمْ؛

[اِذَا بمعنی جب، شِئْنَا کا ظرف۔ شِئْنَا ماضی جمع متکلم مشیئۃ (باب سمع) مصدر، ہم نے چاہا۔ ہم چاہیں۔ اس کا عطف شددنا پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ جواب شرط ہے۔ بَدَّلْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر ہم نے بدل ڈالا۔ ہم بدل ڈالیں۔ اَمْثَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی مثالیں، ان جیسے تَبْدِيْلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے

ترجمہ ہوگا:۔

ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ مضبوط کئے ہیں۔ اور جب ہم چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔ (مودودی)

مودودی صاحب تفہیم القرآن کے فٹ نوٹ میں رقم طراز ہیں:

اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں:۔

ایک یہ کہ ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کر کے ان ہی کی جنس کے دوسرے لوگ ان کی جگہ لا سکتے ہیں۔ جو اپنے کردار میں ان سے مختلف ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ ہم جب چاہیں ان کی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ یعنی جس طرح ہم کسی کو تندرست اور سلیم الاعضا بنا سکتے ہیں:۔ اسی طرح ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ کسی کو مفلوج کر دیں کسی کو لقوہ مار جائے اور کوئی کسی بیماری یا حادثہ کا شکار ہو کر اپاہج ہو جائے۔

تیسرے یہ کہ ہم جب چاہیں موت کے بعد ان کو دوبارہ کسی اور شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں:

۷۶: ۲۹ — اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ حرف مشبہ بالفعل هٰذِهٖ (یہ سورۃ یا یہ آیات) اسم اشارہ واحد مؤنث (اسم اِنَّ) تَذْكِرَةٌ۔ اِنَّ کی خبر، بروزن تَفْعِلَةٌ باب تفعیل کا مصدر۔ یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز،

ترجمہ ہوگا:۔

یہ (آیات یا یہ سورۃ) ایک نصیحت ہے۔(سب کے لئے)

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا: ف عطف کے لئے ہے، بمعنی پس، پھر، مَنْ شرطیہ ہے۔ شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مشیئۃٌ (باب سمع) مصدر۔ شَآءَ اصل میں شَيَئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح۔ اس کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: اتخاذ (افتعال) مصدر بمعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔

سَبِيْلًا۔ راستہ۔ راہ سبیل۔ منصوب بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے۔

سبیل کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جا سکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا اور اگر راستی کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں۔ اور بطور مؤنث بھی مستعمل ہے جیسے قُلْ هٰذِهٖ

سَبِیْلِیْ (۱۲: ۱۰۸) کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر جس نے چاہا اس نے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لیا۔ یا بس جس کا جی چاہے اپنے رب کے قرب کا راستہ اختیار کرے۔

۷۶: ۳۰ — وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مَا نافیہ، تَشَآءُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ۔ تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۶: ۲۹ متذکرۃ الصدر)

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا: اِنَّ حرف تحقیق اَللّٰہَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ کان کا اسم ہے۔ عَلِیْمًا حَکِیْمًا کَانَ کی خبر ہیں۔ بے شک اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔

عَلِیْمٌ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے خوب جاننے والا۔ واؤ عاطفہ محذوف ہے حَکِیْمًا کا عطف علیمًا پر ہے حَکِیْمًا حِکْمَۃٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے حکمت والا۔

۷۶: ۳۱ — مَنْ یَّشَآءُ: مَنْ موصولہ یَشَآءُ اس کا صلہ اس کا فاعل اَللّٰہُ ہے وہ جسے اللہ چاہتا ہے۔ مَنْ یَّشَآءُ مفعول ہے یُدْخِلُ کا۔ اور اس کا فاعل بھی اللہ ہے۔ رَحْمَتِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بھی اللہ ہے

ترجمہ ہوگا:۔

اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

رحمت سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جنت ہی ہے۔ (روح المعانی۔ ایسر التفاسیر، تفسیر مظہری)

کیونکہ آخرت میں جنت ہی محل رحمت ہے (تفسیر مظہری)

وَالظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ واؤ عاطفہ، اَلظّٰلِمِیْنَ مفعول فعل محذوف کا ہے ای ویکفأ الظلمین اور وہ ظالموں کو دھتکارتا ہے۔ یَکْفَأُ کا عطف یُدْخِلُ پر ہے۔

حسب محاورۂ قرآنی سیاق میں ظالم سے مراد کافر ہی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادہ واختیار سے کام نہ لیا۔

ای الکافرین۔ (مدارک) اے المشرکین (معالم) وھُمُ الکافرون (جلالین)

اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا: جملہ حالیہ ہے (ان ظالمین کا حال یہ ہے کہ ان کے لئے اس نے

درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر۔ اس نے تیار کیا ہے اس نے تیار کر رکھا ہے۔

عَذَابًا اَلِيْمًا۔ موصوف وصفت؛ درد ناک عذاب، دکھ دینے والا عذاب اَلَمٌ يُؤْلِمُ اِيْلَامٌ (افعال) مصدر سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ عَذَابًا بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۷) سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۵۰)

۷۷: ۱ — وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا - واؤ قسمیہ۔ الۡمُرۡسَلٰتِ اسم مفعول جمع مؤنث: اَلۡمُرۡسَلَۃُ واحد - اِرۡسَالٌ (افعال) رَسۡلٌ اونٹ یا بکری بیہم نرم رفتار کو کہتے ہیں۔ اگر یکے بعد دیگرے قطار در قطار ہو کر گھوڑے یا اونٹ آئیں یا آدمی آئیں تو جاءُوا اِرۡسَالًا کہا جاتا ہے۔

آیت ہذا اور اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً

۱: اَلۡمُرۡسَلٰتِ:
۲:۔ اَلۡعٰصِفٰتِ:
۳:۔ اَلنّٰشِرٰتِ:
۴:۔ اَلۡفٰرِقٰتِ:
۵:۔ اَلۡمُلۡقِیٰتِ:

ان چیزوں سے جن کی قسم کھائی گئی ہے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً:۔

۱:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں: (مقاتل)
۲:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں؛ (مجاہد، قتادہ)
۳:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ایک قسم کی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ متعدد چیزیں مراد ہیں پھر اس میں بھی مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ بعض کہتے ہیں پہلی چار چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور پانچویں سے ملائکہ
۲:۔ بعض کہتے ہیں کہ اول دونوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور اخیر تینوں سے ملائکہ ہیں۔
۳:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں۔ (فراء)

۴:۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد نفوس انبیاء ہیں۔

چونکہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ان سے مراد ہوائیں ہیں لہٰذا ہم یہاں سے ہوائیں مراد لے کر تشریح کریں گے:۔

عُرْفًا۔ نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے درپے۔ عرف کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔

ایک بمعنی معروف، یعنی نیکی اور نیک کام۔

دوسرے پے درپے۔

محاورہ ہے جَآءَ الْقَوْمُ عُرْفًا عُرْفًا: یعنی لوگ پے درپے اور لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آئے: اس معنی میں یہ عرف الفرس سے ماخوذ ہے۔ عرفِ فرس" گھوڑے کے ایال (گردن کے لمبے لمبے بال) کو کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایال کے بال لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی آمد و رفت ہوئی۔

آیت والمرسلٰت عُرْفًا میں دونوں معنی کئے گئے ہیں۔ یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی ہوئی۔ یا پے درپے بھیجی ہوئی ہوائیں۔

عُرْفًا کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ مفعول لہٗ ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی اَلْمُرْسَلٰتِ لِاَجْلِ الْعُرْفِ اس صورت میں عُرْف بمعنی خوبی و احسان ہوگا۔

۲:۔ حال ہونے کی وجہ سے یعنی متتابعۃ۔ (پے درپے) یعنی اس حال میں بھیجی گئیں کہ وہ پے درپے تھیں۔

۳:۔ مفعول مطلق ہے بمعنی مصدر۔ اور اِرْسَالًا کے معنی دے بمعنی المرسلٰت اِرْسَالًا اس صورت میں بھی اِرْسَالًا بمعنی لگاتار اور پے درپے ہوگا:

۴:۔ منصوب ہے بنزع خافض (زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا) بمعنی المرسلت بالعرف اس صورت میں عرف بمعنی معروف ہوگا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے درپے بھیجی جاتی ہیں یعنی وہ ہوائیں جو پیہم چلتی ہیں نرم نرم خوشگوار، روئیدگی میں مدد دینے والی۔ ابر اٹھانے والی۔ بابرکت،

۷۷:۲ — فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ ف عاطفہ ہے اس کا عطف اَلْمُرْسَلٰتِ پر ہے

عَصْفًا مصدر کو بطور مؤکد لایا گیا ہے۔
پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تند و تیز چلتی ہیں۔ عٰصِفٰتِ جھونکا دینے والی۔ وہ ہوائیں جو تیز و تند چلتی ہیں۔ آندھیاں۔ وہ ہوائیں جو چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دیں کیونکہ عصف بھس کو کہتے ہیں۔ عَصْفٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

۷۷: ۳ ــــ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا واؤ قسمیہ، النّٰشِرٰتِ نَشْرٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی پھیلانا اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث نَاشِرَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث۔ (ابر کو) پھیلانے والی اور اس کو اٹھا کر بارش لانیوالی ہوائیں۔ نَشْرًا مصدر کو بطور مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ "اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادل کو پھیلا کر اٹھا کر بارش لاتی ہیں: اس جملہ کا عطف اَلْمُرْسَلٰتِ پر ہے۔

۷۷: ۴ ــــ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ ف عاطفہ، واؤ قسمیہ محذوف۔ اَلْفٰرِقٰتِ فَرْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ اَلْفَارِقَۃُ واحد فَرْقًا مصدر جو کہ بطور تاکید لایا گیا ہے۔ اس کا عطف بھی مُرْسَلٰتِ پر ہے۔

ترجمہ: پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (بادلوں کو) پارہ پارہ کرنے والی ہیں۔

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا۔ ف عاطفہ واؤ قسمیہ محذوف۔ اَلْمُلْقِیٰتِ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

بقول ابن کثیر بالاجماع یہاں مراد فرشتوں کی جماعت ہے، جو اللہ کی وحی کو انبیاءؑ تک پہنچانے والے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے ان پانچ چیزوں سے ہوائیں مراد لیتے ہوئے یہ ترجمہ کیا ہے:۔
پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (دلوں میں) ذکر کا القار کرنے والی ہیں۔ ذِکْرًا مفعول بہ ہے۔

۷۷: ۶ ــــ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ اس آیت کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں جو کتب تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔
عُذْرٌ کے معنی ہیں وہ دلیل کہ جس کے ذریعے عذر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور نُذْرًا

بمعنی ڈرانا۔ ہر دو ذِکْرًا سے بدل ہیں۔

یعنی وہ ذکر جو پہلوں کے لئے الزام اتارنے کے لئے معذرت پیش کرنا اور دوسروں کے لئے اعمال سوء سے بچنے کے لئے ڈرانا ہے۔ (ملاحظہ ہو لغات القرآن، روح المعانی تفسیر مظہری وغیرہ)

۷۷ : ۷ ـــ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ: یہ جملہ جوابِ قسم ہے جو آیات متذکرہ بالا میں مذکور ہیں۔

اِنَّمَا مرکب ہے حرفِ تاکید اور مَا بمعنی اَلَّذِیْ سے۔ تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر (باب ضرب) مصدر سے (جس کا) تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)

لَوَاقِعٌ لام تاکید کا ہے وَاقِعٌ وَقْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اِنَّ کی خبر ہے۔ وہ ضرور وقوع پذیر ہوگی۔ وہ ضرور آئے گی۔

۷۷ : ۸ ـــ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ۔ فَاِذَا شرطیہ ہے اسی طرح اگلی آیات نمبر ۹۔ ۱۰۔ ۱۱ میں اِذَا شرطیہ ہے اور سارے جملے شرطیے ہیں جن کا جواب محذوف ہے "یعنی اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جُدا جُدا کر دیا جائے گا۔

طُمِسَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ طَمْسٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ وہ مٹائی گئی۔ یا بمعنی مستقبل۔ وہ مٹائی جائے گی۔ اور وہ ستارے مٹا دیئے جائیں گے، بے نور کر دیئے جائیں گے۔

طَمْسٌ کا استعمال متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح پر ہوتا ہے۔ یعنی مٹانے اور محو کر دینے کے معنی بھی آتے ہیں، اور مٹ جانے اور محو ہو جانے کے بھی۔

آیت ہذا میں بعض اہل لغت نے اس کے معنی "جب ستارے مٹائے جائیں" لئے ہیں۔ لیکن ابن سیدہ نے محکم میں تصریح کی ہے کہ نجم، قمر، بصر، کے ساتھ جب طمس کا استعمال ہوگا تو "بے نور ہونے" اور "روشنی زائل ہو جانے" کے معنی ہوں گے۔ اسی طرح ازہری نے تہذیب اللغۃ میں لکھا ہے کہ طموس الکواکب کے معنی ستاروں کے بے نور ہونے اور روشنی ماند پڑ جانے کے ہیں۔

اس اعتبار سے آیت ہذا میں ستاروں کا بے نور ہونا اور ماند پڑ جانا مراد ہوگا۔

۷۷ : ۹ ـــ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (جملہ شرطیہ۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸ متذکرہ بالا۔

فُرِجَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب فَرْجٌ (باب ضرب) مصدر اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔

۷۷: ۱۰ ـــ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (جملہ شرطیہ) نُسِفَتْ ماضی مجہول (بمعنی مستقبل) صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَسْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور آسمان ریزہ ریزہ کرکے بکھیر دیئے جائیں گے

۷۷: ۱۱ ـــ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (جملہ شرطیہ) اُقِّتَتْ ماضی (بمعنی مستقبل) مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَوْقِیْتٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی وقت مقرر کرنا۔ اور جب پیغمبروں (کو اکٹھا کرنے) کا وقت مقرر کیا جائے گا۔

اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا۔ واؤ مضموم کو ہمزہ سے بدل لیا کیونکہ ہر وہ واؤ جو کہ مضموم ہو اور اس کا ضمہ لازم ہو اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے۔ وقت مادہ ۔

ان چاروں جملوں (آیات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱) کا جواب شرط "تو اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جدا جدا کر دیا جائے گا" محذوف ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۷: ۱۲ ـــ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ۔ لام حرف جار علت کے لئے ہے اَیِّ استفہامیہ ہے۔ لِاَیِّ یَوْمٍ۔ کس دن کے لئے۔ کون سے دن کے لئے۔

اُجِّلَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب: تَاْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ دیر کی گئی ملتوی کیا گیا۔

لِاَیِّ یَوْمٍ کا تعلق اُجِّلَتْ سے ہے یہ استفہام (نامعلوم چیز کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ) مجازاً تعجب اور روز قیامت کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی حوادث میں تاخیر کیوں ہے۔ اور ان کے واقع ہونے کا کونسا وقت مقرر کیا گیا ہے۔

۷۷: ۱۳ ـــ لِیَوْمِ الْفَصْلِ۔ لِاَیِّ یَوْمٍ سے بدل ہے یعنی حوادث مذکور کی تاخیر و تعجیل فیصلہ کے دن کے لئے ہے۔

یَوْمِ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ جس دن تمام مقدمات و اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۷۷: ۱۴ ـــ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ مَا استفہامیہ ہے بمعنی کیا، کون، کس نے۔

اَدْرٰىكَ: ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی واقف کرنا۔

بتانا۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کس چیز نے تجھے بتایا کہ یوم الفصل کیا ہے ؛ مطلب یہ کہ تجھے کیا علم کہ یوم الفصل کیا ہے۔ فعل تعجب اظہار تعجب کے لئے ہے تعجب بالائے تعجب یوم الفصل کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ یوم الفصل عظیم الشان چیز ہے تم کو اس کی حقیقت معلوم نہیں نہ اس کی مثل تم نے کوئی دن دیکھا۔ (مظہری)

۷۷: ۱۵ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ وَيْلٌ باوجود نکرہ ہونے کے مبتداء ہے اصل میں مصدر منصوب قائم مقام فعل محذوف کے تھا۔ عدول کر کے اس کو رفع دیا گیا تاکہ اس کے معنی (ہلاکت) کے ثبات اور دوام پر دلالت ہو جائے (مدارک التنزیل والکشاف) مثال اس کی سلام علیکم ہے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :۔

وَيْلٌ مصدر ہے اصل میں اس کا معنی ہے تباہی اور خرابی پیدا ہو جانا۔ یہ جملہ فعلیہ تھا۔ اور وَيْلًا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب تھا۔ اور فعل محذوف تھا۔ مفعول کی بجائے وَيْلٌ کو بصورت مبتدا مرفوع لایا گیا۔ تاکہ تباہی اور خرابی کے دوام پر دلالت ہو جائے (کیونکہ فعل سے عدول کر کے جملہ اسمیہ کو ذکر کرنا ثبات و دوام فعل پر دلالت کرتا ہے) یہ جملہ بددعائیہ ہے

يَوْمَئِذٍ اسم ظرف ہے منصوب۔ يَوْمَ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن، یہ مبتدا کا ظرف ہے۔ للمکذبین اس کی خبر ہے۔ مکذبین تکذیب (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ جھٹلانے والے۔ یعنی توحید و رسالت، بعث بعد الموت، سزاء وجزاء کی تکذیب کرنے والے۔

۷۷: ۱۶ — اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ۔ الف استفہام انکاری کے لئے۔ لَمْ نُهْلِكْ مضارع نفی حجد بلم کا صیغہ جمع متکلم اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر سے، اَلْاَوَّلِيْنَ الاوّل کی جمع۔ اگلے۔ پہلے لوگ۔ کیا ہم نے پہلوں کو غارت نہیں کر دیا تھا۔ (جیسے قوم نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ)

۷۷: ۱۷ — ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ۔ ثُمَّ یعنی پھر، نُتْبِعُ مضارع جمع متکلم اتباع (افعال) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں یا بھیج دیں گے۔ اَلْاٰخِرِيْنَ : پیچھے آنے والوں کو، اس سے مراد اہل مکہ کے کفار ہیں جو تکذیب انبیاء کے راستہ پر کفار سلف کی طرح چلتے تھے۔ یعنی ہم پھر ان کفار سلف کے پیچھے ان دوسروں کو چلائیں گے۔ یعنی ان کو بھی ان کی طرح عذاب سے ہلاک کر دیں گے۔

۷۷: ۱۸ — کَذٰلِکَ۔ کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِکَ کا اشارہ ہے کفار سلف کے ارتکابِ جُرم کی پاداش میں ہلاک ہونا۔

مطلب یہ کہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

۷۷: ۱۹ — وَیْلٌ ...... الخ: یعنی اللہ کی وعید کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اس روز ویل ہے۔

۷۷: ۲۰ — اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ: اَ ھمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نَخْلُقْ مضارع نفی جحد بلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا۔

مَآءٍ مَّھِیْنٍ موصوف وصفت، مَھِیْنٍ ھُوْنٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اصل میں مَھْیُوْنٌ تھا۔ بروزن مفعولٌ۔ حقیر، ذلیل، گندہ مراد یہاں نطفہ منی سے ہے۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ یعنی ضرور کیا ہے

۷۷: ۲۱ ب — فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ۔ جملہ کا عطف اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ کے مضمون پر ہے اور فَجَعَلْنٰهُ میں فَ تفسیری ہے تعقیبی نہیں ہے (یعنی جملہ سابقہ کی تفصیل اور تشریح اس جملہ میں ہے ایسا نہیں ہے کہ فعلِ تخلیق کے بعد رحمِ مادر میں استقرار نطفہ ہوتا ہے)

قَرَارٍ مَّکِیْنٍ: موصوف وصفت، قَرَارٍ۔ آرام کی جگہ، ٹھہرنے کی جگہ۔ پانی ٹھہرنے کی جگہ۔ رحم۔ مَکِیْنٌ۔ عزت والا۔ مرتبہ والا۔ محفوظ جگہ، پختہ اور مضبوط جگہ۔

مکانتہ (باب کرم) مصدر سے۔ صفت مشبہ کا صیغہ، واحد مذکر، پھر ہم نے رکھ دیا اس کو ایک محفوظ جگہ میں۔ (رحم مادر میں)

۷۷: ۲۲ — اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معینہ مدت تک، یعنی ایک اتنے وقت تک جس کی مقدار عرفاً (عام لوگوں کو) معلوم ہے، یا ایک ایسی مدت تک جو اللہ کو معلوم ہے۔

قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف وصفت۔ ایک معلوم مقدار۔ ایک معلوم مدت۔

۷۷: ۲۳ — فَقَدَرْنَا۔ ف تعقیب کا ہے قَدَرْنَا ماضی جمع متکلم۔ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ پھر ہم نے ایک اندازہ مقرر کیا۔

(یعنی ہم نے ماں کے پیٹ میں رہنے کا، وقت پیدائش کا۔ پیدا ہونے کے بعد اعمالِ زندگی، مدت زندگی، اور رزق کا اور نیک بخت یا بدبخت ہونے کا ایک اندازہ مقرر کردیا۔ (تفسیر مظہری)

= فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ: نِعْمَ فعل ہے اور انشاء (بیان) ومدح (تعریف) کے لئے

آتا ہے اس کی گردان نہیں آتی۔

ترجمہ آیت:-

(۱) پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

(۲) ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ (فتح محمد جالندہری)

(۳) پھر ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔ (تفسیر حقانی) اَلْقَادِرُوْنَ اندازہ کرنے والے۔

۷۷: ۲۴ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے

۷۷: ۲۵ — اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا۔ استفہام تقریری ہے۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ نَجْعَلْ مضارع نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع متکلم۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے: کیا ہم نے نہیں بنایا۔ اَلْاَرْضَ مفعول نَجْعَلْ کا۔ كِفَاتًا مفعول ثانی،

صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ كِفَات جمع کرنے کے مقام کو بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب بغیر کسی توجیہہ کے بالکل واضح ہے۔ کیا ہم نے زمین کو مخلوق کے جمع کرنے کا مقام نہیں بنایا۔ (یعنی ضرور بنایا ہے)

مثل مشہور ہے کہ:-

المنازل کفات الاحیاء والمقابر کفات الاموات مکان زندوں کو سمیٹنے کے مقام ہیں اور قبریں مردوں کو،

اصل عبارت یوں ہوگی:-

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا لِّلْخَلْقِ:

۷۷: ۲۶ — اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا۔ اَحْيَاءٌ حَيٌّ کی جمع زندہ لوگ۔ اَمْوَاتًا مَيِّتٌ کی جمع مردہ لوگ:

دونوں خَلْق (محذوف) سے حال ہیں۔ بدیں وجہ منصوب ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری)۔

۷۷: ۲۷ — وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ۔ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف جملہ سابقہ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ پر ہے فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب اَلْاَرْضَ کے لئے ہے۔ رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ موصوف صفت مل کر جَعَلْنَا کا مفعول:

رَوَاسِيَ جمع ہے رَاسِيَةٌ کی بمعنی بوجھ۔ پہاڑ۔ رَوَاسِيَ کا استعمال ٹھیرے ہوئے پہاڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ رُسُوٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر قائم

رہنے اور استوار ہونے کے ہیں۔

شٰمِخٰتٍ۔ شُمُوْخٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے، بمعنی بلند، اونچا۔ رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ بلند و بالا پہاڑ جو ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں

وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا: جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے

اَسْقَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِسْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی سیراب کرنا۔ پلانا۔ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ مَآءً فُرَاتًا موصوف و صفت مل کر اسقینا کا مفعول ثانی

فُرَاتًا فُرُوْتَۃٌ (باب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ بحالت نصب ہے، بہت شیریں پانی شیریں ہونا۔ لیکن اسی مادہ ف رت سے (باب نصر) سے فَرَتَ یَفْرُتُ مصدر سے معنی ہونگے زناکار اور بدچلن ہونا۔ اور باب سمع سے معنی ہوں گے بیوقوف ہونا۔ اسی سے ہے پیر فرتوت بے وقوف، کمزور رائے والا آدمی۔

۷۷: ۲۸ــــ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ، تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کیلئے

۷۷: ۲۹ــــ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ: ای قیل لھم انطلقوا: فعل امر جمع مذکر حاضر۔ (ان سے کہا جائے گا) چلو (اب) تم اسی چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اِنْطِلَاقٌ (انفعال) مصدر۔ تم چلو۔ مَا موصولہ، اگلا جملہ اس کا صلہ۔

کُنْتُمْ تُکَذِّبُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔

مطلب یہ کہ منکرین حشر کو کہا جائے گا کہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کی تکذیب کیا کرتے تھے۔ (اب) واقع ہوگئی ہے چلو اور اپنی ہٹ دھرمی کا مزہ چکھو۔

۷۷: ۳۰ ــــ ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ۔ ظِلٌّ۔ ضِحٌّ (دھوپ) کی ضد ہے ہر اس جگہ کو جہاں دھوپ نہ پہنچی ہو ظِلٌّ کہتے ہیں۔ اور کبھی ہر اس شے کو جو ڈھانپنے والی ہو ظِلٌّ کہہ دیتے ہیں۔

جمہور اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد یہاں جہنم کا دھواں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد سایہ ہے۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں کہ:۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آیت میں ظِلٌّ سے مراد خود جہنم کی آگ ہے۔

شُعَبٌ۔ شُعْبَۃٌ کی جمع ہے بمعنی شاخیں۔ ثَلٰثِ شُعَبٍ تین شاخوں والا سایہ

ذِی مضاف ثَلٰثِ شُعَبٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ظِلٍّ موصوف ۔ یہ اول کلام کی تاکید ہے یا اس سے بدل ہے۔ چلو اس سایہ کی طرف جو کہ تین شاخوں والا ہے

۷۷: ۳۱ —— لَا ظَلِیْلٍ۔ یہ ظِلٍّ کی صفت ہے یعنی وہ سایہ عرش اور جنت کے سایوں کی طرح (فرحت بخش) نہیں ہے۔

ظَلِیْلٍ گھن کی چھاؤں۔ ٹھنڈا سایہ۔ سایہ دینے والا۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں۔

ظلیلٍ صیغہ صفت ہے جو لفظ ظِلٍّ عرب کی عام عادت کے مطابق تاکید کیلئے مشتق ہوا ہے، جس طرح یَوْمٌ اَیْوَمُ (بڑا سخت دن) اور لَیْلٌ اَلْیَلُ الیلی اور بھیانک رات م لغات القرآن۔

وَلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ: اس جملہ کا عطف ظَلِیْلٍ پر ہے اور یہ سایہ کی تیسری صفت ہے۔

لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ کام نہ آئیگا۔ وہ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ وہ دفع نہیں کرے گا۔

اَللَّهَبِ (باب سمع) مصدر۔ آگ کا مشتعل ہونا۔ شعلہ آنچ، وہ آگ کے شعلوں کو دفع نہیں کرے گا۔

۷۷: ۳۲ —— اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ۔ اِنَّهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب ظِلٍّ کی طرف راجع ہے بشرطیکہ ظِلٍّ سے مراد جہنم لیا جائے۔ ورنہ اس کا مرجع مذکور نہیں ہے۔ گو رفتارِ کلام سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ مرجع جہنم ہے۔

تَرْمِیْ: مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب رَمْیٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ پھینکتی ہے۔ وہ پھینکے گی۔

شَرَرٍ۔ شَرَرَةٌ کی جمع۔ چنگاریاں۔ شرارے۔

کَالْقَصْرِ: کَ تشبیہ کیلئے۔ اَلْقَصْرِ بمعنی پتھر کا مکان۔ قلعہ، ایک گاؤں۔

وہ (جہنم کی آگ) بڑے بڑے شرارے پھینک رہی ہوگی جیسے محل ہوں۔

۷۷: ۳۳ —— کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ: کاف تشبیہ کا۔ اَنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قصر ہے یا شرر ہے۔ جِمٰلَتٌ (موصوف) جمع ہے جَمَلٌ

کی معنی اونٹ صُفْرٌ (صفت) زرد۔ صُفْرَۃٌ سے جس کے معنی زردی کے ہوتے ہیں بروزن فُعْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ (اَصْفَرُ صَفْرَاءُ صُفْرٌ)
راغب نے لکھا ہے:۔
چونکہ زردی سیاہی سے زیادہ قریب ہوتی ہے اس لئے کبھی صفرۃ کی تعبیر سوداء (سیاہی) سے بھی کی جاتی ہے۔ چنانچہ حسن بصریؒ نے ارشادِ الٰہی صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا (۲: ۶۹) میں صفراء کی تفسیر سَوْدَاء (سیاہ رنگ والی) سے کی ہے۔
(مفردات)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:۔
جہنم کی آگ کی چنگاریاں تارکول کی طرح سیاہ ہوں گی۔ اونٹ کے رنگ کی سیاہی زردی مائل ہوتی ہے۔ اس لئے عرب اونٹ کے رنگ کو صُفْرٌ کہتے ہیں۔
قَصْر کے ساتھ تشبیہ مقدار کی بڑھائی میں تھی۔ اور جِمٰلَتٌ صُفْرٌ کے ساتھ تشبیہ رنگ، کثرت تسلسل، باہم اختلاط اور سُرعتِ حرکت میں ہے۔
۷۷: ۳۴ —— وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: دوزخ کی عذاب کی تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔
۷۷: ۳۵ —— هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ہ هٰذَا مبتدا۔ يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ اس کی خبر۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ نہ بول سکیں گے۔
لَا يَنْطِقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ معنی بولنا۔ وہ نہیں بول سکیں گے۔ وہ نہیں بولتے ہیں۔
۷۷: ۳۶ —— وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ۔ وَلَا يُؤْذَنُ کا عطف لَا يَنْطِقُوْنَ پر ہے۔ یعنی عذر پیش کرنے کی ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔ فَيَعْتَذِرُوْنَ کا عطف لَا يُؤْذَنُ پر ہے۔ یعنی نہ ان کو اجازت ملے گی نہ وہ معذرت کریں گے۔

فَيَعْتَذِرُوْنَ، لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ کی نفی کا جواب ہی نہیں ہے یعنی عدم معذرت کی وجہ عدمِ اذن نہیں ہے ورنہ یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ:۔
چونکہ ان کو معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اس لئے معذرت پیش نہ کرسکیں گے حقیقت میں ان کے پاس عذر ہوگا۔ اگر اجازت اس کی مل جاتے

تو پیش کر سکیں۔ (تفسیر مظہری)

لیکن قیامت کے روز ان کے لبوں کو بند کر دیا جائے گا۔ اور ان کو کسی قسم کا عذر بہانہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

عذر پیش کرنے کا موقعہ نہ دینا یا اس کی اجازت نہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صفائی کا موقع دیئے بغیر ان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جرم اس طرح قطعی طور پر ناقابل انکار حد تک ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ اپنی معذرت میں کچھ نہ کہہ سکیں گے یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ میں نے اس کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا یا میں نے اس کی زبان بند کر دی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس پر ایسی حجت تمام کی کہ اس کے لئے زبان کھولنے یا کچھ بولنے کا موقع باقی نہ رہا۔ (تفہیم القرآن)

بولنے کی اجازت بھی اس لئے نہ ہوگی کہ کوئی عذر ہی موجود نہ ہوگا۔ جسے وہ پیش کر سکیں (تفسیر ماجدی)

لَا يُؤْذَنُ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے۔ (ان کو) اجازت نہیں دی جائے گی۔

فَيَعْتَذِرُوْنَ ف تعقیب کا ہے يَعْتَذِرُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب اِعْتِذَارٌ (افتعال) مصدر سے کہ وہ معذرت کریں۔ وہ معذرت کرتے ہیں۔

۷۷: ۳۷ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی اور ہلاکت ہوگی۔ کیونکہ اپنے ارتکاب جرم کا ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔

۷۷: ۳۸ — هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔ هٰذَا مبتدا۔ يَوْمُ الْفَصْلِ اس کی خبر۔ هٰذَا ای یوم القیامۃ۔ يَوْمُ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ یعنی اہل جنت اور اہل جہنم کے الگ الگ کر دینے کا دن۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر)

= جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۔ یہ هٰذَا کی خبر ثانی ہے۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

"یہ هٰذَا کی دوسری خبر ہے یا یوم الفصل کی کہ اجتماعی ہے اور ضمیر محذوف ہے۔ یعنی اس دن ہم نے جمع کیا تم کو۔ یا یوم الفصل ہونے کی علت ہے، یعنی یہ فیصلہ کا دن اس لئے ہے کہ ہم نے تم سب کو جمع کیا ہے۔ یا فصل کی تاکید اور بیان ہے"۔

۷۷: ۳۹ — فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ جملہ شرط ہے

فَكِيْدُوْنِ: اس کا جواب ہے۔

كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر ہے، بمعنی مکر و فریب کرنا۔ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اور خفیہ تدبیر کے معنی بھی دیتا ہے۔

اَلْكَيْدُ کے معنی حیلہ جوئی کے ہیں یہ اچھے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اچھے معنوں میں استعمال کی مثال:

جیسے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (۱۲: ۷۶) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کر دی۔ یہاں آیت زیر غور میں بمعنی تدبیر، حیلہ، مکر، داؤ ہے۔

كِيْدُوْا: فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ نؔ وقایہ یؔ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے ترجمہ ہوگا:۔

پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہے تو میرے خلاف استعمال کرو۔

۷۷: ۴۰ ـــــ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ عذاب کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اس روز تباہی ہوگی۔

۷۷: ۴۱ ـــــ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ۔ ظلال (سائے) سے مراد حقیقی معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ جنت میں تو سورج ہی نہیں ہوگا۔ اس لئے سایہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہاں جنت کے گنجان درختوں سے ہے۔

عُيُوْنٍ سے مراد ایسے چشمے ہیں جو سدا جاری رہیں گے اور جن کا پانی کبھی خراب نہ ہوگا خواہ پانی ہو یا شہد ہو اور دودھ ہو۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَلْمُتَّقِيْنَ۔ اسم اِنَّ۔ فِيْ ظِلٰلٍ خبر، وَعُيُوْنٍ کا عطف ظِلٰلٍ پر ہے۔

۷۷: ۴۲ ـــــ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ۔ واؤ عاطفہ فَوَاكِهَ کا عطف بھی ظِلٰلٍ پر ہے۔ فَوَاكِهَ جمع فَاكِهَةٌ کی۔ منصوب بوجہ غیر منصرف ہے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ بیانیہ اور مَا موصولہ سے۔ يَشْتَهُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ چاہیں گے۔ وہ پسند کریں گے۔ صلہ۔

آیات ۴۱: ۴۲ کا لفظی ترجمہ ہوگا:۔

بے شک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں اور دل پسند پھلوں، میووں میں رہیں گے،

مطلب یہ ہے کہ ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں گھنے درخت ہوں گے اور جاری نہریں ہوں گے جن کا پانی کبھی خراب ہونے والا نہ ہوگا۔ ایسے دودھ کے ہوں گے جو کبھی بھی بدمزہ نہ ہوگا۔ ایسی شراب کے ہوں گے جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہوگی اور صاف شدہ شہد کے ہوں گے۔ اور جہاں طرح طرح کے پھل اور میوے ہوں گے جن کا مزہ حسب اشتہاء ہوگا۔

۷۷:۴۳ — **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا**۔ ای یقال لھم کلوا اشربوا ..... الخ۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ پیو۔ مزے لے کر۔

كُلُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ **اَكْلٌ** (باب نصر) مصدر سے۔ تم کھاؤ۔ واؤ عاطفہ **اِشْرَبُوْا** امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر **شُرْبٌ** (باب سمع) مصدر سے ہے۔ **هَنِيْٓـًٔا** فعل گُلُوا کی ضمیر فاعل جمع مذکر سے حال ہے۔ تم بخوشی، بلاتکلف، مزے لے کر۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹:۲۴)

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ ب سببیہ ہے **مَا** موصولہ۔ ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ: اِنَّا مرکب ہے اِنَّ حرف تحقیق اور نَا ضمیر جمع متکلم سے۔ تحقیق ہم۔ کَ حرف تشبیہ ہے۔ **ذٰلِكَ** اسم اشارہ جس کا مشارٌ الیہ وہ نعمتیں ہیں جو آیات (۴۱، ۴۲، ۴۳) مذکورہ بالا میں بیان ہوئی ہیں۔

نَجْزِيْ مضارع جمع متکلم۔ **جَزَآءٌ** (باب ضرب) مصدر سے۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم جزاء دیتے ہیں۔

مُحْسِنِيْنَ: اِحْسَانٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، منصوب، احسان کرنے والے۔ اپنے فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والے۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا۔

۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان فی العبادت کی تشریح حدیث میں اس طرح آئی ہے:۔

کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہوسکے تو یہ سمجھتے رہو

کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے (بخاری و مسلم)

احسان بمعنی اوّل کے مفعول پر الیٰ یا بَا آتا ہے جیسے اَحْسِنْ اِلیٰ زَیْدٍ زید سے بھلائی کر۔ یا۔ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

احسان بمعنی دوئم۔ متعدی بنفسہٖ ہے۔ مفعول پر کوئی حرفِ جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ۔ اچھی طرح سے وضو کرو۔

آیت ہذا میں متقین اور محسنین کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے۔ معطی کی عطا کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے فرمایا کہ "ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

۷۷ : ۴۵ —— جنت اور جنت کی نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لئے اس روز (قیامت) میں تباہی و ہلاکت ہے۔

۷۷ : ۴۶ —— کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ہ کُلُوْا تم کھاؤ تم کھالو۔ تَمَتَّعُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے لے لو۔

قَلِیْلًا۔ ای زمانًا قلیلًا: تھوڑے وقت کے لئے، قلیل عرصہ کے لئے۔ ظرف محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ: بلاشک و شبہ ہو تو تم مجرم ہی۔ یہ جملہ تہدید سابق کی علت ہے (یعنی کلوا وتمتعوا قلیلًا تھوڑا سا وقت کھا پی لو اور عیش کر لو۔ یہ ایک تہدیدی اور زجر آمیز امر ہے)

اس جملہ کا اطلاق کسی زمانہ پر ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں :۔

ویجوز ان یکون کلوا وتمتعوا کلامًا مستانفا خطابًا للمکذبین فی الدنیا ہو سکتا ہے کہ کلام کلوا و تمتعوا مستانفہ (نیا) ہے۔ اور دنیا میں مکذبین سے خطاب ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں چند روز یہاں کی چیزیں کھا پی لو اور عیش و عشرت کر لو آخر مرنے پر یہ سلسلہ ختم ہو ہی جانا ہے : تم بلاشک و شبہ مجرم تو ہو ہی مرنے کے بعد روز قیامت تمہیں اپنے کئے کی پاداش میں سزا بھگتنا ہی ہوگی۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں :۔

سورۃ کے اختتام سے پہلے منکرین قیامت کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ طرح طرح کے لذیذ کھانے خوب سیر ہو کر کھا لو دنیوی عزتیں اور بڑائیاں جو تمہیں حاصل ہیں اور جو عیش و عشرت کا

کا سامان تمہیں میسر ہے اس سے جی بھر کر فائدہ اٹھالو۔ یہ رونق میلہ چند روزہ ہے ،، درحقیقت تم بدترین مجرم ہو صرف مہلت کی مدت گزرنے اور مقررہ گھڑی گذر جانے کی دیر ہے تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۷۷ : ۴۹ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ : تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہی انجام ہے۔

۷۷ : ۴۸ — وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۔

ابن منذر نے مجاہد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے نمائندوں سے کہا کہ ایمان لاؤ اور نماز پڑھو انہوں نے جواب دیا مگر تجبیہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ گالی ہے یعنی بڑی ذلت ہے۔

تجبیہ کا معنی ہے گھٹنوں یا زمین پر ہاتھ رکھنا یا سرنگوں ہونا۔ اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْ جملہ شرط ہے لَا يَرْكَعُوْنَ ۔ اس کا جواب

اِرْكَعُوْا رُكُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم جھکو، تم رکوع کرو۔ لَا يَرْكَعُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں جھکتے ہیں۔ وہ رکوع نہیں کرتے ہیں۔

آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

۱۔ شانِ نزول متذکرہ بالا کی بنا پر اس جملہ میں کافروں کی مذمت کی گئی ہے :

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عطف مجرمون پر ہو اور تفننِ عبارت کے لئے خطاب سے غیبت کی طرف انتقال کیا گیا ہو اس وقت حاصل مطلب یہ ہوگا کہ :

تم مجرم ہو۔ تم کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تم رکوع نہیں کرتے۔

۳۔ یہ بھی احتمال ہے کہ للمکذبین کے مفہوم پر عطف ہو۔ یعنی ان لوگوں کے لئے ویل ہے جنہوں نے تکذیب کی اور جب ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تو نماز نہیں پڑھتے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ہ کے مندرجہ ذیل معانی لکھے گئے ہیں

۱۔ واذا قیل لھم صلوا لا یصلون۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن)

۲۔ اللہ کے آگے جھکنے سے مراد صرف اس کی عبادت کرنا مراد ہی نہیں ہے بلکہ اس کے

بھیجے ہوئے رسول اور اس کی نازل کردہ کتاب کو ماننا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا بھی اس میں شامل ہے (تفہیم القرآن)

۳م۔ یعنی جب کفار کو کہا جاتا ہے کہ سرکشی اور نافرمانی کی روش ترک کردو اور اپنے رب کے حضور میں تواضع اور انکساری اختیار کرو اور اس کے احکام کے سامنے اپنی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا دو اور اس کے رسول کے فرمان کو قبول کر لو اور نمازیں پڑھا کرو تو انہیں یہ سچی بات سمجھ میں ہی نہیں آتی اور نماز کو ادا کرنے کے لئے ان کے دل میں شوق ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اِرْكَعُوْا سے مراد پوری نماز ادا کرنا ہے نماز کو رکوع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بنی ثقیف کو جب سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا تو کہنے لگے کوئی ایسی نماز بتائیں جس میں یہ رکوع و سجود نہ ہو۔ ہم رئیسوں کے لئے یوں جھکنا اور پھر منہ کے بل زمین پر گر پڑنا بڑے عیب کی بات ہے (ضیاء القرآن)

۷۷: ۴۹ —— وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لئے جو اوامر و نواہی کی تکذیب کرتے ہیں۔

۷۷: ۵۰ —— فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ : یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ بَعْدَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

اَيِّ۔ کونسا۔ کس (پر) اب اس قرآن کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے یعنی وہ قرآن جس کے اندر طرح طرح کا لفظی و معنوی اعجاز ہے۔ جس میں کھلے ہوئے دلائل اور روشن براہین ہیں اگر اس پر ایمان نہیں تو پھر کسی دوسری دلیل کو یہ نہیں مانیں گے

حدیث۔ جمع احادیث۔ بات۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے : خواہ بذریعہ سماعت، خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بحالتِ بیداری اُس کو حدیث کہتے ہیں۔

تمت بالخیر بعون اللہ و بفضلہٖ

۳ر شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

النبأ - النّٰزعٰت، عبس، التکویر، انفطار - مطففین، انشقاق
البروج - الطارق - الاعلٰی - الغاشیۃ - الفجر، البلد، الشمس
الیل، الضحٰی، الانشراح، التین، العلق، القدر، البینۃ، الزلزال
العٰدیٰت، القارعۃ، التکاثر، العصر، الھمزۃ، الفیل، القریش، الماعون
الکوثر - الکافرون، النصر، اللّھب، الاخلاص، الفلق، الناس،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

(۷۸) سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۴۰)

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝

۷۸: ۱ — عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ: عَمَّا کس چیز سے۔ یہ اصل میں عَنْ مَّا تھا نون کا میم میں ادغام کیا گیا ہے۔ کیونکہ نّ اور مّ دونوں غنّے میں شریک ہیں۔ اور مَا کے الف کو اس لئے حذف کیا گیا تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا خبریہ میں تمیز باقی رہے۔ جس طرح سے فِیْمَ اور مِمَّ میں آیات ذیل میں ہوا ہے۔

۱۔ فِیْمَ کی مثال: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ (۴: ۹۷)
ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کریں گے تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے۔ وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے

(ترجمہ عبدالماجد دریا بادی رح)

۲۔ مِمَّ کی مثال:۔ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ: (۸۶: ۵)
تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا۔

یَتَسَآءَلُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب تَسَاءُلٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔

یَتَسَآءَلُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے والے یا چرچا کرنے والے کفار تھے۔ اس لئے کہ اس کے بعد کلا سَيَعْلَمُوْنَ اور هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لئے يَتَسَاءَلُوْنَ کی ضمیر بھی انہیں کی طرف پھرنی چاہئے۔

۲:۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے۔ لہذا ضمیر جمع مذکر غائب ہر دو فریقین کی طرف پھر لوٹتی ہے۔

۳:۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے مسلمان اس لئے کہ اور بھی یقین قوی ہو جائے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے (تفسیر حقانی)۔ اوّل اولیٰ وارجح ہے۔

۷۸ : ۲ ــــ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ : نبأ بمعنی خبر۔ عظیم بہت بڑی۔ اس سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد قیامت ہے بمصداق آیت شریفہ، قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (۳۸: ۶۷، ۶۸) کہ وہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔

۲:۔ نَبَاِ الْعَظِيْمِ سے مراد قرآن شریف ہے۔

۳:۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہے۔

جمہور کے نزدیک نبأ العظیم سے مراد قیامت ہے۔ راجح و اولیٰ قول بھی یہی ہے جملہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱:۔ یہ عَنْ (اول) سے بدل ہے۔ وہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھتے ہیں۔

۲:۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ سے پہلے فعل يَتَسَاءَلُوْنَ محذوف ہے۔ اس صورت میں یہ عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ (جملہ استفہامیہ کا جواب ہوگا۔ سوال یہ تھا کہ یہ کس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

جواب ہوگا: یہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھ رہے ہیں

۳:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسرا جملہ بھی استفہامیہ ہو اور حرف استفہام محذوف ہو (یعنی) کیا یہ نباء عظیم کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے

جملہ کی تاکید ہوگا۔

۳:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا استفہام پہلے استفہام کی تاکید نہ ہو بلکہ انکاری ہو یعنی کیا یہ سچ مچ ہی نبأ عظیم کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ نبأ عظیم کے متعلق پوچھنا زیبا ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی حالت تو کھلی ہوئی ہے۔ اس کی شدتِ وضوح ناقابلِ سوال ہے۔ اس کو تو مان لینا ہی ضروری ہے (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری)

۷۸ : ۳ — اَلَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ : اَلَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نبأ کی صفت ہے۔

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب یَتَسَآءَلُوْنَ کی ضمیر کی طرح کفار مکہ کی طرف راجع ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ سوال استہزائی یا انکاری قرار دیا جائے۔ اس حالت میں نبأ عظیم کے متعلق کفار مکہ کے مختلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کچھ لوگ نبأ عظیم کی صداقت کے قطعی منکر ہیں اور کچھ تردّد میں پڑے ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ یَتَسَآءَلُوْنَ اور هُمْ کی ضمیریں اہل مکہ کی طرف راجع ہوں اہل مکہ میں کچھ مؤمن تھے اور کچھ کافر نبأ عظیم کے متعلق سوال کرنے والے دونوں گروہ تھے۔ ایک گروہ تصدیق کرتا تھا لیکن زیادتی یقین اور انکشافِ حالات کے لئے سوال کرتا تھا۔

دوسرا گروہ منکر تھا اور محض استہزا کے لئے سوال کرتا تھا۔ (ایضاً)

۷۸ : ۴ — كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ، جمہور کے نزدیک كَلَّا حرف بسیط (سادہ غیر مرکب) ہے ثعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لَا نافیہ سے، حالتِ ترکیب میں کَ اور لَا کے انفرادی معنی باقی نہیں رہے اسی لئے لام کو مشدّد کر دیا گیا۔

سیبویہ، خلیل، مبرّد، زجاج، اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی حرف رَدَعْ اور روکنے کے ہیں۔ خواہ زجرد توبیخ کے طور پر ہو یا بطور تربیّت اور ادب آموزی کے۔

اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ كَلَّا آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے۔ لیکن مغنی اللبیب کے مصنف نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کسائی اور ابو حاتم کا قول ہے کہ كَلَّا اکثر زجر و منع کے لئے آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی کے لئے۔ لیکن دوسرے معانی کیا ہوتے ہیں اس کی

تعیین میں اختلاف ہے۔

صغار کے نزدیک کَلَّا اسم ہے اور کسی کلام کو مسترد کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی حقًّا کے معنی میں مستعمل ہے یہ کیسے معلوم ہو کہ کَلَّا رَدَعٌ اور رَدٌّ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا حَقًّا کے معنی میں؟ اس بارہ میں علامہ زرکشی کا قول ہے:۔

اگر وقف کَلَّا پر ہو تو اس وقت رَدَعٌ اور ردّ کے معنی میں ہوگا۔ اور اگر کَلَّا سے پہلے وقف ہو اور کَلَّا سے اگلے جملہ کی ابتدار ہو تو اس وقت حَقًّا کے معنی میں ہوگا

جملہ زیر مطالعہ اور جملہ آئندہ (آیت ۵) میں جملہ کی ابتدار کَلَّا سے ہو رہی ہے اور وقف اس سے پہلے ہے اس لئے یہاں کَلَّا بمعنی حَقًّا ہوگا۔ دیکھو ضیاء القرآن)

سَیَعْلَمُوْنَ، میں سَ مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے لئے خاص کر دیتا ہے۔ اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔

یَعْلَمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب عِلْمٌ (باب سمع) مصدر سے یَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک (یہ لوگ) عنقریب (قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو) جان لیں گے۔

۷۸: ۵ — ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ: ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے یس ضروری وہ بہت جلد قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو جان لیں گے، جملہ کا تکرار مبالغہ کے لئے آیا ہے

۷۸: ۶ — اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا: یہاں سے لے کر آیت نمبر ۱۶ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نو (۹) مصنوعات کا ذکر کر کے اپنی توحید پر، قدرتِ حشر پر اور اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں کے وجوب شکر پر دلیل ذکر کی ہے تاکہ توحید و عبادت کے داعی کی دعوت کو لوگ مانیں اور اس کا اتباع کریں۔

اَ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نَجْعَلْ مضارع منفی جد بلم صیغہ جمع متکلم۔ کیا ہم نے نہیں بنایا۔

اَلْاَرْضَ مفعول اوّل مِهٰدًا مفعول ثانی، جَعَلْنَا کے۔

مِهٰدًا۔ بستر، ہموار میدان۔ اس کی جمع مُهُدٌ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کیا ہم نے زمین کو (تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لئے) فرش نہیں بنا دیا ہے (یعنی ضرور بنا دیا ہے) جملہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی استفہام کی غرض یہ ہے کہ

مخاطب کو اقرار و عبادت پر آمادہ کیا جائے۔

یا یہ استفہام انکاری ہے اور انکارِ نفی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

۷:۷۸ ــــ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای الم نجعل الجبال اوتادا۔ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنادیا۔

زمین کی ساخت ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے جن مختلف عناصر سے اس کی ترکیب عمل میں لائی گئی ہے وہ اپنی اپنی کیفیات میں مختلف ہیں۔ اپنے حجم میں۔ اپنے وزن میں اپنی مختلف النوع خصوصیات میں ہر عنصر دوسرے عناصر سے مختلف ہے اور ہر ایک کی کششِ ثقل نہ صرف اس کے اپنے جزئیات کو مربوط رکھے ہوئے ہیں بلکہ باہمی تعامل سے ایک عنصر دوسرے عنصر کو اپنے ساتھ جکڑے ہوئے رکھے ہے۔

نتیجۃً زمین نے لکھوکھہائے اجزائے ترکیبی اپنے داخلی عمل کے علاوہ خارجی طور پر زمین کی سطح کو ایک ایسی صورت میں قائم ودائم رکھے ہوئے ہیں کہ اس پر بنی نوع انسان اور دوسری ذی روح مخلوقات بس رہی ہے۔ اور چل پھر رہی ہے۔

اسی تناظر میں پہاڑ اپنی ضخامت اور جسامت میں چونکہ باقی اجزاء ترکیبی سے نمایاں ترین ہیں اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اَوْتَادًا وَتَدٌ کی جمع ہے بمعنی میخیں۔

۸:۷۸ ــــ وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔ اس کا عطف مضارع منفی پر ہے اَزْوَاجًا حال ہے خَلَقْنٰكُمْ کی ضمیر مفعول کُمْ سے۔ اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔

۹:۷۸ ــــ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ واؤ عاطفہ، جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی بنانا۔ کرنا۔ پیدا کرنا۔ نَوْمَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر جَعَلْنَا کا مفعول اول: سُبَاتًا مفعول ثانی ہے۔

نَوْمٌ آرام۔ راحت، سکون۔ تکان کا رفع کرنا۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

السَّبْتُ کے اصل معنی ہیں قطع کرنا۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے سَبَتَ السَّيْرَ اس نے تسمہ کو کاٹا۔ سَبَتَ شَعْرَهٗ اس نے اپنے بال مونڈے سَبَتَ اَنْفَهٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا میں سبات

کے معنی ہیں حرکت و عمل کو چھوڑ کر آرام کرنا۔ اور یہ رات کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آیت لتسکنوا فیہ (۲۸ : ۷۳) (تاکہ تم رات میں راحت کرو) میں مذکور ہے یعنی رات کو راحت اور سکون کے لئے بنایا ہے۔

ابن الاعرابی نے آیت ہذا میں سبات کو بمعنی قطع کرنے کے لیا ہے گویا جب سو گیا تو لوگوں سے قطع ہو گیا۔

زجاج کہتے ہیں کہ سبات یہ ہے کہ حرکت سے منقطع ہو جائے اور روح بدن میں موجود ہو۔ پس معنی یہ ہیں کہ تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا۔

اور علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں رقم طراز ہیں۔

اور ہم نے نیند کو تمہارے اعمال (بیداری) کو قطع کر دینے والی چیز بنایا تاکہ تمہارے جسمانی اعضا کو سکون و آرام مل جائے

۷۸ : ۱۰ — وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا: اور ہم نے رات کو اوڑھنا بنا دیا۔ الَّيْلَ۔ لِبَاسًا مفعول اول و ثانی ہیں جَعَلْنَا کے۔

رات کو لباس اس واسطے کہا کہ یہ پردہ دار ہے اس پردہ میں کوئی برائی کرتا ہے کوئی بھلائی، چور چوری کرتا ہے، زنا کار چھپ کر زنا کرتا ہے عابد و زاہد نماز تہجد اور مراقبہ ذکر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور نیند کا وقت بھی رات ہی ہے۔ ستر کی وجہ سے رات کو لباس کہنا استعارہ ہے

۷۸ : ۱۱ — وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا: النہار اور معاشا بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہیں۔ مَعَاشًا اسم ظرف زمان بھی ہے۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہو سکتا ہے مَعَاشًا مصدر بھی ہے۔ عَاشَ يَعِيْشُ (ضرب) سے۔ زندگی گذارنا۔ معاش۔ ذریعہ زندگی ع ی ش مادہ

اور ہم نے دن روزگار کے لئے بنایا۔

۷۸ : ۱۲ — وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ واؤ عاطفہ۔ بنینا ماضی جمع متکلم بَنٰى يَبْنِيْ بِنَاءً (باب ضرب۔ ب ن ی مادہ) مصدر۔ بنانا۔ تعمیر کرنا۔ فَوْقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ متعلق فعل۔ سَبْعًا اسم عدد مفعول۔ سات (آسمان) موصوف، شِدَادًا۔ صفت، مضبوط، سخت، شَدِيْدٌ کی جمع۔ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط (آسمان) بنائے۔

۷۸ : ۱۳ — وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا: سِرَاجًا چراغ۔ وہ چیز جو بتی اور تیل سے روشن ہوتی ہے۔ مجازاً ہر روشن چیز کو سِرَاجٌ کہا جاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (۷۱ : ۱۶) اور اس نے سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ وَهَّاجًا وَهَجَ يَهِجُ وَهْجٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روشن، بھڑکتا ہوا جگمگاتا ہوا۔ مقاتل نے کہا ہے کہ وھج کا معنی ہے ایسی روشنی جس میں گرمی بھی ہو اللہ نے سورج میں نور بھی پیدا کیا اور گرمی بھی۔

آیت ۷۱ : ۱۶ مذکرہ بالا کی روشنی میں آیت زیر مطالعہ میں بھی سراج سے مراد سورج ہے

۷۸ : ۱۴ — وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا : اَلْمُعْصِرَاتِ اِعْصَارٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ نچوڑنے والیاں، اَلْمُعْصِرَةُ واحد۔ مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو دبا کر نچوڑتی ہیں۔ یا وہ ہوائیں جو گرد اڑاتی ہیں جن کے اندر بگولے ہوتے ہیں۔ یا وہ بادل جو بھرا ہوا ہوتا ہے اور برسنے ہی والا ہوتا ہے: حسن بصری کے نزدیک المعصرات سے مراد آسمان ہیں۔ مَآءً ثَجَّاجًا موصوف وصفت مل کر مفعول اَنْزَلْنَا کا، ثَجَّاجًا زور شور کے ساتھ برسنے والا۔ ثَجٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی زور شور کے ساتھ پانی کے برسنے اور بہنے کے ہیں۔ بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور ہم نے بادلوں کو نچوڑنے والی ہواؤں سے یا بادلوں سے زور شور سے برسنے والا پانی برسایا۔ مَآءً منصوب بوجہ مفعول اَنْزَلْنَا کے ہے۔

۷۸ : ۱۵-۱۶ — لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا: لام علت کا۔ نُخْرِجَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام) صیغہ جمع متکلم۔ اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ بِهٖ میں بؔ سببیہ ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءً ہے حَبًّا دانہ، غلہ، اناج۔ گندم اور جَو وغیرہ اناج کے دانے کو حبّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع حُبُوبٌ ہے۔ نَبَاتًا گھاس، زمین سے لگنے والی ہر چیز، سبزی جَنّٰتٍ اَلْفَافًا موصوف وصفت اَلْفَافًا بمعنی لپٹے ہوئے، ایک دوسرے سے پیوست، گنجان درخت۔ یہ لَفٌّ کی جمع ہے جیسے جِذْعٌ کی اَجْذَاعٌ ہے۔ یا لَفِيْفٌ کی جمع ہے جیسے شَرِيْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے یا ایسی جمع جس کا کوئی واحد نہیں ہے جیسے اَوْضَاعٌ اگر لَفٌّ کی جمع قرار دیا جائے تو یہ صیغہ جمع الجمع ہوگا۔ کیونکہ لَفٌّ۔ لَفَّافَةٌ کی جمع ہے اگر درخت گھنے ہوں تو ان کو اَلْفَافٌ کہا جاتا ہے جنة الفاف

حَبًّا۔ نَبَاتًا۔ جَنّٰتٍ منصوب بوجہ مفعول فعل نُخْرِجَ کے۔

ترجمہ ہوگا:۔ تاکہ ہم اس سے یعنی اس پانی کے سبب سے غلہ اور گھاس اور گھنے باغ پیدا کریں

۷۸ : ۱۷ — اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا :۔ کفار مکہ وقوع قیامت سے منکر یا متردد تھے اور اکثر پوچھ گچھ کرتے رہتے تھے۔ اس کا جواب تو آیات ۵ اور ۶ میں

پہلے ہی دیا جا چکا تھا۔ لیکن اتمام حجت کے لئے چند مظاہر قدرت آیات ۶ تا ۱۶ میں بطور ثبوت مذکور ہوتے۔

اب جب قطعی طور پر منکرین و متردین پر ثابت کر دیا گیا کہ جو ذات اقدس تمہاری چند روزہ دنیاوی زندگی کے لئے یہ ساز و سامان پیدا کر سکتی ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے برپا کرنے پر بھی قادر ہے۔

پھر اس کے بعد چند احوال قیامت کے ارشاد ہوتے ہیں اور منکرین و مومنین کی سزا و جزا کا بیان ہوتا ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ يَوْمَ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ ۔ كَانَ مِيْقَاتًا خبر اِنَّ ۔

اَلْفَصْلِ ، دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح الگ کرنا کہ درمیان میں فاصلہ ہو جائے۔ اسی سے مَفَاصِلُ (مَفْصَلٌ کی جمع) ہے جس کے معنی جسم کے جوڑ کے ہیں۔ قیامت کو يَوْمَ الْفَصْلِ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے الگ کر دے گا۔ لوگوں کے درمیان (انصاف سے) فیصلہ کرے گا۔

— مِيْقَاتًا ۔ اسم ظرف زمان) منصوب، مقررہ وقت،

ترجمہ ہو گا:۔

بیشک فیصلہ کا دن مقرر و معین ہو چکا ہے۔

اور جگہ ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۴۴:۴۰) کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن سب کے اٹھنے کا دن ہے۔

۷۸ : ۱۸ — يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا : یہ يَوْمَ الْفَصْلِ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ یا مِيْقَاتًا سے بدل ہے یا كَانَ کی دوسری خبر ہے يُنْفَخُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پھونکا جائے گا۔ سانس، پھونک، جھونکا، غرور،

اَلصُّوْرِ ۔ نرسنگا۔ سینگ۔ وہ چیز جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے۔

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۔ فَ تعقیب کا ہے تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر،

اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم آؤ گے۔

اَفْوَاجًا: تَاْتُوْنَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے، فوج کی جمع، فوج در فوج۔ ترجمہ ہوگا۔

جس دن صور پھونکا جائے گا اور تم جوق در جوق چلے آؤ گے۔

۷۸:۱۹ — وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا: آسمان کو کھول دیا جائے گا اور وہ دروازے ہی بن جائے گا، بطور مبالغہ آسمان کو ابواب قرار دیا۔ اَبْوَابًا بوجہ كَانَتْ کی خبر کے منصوب ہے۔

۷۸:۲۰ — وَ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا۔ سُيِّرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَسْيِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر بمعنی چلانا۔ (س ی ر حروف مادّہ)

اور جب وہ پہاڑ چلائے جائیں گے (یعنی زمین سے اکھاڑ کر فضاء میں ذروں کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے تو وہ سراب کی مانند بے حقیقت) ہو جائیں گے کہ جسے آدمی پانی سمجھ کر آگے بڑھتا ہے جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔

سَرَابًا بوجہ كانت کی خبر کے منصوب ہے۔

۷۸:۲۱ — اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا۔ رَصَدَ يَرْصُدُ (باب نصر) سے اسم ظرف مکان ہے۔ بمعنی گھات (فیروز اللغات عربی اردو) گھات کی جگہ (لغات القرآن از ندوۃ المصنفین و تفسیر ماجدی)

الرَّصْدُ مصدر بمعنی گھات لگا کر بیٹھنا۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اَلْمَرْصَدُ گھات لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ (۹:۵) اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو اور مِرْصَادٌ بمعنی مَرْصَدٌ آتا ہے لیکن مِرْصَادٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو کہ گھات کے لئے مخصوص ہو۔ قرآن میں ہے اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۷۸:۲۱) بے شک دوزخ گھات میں ہے۔

تو آیت میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ جہنم کے اوپر سے لوگوں کا گذر ہوگا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹:۷۱) اور تم میں سے کوئی (انسان یا بشر) نہیں جو جہنم سے اوپر ہو کر نہ گذرے۔

آیت ہذا میں مِرْصَادًا بوجہ خبر ہونے کَانَتْ کے منصوب ہے

۷۸ : ۲۲ —— لِلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا۔ اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو فقط کفار کے لئے مرصاد لیا جائے تو طٰغِیْنَ آیت ۲۱ کے ساتھ آئے گا ای اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ: بے شک دوزخ طاغین کی گھات میں ہے. اس صورت میں مَاٰبًا بدل ہوگا مِرْصَادًا سے۔

اور اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو کفار و مؤمنین دونوں کے لئے مراد لیا جائے تو مَاٰبًا خبر ثانی ہوگی كَانَتْ لِلطّٰغِيْنَ کی، (لوٹنے کی جگہ)

مَاٰبًا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان و زمان بھی، یعنی لوٹنا، لوٹنے کی جگہ، لوٹنے کا وقت۔ اَوْبٌ اِيَابٌ بھی مصدر ہیں۔ اٰبَ يَئُوْبُ (باب نصر) اَوَّابٌ اَوَّابِيْنَ اسی سے مشتق ہیں۔ تَاْوِيْبٌ دن کے چلنے کو کہتے ہیں۔

طَاغِيْ جمع طٰغِيْنَ۔ گناہوں میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طَغٰى يَطْغٰى طُغْيَانٌ (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طٰغِيْنَ بحالت جر و نصب، طَاغُوْنَ بحالت رفع:

۷۸ : ۲۳ —— لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا: جملہ طاغین کی ضمیر مستکن سے حال ہے لہٰذا منصوب ہے۔

لٰبِثِيْنَ لَبْثٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے: لَبْثٌ۔ لَبَاثٌ و لَبَاثَةٌ بمعنی دیر تک رہنا. مدت تک رہنا۔ فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

اَحْقَابًا: حَقْبٌ کی جمع ہے اور بوجہ ظرفیت منصوب ہے:

حَقْبٌ کتنی مدت کو کہتے ہیں اس میں اسلاف و اہل لغت کا اختلاف ہے بہ۔

مثلاً حقب ۸۰ سال جس کا ہر دن ہزار برس کا۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) حقب ۷۰ خریف کا۔ ہر خریف ۷۰۰ سال کا، ہر سال ۳۶۰ دن کا ہر دن ہزار برس کا۔

(مجاھد)

اسی طرح دوسرے اقوال ہیں:۔ لیکن کتنی ہی مدت بیان کی جائے پھر بھی وہ میعاد ختم ہو جائے گی۔ دوامی نہ ہوگی: اس لئے مقاتل نے صاف کہہ دیا کہ آیت فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا سے یہ آیت منسوخ ہے۔

لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔
کہ احقاب جمع ہے اور جمع کی کوئی آخری حد نہیں۔ اس لئے ہر حقب گذرنے کے بعد دوسرا حقب شروع ہو جائے گا اور اس طرح حقب کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔
امام حسن بصری کی تشریح کے مطابق اس جگہ لفظ احقابا کی وجہ سے لٰبِثِیْنَ کا مطلب ہوگا ہمیشہ رہنے والے (لغات القرآن) وہ اس میں حقبوں پڑے رہیں گے۔

۷۸: ۲۴ ـــ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا: لَا یَذُوْقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ نہیں چکھیں گے۔ فِیْهَا ای فی جهنم۔ بَرْدًا۔ ٹھنڈک، شَرَابًا پینے کی چیز، ہر وہ چیز جس کو چبانا نہ پڑے بلکہ پیا جائے عربی میں اس کے لئے شراب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔
وہ وہاں نہ تو ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا: (یعنی ان کو نہ تو ایسی ٹھنڈک نصیب ہوگی جو جسم کو آرام اور سکون دے۔ اور نہ کوئی پینے کی چیز ایسی ملے گی جو پر ذائقہ بھی ہو اور پیاس کو بھی بجھا دے)

۷۸: ۲۵ ـــ اِلَّا حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا۔ حَمِیْمًا۔ سخت گرم، کھولتا ہوا پانی، غَسَّاقًا پیپ، کچ لہو۔ وہ گند کا مادہ جو زخموں سے نکلتا ہے۔ بہتی پیپ، اس صورت میں حَمِیْمًا کا استثناء بَرْدًا سے ہے اور غَسَّاقًا کا استثنا شرابًا سے ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جب دوزخیوں (طاغین) کو دوزخ کی آگ اندر سے اور باہر سے جلا رہی ہوگی اور وہ ٹھنڈک کے لئے بیتاب ہوں گے تو ان کو ٹھنڈک کی بجائے گرم اور کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا: جو ان پر گرمی کی شدت کو اور تیز کر دے گا؛
اسی طرح جب ان کو شراب کی طلب ہوگی یعنی پینے کی ایسی چیز جو کہ پر ذائقہ بھی ہو اور ان کی پیاس کو تسکین بھی بخشے تو ان کو پینے کے لئے کچ لہو اور دوزخیوں کے زخموں سے بہتی ہوئی گندی پیپ پینے کو دی جائے گی جو پینے کو اور بھی ناقابل برداشت کر دے گی۔

آیت ۲۴ میں بَرْدًا وَّ شَرَابًا۔ یَذُوْقُوْنَ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور سارا جملہ لٰبِثِیْنَ کے ضمیر جمع مذکر سے حال ہے اور یہی صورت آیت ۲۵ میں حَمِیْمًا وَّ غَسَّاقًا کی ہے۔

۷۸ : ۲۶ — جَزَآءً وِّفَاقًا ۔ موصوف و صفت ، جَزَآءً ۔ جزاء ، بدلہ ، معاوضہ وِفَاقًا مصدر (مفاعلۃ) ہے بمعنی موافق ، یعنی مصدر بمعنی اسم فاعل ہے جتنا جرم ہے اتنی سزا۔ جزاءً فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے۔

فرّاء اور اخفش کے نزدیک عبارت یوں تھی ۔

جازینا ھم جزاءً وفاقًا ۔ (ہم نے اُن کو اُن کے جرم کے موافق سزادی۔

زجاج نے کہا :۔

جوزوا جزاءً وفاقًا اور ان کو ان کے جرم کے موافق سزادی گئی ،

۷۸ : ۲۷ — اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۔ جملہ مستانفہ ہے اور سزا مذکور کی علت ۔

یعنی ان کو ان کے گناہوں کی پوری پوری سزادی گئی کیونکہ وہ لوگ تو حساب کی توقع ہی نہ رکھتے تھے ۔

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کا صیغہ ، رِجَاءً (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ یقین نہیں رکھتے تھے ۔ وہ امید نہیں رکھتے تھے ۔

۷۸ : ۲۸ — وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ۔ كِذَّابًا مصدر ہے تکذیب کا ہم معنی ، یہ استعمال عمومی ہے ۔ اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی

۷۸ : ۲۹ — وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ كِتٰبًا : كتابًا یا تمیز ہے یا حال ہے اور کتاب مصدر بمعنی مکتوب ہے یا مفعول مطلق ہے ۔ جیسے ضَرَبْتُهٗ سَوْطًا میں نے اس کو ضرب تازیانہ لگائی ۔

یعنی ہم نے ان کے ہر عمل کا اس طرح احصار کرلیا ہے جیسے تحریر احصار کرلیتی ہے یا کتٰبًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ۔ یعنی ہم نے ان کے اعمال کو احاطہ کرلیا ہے اور لوحِ محفوظ میں یا کراماً کاتبین کے اعمال ناموں میں لکھ رکھا ہے ۔

کہا گیا ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے میرے نزدیک یہ وِفَاقًا کی علت ہے جیسے اَنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا علت ہے جَزَآءً کی ،

مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کو اس لئے سزا دیں گے کہ وہ حساب کا انکار اور تکذیب کرتے تھے اور یہ سزا ان کے اعمال کے موافق ہوگی کیونکہ ان کے اعمال اور بیہودگیاں ہم نے لکھ رکھی ہیں ۔ کوئی چیز بغیر لکھے نہیں رہی اس کے مطابق ان کو سزا ہوگی ۔

وَكُلَّ شَيْءٍ یہ فعل محذوف کا فعل ہے جس کی تشریح آئندہ فعل میں کی گئی ہے یعنی طاغیوں کے ہر عمل اور ہر بیہودگی کو ہم نے گھیر لیا ہے (احاطہ عددی کر لیا ہے) (تفسیر مظہری)

۷۸: ۳۰ — فَذُوقُوا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا: ف سببیہ ہے اور بطور التفات (کلام کے رُخ کو موڑنا) طٰغِین کو خطاب ہے۔ وقیل الالتفات شاهد على شدة الغضب۔ (التفاتِ ضمائر شدت پر شاہد ہے)

طاغین سے کہا جائے گا کہ: چونکہ ہم نے تمہارے اعمال کا احاطہ کر لیا ہے لہٰذا اب لسبب کفر عن الحساب وتکذیب آیات عذاب کا مزہ چکھو،

فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا: ہم نہیں زیادہ کریں گے تم پر مگر عذاب کو، ف عاطفہ لَنْ نَّزِيْدَ مضارع نفی تاکید بہ لن۔ صیغہ جمع متکلم ہے ہم ہرگز زیادہ نہیں کریں گے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اِلَّا حرف استثناء عَذَابًا مستثنیٰ (تمیز) ہم ہرگز زیادہ نہیں کریں گے تم پر مگر عذاب۔

قيل هذه الاية اشد اية فى القران على اهل النار كلما استغاثوا من نوع العذاب اغيثوا باشد منه (الخازن)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت قرآن میں دوزخیوں کے خلاف سخت ترین آیت ہے جب بھی وہ ایک عذاب سے نجات کے لئے مدد طلب کریں گے ان کی اس عذاب سے زیادہ شدید عذاب سے مدد کی جائے گی۔

۷۸: ۳۱ — **فائدہ:**

اب آیت ہذا سے ان لوگوں کے اوپر خدا کے لطف وکرم کا ذکر ہے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے دربار میں حاضری کا خوف ان کو ہر گناہ سے باز رکھتا تھا۔ (ضیاء القرآن)

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا۔ مَفَازًا مصدر بمعنی کامیابی۔

یہ فَوْزٌ سے اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ الفوز کے معنی ہیں سلامتی کے ساتھ خیر حاصل کر لینا۔ مَفَازًا اسم اِنَّ ہے۔ لہٰذا منصوب ہے۔ للمتقين اس کی خبر۔ ضرور پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔

۷۸: ۳۲ — حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا: حَدَآئِقَ باغات حَدِيْقَةٌ کی جمع جس کے

معنی اس باغ کے ہیں جس کے گرد چاردیواری کھینچی ہوئی ہو۔ باغ کا نام حدیقۃ اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہیئت اور شکل میں حدقہ یعنی آنکھ کی پتلی کے متشابہ ہے جس طرح وہ گھری ہوئی اور بارونق اور باآب وتاب ہوتی ہے۔ اس طرح حدیقہ ہوتا ہے۔ حَدَائِقَ بدل ہے مَفَازًا سے۔ اَعْنَابًا۔ عِنَبٌ کی جمع ہے بمعنی انگور اور یہ حَدَائِقَ کا معطوف ہے۔

۷۸ : ۳۳ — وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا: موصوف صفت ہیں۔ واؤ عاطفہ ہے اور کَوَاعِبَ کا عطف اَعْنَابًا پر ہے۔ کَوَاعِبَ کَاعِبٌ کی جمع۔ نوخیز شباب لڑکیاں جن کے پستان خوب ابھرے ہوئے ہوں۔ اِمْرَأَةٌ کَاعِبٌ ابھرے ہوئے پستانوں والی لڑکی کَعْبُ الرِّجْلِ (ٹخنہ) اس ہڈی کو کہتے ہیں کہ جو پاؤں اور پنڈلی کے جوڑ ہوتی ہے اور اَلْكَعْبَةُ ہر اس مکان کو کہتے ہیں جو ٹخنے کی شکل پر چوکور بنا ہوا ہو۔ اسی سے بیت الحرام کو الکعبۃ کے نام سے پکارا گیا ہے

اَتْرَابًا، ہم سن عورتیں،

امام راغب فرماتے ہیں :-

اَتْرَابٌ (۳۸ : ۵۲) کے معنی ہیں: ہم عمر جنہوں نے اکٹھی تربیت پائی ہوگی۔ گویا وہ عورتیں اپنے خاوندوں کے اس طرح مساوی و مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینوں کی ہڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے یا اس لئے کہ گویا زمین پر بیک وقت واقع ہوئی ہیں اور بعض نے یہ بھی وجہ بیان کی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلتی رہی ہیں۔

ترب مٹی۔ تَرَائِبُ پسلیاں۔

۷۸ : ۳۴ — وَكَأْسًا دِهَاقًا واؤ عاطفہ۔ کَأْسًا دِهَاقًا موصوف وصفت۔ کَأْسًا کا عطف کَوَاعِبَ پر ہے کَأْسٌ اس جام کو کہتے ہیں جو شراب سے پُر ہو، جس جام میں شراب نہ ہو اس کو کَأْسٌ نہیں کہتے۔ دِهَاقًا۔ دَهْقٌ (باب فتح) مصدر سے اسم صفت ہے۔ بھرا ہوا۔ چھلکتا ہوا۔

۷۸ : ۳۵ — لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا: یہ جملہ متقین کی ضمیر سے حال ہے فِيْهَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع

ا:- کَأْسًا کی طرف راجع ہے یعنی دنیوی شراب پینے کے وقت جس طرح لغو اور بیہودہ باتیں سنی جاتی ہیں جنت کی شراب پیتے وقت وہ نہیں سنی جائیں گی۔

۲؎۔ فیھا کی ضمیر مَفَازًا کی طرف راجع ہے اور مَفَازًا سے مراد ہے حدائق اور جنتیں۔

۳؎۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ھَا ضمیر کا مرجع جنّت ہے۔ وہاں متقین کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ (خرافات)

کِذَّابًا: مصدر۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق (باب تفعیل) کسی کو جھوٹا قرار دینا ۔ جھوٹا سمجھنا۔

۷۸: ۳۶ ــــ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا: جَزَآءً اور عَطَآءً دونوں مصدر ہیں اور مفعول مطلق ہیں فعل محذوف کے ؛ ای جَازَاهُمْ جَزَآءً و اَعْطَاهُمْ عَطَآءً

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

یہ بدلہ ہے آپ کے رب کی طرف سے بڑا کافی انعام۔

یہ انعام و اکرام چونکہ ان کے اعمال صالحہ کے عوض میں ہے اس لئے اسے جزاء کہا گیا کیونکہ اس میں اس کا فضل و احسان جلوہ نما ہے اس لئے اسے عطاء کہا گیا ہے پھر عطاء کی صفت حِسَابًا ذکر کی گئی ہے۔ قتادہ نے اس کا معنی کثیرًا بتایا ہے یُقَالُ اَحْسَبْتُ فُلَانًا۔ ای کثرت له العطاء حتی قال حسبی۔ (کہتے ہیں اَحْسَبْتُ فُلَانًا یعنی میں نے اس کو اس کثرت سے دیا یہاں تک کہ وہ کہہ اٹھا میرے لئے (یہی) کافی ہے)۔ (ضیاء القرآن)

حِسَابًا مصدر ہے لیکن صفت کے قائم مقام ہے۔ ای کثیرًا بہت زیادہ

۷۸: ۳۷ ــــ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ: جملہ رَبِّ السَّمٰوٰتِ والارض وما بینھما بدل ہے رَبِّكَ سے الرَّحْمٰنِ بھی ربك سے بدل ہے یا اس کی صفت:

ترجمہ ہوگا:۔

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ اختیار نہیں رکھتے۔

وہ رب السمٰوٰت و الارض وما فیہا ہے اور رحمٰن بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ہیبت اور جبروت بھی ہے کہ کوئی بھی بغیر اذن کے اس سے بات نہیں کر سکتا۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں۔

اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ جس کو جو کچھ بھی دیا وہ محض فضل ہی فضل ہے، جس کو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی۔ کیونکہ اس کو کسی کا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلائے اور گلہ کرے:

لَا یَمْلِکُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تمام اہل سمٰوٰت والارض کے لئے ہے اور مِنْہُ کی ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے (مدارک)

خِطَابًا۔ کلام، بات، گفتگو۔ مصدر۔ منصوب بوجہ تمیز۔

۷۸ : ۳۸ ـــــ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا: آیت سابقہ نمبر ۳۷ میں خِطَابًا پر علامت وقف ج ہے جو وقف جائز کی علامت ہے اور یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں یَوْمَ ظرف ہے لَا یَتَکَلَّمُوْنَ کا۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہے جس دن۔

یَقُوْمُ مضارع واحد مذکر غائب۔ قیام مصدر (باب نصر) سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوگا یہاں بمعنی جمع ہے۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔

الرُّوْحُ: کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد ہے ارواحِ بنی آدم۔

۲:۔ بنی آدم فی انفسہم۔

۳:۔ خدا کی مخلوق میں سے بنی آدم کی شکل کی ایک مخلوق جو نہ فرشتے ہوں ہیں نہ بشر۔

۴:۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

۵:۔ القرآن

۶:۔ جمیع مخلوق کے بقدر ایک عظیم فرشتہ وغیرہ۔ (اضواء البیان)

(ا)۔ ابن جریر نے ان جملہ اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے سے توقف کیا ہے

ب:۔ مودودی، پیر محمد کرم شاہ، صاحب تفسیر مدارک، جمہور کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

ج : مولانا اشرف علی تھانوی رح کے نزدیک تمام ذی ارواح ۔
مولانا عبدالماجد دریابادی رح کے نزدیک اس سیاق میں روح سے مراد ذی روح مخلوق لی گئی ہے ۔

یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا کا اکثر نے مطلب لیا ہے کہ الروح ایک صف میں اور ملائکہ ایک صف میں کھڑے ہوں گے ؛ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ الروح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے :

صَفًّا یہ لَا یَتَكَلَّمُوْنَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی صف باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے۔ صُفُوْفٌ جمع - قطاریں - صف باندھے ۔

لَا یَتَكَلَّمُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَكَلُّمٌ (تفعل) مصدر - وہ بات نہیں کریں گے ۔

اِلَّا - استثناء متصل - اے لا یتکلمون احد الا الماذون من الرحمٰن کوئی کلام نہ کرے گا سوائے ان کے جن کو الرحمٰن کی طرف سے اجازت دی گئی ہو گی
اَذِنَ ماضی واحد مذکر غائب اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے اس نے اجازت دی ۔

وَقَالَ صَوَابًا اس کا عطف اَذِنَ پر ہے صَوَابًا - ٹھیک بات ، حق ، راست درست ، خَطَاءٌ کی ضد ہے ۔ اور وہ کہیگا بھی حق بات ، یعنی شفاعت یا شہادت کے سلسلہ میں اجازت پر وہ لگی چپڑی کہے بغیر سچی سچی اور بلا کم و کاست ٹھیک بات کہیگا ۔

۷۸ : ۳۹ —— ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ - ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر - مبتداء الیوم الحق موصوف و صفت مل کر خبر - وہ برحق دن ہے - یا ذٰلِكَ الْيَوْمُ (مذکورہ بالا احوال والادن) اسم اشارہ - ومشارٌ الیہ مل کر مبتدار الحق اس کی خبر ، (حق ہی ہے ۔ بلاریب) ، حقانیت اور صداقت پر یہ دن مبنی مقصود ہے ۔ یعنی الحق خبر ہے ۔ اور خبر پر الف لام مفید حصر ہی ہے
پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کا دن یقیناً حق ہی ہے (تفسیر مظہری)

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ف سببیہ ہے کیونکہ اللہ تک پہنچانے کا راستہ اختیار کرنے کا سبب قیامت کا برحق ہونا ہے ۔
مَاٰبًا مفعول ہے اِتَّخَذَ کا اور اِلٰى رَبِّهٖ متعلق مَاٰبًا ہے
اِتَّخَذَ ماضی واحد مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) ، مصدر - اختیار کرنا ۔ مَاٰبًا مفعول

اٰبٍ یَؤُوْبُ (باب نصر) مصدر بمعنی لوٹنا۔ اسم ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے بمعنی لوٹنے کا وقت۔ اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ یہاں یہی مُراد ہے۔

مطلب ہے اللہ کے قرب تک پہنچانے والا راستہ، یا لوٹنے کی جگہ سے مراد ہے جنّت۔ (الخازن، جلالین)

پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنالے۔

۷۸ : ۴۰ — اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا۔ اَنْذَرْنَا ماضی جمع متکلم اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو ڈرایا۔ ہم نے تم کو ڈر سنایا۔

عَذَابًا قَرِيْبًا موصوف و صفت۔ مل کر اَنْذَرْنَا کا مفعول ثانی۔ عذاب قریب اس سے مراد عذاب آخرت ہے۔ کیونکہ جو آنیوالا ہے وہ قریب ہی ہے۔ یا اس سے مراد عذاب قبر ہے اور موت جوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے (تفسیر مظہری)

يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ۔ اس کی تفسیر میں علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

يَوْمَ۔ عَذَابًا کا مفعول فیہ ہے۔ کیونکہ عذاب بمعنی تعذیب (مصدر) ہے مَا قَدَّمَتْ میں مَا یا تو سوالیہ ہے اور قَدَّمَتْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا موصولہ ہے اور يَنْظُرُ کا مفعول ہے اور صلہ میں ضمیر محذوف ہے یعنی قَدَّمَتْهُ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنے اس عمل کو جو پہلے اس نے دنیا میں کر کے بھیجا ہوگا اپنے اعمال نامہ میں دیکھے گا۔ یا اس کا بدلہ آخرت میں دیکھے گا یا قبر میں دیکھے گا۔

اعمال کو بھیجنے کی نسبت ہاتھوں کی طرف اس لئے کی کہ عموماً کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں۔

وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا: واؤ عاطفہ، يَقُوْلُ کا عطف يَنْظُرُ پر ہے۔ لَيْتَ حرف تمنا وطمع ہے۔ گذشتہ کوتاہی پر اظہار تاسف کے لئے آتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۵ : ۲۷) اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۷۹) سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۴۶)

۷۹: ۱ ۔۔۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا: واؤ قسمیہ ہے۔ النّٰزِعٰتِ مقسم بہا ہے۔ غَرْقًا اسم ہے لیکن بجائے مصدر کے مستعمل ہے یعنی مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا میں جُلُوْسًا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے جواب قسم محذوف ہے:

النّٰزِعٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث النازعۃ واحد، نَزْعٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ کھینچنے والیاں۔ کھینچ کر نکالنے والیاں۔ نَزْعٌ کھینچنا، نکالنا جان نکالنا۔ مُنَازَعَۃٌ (مفاعلۃ) باہم کشیدگی۔ خصومت۔ تَنَازُعٌ (تفاعل) باہم خصومت کرنا۔

غَرْقًا۔ ڈوبنا۔ گہرائی سے شدت کے ساتھ کھینچنا

ترجمہ ہوگا:۔

قسم ہے گہرائی میں جاکر شدت کے ساتھ کھینچنے والیوں کی۔

۷۹: ۲ ۔۔۔ وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا واؤ عاطفہ ہے۔ واؤ قسمیہ مقدرہ ہے النّٰشِطٰتِ مقسم بہا ہے۔ نَشْطًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے جواب قسم محذوف ہے۔

النّٰشِطٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث ہے۔ الناشطۃ واحد۔ بند کھولنے والیاں یہ لفظ نَشَطَ الدَّلْوَ۔ ڈول کو آسانی کے ساتھ بغیر تکلیف کے نکال لیا۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یا نَشَطَ الْحَبْلَ سے ماخوذ ہے یعنی رسی کو اتنا ڈھیلا چھوڑ دیا کہ وہ کھل گئی۔ اور قسم ہے آسانی کے ساتھ گرہ کھولنے والیوں کی۔ (آسانی سے روح قبض کرنے والیوں کی)

۷۹: ۳ ۔۔۔ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا واؤ عاطفہ، (واؤ قسمیہ مقدرہ ہے) السّٰبِحٰتِ

مقسم بہا۔

سَبْحًا مفعول مطلق: سَبْحٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ہے۔ تیرنے والیاں۔ اور قسم ہے تیرنے والیوں کی ؛

۷۹ : ۴ ــ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ف عاطفہ، واؤ قسمیہ مقدرہ السّٰبِقٰتِ مقسم بہا۔ سَبْقًا مفعول مطلق سَبْقٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے پھر ان کی قسم جو دوڑ کر آگے بڑھنے والیاں ہیں۔

۷۹ : ۵ ــ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا : ف عاطفہ (واؤ قسمیہ مقدرہ ہے) المدبرات مقسم بہا ہے۔ اَمْرًا مفعول بہ ہے۔ اَلْمُدَبِّرٰتِ تدبیر (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ہے کسی کام کی تدبیر کرنے والیاں۔

پھر ان کی قسم جو (تفویض کئے گئے) امور میں تدبیر و تنظیم کرتی پھرتی ہیں۔

بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک وہ ملائکہ مراد ہیں جن کے سپرد کچھ کام بحکم خدا کئے گئے ہیں اور ان کو انجام دینے کے طریقے اللہ تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرما دیئے ہیں :

فائدہ :۔

آیات ۱۔ تا۔ ۵۔ میں مقسم بہا کا ان کے نام کے بجائے ان کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ جمہور کے نزدیک ان سے مراد فرشتے ہیں۔ اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نازعات، ناشطات، سابحات، سابقات، مدبرات، سب صیغے مؤنث کے ہیں حالانکہ فرشتے مؤنث نہیں ہیں۔ بلکہ خدائے پاک نے کفار کو فرشتوں کو مؤنث کہنے میں الزام دیا ہے۔ تنبیہ فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے :۔

وجعلوا الملٰئکۃ الذین ھُمْ عباد الرحمٰنِ اِناثًا ..... الخ (۴۳ : ۱۹) اور انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (خدا کی) بیٹیاں مقرر کیا ہے .....

اس کے متعلق علامہ حقانی فرماتے ہیں :۔

" اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو بصیغہ مؤنث

تعبیر کرتے ہیں ۔ اور ملائکہ سے اشخاص مراد نہیں بلکہ جماعات مراد ہیں :

ان فرشتوں میں سے نازعات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو جان نکالتے ہیں ۔ اور کھینچ کر (جان) نکالنے والے وہ ہیں جو کفار کی جان کنی پر مامور ہیں ۔ کفار کی رُوح عالم آخرت کے مصائب سے ڈر کر ان کے بدن میں اِدھر اُدھر تمام اطراف وجوانب میں چھپتی پھرتی ہے ۔ اس لئے وہ ملائکہ بھی ان کے اجسام میں گھس کر ان کی روح کو نکالتے ہیں

اسی طرح ناشطات ، سابحات، سابقٰت ، مدبرات سے مراد بھی ملائکہ ہیں جن کو باعتبار ان کی صفات اور حالات کے مختلف صفات سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

۲ :۔ امام حسن بصری رح نے ان سے مراد ستارے لئے ہیں ۔

۳ :۔ بعض کے نزدیک ان پانچوں کلمات سے مراد ارواح ہیں ۔

۴ :۔ بعض کہتے ہیں کہ ان پانچوں سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں ۔

۵ :۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ ان پانچوں کلمات سے مراد غازی ہیں ۔

(تفسیر حقانی)

فَائِدَہ :۔

یہ پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن جواب قسم محذوف ہے یعنی لَتُبْعَثُنَّ ۔ کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ۔

۷۹ : ۶ —— یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ ؛ یَوْمَ منصوب ہے ظرف زمان ہے اور قسم کے جواب محذوف سے متعلق ہے ۔

تَرْجُفُ مضارع واحد مؤنث غائب رَجْفٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی وہ لرزے گی ۔ وہ کانپے گی ۔

الرَّاجِفَۃُ رَجْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ جب تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی ۔

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں ۔

راجفۃ سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جو ساکن ہیں ۔ اور وہ اس وقت زور زور سے کانپنے اور لرزنے لگیں گی ۔ جیسے زمین ، پہاڑ ۔ وغیرہ ۔

یعنی نفخہ اولیٰ ہوگا اور نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا حکم صادر ہوگا ۔

تو یوں محسوس ہوگا کہ زبردست زلزلہ کے جھٹکوں سے زمین، پہاڑ، قلعے، مکان اور درخت سب کے سب لرزنے لگیں گے۔

۷۹ : ۷ ۔ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ : تَتْبَعُ مضارع واحد مؤنث غائب تَبْعٌ (باب سمع) مصدر سے۔ بمعنی پیچھے چلنا۔ پیچھے پیچھے آنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الراجفۃ ہے۔

الرَّادِفَةُ : رَدْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث پیچھے سوار ہونے والی۔ پیچھے جانے والی۔ تَرَادُف ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ یا سوار ہونا۔ لفظوں کا ہم معنی ہونا۔ مترادف ہم معنیٰ۔

اس کے پیچھے آئے گی ایک اور لرزاہٹ، بھونچال، زلزلہ،

فَائِدَہ :

بعض کے نزدیک ردف سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے جو پہلے نفخہ کے بعد ہوگا، جس کے بعد سب مُردے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الراجفۃ۔ اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین اور پہاڑ ہلیں۔ اور تتبعہا الرادفۃ پے در پے لرزے پر لرزہ آئے، یہ نفخ صور اول کے وقت ہوگا۔ کہ زمین ہل جائے گی اور پے در پے لرزے آنے سے یہ تمام دنیا نیست و نابود ہو جائے گی۔

اس کے بعد بار دیگر ہر ایک انسان زندہ ہوگا۔ ابتدائے نفخ صور اول سے لے کر نفخ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لئے اس میں زندہ ہونا صحیح ہو سکتا ہے ورنہ تو صرف نفخ اول صور میں تو کوئی زندہ نہ ہوگا بلکہ زندہ لوگ بھی مر جائیں گے۔ گویا آیت نمبر ۶ اور آیت نمبر ۷ دونوں نفخ صور اول کی کیفیات ہیں۔ نفخ ثانی بعد میں ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ سے مراد وہ ہیبت ناک آواز ہے جو نفخۂ اُولیٰ کے وقت ہوگی۔ جس سے زمین و آسمان، وحوش و طیور، حیوان و انسان نیست و نابود ہو جائیں گے

اور تتبعھا الرادفۃ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے (یعنی بار دیگر صور پھونکنا) جس سے تمام حیوان و انسان بارِ دیگر زندہ ہوں گے۔ اور ان دونوں نفخ صور میں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا۔
(تفسیر حقانی، مظہری، خازن)

۷۹: ۸ — قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ۔ قُلُوْبٌ مبتدا، یَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمان ہے اور تتبعھا الرادفۃ سے متعلق ہے۔ وَاجِفَۃٌ، قُلُوْبٌ کی صفت ہے اور مبتدا کی خبر۔

(کتنے ہی) دل اس روز ترساں ولرزاں ہوں گے۔ وَاجِفَۃٌ۔ وَجْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

وَجُفٌ۔ وَجِیْفٌ (باب ضرب) کے معنی تیز رفتاری کے ہیں۔ اور اَوْجَفْتُ الْبَعِیْرَ کے معنی ہیں میں نے اونٹ کو تیز دوڑایا۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ (۵۹: ۶) کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

مثل مشہور ہے اَوْجَفَ فَاَعْجَفَ: گھوڑے کو تیز دوڑا کر دبلا کر دیا۔

وَجَفَ الشَّیْءُ کسی چیز کا مضطرب ہونا۔ قَلْبٌ وَاجِفٌ۔ مضطرب دل؛

۷۹: ۹ — اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃٌ: اَبْصَارُھَا مبتدا، خَاشِعَۃٌ خبر۔ اَبْصَارُھَا ای ابصار اصحٰب القلوب (ان کانپتے دل والوں کی آنکھیں) ھَا ضمیر کا مرجع قلوب ہے۔

خَاشِعَۃٌ۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی ذلیل ہونے والی۔ خوار ہونے والی۔ نیچی ہونے والی۔ ان دل والوں کی آنکھیں ڈر اور ذلت وخواری سے نیچی ہو رہی ہوں گی؛

فائدہ — آیات ۸، و ۹، میں مذکور حال کفار ومنافقین کا ہوگا۔ اللہ کے نیک بندے اس روز حُزن وغم سے محفوظ ہوں گے۔ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَتَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (۲۱: ۱۰۳) ان کو (اس دن کا)

بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

فَائِدَہ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ (آیت ۶) میں نفخۂ اُولیٰ مراد ہے اور تَتْبَعُهَا الرَّادِفَۃُ (آیت ۷) میں الرادفۃ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔ اور آیات ۸، ۹، میں مذکور مضامین نفخۂ ثانیہ سے متعلق ہیں۔

۷۹ : ۱۰ — یَقُوْلُوْنَ : ایعنی کافر آیاتِ بالا متعلقہ وقوعِ آخرت ومَنَاظرِ آخرت سُن کر استہزاءً) کہتے ہیں۔

ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ : یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے، بھلا پھر ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف۔

ءَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّا حرف مشبّہ بالفعل ہے یہ اِنَّ حرفِ تحقیق اور حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔

لَمَرْدُوْدُوْنَ میں لام تاکید کا ہے، مَرْدُوْدُوْنَ۔ رَدٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ واپس پھیرے گئے۔ لوٹائے گئے۔

جب کوئی شخص اسی راستے سے پلٹ جائے جس پر وہ چل کر آیا تھا تو عرب کہتے ہیں رجع فلان فی حافرتہ ای طریقۃ التی جاء فیھا فحفر۔ یعنی جس راستہ کو وہ پہلے اپنے قدموں سے کھود آیا ہے اور اپنے نقوش پا ثبت کر آیا ہے اسی پر وہ لوٹ گیا۔

الحافرۃ پہلی حالت۔ اُلٹے پاؤں۔ زمین۔ حَفْرٌ سے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ عرب میں "حَافِرَۃ" اُلٹے پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لئے ضرب المثل ہو گیا ہے۔

امام بغوی رح لکھتے ہیں :-

اور بعض کا قول ہے کہ "حافرۃ" کے معنی روئے زمین کے ہیں جس میں ان کی قبریں کھدتی ہیں۔

۷۹ : ۱۱ — ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً : یہ جملہ بھی استفہام انکاری ہے انکار

کے بعد انکار مزید تاکید کے لئے ہے۔
ءَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اِذَا ظرفِ زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔
وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا انِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا (۶۲: ۱۱) جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیئے۔
اور اگر قسم کے بعد واقع ہو تو زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی (۵۳: ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔
کُنَّا ماضی جمع متکلم (بمعنی مضارع۔ ہم ہوں گے۔
عِظَامًا نَّخِرَۃً: موصوف وصفت مل کر کَانَ کی خبر۔
عِظَامًا۔ عَظْمٌ کی جمع ہڈیاں۔ جیسے سِھَامٌ سَھْمٌ کی جمع ہے نَخِرَۃً عِظَامًا کی صفت ہے۔ نَخْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت کا صیغہ واحد مؤنث۔ بوسیدہ۔ نخرۃ: من نخر العظم ای بلی وصار الجوف تمرّ بہ الریح فیسمع لہٗ نخیر ای صوت (روح المعانی)
جب ہڈی بوسیدہ ہو جائے اس کے اندر کا گودا گل جائے اور وہ خالی ہو جائے اور اس میں سے ہوا گذرنے لگے جس سے نخیر پیدا ہو ایسی ہڈیوں کو عِظَامًا نَّخِرَۃً کہتے ہیں۔
۷۹: ۱۲ — قَالُوْا۔ اس کا عطف یَقُوْلُوْنَ پر ہے (اور) وہ کہتے ہیں:۔
تِلْكَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ۔ تِلْكَ اسم اشارہ واحد مؤنث۔ بمعنی وہ مبتدا ہے۔ اِذًا حرف جزا ہے۔ تب، اس وقت۔
کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ موصوف صفت مل کر مبتدا کی خبر،
ترجمہ ہو گا:۔
پھر تو یہ (زندگی کی واپسی) بڑی گھاٹے کی ہوگی (یہ وہ استہزاءً کہتے ہیں)
خَاسِرَۃٌ خَسْرٌ وخُسْرَانٌ (باب سمع مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے گھاٹے والی۔
مندرجہ ذیل وہ مقولے ہیں جو کہ کافر لوگ قیامت کی وقوع پذیری اور

منکرینِ حشر کی حالت زاری کی آیات سُن کر ٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں۔
۱:۔ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ۔
۲:۔ ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً۔
۳:۔ تِلْکَ اِذًا کَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ۔
۷۹ : ۱۳ —— فَاِنَّمَا ھِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ کفار کے استہزائیہ مقولوں کے جواب میں ارشادِ الٰہی ہوتا ہے: فانما ھی زجرۃ واحدۃ - ای لا تحسبوا تلک الکرۃ صعبۃ علی اللہ عزوجل فانہا سھلۃ ھینۃ فی قدرتہ فما ھی الا صیحۃ واحدۃ (فانما ھی زجرۃ واحدۃ) یرید النفخۃ الثانیۃ (مدارک)
یعنی زندگی کی واپسی کو خدائے عزوجل کے لئے مشکل خیال نہ کرو، کیونکہ اس کی قدرت کاملہ کے لئے یہ بہت ہی سہل اور آسان ہے وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے مراد اس سے نفخۃ الثانیہ ہے:
اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ وہ تو صرف (یہ) ہے
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ اور زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ خبر اِنَّ ہے۔
زَجْرَۃٌ۔ زَجْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی ڈانٹنا۔ جھڑکنا، زجر کرنا سے بمعنی ڈانٹ، جھڑک، زجر۔
۷۹:۱۴ —— فَاِذَا ھُمْ بِالسَّاھِرَۃِ: فاء عطف کے لئے ہے اور اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ (اچانک اور ناگہاں کے معنی میں) ہے۔ اِذَا کے آنے سے ھُمْ بِالسَّاھِرَۃِ جو جملہ اسمیہ تھا جملہ فعلیہ کی قوت میں ہو گیا۔ اسی لئے اس کا عطف جملہ فعلیہ پر صحیح ہو گیا۔
مطلب یہ ہو گا کہ:۔
دنیا میں یہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں مگر جب یہ زمین کے اوپر ایک میدان میں ہوں گے تو ناگہاں وہ وقت آہی جاتے گا۔ اس صورت میں فانما ھی زجرۃ واحدۃ جملہ معترضہ ہو گا، جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس لرزہ کے یہ منکر ہیں اس کو لانا اللہ کے نزدیک آسان ہے کچھ دشوار نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

اَلسَّاھِرَۃِ: سَھْرٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی نیند اڑ جانے کے ہیں۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ مفسرین کے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:۔

۱:۔ سَاھِرہ سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اس کے موسوم ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں۔

دوم یہ کہ اس میں سراب رواں ہوتا ہے یہ عرب کے محاورہ علین ساھرۃ سے ماخوذ ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ زمین کا نام ساہرہ اس لئے پڑا کہ شدتِ خوف کے باعث اس میں انسان کی نیند اڑ جاتی ہے تو وہ زمین کہ جس کے اندر قیامت کے موقع پر کافر جمع ہوں گے نہایت ہی خوف میں ہوں گے لہذا اس زمین کا نام ساھرۃ اس بناء پر ہوا۔

(تفسیر کبیر امام رازی رح)

۲:۔ اس سے مراد روئے زمین ہے۔ سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہو گی اور بالکل صاف اور خالی ہو گی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ ..... الخ (۱۴: ۴۸) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی۔ اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد قہار کے روبرو پیش ہو گی۔

تفسیر ابن کثیر)

۳:۔ اس کے معنی ہیں کہ لوگ قیامت کے دن موت کی نیند سے فورًا جاگ اٹھیں گے یہ معنی زیادہ مناسب بھی ہیں کیونکہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سھر بیداری کو کہتے ہیں۔ حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے۔ (تفسیر حقانی)

سورۃ یٰسٓ میں ہے:۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ (۳۶: ۵۲) کہیں گے اے ہے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا کر) اٹھایا۔

۴:۔ ثوری کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے۔

(ب) عثمان بن ابو العالیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے:
(ج) وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس کی ایک طرف کا پہاڑ ہے
(د) قتادہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ساھرۃ کہتے ہیں۔
لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۷۹: ۱۵ ـــــ ھَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى: (قیامت کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک روئے سخن فرعون کی طرف چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ انکار قیامت پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے کسی دلیل سے وہ متاثر نہیں ہو رہے تھے اس لئے ان کے سامنے ایک ایسے شخص کا دردناک انجام پیش کیا جا رہا ہے جو کہ وہ بھی قیامت کا منکر تھا اور اسی وجہ سے وہ سرکشی اور طغیان میں اتنا دور نکل گیا تھا کہ خدائی دعویٰ کیا کرتا تھا۔
انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اے میرے رسول کے ساتھ ٹکر لینے والو اور اس کی باتوں کا انکار کرنے والو! تم سے پہلے فرعون جیسے مطلق العنان حکمران نے میرے رسول موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح ٹکر لی تھی وہ بھی ان کی تکذیب کرتا اور قیامت کو تسلیم نہیں کرتا تھا اس کا جو انجام ہوا وہ تم نے بارہا سنا ہے کیا تم اپنے لئے اسی طرح کا انجام پسند کرتے ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

ھَلْ استفہامیہ ہے اَتٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی آنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کا مرجع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیرے پاس۔ حَدِيْثُ مُوْسٰى مضاف مضاف الیہ۔ حدیث ہر وہ بات جو انسان تک پہنچے سماع یا وحی کے ذریعہ اسے حدیث کہا جاتا ہے ـ بات، احادیث جمع ۔ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔ موسیٰ کی بات ۔موسیٰ کی خبر۔

ھَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى استفہام تقریری ہے ۔ یعنی آپ کے موسیٰ والی خبر آچکی ہے ۔ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی اطلاع آچکی ہے:

۷۹: ۱۶ ـــــ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى: اذ ظرف زمان ہے دونوں میں اختلاف کے مدنظر اس کا تعلق حَدِيْثُ سے ہے نہ کہ اَتٰىكَ سے
هٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مُوْسٰى ہے۔
نَادٰى ۔ نِدَاءٌ سے (باب افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
بِ ظرفیت کے لئے ہے۔

اَلْوَادِ الْمُقَدَّسِ : موصوف صفت ۔ مقدس وادی ۔
طُوًى اس کا نام ہے جو اَلْوَادِ کا عطف بیان ہے ۔
ترجمہ ہو گا:۔

آپ کے پاس موسیٰ سے تعلق رکھنے والی اس وقت کی بات تو آہی چکی ہوگی جب اللہ نے ان کو وادی مقدس (یعنی) طویٰ میں پکارا تھا۔

۱۷:۷۹ ــ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى : یہ جملہ ندار کی تفسیر ہے یا اس سے قبل وَقَالَ محذوف ہے۔ اور (اس سے) کہا کہ فرعون کی طرف جاؤ ۔۔۔۔ الخ

طَغٰى ۔ طُغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جب نگاہ اپنی حد سے نکل جاتی ہے تو بھکنے لگتی ہے اور اسی طرح پانی جب اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے۔ طَغٰى کا استعمال ان دونوں معنوں میں اسی اعتبار سے ہے ۔

اِنَّهٗ طَغٰى : ای تجاوز الحدّ فی الکفر والفساد۔ کفر اور فساد میں حد سے نکل گیا ہے ۔

طُغْيَانٌ مصدر سے جب فعل واوی ہوتا ہے تو باب نصر سے آتا ہے طَغٰى يَطْغُوْا طُغْيَانًا ۔ اور جب فعل یائی ہوتا ہے تو فتح اور سمع دونوں سے آتا ہے طَغٰى يَطْغٰى طُغْيَانٌ و طَغِيَ يَطْغٰى طُغْيَانٌ ۔ قرآن مجید میں باب فتح سے آیا ہے ۔

اِنَّهٗ طَغٰى علت ہے جملہ سابقہ کی :

آپ فرعون کے پاس جائیں کیونکہ وہ کفر و فساد میں حد سے بڑھ گیا ہے ۔

۱۸:۷۹ ــ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰۤى اَنْ تَزَكّٰى ۔ فَ تعقیب کا ہے قُلْ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر هَلْ استفہامیہ ہے لَكَ متعلق باسم محذوف ہے اَنْ مصدریہ ۔ تَزَكّٰى ۔ تَزَكِّيٌ (تفعل) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اصل میں تَتَزَكّٰى تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی ۔ تو سنور جاتے، تو پاک ہو جائے

تفسیر المدارک میں ہے :۔

هَلْ لك میل (رغبۃ) الیٰ ان تتطہر من الشرک والعصیان بالطاعۃ والایمان۔ کیا تیری خواہش ہے کہ تو اطاعت اور ایمان کے ذریعے شرک و سرکشی سے

پاک ہو جائے (اپنے آپ کو پاک کرلے)

۷۹ : ۱۹ —— وَاَھْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی : جملہ معطوف ہے واؤ عاطفہ ہے اَھْدِیَكَ کا عطف تَزَکّٰی پر ہے۔ فَ سببیہ ہے۔

اَھْدِیَكَ۔ اَھْدِیَ مضارع کا صیغہ واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ جملہ سابقہ ھِدَایَةٌ (باب ضرب) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو راہ بتاؤں۔ میں تجھ کو راہ دکھاؤں۔

تَخْشٰی۔ خَشْیَةٌ (باب سمع) مصدر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو ڈرے

مطلب یہ ہے:۔

اور کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ میں تجھے اللہ کی معرفت، عبادت اور توحید کا راستہ دکھاؤں اور نتیجہ میں تو اس کے عذاب سے ڈرنے لگے۔

۷۹ : ۲۰ —— فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْکُبْرٰی۔ فَاَرٰىهُ ف کا عطف محذوف پر ہے ای فذھب وبلغ فاراہ الاٰیۃ الکبرٰی۔ (بیضاوی)۔

حضرت موسٰی گئے اور فرعون کے پاس پہنچے اور اس کو بڑی نشانی دکھائی۔

اَرٰی۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو دکھلایا۔

اَلْاٰیَةَ الْکُبْرٰی صفت موصوف مل کر مفعول ثانی اَرٰی کا۔ بڑی نشانی وھی قلب العصاء حیۃ فانہ کان المقدم والاصل (بیضاوی) اور یہ عصا کا سانپ کی شکل میں تبدیل ہو جانا ہے اور یہ ہی پہلا اور اصل معجزہ تھا۔

یا الْاٰیَةَ الْکُبْرٰی سے مراد ہیں معجزات۔ لیکن تمام معجزات چونکہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے میں ایک ہی معجزہ کی طرح تھے۔ اس لئے بصیغہ واحد ذکر کیا گیا۔ (تفسیر مظہری، بیضاوی)

۷۹ : ۲۱ —— فَکَذَّبَ وَعَصٰی۔ ای فکذب فرعون موسٰی وعصی اللہ بعد ظھور الاٰیۃ (بیضاوی) معجزہ کے اظہار کے بعد بھی فرعون نے حضرت موسٰی (علیہ السلام) کو جھٹلایا۔ اور خدا کی نافرمانی کی اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی

۷۹ : ۲۲ —— ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی۔ ثم تراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ پھر۔ اس کے بعد۔ اَدْبَرَ۔ اِدْبَارٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس نے

پیٹھ پھیری: دُبُرٌ سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔
یَسْعٰی۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ (باب فتح) مصدر سے، وہ دوڑتا ہے۔ وہ دوڑے گا۔ دوڑتا ہوا۔ تدبیریں کرتا ہوا۔ یہاں ضمیر فاعل اَدْبَرَ سے حال ہے پھر روگرداں ہوکر (فتنہ انگیزی میں) کوشاں ہوگیا۔ یا سانپ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑتا ہوا پیچھے مڑا۔

۷۹: ۲۳ — فَحَشَرَ فَنَادٰی: ہر دو فاء عاطفہ بمعنی ثُمَّ ہیں۔ فَحَشَرَ ای ثُمَّ حشر (جمع) قومه وجنوده والسحرة (مدارک، خازن)
پھر اس نے اپنی قوم کو، افواج کو اور جادوگروں کو جمع کیا۔
حَشَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی اکٹھا کرنا۔
فَنَادٰی: ف عاطفہ نَادٰی ماضی واحد مذکر غائب مُنَادَاۃٌ وَنِدَاءٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ (ن دی حروف مادہ) بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ پھر اس نے (ان کو مخاطب کرکے) پکارا۔

۷۹: ۲۴ — فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی۔ ف عاطفہ، انا ربکم الاعلٰی۔ نادٰی کا بیان ہے۔ (یعنی فرعون نے نداء میں یہ) کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔
یا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ تمہارے کام کے کرتا دھرتا ہیں میں ان سب سے بڑا ہوں۔ یا اس کلام سے مراد فرعون کی یہ تھی کہ یہ بُت دیوتا ہیں اور میں ان کا بھی دیوتا ہوں۔ اور تمہارا بھی (المدارک، الخازن، المظہری)

۷۹: ۲۵ — فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی۔ فَ عاقبت کا ہے۔ بمعنی آخرکار۔ نَكَالَ بمعنی تَنْكِيْل فعل محذوف کا مفعول مطلق برائے تاکید ہے بمعنی عبرتناک سزا دینا۔ یعنی اللہ نے اس کو پکڑا اور اس کو سخت عبرت بنادیا۔ بان اغرقه فی الدنیا ویدخله فی النار فی الاٰخرة (دنیا میں اس کو اللہ نے دریا میں غرق کردیا اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریگا۔ (الخازن)
اَلْاُوْلٰی۔ اَوَّلُ کا مؤنث ہے۔ قرآن مجید میں جہاں آخرۃ کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے

۷۹: ۲۶ — اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی: فِیْ ذٰلِكَ ای فیما

ذکر من قصہ فرعون و ما فَعَل و ما فُعِلَ بہٖ۔ یعنی جو قصّہ فرعون (اوپر) مذکور ہوا۔ جو اس نے کیا اور جو اس کے ساتھ کیا گیا (روح المعانی)

لام مبالغہ کے لئے ہے۔ عِبْرَۃً اسم اِنَّ۔ فِیْ ذٰلِکَ اس کی خبر۔

بے شک اس میں ہر ڈرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے۔

۷۹: ۲۷ — ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰھَا: (آیت میں کلام کا رُخ بدل کر منکرینِ حشر سے خطاب ہے)

ءَ استفہامیہ ہے اَنْتُمْ مبتدار ہے اَشَدُّ اس کی خبر۔ خَلْقًا تمیز۔ اَلسَّمَآءُ مبتدار خبر محذوف کی۔ ای اشد (یعنی زیادہ مشکل) یعنی تخلیق کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان زیادہ سخت ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے، یعنی آسمان کی تخلیق زیادہ سخت ہے۔ آسمان سے مراد ہے آسمان مع ان تمام چیزوں کے جو اس کے اندر ہیں کیونکہ مقامِ تفصیل میں زمین اور پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور اس کے موجودات کی تخلیق تمہاری تخلیق سے زیادہ سخت ہے۔ تم کائناتِ سماوی کا جزو ہو اور جزء کی تخلیق کل کی تخلیق سے بداہتہً آسان ہوتی ہے پھر دوبارہ تخلیق تو خلقِ اوّل سے سہل ہی ہے۔ (المظہری)

بَنٰھَا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ بَنٰی ماضی واحد مذکر غائب بِنَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے بنایا۔ اس نے تعمیر کیا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب السمآء کے لئے ہے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

"اللہ نے آسمان کو بنایا ہے۔ یہ جملہ السمآء کی صفت ہے (لیکن جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور السمآء معرفہ ہے اور معرفہ کی صفت معرفہ ہونی چاہئے) اور السماء میں الف لام زائد ہے (فرد غیر معین کے لئے ہے) جیسے کہ وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ جملہ ہونے کے باوجود اَللَّئِیْمِ معرف باللام کی صفت ہے۔ کیونکہ اللئیم سے فرد غیر معین مراد ہے۔ یا اَلَّتِیْ موصول محذوف ہے۔ یعنی وہ آسمان جس کو خدا نے بنایا۔

یا دوسرے جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے اور حرفِ عطف محذوف ہے دونوں جملوں کو ملانے سے پوری دلیل اس طرح بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان

بنایا جس کی تخلیق تمہاری تخلیق سے زیادہ دشوار ہے اور جو اس کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہ ایسی چیز کو جو آسمان سے کمزور ہے۔ دوبارہ بنانے پر (بدرجۂ اُولیٰ) قدرت رکھتا ہے؟ (تفسیر مظہری)

۷۹ : ۲۸ —— رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۔ سَمْكَهَا مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّمَآءَ کے لئے ہے۔ فَ عاطفہ ہے تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر، اس کے بعد۔

السمك چھت کو کہتے ہیں اور سَمَكَهٗ (باب نصر) کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ سَوّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی اس نے پورا پورا بنایا۔ اس نے برابر کیا۔

ترجمہ ہوگا۔

اس نے اس کی (آسمان کی) چھت کو بلند کیا۔ پھر اس (آسمان) کو درست کیا۔ یعنی اس طرح راست کیا کہ اس میں کوئی شکن کوئی جھول، کوئی شگاف نہ رہنے دیا

۷۹ : ۲۹ —— وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۔ اَغْطَشَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْطَاشٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی تاریک ہونا اور تاریک کرنا کے ہیں۔

ضُحًى کے معنی دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں۔ نیز وقتِ چاشت کو ضُحًى کہتے ہیں۔ وہ وقت جب دھوپ چڑھ جائے۔

ترجمہ ہوگا۔

اس نے تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کے دن کو۔ هَا ہر دو جگہ آسمان کے لئے ہے۔

رات کی سیاہی اور دن کے اجالے کو آسمان کی طرف منسوب کیا کیونکہ اس کا تعلق آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہے جو اجرام سماویہ میں سے ہے:

۷۹ : ۳۰ —— وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۔ اَلْاَرْضَ (آیت ہذا میں) اور اَلْجِبَالَ آیت ۳۲ میں) منسوب ہیں کیونکہ ان سے قبل ان کے فعل محذوف ہیں۔ ای دَحَى الْاَرْضَ اور اَرْسَى الْجِبَالَ ۔ دونوں اپنے فعل محذوف کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ فعل محذوف کی تفسیر (ہر دو جملہ میں) دَحٰهَا

الکشاف میں ہے :۔

ونصب الارض والجبال باضمار دحٰی وارسٰی وھو الاضمار علٰی شریطۃ التفسیر :

الارض اور الجبال کا نصب دحی اور ارسٰی کے اضمار (محذوف ہونا) سے ہے ۔ اور یہ اضمار شرائط تفسیر کے مطابق ہے ۔ " (الکشاف)

بَعْدَ ذٰلِكَ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد اور اس کی چھت کو بلند و بالا کرنے اور اس کو راست کرنے کے بعد :

دَحٰهَا - دَحٰی یَدْحُوا - دَحْوٌ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ اس نے پھیلایا - اس نے ہموار کیا - هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث الارض کے لئے ہے یعنی زمین کو ہموار بنایا - پھیلایا - بچھایا ۔

(صاحب تفسیر ماجدی تحریر فرماتے ہیں :۔

دَحٰی کے معنی کسی چیز کو اس کے اصل مقر سے ہٹا دینے کے ہیں ۔ دَحٰهَا ای ازالھا عن مقرھا ۔ اس کو اپنے اصلی مقر سے ہٹا دینا ۔ اس سے گویا اشارہ اس طبیعیاتی حقیقت کی طرف ہو گیا کہ یہ کرۂ ارض کسی اور بڑے سماوی جرم کا ٹکڑا ہے جو اس سے کٹ کر ایک مستقل وجود میں آگیا ہے)

مطلب یہ کہ آسمان اور اس کے متعلقات کی تخلیق کے بعد اس نے کرۂ ارض کو مناسب اطراف میں ۔ مناسب مدارجِ سطح کے لحاظ سے مناسب حدود تک بچھایا یا پھیلایا ۔

فَائِدَہ :۔ زمین اور آسمان کی تخلیق اور ان کی تکمیل میں وقت کی مدت کے لحاظ سے تعین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی کو ملاحظہ کریں ۔

۱ :- قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا (۴۱ : ۹) اے نبی ! ان سے کہو کیا تم اس خدا سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنا دیا ۔

۲ :- وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ..... الخ (۴۱ : ۱۰) اور ٹھہرائیں

اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں ..... الخ۔

۳:۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ..... (۲: ۲۹) وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا ..... الخ

۴:۔ ثُمَّ اسْتَوٰیٓ اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ ..... الخ (۴۱: ۱۱) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ .... الخ (۴۱: ۱۲) تب اس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے۔

۵:۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ...... الخ (۲۵: ۵۹)

جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا ..... الخ

۶:۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا (۷۹: ۲۷) بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۷۹: ۳۰) اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں سے کس کو پہلے بنایا اور کس کو بعد میں زمین وآسمان کے بنانے میں کل کتنے دن لگے۔

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) علامہ پانی پتی رحہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

بغیر اس کے کہ آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین پھیلائی جائے اللہ نے زمین کو پیدا کر دیا پھر براہِ راست آسمان کو بنانے کا ارادہ کیا اور دو روز میں سات آسمانوں کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا پھر دو روز میں زمین کو بچھا دیا۔ غرض زمین مع اپنی موجودات کے چار روز میں بنائی گئی۔

بعض نے کہا ہے کہ بَعْدَ ذٰلِكَ کا معنی ہے مَعَ ذٰلِكَ یعنی اس کے ساتھ ہی اللہ نے زمین کو بچھادیا ۔ جیسے آیت میں آیا ہے عُتُلٍّ ۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸ : ۱۳) سخت خو اور اس کے علاوہ بد ذات ہے ۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ بَعْدَ اس جگہ حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور آیت ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ میں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں ہے بلکہ بُعْدِ مرتبہ کے لئے ہے ۔ آسمان و زمین کی تخلیق میں ایک عظیم الشان فرق ہے ۔ جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۹۰ : ۱۷) [پھر وہ ان لوگوں میں بھی داخل ہوا جو ایمان لائے] میں ثُمَّ فرق مرتبہ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی) کو ظاہر کر رہا ہے ۔

"تفسیر اول چونکہ سلف کے کلام سے ماخوذ ہے اس لئے اولیٰ ہے ۔

(تفسیر مظہری)

(ب) پیر محمد کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

لیکن اس کی جو تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے وہ اتنی واضح ہے کہ اس کے بعد کسی اور تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔

(ج) حضرت مولانا دریابادی رحمہ اللہ بَعْدَ ذٰلِكَ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

خوب خیال رکھا جائے کہ اس خاص آیت میں ذکر زمین کی آفرینش کا نہیں صرف اس کے بچھائے جانے کا ہے :

(د) تفہیم القرآن میں لکھا ہے :۔

"اس کے بعد زمین کو بچھانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی بلکہ یہ ایسا ہی طرز بیان ہے جیسے ہم ایک بات کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ :۔ "پھر غور طلب بات یہ ہے" اس سے مقصود ان دونوں باتوں کے درمیان واقعاتی ترتیب بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا کہ پہلے یہ بات ہوئی اور اس کے بعد دوسری بات بلکہ مقصود ایک بات کے بعد دوسری بات کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے اگرچہ دونوں ایک ساتھ پائی جاتی ہوں ۔

اس طرز بیان کی متعدد نظیریں خود قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً سورۃ القلم میں فرمایا

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸ : ۱۳) جفا کار ہے ۔ اور اس کے بعد بد اصل ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے وہ جفا کار بنا اور اس کے بعد بد اصل ہوا ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جفا کار ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ بد اصل بھی ہے ۔

اسی طرح سورۃ البلد میں ہے فَكُّ رَقَبَةٍ ..... ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۹۰ : ۱۷) "غلام آزاد کرے .... پھر ایمان لانے والوں میں ہوا" اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ پہلے وہ نیک اعمال کرے پھر ایمان لائے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان نیک اعمال کے ساتھ ساتھ اس میں مؤمن ہونے کی صفت بھی ہو ۔

اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور آسمان کی پیدائش کا ذکر بعد میں جیسے کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۹ میں ہے ۔ اور کسی جگہ آسمان کی پیدائش کا ذکر پہلے ہے اور زمین کی پیدائش کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے جیسے کہ ان آیات میں ہم دیکھ رہے ہیں ۔ یہ دراصل تضاد نہیں ہے ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی مقصودِ کلام یہ بتانا نہیں ہے کہ کسے پہلے بنایا گیا اور کسے بعد میں بلکہ جہاں موقع محل یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے کمالات کو نمایاں کیا جائے وہاں آسمانوں کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور زمین کا بعد میں اور جہاں سلسلہ کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ لوگوں کو ان نعمتوں کا احساس دلایا جائے جو انہیں زمین پر حاصل ہو رہی ہیں وہاں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم رکھا گیا ہے ۔

(تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ النازعات حاشیہ نمبر ۱۶ ۔

۷۹ : ۳۱ ـــــ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ۔ مَرْعٰهَا مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْضَ کے لئے ہے مَرْعٰى اسم ظرف مکان ہے ۔ رَعْىٌ وَرِعَايَةٌ (باب فتح مصدر سے بمعنی چراگاہ جانوروں اور انسانوں کی خوراک یعنی گھاس ۔ غلہ ۔ پھل وغیرہ کو بھی مَرْعٰى کہتے ہیں ۔

اصل میں رَعْىٌ کا معنی ہے جاندار کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنا : حفاظت کی تین صورتیں ہیں :۔

۱ :۔ خوراک کے ذریعہ سے ۔

۲ :۔ دشمنوں سے حفاظت کرنا ۔

۳۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حق دار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔ انہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے رَاعِیْ چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی اور ہر نگران کو بھی۔ یہاں آیت میں مراد زمین میں پیدا ہونے والی جانوروں اور انسانوں کی خوراک ہے۔ (سیوطیؒ)

مطلب یہ کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے زمین سے چشموں وغیرہ کی صورت میں پینے اور آبپاشی کے لئے پانی نکالا اور خوراک کے لئے سبزہ گھاس وغیرہ اگایا۔

۷۹: ۳۲ — وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا: اَرْسٰی اِرْسَاءٌ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اَرْسٰی کے معنی ٹھہرانے اور استوار کرنے کے ہیں۔ لنگر باندھنا، ثابت رکھنا۔ (کھونٹے کا زمین میں) گاڑنا۔

ترجمہ ہوگا۔

اور اس نے (زمین کو ٹھہرانے کے لئے اور استوار رکھنے کے لئے) پہاڑوں کو (اس میں) گاڑ دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی۔ (ابن کثیر)

پہاڑوں کو معنی ثبات کے اعتبار سے اور جگہ قرآن مجید میں اَوْتَادًا فرمایا (یعنی میخیں) سورۃ النباء آیت ۶-۷ میں ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں۔

هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث اَلْجِبَالَ کے لئے ہے۔

۷۹: ۳۳ — مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ مَتَاعٌ سامان زندگی، برتنے کی چیز، مَتَاعًا مفعول لہٗ۔ لِاَنْعَامِكُمْ لام حرفِ جر۔ انعام مجرور۔ مضاف۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ انعام بمعنی مویشی۔ تمہارے مویشی۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے برتنے کے لئے۔

مطلب یہ کہ:۔

زمین سے بذریعہ چشمے یا کنوئیں کے پانی کا مہیا کرنا اور پہاڑوں کا زمین میں گاڑ کر زمین میں ثبات پیدا کرنا کہ وہ ہلے نہیں یہ سب تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے برتنے کے

لئے ہیں ۔

۷۹ : ۳۴ ـــــ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی ۔ علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔

فَ سببیہ ہے یعنی جب اس کائنات کی ایجاد سے اللہ کا قادر ہونا ثابت ہوگیا اور قیامت کا امکان ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے حشر کا ثبوت بھی ہوچکا تو اب طَآمَّۃُ الْکُبْرٰی کا لفظ بول کر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا وقت اور اس کے احوال بتا دیئے ۔

یہ لفظ اس لئے اختیار کیا کہ (تفصیل بیان کرنے سے پہلے) عنوان سے ہی قیامت کے کچھ احوال معلوم ہوجائیں لغت میں طَمٌّ کے معنی ہیں غلبہ ۔ سمندر کو طَمٌّ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے ۔ عرب ناقابل برداشت مصیبت کو طامتہ کہتے ہیں ۔ قیامت کو طَآمَّۃ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حادثہ قیامت تمام حوادث و مصائب پر غالب ہے : (سب سے بڑی مصیبت ہے ۔ الکُبْرٰی ، الطَّآمَّۃُ کی صفت تاکیدی ہے اور اِذَا ظرفیہ ہے (بمعنی جس وقت) لیکن معنی شرط کو متضمن ہے (بمعنی جب بھی)

۷۹ : ۳۵ ـــــ یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۔ یَوْمَ ، اِذَا سے بدل ہے ۔ یَتَذَکَّرُ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر سے وہ نصیحت پکڑے گا ، وہ یاد کرے گا ۔

مَا موصولہ سَعٰی ماضی واحد مذکر غائب ۔ سَعْیٌ (باب فتح) مصدر ۔ اس نے کوشش کی ۔

ترجمہ ہوگا :۔

جس دن کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا ۔

۷۹ : ۳۶ ـــــ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۔ واؤ عاطفہ بُرِّزَتْ کا عطف جَآءَتْ پر ہے :

لِمَنْ میں لام حرفِ جر ہے (تملیک کے لئے آیا ہے) مَنْ موصولہ ہے یَرٰی ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب رَأْیٌ و رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی دیکھنا ۔

بُرِّزَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَبْرِیْزٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ۔ وہ ظاہر

کردی گئی۔ یہاں بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی وہ ظاہر کردی جائے گی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور جب دوزخ کو ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کر دیا جائے گا (یعنی جس جہنم کا وہ آج تک انکار کرتا رہا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی (ضیاء القرآن)

مقاتل نے کہا:۔

کہ دوزخ کا سرپوش ہٹا دیا جائے گا اور کافر اس میں داخل ہو جائیں گے اور مؤمن اس کی پشت پر قائم شدہ پل صراط سے گذر جائیں گے۔

اِذَا (شرطیہ) کا جواب محذوف ہے۔ یعنی جس دن قیامت کا دن بپا ہوگا اور انسان اپنے ان اعمال کو جن کے لئے اس نے دنیا میں کوشش کی تھی اور جنہیں وہ بھول چکا تھا اب جب کہ ان کو اپنے نامۂ اعمال میں مندرج پائے گا اور وہ سب اسے یاد آجائیں گے اور جس دن کہ جہنم کو اس کے روبرو کر دیا جائے گا۔ تو پھر کیا ہوگا؟ یہ جواب محذوف ہے۔

تقدیر کلام کچھ یوں ہوگی! دخل اھل النار النار واھل الجنۃ الجنۃ۔ جہنمی جہنم میں داخل ہوں گے اور جنتی جنت میں۔

لیکن صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

ظاہر ہے کہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے آئندہ جو تفصیلِ احوال آرہی ہے (فَاَمَّا مَنْ سے لے کر آیت ۴۰ کے اخیر تک) وہی اِذَا کا جواب ہے۔

صاحب تفسیر حقانی رقم طراز ہیں:۔

اِذَا کا جواب فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ...... الخ ہے

المدارک میں ہے:۔

فَاَمَّا جواب فَاِذَا ای اِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى فان الامر کذالک

یعنی جب طامۃ الکبریٰ وقوع پذیر ہوگی تو صورت الامر یوں ہوگی:۔

۷۹: ۳۷۔۔۔ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ف ترتیب کا ہے۔ یعنی ان متذکرہ بالا احوال سے یہ امر مترتب ہوگا کہ:۔

اَمَّا شرطیہ ہے بمعنی پس۔ سو۔ مَنْ موصولہ۔ طَغٰى ماضی واحد مذکر غائب طُغْیَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی، اس نے

نافرمانی کی۔

جاوز الحد فکفر (مدارک)

جو معصیت میں حد سے بڑھ گیا یہاں تک کہ کافر ہو گیا (مظہری)

۷۹: ۳۸ — وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ واؤ عاطفہ اٰثَرَ کا عطف طغٰی پر ہے اٰثَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِیْثَارٌ (افعال) مصدر سے: اس نے ترجیح دی۔ اس نے بہتر سمجھا۔ اس نے پسند کیا۔ اس نے اختیار کیا۔

اَلْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا، موصوف صفت مل کر فعل اٰثَرَ کا مفعول۔ اور (جس نے) دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ ہر دو آیت ۳۷، ۳۸ میں جملے شرطیہ ہیں۔

۷۹: ۳۹ — فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی۔ یہ متذکرہ بالا ہر دو شرطیہ جملوں کا جواب ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔

هِیَ الْمَاْوٰی لَهٗ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ یا اَلْمَاْوٰی میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں آیا ہے۔ ای فان الجحیم هی مَاْوٰهُ:

۷۹: ۴۰ — وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف کلام سابقہ پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ مَقَامَ مضاف رَبِّهٖ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مَقَامَ مصدر میمی و اسم ظرف مکان ہے۔ کھڑا ہونا۔ کھڑے ہونے کی جگہ خَافَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ اور (قیامت کے دن حساب کے لئے) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔

وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے نَهٰی ماضی واحد مذکر غائب نَهْیٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اس نے روکا: اس نے باز رکھا اَلْهَوٰی اسم مصدر۔ (باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت، اور اس نے نفس کو ناجائز خواہشات سے روکے رکھا۔

۷۹: ۴۱ — فَاِنَّ الْجَنَّۃَ هِیَ الْمَاْوٰی۔ تو بے شک جنت اس کے لوٹنے کی جگہ ہوگی (ملاحظہ ہو ۷۹: ۳۹ متذکرۃ الصدر)

مَاْوٰی۔ مصدر اور اسم ظرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانا۔ اَوٰی یَاْوِیْ (ماضی و مضارع) باب ضرب سے۔ اَوِیٌّ بھی مصدر ہے۔ اگر صلہ میں اِلٰی ہو تو پناہ پکڑنے، ٹھکانا بنانے اور فروکش ہونے کے معنی ہوں گے، جیسے قَالَ

سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ (۱۱:۴۳) اس نے کہا میں ابھی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔

اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے مثلاً اَوَیۡتُ لَہٗ میں نے اس پر رحم کھایا۔

۷۹:۴۲ — یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرۡسٰهَا. كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔

اَلسَّاعَةِ۔ یعنی قیامت۔ اَیَّانَ۔ اسم ظرف زمان مبنی بر فتح۔ مبتدا۔ مُرۡسٰهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ یہ جملہ سوال کا بیان ہے۔

اَیَّانَ: مَتٰی کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ بعض لوگ اس کی اصل اَیَّ اَوَانٍ بمعنی "کونسا وقت" بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا گیا پھر یَ کو یَ میں ادغام کیا گیا اَیَّانَ ہو گیا۔

مُرۡسٰی مصدر میمی ہے اور اِرۡسَاءٌ (افعال) مصدر (لازم و متعدی) سے اسم ظرف زمان و مکان کی ہے۔ اَرۡسَا اِرۡسَاءٌ بمعنی ٹھہرنا۔ ثابت ہونا۔ (بحری جہاز کو) لنگر انداز کرنا۔ (کھونٹے کو زمین میں) گاڑنا۔ نیز ملاحظہ ہو ۷۹:۳۲ متذکرۃ الصدر)

ترجمہ:

(اے پیغمبر لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہیں اس کا ٹھکانا بڑا بھی ہے (یعنی کب واقع ہو گی)۔

۷۹:۴۳ — فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِكۡرٰىهَا۔ فِیۡمَ۔ میں فِیۡ حرف جر ہے اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا ہے اور فتح کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ مَا موصولہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو سکے کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فِیۡمَا ای فِیۡ اَیِّ شَیۡءٍ اور یہ خبر ہے مبتدا اَنۡتَ کی۔

ذِكۡرٰىهَا مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّاعۃ کے لئے ہے:

مِنۡ ذِكۡرٰىهَا بیان ہے اَیِّ شَیۡءٍ کا۔ سارا جملہ استفہام انکاری ہے بمعنی لَسۡتَ فِیۡ شَیۡءٍ من ذکر وقت القیامۃ، (آپ کو قیامت کے آنے کے وقت کا بالکل علم نہیں ہے

ذِكْرٰىهَا بمعنی علم ہے جیسا کہ محاورہ ہے لیس فُلَانٌ فِي الْعِلْمِ شَيْءٌ یعنی فلاں شخص کو بالکل علم نہیں ہے۔

۷۹: ۴۴ — اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا۔ مُنْتَهٰى۔ ن ھ ی مادہ سے باب افتعال سے اسم ظرف زمان ہے یا اسم ظرف مکان ہے بمعنی آخری وقت یا آخری حد۔ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ جس کا مرجع الساعۃ ہے۔ اس کے علم کی آخری حد (بغوی)

یعنی قیامت کے بپا ہونے کے متعلق آخری یعنی فائنل وقت یا حد کا علم تیرے پروردگار پر ختم ہے" وہ جب چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی (ضیاء القرآن)

ای منتھی علمھا الی اللہ وحدہ لا یعلمھا سواہ (ایسر التفاسیر)

قیامت کے بپا ہونے کا حتمی علم اللہ کے پاس ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

یہ جملہ انکار سابق کی علت ہے:

۷۹: ۴۵ — اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا۔ سوال کرنے کی ممانعت جو پہلے کلام سے مستفاد ہوتی تھی اس کی یہ جملہ تاکید کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

لوگ فضول آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آپ کو تو اس کا علم ہی نہیں یعنی آپ کو تو اس کے متعلق بتایا ہی نہیں گیا (نہ آپ اس کا دعویٰ کرتے ہیں) اس کا علم تو صرف تیرے اللہ کے پاس ہے آپ کو تو محض اہل خشیت کو شدائد قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

اِنَّمَا، تحقیق، بے شک، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

مُنْذِرُ۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ڈرانے والا۔ مضاف مَنْ موصولہ ہے بمعنی جو،

يَخْشٰى مضارع واحد مذکر غائب۔ خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر سے۔ جو ڈرتا ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّاعۃ ہے۔ مَنْ يَّخْشٰىهَا مضاف الیہ۔

ترجمہ:۔

تحقیق آپ خبردار کرنے والے ہیں ہر اس شخص کو جو اس سے ڈرتا ہے۔

۷۹: ۴۶ — كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَانَ کا اسم لَمْ یَلْبَثُوْا اس کی خبر۔

یَوْمَ یَرَوْنَھَا: ظرف زمان لَمْ یَلْبَثُوْا کا۔ یَرَوْنَھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّاعَۃ ہے،

لَمْ یَلْبَثُوْا مضارع نفی حجد بلم لَبْثٌ باب سمع مصدر۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے۔

ترجمہ ہوگا۔

جس دن کہ وہ (منکرین قیامت) اس کو دیکھ لیں گے (تو یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) وہ نہیں ٹھہرے مگر ۔۔۔۔۔ ای یَظُنُّوْنَ انھم لم یلبثوا فی الدنیا الا (حقانی)

اِلَّا حرف استثناء عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا: مستثنیٰ۔ ضُحٰھَا مضاف مضاف الیہ ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع عشیۃ ہے ای عشیۃ یوم او بکرتہ دن کا پچھلا وقت یا اس کا پہلا وقت۔ عشیۃ دن کے زوال کے وقت سے لے کر غروب تک کا وقت اور الضحیٰ صبح سویرے سے لیکر زوال کے وقت تک۔

اَوْ بمعنی یا۔

مطلب یہ کہ یوم قیامت جس کے متعلق استہزاءً یہ سوال کرتے رہے جب یہ اس دن کو دیکھ لیں گے تو اس کی ہولناکیوں کے پیش نظر دنیا کی زندگی ان کو ایک مختصر سا وقفہ معلوم دے گی اور قیامت کی سختی اور عذاب کا دن ایک طویل اور لامتناہی مدت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِؕ

(۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۴۲)

۸۰ : ۱ — عَبَسَ وَ تَوَلّٰى : **شانِ نزول** : حضرت ابن ام مکتوم (عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ فہری) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام مکتوم حضرت خدیجہ کے والد خویلد بہن بھائی تھے۔

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکابرِ مکہ عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، ابی بن خلف، امیہ بن خلف سے خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اسی دوران میں ابن ام مکتوم وہاں آئے (جو کہ نابینا تھے) اور کہنے لگے یارسول اللہ! علّمنی مما علّمك اللّٰهُ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے) ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف متوجہ ہیں ان کی اس طرح قطع کلامی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کچھ کراہت کے آثار نظر آئے اور آپ نے ترش رو ہو کر ابن ام مکتوم کی طرف سے رُخِ انور موڑ لیا اور جن لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔

عَبَسَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَبْسٌ وعُبُوسٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ترش رو ہونا۔ منہ بنانا۔ تیوری چڑھانا کے ہیں۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

دل تنگی سے ماتھے پر بل آجائے۔ نام عبوس ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :۔

عَبَسَ یَعْبِسُ (باب ضرب) فھو عابسٌ کا استعمال ماتھے پر بل ڈالنے کے لئے ہوتا ہے اور اگر اسی ترش روئی میں دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو ہم کلح بولتے ہیں اور اگر منہ

بنانے کا فکر و اہتمام بھی ہو تو اس کے لئے بسر آتا ہے اور اگر تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ غصہ بھی ہو جائے تو بسر لبسل کہا جاتا ہے:

وَتَوَلّٰى۔ واؤ عاطفہ، تولّیٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر سے، اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔ اور حاکم ہونا بھی اس کا معنی آتا ہے۔

٨٠: ٢ — اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى: اَنْ مصدریہ ہے۔ جَآءَهُ الْاَعْمٰى علت ہے جملہ سابقہ کی یعنی مفعول لہٗ ہے۔ اَعْمٰى عَمًى سے (بمعنی بینائی کا مفقود ہو جانا) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے نابینا۔ یہاں مراد عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہے۔

بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے عَمًى کا لفظ بولا جاتا ہے۔ دل کے اندھاپن کے متعلق ارشاد ہے فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (٤١: ١٧) اور ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا مگر انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھاپن پسند کیا۔

٨٠: ٣ — وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ۔ مَا استفہامیہ ہے بمعنی کون۔ يُدْرِيْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ دری مادہ سے مجرّد باب ضرب سے آتا ہے، جیسے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ (٤٢: ٥٢) تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے۔ باب افعال سے بمعنی بتانا۔ سمجھانا۔ مَا يُدْرِيْكَ تجھے کون بتائے، تمہیں کون سمجھائے۔ تمہیں کون خبر اطلاع دے۔ یعنی تم کو کہاں معلوم۔ تم کو اس کے حال پر کون واقف بنائے۔ مَا استفہامیہ انکاریہ ہے بمعنی نفی کے ہے۔

علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

بہرحال اس لفظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عذر مترشح ہے کہ تم واقف نہ تھے۔ اگر نابینا کے حال سے واقف ہوتے تو دوسروں کی طرف متوجہ اور اس کی طرف سے رو گرداں نہ ہوتے۔ آیت میں چند وجوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز موجود ہے۔

١:- آغازِ کلام میں ہی اعراض کے سبب کو بصیغۂ ماضی بیان کیا۔ مخاطب کا صیغہ ذکر نہیں کیا گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا۔ تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو۔ اس کی توجیہ اس طرح ہوگی کہ اعمال کا

مدار نیت پر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اس کی طرف سے منہ موڑنے کی بالکل نہ تھی بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص تو مؤمن ہی ہے اگر اس کی تعلیم میں کچھ تاخیر بھی ہو جاتے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہو گا نہ اس کی طرف سے انحراف اور چلے جانے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اور قریش کے سردار اپنی طرف سے میرے رُخ کو پھرا دیکھ چلے جائیں گے انتظار نہیں کریں گے اور اگر یہ سردار مسلمان ہو گئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور دائرہ اسلام وسیع ہو جائیگا۔

اِن ہی مقاصد کے زیر اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ گویا واقعی طور پر ان کی طرف سے روگردانی نہیں کی اگرچہ ظاہری طور پر اس فعل کا وقوع ہو گیا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معذرت بھی اشارۃً بتادی کہ آپ ناواقف تھے ورنہ ایسا نہ کرتے۔

۳۔ صیغہ غائب سے صیغۂ خطاب کی طرف کلام کا رُخ پھیرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس بنانا اور آپ کے دل سے ملال دور کرنا مقصود ہے اور صیغۂ غائب سے جو وہم پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آپ کو ساقط الالتفات سمجھ لیا ہے صیغۂ خطاب سے اس وہم کا ازالہ کر دینا مقصود ہے۔

۴۔ مُوجب عذر (عدم علم) کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صریحی تخاطب کے ساتھ بتا رہی ہے کہ آپ سے جو فعل سرزد ہو گیا اس میں آپ معذور تھے۔

مختلف علماء نے اپنی اپنی تاویلات کی ہیں جن کا ما حاصل یہ ہے کہ آپ کا فعل نیک نیتی پر مبنی تھا۔

لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے تَرَجِّي (امید یا خوف) پر دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ جیسے لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (۶۵ : ۱) (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم شاید خدا اس کے بعد کوئی رجعت کی سبیل پیدا کر دے۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۱۱ : ۱۲) ہٗ ضمیر فاعل واحد مذکر غائب اَلْاَعْمٰى کے لئے ہے۔

يَزَّكّٰى مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب تَزَكّٰى (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اصل میں يَتَزَكّٰى تھا۔ تَ کو زَ میں مدغم کیا گیا ہے معنی پاکیزگی حاصل کرنا۔ پاک ہو جانا

لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ اس کا اسم ، اس کا مرجع اَلْاَعْمٰی ہے ۔ یَزَّکّٰی اس کی خبر ، شاید کہ وہ کامل طور پر پاک ہو جاتا ۔

۸۰ : ۴ ـــ اَوْ یَذَّکَّرُ : اَوْ بمعنی یا ۔ یَذَّکَّرُ مضارع مرفوع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر ، اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا ۔ ت کو ذ میں مدغم کیا گیا ۔ اس کا عطف یَزَّکّٰی پر ہے ۔ اور یہ بھی ترجّی (لَعَلَّ کے حکم میں داخل ہے ۔

فَتَنْفَعَهُ ف جواب تمنّیٰ کے لئے ہے اور ف کے عمل سے مضارع منصوب ہے ہٗ کی ضمیر الاعمیٰ کی طرف راجع ہے ۔ تَنْفَعَ مضارع واحد مؤنث غائب نَفْعٌ مصدر (باب فتح) وہ اس کو نفع پہنچائے گی : اس میں ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع الذکریٰ ہے :

الذکریٰ تنبیہ ، نصیحت ، یاد ، ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر بھی ہے ۔ کثرتِ ذکر کے لئے بھی ذِکْرٰی بولا جاتا ہے ۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے

آیت کا ترجمہ ہوگا :۔

یا وہ نصیحت کی باتیں یا دکرتا اور غور و فکر کرتا سو اس کو نصیحت نفع دیتی (یعنی اس کثرتِ ذکر سے اس کا حضورِ قلب بڑھ جاتا اور قرب الٰہی کے درجات حاصل ہوتے

۸۰ : ۵ ـــ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی اَمَّا ۔ لیکن ۔ یا ۔ سو ۔ حرفِ شرط ہے ۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے اس صورت میں اَمَّا کا تکرار ضروری ہے اس کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے ۔ یہاں اس آیت میں یہ تفصیل کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

مَنْ شرطیہ ہے ۔ اِسْتَغْنٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِغْنَاءٌ (استفعال) مصدر لاپرواہی کرنا ۔ لیکن جس نے لاپرواہی کی ۔ جملہ شرطیہ ہے ۔ اس شرط کا جواب فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ہے

۸۰ : ۶ ـــ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ۔ ف جوابِ شرط کے لئے ہے تَصَدّٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ تَصَدِّیٌ تفعّلٌ مصدر سے ۔ جس کے معنی کسی شے کے درپے ہونے کے ہیں ۔ یا آمنے سامنے ہونے کے ۔ صَدًی آواز بازگشت کو کہتے ہیں ، اس اعتبار سے تصدّی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے ۔

تَصَدّٰی اصل میں تَتَصَدّٰی تھا۔ ایک تاء حذف کردی گئی ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

آپ اس کی طرف تو متوجہ ہیں آپ اس کے درپے ہیں کہ طہارت اور تزکیہ کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

۸۰: ۷ — وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى۔ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اس کے پاکیزہ نہ بننے سے آپ کا کوئی حرج نہیں۔ واؤ حالیہ مَا نافیہ ہے۔ اَلَّا مرکب ہے اَنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے۔ يَزَّكّٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب، وہ پاک ہوجاتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۰۸۰) متذکرۃ الصدر۔

۸۰-۸ — وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى واؤ عاطفہ ہے: اَمَّا ملاحظہ ہو ۸۰: ۳ — متذکرۃ الصدر۔ مَنْ شرطیہ يَسْعٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب سَعْیٌ (باب فتح) تیزی سے چلتا ہوا۔ دوڑتا ہوا۔ یہ مَنْ شرطیہ سے حال ہے۔ اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ یا آئے:

۸۰: ۹ — وَهُوَ يَخْشٰى۔ جملہ حالیہ ہے مَنْ سے۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ يَخْشٰى مضارع واحد مذکر غائب، خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر سے:

۸۰: ۱۰ — فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى۔ جملہ شرطیہ ہے اور اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى کا جواب ہے۔ آپ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ تَلَهّٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَلَهِّیٌ (تفعّل) مصدر سے جس کے معنی کھیلنے اور کسی چیز میں وقت گذارنے اور مشغول ہونے کے ہیں۔ اور جب اس کے صلہ میں عَنْ آتا ہے تو اس کے معنی تغافل کرنے کے ہوتے ہیں۔

تَلَهّٰى اصل میں تَتَلَهّٰى تھا۔ ایک تاء گر گئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

سو آپ اس سے لاپرواہی کرتے ہیں۔

۸۰: ۱۱ — كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ: كَلَّا حرفِ ردع وزجر ہے۔ ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا (نیز ملاحظہ ہو ۷۴: ۳۲)

اِنَّهَا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اسم اِنَّ۔ تَذْكِرَةٌ اس کی خبر۔ هَا کا مرجع القرآن ہے تانیث خبر کے اعتبار سے ہے۔ بے شک قرآن ایک

نصیحت ہے ۔

تَذْكِرَةٌ ۔ نصیحت ، یاد دہانی ، موعظت ، یاد کرنے کی چیز ،

۸۰ : ۱۲ — فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۔ مَنْ شرطیہ ہے ۔ ذَكَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی یاد کرنا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے آیت ۱۱ ، متذکرہ بالا میں ھا کی تانیث بطور خبر کے تھی (دونوں ضمیریں قرآن کے لئے ہیں)

(بیضاوی)

یعنی جو نصیحت پذیر ہونا اور اللہ کی یاد کرنا چاہے اس کو یاد کرے ۔

جملہ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ جملہ سابقہ انھا تذکرۃ اور جملہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ کے مابین جملہ معترضہ ہے ۔

۸۰ : ۱۳ — فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۔ یہ تَذْكِرَةٌ کی صفت ہے صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ موصوف وصفت ، مکرم صحیفوں میں لکھا ہوا ۔

صُحُفٌ بمعنی صحیفے ، کتابیں ، اوراق ، صَحِيْفَةٌ کی جمع ۔

واضح رہے کہ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فَعِيْلَةٌ کی جمع صُحُفٌ نہیں آتی ۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سَفِيْنَةٌ اور سُفُنٌ ہے ۔

مُكَرَّمَةٍ ، تَكْرِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے عزت والے ۔ قابل ادب ، معزز ۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ نے صحف مکرمۃ کی تشریح یوں کی ہے :

صحیفوں سے مراد ہے لوح محفوظ ، یا لوح محفوظ کی نقلیں جو فرشتے لکھ لیتے ہیں ، یا انبیاء کے صحیفے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶ : ۱۹۶) اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے ۔

اور — اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۔ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (۸۷ : ۱۸ - ۱۹) یہی بات پہلے صحیفوں میں بھی مرقوم ہے (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ۔ یا وہ صحیفے مراد ہیں جو کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھ رکھے تھے ۔

۸۰ : ۱۴ — مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۔ یہ بھی تَذْكِرَةٌ کی صفات ہیں ۔ مَرْفُوْعَةٍ رَفْعٌ و رَفَاعَةٌ (باب فتح) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ، بلند مرتبہ

عالی قدر۔ اللہ کے ہاں عزت والے۔

مُطَهَّرَةٍ۔ یہ بھی تذکرۃ کی صفت ہے تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، ہر طرح کی نسوانی، جسمانی اور نفسانی کثافتوں سے پاک کی ہوئی، یا جنب، بے وضو، حائضہ اور نفساء (نفاس والی عورتوں) کے چھونے سے پاک، جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۵۶: ۷۹) اس کو نہیں چھوتے مگر جو پاک کئے گئے ہیں، اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو کہ پاک ہیں۔

۸۰: ۱۵ — بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ: ای هذه کتبة ینسخونها من اللوح المحفوظ (الیسر التفاسیر)

یہ وہ تحریر ہے جسے لوح محفوظ سے نقل کیا ایسے کاتبوں کے ہاتھوں نے جو بڑے بزرگ اور نیکوکار ہیں۔ (ضیاء القرآن)

بِاَيْدِيْ جار مجرور۔ اَيْدِيْ سَفَرَةٍ مضاف مضاف الیہ، کاتبوں کے ہاتھوں سے سَفَرَةٍ جمع سَافِرٌ کی۔ جیسے كَتَبَةٌ جمع ہے كَاتِبٌ کی۔ سَفَرَةٍ۔ سَفْرٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لکھنا۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اسی مناسبت سے کتاب کو سِفْر کہتے ہیں۔ جس کی جمع اسفار ہے جیساکہ قرآن مجید میں ہے:۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲: ۵) مثل اس گدھے کے جو اٹھائے پھرتا ہے کتابیں۔

ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے کہ:۔

سَفَرَةٍ سے مراد ہیں اعمال لکھنے والے فرشتے، یا انبیاء یا وحی کو لکھنے والے لوگ۔

دوسرے علماء کا قول ہے کہ:۔

سَفَرَةٍ سَفِيْرٌ کی جمع ہے سفیر وہ درمیانہ آدمی جو قوم میں باہمی صلح کرانے کے درپے ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہیں فرشتے اور انسانوں میں اللہ کے پیغمبر

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔

کہ وحی کے کاتب اور علمائے امت بھی اسی طرح کے سفیر ہیں۔ رسول اور امت کے درمیان ان میں سے ہر ایک سفیر ہے۔

۸۰: ۱۶ — كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ۔ ہر دو سفرۃ کی صفات ہیں اور اسی مناسبت سے منصوب ہیں: — كِرَامٍ۔ كَرِيْمٍ کی جمع ہے، باعزت۔ بزرگ:

بَرَرَةٍ۔ بَرٌّ کی جمع ہے، نیکوکار۔ بَرَرَةٍ اَبْرَارٌ کی نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اَبْرَارٌ بَارٌّ کی جمع ہے۔ اور بَرَرَةٌ بَرٌّ کی۔ اور جس طرح عَدْلٌ (یعنی سرتاپا انصاف) عَادِلٌ سے زیادہ بلیغ ہے اسی طرح بَرٌّ بَارٌّ سے زیادہ بلیغ ہے۔ قرآن مجید میں یہ فرشتوں کی صفت میں استعمال ہوا ہے۔

۸۰: ۱۷ — قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ: لفظی ترجمہ۔ مارا گیا انسان، غارت ہوا انسان۔ لعنت ہو انسان پر۔ یہ اللہ کی طرف سے انسان کے لئے بدترین بددعا ہے

(مجاہد کہتے ہیں قرآن مجید میں جہاں بھی قُتِلَ الْاِنْسَانُ آیا ہے وہاں انسان سے مراد کافر ہے، ضیاء القرآن۔ یہ جملہ قرآن مجید میں صرف اسی جگہ آیا ہے)

مَآ اَكْفَرَهٗ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ یہ استفہام توبیخی ہے۔ ای ای شئ حملہ علی الکفر۔ مدارک التنزیل، خازن (الیسر التفاسیر) کس شے نے اس کو اس کفر پر ابھارا۔

۲:۔ یہ صیغۂ تعجب ہے: ای ما اشد کفرہ وہ (انسان) کیسا ناشکرا ہے۔ (مدارک التنزیل)

مَا اشد کفرہ باللہ مع کثرۃ احسانہ الیہ (الخازن) باوجود اللہ کے احسانات کی کثرت کے (انسان) کتنا ناشکرا ہے اللہ کا۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

یہ (آیت) انسان کے لئے بدترین بددعا ہے۔ اور تعجب ہے کہ شکرگذاری اور ایمان کے تمام اسباب موجود ہونے کے بعد بھی انسان انتہائی ناشکری کرتا ہے یہ الفاظ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری پوری مذمت پر دلالت کر رہے ہیں۔

۸۰: ۱۸ — مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ: صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

اللہ نے اس کو کس چیز سے بنایا۔ یہاں سے ایمان و شکر کے دواعی (اسباب مقتضی) کا بیان ہے۔ مبدأ تخلیق کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا کہ تمام نعمتوں سے پہلے اسی کا درجہ (یا زمانہ) ہے۔

یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ اللہ نے اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔ مَآ اَكْفَرَهٗ میں جو استفہام ہے اس کا بیان مِنْ

اَیِّ شَیْءٍ سے کیا۔ اس طرح کلام کا اثر زیادہ دل نشین ہو گیا۔ پھر نطفہ سے تخلیق کو بیان کرکے انسان کی حقارت کو ظاہر فرمایا ہے اور یہ خلقی تحقیر تکبر کے منافی ہے۔ (اس لئے انسان کا تکبر بے بنیاد اور نازیبا ہے)

۸۰: ۱۹ —— مِنْ نُّطْفَةٍ ط مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ (آیت سابقہ) کے استفہام کا جواب ہے۔ یعنی انسان کی قطرۂ منی سے پیدا کیا۔

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔ قَدَّرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کا معنی ہے:۔ سوچ کر، سمجھ کر، غور کرکے اندازہ کرنا۔ ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر چیز کا اندازہ کرنا۔

ترجمہ ہو گا۔

اللہ نے اسے پیدا کیا۔ پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی پھر اس کی تقدیر مقرر کی:

صاحب تفہیم القرآن یوں تشریح فرماتے ہیں۔

یہ ابھی ماں کے پیٹ میں بن ہی رہا تھا کہ اس کی تقدیر طے کر دی گئی، اس کی جنس کیا ہو گی۔ اس کا رنگ کیا ہو گا؟ اس کا قد کتنا ہو گا۔ اس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہو گی۔ اس کے اعضاء کس حد تک صحیح و سالم اور کس حد تک ناقص ہونگے اس کی شکل و صورت کیسی ہو گی اور آواز کیسی ہو گی۔ اس کے جسم کی طاقت کتنی ہو گی اس کے ذہن کی صلاحیتیں کیسی ہونگی، کس سرزمین، کس خاندان، کن حالات اور کس ماحول میں پیدا ہو گا۔ پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اٹھے گا۔ اس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات، ماحول کے اثرات اور اس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہو گا۔ دنیا کی زندگی میں یہ کیا کردار ادا کریگا۔ اور کتنا وقت زمین پر اسے کام کرنے کے لئے دیا جائیگا اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا۔ نہ اس میں ذرہ برابر ردوبدل کر سکتا ہے، پھر یہ کیسی اس کی جرات ہے کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے آگے یہ اتنا بے بس ہے اس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے۔

تفہیم القرآن جلد ششم آیت ۱۹ حاشیہ ۱۲)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

اوّل اس (انسان) کو ماں کے رحم کے اندر نیست سے ہست کیا۔ اس کے بعد اس کے

لئے ایک اندازہ مقرر کیا۔ یعنی اللہ کے حکم سے مؤکل فرشتوں نے اس کے لئے چار باتیں لکھ دیں

(۱) مقدار عمل۔

(۲) مدتِ زندگی۔

(۳) رزق۔

(۴) شقی یا سعید ہونا۔ جیسا کہ ہم سورۃ المرسلٰت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ نقل کر چکے ہیں۔ اور مسلم و بخاری اس کے ناقل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری سورۃ المرسلٰت کی آیات ۲۰ تا ۲۳)

بعض اہل تفسیر نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ تقدیر سے اعضا و شکل بنانا مُراد ہے یا حالتِ نطفہ سے تکمیلِ تخلیق تک جتنے احوال جنین پر گذرتے ہیں وہ مراد ہیں۔ ہماری تشریح ان اقوال سے اولیٰ ہے۔

حدیث مذکورہ تفسیر مظہری میں یوں منقول ہے:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں ہر ایک کا تخلیقی قوام ماں کے پیٹ کے اندر چالیس روز تک (بصورتِ) نطفہ رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بستہ خون رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بصورت لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ اس کے پاس فرشتہ کو چار باتوں کے لئے بھیجتا ہے۔

فرشتہ اس کا (آئندہ) عمل اور مدت زندگی اور رزق اور شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے پھر اس میں جان پھونکتا ہے۔ پس قسم ہے خُدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض لوگ جنت والوں کا کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا عمل کرتے ہیں اور دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔

"بخاری، مسلم، نافع، کسائی کے علاوہ دوسروں نے فَقَدَّرْنَا پڑھا ہے:

(فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ : ۷۷: ۲۳۔ سورۃ المرسلٰت) یعنی ہم اس کو ہست کرنے، نیست کرنے کے علاوہ پیدا کرنے پر قادر ہیں"، تفسیر مظہری ۷۷: ۲۳)

۸۰: ۲۰ ـــ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ : ثُمَّ تراخی زمان کے لئے ہے، پھر، اس کے بعد۔ السَّبِيْلَ فعل محذوف کا مفعول ہے لہذا منصوب ہے۔ تقدیر کلام یوں ہو گی:

ثُمَّ یَسَّرَ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ، ثُمَّ تراخی وقت کے لئے۔ پھر، ازاں بعد۔
السَّبِیْلَ ۔ راستہ، راہ، سبیل اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو۔

امام راغب رحؒ لکھتے ہیں :۔

سَبِیْلٌ کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جا سکے۔ خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔

اس کی تذکیر ارشادِ الٰہی ہے :۔

وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ۚ (۷ : ۱۴۶)

اور اس کی تانیث : ارشادِ الٰہی ہے :۔

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ (۱۲ : ۱۰۸) میں ظاہر ہے۔

یَسَّرَہٗ ۔ یَسَّرَ مضارع واحد مذکر غائب تَیْسِیْرٌ (تفعِیْلٌ) مصدر۔ اس نے آسان بنا دیا۔ ای سَھَّلَ لَہٗ (اس کے لئے سہل کر دیا) اس صورت میں ہٗ کا مرجع الانسان ہے اور اگر ہٗ کا مرجع سبیل ہے تو ترجمہ ہو گا :۔

اس نے راستہ کو آسان کر دیا۔

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں :۔

۱۔ (ا) سبیل الخروج من بطن امّہ ۔ اپنی ماں کے پیٹ میں سے نکلنے کا راستہ (جننے کے وقت) (ایسر التفاسیر)

(ب) طریق خروجہ من بطن امّہ ۔ (ترجمہ ایضًا) (الخازن)

(ج) سبیل الخروج من بطن امّہ (ترجمہ ایضًا) (مدارک التنزیل)

۲:۔ (ا) العلم بطریق الحق والباطل (حق و باطل کے راستہ کا علم۔ خازن)

(ب) بیّن لہ سبیل الخیر والشرّ ۔ خیر اور شر کا راستہ اس کے لئے واضح کر دیا۔ (مدارک التنزیل)

(ج) پیغمبر بھیج کر اور کتابیں بھیج کر اللہ نے راہِ حق اور اپنے تک پہنچنے کی راہ آسان کر دی تاکہ تکمیل حجت ہو جائے۔

اسی مضمون پر دلالت کر رہی ہے یہ آیت :۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (۹۲: ۵-۶-۷) تو جس نے (خدا کے راستہ میں مال) دیا۔ اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا ہم اس کو آسان طریقہ کی توفیق دیں گے۔

۳۔ وقیل یسر علی کل احد ماخلق له وقدر علیه۔ اللہ نے جو چیز انسان کے لئے پیدا کی اور جس پر اس کو اختیار دیا اس پر عمل کرنا اس کے لئے آسان کر دیا۔ (خازن)

(۴) وقیل السبیل ای الدین فی وضوحه ویسر العمل به۔ اور السبیل سے مراد الدّین ہے جو واضح اور سہل العمل ہے کقوله تعالیٰ: انا هدینٰه السبیل امّا شاکرًا وّ امّا کفورًا۔ (۷۶: ۳) تحقیق ہم نے اسے راستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خود شکر گذار ہو خواہ ناشکرا۔

جہاں تک نطفہ قرار پانے سے لے کر شکم مادر سے باہر نکلنے تک کے اندازوں کا تعلق ہے اس میں انسان کی ذات ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ حیوانات میں بھی تقریباً یہی عمل کارفرما ہوتا ہے اس لئے السبیل سے مراد سبیل الدین ہے یعنی دنیاوی زندگی کا وہ زمانہ جب انسان احکامِ شریعت کا مکلّف ہوتا ہے اس مدت العمر میں راہِ ہدایت کی نشان دہی خدا نے اپنے فرستادہ پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے واضح کر دی۔ سیدھے راستہ پر چلنے والے کے لئے وہ راستہ آسان فرما دیا اور کجرو اور گمراہ کے لئے گمراہی کا راستہ آسان کر دیا۔ زانی کو جس طرح عورتِ فاحشہ کا ملنا آسان کر دیا۔ بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھ کر مال وزر جمع کرنا آسان کر دیا اسی طرح باخدا کو رات میں جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کر دیا اور سخی کے لئے مال کا راہِ خدا میں خرچ کرنا آسان کر دیا۔ بزدل کو بھاگنا اور بہادر کو میدانِ جنگ میں کود پڑنا۔ پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بے حیائی یہ حیاتِ دنیا کا تمام نقشہ اس مختصر جملہ میں ختم کر دیا۔ (تفسیر حقانی)

۸۰: ۲۱ — ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ پھر۔ اَمَاتَهٗ۔ اَمَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی موت دینا۔ مار ڈالنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

ترجمہ:۔ پھر اس (خدا) نے اُسے (انسان کو) موت دی۔

فَاَقْبَرَهٗ۔ فَ تعقیب کا۔ اَقْبَرَ: ماضی واحد مذکر غائب اِقْبَارٌ (اِفْعَالٌ) بمعنی

قبر میں رکھوانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب پھر اس کو قبر میں رکھوایا۔ یعنی اَمَرَ اَنْ یُّقْبَرَ۔ حکم دیا کہ اس کو قبر میں دفن کیا جائے۔

۸۰: ۲۲ — ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ۔ اَنْشَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْشَاءٌ۔ (افعال) مصدر۔ بمعنی زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اَلْاِنْسَان کے لئے ہے۔ اِذَا ظرف زمان شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: مَشِیَّۃٌ (باب سمع) مصدر سے۔ مشیئۃٌ (ش ی ء مادہ) سے شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا، پھر جب وہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔

۸۰: ۲۳ — کَلَّا۔ حرفِ ردع و زجر ہے۔ کافر انسان کے لئے ڈانٹ ہے کہ اسے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ یعنی خدا کی متذکرہ بالا قدرتوں اور اس کی گوناگوں نعمتوں کے باوجود اسے متکبر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور نہ ہی کفر پر اصرار کرنا چاہیئے تھا۔

بعض کے نزدیک کَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یعنی حق یہ ہے کہ لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ جو اللہ نے اسے حکم دیا وہ اسے بجا نہ لایا۔

لَمَّا یَقْضِ لَمَّا حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی میں کر دیتا ہے۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانۂ حال تک ممتد، مسلسل اور مستمر ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۱۴)

یَقْضِ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، قَضَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ اصل میں یَقْضِیْ تھا۔ لَمَّا کے داخل ہونے پر یَقْضِ ہو گیا۔ لَمَّا یَقْضِ اس نے پوری طرح ادا نہیں کیا۔ اس نے پورا نہیں کیا۔ اس نے ادا نہیں کیا۔ ضمیر فاعل الانسان کے لئے ہے۔

مَآ اَمَرَہٗ: مَا موصولہ، اَمَرَہٗ اس کا صلہ، صلہ اور موصول مل کر لَمَّا یَقْضِ کا مفعول۔ جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اَمَرَہٗ میں اَمَرَ کی ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے۔ اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

۸۰: ۲۴ — فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖ (قرآن مجید کا اسلوب بیان یہ ہے کہ

کسی مقصد کے لئے دلائل انفسی کے بعد دلائل آفاقی بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے۔ یہاں غرورِ انسان کا ابطال کیا تھا اور زیادہ تر مقصود اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے ردّ شرک اور اثباتِ توحید ظاہر وعیاں تھا۔ اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر وحدہٗ لاشریک انسان کو مارنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور اس کے اعمال نیک وبد کی جزاء وسزا بھی دے سکتا ہے۔

اس مقصود کے اثبات کے لئے پہلے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جن سے خود انسان کی پیدائش اور اس کے حالات کا تعلق تھا۔

اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے۔ فقال: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ کہ آدمی اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے اس کو کس طرح پیدا کیا ہے۔

(تفسیر حقانی)

آیت کا کلام سابق کے مفہوم پر عطف ہے یعنی انسان کو اوّل آغاز خلقت سے آخر حیات تک اپنے اوپر غور کرنا چاہئے۔ پھر اپنی غذا کو دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس کی غذا کا کیسے بندوبست کیا اور کس طرح اس کو لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔

فَلْيَنْظُرْ ف عاطفہ لِيَنْظُرْ امر واحد مذکر غائب نَظَرٌ (باب نصر) مصدر سے چاہئے کہ وہ دیکھے۔

۸۰: ۲۵ —— اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا: جملہ مستانفہ ہے اَنَّا تحقیق ہم نے صَبَبْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم صَبٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی اوپر سے بہانا۔ متعدی ہے۔

اسی مصدر سے باب ضرب سے بمعنی اوپر سے بہنا (فعل لازم) آیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ متعدی آیا ہے۔ صَبًّا مفعول مطلق۔ مبالغہ کے لئے۔ ہم نے آسمان سے خوب (مینہ) برسایا۔

۸۰: ۲٦ —— ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ پھر، ازاں بعد۔ شَقَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ شَقٌّ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھاڑنا۔ چیرنا۔ شَقًّا مفعول مطلق پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا۔ پھاڑا۔

مطلب یہ ہے کہ زمین کو ہل وغیرہ سے تیار کیا۔ چیرنے پھاڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے کی ہے کہ ہر فعل کا وہی مسبّب ہے۔

۸۰: ۲۷ — فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا۔ ف تعقیب کا ہے۔ اَنْۢبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر سے، پھر ہم نے اگایا۔ فِیْهَا میں ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الارض ہے حَبًّا۔ اَنْۢبَتْنَا کا مفعول ہے۔ اناج، غلّہ، گندم، جو وغیرہ۔ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ پھر ہم نے زمین میں سے اناج اگایا۔

۸۰: ۲۷ — عِنَبًا وَّقَضْبًا: واؤ عاطفہ، عِنَبًا معطوف، واؤ عاطفہ قَضْبًا معطوف ہر دو عِنَبًا، قَضْبًا کا عطف حَبًّا پر ہے عِنَبٌ بمعنی انگور۔

امام راغب لکھتے ہیں:

عِنَبٌ انگور کو بھی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو بھی۔ اس کا واحد عِنَبَةٌ ہے اور جمع اَعْنَابٌ ہے۔

قَضْبًا کھیرا۔ یا عام سبز ترکاری۔ قَضْبٌ و قَضِیْبٌ دونوں کے معنی تر و تازہ، لیکن درخت کی تر و تازہ شاخوں کو بھی قَضِیْبٌ کہا جاتا ہے۔

۸۰: ۲۹ — وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا اور زیتون اور کھجور کے درخت۔

۸۰-۳۰ — وَحَدَآئِقَ غُلْبًا: اور گھنے باغ، زیتون، نخل (کھجور کے درخت) اور گھنے باغ سب کا عطف حَبًّا پر ہے۔

حَدَآئِقَ جمع حَدِیْقَةٌ واحد۔ وہ باغ جس کی چار دیواری ہو، موصوف۔

غُلْبًا: حَمْرٌ، حَمْرَاءُ حُمْرٌ کے وزن پر اَغْلَبُ غُلْبَاءُ کی جمع ہے صفت بمعنی گھنے، غلیظة الشجر، ملتفة۔ گھنے درختوں والا جن کی شاخیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہوں۔

۸۰: ۳۱ — وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا: اور پھل (جن کو مزہ کے لئے کھایا جاتا ہے) فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے فاکھۃ نہ کھانے کی قسم کھالی تو کھجور، انگور، زیتون کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ پھل طاقت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ تنہا مزے کے لئے نہیں کھائے جاتے۔ اسی طرح اس پھل کو کھانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی جس سے مقصود غذاء اور دوا دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے انار۔

اَبًّا۔ گھاس، چراگاہ۔ جانوروں کے کھانے کی گھاس اور چارہ: فَاكِهَةً وَّاَبًّا کا عطف بھی حَبًّا پر ہے۔ اور ہم نے پھل اور چارہ (بھی) اگائے۔

۸۰: ۳۲ — مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یہ اَنْۢبَتْنَا کی علت ہے۔ ان چیزوں کو

کو ہم نے تمہارے لئے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے اگایا۔
مَتَاعًا منصوب ہے کیونکہ :۔
۱:۔ یہ اَنْبَتْنَا کا مفعول لہٗ ہے۔
۲:۔ یہ اَنْبَتْنَا کے لئے لطور مصدر متوکدہ آیا ہے، کیونکہ اشیاء کا پیدا کرنا انسان اور حیوان دونوں کے لئے متاع حیات ہے۔
اَنْعَامِكُمْ : مضاف مضاف الیہ، تمہارے مویشی، بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ مویشی کو اس وقت انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں یہ نَعَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں مگر بھیڑ بکری اور گائے بھینس پر بھی بولا جاتا ہے۔
۸۰: ۳۳ — فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ : ف ترتیب کا۔ مابعد کی ماقبل پر ترتیب کی دلالت کرتا ہے اِذَا ظرف زمان ہے زمانۂ مستقبل پر دلالت کرتا ہے گو کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے : جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (۶۲: ۱۱) اور جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیتے۔ اِذَا اکثر و بیشتر شرط ہی ہوتا ہے، مفاجات کے لئے بھی آتا ہے۔
آیت ہذا میں بطور ظرف زمان آیا ہے بمعنی جب (شرطیہ)
الصَّآخَّةُ (ص خ خ مادہ) یہ صَخَّ يَصِخُّ صَخًّا فَهُوَ صَاخٌّ سے ہے جس کے معنی کسی ذی نطق کی آواز کی سختی اور کرخت پن کے ہیں :
پھر جب قیامت کا غل مچے گا۔ غُل۔ کان پھوڑ دینے والی چیخ :
ابو اسحاق نے کہا ہے کہ :۔
صَاخَّۃ وہ شور ہے جس میں قیامت برپا ہوگی اور جو کانوں کو پھوڑ ڈالے گا اور بہرا کر دے گا کہ بجز اس آواز کے جو زندہ ہونے کے لئے دی جائے گی اور کوئی چیز سنائی نہ دے گی۔ (تاج العروس)
اَلصَّآخَّةُ :
۱:۔ کان بہرا کر دینے والا شور۔ (ضیاء القرآن)
۲:۔ ای النفخۃ الثانیۃ۔ صور میں دوسری بار پھونک مارنا۔ (الیسر التفاسیر)
۳:۔ کان بہرہ کر دینے والی آواز (تفہیم القرآن)

۴۔ کانوں کو بہرا کر دینے والا شور۔ (بیان القرآن)
۵۔ صیحۃ القیامۃ (قیامت کی چیخ (الخازن)
۶۔ الصاخۃ الصیحۃ وسمیت بھا لشدۃ صوتھا کانھا تصخ الاذان
(الصاخۃ کو الصیحۃ اس کی آواز کی شدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ کانوں کو بہرہ کئے دیتی ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ، جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء محذوف ہے پورا جملہ شرطیہ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (آیت ۸۰: ۱۱) سے مربوط ہے۔

اس طرح پورا معنی یوں ہوگا:۔
یہ قرآن ایک یادداشت اور نصیحت ہے۔ جب صور کی آواز آئے گی اس وقت نصیحت قبول کرنے والوں کا حال قبول نہ کرنے والوں کے حال سے جدا ہوگا۔
اختلافِ حال کیا ہوگا؟ اس کا بیان آئندہ آیات: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ .... الخ میں کیا گیا ہے (۸۰: ۴۰)

۸۰: ۳۴ — يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۔ يَوْمَ۔ اِذَا جَآءَتْ سے بدل ہے (جلالین و تفسیر حقانی)
یعنی جس دن کہ ..... يَفِرُّ مضارع واحد مذکر غائب فِرَارٌ (ضرب) مصدر سے وہ بھاگے گا۔ جس دن کہ انسان اپنے بھائی سے (دُور) بھاگے گا

۸۰: ۳۵ — وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے (بھی دور بھاگے گا)
اُمِّهٖ وَاَبِيْهِ کا عطف اَخِيْهِ پر ہے۔

۸۰: ۳۶ — وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۔ اس کا عطف بھی اَخِيْهِ پر ہے۔ صَاحِبَتِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ صَاحِبَةٍ، صُحْبَةٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ ساتھ رہنے والی، بیوی، جورو،
بَنِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے بیٹے،

ترجمہ:۔
اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں (یعنی اولاد) سے بھی دور بھاگے گا۔
بھاگنے کی یا تو یہ وجہ ہوگی کہ اس کو اپنا خوف پڑا ہوگا یا اُن کے کفر یا اُن کی بدحالی کی وجہ سے ہر شخص کو اپنے اقرباء سے نفرت اور عداوت ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ:۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دو بچوں کی کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی جن کا انتقال اسلام سے پہلے ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سُن کر ناگواری ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرہ پر ناگواری کا اثر دیکھ کر فرمایا اگر تم بھی ان کے مقام کو دیکھ لو تو تم کو بھی اُن سے نفرت ہو جائے گی! (الحدیث رواہ احمد)

۸۰: ۳۷ — لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ: یہ جملہ سبب ہے قیامت کے روز انسان کے اپنے عزیز و اقارب سے دور بھاگنے کا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ۔ خبر۔ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ اس کا ظرف (تفسیر حقانی)

ہر شخص کی اس روز ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کر دے گی! (ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہو گی)

لِكُلِّ امْرِئٍ میں لام حرفِ جر ہے علّت کے لئے آیا ہے۔ كُلِّ امْرِئٍ مضاف مضاف الیہ۔ اِمْرَءٌ بمعنی مرد۔ انسان، شخص۔

اِمْرُءٌ۔ کی ہمزہ بحالت رفع واؔو کی شکل میں اور بحالت نصب الف کی شکل میں اور بحالتِ جرّ یؔ کی شکل میں آتی ہے۔ اِمْرِئٍ چونکہ بحالتِ جرّ ہے اس لئے ہمزہ کو یؔ کی شکل میں لایا گیا ہے۔

مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب جملہ مذکورین کے لئے ہے یعنی کہ أَخِيهِ۔ أُمِّهِ۔ أَبِيهِ۔ صَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب: اِذٍ مضاف الیہ، اس دن۔ ایسے واقعات کے دن۔ شَأْنٌ۔ دھندا۔ فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو خواہ بُرا ہو یا بھلا شَأْن کہتے ہیں۔ اس کی جمع شُئُوْنٌ ہے۔

يُّغْنِيهِ۔ يُغْنِي: مضارع واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو مشغول رکھے گا۔ یعنی دوسرے کی خبر نہ لینے دے گا۔ بے پرواہ کر دے گا۔ يُغْنِي میں ضمیر فاعل شان ہے۔

۸۰: ۳۸ — وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ، وُجُوهٌ مبتدا، مُسْفِرَةٌ خبر، يَوْمَئِذٍ

متعلق بمُسْفِرَۃٌ :

وُجُوْہٌ ۔ وَجْہٌ کی جمع ۔ چہرے ۔ کئی چہرے ، کتنے ہی چہرے ، اکثر چہرے ۔

یَوْمَئِذٍ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۷ متذکرۃ الصدر)

مُسْفِرَۃٌ ۔ اِسْفَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔ چمک دار ۔ روشن ۔ سَفْرٌ کا معنی ہے سرپوش یا پردہ ہٹانا ۔ جیسے سفر العمامۃ عن الرأس : سر سے عمامہ ہٹا دیا ۔ سَفَرَ باب ضرب ، سفر کرنا ۔ سِفْرٌ حقائق کو کھول دینے والی کتاب ۔ سَفِیْرٌ (اَسْفَارٌ جمع) ایلچی ، سفیر ۔ جو مُرسل کی حقیقت اور غرض کو کھول دیتا ہے ۔ سَفَرَۃٌ اعمال نامے لکھنے والے فرشتے ۔

۸۰ : ۳۹ ــــ ضَاحِکَۃٌ : ضِحْکٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔ جس کا مرجع وُجُوْہٌ ہے ضَاحِکَۃٌ وُجُوْہٌ کی خبر ثانی ہے ۔ مُسْفِرَۃٌ خبر اول ہنستے ہوئے ۔ خنداں ۔

مُسْتَبْشِرَۃٌ ۔ اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث شگفتہ ، شاداں ۔ خوش ، ایسی چیز پانیوالے جس سے شگفتگی اور خوشی پیدا ہو جائے یہ وُجُوْہٌ کی خبر ثالث ہے ۔

ترجمہ آیات ۳۸ تا ۳۹ ۔

کتنے ہی چہرے اس روز دمکتے ، ہنستے ، شاداں ہوں گے :

۸۰ : ۴۰ ــــ وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ : واؤ عاطفہ ۔ وُجُوْہٌ (جمع وَجْہٌ کی) بمعنی چہرے : مبتداء ۔

یَوْمَئِذٍ (ملاحظہ ہو آیت ۳۸ مذکورہ بالا) متعلق خبر عَلَیْھَا غَبَرَۃٌ خبر ۔ بمعنی خاک ، اور وہ اثر جو کسی چیز پر جمی ہوئی خاک دور ہونے کے بعد باقی رہ جاتا ہے ۔ مراد یہ کہ غم کے سبب چہروں کا رنگ بگڑ جائے گا ۔

ترجمہ ہوگا ۔

اور کتنے ہی چہروں پر خاک اس دن پڑی ہوگی ۔

۸۰ : ۴۱ ــــ تَرْھَقُھَا قَتَرَۃٌ ، یہ وُجُوْہٌ آیت نمبر ۴۰ مبتدا کی خبر ثانی ہے ۔

تَرْھَقُ : رَھْقٌ (باب سمع) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے ، ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث کا مرجع وُجُوْہٌ ہے ۔ وہ خاک ان (چہروں) پر چھا رہی

ہو گی۔ چڑھی آرہی ہو گی۔

رَهَقٌ کے معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں اور پالینے کے ہیں۔

قَتَرَةٌ: غبار۔ دھویں کی طرح غبار نما بدرونقی جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں کسی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں۔

کنجوس آدمی گویا کہ دھواں دے کر دوسرے کو بہلا دیتا ہے اس لئے کنجوس اور بخیل کو بھی قَاتِرٌ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا (۲۵: ۶۷) اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔

۸۰: ۴۲ — أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ أُولٰٓئِكَ مبتداء۔ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ خبر۔ وہی لوگ منکر و بدکار ہوں گے۔

كَفَرَةٌ کافر کی جمع اور فَجَرَةٌ فَاجِرٌ کی جمع ہے۔ فُجُوْرٌ کا معنی ہے پھاڑ دینا۔ یعنی دین اور دیانت کو پھاڑ دینا۔ فُجُوْر بڑے درجے کا کفر ہے۔

اَلْكَفَرَةُ موصوف ہے اور اَلْفَجَرَةُ اس کی صفت ہے، موصوف اور صفت مل کر خبر ہے اپنے مبتداء کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۸۱) سورۃ التکویر مکیّۃ ( )

۸۱: ۱ — اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا شرطیہ (جب) الشَّمْسُ فعل محذوف کا فاعل،
كُوِّرَتْ اسی فعل محذوف کی تفسیر ہے۔ كُوِّرَتْ . ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب
تَكْوِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی تہ کرکے لپیٹنا۔ سر پر عمامہ باندھنے کے لئے تکویر العمامۃ
کے لفظ بولے جاتے ہیں۔ (اکار العمامۃ علیٰ رأسہ اس نے پگڑی کو اپنے سر کے
گرد لپیٹا) کیونکہ عمامہ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور پھر سر کے گرد اس کو لپیٹا جاتا ہے اسی نسبت سے
اس روشنی کو جو سورج سے نکل کر سارے نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامہ سے تشبیہ دی
ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا۔ یعنی
اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔

آیت يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ (۳۹: ۵) وہی
رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے
دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے کو تکویر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے كُوِّرَتْ بمعنی اُظْلِمَتْ (تاریک ہو جائے گا) فرمایا ہے
اِذَا شرطیہ جہاں جہاں آیا ہے اس کا جواب آیت نمبر ۱۴ (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ)
میں دیا گیا ہے۔

۸۱: ۲ — وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۔ اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔
اِنْكَدَرَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِنْكِدَارٌ (انفعال) مصدر سے
انکدار اس تغیر کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے بکھر جانے سے واقع ہوتا ہے ''
ترجمہ آیت کا ہوگا۔ اور جب ستارے بکھر کر بے نور ہو جائیں گے:

الکَدَرُ (مادہ ک د ر) کے معنی کسی چیز میں گدلاپن کے ہیں ۔ اور یہ صَفَاءٌ کی ضد ہے ۔ الکُدْرَۃُ کے معنی بھی گدلاپن کے ہیں مگر اس کا استعمال خصوصیت کے ساتھ رنگ میں ہوتا ہے اور کَدُوْرَۃٌ کا پانی اور زندگی میں ۔

۸۱:۳ ــــ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے ترکیب بھی وہی ہے ۔
سُيِّرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ تَسْيِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ۔ وہ چلائی جائے گی وہ (پہاڑ) چلائے جائیں گے ۔ سَيْرٌ بمعنی چلنا سیر کرنا ۔
الجِبَالُ جمع ۔ اَلْجَبَلُ واحد ، پہاڑ ۔

۸۱:۴ ــــ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ : اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے اور ترکیب بھی وہی ہے
الْعِشَارُ دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں ۔ ایسی اونٹنی اہل عرب کے نزدیک ایک نفیس ترین سمجھی جاتی ہے اس کا واحد عُشَرَاءُ ہے ۔

علامہ فیومی کے نزدیک اس طرح کے واحد اور جمع کی نظیر صرف نُفَسَاءُ اور نِفَاسٌ ہی ہے اور ان دونوں کے علاوہ تیسری نظیر موجود نہیں ہے ۔

عُطِّلَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَعْطِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ، جس کا مطلب ہے یوں ہی چھوڑ دینا ۔ دیکھ بھال نہ کرنا ۔ نفع نہ اٹھانا ۔ بے کار چھوڑ دینا ۔

ترجمہ ہوگا :۔
اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں یوں ہی آوارہ پھریں گی ۔

۸۱:۵ ــــ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۔ عطف حسب بالا ۔
اَلْوُحُوْشُ وَحْشٌ کی جمع ، صحرائی جانور ، جنگلی جانور ، حُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب حَشْرٌ (باب نصر) مصدر سے ، جب جنگلی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے ۔

۸۱:۶ ــــ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اس کا عطف بھی حسب بالا ہے : ترکیب بھی وہی ہے
اَلْبِحَارُ جمع ہے اَلْبَحْرُ کی بمعنی سمندر ، دریا ۔ سُجِّرَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَسْجِيْرٌ (تفعیل) مصدر ۔ وہ آگ سے پُر کی گئی ، اس کا پانی بہایا گیا ۔ وہ خالی کی گئی ، وہ پُر کی گئی ۔ مصدر تَسْجِيْرٌ بمعنی زور سے بھڑکانا آگ کو ، پانی کا بہانا ، خالی کرنا ۔ پُر کرنا ۔

امام فخر الدین رازی رح آیت ہذا وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا جھونکے جائیں گے) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں ؛۔

یہ بالتخفیف بھی پڑھایا گیا ہے اور بالتشدید بھی یعنی سُجِّرَتْ اور سُجِرَتْ بھی اور اس کی

مختلف وجہیں ہیں:۔
یہ اصل میں کلمہ سجرت التنور سے ہے جو تنور جھونکنے اور اس میں آگ بھڑکانے کے لئے آتا ہے اور کسی چیز میں جب آگ بھڑکائی جاتی ہے تو کچھ رطوبت جو اس میں ہوتی ہے وہ بھی خشک ہو جاتی ہے تو اس وقت سمندر میں ذرا سا پانی بھی نہیں بچے گا پھر چونکہ حسب تصریح وَ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اس لئے اس آن سمندر اور زمین انتہائی حرارت اور سوزانی میں ایک تنے بن جائیں گے۔
اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ان کے اجزا منتشر ہوں اور وہ مٹی کی طرح ہو جائیں۔ تو وہ مٹی سمندروں کی تہ میں جا پہنچے اور سطح زمین سمندروں کے ساتھ برابر ہو جائے اور سب مل کر ایک دھکتا ہوا سمندر بن جائے۔
۲:۔ سُجِّرَتْ بمعنی فُجِّرَتْ ہو جو پانی کے رواں ہونے کے لئے آتا ہے اور یہ اس لئے کہ چونکہ حسب ارشاد: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵: ۱۹: ۲۰) (چلائے دو دریا مل کر چلنے والے۔ ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے)، سمندروں کے مابین آڑ ہے)، پس جب اللہ تعالیٰ اس آڑ کو ہٹا دے گا ایک دوسرے میں رواں ہونے لگے گا اور سارے سمندر ایک ہی سمندر بن جائیں گے، کلبی کا یہی قول ہے۔
۳:۔ سُجِّرَتْ بمعنی اوقدت یعنی آگ بھڑکانے کے ہو۔
قفال نے کہا ہے کہ اس تاویل میں مختلف وجوہ کا احتمال ہے۔
اوّل یہ کہ:۔ جہنم سمندروں کی تہ میں ہو۔ اس طرح سمندر اس وقت تو نہیں دہکتے کہ دنیا کو قائم رکھنا ہے لیکن جب دنیا ختم ہو جائے گی تو حق تعالیٰ شانہٗ آگ کی تاثیر کو سمندروں تک پہنچا دے گا۔ اس لئے وہ پورے طور پر کھولنے لگیں گے
دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو سمندر میں ڈال دے گا تو وہ کھول اٹھیں گے۔
سوم یہ کہ:۔ اللہ تعالیٰ سمندروں میں آتش عظیم پیدا کر دیں گے کہ پانی ابل جائیں گے۔
میں (یعنی امام رازی) کہتا ہوں کہ ان تمام وجہوں میں تکلف سے کام لیا گیا ہے ان میں سے کسی کی حاجت ہی نہیں ہے کیونکہ جو ذات تخریب اور قیامت کے قائم کرنے پر قادر ہے یقیناً وہ اس پر بھی قادر ہے کہ سمندروں کے ساتھ جو چاہے کرے ان کو کھولا دے یا ان کے

پانیوں کو آگ کی شکل میں بدل ڈالے بغیر اس کے کہ اسے ان میں آفتاب و ماہتاب ڈالنے کی حاجت ہو یا ان کے نیچے جہنم کی آگ ہو،، (لغات القرآن)

۸۱: ۷ ــــ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ : عطف علیٰ آیۃ نمبرا.

النفوس جمع ہے النفس کی اشخاص، لوگ. زُوِّجَتْ ماضی مجہول واحد مونث غائب، تَزْوِیْجٌ (تفعیل) مصدر سے. اس کا جوڑا ملا دیا جائے گا.

تزویج کے معنی ہیں ایک شے کا دوسری شے کے جفت و قرین کر دینا۔ اسی اعتبار سے مرد اور عورت کے عقد کرنے کے معنی بھی آتے ہیں .

بیہقی رح نے حضرت نعمان بن بشیر رض کے حوالہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

آیت اذا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ میں وہ شخص مراد ہیں جو ایک ہی کام کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے دونوں جنت یا دوزخ میں چلے جائیں گے ۔

امام راغب رح نے تین قول نقل کئے ہیں ۔

۱۔ ہر گروہ کو اس کے گروہ کے ساتھ جنت یا دوزخ میں ملا دیا جائے گا۔

۲۔ ارواح کو اجساد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

۳۔ نفوس کو اپنے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے گا.

۸۱: ۸ ــــ وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ عطف حسب بالا۔ اَلْمَوْءُدَةُ ۔وَاْدٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مونث ۔ زندہ دفن کی ہوئی ،

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل مفلسی اور عار کی وجہ سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے کسی کو داماد بنانا باعث عار جانتے تھے لڑکی کمائی تو کر نہیں سکتی تھی اس لئے اس کو کھلانا دشوار تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت عکرمہ مروی ہے کہ گڑھا کھود کر حاملہ عورت اس کے کنارہ پر بیٹھ جاتی تھی اگر لڑکا ہوا تو خیر۔ اگر لڑکی ہوتی تو فوراً گڑھے میں پھینک کر اوپر سے مٹی پاٹ دی جاتی تھی ،

ترجمہ:۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

آیت میں مدفونہ سے سوال کرنے کی غرض یہ ہے کہ دفن کرنے والے کی تذلیل کی جائے

جیسے آیت یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۵: ۱۱۶) میں نصاریٰ کی تذلیل مقصود ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ مَوْءٗدَۃُ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یعنی آیت میں مراد اس سے سوال کرنا نہیں بلکہ اس کے متعلق سوال کرنا ہے جیسا کہ آیت اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۱۷: ۳۴) کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی) میں عہد سے سوال کیا جانا مقصود نہیں بلکہ صاحب عہد سے عہد کے متعلق بازپرس کی جانی مقصود ہے۔

یا مَوْءٗدَۃُ بمعنی وَائِدَۃُ ہے یعنی دفن کرنے والی سے بازپرس کی جائے گی (اسم مفعول کو بمعنی اسم فاعل بولا جاتا ہے جیسے آیت اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا (۱۹: ۶۱) ہے بیشک اس کا وعدہ نیکوکاروں کے سامنے آنے والا ہے۔

یا الموءٗدۃ سے مراد الموءٗدۃ لھا (مدفونہ کی ماں اور دائی جن کی سازش سے بچی کو دفن کیا جاتا تھا) ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الوائدۃ والموءٗدۃ لھا فی النار۔ یعنی وائدہ (دفن کرنے والی دائی) اور موءٗدۃ لھا: جس کی طرف سے دائی جا کر بچی کو دفن کرتی تھی یعنی ماں) دونوں دوزخی ہیں۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے اور سوائے مذکورہ بالا تاویل کے کوئی صورت مفہوم حدیث کی صحت کی نہیں ہے

۸۱: ۹ — بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ: کس گناہ کے مارے قتل کی گئی تھی۔

۸۱: ۱۰ — وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اس کا عطف بھی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ پر ہے الصُّحُفُ صحیفۃ کی جمع ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۸۰: ۱۳)

نُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نَشْرٌ (باب ضرب) مصدر سے، کھولے جائیں گے۔ یعنی جب اعمال نامے حساب کے لئے کھولے جائیں گے۔ یا جن کے اعمالنامے ہوں گے ان کو تقسیم کئے جائیں گے۔

۸۱: ۱۱ — وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ، كُشِطَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب كَشْطٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی برہنہ کر دینا۔ جگہ سے ہٹا دینا۔ گھوڑے کے اوپر سے جھول ہٹا دینا۔ اونٹ وغیرہ کی کھال اتار دینا۔ کسی چیز کو ہٹا کر لپیٹ دینا۔

یہاں بمعنی آسمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹا کر لپیٹ دیا جائے گا۔

۸۱: ۱۲ — وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ: الجحیم: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ: جَحْمٌ کے معنی

آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں۔ جحیم اسی سے مشتق ہے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے،
امام ابن جریج سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں:

۱:۔ جہنم:
۲:۔ لظی
۳:۔ حطمہ۔
۴:۔ سعیر
۵:۔ سقر
۶:۔ جحیم:
۷:۔ ہاویہ

سُعِّرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَسْعِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے وہ دھکائی گئی، وہ بھڑکائی گئی۔ جب دوزخ کو خوب بھڑکایا جائے گا۔

۱۳:۸۱ ـــ وَاِذَا الْجَنَّۃُ اُزْلِفَتْ۔ اُزْلِفَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِزْلَافٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی قریب لانے کے ہیں۔ جب جنت قریب لائی جائے گی:

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ: (۵۰:۳۱) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی کہ (مطلق) دور نہ ہوگی:

مُزْدَلِفَۃٌ بھی اسی سے ہے: لیلۃ المزدلفۃ (مزدلفہ کی رات) کو اس نام سے اس لئے پکارتے ہیں کہ حجاج عرفات سے لوٹنے کے بعد اس رات منیٰ کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور حدیث میں ہے ازدلفوا الی اللہ برکعتین کہ دو رکعت نماز سے اللہ کا قرب حاصل کرو۔

۱۴:۸۱ ـــ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ۔ آیت ۱ سے لے کر ۱۳ تک جہاں جہاں اِذَا شرطیہ آیا ہے یہ آیت سب کے لئے جواب ہے۔

اس وقت ہر شخص اپنی کی ہوئی اچھائی یا برائی کو جان لے گا۔ اَحْضَرَتْ ماضی معروف واحد مؤنث غائب احضار (افعال) مصدر سے۔ اس نے حاضر کیا۔ وہ ساتھ لایا۔

۱۵:۸۱ ـــ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ: اس میں الفا تفریع کے لئے ہے (تفریع المسائل من الاصل۔ اصل سے استنباط کر کے فروعی مسائل نکالنا

یہاں اس (فا تفریع) کا مطلب یہ ہے کہ:

جب ہم نے احوالِ قیامت کے متعلق آیات نازل کردیں تو (آئندہ کی خبریں دیتے سے ہی)

سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس پر کوئی دروغ بیانی نہیں کی گئی۔ میں قسم کھاتا ہوں

لَا اُقْسِمُ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱:۔ لَا زائدہ ہے مطلب ہے اُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔

۲:۔ بعض کے نزدیک لا زائدہ نہیں ہے بلکہ نافیہ ہے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں ان ستاروں کی قسم نہیں کھاتا ہوں کیونکہ غور کرنے والے کے نزدیک خود بخود قرآن کی صداقت ظاہر ہے

۳:۔ لَا اُقْسِمُ: میں لَا کا الف زائدہ ہے اصل میں لَاُقْسِمُ ہے اس صورت میں لام تاکید کا ہوگا۔

بِالْخُنَّسِ: المقسم بہ (جس کی قسم کھائی گئی ہو) خُنَّسٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپ جانیوالے، پیچھے ہٹ جانیوالے: پھر جانیوالے رک جانیوالے۔ خَانِسٌ کی جمع۔

۱:۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد سیارے ہیں۔ کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں اور ۲:۔ بعض کے نزدیک چاند اور سورج کے علاوہ پانچوں سیارے کہ جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں مراد ہے: یہ پانچ سیارے ہیں۔ مریخ، زحل، عطارد، زہرہ، مشتری، ان کو خمسہ متحیرہ (حیران کردینے والے سیارے) اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی چال کچھ اس ڈھب کی ہے کہ کبھی یہ مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی یہ ٹھٹھک کر الٹے پھرتے ہیں۔ اور کبھی یہ سورج کے قریب آکر غائب رہتے ہیں۔

۳- اور بعض کے نزدیک نیل گائے مراد ہے کیونکہ اس میں بھی پیچھے ہٹ جانے، پھر جانے رکنے اور چھپنے کی صفت موجود ہے

یہ تینوں تفسیریں سلف صحابہ اور تابعین سے مروی ہیں۔ خنّاس بھی اسی سے ہے یہ خَانِسٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور شیطان کا لقب بھی ہے

۱۶:۸۱ — الْجَوَارِ الْكُنَّسِ یہ دونوں الخنس کی صفت ہیں الجوار جمع ہے جَارِيَةٌ کی۔ یعنی جاری ہونے والی۔ یعنی سیدھا چلنے والی۔

الْكُنَّسِ كَانِسٌ کی جمع ہے۔ كِنَاسٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا جمع مذکر کا صیغہ ہے كِنَاسٌ ہرن کے رہنے کی جھاڑی کو بھی کہتے ہیں اور اس میں ہرن کے چھپنے کو بھی۔ یہاں چھپنے والے سیارے مراد ہیں۔

بعض کے نزدیک عام ستارے مراد ہیں جو رات کو نکلتے ہیں اور دن کو نمودار نہیں ہوتے

ترجمہ ہر دو آیات کا یہ ہوگا:۔ پس میں قسم کھاتا ہوں خُنَّس کی جو الجوار اور الکُنَّس ہیں:

۸۱ : ۱۷ ــــ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ : واؤ قسمیہ الیل المقسم بہ۔ اِذَا ظرف زمان۔ عَسْعَسَ ماضی واحد مذکر غائب۔ عَسْعَسَةٌ (بروزن فعللۃ) مصدر سے : یہ کلمہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی اَقْبَلَ اور اَدْبَرَ دونوں کے ہیں یعنی رات کا اندھیرا چھا جانے کے بھی اور چھٹ جانے کے بھی۔ اور یہ کیفیت رات کی ابتدا میں بھی ہوتی ہے اور انتہا میں بھی

ترجمہ ہوگا۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلنے لگے یا چھا جائے۔

۸۱ : ۱۸ ــــ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ واؤ قسمیہ ہے الصبح المقسم بہ۔ اِذَا ظرف زمان تَنَفَّسَ ماضی واحد مذکر غائب تَنَفُّسٌ (تفعل) مصدر سے جس کا معنی سانس کی آمد و شد، مطلب ہے کہ اس نے سانس لیا۔ اس نے دم کھینچا۔ صبح کے تنفس کا مطلب ہے پو پھٹنا، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

۸۱ : ۱۹ ــــ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ یہ جملہ ہر سہ قسم اول و دوم و سوم کا جواب ہے قسم اوّل : اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ. قسم دوم وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ : قسم سوم وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ :۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان واحد مذکر غائب : کا مرجع قرآن حکیم ہے باقی جملہ اِنَّ کی خبر ہے ، لَقَوْلُ میں لام تاکید کا ہے قَوْلُ مضاف رسول کریم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بیشک یہ (قرآن) ایک معزز رسول کی زبانی ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ جو اللہ سے اس کا کلام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے۔

۸۱ : ۲۰ ــــ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ : اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں رسول کریم کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ رسول کریم بڑا طاقت ور ہے مالک عرش کی جناب میں اس کا رتبہ بڑا بلند ہے اور تمام ملائکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کی امانت میں کسی کو ادنیٰ واہمہ بھی نہیں۔

(جب لانے والا ان اوصاف عالیہ سے متصف ہو اور ان مراتب رفیعہ پر فائز ہو تو کون یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس نے اس کلام میں کوئی کمی بیشی کی ہوگی)

ذِيْ قُوَّةٍ یہ رسول کریم کی دوسری صفت ہے پہلی صفت آیت سابقہ میں کَرِيْمٍ آئی ہے، رَسُوْلٍ بوجہ مضاف الیہ مجرور ہے چونکہ صفت اعراب میں اپنے موصوف کے تابع ہوتا ہے اس لئے کَرِيْمٍ مجرور آیا ہے، ذِيْ قُوَّةٍ مضاف مضاف الیہ مل کر رسول کریم کی دوسری

صفت ہے لہٰذا اعراب میں اپنے موصوف رسول کے تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے :
ذِیْ قُوَّۃٍ بڑی طاقت والا (بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کی زبانی ہے جو بڑی طاقت والا ہے ۔

عِنْدَ ۔ نزدیک ، پاس ، اس کے ، ہاں ۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں طرح آیا ہے جیسے عِنْدِیْ مَالٌ ۔ میرے پاس مال ہے ۔ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ : سورج طلوع ہونے کے قریب ۔ بطور مضاف استعمال ہوتا ہے ۔ عِنْدَ مضاف ذی العرش مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ، اپنے مضاف عِنْدَ کا ۔

صاحب عرش کے نزدیک ۔ مَکِیْنٍ : کَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ، عزت والا ۔ مرتبہ والا ، جو صاحب عرش یعنی اللہ کے نزدیک بڑی عزت اور مرتبہ والا ہے یہ رسول کی تیسری صفت ہے ۔

۸۱ : ۲۱ ـــ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ : اطاعۃ (افعال) مصدر سے ۔ اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ۔ (طوع مادہ) اطاعت کیا گیا ۔ وہ جس کی دوسرے تابعداری کریں ۔ مراد حضرت جبرائیل جو سید الملائکہ ہیں ۔ اور فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں ۔ یہ رَسُوْلٍ کی چوتھی صفت ہے ۔

ثَمَّ اسم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار اصل کے ظرف ہے بمعنی وہاں ، وہیں ۔ اس جگہ ۔ ای فی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں (جلالین)

اَمِیْنٍ : امانت دار ۔ معتبر ، امن والا ۔ امانۃ باب کرم مصدر سے ، بمعنی امانت دار ہونا ۔ امین ہونا ۔ اور اَمْنٌ باب سمع مصدر بمعنی امن میں ہونا ، مطمئن ہونا ۔ محفوظ ہونا سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی کیونکہ فعیلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے یہ رسول کی پانچویں صفت ہے اور وہ وہاں کا امین ہے ۔ پُر اعتماد ہے ۔

۸۱ : ۲۲ ـــ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۔ اس آیت کا عطف انہ لقول رسول کریم پر ہے اور یہ بھی جواب القسم ہے ۔ وھو عطف علی جواب القسم (مدارک التنزیل) ۔ وھذا ایضا جواب القسم (جلالین)

واؤ عاطفہ ہے صَاحِبُکُمْ مضاف مضاف الیہ ، تمہارا رفیق ، تمہارا ساتھی ، اور کُمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں صاحب سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو ان کا تجربہ کر چکے ہو ، ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو ۔ پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی

نہیں پائی ہے۔

کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ (۳۴ : ۸) یا تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے، یہ آیت زیر مطالعہ اس قول کفار کا رد ہے۔

۲۳:۸۱ —— وَ لَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ: اللام جواب قسم محذوف ای و تاللہ لقد رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبریل بالافق المبین (تفسیر حقانی) لام جواب قسم محذوف کے لئے ہے یعنی خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو مطلع صاف میں دیکھا۔

رَاٰہُ میں ضمیر فاعل باتفاق علماء رسول کریم کی طرف راجع ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب یا تو ذی العرش (خدا) کی طرف راجع ہے یا رسولٍ کریم (جبریل) کی طرف راجع ہے،،

ذی العرش کا مرجع ہونے کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہٗ کی ضمیر جبریل کی طرف راجع ہے۔

روح المعانی میں ہے:۔

ای و باللہ تعالیٰ لقد رأی صاحبکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم جبریل علیہ السلام علیٰ کرسیّ بین السماء والارض بالصورۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیھا لہ ستّ مائۃ جناح:

(خدا کی قسم تمہارے رفیق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول کریم یعنی جبریل علیہ السلام کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا اس صورت میں کہ جس میں خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اس کے چھ سَو پر تھے۔

بالافق المبین موصوف و صفت، روشن اُفُق، کنارۂ آسمان۔ اٰفاق جمع، اُفق سے اصل میں آسمان کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے ہیں

بعض نے اس کے معنی مطلع آفتاب کے لئے ہیں۔ المبین ابانۃ (افعال) مصدر (بَیْنٌ مادّہ) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بمعنی ظاہر، کھلا ہوا، ظاہر کرنے والا، مصدر تَبْیِیْنٌ (تفعیل) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مُبَیِّنٌ، کھول کر بیان کرنے والا، کھلا ہوا۔

ترجمہ :۔ بے شک انہوں نے (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس پیغامبر (حضرت جبریل علیہ السلام) کو آسمان کے روشن کنارے پر دیکھا تھا۔ یا دیکھ چکے ہیں،

فائدہ: کافروں کے دل میں شک تھا کہ اگرچہ آپ سچے ہیں اور دیوانہ بھی نہیں ہیں لیکن

ممکن ہے کہ آپ نے جبریل سے کلام نہ سنا ہو اور جبریل کو دیکھا بھی نہ ہو کوئی اور شیطان آکر ان سے کہہ جاتا ہو اور وہ اس کو جبریل سمجھتے ہوں اُن کے اس شک کو رد کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ النجم میں بھی اسی مضمون پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۲) ....

..... مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۱) (۵۳: ۱ تا ۱۱)

علماء فرماتے ہیں کہ افق الاعلیٰ اور افق المبین ایک ہی جگہ ہے یعنی مشرقی کنارا

۸۱: ۲۴ ـــــ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ: واؤ عاطفہ ما نافیہ ہے ضَنِيْنٍ، ظَنٌّ (باب ضرب، سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بخیل، کنجوس، فَيُقَصِّرُ فِي تَبْلِيْغِهٖ (کلمات القرآن) یعنی غیب جو اس پر وحی آتی ہے اس کی تبلیغ میں وہ کسی قسم کی کوتاہی یا کمی بیشی نہیں کرتا۔ غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کھولے جاتے ہیں وہ سب کچھ تمہارے سامنے بلا کم وکاست بیان کر دیتا ہے (تفہیم القرآن)

اور وہ وحی پر بخیل نہیں کہ جو چیز ان کو وحی سے معلوم ہو وہ کسی کو نہ پہنچائیں نہ سکھائیں، (مظہری)

۸۱: ۲۵ ـــ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ، اور نہ یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا کلام ہے کہ چوری سے سن کر اپنے دوست کاہن کے دل میں ڈال دیا ہو۔

۸۱: ۲۶ ـــ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ، ف سببیہ ہے اور جملہ استفہام انکاری ہے پس تم کہاں جا رہے ہو۔

مراد یہ ہے کہ :۔

جب وحی کا بھیجنے والا برحق ہے اور وحی لانے والا صادق و امین ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی ہے وہ وحی لانے والے کو اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے اور وہ نہ شاعر ہے نہ مجنون ہے نہ کاہن ہے تو وہ وحی منزل من اللہ جو ایک سچا اور مستقیم راستہ تبلاتی ہے اور جسے وہ (جس پر یہ وحی نازل ہوئی ہے) بے کم وکاست اس کے ظاہر و باطن مضامین کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تو وحی کے بتائے ہوئے راہِ راست کو چھوڑ کر تم اور کس راستہ پر چل پڑے ہو، ایسا نہ کرو،

۸۱: ۲۷ ـــ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ: اِنْ نافیہ بمعنی مَا هُوَ ای القرآن اِلَّا حرف استثنا ذِكْرٌ مستثنیٰ مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) کلام غیر موجب (جس میں نفی، نہی، یا کہ استفہام موجود ہو) لہٰذا ذِكْرٌ مرفوع آیا ہے۔

للعلمین میں لام تملیک کا ہے یا تخصیص کا (سارے جہان کے لئے،

عَالَمِیْنَ عَالَمٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام مخلوق کو خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں ہو یا ان کے درمیان، ہمارے علم میں ہو یا باہر، اس کو عالم کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد پنجم زیر لفظ عالمین)

ترجمہ ہوگا:۔

نہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت اہل جہاں کے لئے۔

ذِکْرٌ۔ ذکر، پند و نصیحت، بیان، یادداشت،

۸۰: ۲۸ ــــ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّسْتَقِیْمَ: یہ جملہ العلمین سے بدل ہے اَنْ مصدریہ ہے۔ یَسْتَقِیْمَ: بتاویل مصدر شآءَ کا مفعول ہے:

ای لمن شاء منکم الاستقامۃ تم میں سے ان کے لئے جو استقامت کا خواستگار ہو یہ قرآن نصیحت ہے۔

یستقیم مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب استقامۃ (استفعال) مصدر سے۔ سیدھا چلنا، راہ مستقیم پر چلنا، راہ راست پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ (۴۱: ۳۰) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔

صحیح مسلم میں ہے:۔

سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اسلام کی کوئی ایسی بات کہہ دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھنا پڑے۔ فرمایا:۔ کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہ۔

یہ ق وم سے مشتق ہے اس مادہ سے کثیر التعداد مشتقات مختلف المعانی میں مستعمل ہے:

۸۱: ۲۹ ــ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مَا نافیہ ہے۔ تَشَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، مَشِیْئَۃٌ (باب فتح) مصدر (ش ی ء مادہ) مَا تَشَآءُوْنَ تم نہیں چاہو گے۔ یا نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے اَنْ مصدریہ ہے

ای الاّ بمشیۃ اللہ تعالیٰ۔

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف مضاف الیہ، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ اللہ کی بڑائی کے لئے لایا گیا ہے۔

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم از خود اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ توفیق الٰہی دست گیری نہ کرے فہم وخرد کے سارے چراغ بجھے رہتے ہیں۔ راہِ راست پر ایک قدم بھی نہیں اٹھ سکتا۔ اور جب اس کی نظرِ لطف چارہ سازی کرتی ہے تو سب حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۲) سورۃ الانفطار مکیّۃ (۱۹)

۸۲:۱ — اِذَا: جب ، ناگہاں، جب، اس وقت۔ ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَۃً اَوۡ لَہۡوَاۨ انۡفَضُّوۡۤا اِلَیۡہَا (۶۲:۱۱) اور بعض لوگوں نے جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو تو بکھر گئے اس طرف۔ اگر قسم کے بعد واقع ہو تو بمعنی زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی (۵۳:۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔

اِذَا اکثر (بیشتر) شرط ہوتا ہے مگر مفاجات (کسی چیز کے اچانک پیش آجانے) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہاں اس آیت میں بمعنی جب (شرطیہ) مستعمل ہے۔

اِنۡفَطَرَتۡ: ماضی واحد مؤنث غائب انفطار (انفعال) مصدر سے۔ وہ پھٹ گئی وہ چیر گئی۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے، جب آسمان پھٹ جائے گا۔

۸۲:۲ — وَاِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ: اِنۡتَثَرَتۡ اِنۡتِثَارٌ (افتعال) مصدر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ مادہ ن ث ر سے۔ بمعنی جھڑ جانا۔ بکھر جانا۔ پراگندہ ہونا۔ نَثۡرٌ ضد ہے نَظۡمٌ کی۔

کَوَاکِبُ جمع ہے کوکب کی بمعنی ستارے۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

۸۲:۳ — وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ۔ البحار جمع بَحۡرٌ کی بمعنی دریا، سمندر، بحر اصل میں اس وسیع مقام کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے پانی ہو اور اسی اعتبار سے سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ سمندر میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک پانی کی کثرت (وسعت) اور دوسرے نمکینی اور کھاراپن انہی دونوں مفہوموں کے لحاظ سے کبھی بحر کا استعمال کسی چیز کی زیادتی اور وسعت کے متعلق ہوتا ہے اور کبھی ملاحت اور نمکینی کے سلسلہ میں۔

فُجِّرَتۡ: ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تفجیر (تفعیل) مصدر سے:

بمعنی پھاڑ دیئے جائیں گے یعنی ایک کا دہانہ دوسرے کی طرف کھول دیا جائے گا اور سب سمندر آپس میں مل جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۱۷ : ۹۱) اور پھاڑ نکالے (بہادیوے) تو اس کے بیچ میں نہریں بافراط۔

۸۲ : ۴ — وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ۔ بُعْثِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب بَعْثَرَةٌ (فعلل۔ رباعی مجرد) مصدر سے، بمعنی الٹ پلٹ کرنا، بکھیرنا۔ سامان کو الٹنا پلٹنا۔ جن علماء کی رائے ہے کہ رباعی وخماسی دو ثلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعْثِرَ۔ بُعِثَ اور اُثِيْرَ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بعثرۃ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں پس جس طرح بَسْمَلَ (اس نے بسم اللہ پڑھی) اور هَلَّلَ (اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا) بنا ہے اسی طرح لفظ بَعْثَرَةٌ بَعَثَ اور اِثَارَةٌ سے بن گیا ہے۔

جب قبریں زیروزبر کردی جائیں گی یعنی مُردوں کو ازسرنو زندہ کرکے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

۸۲ : ۵ — عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ یہ جملہ ہائے شرطیہ مذکورہ آیت نمبر ۱ تا ۴ کا جواب شرط ہے۔

مَا موصولہ ہے قَدَّمَتْ ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے جو اس نے آگے بھیجا۔

اَخَّرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَاخِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ (جو) اس نے پیچھے چھوڑا

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ان الفاظ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اور وہ سب ہی یہاں مراد ہیں۔

۱:۔ جو اچھا یا بُرا عمل آدمی نے کرکے آگے بھیج دیا۔ وہ مَا قَدَّمَتْ ہے اور جس کے کرنے سے وہ باز رہا وہ مَا اَخَّرَتْ ہے۔

۲:۔ جو کچھ پہلے کیا وہ ما قدمت ہے اور جو کچھ بعد میں کیا وہ ما اخرت ہے یعنی آدمی کا پورا نامۂ اعمال ترتیب وار و تاریخ وار اس کے سامنے آجائے گا۔

۳:۔ جو اچھے یا بُرے اعمال آدمی نے اپنی زندگی میں کئے وہ ما قدمت ہیں اور ان اعمال کے جو آثار و نتائج وہ انسانی معاشرے میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا وہ ما اخرت ہیں۔

۸۲ : ۶ ــــ یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ یا حرف ندا بمعنی اے ۔ اَیُّ بحالت ندا ، منادیٰ معرف باللام کو حرف ندا سے ملاتا ہے ھَا حرف تنبیہ ہے جو اَیُّ اور اپنے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے (یہی عمل یٰٓاَیَّتُھَا میں ہے)

اَلْاِنْسَانُ منادیٰ ۔ اس سے کس کو خطاب ہے اس میں مختلف اقوال ہیں :۔

۱ :۔ انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ وہی قیامت کا منکر ہے ۔ قیل الخطاب لمنکری البعث : (مدارک التنزیل) خطاب منکرین بعث سے ہے ۔

۲ :۔ عطا فرماتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے ۔

۳ :۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ ابن الاسد بن کلدہ بن اسید کافر کے حق میں ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی مگر اس پر خدا نے دنیا میں اس کو سزا نہ دی جس پردہ اور بھی اترا گیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔

۴ :۔ اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ کافر اور گنہگار مومنوں سب کو شامل ہے ، مومن ہی سہی لیکن جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہیں آتا تو گویا اس کا حال سزا اور جزاء کا برپا ہونا نہیں مانتا اور سزا کا اندیشہ دل میں نہیں ۔ اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے ۔ (تفسیر حقانی)

مَا غَرَّكَ : مَا استفہامیہ ہے غَرَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر ، بمعنی فریب دینا ۔ بہکانا ، غرور کرنا ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ، کس چیز نے تجھے بہکایا ، غرور میں ڈالا ۔ دھوکہ میں رکھا ۔ غافل کیا ۔

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ : ب حرف جر بمعنی عَنْ ۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ الكريم صفت ربّ کی ۔ بمعنی بزرگ ، بڑی عزت والا ۔ مخلوق پر احسان و کرم کرنے والا ۔ مسلسل و لگاتار نعمتوں سے نوازنے والا ۔ صیغہ واحد مذکر صفت مشبّہ ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں غرور میں رکھا :

۸۲ : ۷ ــــ اَلَّذِىْ خَلَقَكَ ۔ الذی اسم موصول خَلَقَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ اس کا صلہ ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔ جس نے تجھے پیدا کیا ۔ یہ ربّ کی صفت ثانیہ ہے یا الکریم صفت ہے ربّ کی ۔ اور اَلَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ اس کی کرم نوازیاں ہیں ۔

فَسَوّٰىكَ فَ عاطفہ ہے اور سَوّٰىكَ کا عطف خلقك پر ہے پھر اس نے تجھ کو برابر کیا پورا پورا بنایا۔ سَوّٰى تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (س وی مادّہ) تسویہ کے معنی کسی چیز کے پستی یا بلندی میں برابر بنانے کے ہیں ۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہارے اعضاء کو درست بنایا اور اس قابل کر دیا کہ وہ اپنے اپنے فرائض بخوبی ادا کر سکیں ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔

فَعَدَلَكَ : فَ عاطفہ ہے اس کا عطف خَلَقَكَ پر ہے عَدَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ عَدْلٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں برابر کرنا ۔ لوٹنا ، پھرنا ۔

ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ عَدَلَكَ کے معنی ہیں کہ تیرے بعض اعضاء کو بعض اعضاء کے ساتھ اس طرح برابر کر دیا کہ سب میں اعتدال آگیا ۔

۸:۸۲ ـــ فِىٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۔ یہ کلام عَدَلَكَ کا بیان ہے اس لئے اس کو کسی کی طرف معطوف نہیں کیا گیا اور دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا ۔

صُوْرَةٍ میں تنوین تنکیر ہے اور تنکیر کی تاکید میں مَا کو لایا گیا ہے اور اس جگہ تنکیر مفید تکثیر ہے یعنی جس جس صورت میں چاہا تمہیں جوڑ دیا ۔

الذی سے لے کر رَكَّبَكَ تک پورا کلام رَبِّكَ کی دوسری صفت ہے جس سے رب کی ربوبیت کا ثبوت اور کریم کے کرم کی وضاحت ہو رہی ہے اور اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ جو خدا اوّل تخلیق میں ایسے ایسے کام کر سکتا ہے وہ دوسری تخلیق پر بھی قادر ہے اس سے ممانعت کفران کی تاکید اور غرور و کفران پر زجر کرنی بھی مقصود ہے کیونکہ جس کی شان ایسی ہو اس کی ناشکری جائز نہیں ۔ (تفسیر مظہری)

۹:۸۲ ـــ كَلَّا ۔ یہ اللہ کے کرم سے فریب خوردہ ہونے سے بازداشت ہے (تفسیر مظہری) یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہماری لغزشوں کی سزا فوری نہیں دیتا اور اپنی نعمتیں باوجود ہماری ناشکری کے اور غرور کے پیہم جاری و ساری رکھتا ہے تو ہمیں کسی قسم کے غرور یا دھوکہ میں مبتلاء نہیں ہونا چاہئے ۔

صاحب تفسیر حقانی اس کی تشریح کچھ یوں فرماتے ہیں :۔

کہ کیا جس انسان کو رب کریم نے یہ کچھ دیا یہ اس کے مقابلہ میں شکر گذاری کرتا ہے ؟ كَلَّا ہرگز نہیں (مزید ملاحظہ ہو ۲۳:۷۴)

ـــ بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ، بَلْ حرفِ اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی

تصحیح کے لئے آیا ہے ۔ یعنی ربّ کریم کی کرم نوازیوں کا شکر بجالانا تو کجا بلکہ تم لوگ تو (اے انسان) دین کی تکذیب کرتے ہو۔

الدین سے مراد ہے اسلام یا جزاء و سزا۔ دین۔ دَانَ یَدِیْنُ (باب ضرب کا مصدر ہے۔

۸۲: ۱۰ — وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ واؤ حالیہ اِنَّ حرف تحقیق بمعنی بے شک، یقیناً، لَحٰفِظِیْنَ میں لام تاکید کا ہے۔ حافظین، حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب، حفاظت کرنے والے۔ نگہبان یہ جملہ حالیہ ہے اور تکذبون کے فاعل سے حال ہے۔

کِرَامًا۔ کَاتِبِیْنَ۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ: صفات ہیں حٰفِظِیْنَ کی۔

۸۲: ۱۱ — کِرَامًا بزرگ، عزت والے، باوقار لوگ، کَرِیْمٌ واحد؛

کَاتِبِیْنَ کتابۃ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، بزرگ اور معزز لکھنے والے

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت اور اس کے اعمال واقوال کی کتابت پر مامور ہیں۔

۸۲: ۱۲ — یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ: مَا موصولہ ہے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں:۔

ان کا علم ادھورا اور ان کی معلومات ناقص نہیں تمہاری ہر بات تمہارا ہر کام بلکہ اس کے پس پردہ تمہارے جو جذبات اور نیتیں ہیں وہ ان سے بھی باخبر ہیں۔ تم غور کرو کہ ایسے غیر جانبدار، دیانت دار اور ہر بات سے خبردار تمہارے اعمال کا جو ریکارڈ تیار کریں گے اس کو تم کس طرح جھٹلاؤ گے:

۸۲: ۱۳ — اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق، الْاَبْرَارَ اس کا اسم فِیْ نَعِیْمٍ اس کی خبر۔ اَلْاَبْرَارُ بَرٌّ و بَارٌّ کی جمع۔ نیک آدمی، نیک لوگ،

اَلْبَرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر معنی وسعت کے اعتبار سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔

پھر اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲: ۲۸) بے شک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ۔ بندہ نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی،

اَلْبِرُّ نیکی دو قسم پر ہے: اعتقادی، عملی، آیت کریمہ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا

وُجُوْھَکُمْ .... (۲: ۱۷۷) دونوں قسم کی نیکیوں کے بیان پر مشتمل ہے ؛

بِرُّ الْوَالِدَیْنِ کے معنی ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا جیسے وَ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا (۱۹: ۳۲) اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے، اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔

نَعِیْمٍ اسم نکرہ مجرور۔ نعمت، راحت، عیش،

ترجمہ: بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے۔

۸۲: ۱۴ — وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ: جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملے الحفظ، الکتابۃ من الثواب والعذاب کے نتیجے کا بیان ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلْفُجَّارَ اسم اِنَّ لَفِیْ جَحِیْمٍ خبر اِنَّ، اور بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

الفجار۔ فاجر کی جمع فجور (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، فَاجِرٌ دین کا پردہ پھاڑنے والا۔ علی الاعلان گناہ کرنے والا۔ حق سے انحراف کرنے والا۔

الفجر کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور شق کر دینا۔ صبح کو فجر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۸۲: ۳)

جَحِیْمٍ دوزخ، سخت بھڑکتی ہوئی آگ،

۸۲: ۱۵ — یَصْلَوْنَھَا یَوْمَ الدِّیْنِ: یہ جملہ یا تو الجحیم کی صفت ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔ جیسے کہا جائے مَا حَالُھُمْ (ان کا کیا حال ہوگا؟) جواب ہوگا: یَصْلَوْنَھَا یَوْمَ الدِّیْنِ (روزِ جزاء کو وہ اس میں داخل ہوں گے) تفسیر حقانی)

یَصْلَوْنَ مضارع جمع کا صیغہ جمع مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع الفجار ہے صَلْیٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی بھوننا۔ آگ میں پھینکنا، بدخواہی کرنا۔ ہلاکت میں ڈالنا۔ دھوکہ دینا خوشامد کرنا۔ داخل کرنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجحیم ہے

فجار دوزخ میں داخل ہوں گے۔

یَوْمَ مفعول فیہ اور مضاف ہے الدِّیْن مضاف الیہ، روزِ جزاء کو، قیامت کے دن۔

۸۲: ۱۶ — وَمَا ھُمْ عَنْھَا بِغَآئِبِیْنَ یہ جملہ بھی جحیم کی صفت ہے (تفسیر حقانی)

ایسا دوزخ جس سے وہ کبھی باہر نہ نکلیں گے۔

مَا نافیہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الجحیم ہے۔ غَآئِبِیْنَ غِیَابٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ غائب ہونے والے، چھپ جانے والے۔

پوشیدہ ہونے والے، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب فجار کے لئے ہے۔ اور وہ فاجر لوگ کبھی دوزخ سے غائب نہ ہوں گے۔ یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ھُمْ ضمیر الفجار کی طرف راجع ہے اس میں الف لام عہد کا ہے اور معہود وہی فجار ہوں گے جو یوم دین کی تکذیب کرتے ہیں یعنی کافر۔ (تفسیر مظہری)

۸۲: ۱۷ — وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور تجھے کیا پتہ کہ یوم الدین کیا ہے (اور تجھے کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے) مَا استفہامیہ ہے اَدْرٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے بمعنی خبردار کرنا، بتانا، واقف کرنا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر يَوْمُ الدِّيْنِ مضاف مضاف الیہ، جزا کا دن، روز جزا۔

۸۲: ۱۸ — ثُمَّ مَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ پھر تجھے کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے! ثُمَّ حرف عطف بمعنی پھر۔۔ دوہرے دوہرے سوالات عربی اسلوب بلاغت وخطابت کے مطابق اہمیت خصوصی کے اظہار کے لئے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

یوم الدین کی عظمت شان کو مؤکد کرنے کے لئے جملہ کی تکرار کی گئی ہے

(تفسیر مظہری)

۸۲: ۱۹ — يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؛ يَوْمَ برقراءت ابن کثیر وابوعمرو مَا يَوْمُ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا ھُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

اور برقراءتِ جمہور يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ میں يَوْمَ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا فعل محذوف کا ظرف ہے۔ یعنی دونوں فریقوں کو اس روز بدلہ ملیگا جبکہ کوئی کسی کے کام کچھ بھی نہ آئے گا۔ یا اُذْكُرْ فعل محذوف ہے یعنی اس روز کو یاد کر جبکہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

یہ لفظ محل رفع میں ہے۔ لیکن چونکہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہو رہی ہے اس لئے منصوب پڑھا جاتا ہے لِنَفْسٍ میں نفس سے مراد کافر ہے۔ (کذا قال مقاتل)

(تفسیر مظہری)

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ط واؤ عاطفہ اَلْاَمْرُ مبتدا، لِلّٰهِ خبر، يَوْمَئِذٍ يَوْمَ اسم ظرف منصوب اِذٍ مضاف الیہ متعلق ہے خبر۔

اَمْرٌ کام، معاملہ، حالت، حکم، اَمْر کا لفظ تمام اقوال وافعال کے لئے عام ہے جیسے وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (۱۱: ۱۲۳) اور تمام امور کا مرجع اسی کی طرف ہے۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

۱۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۰ : ۱۶) آج کس کی بادشاہی ہے؟ خدا کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔

۲۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (۲۵ : ۲۶) اس دن سچی بادشاہی خدا ہی کی ہو گی۔

۳۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱ : ۳) انصاف کے دن کا حاکم - وغیرہ ذٰلک ،

مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف خدائے واحد وقہار و رحمٰن ہی کی ہو گی گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر اُس دن وہاں تو کوئی ظاہرداری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہو گا۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۸۳) سُوۡرَۃُ الۡمُطَفِّفِیۡنَ مَکِّیَّۃٌ (۳۶)

. . . .

۸۳ : ۱ ـــ وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ۙ مُطَفِّفِیۡنَ ۔ کے لئے ویل ہے ۔ وَیل بمعنی ہلاکت عذاب، دوزخ کی ایک وادی ، عذاب کی شدت ،

وَیۡلٌ کے کئی معانی ہیں ۔

۱ ۔ شر اور بدی میں داخل ہونا ۔ درد مند کرنا ۔ مصیبت زدہ بنانا ۔ (ان معانی میں ویل مصدر ہے) افسوس ، سختی ، کلمۂ وعید وزجر ، کلمۂ عذاب ، عذاب ، جہنم کی ایک وادی کا نام ، جہنم کے ایک کنوئیں کا نام ، جہنم کے ایک دروازہ کا نام ، کلمۂ حسرت و ندامت ، وَیۡلَۃٌ رسوائی ۔ تباہی ، ۔

وَیۡلٌ یا وَیۡلَۃٌ کی اضافت اگر ضمیر کی جانب ہو تو غیبت اور خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں اور وَیل پر ہمیشہ نصب رہتا ہے ۔

ہاں یاء متکلم کی جانب اضافت ہو تو یآء کی وجہ سے مجبوراً ویل کے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے ۔ نصب کی وجہ علمانے یہ فرض کی ہے کہ ویل اور ویلۃ بصورت اضافت فعل محذوف کے مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہوتے ہیں ۔

المطففین ۔ تطفیف (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے ۔ تول ناپ میں کم دینے والے ۔ طفیف تھوڑی چیز ، طُفَافَۃ ناقابل اعتناء چیز ۔

حقوق العباد میں جان بوجھ کر ، دیدہ دانستہ کمی بیشی کرنا ۔ عربی میں اسے تطفیف کہتے ہیں اور اس کے مرتکب کو مطفف خصوصًا لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے ؛

علامہ قشیری رحمہ اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ (التطفیف) کثیر المعانی ہے پیمائش در تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت اور خست کو بھی۔ آپس کے معاملات میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بھی۔

وَيْلٌ مبتدا، اور مطففین اس کی خبر ہے۔

۸۳: ۲ — اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ : یہ جملہ مطففین کی صفت ہے۔ یہ لوگ (مطففین) وہ ہیں کہ اگر لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا ناپتے ہیں۔ اِكْتَالُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِكْتِيَالٌ (افتعال) مصدر سے، جب وہ پیمانہ سے ناپ کر لیتے ہیں اکتیال کے معنی ہیں پیمانہ سے تول کر لینا۔ اَلْكَيْلُ (باب ضرب) غلہ ناپنا، تولنا۔ كَيْلَ بَعِيْرٍ (۱۲: ۶۵) اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ۔ مکیال المطر بارش ماپنے کا آلہ۔

عَلَى النَّاسِ (جو ان کا حق لوگوں کے ذمہ ہے) بجائے مِنَ النَّاسِ (لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں) کے بجائے علی الناس (لوگوں پر) فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ علی الناس کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں پر ان کا جو حق ہوتا ہے اس کو وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں پر اپنا حق ٹھونس کر وصول کرتے ہیں۔

يَسْتَوْفُوْنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب استیفاء (استفعال) مصدر سے۔ وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ وف ی مادّہ الوافی مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ اَوْفٰى (وَفَاءٌ باب ضرب) بِعَهْدِهٖ بمعنی اس نے عہد و پیمان کو پورا کیا۔ لیکن قرآن حکیم میں اَوْفٰى (افعال) سے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ. (۲: ۴۰) تم اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

جو جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو ٹھوک بجا کر پورا پورا ناپ لیتے ہیں۔

۸۳: ۳ — وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب۔

كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ اصل میں كَالُوْا لَهُمْ اَوْ وَزَنُوْا لَهُمْ تھا۔ دونوں میں حرف جار محذوف ہے۔

كَالُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَيْلٌ (باب ضَرَبَ) مصدر

ناپنا۔ تولنا۔ لَھُمْ ان کے لئے۔

یعنی جب دوسروں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں (ان کے لئے تولتے ہیں) اَوْ حرف عطف وَزَنُوْا ماضی جمع مذکر غائب وَزْنٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ یا ان کو وزن کر کے دیتے ہیں۔

یُخْسِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِخْسَارٌ (افعال) مصدر (تو) کمی کر دیتے ہیں۔ یعنی کم دیتے ہیں۔

۸۳: ۴ — اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ۔ جملہ مستانفہ ہے ہمزہ استفہامیہ اور لَا نافیہ ہے۔ اور یَظُنُّ کے ساتھ مل کر اسے مضارع منفی بناتا ہے لَا یَظُنُّ مضارع منفی واحد مذکر بمعنی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی یقین کرنا۔ گمان کرنا۔

اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ جمع مذکر لَا یَظُنُّ کا فاعل۔ اس کا مشار الیہ المطففین ہے۔ اَنَّھُمْ میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھُمْ اسم اِنَّ۔ مَبْعُوْثُوْنَ اس کی خبر۔ مَبْعُوْثُوْنَ بعث (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانیوالے۔ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مفعول ہے یَظُنُّ کا۔

ترجمہ ہوگا۔

کیا وہ (ڈنڈی مار۔ ناپ تول میں کمی کرنے والے) خیال (بھی) نہیں کرتے کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

۸۳: ۵ — لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ لام علّت کا ہے۔ یعنی یوم عظیم کے حساب کے لئے۔ یا ظرفیہ بمعنی فِیْ ہے یعنی یوم عظیم میں۔ روز قیامت کو یوم عظیم اس لئے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے۔ یَوْمٍ عَظِیْمٍ موصوف صفت، عظیم دن، ایک بڑا دن۔

۸۳: ۶ — یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہ یَوْمٍ عَظِیْمٍ سے بدل ہے اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے مفتوح ہے یعنی وہ دن جس دن لوگ ربّ العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (مظہری) یعنی اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔

۸۳: ۷ — کَلَّآ: کلمہ ردع وتنبیہ ہے ای لیس الامر کما زعمتم انہ لاحساب ولا جزاء۔ بات یہ نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو کہ کوئی حساب وجزا نہ ہوگی:

تفسیر مظہری میں ہے :۔

کَلَّا یہ بجائے خود پورا کلام ہے ۔ اور تطفیف مذکور سے بازداشت ہے ۔

امام حسن بصری رح نے فرمایا ۔

کَلَّا اس جگہ ابتدائیہ ہے بعد والے کلام سے اس کا ربط ہے اور حَقًّا (یقینًا) کا ہم معنیٰ ہے ۔

اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ کِتٰبَ الْفُجَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ ۔ لَفِیْ سِجِّیْنٍ اس کی خبر ۔ تحقیق فجار کی کتاب سجین میں ہو گی ۔

کتاب سے مراد نامۂ اعمال ہے جو کراماً کاتبین اس کام کے لئے ہر شخص پر متعین ہیں اور ہر وقت تیار کرتے رہتے ہیں ۔

اَلْفُجَّارِ ۔ فُجُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے الفجر کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا ۔ اور فُجُوْر کے معنی ہیں دین کی پردہ دری کرنا ۔ یعنی کہ نافرمانی کرنا ۔ فَاجِرٌ بمعنی بدکار ۔ مُفرد ہے ۔

سِجِّیْنٌ ۔ سِجْنٌ سے مشتق ہے سجن کا معنی ہے ۔ حبس ۔ قید ۔ قاموس میں ہے کہ سجین بروزن سکّین ، دوامی سخت قید ، اخفش نے کہا کہ سِجِّیْن سجن سے بروزن فِعِّیْلٌ ہے جیسے شِرِّیْبٌ (بہت پینے والا) فِسِّیْقٌ (بڑا فاسق) ایسے ہی سجّین (سخت قید) عکرمہ نے کہا کہ سجّین سے مراد ہے ذلت اور گمراہی حقیقت میں فجار کے مندرجہ کتاب اعمال ان کی قید ، ذلت اور گمراہی کے موجب ہیں (یعنی اپنے اعمال کی وجہ سے کافر قید اور گمراہی میں ہوں گے) مگر مجازاً کتٰب کو قید اور ذلت میں قرار دیا ۔

احادیث اور آثار میں سے ظاہر ہے کہ سجین اس مقام کا نام ہے جہاں کفار کا رجسٹر ہے ، سجین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کافروں کی روحیں بند کر دی جاتی ہیں ۔ (تفسیر مظہری)

۸۳ : ۸ ــــ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ : اور تمہیں کیا معلوم (یا تمہیں کون چیز سمجھائے) کہ سجّین کیا ہے یہ استفہام سجین کی عظمت اور ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے ۔

الکشّاف میں سجین کی تشریح یوں کی گئی ہے کتاب جامع ھو دیوان الشرّ دوّن اللّٰہ فیہ اعمال الشیاطین واعمال الکفرۃ والفسقۃ من الجن والانس و ھو کتاب مرقوم بین الکتابۃ ۔ یہ ایک جامع کتاب ہے جو ایک دیوان (رجسٹر) ہے (فجار کی برائیوں کا) جسے اللہ نے ترتیب دے رکھا ہے اور جس میں جن و انس کے شیاطین کفار اور فاسق لوگوں کے اعمال

درج ہیں۔ وہ واضح تحریر کی ایک کتاب ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں:۔

اصل میں لفظ سجین استعمال ہوا ہے جو سجن (جیل یا قید خانہ) سے ماخوذ ہے اور آگے اس کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جو سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے درج کئے جاتے ہیں (تفہیم القرآن)

مولانا عبد الحق دہلوی رح اپنی تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ:۔

سجین مجرموں کا ایک قید خانہ عالم سفلی میں ہے وہاں دفتر ہے جیسا کہ جیل خانوں میں دفتر ہوتا ہے کہ جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا اس میں نام لکھ لیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سجین کو دفتر کی جگہ کہنا نامناسب نہیں اور ہے دراصل یہ قید خانہ۔

اور علیین جس کا ذکر اگلی آیتوں میں آتا ہے یہ عالم بالا میں ایک پُر فضا مقام اور فرحت کی جگہ ہے قیامت تک بد لوگ سجین میں پھر جہنم میں اور نیک لوگ علیین میں پھر جنت میں رہیں گے۔ سجین جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے اور علیین جنت کا ابتدائی مقام ہے۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔

(میرے نزدیک) ظاہر یہ ہے کہ سجین کافروں کے روحوں کی قرار گاہ بھی ہے اور ان کے اعمالناموں کا گودام بھی یہی ہے اور کلام میں ایک لفظ محذوف ہے یا تو ما سجین اصل میں ما کتٰبُ سجین تھا۔ یا کتٰبٌ مَرْقُومٌ اصل میں محلُّ کتٰبٍ مَرْقُومٍ تھا۔

۸۳: ۹ — کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ موصوف و صفت، سجینٌ بمعنی کتاب جامع۔ رجسٹر، دیوان) کی تشریح ہے۔

مَرْقُوْمٌ: رَقْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، لکھا ہوا۔ جلی خط سے لکھا ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۸۳: ۸ متذکرہ بالا) یعنی سجین کیا ہے ایک تحریر کردہ شدہ دفتر ایک لکھی ہوئی کتاب!

۸۳: ۱۰ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ حق کو جھٹلانے والوں کے لئے اس دن بربادی (خرابی) ہوگی (نیز ملاحظہ ہو ۷۷: ۱۵)

۸۳: ۱۱ — اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ جملہ المکذبین (آیت نمبر ۱۰ مذکورہ بالا) سے بدل ہے یا اس کی صفت ذم ہے۔ (ان مکذبین کی خرابی ہوگی) جو روز انصاف کو جھٹلاتے ہیں۔

۸۳: ۱۲ — وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ واؤ عاطفہ مَا نافیہ یکذب مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب، تکذیب (تفعیل) مصدر سے بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یوم الدین ہے۔

اِلَّا کے متعلق علامہ سیوطی الاتقان فی علوم القرآن میں رقمطراز ہیں:

الرُّمانی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اِلَّا کے وہ معنی جو اسے لازم ہیں یہ ہیں کہ وہ جس چیز کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اسی کا ہو رہتا ہے مثلاً اگر تم کہو کہ جَآءَ نِی الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا تو اس کلام میں تم نے زید کو نہ آنے کے ساتھ مخصوص کردیا اور اگر کہا جائے کہ مَاجَآءَنِیْ اِلَّا زَيْدٌ تو اس مثال میں زید ہی آنے کے لئے خاص ہو گیا۔ اسی طرح وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ میں مُعْتَدٍ تکذیب کے لئے خاص ہو گیا یعنی صرف مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ہی یوم الدین کی تکذیب کرتے ہیں۔

كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ میں كُلُّ مضاف مُعْتَدٍ موصوف اَثِيْمٍ صفت، موصوف اور صفت مل کر مضاف الیہ۔

مُعْتَدٍ اِعْتِدَآءٌ (افتعال) مصدر سے: اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ حد سے آگے بڑھنے والا۔ حدودِ حق سے ہٹ جانے والا۔ تجاوز کرنے والا۔ اَثِيْمٍ۔ اِثْمٌ سے (باب سمع) صفت کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

یعنی یوم الدین کی تکذیب صرف معتدا ثیم ہی کرتا ہے، مُعْتَدٍ وہ شخص جو کہ جہالت اور جاہل آباء واجداد کی پیروی میں حد سے آگے بڑھ گیا ہو، یہاں تک کہ دوبارہ پیدا کرنے پر خدا کو قادر نہ سمجھتا ہو۔

اَثِيْمٍ وہ گنہگار جو خواہشات نفس میں منہمک اور اتنا مشغول ہو کہ مخالفِ خواہش امور کو اس نے پس پشت ڈال دیا ہو اور اس انہماک نفسانی نے اس کو مخالفِ نفس چیزوں کے انکار پر آمادہ کر لیا ہو۔

ترجمہ:۔ اور نہیں جھٹلاتا اُسے (یعنی یوم الدین کو) مگر وہی جو حد سے گذرنے والا گنہگار ہے

۸۳: ۱۳ — وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلا جملہ شرط ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط۔ واؤ عاطفہ، اِذَا (شرطیہ) ظرف زمان بمعنی جب، تُتْلٰى مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ مصدر (باب نصر) بمعنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ اٰيٰتُنَا مضاف،

مضاف الیہ مل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ عَلَیْہِ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب مُعْتَدٍ کی طرف راجع ہے۔ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کر کے سنائی جاتی ہیں۔

قَالَ: تو وہ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ (یہ تو) پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

اَسَاطِیْرُ جمع ہے اُسْطُوْرَۃٌ کی۔ وہ خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَوَّلِیْنَ جمع ہے اوّلٌ کی، بمعنی پہلے۔ اگلے (لوگ)

۸۳: ۱۴ — کَلَّا۔ ہر معتدا ثیم کے لئے حرف ردع وتوبیخ ہے یعنی ہر معتدا ثیم کو اس تکذیب سے اور اس قول (اساطیر الاولین) سے باز رہنے کے لئے سرزنش ہے ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

— بَلْ: حرف اضراب ہے۔ یہاں پر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے کہ ماسبق برائیاں تو ان میں ہیں ہی لیکن مابعد کی برائیاں اس سے بھی بڑھ کر ہیں یعنی یوم جزار کی تکذیب اور آیات الٰہی کو اساطیر الاولین کہنا تو ان کے گناہ کے پلڑے میں تھا ہی اب اس سے بڑھ کر ایک اور بدتر گناہ ان کے میزان عمل کو بری طرح متاثر کر رہا ہے ان کے کردہ گناہوں سے ان کے دل زنگ آلود ہوتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ ظلمت وعصیاں کے تاریک گڑھوں میں گرتے ہوئے نیچے ہی جا رہے ہیں۔

علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

بَلْ: اس لفظ سے کلام سابق سے اعراض کر کے یہ بات بتائی ہے کہ ادراکِ حق اور باطل کی تمیز کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے (یعنی پہلے صرف یہ کہا گیا تھا کہ وہ یوم جزار کی تکذیب کرتے ہیں پھر کَلَّا کہہ کر ان کو اس تکذیب سے روکا گیا۔ اس کے بعد کہا گیا کہ یہ لوگ صرف تکذیب ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر بداعمالی کا زنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے ادراکِ حق کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ:

رَانَ۔ رَیْنٌ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے زنگ پکڑا۔ وہ زنگ آلود ہوا۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ، وہ غالب آگیا۔ وہ چھا گیا۔ مَا موصولہ کَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ اس کا صلہ۔ جو وہ کمایا کرتے تھے۔ یہ جملہ فاعل ہے رَانَ کا۔ یعنی جو (کرتوتیں)

وہ کیا کرتے تھے ۔انہوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے ان کے دلوں پر چھا گیا۔ ان کے دلوں پر غالب آگیا ۔

یَکْسِبُوْنَ ۔ مضارع معروف جمع مذکر غائب کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر ۔ کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ماضی استمراری ۔ وہ کیا کرتے تھے ۔ وہ کمایا کرتے تھے ۔

۸۳ : ۱۵ — کَلَّا ۔ حرف ردع ہے زنگ پیدا کرنے والے گناہوں کے ارتکاب سے باز داشت ہے ۔ ان کو ایسا کرنے سے باز رہنا چاہئے ۔ یا کَلَّا بمعنی حَقًّا ہے ۔ بے شک ، یقینا ۔

اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق ۔ ھُمْ اسم اِنَّ مَحْجُوْبُوْنَ خبر ۔ یَوْمَئِذٍ ظرف ہے مَحْجُوْبُوْنَ کا ، عَنْ رَّبِّھِمْ متعلق خبر ۔ لَمَحْجُوْبُوْنَ میں لام تاکید کا ہے ۔

مَحْجُوْبُوْنَ حَجْبٌ وحِجَابٌ مصدر (باب نصر) سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر حَجْبٌ وحِجَابٌ بمعنی روکنا ۔ محجوب اوٹ میں رکھا جانے والا ۔ دیکھنے سے روک لیا جانے والا ترجمہ ہوگا ۔

بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب (کے دیدار) سے روک لئے جائیں گے ۔

۸۳ : ۱۶ — ثُمَّ اِنَّھُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے ہو یا وضع کے لحاظ سے ۔ یہاں بلحاظ مرتبہ آیا ہے ۔ پھر جہنم میں داخل ہوں گے (اجوان کے لئے دیدار الٰہی کی محرومی سے بڑھ کر عذاب ہوگا) صَالُوْا صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۔ مضاف ہے اضافت کی وجہ سے نون جمع حذف ہوگیا ہے اصل میں صَالُوْنَ تھا الجحیم مضاف الیہ ۔ صَالُوا الْجَحِیْمِ ۔ دوزخ میں داخل ہونے والے ۔

۸۳ : ۱۷ — ثُمَّ یُقَالُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ، ثُمَّ ملاحظہ ہو سابقہ آیت نمبر ۱۶) ثُمَّ یہاں بلحاظ وضع کے ہے بمعنی پھر ۔ یُقَالُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہٗ ۔ اور جملہ ھٰذَا الَّذِیْ ..... الخ مفعول ہے یُقَالُ کا ۔ پھر ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔

۸۳ : ۱۸ — کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے ابرار کے حال کے بیان کے لئے ہے ۔ کَلَّا حرف ردع ہے تکذیب عذاب سے باز داشت کے لئے آیا ہے ۔ یا بمعنی حَقًّا (یقینا) مستعمل ہے ۔ مقاتل نے کہا کہ اس جگہ کَلَّا کا مفہوم یہ ہے

کہ جس عذاب میں وہ داخل ہوگا اس پر ایمان نہیں لاتا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

بیشک نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہوگا۔

عِلِّیِّیْن۔ ۱۔ بعض کے نزدیک یہ سب سے جنت کا اعلیٰ مقام ہے جس طرح کہ سجین سب سے بدتر دوزخ کا نام ہے۔ ملاحظہ ہو آیات ۸۳ : ۷، ۸ متذکرۃ الصدر۔

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہاں رہنے والوں کا نام ہے اور عربیت کے لحاظ سے یہی معنیٰ زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ جمع ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ ملائکہ کی صفت ہے اس لئے واؤ نون کے ساتھ جمع آئی ہے

۴۔ فراء کا خیال ہے کہ یہ اسم ہے جو جمع کے وزن پر وضع کر لیا گیا ہے مگر اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا۔ جیسے کہ عشرین اور ثلاثین ہیں جو کہ اسم عدد ہیں اور جمع کے وزن پر ہیں مگر جمع نہیں ہیں۔ کیونکہ عشرین اگر جمع ہوتا تو کم از کم تین عشر یعنی تیس کے لئے بولا جاتا۔ حالانکہ اس کے معنی بیس کے ہیں اسی طرح ثلاثین اگر ثلث کی جمع ہوتا تو اس کے معنی کم از کم نُو کے ہوتے حالانکہ اس کے معنی تیسؔ کے ہیں۔

اور عرب کا دستور ہے کہ جب وہ ایسی جمع بنائیں کہ جس کے واحد اور تثنیہ کا کوئی صیغہ نہ ہو تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں میں واؤ نون کے ساتھ بولا کرتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے مندرجہ ذیل اقوال بیان کئے ہیں:۔

۱۔ اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا بلند مقامات:

۲۔ یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے۔ کہ جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں جو کہ فرشتے اور تمام صلحاء جن و انس انجام دیا کرتے ہیں۔

۳۔ اس کے معنی دوگنی چوگنی بلندی پر بلندی کے ہیں (لغات القرآن)

۴۔ یا یہ ساتویں آسمان پر وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں ابرار کی روحیں جمع ہیں۔

۸۳ : ۱۹ — اور تو کیا جانے کہ علیین کیا ہے، تجھے کیا چیز سمجھائے کہ علیین کیا ہے

۸۳ : ۲۰ — کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ ملاحظہ ہو ۸۳ : ۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۳ : ۲۱ — یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ: یہ کتاب الابرار کی دوسری صفت ہے۔

یَشْهَدُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب شُهُوْدٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی حاضر ہونا۔ ای یحضرون المقربون ذلک الکتب ویحفظونہ لانہ یحمل امانا

لصاحبہ من النار وفوزہ بالجنۃ (تفسیر حقانی، الیسر التفاسیر)
یعنی الملائکۃ المقربون اس کتاب پر حاضر رہتے ہیں اور اس کی (ہر طرح سے) حفاظت کرتے ہیں۔
کیونکہ اس میں اس کے لئے دوزخ سے امان اور جنت کی کامیابی (کے احوال) مندرج ہیں۔
یَشْهَدُهٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کتاب کے لئے ہے،
اَلْمُقَرَّبُوْنَ تقریب (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ زیادہ عزت والے قریب کئے گئے، قرب پالینے والے۔ قریبی۔
۸۳:۲۲ — اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اِنَّ حرف تحقیق، مشبہ بالفعل۔ اَلْاَبْرَارَ: اسم اِنَّ
لَفِیْ نَعِیْمٍ: اس کی خبر۔ لام تاکید کا۔
نَعِیْمٍ بمعنی نعمت، راحت، عیش،
۸۳:۲۳ — عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ جملہ سابقہ سے حال ہے الارائک جمع اریکۃ کی: وہ مزین تخت جس پر پردہ لٹکا ہوا ہو
یَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے وہ نظارے کر رہے ہوں گے۔ (جنت کے عجائبات و مناظر کا) یا جمال الٰہی کا۔ چونکہ یہ (ینظرون) محجوبون کے مقابلہ میں آیا ہے اس لئے قرینہ بھی اسی معنی کو چاہتا ہے (تفسیر ماجدی)

ترجمہ آیات ۲۲:۲۳۔
بے شک نیک لوگ عیش میں ہوں گے درآنحالیکہ تختوں پر بیٹھے ہوئے جمال الٰہی کا نظارہ کر رہے ہوں گے:
۸۳:۲۴ — تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ: یہ بھی جملہ حالیہ ہے (اور حال ابرار کا یہ ہوگا کہ اے مخاطب تجھے ان کے چہروں پر تازگی دکھائی دے گی۔
تَعْرِفُ مضارع معروف واحد مذکر حاضر مَعْرِفَةٌ وعِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر سے تو پہچانتا ہے، تو پہچانے۔
کسی چیز کی نشانیوں پر غور و فکر کے بعد اس چیز کے ادراک کرنے کا نام معرفت اور ادراک ہے یہ علم سے اخص ہے اور انکار اس کی ضد ہے۔
فُلَانٌ یَعْرِفُ اللّٰهَ (فلاں اللہ کو پہچانتا ہے) بولتے ہیں۔ یَعْلَمُ اللّٰهَ (وہ اللہ کو جانتا ہے) نہیں بولتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ آثارِ قدرتِ الٰہی پر تدبر و غور و فکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح ذات باری

تعالیٰ کے لئے "علم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے معرفت کا نہیں ۔ اَللّٰہُ یَعْلَمُ کَذَا اور یَعْرِفُ کَذَا نہیں کہتے کیونکہ معرفت کا لفظ اس علمِ قاصر کے متعلق ہوتا ہے جس پر غور و فکر کے بعد رسائی ہوتی ہے۔

نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ مضاف مضاف الیہ، نَضْرَۃَ اسم منصوب بوجہ مفعول ہونے فعل تَعْرِفُ کے نَضْرٌ و نَضَارَۃٌ مصدر (باب سمع و نصر) نَضْرَۃٌ بمعنی تروتازگی ۔ رونقِ چہرہ ۔ نعیم عیش راحت، خوش حالی ۔ نضرۃ النعیم : عیش و راحت کی وجہ سے چہرہ کی تروتازگی۔

۸۳: ۲۵ — یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ یہ جملہ بھی الابرار سے حال ہے اور ان کو پلائی جائے گی خالص شراب :

یُسْقَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ سَاقِیْ شراب پلانے والا ۔ رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ موصوف صفت، رحیق شراب ناب، اسم جامد ہے وہ شراب صاف جس میں ذرا آمیزش نہ ہو اور جس کے پینے سے بے ہوشی نہ ہو ۔ مختوم یہ صفت ہے رحیق کی سربمہر، ختم و ختام (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر جس پر مہر لگائی گئی ہو۔

۸۳: ۲۶ — خِتٰمُہٗ مِسْکٌ جس کی مہر مشک (کی) ہو گی / یہ رحیق کی دوسری صفت ہے ۔

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (جملہ معترضہ ہے ۔ واؤ عاطفہ ہے فِیْ ذٰلِکَ ای لذلک ۔ الیٰ ذٰلک ۔ یعنی ایسی شراب حاصل کرنے کے لئے ۔ فلیتنافس فعل امر واحد مذکر غائب : تَنَافُسٌ (تفاعل) مصدر سے ۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر کسی چیز کی حرص کرنا ۔ ایک دوسرے سے جلدی کرنا ۔ مبادرت کرنا، کسی چیز میں کسی سے جلدی کرنا ۔ سبقت کرنا ۔ س وصل کی وجہ سے مکسور ہے :

قرطبی نے لکھا ہے :-

والیٰ ذٰلک فلیتبادر المتبادرون ، اس کی طرف تم ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔

اَلْمُتَنَافِسُوْنَ . تَنَافُسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر حرص کرنے والے ۔

ترجمہ ہو گا : بس چاہئے کہ شوق رکھنے والے اس رحیق مختوم کے حاصل کرنے کے لئے

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی حرص کریں۔

۸۳ : ۲۷ — وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ اور اس کی آمیزش ہوگی تسنیم سے یہ رحیق مختوم کی ایک اور صفت ہے کہ اس میں تسنیم کو ملایا جائے گا۔ مِزَاجُهٗ مضاف مضاف الیہ۔

مِزَاجٌ و مَزْجٌ مصدر (باب نصر سے) بمعنی پانی وغیرہ سے ملانا۔ ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ یعنی آمیزش، ملاوٹ، جو چیز ملائی جائے مثلاً دودھ میں پانی یا چینی ملائی جائے اس کو بھی مِزَاجٌ کہتے ہیں جیسے موجودہ صورت میں مزاج سے مراد تسنیم ہے یہ مضاف ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رحیق کے لئے ہے مضاف الیہ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ۔ اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔

تسنیم جنت میں ایک چشمے کا نام ہے۔ لغت میں تسنیم اس چیز کو کہتے ہیں جو خوشبو یا ذائقہ کے لئے شربت یا پانی میں ملاتے ہیں۔ جیسے روح گلاب یا روح کیوڑہ بیدمشک وغیرہ

قتادہ کہتے ہیں کہ:۔

لفظ تسنیم کی وضعی ساخت بلندی کے مفہوم کی حامل ہے چونکہ سنام کا معنی ہے اونچی چیز۔ اس لئے سنام اونٹ کے کوہان کو کہتے ہیں۔

۸۳ : ۲۸ — عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ :

عَيْنًا کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱:۔ یہ منصوب بوجہ تسنیم سے حال ہونے کے ہے

۲:۔ اس کا نصب اَمْدَحُ یا اَعْنِيْ فعل مقدرہ کی بنا پر ہے۔

بِهَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱:۔ بَ بمعنی مِنْ۔ مِنْهَا یعنی اس میں سے پئیں گے

۲:۔ بَ زائدہ ہے۔ معنی ہوں گے۔ اسے مقربین پئیں گے۔

۳:۔ يَشْرَبُ چونکہ يَلْتَذُّ (باب افتعال بمعنی لذیذ پانا) کے معنی کو متضمن ہے اس لئے اس کے بعد بھا لایا گیا ہے یعنی اس شراب سے لذت یاب ہوں گے :

(تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، روح المعانی)

ترجمہ :۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقربین پئیں گے۔

فائدہ : آیت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ بہشت میں جنتی رحیق (شراب مصفیٰ) پئیں گے اور ابرار کا درجہ چونکہ عام جنتیوں سے بلند تر ہوگا ان کو یہ شراب مصفیٰ تسنیم کی آمیزش

سے زیادہ لذیذ بنا کر پینے کو دی جائے گی: مقربین کا رتبہ ابرار سے بھی اوپر ہے وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کریں گے۔

۸۳: ۲۹ ـــ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ:

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الذین اَجْرَمُوْا موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ: كَانُوْا فعل ناقص ضمیر متصل اس کا اسم۔ یَضْحَكُوْنَ اس کی خبر۔ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا متعلق خبر۔

اَجْرَمُوْا: ماضی جمع مذکر غائب: اِجْرَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے جرم کیا۔ (یہاں ضمیر فاعل کا مرجع ابوجہل۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اور ان کے ساتھی دوسرے مشرکین مکہ ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد ہیں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب و حضرت بلال اور ان کے دوسرے ساتھی نادار مسلمان رضی اللہ عنہم اجمعین

یَضْحَكُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ضِحْكٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ہنستے تھے۔ یعنی یہ مجرم لوگ مومنوں کا مذاق اڑانے کے لئے ان سے ہنستے تھے۔

۸۳: ۳۰ ـــ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ، یہ دوسری قبیح حرکت تھی جو کفار مکہ مسلمانوں سے کرتے تھے۔

واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان بمعنی جب، مَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب مُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ گذرتے تھے۔

بِهِمْ: بِ الصاق کا ہے (حرف جار ہے) هِمْ مجرور۔ ضمیر هِمْ مسلمانان مکہ کے لئے ہے۔

یَتَغَامَزُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَغَامُزٌ (تفاعل) مصدر سے وہ آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ وہ آنکھیں مارتے تھے۔ بطور استہزاء اشارے کرتے تھے۔ اور جب کافر مومنوں کی طرف سے گذرتے تھے تو وہ کافر مسلمانوں کی طرف بطور استہزاء اشارے کرتے تھے آنکھوں سے:

۸۳: ۳۱ ـــ وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ ـ یہ کفار مکہ کی تیسری شرارت تھی جو وہ مسلمانوں کے معاملہ میں کرتے تھے۔

واؤ عاطفہ ہے۔ اِذَا ظرفیہ ہے بمعنی جب، جب شرط کے معنوں میں بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں واذا انقلبوا الی اھلھم جملہ شرط ہوگا اور دوسرا جملہ جواب شرط۔

اِنْقَلَبُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر۔ وہ لوٹے، وہ پھرے
اَهْلِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اَهْل: والا۔ والے۔ وہ سب لوگ اہل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا ان دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق ہو مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا، بسنا، یا کسی مخصوص صنعت یا پیشہ میں شریک ہونا غرض کسی خاص صفت سے متصف ہونا ایک سلسلہ میں منسلک کرے

هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب:
اَهْلِهِمْ ان کے گھر والے۔

فَكِهِيْنَ فَكِهٌ کی جمع۔ باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے، مذاق اڑاتے ہوئے ۔۔۔
اَلْفَكَاهَةُ خوش طبعی کی باتیں، خوش گپیاں۔
فَكِهِيْنَ اِنْقَلَبُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔
اور جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتے تو خوش گپیاں مارتے، مزے اڑاتے جاتے۔

۸۳:۳۲ ۔۔۔ وَاِذَا رَاَوْهُمْ جملہ شرطیہ، رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے اور هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (مسلمانوں کے لئے) یعنی جب وہ کافر مسلمانوں کو دیکھتے (یہ جملہ شرطیہ ہے)

قَالُوْا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ جملہ جواب شرط ہے، یعنی کفار مکہ کہتے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ یہ مقولہ ہے قَالُوْا کا۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع، یہ اِنَّ کا اسم ہے لام تاکید کا ہے
ضَآلُّوْنَ۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بمعنی بھٹکے ہوئے۔ گمراہ۔ راہ بھولے ہوئے۔ اِنَّ کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا:
(جب کافر لوگ مسلمانوں کو دیکھتے) تو کہتے درحقیقت یہی لوگ گمراہ ہیں۔ یہ کافروں کی مسلمانوں کے خلاف جو کچھ قبیح حرکت تھی۔

۸۳:۳۳ ۔۔۔ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ قَالُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے واؤ حالیہ ما نافیہ ہے اُرْسِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال) بمعنی بھیجنا۔ ارسال کرنا۔

حٰفِظِیْنَ حِفْظٌ سے (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب بمعنی حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنیوالے:

عَلَیْہِمْ میں ھِمْ ضمیر کا مرجع مسلمان اہلِ ایمان ہیں۔

ترجمہ:۔ حالانکہ یہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

۸۳: ۳۴ — فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ ؛ ف عاطفہ ہے بمعنی پس، اَلْیَوْمَ روز قیامت، آج۔ آج کے دن۔ دن۔ یَضْحَکُوْنَ کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر فاعل یَضْحَکُوْنَ کا۔ اہل ایمان مسلمان۔

مِنَ الْکُفَّارِ۔ کفار سے۔ کفار پر۔ جیسے آیت ۲۹: مذکورہ بالا میں ہے۔

یَضْحَکُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ضِحْکٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ہنستے ہیں وہ ہنسیں گے۔

ترجمہ ہوگا۔ پس آج مؤمن کافروں سے ہنسی کریں گے۔ کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳: ۳۵ — عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ۔ جملہ یَضْحَکُوْنَ سے حال ہے۔ یعنی جب مومن اپنی مسہریوں پر بیٹھے دیدار خدا کر رہے ہوں گے اور کافروں کو طوق وزنجیر میں بندھا ہوا دوزخ میں دیکھیں گے۔ تو اس روز مومن کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳: ۳۶ — ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ، ھَلْ حرف استفہامیہ ثُوِّبَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب تَثْوِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے بدلہ دیا گیا

تثویب کا استعمال قرآن مجید میں برے اعمال کی جزاء ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے

ثَوَابٌ۔ انعام، جزاء، بدلہ۔ ثواب۔ ثوب (مادہ) سے مشتق ہے۔ انسان کے اعمال کی جزا کو ثواب کہا جاتا ہے۔

لغوی حیثیت سے گو ثواب کا استعمال اچھے اور بُرے اعمال دونوں کی جزاء کے لئے ہوتا ہے لیکن عرف میں زیادہ تر یہ نیک اعمال کی جزاء کے لئے مستعمل ہے۔ اور باب تفعیل سے بُرے اعمال کی جزاء کے لئے آیا ہے۔

مَا موصولہ۔ کَانُوْا یفعلون اس کا صلہ۔ جو فعل وہ کیا کرتے تھے۔

ھَلْ (استفہامیہ) کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی کافروں کو اُسی استہزاء کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ دنیا میں

کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

۲۔ اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے چونکہ وہ کفار کارِ ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ آخرت میں مؤمن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انہیں ان کے اعمال کا مِل گیا۔ (تفہیم القرآن)

۳۔ هَلْ یہاں سوالیہ نہیں مؤکدہ ہے قَدْ کے معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ واقعی کافروں کو ان کے کرتوتوں کا خوب بدلہ مل کر رہا۔ (تفسیر ماجدی)

۴۔ یہ سوالیہ ہے جواب محذوف ہے ای هل جوزی الکفار بما کانوا یفعلون من الکفر والشر والفساد۔ کیا کفار کو جو وہ کفر وشر اور فساد کے کام کیا کرتے تھے ان کی جزاء مل گئی۔

والجواب نعم۔ نعم: نعم۔ جواب ہوگا ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔

(الیسر التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۸۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ ( ) ( )

۸۴:۱ — اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ اِذَا بمعنی جب، اس وقت، ناگہاں ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اکثر و بیشتر شرطیہ ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں بعض کے نزدیک اِذَا شرطیہ ہے جواب شرط محذوف ہے جس کے مضمون پر آئندہ آیات دلالت کر رہی ہیں۔ یعنی جب ایسا ایسا ہوگا تو انسان اپنی کوشش کو پا لیگا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ خوش خوش لوٹے گا۔ اور اگر پیٹھ کے پیچھے سے اس کو اعمال نامہ دیا گیا تو ہلاکت کو پکارے گا۔ (مظہری)

مولانا عبد الحق اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اِذَا ۔ اِذَا کر کے یہ تو بیان فرما دیا کہ جب ایسا ہوگا اور جب ایسا ہوگا۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ یعنی اذا شرطیہ کی جزاء یا شرط کا جواب نہیں فرمایا۔ کہ اس کو اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لیں گے: کہ اس وقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط ثابت ہو جائے گا۔ کہ اس کو مر کر کسی دارِ جزاء و سزاء کی طرف جانا نہیں ہے۔ اور اسی لئے بعد میں اس مقصود کی تشریح کر دی جس کو بعض نے جوابِ شرط سمجھ لیا۔ (تفسیر حقانی)

بعض نے کہا ہے کہ:۔

لیست بشرطیۃ بل ھی منصوبۃ باذکر المحذوف: وھی مبتداء وخبرھا اذا الثانیۃ والواو زائدۃ (ایضًا)

بعض نے کہا ہے کہ یہ شرطیہ نہیں ہے بلکہ اذکر محذوف سے منصوب ہے اور مبتداء ہے جس کی خبر دوسرا اِذَا ہے واؤ زائدہ ہے۔

= انشقت فعل محذوف کی تفسیر ہے جس کا السماء فاعل ہے کلام یوں ہوگا:۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا)

اِنْشَقَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِنْشِقَاقٌ (انفعال) مصدر سے۔ جس کا معنی ہے شق ہوجانا ۔ پھٹ جانا۔ وہ (آسمان) پھٹ جائے گا۔ (عربی میں السماء مؤنث مستعمل ہے)

۸۴: ۲ — وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا واو عاطفہ اَذِنَتْ کا عطف انشقت پر ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے۔

اَذِنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اَذَنٌ (باب سمع) مصدر۔ اَذِنَ لَہٗ ۔ سننا کان لگا کر سننا۔

اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے ۔ اَذِنَ لَہٗ اجازت دینا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ (۷۸: ۳۸) مگر جس کو (خدا) رحمٰن اجازت بخشے۔

آیت زیر مطالعہ میں اَذِنَتْ اَذَنٌ مصدر سے ہے اگرچہ باب و مادہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

وَحُقَّتْ یہ اَذِنَتْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب حَقٌّ (باب ضرب) مصدر سے حَقَّ عَلٰی واجب ہونا۔ لازم ہونا۔ حَقَّ لَکَ اَنْ تَفْعَلَ تمہارے لئے اس کا کرنا موزوں ہے۔ حُقَّتْ وہ اسی لائق ہے۔ اس کے لئے حق یہی ہے (کہ سنے اور عمل کرے)

ضحاک نے کہا کہ:۔

حُقَّتْ ای حق لھا ان تطیع رَبَّھَا ۔ اس کے لئے واجب ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرے۔ یعنی جو اسے حکم دیا گیا بلا چون وچرا بجا لائے۔

۸۴: ۳ — وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے مُدَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب مَدٌّ (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ پھیلا دی گئی ۔ وہ ہموار کر دی گئی۔

ترجمہ ہوگا :۔

اور جب زمین پھیلا دی جائے گی :

۸۴: ۴ — وَاَلْقَتْ مَا فِیْھَا ۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے جس کا عطف سابقہ جملہ پر ہے اَلْقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی ڈالنا۔

نکال ڈالنا۔ دونوں کے ہیں :

مَا موصولہ فیھا۔ اس کا صلہ **موصول** اور صلہ مل کر **مفعول انشقت کا**۔ اور وہ (زمین) نکال پھینکے گی جو کچھ اس میں ہے (از قسم مردہ انسان، حیوان، جن، دفینے، خزانے وغیرہ۔ جیساکہ اور جگہ ہے **واخرجت الارض اثقالھا** (۹۹:۲) جب زمین اپنے بوجھ۔ یعنی دفینے وغیرہ نکال پھینکے گی۔

وَ تَخَلَّتْ : اس کا عطف **والقت** پر ہے **تخلّت** ماضی واحد مؤنث غائب **تَخَلِّیٌ** (تفعّل) مصدر۔ سے بمعنی خالی ہونا۔ **تفعّل** کے وزن پر فعل میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے لہٰذا ترجمہ ہوگا ،

اور (زمین) بہ تکلف (اپنی پوری کوشش سے) اپنے مافیہا سے خالی ہوجائے گی (کہ کوئی چیز اندر نہ رہ جائے)

۸۴:۵ — **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ** اور اپنے رب کا حکم کان لگا کر سنے گی اور اس کو بجالائے گی۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۴:۲ متذکرۃ الصدر۔

فائدہ: جن علماء کے نزدیک **اِذَا** (۸۴:۱-۳) شرطیہ ہے (اور اسلا کا جواب شرط محذوف سمجھا گیا ہے مندرجہ ذیل جواب محذوف نقل ہوا ہے :۔

۱:۔ جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے **اذا .... بعثتم** جب .... تو تم قبروں سے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے ۔

۲:۔ جواب شرط آیت ۸۴:۶ ہے ای **یا یھا الانسان .... الخ**

۳:۔ جواب شرط قول ربانی : **فَاَمَّا مَنْ .... الخ** ہے یہ قول المبرد اور الکسائی کا ہے

۴:۔ جواب شرط **فَمُلٰقِیْہِ** ہے۔ یہ قول اخفش کا ہے : (تفسیر حقانی)

۸۴:۶ — **یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ**۔ یا حرف ندا ہے **اَیُّھَا** جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں **اَیُّھَا** اور مؤنث میں **اَیَّتُھَا** یاء کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے الانسان میں منادیٰ پر چونکہ الف لام داخل ہے اس لئے حرف ندار کے بعد الف لام بڑھا دیا گیا ہے **یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ** ۔ اے آدمی ۔ اے انسان ،

مؤنث کی مثال ہے۔ **یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ** (۸۹:۲۷) اے اطمینان پانے والی روح ۔

الانسان منادیٰ ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں :۔

۱:۔ بعض نے کہا ہے کہ الانسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اے انسان! یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلیغ اور سرگرمی دکھا رہے ہیں آپ اس کا نیک بدلہ ضرور پائیں گے آپ کی کوشش رائیگاں نہیں جاتے گی :

۲:۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد کافر ابوجہل و ابی بن خلف ہے کہ تمہارا کفر یا اصرار، رسالت کی تکذیب اور دنیا کی طلب آخر رنگ لائے گی اور ہیبت ناک شکل میں قیامت کے روز تیرے سامنے ہو گی!

۳:۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطاب سب بنی نوع انسان سے ہے ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائے گا۔

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا: اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل کَ ضمیر متصل اسم اِنَّ کَادِحٌ اس کی خبر۔ کَدْحًا مفعول مطلق اِلٰى رَبِّكَ متعلق خبر۔

كَادِحٌ ۔ كَدْحٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، کسی چیز کے حصول و کسب میں محنت و مشقت اٹھانا۔ کَدْحٌ کہلاتا ہے لغت عرب میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا و آخرت کے سلسلہ میں کسی کام میں کوشاں ہو۔ اس کے دل میں اس کی خواہش بھی ہو اور اس کی یہ کوشش لگاتار جاری رہے ان سب امور کے مجموعہ کو کدح کہتے ہیں۔

امام راغب المفردات میں لکھتے ہیں :۔

الکدح بمعنی کوشش کرنا مشقت اٹھانا ہے ،

ترجمہ ہو گا :۔

اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کر رہا ہے ۔

آیت ہذا کے ذیل حاشیہ ۵ پر تفہیم القرآن میں تحریر کرتے ہیں۔

یعنی وہ ساری تگ و دو اور دوڑ دھوپ جو تو دنیا میں کر رہا ہے اس کے متعلق چاہے تو یہی سمجھتا رہے کہ یہ صرف دنیا کی زندگی تک ہے اور دنیوی اغراض کے لئے ہے لیکن درحقیقت تو شعوری یا غیر شعوری طور پر (کشاں کشاں) اپنے رب ہی کی طرف جا رہا ہے اور آخر کار تجھے وہیں پہنچ کر ہی رہنا ہے ۔

فَمُلٰقِيْهِ: ف بمعنی انجام کار، پس، مُلٰقِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ مُلٰقِيْ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مُلَاقَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ ملنے والا۔ پا لینے والا۔ پاس پہنچنے والا۔

مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ مضاف الیہ، اس کا مرجع ربّ ہے ۔ انجام کار تجھے وہیں پہنچنا ہے۔

۸۴ : ۷ — فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۔ ف بمعنی پھر، پس ۔ اَمَّا تفصیل کے لئے ہے بمعنی یا ۔ سو ۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا (۲ : ۲۶) سو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں تو وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ (مثال)، یقیناً حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہی کہتے رہیں گے کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا ؟

مَنْ شرطیہ ہے اور اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ جملہ شرط ہے اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے وہ دیا گیا ۔ اس کو ملا ۔ كِتٰبَهٗ مضاف مضاف الیہ اس کی کتاب، اس کا اعمالنامہ ۔

یَمِیْنِهٖ اس کا دایاں ہاتھ ۔ اس کا سیدھا ہاتھ۔

ترجمہ :۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

۸۴ : ۸ — فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے سَوْفَ فعل مضارع پر داخل ہو کر مستقبل کے لئے مختص کر دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے ۔ عنقریب ، اب ہی۔

حِسَابًا یَّسِیْرًا موصوف و صفت مل کر فعل یُحَاسَبُ کا مفعول۔

یَسِیْرًا ۔ یُسْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ آسان سہل ۔ اس کا آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔

حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ :۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حساب یسیر کیا ہوگا ؟ فرمایا اس کا کتابچہ دیکھ کر درگذر کی جائے گی ۔ البتہ جس کی حساب فہمی پوچھ گچھ کے ساتھ کی جائے گی وہ ہلاک ہو جائے گا :

۸۴ : ۹ — وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۔ واؤ عاطفہ، یَنْقَلِبُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر سے وہ لوٹے گا۔ قَلْبُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز کو پھیرنے

اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پھر جانے کے ہیں انسان کے دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے

اَهْلِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے اہل۔ اپنے لوگ، اپنے اہل۔ اپنے لوگوں سے مراد آدمی کے وہ اہل وعیال، رشتہ دار، ساتھی جو اسی کی طرح معاف کئے گئے ہوں گے

تفہیم القرآن) نیز ملاحظہ ہو ۸۳: ۳۱۔

یَنْقَلِبُ کا عطف یُحَاسَبُ پر ہے،

مَسْرُوْرًا۔ سُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر (بحالت نصب) خوش کیا ہوا، خوش، اترایا ہوا۔ جو خوشی اندر چھپ رہی ہو وہ سرور ہے (نیز ملاحظہ ہو ۷۶: ۱۱) مَسْرُوْرًا حال ہے مَنْ سے۔

۸۴: ۱۰ — وَرَآءَ ظَهْرِهٖ۔ ظَهْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف ہے وَرَآءَ مضاف الیہ کا۔ اس کی پشت کے پیچھے سے۔

وَرَآءَ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا، پیچھے ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ سوا۔ علاوہ۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔

ظَهْر بمعنی پشت، اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ (۶۹: ۲۵)، اور جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

اس کی تشریح میں علامہ بیہقی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ پشت کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ اور اعمال نامہ کو وہ بائیں ہاتھ سے لے گا:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اس کا جواب

۸۴: ۱۱ — فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا۔ جوابِ شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے سَوْفَ ملاحظہ ہو ۸۴: ۸ مذکورہ بالا۔

یَدْعُوْا مضارع واحد مذکر غائب باب نصر۔ مصدر سے۔ وہ پکارے گا۔ وہ بلائے گا۔ ثُبُوْرًا۔ مفعول یَدْعُوْا کا۔ باب نصر۔ ثَبَرَ یَثْبُرُ کا مصدر ہے بمعنی ہلاکت، بربادی۔ موت، تو وہ موت کو پڑا پکارے گا۔

۸۴: ۱۲ — وَیَصْلٰی سَعِیْرًا۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَصْلٰی مضارع واحد مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ سَعِیْرًا مفعول فیہ۔ یعنی

دوزخ میں۔ سَعِیْرًا۔ سَعْرٌ (باب فتح) مصدر سے جس کا معنی آگ بھڑکانا کے ہیں فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ، دوزخ:

۸۴ : ۱۳ — اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ یہ جملہ موت کو پکارنے کی علت ہے کیونکہ وہ تو اپنے گھر والوں میں خوشیاں منایا کرتا تھا۔ نہ اللہ کا ڈر تھا نہ حلال وحرام کی تمیز نہ آخرت کی فکر بس عیش وعشرت میں غرق نفسانی خواہشات کا غلام ہو کر دنیاوی رنگ رلیوں میں مگن رہتا تھا۔

اس کے برخلاف اللہ کے نیک بندوں کی حالت مختلف ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ (۵۲ : ۲۶) اللہ کے مومن بندے بہشت میں اس کی نعمتوں سے حظ اٹھا رہے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ہم کلام ہو کر وہ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر میں (خدا سے) ڈرتے رہا کرتے تھے۔

مَسْرُوْرًا۔ خوش۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۴ : ۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۴ : ۱۴ — اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ۔ تحقیق اس نے سمجھ رکھا تھا کہ اس نے کبھی پلٹ کر جانا ہی نہیں ہے۔

ظَنَّ۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس نے خیال کیا۔ اس نے سمجھا۔ اس نے گمان کیا۔

اَنْ مصدریہ لَنْ یَّحُوْرَ مضارع منفی تاکید بلن واحد مذکر غائب حَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی پلٹنا۔

۸۴ : ۱۵ — بَلٰۤی۔ ہاں۔ بَلٰۤی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے :۔

۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴ : ۷) کافر دعوی کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

آیت زیر مطالعہ بھی نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے :

۲:۔ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے (الف)، اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔

یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ (۷۵ : ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی)

ہڈیاں اکھٹی نہیں کریں گے۔ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۶:۳)

اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا۔ یہ رجوع (خدا کی طرف پلٹنا) کو ثابت کرنے کی علت ہے یعنی اس کی واپسی خدا کی طرف ضرور ہوگی۔ اللہ اس کو ضرور سزا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، بخوبی واقف ہے۔ اس کے اعمال کو یوں ہی رائیگاں نہیں چھوڑیگا ضرور انتقام لے گا۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل رَبَّہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا۔ اِنَّ کی خبر۔ کَانَ فعل ناقص ضمیر فاعل اس کا اسم بَصِیْرًا اس کی خبر، بِہٖ متعلق خبر۔ جملہ محل رفع میں ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس کا اعمالنامہ اس کی پشت کی طرف سے دیا گیا۔

۸۴: ۱۶ —— فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ۔ ف عاطفہ ہے لَا زائدہ ہے اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے میں قسم کھاتا ہوں نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۸

الشفق مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) الشفق آسمان کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے یا وہ سفیدی جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔

امام راغب رح فرماتے ہیں:۔

سورج کے غروب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی سیاہی سے ملنا شفق ہے
میں شفق کی قسم کھاتا ہوں۔

۸۴: ۱۷ —— وَالَّیْلِ وَمَا وَسَقَ۔ اس کا عطف الشفق پر ہے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں رات کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے رات اکٹھا کر لیتی ہے۔

مَا موصولہ وَسَقَ اس کا صلہ دونوں مل کر اُقْسِمُ کا مقسم بہٖ۔ وَسَقَ وَسْقٌ (ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سمیٹ کر جمع کر لیا۔

مجاہد کا قول ہے کہ:۔

مَا وَسَقَ کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کو رات اپنی لپیٹ میں لے لے اور تاریکی میں چھپالے

سعید بن جبیر نے کہا کہ:۔

رات میں جو کچھ کیا جائے (سب ماوسق میں داخل ہے)

یعنی قسم ہے شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ دیتی ہے یا جن کو

رات اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے یا ان کی جو رات میں کیا جاتا ہے۔

۸۴: ۱۸ — وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ: اس کا عطف بھی آیت نمبرا پر ہے اور میں قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

اِتَّسَقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتساق (افتعال) مصدر سے۔ وہ پورا ہوا وہ مکمل ہوا۔

۸۴: ۱۹ — لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ جملہ جواب قسم ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ۔ مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر، رکوب (باب سمع) مصدر بمعنی سواری کرنا۔ اس کے اصل معنی تو جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں لیکن یہ کشتی پر سوار ہونے کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۲۹: ۶۵) پھر جب یہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

یہاں آیت زیر مطالعہ میں مجازًا ایک منزل کے بعد دوسری منزل سے گذرنے اور ایک حال سے دوسرے حال سے گذرنے کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے۔

طَبَقًا مفعول فعل لَتَرْكَبُنَّ کا۔ عَنْ طَبَقٍ صفت طَبَقًا کی ہے طَبَقٌ بمعنی طبقہ درجہ، منزل، حال، حالت، طَبَقًا اصل میں مطلقًا اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا ہے جو دوسرے حال کے مطابق ہو

امام راغب لکھتے ہیں:-

ارشادِ الٰہی ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے یعنی ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی کرنی ہے۔ دنیا میں جو انسان مختلف حالات کی طرف ترقی کرتا ہے یہ اُن حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (۲۲: ۵) تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے ؛ فرما کر بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز آخرت میں حشر و نشر، حساب و کتاب، اور پل صراط سے لے کر جنت دوزخ میں ٹھکانا ہونے تک جو مختلف حالات پیش آنے والے ہیں یہ ان کی طرف اشارہ ہے۔

(المفردات)

۸۴: ۲۰ — فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ مَا استفہامیہ ہے پھر ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے — علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اس استفہام سے مقصود ہے انکار اور تعجب کا اظہار۔ وعدۂ ابرار اور وعید فجار جو اوپر گذرا اس سے یہ کلام تعلق رکھتا ہے۔ درمیان میں جملہ فَلَآ اُقْسِمُ بطور معترضہ ذکر کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کلام کا ربط آیت لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے ہو کیونکہ تبدیل احوال سے تبدیل کرنے والے کی ہستی کا پتہ چلتا ہے پھر کیا وجہ کہ اس کو نہیں مانتے۔

(تفسیر مظہری)

۸۴:۲۱ — وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

۸۴:۲۲ — بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے حکم ماقبل کو برقرار رکھتے ہوئے حکم مابعد کو حکم ماقبل پر زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے یعنی قرآن کو سن کر سجدہ کرنا تو کجا رہا یہ اس سے بدتر عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کفار الٹا اسے جھٹلاتے ہیں۔

۸۴:۲۳ — وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ جو انہوں نے اپنے اندر بھر رکھا ہے اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

يُوْعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِيْعَاءٌ (افعال) مصدر۔ سادہ وعی حفاظت کے لئے جمع کرنا۔ بوری یا تھیلا کو جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں اس کو دعار کہتے ہیں اور اس کی جمع اَدْعِيَةٌ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاۗءِ اَخِيْهِ (۱۲:۷۶) پھر اس (یوسف) نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے ان کے تھیلوں کو دیکھنا شروع کیا۔

(راغب)

۲:۔ اپنے اعمالناموں میں جمع کرتے ہیں (محلی)

۳:۔ چھپاتے ہیں۔ پوشیدہ رکھتے ہیں (یعنی اپنے دلوں میں) حضرت ابن عباس رض قتادہ کے نزدیک مطلب یہ کہ:۔

یہ کافر لوگ اور کذاب لوگ اپنے سینوں میں کفر و عناد اور عداوتِ حق اور برے ارادوں اور فاسد نیتوں کی جو گندگی لئے پھرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

۸۴:۲۴ — فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ف سببیہ ہے تکذیب سببِ بشارت ہے — عذاب سے ڈرانے کی بجائے عذاب کی خوشخبری دینے کا حکم استہزاءً دیا ہے (یعنی ان کے حق میں یہی بشارت ہے)

بَشِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَبْشِيْرٌ (تفعیل) مصدر ، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تکذیب کرنے والے ہیں۔ تو ان کو بشارت (خوشخبری) دیدے :

عَذَابٍ اَلِيْمٍ موصوف صفت دردناک عذاب :

۸۴ : ۲۵ — اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

استثنا منقطع یا استثنا متصل ہے یعنی اِلَّا کا معنی لٰكِنَّ ہے۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کو بشارت نہ دو جو ان میں سے ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں۔ کیونکہ ان کے لئے اجر لازوال ہے یا غیر ناقص (پورا پورا) ثواب ہے۔ یا بلامنت ثواب ہے۔ یہ استثنار کی عِلّت ہے

مَمْنُوْنٍ ۔ مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ، کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غیر ممنون صفت ہے اجرٌ کی جو موصوف ہے کم نہ کیا ہوا۔ غیر منقطع۔

غَيْرُ حرف استثناء ہے اس کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے۔

ایسا اجر جس میں کبھی کمی نہ کی جائے گی اور نہ کبھی منقطع ہو گا۔

ترجمہ : لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو بے انتہار دوامی اجر ملیگا

- - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - -

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

(۸۵) سُوۡرَةُ الۡبُرُوۡجِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

۸۵ : ۱ ۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ : واؤ قسمیہ، السَّمَآءِ مقسم بہ ونیز موصوف۔ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ : مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السَّمَآء کی : برجوں والا۔ برجوں سے کیا مُراد ہے؟ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں :

۱۔ آسمان کے بارہ حصے۔ ان کا نام بُرج۔ ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، حدیں رکھی ہیں حساب کو"
(موضح القرآن از شاہ عبد القادر ۲۵ : ۶۱)

علم نجوم کے جاننے والوں نے ستاروں کے حساب سے آسمان کو بارہ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ہر ایک بُرج کی اپنی خصوصیات ہیں جن کے حساب سے ماہرینِ علم نجوم پیشین گوئیاں کرتے ہیں یہ بُرج یہ ہیں :

برج ہا دیدم کہ از مشرق برآوردند سر
جملہ در تسبیح و در تہلیلِ حق لایموت :
چوں حمل چوں ثور چوں جوزا و سرطان واسد
سنبلہ، میزان و عقرب و قوس و جدی و حوت :

۲۔ بعض کے نزدیک یہ بروج منازلِ قمر ہیں۔

۳۔ بعض کا خیال ہے کہ بروج بڑے ستاروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ برج کے لغوی معنی ظہور کے ہیں اور جو ستارے روشن اور ظاہر ہوں ان کو بروج کہتے ہیں۔
یہ حضرت ابن عباس رضؓ، و مجاہد و ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی کا قول ہے
اور یہ معنی مذاق عرب العرباء سے زیادہ چسپاں ہیں۔

۴۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں عمدہ پیدائش
آیت کا ترجمہ ہوگا :
اور قسم ہے آسمان برجوں والے کی :

۸۵:۲ — وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۔ واؤ عاطفہ، واؤ قسم محذوف ہے ۔ اور قسم ہے الیوم الموعود کی ۔ موصوف وصفت ۔ وعدہ کئے ہوئے دن کی ۔ یعنی روزِ قیامت کی ۔

۸۵ : ۳ — وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ یہ جملہ بھی عطفیہ ہے ۔ اس کا عطف بھی السماء پر ہے واؤ قسم محذوف ہے ۔ اور قسم ہے شاہد اور مشہود کی ۔

شاھد سے کیا مراد ہے :

لغت میں شاہد کے معنی سامنے ہونے والے کے ہیں ۔ اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے ۔ لفظ وسیع المعنی ہے اور اس کے کئی معنیٰ ہیں ۔ اس کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں ۔

۱ :- بعض علماء نے فرمایا کہ شاہد جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد میں آتا ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد واطراف سے حاجی وہاں حاضر ہوتے ہیں ۔

چونکہ جمعہ ہر ہفتہ میں ایک بار اور عرفہ ہر سال آتا ہے اس لئے ان کو نکرہ لایا گیا ہے اور قیامت کا دن چونکہ ایک ہی ہے اس لئے معرف باللام لایا گیا ہے :

۲ :- بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو جو ذکر الٰہی اور دین کے لئے ہو مشہود اور جماعت کو شاہد بتایا ہے اس میں عیدین وجمعہ وعرفہ بھی شامل ہیں ۔

۳ :- بعض علماء نے شاہد اور مشہود میں صرف گواہی کے معنی کا لحاظ کر کے کہا ہے کہ :۔

شاہد سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۴۸ : ۲۸)

(ب) نیز جملہ پیغمبر اور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وہ قیامت میں گواہی دیں گے :

(ج) اور سورتوں میں مشہود توحید اور اُمت ہیں ۔

(د) انسان کے اعضاء بھی شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ (۲۴ : ۲۴) اس صورت میں مشہود انسان کی ذات ہو گی ۔ وغیرہ ۔

فَائِدَہ : آیت ۱ تا ۳ : میں جو قسمیں آئی ہیں ان کا جواب محذوف ہے ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان کی گئی ہیں ۔

۱ :- اس کا جواب محذوف ہے لَتُبْعَثُنَّ او نحوہ ۔ یعنی جوابِ قسم لتبعثن (تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے) یا ایسا کوئی اور کلام ۔

۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ قسم کا جواب بغیر لام کے بہت کم آتا ہے۔

۳:۔ بعض کے نزدیک اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ: جوابِ قسم ہے۔

۸۵ : ۴ — قُتِلَ ا فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ہے قتل کیا گیا۔ مارا گیا، برباد ہوا۔ بددعائیہ جملہ ہے۔ قتل ہو، مارا جائے۔ برباد ہو۔ کلام الٰہی میں بددعا سے مراد ہوتا ہے اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کردیا۔ یا اللہ کی رحمت سے ان کو دور کردیا گیا۔

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ۔ اَصْحٰبُ مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ مضاف، الْاُخْدُوْدِ النَّارِ۔ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

اُخْدُوْد۔ کھائی، خندق۔ اَخَادِیْدُ جمع۔ آگ کی خندق والے لوگ۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی اور اپنا صحیح دین نہ چھوڑنے والوں کو ان میں جھونک دیا۔

فائدہ: اصحاب الاخدود کون تھے اس کے متعلق قرآن حکیم نے صریحًا کوئی تفصیل نہیں بتائی۔ محض ایک فرقہ مذہب کے دوسرے فرقہ مذہب پر ظلم و استبداد کی وضاحت کے لئے ایک عام مثال کو بیان کردیا ہے قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں اس لئے جب قرآن نے متعین کرنے کی ضرورت کو چنداں اہمیت نہیں دی تو ہمیں اس میں کریدنے کی کیا پڑی ہے۔ پھر بھی محققین نے اس کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثریت نے اسے ذونواس کی طرف منسوب کیا ہے ذونواس حمیری خاندان سے یمن کا آخری حکمران تھا۔ مذہب کا یہودی تھا۔ اس نے نجران کے عیسائی مذہب کے پیروکاروں کو جبرًا اپنے دین سے منحرف ہو کر یہودیت قبول کرنے کی کوشش کی اور ان کے انکار پر بڑی بڑی خندقیں کھود کر اس میں آگ بھڑکا کر ان کو اس میں پھینک دیا۔

۸۵ : ۵ — اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ: ذَاتِ الوقود مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے النَّارِ کی۔ یعنی ایسی آگ جو ایندھن سے بھڑکائی گئی ہو۔

وَقُوْدٌ بمعنی ایندھن۔ جیسے اور جگہ آتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (۲ - ۲۴) تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

۸۵ : ۶ — اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ: اِذْ ظرف زمان ہے بمعنی جب، جبکہ، جس وقت

ظرف مکان یا حرف مفاجات میں بھی مستعمل ہے لیکن حق یہ ہے کہ اِذْ اور اِذَا دونوں اسم ظرف ہیں جن کے لئے ظرفیت لازمی ہے یعنی اکثر مواقع پر مفعول فیہ ہوتے ہیں۔

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اصحب الاخدود ہے۔ یعنی جب کہ وہ خود "

عَلَيْهَا میں ضمیر هَا واحد مؤنث غائب کا مرجع الاخدود ہے۔

قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر بھی اور قَاعِدٌ کی جمع بھی۔ بیٹھنے والے۔ قُعُوْدٌ اور جلوسٌ میں یہ فرق ہے کہ قُعُوْدٌ کے اندر طولِ مکث کی قید معتبر ہے۔ یعنی قعود کا اطلاق دیر تک بیٹھے کے لئے ہوتا ہے اور جُلُوْسٌ مطلق بیٹھنا ہے خواہ دیر تک ہو یا جلدی ختم ہو جائے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی قُعُوْدٌ آیا ہے یا اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے وہاں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ، جب کہ وہ خود اس پر بیٹھے تھے۔

۸۵ : ۷ ـــ وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ : جملہ حالیہ ہے ترجمہ ہوگا۔ درآنحالیکہ جو وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

مَا موصولہ يَفْعَلُوْنَ اس کا صلہ۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ متعلق يَفْعَلُوْنَ. شُهُوْدٌ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ موجودین، حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع، جیسے سَاجِدٌ کی جمع سُجُوْدٌ

۸۵ : ۸ ـــ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ، واؤ عاطفہ، مَا نافیہ نَقَمُوْا مِنْهُمْ : نَقَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ نَقْمٌ باب ضَرَبَ مصدر۔ نَقَمَ.... مِنْهُ وَعَلَيْهِ : کسی کو کسی چیز کا مجرم گرداننا۔ ملامت کرنا۔ باب افتعال سے بمعنی انتقام لینا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور انہوں نے ان کو (یعنی مومنین کو) کسی عیب کا مجرم نہ پایا۔ اِلَّآ (حرف استثناء) سوائے اس کے کہ۔

اَنْ يُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ۔ يُؤْمِنُوْا مضارع (منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر غائب۔ اور بتاویل مصدر مفعول ہے فعل نَقَمُوْا کا۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔

(چونکہ نَقَمُوْا ماضی ہے اس لئے يُؤْمِنُوْا (مضارع) بھی ماضی کے معنی میں ہے

بِاللّٰهِ جار مجرور۔ اللہ پر۔

مطلب یہ ہے کہ ان مؤمنین کا جن کو آگ کی کھائیوں میں پھینک کر کفار نظارہ کر رہے تھے اور کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے۔

اَلْعَزِيْزِ (ایسا غالب اور جو اتنا با اقتدار ہے کہ اس کے عذاب کا اندیشہ کیا جاتا ہے)
اَلْحَمِيْدِ (ایسا مستحق حمد محسن کہ اس سے ثواب کی امید کی جاتی ہے) دونوں باری تعالیٰ کی صفات ہیں۔

۸۵ : ۹ — اَلَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یہ بھی باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے: جملہ سابقہ کی تاکید میں آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

۸۵ : ۱۰ — اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ، اِنَّ حرف تحقیق حرف مشبہ بالفعل۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اس کا صلہ۔ صلہ موصول مل کر اسم اِنَّ :
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا اسم اِنَّ کے متعلق۔
فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ اِنَّ کی خبر۔ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ : اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے۔
فَتَنُوْا ماضی جمع مذکر غائب فِتْنَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ انہوں نے دکھ دیا انہوں نے ایذا دی۔ انہوں نے عذاب دیا۔
فَتْنٌ کے لغوی معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھوٹا کھرا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔
قرآن مجید میں فتنۃ کے لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً:
آزمائش کرنا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ آفت، مصیبت، فساد۔ ایذا۔ دکھ عذاب وغیرہ۔
اَلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ دونوں فَتَنُوْا کے مفعول ہیں۔
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ لَمْ يَتُوْبُوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَوْبٌ (باب نصر) مصدر۔ پھر توبہ نہیں کی:
فَلَهُمْ : ف بمعنی پھر۔ انجام کار۔ تو۔
عَذَابُ الْحَرِيْقِ : مضاف مضاف الیہ۔ حَرِيْق۔ آگ جلانے والی۔ حَرْقٌ باب نصر، مصدر سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے فَاعِلٌ مَفْعُوْلٌ

دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اس آیت میں معنی آگ مستعمل ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک جن لوگوں نے ایذا دی مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی۔ تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلانے والا عذاب بھی ہے۔

۸۵:۱۱ —— اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: اِنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ بالفعل۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسم اِنَّ۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ خبر اِنَّ۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ صفت جَنّٰتٌ کی ھَا ضمیر کا مرجع جَنّٰتٌ ہے۔

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ۔ ذٰلِكَ یعنی باغات اور ان کے نیچے جاری نہروں کا حصول یہ بڑی کامیابی ہے۔ الفوز الکبیر موصوف وصفت مل کر صفت ذٰلِكَ کی۔

۸۵:۱۲ —— اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ بَطْشَ مضاف اسم اِنَّ۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَطْشَ کا۔ لام تاکید کا شَدِيْدٌ خبر اِنَّ کی۔ بے شک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔

فَائِدَہ: اوپر ایمان داروں کو ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کے لئے عذاب جہنم اور عذاب حریق کا اور مؤمنوں اور اعمال صالح کرنے والوں کے لئے باغات اور ان میں جاری وساری نہروں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ان کے مترادف اپنی صفات ارشاد فرمائیں۔ کفار کی سزا کے مقابلہ میں فرمایا کہ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے اس سے کسی صورت چھٹکارا انہیں مل سکیگا اور ایمان والوں کی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں:

۱:۔ اس نے مخلوقات کو پہلی مرتبہ نیست سے ہست کیا۔

۲:۔ اُسی قدرت کاملہ سے وہ مرنے کے بعد نئی زندگی عطا کرے گا۔

۳:۔ وہ غفور اور وُدُود ہے۔

۴:۔ وہ صاحب عرش ہے۔

۵:۔ وُہ مجید ہے۔

۶:۔ وہ فعال لما یرید ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے بلا تکلف کر سکتا ہے۔

۸۵:۱۳ —— اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ: يُبْدِئُ مضارع واحد مذکر غائب اِبْدَاءٌ

(افعال) مصدر سے وہ ایجاد کرتا ہے وہ تخلیق اول کرتا ہے۔ ب د ء مادہ۔
اسی مادہ سے باب افتعال سے: اِبْتِدَاءٌ بمعنی شروع کرنا ہے۔
یُعِیْدُ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب: اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر سے لوٹانا۔
اعادہ کرنا۔ دوبارہ پیدا کرنا۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا۔
۸۵: ۱۴ ــــ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ غَفُوْرٌ غُفْرَانٌ سے (باب ضرب) مبالغہ کا صیغہ ہے
بہت بخشنے والا۔ غافِرٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بخشنے والا۔
وَدُوْدٌ مَوَدَّۃٌ (باب سمع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ بہت محبت کرنے والا۔ بہت
چاہنے والا۔ ثواب دینے والا۔ وُدٌّ محبت کرنا۔ یہ بھی مصدر ہے۔
دونوں اللہ تعالیٰ کے اسمار حُسنیٰ میں سے ہیں۔
۸۵: ۱۵۔ ذُوالْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ۔ صاحب عرش، عرش والا۔ تخت والا
اَلْمَجِیْدُ بڑی شان والا۔ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے اسمار حُسنیٰ میں سے ہیں۔
مَجَدَ یَمْجُدُ مَجْدٌ و مَجَادَۃٌ کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور
پہنائی کے ہیں۔ یہ دراصل مَجَدَتِ الْاِبِلُ کے محاورہ سے مشتق ہے جس کے معنی
ہیں اونٹوں کا کسی وسیع اور زیادہ چارے والی چراگاہ میں پہنچ جانا:
المجید کے معنی ہیں وہ ذات جو اپنے فضل و کرم سے نوازنے میں نہایت
وسعت اور فراخی سے کام لینے والی ہو۔
قرآن کریم کی صفت میں بھی المجید آیا ہے کیونکہ قرآن پاک بھی تمام دنیوی و
اخروی مکارم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جلیل القدر کتاب ہے، چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ۔
۸۵: ۱۶ ــــ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ؛ فَعَّالٌ فِعْلٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے
بہت کام کرنے والا۔ یعنی جب بھی جس کام کو وہ کرنا چاہے اسے بلا روک ٹوک کر گذرتا ہے کوئی
اس کے کام میں مانع نہیں ہو سکتا۔ زبردست کام کرنے والا، خود مختاری سے کام کرنے والا۔
مَا یُرِیْدُ۔ مَا موصولہ یُرِیْدُ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اس کا صلہ اِرَادَۃٌ (افعال)
مصدر۔ فَعَّالٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھُوَ فَعَّالٌ۔ لِمَا یُرِیْدُ متعلق خبر۔
۸۵: ۱۷ ــــ ھَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْجُنُوْدِ۔ جملہ استفہام تقریری ہے۔ تمہارے
پاس لشکروں کا قصہ آ ہی چکا ہے۔

۸۵: ۱۸ — فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ: یہ الْجُنُوْدِ سے بدل ہے یا جُنُوْدِ محذوف ہے یعنی فرعون اور ثمود کی فوجوں کا قصہ۔

مطلب یہ کہ فرعون اور ثمود اور اُن کے لشکروں کا حال تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ کفر و عناد میں وہ کس حد تک پہنچ گئے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ کیا بنتی؟ اور خدا کی طرف سے ان پر کیسا عذاب نازل ہوا۔ ایک کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اور دوسرے کو ایک زلزلہ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

فَائِدَہ: اوپر آیات ۱۲ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں کہ اس کی گرفت (جب وہ پکڑنا چاہے) نہایت شدید ہے مخلوقات کو اس نے اوّلاً پیدا کیا اور اسے پھر دوبارہ بھی امرنے کے بعد) زندہ کرے گا۔ وہ غفور ہے، ودود ہے صاحبِ عرش ہے عظیم المرتبت ہے اور یہ کہ جس امر کا وہ ارادہ کرتا ہے اسے کر گذرتا ہے کوئی اس کے ارادہ کی تکمیل میں روکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

یہ صفات ذہن نشین کرانے کے بعد دو ٹھوس مثالیں بیان ہوئیں۔

ایک فرعون کی کہ وہ اپنے جاہ و حشم کے بل بوتے پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا۔ لیکن باوجود اتنی کرّوفر کے ذلیل موت مارا گیا اور اپنے لشکرِ جرار کے ہمراہ سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا (۷۹: ۱۵ تا ۲۶) اور ۷: ۱۳۳ تا ۱۳۶) وغیرہ

دوسری قوم ثمود کی جو کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی یہ ایک زبردست اور پُرشوکت قوم تھی فنِ تعمیر میں یدِ طولیٰ رکھتی تھی پہاڑوں کو تراش کر سر بفلک عمارتیں بنانا ان کا دستور تھا۔ بت پرست اور ستارہ پرست تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی میں ان پر عذاب الٰہی ایک زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا اور سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے چند ایمان لانے والوں کے تمام قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ (۷: ۷۳ تا ۷۹) وغیرہ

قرآن مجید میں قوم ثمود کی ہلاکت کو کہیں رجفۃ زلزلہ (۷: ۷۸) کہیں صاعقۃ کڑک (۴۱: ۱۷) اور کہیں صیحۃ چیخ (۱۵: ۸۳) سے تعبیر کیا ہے۔

یہ مثالیں یعنی فرعون کی غرقابی اور قوم ثمود کی بربادی اہل مکّہ کے علم میں تھیں ۔ کانت قصتھم عند اھل مکۃ مشھورۃ. ان کی کہانی اہل مکہ میں مشہور و معروف تھی لہٰذا کفار مکہ کو چاہئے تھا کہ ان سے عبرت حاصل کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ انہوں نے

قرآن کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی چوٹی کا زور لگاکر تکذیب کا ارتکاب کیا۔

۸۵ : ۱۹ — بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ تَكْذِيْبٍ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کیا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا موصول وصلہ۔ مراد اس سے کفار مکہ ہیں۔ ای من قومک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (الخازن)

تکذیب جھٹلانا۔ جھوٹ کی طرف منسوب کرنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے۔

فی تکذیب۔ ای فی تکذیب لک وللقران کما کذب من کان قبلھم من الامم ولم یعتبروا بمن اھلکنا منھم۔ یعنی آپ کی اور قرآن حکیم کی تکذیب میں اس طرح منہمک ہیں جس طرح ان سے پہلی امتیں (اپنے پیغمبروں اور کتب سماوی کی) تکذیب میں لگی رہتی تھیں۔ لیکن ان میں سے جن (پہلی امتوں) کو ہم نے (ان کے اس فعل پر) ہلاک کر دیا ان سے انہوں نے سبق حاصل نہ کیا اس لئے یہ مکہ والے کافر لوگ پہلی امتوں کے کفار سے سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ جو ظواہر و شواہد ان کے سامنے ہیں اُن کے سامنے موجود نہ تھے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

بلکہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری قوم کے یہ کافر تو نزول عذاب کے گذشتہ اقوام اور سابق امتوں کے مقابلہ میں سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے تو گذشتہ اقوام کی ہلاکت کے قصے سُن بھی لئے اور ان کی بربادی کے نشانات بھی دیکھ لئے اس کے باوجود یہ قرآن کی تکذیب میں اس قدر منہمک ہیں کہ پچھلے کافر تکذیب انبیاء میں اتنا انہماک نہیں رکھتے تھے۔ گذشتہ آسمانی کتابیں نہیں تھیں اور قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے۔ تکذیب میں تنوین تعظیم ہے۔

(تفسیر مظہری)

۸۵ : ۲۰ — وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ، جملہ حالیہ ہے کفروا کے فاعل سے حال ہے وَرَآءِ مصدر ہے بمعنی آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ ہر طرف ہونا۔ سوا ہونا۔ وَرَآئِهِمْ ان کے ہر طرف۔

مُحِيْطٌ اِحَاطَةٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ہر طرف سے گھیرنے والا۔ ہر طرف سے گرفت میں رکھنے والا۔ ایسا قابو میں رکھنے والا کہ اس سے چھوٹ جانا ناممکن ہو۔ اور حال یہ ہے کہ وہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۸۵ : ۲۱ — بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال

اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے یعنی ان کفار مکہ کی جانب سے قرآن مجید کی تکذیب صحیح نہیں کہ کبھی اس کو کسی کاہن کا کلام کہہ دیا کبھی من گھڑت کلام سے تعبیر کیا اور کبھی یہ کہا کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے یوں نہیں بلکہ یہ تو قرآن بڑی شان والا ہے عظیم المرتبت ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:۔

ای کریم شریف، کثیر النفع والخیر لیس ھو کما زعم المشرکون انه شعر و کھانة۔ یعنی کریم ہے، شریف ہے کثیر النفع والخیر اور مشرکین کے زعم کے مطابق نہ تو یہ شاعرانہ کلام ہے اور نہ کسی کاہن کا کلام۔

۸۵ : ۲۲ ـــــ فِیۡ لَوۡحٍ مَّحۡفُوۡظٍ صفت ہے لَوۡح کی۔ جو ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو محفوظ ہے یعنی شیطان کی دسترس اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۸۶) سُوۡرَۃُ الطَّارِقِ مَکِّیَّۃٌ ( )
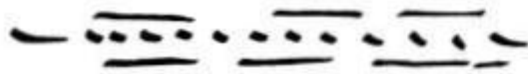
۸۶ : ۱ — وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ واؤ قسمیہ، السَّمَآءِ مقسم بہٖ واؤ قسمیہ الطَّارِقِ مقسم بہٖ۔ السّماء معطوف علیہ۔ الطارق معطوف، قسم ہے آسمان کی اور رات کے آنے والے کی۔

الطارق اصل لغت کے اعتبار سے راستہ پکڑنے والا۔ رات کو آنے والا۔ طَرُقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ رات کا راہ گیر، صبح کا ستارہ، عام استعمال میں رات کو نمودار ہونے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۸۶ : ۲ — وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الطَّارِقُ : مَا استفہامیہ، کون، کیا چیز، اَدۡرٰىکَ ماضی واحد مذکر غائب اِدۡرَاءٌ (افعال) مصدر سے کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر: تمہیں، کیا چیز بتائے۔ تمہیں کون بتائے، تمہیں کون واقف کرے، خبردار کرے۔ تمہیں کیا خبر؟ تمہیں کیا معلوم؟ کہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟

۸۶ : ۳ — اَلنَّجۡمُ الثَّاقِبُ ۔ جملہ مستانفہ ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو النجم الثاقب۔ یہ الطارق کی تشریح ہے جیسے سوال کیا جائے کہ ما الطارق؟ جواب ہوگا ھو النجم الثاقب ؛ ترکیب توصیفی ہے (موصوف وصفت) النجم کوئی ستارہ۔ ال جنسی ہے۔ اور عہدی بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں۔ اس صورت میں النجم ثریا ستارہ ہوگا۔ لیکن یہاں ال جنسی ہی مستعمل ہے اور النجم سے کوئی خصوصی ستارہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھی ستارہ ہو۔

الثاقب۔ ثُقُوۡبٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ثُقُوۡبٌ کے معنی سوراخ کرنے کے ہیں۔ اندھیرے میں روشنی کی کرن ایسے دکھائی دیتی ہے

گویا اس نے اندھیرے کی دیوار میں سوراخ کر دیا ہے، اس لئے وہ ستارہ جو نہایت چمکدار ہو اور جس کی تیز روشنی اندھیرے کو چیرتی ہوئی دور سے نظر آئے اُسے النجم الثاقب کہتے ہیں۔

لہٰذا آیت ہٰذا کا مطلب یہ ہوا کہ الطارق ایک نہایت چمکدار ستارہ ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ صبح کو نمودار ہونے والے ستارے کو الطارق کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صبح کا پیغام بر بن کر طلوع ہوتا ہے اور بڑی شان و شوکت رکھتا ہے۔

۸۶: ۴ ۔۔۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ: یہ جملہ جواب قسم ہے اِنْ نافیہ ہے۔ لَمَّا استثنائیہ ہے گو شرطیہ بھی آتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (۱۷: ۶۷) پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر لے جاتا ہے، تم منہ پھیر لیتے ہو۔

اور بطور حرف جازم بھی آتا ہے اور لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے کہ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴) اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اِلَّا بمعنی مگر کا ہم معنی ہے ترجمہ ہوگا:۔

کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے:

۸۶: ۵ ۔۔۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ط ف سببیہ ہے، نگران فرشتوں کا وجود اور ہر چھوٹے بڑے عمل کا (اندیشہ اندراج) اس امر کا سبب ہے کہ آدمی اپنے حالات پر غور کرے:

لِيَنْظُرْ فعل امر واحد مذکر غائب (باب نصر) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ دیکھے۔

مِمَّ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا استفہامیہ سے اصل میں مِنْ مَا تھا۔ کس چیز سے

خُلِقَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، پیدا کیا گیا۔

پس آدمی خود ہی دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ جملہ مِمَّ خُلِقَ مفعول ہے يَنْظُرْ کا۔

۸۶: ۶ ۔۔۔ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ۔ جملہ مستانفہ ہے، سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ دَافِقٍ مَآءٍ کی صفت ہے۔ دَفْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ کودنے والا۔ اچھلنے والا۔ پانی کی طرف دَفْق کی نسبت مجازی ہے۔ دَافِقٍ اسم مفعول بھی ہو سکتا ہے (اچھل کر نکالا گیا) جیسے کہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۱۰۱: ۷) میں رَاضِيَةٍ (پسند کرنے والی) بمعنی مَرْضِيَّةٍ (پسندیدہ) ہے۔

جب دافق کا معنی یکدم بہنا، سرعت کے ساتھ بہنا۔ اچھل کر تیزی سے گرنا۔

لئے جائیں تو دافق کی نسبت مَآءٍ کی طرف حقیقی ہوگی۔
ترجمہ ہوگا۔
اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔
۸۶ : ۷ — یَخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ یخرج میں ضمیر فاعل ماء کی طرف راجع ہے۔ جملہ ماء کی صفت ہے، جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔
الصُّلْبِ ۔ صُلْبٌ کا معنی ہے مضبوط۔ اور مضبوطی کی وجہ سے ہی (اعضاء انسانی میں سے) پشت کو صُلب کہا جاتا ہے۔ اور مراد اس سے مرد کی پشت ہے۔
التَّرَآئِبِ ۔ چھاتیاں ۔ تریبۃ کی جمع ہے جس کے معنی چھاتی کی ہڈی اور سینہ کی پسلی کے ہیں۔ یہاں مراد عورت کے سینہ کی ہڈیاں ہیں۔
ترجمہ ہوگا:۔
جو پیٹھ اور سینہ کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔
۸۶ : ۸ — اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۔ اِنَّهٗ میں ضمیر ہٗ خالق کی طرف لوٹتی ہے گو لفظاً مذکور نہیں ہے، مگر خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے۔
اور رَجْعِهٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع الانسان ہے رَجْعِهٖ میں رَجْعٌ (مصدر) مضاف ہے اور ہٖ ضمیر مضاف الیہ ہے۔
لَقَادِرٌ میں لام تاکید کا ہے قَادِرٌ ۔ قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے زبردست قدرت رکھنے والا۔
ترجمہ ہوگا۔
وہ اس کے لوٹانے پر بھی قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔
۸۶ : ۹ — يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ : یَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے۔ اور فعل محذوف اُذْكُرْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے یَوْمَ منصوب ہے
تُبْلٰی فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ وہ آزمائی جائے گی، وہ جانچی جائے گی اس کا امتحان کیا جائے گا۔ بَلَاءٌ ۔ بَلْوٌ (باب نصر) مصدر۔ ب ل ی، ب ل و مادہ
صاحب ضیاء القرآن تُبْلٰی کے متعلق اپنی تفسیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔
تُبْلٰی کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔
۱۔ تُبْلٰی بمعنی تُظْهَرُ ۔ یعنی اس دن تمام راز (فاش) ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ کوئی

بات پوشیدہ نہیں رہے گی۔

۲:۔ دوسرا معنی ۔ تُبْلٰی ۔ تُمْتَحَنُ ۔ تُخْتَبَرُ (قرطبی) ان کو پرکھا جائے گا۔ کھوٹا کھرا الگ الگ کر دیا جائے گا۔

جن اسرار کو فاش کرنے کا ذکر فرمایا جارہا ہے ان میں وہ باتیں بھی ہیں جن کو صرف کرنے والا تو جانتا تھا لیکن دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔ یا علم تو ہوا لیکن اس کے پس پردہ جو نیت کارفرما تھی وہ صیغہ راز میں رہی اور بعض راز ایسے ہیں کہ جن کا کرنے والے کو بھی علم دنیا میں نہ ہو سکا۔ یعنی جو کام اس نے کئے ہیں اس کے نتائج کیسے نکلے اور ان نتائج کے اثرات کہاں تک اور کب تک موجود رہے یہ ساری باتیں اس روز کھول کر سامنے رکھ دی جائیں گی

السَّرَآئِرُ سَرِیْرَۃٌ کی جمع ۔ راز، پوشیدہ باتیں ۔ بھید۔ اسی وزن پر قَبِیْلَۃٌ کی جمع قَبَائِلُ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

یاد کرو اس دن کو جب سب راز فاش کر دیئے جائیں گے۔

۸۶: ۱۰ ـــ فَمَالَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۔ ف عاطفہ بمعنی پھر۔ مَا نافیہ ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

مِنْ قُوَّۃٍ جار مجرور۔ طاقت، زور، پھر نہ تو اس روز انسان کا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار (جو اسے عذاب سے بچالے) نَاصِرٍ کا عطف قُوَّۃٍ پر ہے۔

۸۶: ۱۱ ـــ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۔ جملہ قسمیہ ہے ذَاتِ الرَّجْعِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السَّمَآءِ کی ۔ الرَّجْعُ (باب ضرب) مصدر پھر آنا، لوٹ آنا۔ مینہ، بارش یہاں بطور اسم بمعنی بارش۔ استعمال ہوا ہے ۔ یعنی قسم ہے آسمان بارش والے کی ۔

۸۶: ۱۲ ـــ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی۔ ذَاتِ الصَّدْعِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے اَلْاَرْضِ کی

الصَّدْعِ ۔ صَدَعَ یَصْدَعُ (باب فتح) مصدر سے بمعنی شگافتہ ہونا۔ پھٹنا، شق ہونا یہاں زمین سے کھیتی کا پھوٹ نکلنا مراد ہے۔ قسم ہے زمین کی جس سے کھیتی پھوٹ نکلتی ہے

۸۶: ۱۳ ـــ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۔ جملہ جواب قسم ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ (روح المعانی، الخازن، بیضاوی)

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر اسم اِنَّ لَقَوْلٌ فَصْلٌ اس کی خبر، قَوْلٌ فَصْلٌ

موصوف وصفت فَصْلٌ باطل سے حق کو الگ کرنے والا کلام ۔
بلاشبہ یہ (قرآن) حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا کلام ہے ۔
۸۶ : ۱۴ — وَ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ یہ قول کی صفت ثانی ہے ، هَزْلٌ (باب سمع ، ضرب) مصدر ہے بمعنی کھیل کرنا ۔ بے ہودگی کرنا ۔ یہاں بطور اسم مستعمل ہے بمعنی بیہودہ کھیل ۔
اور یہ (کلام) بیہودہ یا کھیل اور دل لگی نہیں ہے ۔
۸۶ : ۱۵ — اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۔ انھم میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مشرکین مکہ ہیں ۔ (الخازن)
يَكِيْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر ، بمعنی خفیہ تدبیر کرنا ۔ كَيْدًا مفعول مطلق (تاکید کے لئے ۔)
ای یحتالون بالمکر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وذلک حین اجتمعوا فی دار الندوۃ وتشاوروا فیہ (الخازن)
یعنی جب وہ اپنے چوپال میں جمع ہوتے ہیں اور باہم مشورہ کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکر و فریب کی خفیہ تدبیریں سوچتے ہیں ۔
۸۶ : ۱۶ — وَ اَكِيْدُ كَيْدًا ۔ اَكِيْدُ مضارع واحد متکلم كَيْدٌ (باب ضرب مصدر) كَيْدًا مفعول مطلق ۔ میں بھی خفیہ حیلہ و تدبیر کرتا ہوں ۔ یعنی ان کو ڈھیل دیتا ہوں (یعنی ان کو اس راستہ پر چلاتا ہوں کہ بالآخر وہ اپنی سازش میں ناکام رہیں ۔ یا ان کو آخرت میں ان کے فریب کی سزا دوں گا)
۸۶ : ۱۷ — فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ف سببیہ ہے مَهِّلْ فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ تَمْهِيْلٌ (تفعیل) مصدر ۔ تو مہلت دے ۔ یعنی چونکہ میں خود ان سے نپٹ رہا ہوں جب چاہوں گا ان کی کرتوتوں کا ان کو مزہ چکھا دوں گا آپ ان کافروں کو ذرا مہلت دیں ان کی ہلاکت کے لئے بد دعا نہ کریں ۔ اور ان کی فوری سزا یابی کے لئے پریشان نہ ہوں
اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۔ یہ پہلے حکم مہلت کی تاکید ہے ۔ مَهِّلْ اور اَمْهِلْ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۔ محض تغیر لفظی ہے ۔
رُوَيْدًا تھوڑی سی مہلت ۔ اسم فعل ہے ۔ ابن خالویہ کہتے ہیں یہ اصل میں اِرْوَادًا ہے ۔ یہ رُوَيْدًا اس کی تصغیر ہے ۔ رُوَيْدًا کے معنی مہلت دینے اور ٹھہرنے کے ہیں کہا جاتا ہے اِمْشِ مَشْيًا رُوَيْدًا ۔ آہستہ چل ۔ جلدی نہ کر ۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں لکھا ہے۔
رُوَیْدًا اسم ہے ہمیشہ مُصَغَّر اور مامور بہ ہو کر بولا جاتا ہے یہ رَوْدٌ کی تصغیر ہے جس کے معنی مہلت کے ہیں۔
ترجمہ ہوگا:۔
پھر تم ڈھیل دو منکروں کو۔ ڈھیل دو ان کو۔ صبر کرو۔
(ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی رح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۸۷) سورۃ الاعلٰی مکیّۃ (۱۹)

۸۷: ۱ — سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى۔ سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تو تسبیح کر، تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔

اِسْمَ مفعول سَبِّحْ کا مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اِسْمَ کا مضاف الیہ اپنے رب کے نام کی۔

اَلْاَعْلٰى صفت ہے ربّ کی۔ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اور عَلَا يَعْلُوْا کا مصدر ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

بعض علماء کا قول ہے کہ آیت میں اسم سے مراد ذات مسمّٰی ہے جیسے آیت مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (۱۲: ۴۰) جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں (یہاں اسماء سے مراد مسمّٰی ہیں) یعنی بُت۔

بعض علماء کے نزدیک لفظ اِسْمَ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ زبان سے اپنے ربّ کی پاکی بیان کرو۔

۸۷: ۲ — اَلَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ موصول وصلہ مل کر ربّ کی صفت ثانی ہے۔

فَسَوّٰى کا عطف اَلَّذِيْ (موصول ماقبل) پر ہے ای والذی فَسَوّٰى (پاکی بیان کرو اس رب کی) کہ جس نے (انسان کو) پیدا کیا۔ اور پھر ٹھیک بنایا۔ (فَسَوّٰى بھی رب کی صفت ہے) یعنی اس نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا کر کے یونہی بے ڈول اور

بے کار نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا جس کے لئے جس عضو اور جس قوت کی اور صورت کی حاجت تھی وہی اس کو عطا کی۔

۸۷ : ۳ — وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ؕ (یہ بھی ربّ کی صفت ہے) اور رب تعالیٰ وہ ذات ہے کہ پیدا کرنے کے ساتھ ہی اپنی مشیت کے مطابق چیزوں کے اجناس، انواع، افراد، مقادیر، احوال، افعال، رزق اور مدّت بقاء کو مقرر کر دیا۔

قَدَّرَ (تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سوچ کر۔ غور کر کے اندازہ کیا۔ مثلاً یہ اندازہ کر لیا کہ یہ حیوان تمام عمر میں اس قدر کھائے گا۔ اور اتنے دنوں جئے گا اور اتنے اندازہ کردہ ایام میں اتنی مقرر کردہ خوراک ہضم کرنے میں اس کو قوتِ ہضم کی یہ مقدار ضروری ہوگی۔ اپنی مدت العمر میں اس کو اتنا چلنا پھرنا ہوگا۔ اور اس مسافت کے طے کرنے کے لئے اس کی ٹانگوں اور پاؤں میں اسی قدر قوت درکار ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَهَدٰی۔ ف عاطفہ، هَدٰی فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هِدَایَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے رہنمائی کی۔ یعنی اس کی ضروریات کی تحصیل کے لئے اس کی راہنمائی کی۔

مجاہد نے کہا:۔

انسان کو اچھائی برائی، سعادت شقاوت کا راستہ بتا دیا۔ حیوانات کو چراگاہوں کا

۸۷ : ۴ — وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۙ۔ یہ بھی ربّ کی صفت ہے۔ وہ ذات جس نے چارہ نکالا۔

اَلْمَرْعٰی اسم ظرف مکان۔ چراگاہ۔ جانوروں اور انسانوں کی خوراک، یعنی گھاس غلّہ۔ پھل وغیرہ، اصل میں رَعْیٌ کے معنی ہیں جانور کی حفاظت کرنا۔ اس کو باقی رکھنا حفاظت کی تین صورتیں ہیں:۔

۱:۔ خوراک کے ذریعے سے۔

۲:۔ دشمنوں سے نگرانی کر کے۔

۳:۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حقدار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔

اِن ہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے راعی چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی

اور ہر نگران کو بھی۔

۸۷: ۵ — فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی: فَ بمعنی پھر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْمَرْعٰی ہے۔

غُثَآءً مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ بمعنی سیلاب کا کوڑا اور جھاگ:

ھو ما یقذف بہ السیل علیٰ جانب الوادی من الحشیش والنبات:

سیلاب کا کوڑا اور جھاگ، سوکھے سڑے گلے پتے۔ (روح المعانی)

غ ث و۔ حروف مادّہ غَثَا یَغْثُوْا (باب نصر) غَثْوٌ مصدر

اَلْغُثَآءُ ہانڈی کی جھاگ، اور وہ کوڑا کرکٹ جسے سیلاب بہا کر لائے۔ یہ ہر اس چیز کے لئے ضرب المثل ہے جسے بوجہ بے سود ہونے کے ضائع ہوتے دیا جائے۔

(المفردات)

اَحْوٰی۔ غُثَآءً کی صفت ہے۔ کالا سیاہ مائل بہ سبزی، سرخ مائل بہ سیاہی۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر اس (المرعٰی) کو کالا سیاہ مائل بہ سبزی کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ (اس میں مخلوق خصوصًا حضرت انسان کی انتہا کی طرف کس عمدہ پیرایہ میں اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنے والے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ (تفسیر حقانی)

۸۷: ۶ — سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی: سَ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے پھر خود اس کا ایک جزء بن جاتا ہے اسی لئے مضارع میں کوئی عمل نہیں کرتا۔

نُقْرِئُكَ۔ نُقْرِءُ مضارع جمع متکلم اِقْرَاءٌ (افعال) مصدر ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم آپ کو پڑھا دیا کریں گے۔

اَلْقَرْءُ (ق ر ء مادہ) بمعنی عورت کو حیض آنا کے ہیں۔ مثلاً قَرَءَتِ الْمَرْءَۃُ عورت کو حیض آنا شروع ہو گیا۔ عورت حیض میں آگئی۔ اس کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جا سکتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کو دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے لہٰذا قُرْءٌ نہ صرف

حیض کا نام اور نہ صرف طُہر کا (بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتَ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو۔ اور نُفَسَاء (صاحب نفاس) کو بھی ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (۲: ۲۲۸) "تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں" میں تین مرتبہ طہر سے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ:۔

قَرْءٌ کا لفظ قَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں تو انہوں نے زمانۂ طہر کو اور زمانۂ حیض کو جمع کرنے کے معنیٰ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ زمانۂ طہر میں خون رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

اَلْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرأت نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ ہر عام چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہٰذا اَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کے بجائے قَرَءْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے (المفردات)

لہٰذا القراءۃ کے معنی ہوئے حروف اور کلمات کو حسن تناسب کے ساتھ منظم اور مرتب کر کے ادا کرنا (پڑھنا) اِقْرَأْتُ فُلَانًا كَذَا کے معنی کسی کو کچھ پڑھانے کے ہیں اسی طرح سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (آیت ہذا) کا ترجمہ ہوگا:۔

ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔

فَلَا تَنْسٰى کہ تم بھولو گے نہیں۔ تَنْسٰى نِسْيَانٌ سے (باب سمع) مصدر المعنی بھولنا۔ فراموش کرنا سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَا تَنْسٰى کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو نہیں بھولے گا۔ یعنی ہم قرآن مجید کو تمہارے یوں ذہن نشین کرائیں گے کہ تم پھر اس کو نہیں بھولو گے۔

۲:۔ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے سین کے بعد الف کی زیادتی فواصل آیات کی رعائیت سے کردی گئی ہے۔ ہم اسے تم کو پڑھا دیں گے پس تم اسے نہ بھولنا۔

۸۷: ۷ — اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔

" مگر جس کا فراموش کیا جانا اللہ چاہے وہ تم کو فراموش ہو جائے گا۔"

اور تفسیر جمہور کے موافق اس سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جس کی تلاوت بھی منسوخ

ہوگئی اور حکم بھی جیسے آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (۲: ۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں) میں فرمایا ہے۔

اِلْنساءُ (فراموش کرادینا) بھی نسخ ہی کی ایک قسم ہے اس تشریح کی بنا پر آیت میں دو طرح کا معجزہ ہے:۔

۱۔ اوّل نسیان بالکل نہ ہونا باوجودیکہ نسیان انسان کے فطری عوارض میں سے ہے

۲۔ آئندہ ہونے والی چیز کی پہلے خبر دینا (یہ کل تفصیل اس صورت میں ہوگی جب کہ فَلَا تَنْسٰی کو فعل منفی قرار دیا جائے) تو استثناء کا معنی یہ ہوگا کہ قرآن کی یادداشت کے مطابق واجب ہے لیکن اگر خدا ہی فراموش کرا دینا چاہے تو آدمی معذور ہے۔ (تفسیر مظہری)

فائدہ :۔ ان آیات سَنُقْرِئُكَ ..... الخ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لاتے تھے تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جاؤں، جبریل کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھتے جاتے۔ یہ آپ کے لئے بڑی مشقت تھی اس مشقت کے دور کرنے کو یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ بھول جانے کے اندیشہ کو دل سے نکال دیجئے۔ اس کا یاد کرانا ہمارا کام ہے آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جس قدر خدا چاہے کہ بشریت کی وجہ سے آپ کو نسیان یا سہو ہو جائے نہ یہ کہ بالکل ذہول ہو جاوے (تفسیر حقانی)

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان ہے بعد کا جملہ مفسرہ ہے جو ہٗ کی خبر ہے۔

یَعْلَمُ۔ عِلْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

اَلْجَهْرَ (باب فتح) مصدر بمعنی زور سے کہنا۔ زور سے ظاہر کرنا۔ ظاہر ہونا۔ آشکارا ہونا اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جَهْر ہے۔ یہ یَعْلَمُ کا مفعول اوّل ہے۔

وَمَا یَخْفٰی۔ واؤ عاطفہ، مَا موصولہ یَخْفٰی مضارع واحد مذکر غائب اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ بمعنی پوشیدہ ہونا۔ صلہ۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی ہے یَعْلَمُ کا۔

ترجمہ ہوگا۔

بے شک وہ جانتا ہے ہر اُس کو جو ظاہر ہے اور (ہر اس کو) جو پوشیدہ ہے۔

۸۷: ۸ ــــ وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى واؤ عاطفہ ہے۔ نُيَسِّرُكَ کا عطف سَنُقْرِئُ پر ہے ہم تیرے لئے آسان بات کو سہل کر دیں گے۔

نُيَسِّرُ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم تَيْسِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے لئے ہم سہولت پیدا کر دیتے ہیں یا کر دیں گے۔ يُسْرٌ ضد ہے عُسْرٌ کی۔ آسانی، سہولت۔

اَلْيُسْرٰى۔ واحد مؤنث اسم تفضیل معرف باللام۔ اَلْيُسْرُ واحد مذکر، يُسْرٌ مصدر ہے يَسُرَ يَيْسِرُ کا۔ (آسان ہونا۔ آسان (شریعت) یا عَمَلِ جنّت، یعنی عمل خیر (ابن عباس رضؓ) آسان طریقہ۔ یعنی وہ عمل جو رضاء الٰہی کے حصول کا سبب ہو۔ (معالم التنزیل)

صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حقیقت میں شریعت اسلامیہ کا بنایا ہوا طریقہ بڑا آسان ہے کیونکہ اس کے قوانین فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کے صلاحیتوں کی نشوونما میں بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں لیکن بعض لوگ جن کے مزاج بگڑ چکے ہوتے ہیں انہیں اس راہ پر قدم اٹھانا بڑا مشکل معلوم دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ اس دین کو قبول کرنا آسان بنا دے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لئے اس پر کاربند رہنا آسان بنا دیا ہے اسی لئے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ، آپ کا خلق قرآن تھا۔

۸۷: ۹ ــــ فَذَكِّرْ: فَ سببیہ ہے ذَكِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا۔ تو نصیحت کر، یا۔ تو سمجھاتا رہ۔ تو یاد دلاتا رہ، تو نصیحت کرتا رہ۔ یعنی جب قرآن اور شریعت کو ہم نے تمہارے لئے آسان کر دیا تو تم اس کے ذریعے سے دوسروں کو ہدایت کرتا رہ۔

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى۔ اِنْ شرطیہ۔ نَفَعَتْ ماضی واحد مؤنث غائب نَفْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی نفع دینا۔ نفع مند ہونا۔ اصل میں تْ ساکن تھی بعد کو آنے والے لفظ کے ساتھ ملانے کی وجہ سے متحرک ہو گئی۔ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ: کہ جب

ساکن کو حرکت دی جائے گی تو کسرہ کی حرکت دی جائے گی۔

ترجمہ۔ اگر مفید ہو۔ ماضی شرط کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہو گئی:

الذِّکْرٰی (باب نصر) سے مصدر ہے۔ نصیحت کرنا، ذکر کرنا۔ یاد۔ پند، موعظت۔ کثرتِ ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان مخاطبین کو کسی قدر بھی نفع ہو جانے کی توقع ہو تو آپ ان کو سمجھاتے رہئے۔

فَائِدَہ: گذشتہ حکم مضمون جزاء پر دلالت کر رہا ہے اس لئے اس شرط کو جزار کی ضرورت نہیں۔

بعض علمار کا قول ہے کہ بار بار نصیحت کرنے کے باوجود بعض لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد پھر (حکم تذکیر کے بعد) اس جملہ شرطیہ کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کو دکھ میں نہ ڈالیں۔ اور ان بے ایمانوں کی حالت پر افسوس نہ کریں جیسا کہ آیت ۵۰:۱ (۴۵) میں آیا ہے وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ایمان لانے پر ان کو مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔

بعض عالموں نے کہا ہے کہ بظاہر یہ شرطیہ کلام ہے لیکن حقیقت میں بے ایمانوں کی مذمت اور نصیحت کے اثر آفریں نہ ہونے کا اظہار ہے (تفسیر مظہری)

۸۷:۱۰ — سَيَذَّكَّرُ۔ سَيَن کے لئے ملاحظہ ہو ۸۰:۶۔ متذکرۃ الصدر۔ يَذَّكَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تَذَكَّرٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ یہ اصل میں يَتَذَكَّرُ تھا ت کو ذال میں مدغم کیا۔ يَذَّكَّرُ ہو گیا۔ نصیحت پکڑے گا۔

مَنْ يَّخْشٰى۔ مَنْ موصولہ، يَخْشٰى (صلہ) مضارع واحد مذکر غائب خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر بمعنی ڈرنا۔ مَنْ يَّخْشٰى جو ڈرتا ہے۔

۸۷:۱۱ — وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ يَتَجَنَّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَجَنُّبٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الذِّکْرٰی ہے۔ اور اس کو ترک کرتا ہے۔ اس سے دور رہتا ہے۔ اس سے پرے (ایک طرف) رہتا ہے۔

اَلْاَشْقٰى۔ شَقِيَ يَشْقٰى شِقْوَةٌ وشَقَاوَةٌ (باب سمع) مصدر سے افعل

التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بدبخت۔ بڑا بدقسمت۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور اس نصیحت سے تو بدبخت ہی الگ رہتا ہے۔

۸۷: ۱۲ — اَلَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی یہ جملہ صفت ہے اَلْاَشْقٰی کی۔ جو بڑی آگ میں پڑے گا۔

یَصْلٰی مضارع واحد مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ وہ پڑیگا

النَّارَ الکبرٰی۔ موصوف وصفت مل کر مفعول یَصْلٰی کا۔ کُبْرٰی کَبِیْرٌ کا مؤنث ہے۔

۸۷: ۱۳ — لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَ لَا یَحْیٰی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یَمُوْتُ فعل مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ مَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ نہیں مرے گا۔ فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے۔

لَا یَحْیٰی مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حَیَاتٌ (باب سمع) مصدر، اور نہ جئے گا۔ یعنی نہ وہ خوشگوار زندگی ہی پائے گا۔

۸۷: ۱۴ — قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنیٰ دیتا ہے اور اس کو زمانہ حال سے قریب کر دیتا ہے۔

اَفْلَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ اس نے فلاح پائی اس نے کامیابی یا مقصد کو پالیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔

مَنْ تَزَکّٰی۔ مَنْ موصولہ۔ تَزَکّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَزَکِّیٌ (تفعّلٌ) مصدر سے جس کے معنیٰ زکوٰۃ دینے اور پاک ہونے کے ہیں۔ وہ پاک ہوا۔ وہ سنور گیا۔

۸۷: ۱۵ — وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی: ذَکَرَ کا عطف تَزَکّٰی پر ہے۔ اور صَلّٰی کا عطف ذَکَرَ پر ہے:۔

اور جو اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا پس وہ فلاح پا گیا۔

۸۷: ۱۶ — بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ تُؤْثِرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِیْثَارٌ (افعال) مصدر سے تم اختیار کرتے ہو۔ تم ترجیح دیتے ہو۔ تم پسند کرتے ہو (نیز ملاحظہ ہو ۷۹: ۳۸)

بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل سے اعراض اور مابعد کا اقرار۔ یعنی اے بدبختو! (خطاب کفار مکہ سے ہے) کہ تم نہ تزکیہ کرتے ہو نہ اللہ کی یاد کرتے ہو نہ نماز پڑھتے ہو بلکہ آخرت کی زندگی پر

دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ (تفسیر مظہری)

بَلْ اس کلام مقدرہ سے اعراض ہے جس کی طرف سیاقِ کلام (رفتار کلام، ترتیب کلام) دلالت کر رہا ہے۔ اور جو تم نہیں کر رہے ہو بلکہ تم دنیا کی لذاتِ فانیہ و عاجلہ (جلدی ہاتھ آنے والی) کو آخرت کی نعمتوں پر جو کہ باقی رہنے والی اور بہتر ہیں ترجیح دے رہے ہو۔ (تفسیر حقانی)

ترجمہ ہوگا:۔

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو۔

اَلْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا موصوف صفت مل کر مفعول ہے تُؤْثِرُوْنَ کا۔

۸۷: ۱۷ — وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ واؤ حالیہ ہے اَلْاٰخِرَۃُ مبتداء خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی اس کی خبر۔

جملہ یُؤْثِرُوْنَ کے فاعل سے حال ہے۔ خَیْرٌ۔ اَخْیَرُ کے معنی میں افعل التفضیل کا صیغہ بھی ہے اور اسم بھی۔ اس صورت میں اس کی جمع خِیَارٌ وَ اَخْیَارٌ ہوگی!

اَبْقٰی۔ بَقَاءٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اگر یہ لفظ اللہ کی صفت ہوگا تو اس کے معنی سدا باقی رہنے والا کے ہوں گے۔ ورنہ دیر تک رہنے والے کے ہوں گے۔

ترجمہ ہوگا:۔

حالانکہ آخرت (کا گھر) بہتر اور سدا رہنے والا ہے۔

۸۷: ۱۸ — اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ اِنَّ حرف تحقیق، بے شک، ھٰذَا یہ مضمون۔ جو اَفْلَحَ سے چوتھی آیت تک مذکور ہے (تفسیر مظہری و خازن)

۲۔ شروع سے لے کر وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی تک (جریر، ابن ابی حاتم عن ابن زید)

۳۔ قَدْ اَفْلَحَ سے لے کر آخر تک (مدارک التنزیل)

الصُّحُفِ الْاُوْلٰی موصوف وصفت، پہلے صحیفوں میں۔ گذشتہ انبیاء کی آسمانی کتابوں میں۔

۸۷: ۱۹ — صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی یہ بدل ہے اَلصُّحُفِ الْاُوْلٰی سے یعنی منجملہ اور آسمانی کتابوں کے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفے بھی تھے ان میں بھی یہی مضمون مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۸۸) سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۲۶)

۸۸: ۱ — ھَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ط ھَلْ استفہام اقراری ہے:
یعنی بے شک تمہارے پاس آگئی۔
یا ھَلْ بمعنی قَدْ بھی ہوسکتا ہے یعنی تحقیق تمہارے پاس آچکی ہے:

اَتٰىكَ، اَتٰى: اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، تیرے پاس آئی۔ آچکی۔ آگئی۔

حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر اَتٰى کا فاعل۔ حَدِيْثُ بمعنی بات
اَلْغَاشِيَةِ۔ غَشْیٌ و غِشَاءٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ہر چھپا لینے والی۔ ڈھانک لینے والی۔ چھا جانے والی چیز۔ یہ اصل وصفی معنی ہے لیکن مراد قیامت ہے۔ اس لئے کہ اس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی (جلالین، المفردات)

حاصل مطلب یہ کہ لغوی اعتبار سے وصفی معنی تھا۔ کسی چیز کا نام نہ تھا لیکن قرآنی اصطلاح میں قیامت کا علم بن گیا۔

ترجمہ ہوگا:۔
بے شک تمہارے پاس قیامت کی خبر آچکی (اس طرز سے سوال کرنے میں سامع کی پوری توجہ اور آئندہ کلام کو حضورِ دل سے سنوانا مقصود ہے۔

۸۸: ۲ — وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ۔ وُجُوْهٌ۔ وَجْهٌ کی جمع۔ چہرے۔ کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے تنوین لائی گئی ہے، یعنی بہت سے چہرے۔
یا تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہو۔ یعنی کافروں کے چہرے، چہروں سے مراد ہیں چہروں والے۔ ای اصحاب وجوہ:

يَوْمَئِذٍ۔ اس روز۔ اس کا تعلق غاشِيَةٌ سے ہے یعنی غاشیہ کے دن

بہت سے چہرے :

خَاشِعَۃٌ: خُشُوْعٌ (باب سمع) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ذلیل ہونے والی ۔ خوار، عاجزی کرنے والی ۔ دب جانے والی ۔ غم اور حقارت کی وجہ سے ذلیل ترجمہ ہوگا۔

اس روز (قیامت کے دن) بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے ۔

۸۸ : ۳ ۔۔ عَامِلَۃٌ نَّاصِبَۃٌ ، عَامِلَۃٌ: عَمَلٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ؛ عمل کرنے والی ۔ محنت کرنے والی ۔ مشقت کرنے والی ۔ (تھکی ہوئی)

نَاصِبَۃٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ عاجز، مصیبت میں مبتلا ہونے والی ۔

یہ بھی وُجُوْہٌ مبتدا کی خبر ہے ۔ یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے (یا چہرے والے) اپنے دنیاوی اعمال کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوں گے اور مشقت سے عاجز اور مصیبت میں مبتلا ہوں گے ۔

۸۸ : ۴ ۔۔ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَۃً یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ کی خبر ہے (دہکتی ہوئی آگ میں پڑے ہوں گے) تَصْلٰى ۔ صَلْیٌ سے (باب سمع) مصدر ۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ وہ آگ میں پڑیں گے ۔ وہ آگ میں داخل ہوں گے : نَارًا حَامِيَۃً موصوف و صفت مل کر تَصْلٰى کا مفعول ۔

حَامِيَۃً ۔ حَمْیٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی دہکتی ہوتی ۔ گرم تیز ۔

۸۸ : ۵ ۔۔ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَۃٍ ۔ یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ مبتدا کی خبر ہے ۔ ان کو کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا ۔

تُسْقٰى : مضارع مجہول واحد مؤنث غائب : سَقْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے ۔ اسے پلایا جائے گا ۔ وہ پلائی جائے گی ۔ عَيْنٍ اٰنِيَۃٍ موصوف و صفت ، سخت ابلتا ہوا چشمہ ۔ سخت کھولتا ہوا چشمہ ۔

اٰنِيَۃٍ ۔ اَنْیٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔ اٰنَی الشَّیْءُ اس کا وقت قریب آگیا ۔ وہ اپنی انتہا اور پختگی کو قریب پہنچ گئی ۔

اٰنِیَ الْحَمِیْمُ پانی حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔
عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ: وہ چشمہ جس کا پانی حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو۔ گرم ابلتا ہوا کھولتا ہوا۔
عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ: یہں عَیْنٍ (بوجہ عمل مِنْ (حرف جار) مجرور ہے اور اٰنِیَۃٍ اپنے موصوف کی مطابقت میں۔
فَائِدَہ: خَاشِعَۃٌ، عَامِلَۃٌ، نَاصِبَۃٌ: اسم فاعل کے صیغے واحد مؤنث ہیں لیکن بمعنی جمع وُجُوْہٌ کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح تَصْلٰی وَ تُسْقٰی واحد مؤنث کے صیغے بمعنی جمع وُجُوْہٌ کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔
۸۸ : ۶ — لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اہل نار کے حال کے بیان میں۔ حال ان کا یہ ہوگا کہ ان کی خوراک ضریع کے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔
ضَرِیْعٌ کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ:۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
ضَرِیْعٌ ایک چیز ہے ایلوے (ناگ پھنی خاندان کا ایک پودا) سے زیادہ تلخ، مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم: شوک یعنی کانٹے کی طرح ہوگی۔ جب کسی کو کھلائی جائے گی تو نہ اس کے پیٹ میں اترے گی نہ منہ تک اٹھ کر آئے گی۔ (بیچ میں پھنس جائے گی) نہ فربہی پیدا کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی اور اس کے درمیان اس کو (کھولتا ہوا) پانی پلایا جائے گا۔
سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ضریع زقوم (تھوہر) ہے۔
مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے کہ ایک خاردار گھاس ہوتی ہے قریش اس کو شبرق کہتے ہیں لیکن جب اس کی لکڑی سوکھ جائے تو اسے ضریع کہتے ہیں۔ یہ بدترین خوراک ہے۔
ابن ابی زید نے کہا ہے کہ:۔
دنیا میں جس خاردار خشک جھاڑیں پتے نہ ہوں وہ ضریع ہے اور آخرت کا ضریع آگ کا جھاڑ ہوگا۔
۸۸ : ۷ — لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ: یہ ضریع کی صفت ہے (جو) نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا۔

لَا یُسْمِنُ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِسْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ وہ فربہ (موٹا) نہیں کرتا ہے یا کرے گا۔ سَمْنٌ گھی۔ سَمِیْنٌ موٹا۔

واؤ عاطفہ لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ دفع نہیں کرے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یعنی نہ وہ بھوک کو دور کرے گا۔

جُوْعٍ۔ بھوک:

۸۸: ۸ — وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ۔ وُجُوْهٌ۔ مبتدا۔ نَاعِمَةٌ اس کی خبر۔ یَوْمَئِذٍ خبر کا ظرف۔ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔

نَاعِمَةٌ: نُعُوْمٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے خوش، تروتازہ ہشاش بشاش۔

۸۸: ۹ — لِسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ: لام تعلیل کا نہیں بلکہ بمعنی بٍ ہے اور متعلق خبر ہے۔ ای رَاضِیَةٌ لِسَعْیِهَا۔ (وُجُوْهٌ مبتدا۔ رَاضِیَةٌ خبر بعد خبر۔ لِسَعْیِهَا متعلق خبر۔ سَعْیِهَا مضاف مضاف الیہ اس کی سعی۔ اس کی کوشش هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کے لئے ہے:

ترجمہ ہوگا۔ وہ اپنی کاوشوں پر خوش ہوں گے۔ (ضیاء القرآن)

اپنی کوشش سے خوش ہوں گے (تفسیر حقانی) تشریح میں لکھتے ہیں:۔

اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش ہوں گے کہ ہماری کوششیں نیک ثمرہ لائیں۔

انہوں نے اللہ کی اطاعت میں رہ کر دنیا میں جو کوششیں کی تھیں آخرت میں ان کا ثواب دیکھ کر وہ خوش ہوں گے۔

ای لسعیها فی الدنیا راضیة فی الاخرة حیث اعطیت الجنة بعملها دنیا میں اپنی کوششوں پر آخرت میں خوش ہوں گے جب ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں جنت عطا کی جائے گی۔

۸۸: ۱۰ — فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ۔ ای وجوه یومئذ راضیة فی جنة عالیة یعنی اکثر چہرے قیامت کے روز عالی مرتبہ اور بلند مقام والی جنت میں خوش ہوں گے۔

فِیْ جنة۔ خبر وجوہ کی عالیة صفت ہے جنة کی بمعنی عالی مرتبہ۔ بلند مقام۔

۸۸: ۱۱ — لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً: یہ جملہ جنت کی صفت ہے۔ لَا تَسْمَعُ مضارع منفی، واحد مذکر حاضر، تو (اے مخاطب) نہیں سنے گا اس میں کوئی لغویات هَا ضمیر واحد

مؤنث غائب جنۃ کے لئے ہے۔

لَا غِیَۃً مفعول ہے لا تسمع کا۔ لغا یلغوا لغوٌ ولا غیۃٌ بروزن فاعِلَۃٌ (باب نصر) مصدر ہے۔ بغیر سمجھے بوجھے بولنا۔ بیہودہ بولنا۔ اول فول بکنا۔ لغوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بھی ہے۔ بکواس (بیہودہ بات)

۸۸:۱۲ — فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ یہ جملہ بھی جنۃ کی صفت ہے وہاں بہتا چشمہ ہوگا۔

فِیْهَا ای فی جنۃ۔ عَیْنٌ جَارِیَۃٌ موصوف وصفت، عَیْنٌ بمعنی چشمہ عُیُوْنٌ جمع۔ جَارِیَۃٌ جَرْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، جاری رواں۔ جاریۃ کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی سطح آب پر چلتی ہے۔

۸۸:۱۳ — فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ، یہ جملہ بھی جنت کی صفت ہے۔ سُرُرٌ جمع ہے سَرِیْرٌ کی۔ اَلسَّرِیْرُ (تخت) وہ کہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے۔ یہ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔

مَرْفُوْعَۃٌ۔ رَفْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے بلند۔ اوپر اٹھائی ہوئی۔ اور اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

۸۸: و وَاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَۃٌ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے "اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے۔

اَکْوَابٌ جمع کُوْبٌ کی جس کے معنی اس پیالہ کے ہیں جس کا دستہ دکنڈا م نہ ہو مَوْضُوْعَۃٌ۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: (اقرینہ سے) رکھے ہوئے۔ اور (اس میں قرینے سے) رکھے ہوئے آبخورے ہوں گے

۸۸:۱۵ — وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ، اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ نَمَارِقُ جمع نُمْرُقَۃٌ واحد۔ بمعنی تکیئے۔ گدے۔ سہارا لینے کے لئے تکیئے۔ گاؤ تکیئے مَصْفُوْفَۃٌ، صَفٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ صفوں میں لگے ہوئے، قطار در قطار لگے ہوئے۔

۸۸:۱۶ — وَزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ۔ زَرَابِیُّ۔ مخمل کے نہالچے۔ زِرْبٌ کی جمع ہے: ایک قسم کا عمدہ کپڑا ہے اور ایک موضع کی طرف منسوب ہے تشبیہ اور استعارہ کے طور پر بمعنی فرش کے بھی آتا ہے۔ قاموس میں ہے۔ زُرَابِیُّ قالیچے اور فرش ہیں۔ یا ہر وہ چیز جو بچھائی جائے۔ بَثٌّ (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا

صیغہ واحد مؤنث پھیلانا۔ غبار اڑانا۔ مَبْثُوْثَةٌ پھیلا ہوا۔ بکھرا ہوا۔ لمبے چوڑے بچھے ہوئے فرش۔ اصل میں بَثٌّ کے معنی ہیں کسی چیز کو متفرق اور پراگندہ کرنا۔ جیسے بَثَّ الرِّيْحُ التُّرَابَ۔ ہوا نے خاک اڑائی یا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا (۵۶: ۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ یا كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱: ۴) منتشر پتنگوں کی طرح۔

۸۸: ۱۷ — اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ : علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ نے جنت کے اوصاف بیان فرمائے تو گمراہ لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آیت اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ نازل فرمائی۔

صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ آیت وَسُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ تختوں کی بلندی اتنی اتنی ہوگی۔ اور اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ کی تشریح میں فرمایا کہ وہ بے شمار ہوں گے ان کی گنتی مخلوق نہ کر سکے گی اور تکیوں کا طول اور مسندوں کا عرض حضور نے بیان فرمایا تو کافروں نے تکذیب کردی اور کہنے لگے کہ ان تختوں پر چڑھنا کیسے ممکن ہوگا اور اتنی کثرت سے کوزے اور اتنے لمبے تکیے اور اتنی چوڑی مسندوں کا فرش کیسے ہوگا۔ دنیا میں تو کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ نازل فرمائی۔ اس میں استفہام زجری ہے فَ عطف کے لئے ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے ای یعجبون فَلَا يَنْظُرُوْنَ ۔ کیا وہ تعجب کرتے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے ......"

اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۔ اونٹوں کی طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے۔ یعنی کن کن عجیب و غریب خصوصیات کے حامل بنائے گئے۔

منجملہ دیگر خصوصیات کے اتنا لمبا جانور جب بیٹھتا ہے تو دوزانو جھک جاتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اونٹوں کی طرح وہ تخت بھی مومنوں کے بیٹھنے کے لئے جھک سکتے ہیں

اَلْاِبِلِ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے اسی رعایت سے خُلِقَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب لایا گیا ہے۔ خُلِقَتْ خَلْقٌ (باب نصر) مصدر سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ وہ پیدا کی گئی۔

۸۸: ۱۸ — وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ (پھر کیا) وہ

آسمانوں کو (نہیں دیکھتے کہ) کس طرح ان کو بلند کیا گیا ہے (فلکیات کا سارا انظام اس میں آگیا ہے)

۸۸ : ۱۹ — وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۔ کیا یہ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔

نُصِبَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نَصْبٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نصب کرنا۔ کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ كَيْفَ نُصِبَتْ کیسے ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور جمے ہوئے ہیں کہ باوجود اتنے طول اور جسامت کے اِدھر اُدھر نہیں جھکتے۔

۸۸ : ۲۰ — وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہمواری کے ساتھ اس کا فرش بچھایا گیا ہے۔

سُطِحَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب سَطْحٌ (باب فتح) مصدر سے وہ بچھائی گئی۔

اَلسَّطْحُ مکان کے اوپر کے حصے یعنی چھت کو کہتے ہیں اور سَطَحْتُ الْبَيْتَ : کے معنی چھت ڈالنے کے ہیں۔ لیکن سَطَحْتُ الْمَكَانَ کے معنی کسی جگہ کو چھت کی طرح ہموار کرنے کے ہیں۔

فَائِدَہ : آیات ۱۷ تا ۲۰ تک سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو کیا یہ خود اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی۔؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں۔ تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں"۔ (تفہیم القرآن)

۸۸ : ۲۱ : فَذَكِّرْ ۔ ف ترتیب کا ہے۔ امر مابعد کا ماقبل پر مترتب ہونا۔

ذَكِّرْ : فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تو یاد دلاتا رہ۔ تو نصیحت کرتا رہ۔ تو سمجھاتا رہ۔ یعنی آپ دلائل متذکرہ بالا کی روشنی میں ان کو سمجھائیں۔ نصیحت کریں:

اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ : تحقیق تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ یعنی آپ کا کام ان کو

نصیحت کرنا ہے۔ آپ کا ذمہ صرف نصیحت پہنچا دینا ہے۔ یہ نصیحت کرنے کی علت کا بیان ہے
مُذَكِّرٌ۔ تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ نصیحت کرنے والا۔
یاد دلانے والا۔

۸۸: ۲۲ — لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ۔ المصیطر۔ المسیطر۔ المسلّطُ علی الشئ لِيُشْرِفَ علیہ و یتعہد احوالہ و یکتب عملہ۔ یعنی وہ شخص جس کو کسی پر مسلط کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے۔ اس کے احوال کی خبر رکھے اور اس کے اعمال کو لکھتا رہے۔ اُسے مصیطر کہتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے سَيْطَرَةٌ مصدر سے جس کے معنی ہے کسی کام پر مقرر ہونا، ذمہ دار ہونا۔ لہٰذا مصیطر کے معنی ہوئے ذمہ دار۔ مقرر۔ نگران۔

اس آیت میں اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ کے مفہوم کی تاکید ہے یعنی آپ کا ذمہ صرف نصیحت کرنا ہے وہ غور نہ کریں یا نصیحت نہ پکڑیں تو آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔ یہی مطلب آیت وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (۵۰: ۴۵) اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں) کا ہے۔

۸۸: ۲۳ — اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ: استثناء منقطع ہے۔ اِلَّا۔ لٰكِنْ کے معنی میں ہے مَنْ تَوَلّٰى جملہ شرطیہ ہے وَكَفَرَ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ہر دو جملے شرطیہ ہیں اور اگلی آیت جواب شرط میں ہے۔

تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّيٌ (تفعّلٌ) مصدر سے ہے جس کے معنی پیٹھ پھیرنے۔ منہ موڑنے۔ روگردانی کرنے کے ہیں۔

كَفَرَ اس نے (اللہ کا) انکار کیا

ترجمہ ہوگا:۔

لیکن جس نے (ایمان سے) روگردانی کی اور (اللہ کا) انکار کیا۔

۸۸: ۲۴ — فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ: فَ جواب شرط کے لئے ہے يُعَذِّبُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ عذاب دے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

اَلْعَذَابَ الْاَكْبَرَ۔ موصوف وصفت مل کر عَذَّبَ کا مفعول۔

ترجمہ ہوگا:۔ تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔

فائدہ ایمان سے روگردانی کرنے والوں کو اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس دنیا میں بھی کئی قسم کے عذاب ملیں گے مثلاً بھوک، قحط، قتل، بیماری وغیرہ۔ لیکن یہ عذاب، آخرت کے عذاب (یعنی عذاب جہنم) سے دکھ اور تکلیف میں بہت کم درجے کے ہوں گے اور آخرت کا عذاب ان تمام عذابوں سے بہت بڑا اور دردناک ہوگا۔

۸۸ : ۲۵ — اِنَّ اِلَيْنَاۤ اِيَابَهُمْ - اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اِيَابَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ - اِلَيْنَا۔ اس کی خبر۔ اِيَابَ مصدر ہے اَبَ يَئُوْبُ کا (باب نصر سے) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جو ایمان سے پھر گئے۔ اور اللہ کے منکر ہوئے

ترجمہ:۔

بے شک ان کو پھر کر ہمارے پاس ہی لوٹنا ہے۔

اَوْب اس کا مادہ ہے۔ اَلْاَوْبُ گو اس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں لیکن رجوع کا لفظ عام ہے۔ جو حیوان اور غیر حیوان دونوں کے لوٹنے پر بولا جاتا ہے لیکن اَوْبٌ کا لفظ خاص کر حیوان کے ارادۃً لوٹنے پر بولا جاتا ہے۔ اَبَ، اَوْبًا، اِيَابًا، مَاٰبًا: وہ لوٹ آیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (۷۸:۳۹) جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنائے۔

اَلْاَوَّابُ ۔ تَوَّابٌ سے صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی وہ شخص جو معاصی کے ترک اور فعل طاعت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

قرآن مجید میں ہے:۔ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ . (۵۰:۳۲) یعنی ہر رجوع لانے اور حفاظت کرنے والے کے لئے۔

۸۸ : ۲۶ — ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ : ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کے لئے ہے، بے شک ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے:۔

-۸۸۸۸-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۸۹) سورۃ الفجر مکیۃ (۳۰)

۸۹ : ۱ — وَالْفَجْرِ واؤ قسمیہ ہے الفجر مقسم بہٖ۔
الفجر سے کیا مراد ہے اس میں کئی اقوال ہیں :۔
۱:۔ الفجر: سے مراد ہر روز کی فجر مراد ہے (ابن عباس، عکرمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۲:۔ اس سے مراد نمازِ فجر ہے (عطیہ) رضا۔
۳:۔ اس سے مراد محرم کے پہلے دن کی فجر مراد ہے۔ اسی سے دنیا کا سال پھوٹتا ہے (قتادہ)
۴:۔ اس سے مراد ماہِ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ کی فجر ہے کیونکہ اس سے ذوالحجہ کی دس راتیں (ابتدائی عشرہ) متصل ہے۔ (ضحاک)

۸۹ : ۲ — وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔ واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف الفجر پر ہے لیالٍ عشرٍ موصوف وصفت (عددی) مل کر مقسم بہٖ۔ واؤ قسم محذوف۔ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی دس راتیں مراد ہیں۔ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں۔ رمضان کی آخری دس راتیں۔ محرم کی پہلی دس راتیں۔ تینوں قول ہیں۔

۸۹ : ۳ — وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: واؤ عاطفہ جس کا عطف حسب جملہ سابقہ الفجر پر ہے۔ واؤ قسم مقدرہ۔ الشفع۔ الوتر مقسم بہٖ اور قسم ہے الشفع کی۔ اور الوتر کی۔

الشفع والوتر کی تشریح میں صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد فرمایا: قسم ہے الشفع کی (یعنی جفت کی) اور الوتر (طاق) کی اس کے مصداق کے بارے میں متعدد اقوال ہیں: ان میں سے مجھے یہ قول پسند ہے کہ شفع سے مراد مخلوق اور وتر سے مراد خالق۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عطیہ، مجاہد، اور دیگر جلیل القدر علماء تفسیر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے کہ ساری مخلوق دو، دو ہے

کفر و ایمان ، ضلالت وہدایت ، سعادت وشقاوت ، لیل ونہار، زمین و آسمان ، بحروبرّ ، شمس وقمر، جنّ وانس ، مذکرومؤنث ، زندگی اور موت ، عزّت وذلّت ، علم اور جہالت ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام شانوں اور صفات میں یکتا ہے ، اور طاق ہے ۔ وہاں زندگی ہے موت نہیں ۔ عزّت ہے ذلّت نہیں ہے ۔ علم ہے جہالت نہیں ہے ۔ قوت ہے ضعف نہیں ہے ۔ اس کی ذات بھی یکتا ہے اور صفات بھی یکتا ہیں ۔

الشفع کے معنی کسی چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینے کے ہیں ۔ اور جفت چیز کو شفع کہا جاتا ہے ۔ الشفاعۃ کے معنی دوسرے کے ساتھ اس کی مدد یا سفارش کرتے ہوئے مل جانے کے ہیں ۔ عام طور پر کسی بڑے باعزت آدمی کا اپنے سے کمتر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہوجانے پر بولا جاتا ہے اور قیامت کے روز شفاعت بھی اسی قبیل سے ہوگی ۔

اَلْوَتْرُ : یہ ضدّ ہے الشفع کی ، الشفع (جُفت جو دو پر تقسیم ہو سکے) الوتر (طاق ۔ جو دو پر تقسیم نہ ہو سکے)

فائدہ : الشفع والوتر سے کیا مراد ہے علماء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اپنی تادیل کو دلائل سے ثابت کرنے کی سعی کی ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ تمام معانی ہی مُراد ہوں ۔

۸۹ : ۴ ــ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۔ واؤ عاطفہ ، واؤ قسمیہ مقدّرہ ۔ اَلَّيْلِ سے مراد جنسِ شب ہے کوئی رات ہو ۔

مجاہد اور عکرمہ کے نزدیک مزدلفہ کی رات مُراد ہے ۔

اِذَا : بمعنی اس وقت ۔ جس وقت ۔ جب ۔ ظرفِ زمان ہے اور قسم کے بعد واقع ہو تو زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے یہاں اس آیت زیر مطالعہ میں ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳ : ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے ۔ ڈھلنے لگے ۔

يَسْرِ مضارع واحد مذکر غائب ۔ سَرْيٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی رات کو چلنا ۔ شب روی ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ۔ سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى

لِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (۱:۱۷) پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

یَسۡرِ اصل میں یَسۡرِیۡ تھا۔ یٰ کو حذف کیا گیا ہے۔

۸۹ : ۵ — هَلۡ فِیۡ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ جملہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی بے شک اور قَسَمٌ میں تنوین تعظیم کی ہے۔ یعنی بلاشبہ اشیاء مذکورہ کی قسم (عظیم الشان) کافی ہے کیونکہ جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ بہت بڑی ہیں اللہ کی قدرت کی عجوبہ کاری اور حکمت کی ندرت کا ان سے پتہ چلتا ہے۔

ذِیۡ حِجۡرٍ۔ مضاف مضاف الیہ (بحالت جرّ) صاحب عقل، دانا۔ یہ اَلۡحَجۡرُ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَهِیَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً (۲: ۷۴) گویا وہ پتھر ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ اَلۡحَجۡرُ وَالتَّحۡجِیۡرُ کے معنی ہیں کسی جگہ پر پتھروں سے احاطہ کرنے کے۔ کہا جاتا ہے حَجَرۡتُهٗ حَجۡرًا فَهُوَ مَحۡجُوۡرٌ اور جس جگہ کے اردگرد پتھروں سے احاطہ کیا گیا ہو اسے حِجۡرٌ کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیارِ ثمود کو حِجۡرُ کہا گیا ہے۔ وَلَقَدۡ كَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ: (۱۵: ۸۰) اور (وادی) حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔

اور حِجۡرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنیٰ لے کر عقلِ انسانی کو بھی حِجۡرٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے مثال کے لئے آیت زیر مطالعہ کو پیش رکھیں۔

فائدہ: ان آیات (۸۹: ۱ تا ۴) کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جفت و طاق کے بارے میں تو ۳۶ اقوال ملتے ہیں، بعض روایات میں ان کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب بھی کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ اور تابعین اور بعد کے مفسرین میں سے کوئی بھی آپ کی تفسیر کے بعد خود ان آیات کے تعین کرنے کی جرأت کرتا۔ (تفہیم القرآن جلد ششم حاشیہ زیر آیت ۸۹: ۵)۔

فائدہ آیات ۱ تا ۴ میں مذکور قسموں کا جواب القسم محذوف ہے (۱) لَتُبۡعَثُنَّ

ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ (الیسر التفاسیر) (قسم ہے ان چیزوں کی) تم ضرور دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو تمہارے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا۔

۲۔ جواب قسم مقدر ہے کہ منکروں کو ضرور سزا ہوگی۔

بعض کے نزدیک آیت ۱۴۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ؕ جواب القسم ہے۔ کما فی الجلالین جس پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین کی تعذیب کا ذکر ہے۔

(بیان القرآن)

۸۹ : ۶ ۔۔ اَلَمْ تَرَ : ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اسے اثبات میں بدل دیتا ہے۔ کیونکہ جب نفی پر داخل ہوا تو نفی کی نفی ہوئی اور نفی کی نفی اثبات ہے۔

لَمْ تَرَ۔ نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر حاضر (خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) کیا تو نے (دل کی آنکھوں سے) نہیں دیکھا۔

ای الم تنظر بعینی قلبك کیف فعل ربك ...... الخ (الیسر التفاسیر)

کیا آپ نے اپنے دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ یعنی آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان حصہ اول میں رقمطراز ہیں :۔

جب ہمزۂ استفہام "رَاَیْتَ" پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبِرْنِی (مجھے خبر دو۔ مجھے بتاؤ) کے ہوتے ہیں۔

اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ "کیا آپ نے نہیں دیکھا" ہی کیا ہے۔

عَادٍ سے مراد قوم عاد یا قبیلہ ہے۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے جس کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس کی نسل بھی اسی نام سے موسوم ہوئی۔ جو طوفانِ نوح کے بعد ملک عرب میں پہلی با اقتدار حکمران قوم تھی۔

۸۹ : ۷ ۔۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ عاد جو قبیلۂ ارم ستونوں والوں سے تھا۔

اِرَمَ کے متعلق لغات القرآن میں ہے :۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہی ہے کہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو جدّ قبیلہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ عرب

باندہ میں سے عادِ اُولیٰ اسی قبیلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن عظیم میں بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں عاد سے مراد عاد اُولیٰ اور ارم سے ان کا قبیلہ مُراد ہے۔

اِرَمَ۔ یا تو تانیث اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے یا علمیت اور عجمیت کی وجہ سے لہٰذا منصوب ہے۔

ذَاتِ الْعِمَادِ مضاف مضاف الیہ۔ستونوں والے۔ عِمَاد جمع ہے عِمَادَةٌ کی بمعنی ستون۔

علامہ احمد فیومی المصباح میں لکھتے ہیں۔ عماد وہ چیز ہے کہ جس کا سہارا لیا جائے۔ اس کی جمع عَمَدٌ (بالفتحتین) ہے۔ امام راغب بھی یہی معنی لکھتے ہیں چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹:۱۰۴) (اس کے شعلے) لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہونگے۔

آیات ۶-۷ کا ترجمہ ہوگا:۔

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے یعنی قومِ ارم ستونوں والی سے کیا کیا۔

تاج العروس میں ہے:۔

آیت شریفہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں بعض نے "ذات العماد" کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں۔ اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے۔

۸:۸۹ — اَلَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ: یہ جملہ عاد کی صفت ہے یا اِرَمَ کی صفت ہے۔ چونکہ عاد سے قبیلۂ عاد اور اِرَمَ سے قبیلۂ ارم مراد ہے اس کی رعایت سے اَلَّتِیْ بصیغۂ تانیث لایا گیا ہے۔

لَمْ یُخْلَقْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ نہیں پیدا کیا گیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قبیلۂ عاد یا ارم کے لئے ہے۔

اَلْبِلَادِ۔ بَلَدٌ کی جمع بمعنی شہر یا ملک۔ جس (قبیلہ) کی مثل (دنیا کے) ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔

۹:۸۹ — وَ ثَمُوْدَ۔ واؤ عاطفہ، ثَمُوْدَ کا عطف عَادٍ پر ہے کیونکہ ایک قبیلہ کا

نام ہے اس لئے تعریف اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہذا منصوب آیا ہے۔
اَلَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ۔ یہ ثمود کی صفت ہے اور دکیا کیا تیرے رب نے، ثمود کے ساتھ جو وادیوں میں پتھروں کو تراشتے تھے۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ فنِ سنگ تراشی اور تعمیر عمارات میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت صالح کی اونٹنی کا واقعہ ان ہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

الذین ۔ اسم موصول ۔ جمع مذکر۔ جو۔ جو لوگ، وہ سب لوگ؛ وہ سب مرد۔ الذی کی جمع ہے۔ باقی جملہ اس کا صلہ ہے اور سارا جملہ ثمود کی صفت ہے۔

جَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب جَوْبٌ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے تراشا وہ تراشتے تھے۔

الصَّخْرَ۔ صَخْرَۃٌ کی جمع۔ سخت پتھر۔ اَلْوَادِ۔ اسم مفرد۔ اَلْاَوْدِیَۃُ جمع اصل میں الوادی تھا۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان۔ قتادہ کے نزدیک شام کی ایک وادی (وادی القریٰ) مراد ہے جو کہ مدینہ کے قریب بجانب شام ہے۔ یا وہ پہاڑی وادی مراد ہے جہاں وہ لوگ پتھروں کو تراش کر مکان نما غار بنا کر رہتے تھے۔

۸۹: ۱۰ — وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ۔ واؤ عاطفہ، فِرْعَوْنَ بوجہ علمیت وعجمیت غیر منصرف ہے اور اس کا عطف بھی عاد پر ہے۔ ای اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ وَّ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ۔ (اے مخاطب) کیا تو نے دیکھا تمہارے رب نے (قوم) عاد سے کیا کیا۔ اور فرعون ذی الاوتاد سے کیا کیا۔

ذی الاوتاد۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فرعون کی صفت ہیں۔ چونکہ فرعون بوجہ معطوف عاد محل جر میں ہے اس کی صفت اعراب میں اس کے مطابق ہوگی۔ لہذا ذِی بمعنی والا۔ صاحب، بحالت جر ہے۔

اوتاد۔ جمع ہے وَتَدٌ کی بمعنی میخیں۔ ذی الاوتاد بمعنی میخوں والا کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

۱: اوتاد۔ لشکروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حکومت وسلطنت کی یہی میخ ہوتی ہیں۔ یہی ابن عباس کا قول ہے؛

۲: یہ کہ اس قدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ بے شمار میخیں ساتھ چلا کرتی تھیں گھوڑے باندھنے کے لئے اور خیمے گاڑنے کے لئے۔

۳:۔ یہ کہ وہ موذی (فرعون) ایمان والوں کو جو میخا کرتا تھا اس لئے میخیں رکھ چھوڑی تھیں مجاہد اور مقاتل بن حبان نے کہا کہ آدمی کو زمین پر چت لٹاکر ہاتھ پاؤں سیدھے کرکے ان میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔

۸۹: ۱۱۔۔ اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ: الذین۔ اسم موصول جمع مذکر۔ جنہوں نے ان سب نے۔ (یعنی عاد وثمود وفرعون نے)

طَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب طغیان (باب نصر، سمع) مصدر۔ سے بمعنی انہوں نے سرکشی کی۔ وہ حد سے گذر گئے۔ جنہوں نے ملکوں میں سرکشی کی حد کردی

یہ جملہ عاد وثمود اور فرعون کی صفت ہے۔

۸۹: ۱۲۔۔ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ: ف عاطفہ ہے۔ اور انہوں نے ان ملکوں میں بڑا ہی فساد مچا رکھا تھا۔

۸۹: ۱۳۔۔ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ: ف سببیہ۔ بسبب ان کی اس سرکشی کے۔

صَبَّ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ صَبٌّ مصدر۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔

پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے۔ اور اس کا فعل باب نصر سے آئیگا۔
دوسری صورت میں بہنے کے معنی ہوں گے۔ اور فعل باب ضرب سے آئے گا۔ قرآن مجید میں یہ متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ اس نے اوپر سے بہایا۔ اس نے اوپر سے ڈالا۔

سَوْطَ عَذَابٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہے۔ اصل میں عَذَابٌ سَوْطٌ تھا۔ سَوْط کا اصل لغوی معنی ہے مخلوط کردینا۔ کوڑے میں مختلف بل مخلوط ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس کو سوط کہتے ہیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دنیا کا عذاب ایسا ہے جیسے تلوار کے مقابلہ میں کوڑا۔ اسی لئے دنیوی عذاب کو کوڑے سے تشبیہ دی۔

ترجمہ:۔ پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یعنی طرح طرح کا عذاب ان پر نازل کیا۔

۸۹۔۱۴۔۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ: بعض کے نزدیک یہ ان قسموں کا جو آیات ۱ تا ۴ میں مذکور ہیں جواب ہے۔ اس صورت میں درمیانی کلام کلام معترضہ ہوگی۔

ترجمہ ہوگا:۔ قسم ہے (ان چیزوں کی یا امور کی جو آیات ۱ تا ۴ میں مذکور ہیں کہ) بے شک

تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

ظالموں اور مفسدوں کی حرکات پر نگاہ رکھنے کے لئے گھات لگائے ہوئے ہونے کے الفاظ تمثیلی اور استعارے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض سے چھپا بیٹھا ہوتا ہے کہ جب وہ زد پر آئے تو اسی وقت اس پر حملہ کردے۔ وہ جس کے انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی خبر لینے کے لئے کون کہاں چھپا ہوا ہے انجام سے غافل، بے فکری کے ساتھ وہ اس مقام سے گذرتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان ظالموں کی ہے جو دنیا میں فساد کا طوفان برپا کئے رکھتے ہیں۔ انہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا کہ خدا بھی کوئی ہے جو ان کی حرکات کو دیکھ رہا ہے وہ پوری بے خوفی کے ساتھ روز بروز زیادہ سے زیادہ شرارتیں کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ حد آجاتی ہے جس سے آگے اللہ تعالیٰ انہیں بڑھنے نہیں دینا چاہتا اسی وقت ان پر اچانک اس کے عذاب کا کوڑا برس جاتا ہے۔

اَلْمِرْصَادِ۔ ظرف مکان۔ مفرد، جمع مراصد۔ گھات لگانے کی جگہ۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ بیشک تیرا رب گھات میں ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح گھات لگا کر کسی مخفی مقام پر بیٹھنے والے سے ادھر سے گذرنے والا دشمن بچ کر نکل نہیں سکتا۔ اور گھات لگانے والے سے دشمن مخفی نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح در پردہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف اور با خبر ہے اس سے بچ کر۔ چھپ کر کوئی شخص راہِ زندگی طے نہیں کر سکتا۔ لَبِالْمِرْصَادِ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

۸۹:۱۵ — فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ ، ف حرف عطف ہے اَمَّا حرف شرط ہے۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی تاکید کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں تاکید کے لئے مستعمل ہے۔

اور جو انسان ہے، لیکن انسان ایسا ہے، مگر انسان ہے کہ۔۔۔

اِذَا شرطیہ اور مَا زائدہ ہے۔

اِبْتَلٰىهُ۔ اِبْتَلٰى، ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی آزمانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ الانسان کے لئے ہے۔ لیکن انسان ایسا ہے کہ

اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے۔

فَاَکْرَمَہٗ۔ فَ بمعنی پھر، پس۔ اَکْرَمَہٗ۔ اَکْرَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔ پھر اس کو (آزمائش کے لئے) عزت بخشتا ہے۔

وَنَعَّمَہٗ اور اس کو نعمت عطا کرتا ہے۔

فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ: ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اَکْرَمَ ماضی واحد مذکر غائب ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تو کہتا ہے کہ اس نے مجھے عزت بخشی (کیونکہ وہ میرے اعمال پر خوش ہے)

۸۹ : ۱۶ — وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ۔ اور جب وہ اس کو (اور طرح) آزماتا ہے

فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ۔ اور اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے قَدَرَ ماضی واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ بمعنی خدا کا کسی کا رزق تنگ کر دینا۔ (جملہ شرطیہ ہے)

فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَھَانَنِ: جملہ جواب شرط ہے اَھَانَنِ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِھَانَۃٌ (افعال) مصدر سے ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (محذوف) اس نے میری اہانت کی۔ اس نے مجھے ذلیل کیا۔

فائدہ:۔

انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اس کی لذات و شہوات میں مشغول ہے۔ اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا میرا خدا مجھ سے خوش ہے جب ہی تو اس نے مجھے عزت دی ہے اور جو تنگ دستی یا تکلیف پیش آگئی تو کہنے لگا کہ خدا ناراض ہے جبھی تو اس نے مجھے ذلیل کر رکھا ہے۔

گویا خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا عزت و اکرام حصولِ دولت اور راحتِ دنیا پر منحصر جانا۔ اور اس کی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تکالیف پر محمول کیا۔

یہ اس کا خیال باطل ہے کیونکہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسی طرح افلاس و فقر، بیماری و خواری اس کی آزمائش ہے کہ نعمت و راحت پاکر کیسی شکر گذاری و وفاداری کرتے ہیں اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

۸۹ : ۱۷ — کَلَّا۔ حرف ردع و زجر (ڈانٹ، جھڑک، اور کسی کام سے روکنے

کے لئے آتا ہے) ہرگز نہیں ۔یعنی جیسا کہ انسان نعمت و راحت اور تنگ دستی و تکلیف کو معیار عزت افزائی و توہین خیال کرتا ہے ایسا نہیں ہے ۔

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ: بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ فقیر رکھ کر اللہ تمہاری بے عزتی کرتا ہے بلکہ اس نے تو تم کو مال عطا فرما کر تم کو نوازا ہے مگر تم یتیم کو نہیں نوازتے اس کی پاسداری نہیں کرتے نہ اس سے محبت کرتے ہو نہ اس پر خرچ کرتے ہو۔

ترجمہ :۔ بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ۔

فائدہ : تکرمون (آیۃ ۱۷) تَحَاضُّوْنَ (آیۃ ۱۸) تَاْكُلُوْنَ (آیۃ ۱۹) اور تُحِبُّوْنَ (آیۃ ۲۰) میں جمع حاضر کے صیغے آئے ہیں اور ان کی ضمیریں انسان کی طرف راجع ہیں کیونکہ جنس انسان مراد ہے ایک انسان مراد نہیں ہے ۔لیکن لفظ انسان مفرد ہے اس لئے اِبْتَلٰهُ اَكْرَمَهٗ، نَعَّمَهٗ، يَقُوْلُ (آیۃ ۱۵) کی مفرد ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع کی گئی ہیں۔

۸۹: ۱۸ - وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ : اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے لَا تَحٰٓضُّوْنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَاضَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے تم باہم ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے ہو ۔(اس کا مفعول محذوف ہے)

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ. مسکین کو کھانا کھلانے کی۔

۸۹: ۱۹ - اَلتُّرَاثَ ، میراث ، مردے کا مال۔ اصل میں وِرَاثٌ تھا. واؤ کو ت سے بدل لیا گیا ہے۔

اَكْلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے یہ موصوف ہے اور لَمًّا اس کی صفت ہے

اور میراث کا سارا مال چٹم کر جاتے ہو ۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں :۔

وکان اہل الشرك لا يورثون النساء ولا الصبيان بل ياكلون ميراثهم مع ميراثهم ۔یعنی مشرکین بچوں اور عورتوں کو ورثہ میں سے کچھ نہ دیتے تھے بلکہ ان کے حصے کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر ہڑپ کر جاتے تھے ۔

لَمًّا - جَمْعًا ۔ اصل اللمّ فی کلام العرب الجمع . یقال لممت الشئ الممہ لمّا اذا جمعتہ ۔ترجمہ : لَمًّا کا معنیٰ ہے جمع کرنا۔ کلام عرب میں لمم کا مادہ

اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ جب تو کسی چیز کو جمع کرے گا اور سمیٹ لے گا تو تو کہیگا لَمَمْتُ الشَّیْءَ اَلُمُّہٗ لَمًّا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)۔

لَمًّا مصدر ہے۔ لَمَّ یَلُمُّ لَمًّا (باب نصر) اپنا اور دوسروں کا حصّہ کھا لینا۔

۸۹ : ۲۰ — وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ اس کا عطف بھی جملہ مذکورہ بالا پر ہے حُبًّا۔ مفعول مطلق۔ فعل کی تاکید میں لایا گیا ہے۔ موصوف، جَمًّا اس کی صفت بیحد۔ بہت جی بھر کر۔ مصدر ہے۔ ہر شئے کی کثرت اور زیادتی کے لئے آتا ہے

اور تم دولت سے بیحد محبت کرتے ہو۔

۸۹ : ۲۱ — کَلَّآ اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا: کَلَّا حرف ردع اور زجر ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ مذکورہ حرکتوں سے بازداشت ہے۔

مقاتل نے کہا (یہ نفی ہے یعنی) جو حکم ان کو دیا گیا ہے یہ اس کی تعمیل نہیں کریں گے یا بعد والے کلام کی تحقیق کے لئے ہے۔ یعنی جس وعید عذاب اور ان کے حسرت و افسوس کا بیان بعد والی آیات میں کیا گیا ہے اس سے شک کو دور کرنے کے لئے لفظ کَلَّا استعمال کیا گیا ہے۔

اِذَا۔ ظرف زمان۔ جب۔ دُکَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

دَکٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ دَکٌّ بمعنی ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر برابر کرنا۔ دَکٌّ اصل میں نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔

دَکًّا مصدر منصوب فعل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے دوسری بار دَکًّا مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ:۔

جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

۸۹ : ۲۲ — وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا: واؤ عاطفہ جَآءَ کا عطف دُکَّتْ پر ہے۔ صَفًّا صَفًّا اَلْمَلَکُ سے حال ہے۔ اَلْمَلَکُ میں الف لام جنسی ہے یعنی ملائکہ۔

ترجمہ:۔

اور جب تیرا پروردگار جلوہ افروز ہوگا اور فرشتے قطار اندر قطار حاضر ہوں گے:

صَفًّا یہ اصل میں صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں۔ اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے صَفٌّ بمعنی اسم فاعل صَافٌّ (قطار باندھنے والا) بھی آتا ہے۔ جیسے وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ (۳۷: ۱۶۵) اور ہم جو ہیں سو ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے :

۸۹: ۲۳ — وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ : واؤ عاطفہ، جِایْٓءَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ مَجِیْءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ ج ی ء مادہ۔ جھنم مفعول مالم یسمّ فاعلہٗ۔ فاعل کا قائم مقام ہے۔

یَوْمَئِذٍ۔ اسم ظرف منصوب۔ مضاف۔ اِذْ مضاف الیہ۔ اس دن۔ اس جملہ کا عطف بھی دُكَّتْ پر ہے :

اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا۔

یَوْمَئِذٍ اس دن۔ یہ ماقبل کے یَوْمَئِذٍ سے بدل ہے۔

یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ : یَتَذَكَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اس کے چند ایک تراجم حسب ذیل ہیں :

۱:۔ اس دن انسان سمجھے گا۔ (تفسیر حقانی)

۲:۔ اس دن انسان کو سمجھ آئے گی۔ (ضیاء القرآن)

۳:۔ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ (بیان القرآن)

۴:۔ اس روز انسان کو سمجھ آئے گی (تفہیم القرآن)

۵:۔ ای یتذکر معاصیہ او یتعظ لانہ یعلم قبحھا فیندم علیھا یعنی انسان اپنے گناہوں کو یاد کرے گا یا نصیحت قبول کرے گا: کیونکہ وہ ان گناہوں کی قباحت سے متنبہ ہو جائے گا اور ان پر ندامت محسوس کرے گا :

(بیضاوی)

۶:۔ ای یتعظ الکافر و یتوب : یعنی کافر نصیحت پکڑے گا اور توبہ کرے گا (الخازن)

۷:۔ یتوبُ : توبہ کرے گا۔ (رازی)

مطلب یہ کہ :۔ قیامت کے دن انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا: جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے اور نادم ہوگا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ

انبیاء اللہ نے اسے جو خبر دی تھی وہ برحق تھی اور اس کی اپنی سرکشی اور نافرمانی سراسر گمراہی:
وہ اپنے کئے پر توبہ کرنا چاہے گا لیکن بے فائدہ۔
الانسان سے مراد یہاں وہی کافر انسان ہے جو دنیوی سکھ میں رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ
اور دکھ میں رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ کہا کرتا تھا۔ (آیات ۱۵-۱۶)
وَ اَنّٰی لَہُ الذِّکْرٰی۔ جملہ فاعل یَتَذَکَّرُ سے حال ہے اَنّٰی۔ کیسے، کیونکر
اسم ظرف ہے۔ زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو متٰی (کب) کے
معنی دیتا ہے اور اگر ظرف مکان ہو تو اَیْنَ (کہاں، جہاں) کے معنی دیتا ہے۔ اور اگر
استفہامیہ ہو تو کیف (کیسے، کیونکر) کے معنی دیتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں ہے۔
جملہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی اس بعد از وقت ندامت سے اور توبہ سے
کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ توبہ کی شرط تو ایمان بالغیب ہے قیامت کے ظہور کے بعد تو غیب نہ رہا
سامنے دیکھ کر تو ہر ایک کو ہی ماننا پڑیگا۔
الذِّکْرٰی: ذَکَرَ یَذْکُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے کثرتِ ذکر کے لئے
ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذِکْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند،
موعظت، (اب نصیحت پکڑنے یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ۔
۸۹:۲۴ — یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔ یہ یَتَذَکَّرُ کی تفسیر ہے۔
کافر انسان دنیا میں اپنے کفر اور سرکشی پر قیامت کے روز ندامت اور حسرت محسوس کرتے
ہوئے کیا کہے گا۔
یٰلَیْتَنِیْ ...... لِحَیَاتِیْ مقولہ مفعول ہے یَقُوْلُ کا۔ یعنی وہ یہ کہے گا۔
یَا حرف ندا ہے۔ اے۔
لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ تمنا کے لئے
مستعمل ہے کاش! نِیْ اسم۔ اے کاش! میں......
قَدَّمْتُ۔ ماضی واحد متکلم تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ میں نے آگے بھیجا
میں آگے بھیجتا۔
حَیَاتِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری زندگی۔ میری حیات۔
ترجمہ ہوگا۔
اے کاش! میں اپنی اس زندگی کے لئے (کچھ) آگے بھیجتا۔

لبعض نے لام کو بمعنی فِیْ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔
اے کاش میں اپنی (دنیاوی) زندگی میں اعمال صالحہ کر کے پہلے ہی (اس لازوال زندگی کے لئے) آگے بھیجتا۔

۸۹ : ۲۵ ۔ ۸۹ : ۲۶ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّ لَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ؕ سو اس دن نہ کوئی اس کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح (کسی کو) جکڑے گا۔

یَوْمَئِذٍ : اس روز۔ لَا یُعَذِّبُ اور لَا یُوْثِقُ کا ظرف زمان ہے۔ لَا یُعَذِّبُ مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب۔ اور لَا یُوْثِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔
اِیْثَاقٌ (افعال) مصدر۔ وہ نہیں جکڑتا ہے۔ وہ نہیں جکڑے گا۔
عَذَابَهٗ اور وَثَاقَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
تفسیر الیسیر التفاسیر میں لکھا ہے۔
ای لا یعذب مثل عذاب اللہ احد فی قوتہ وشدتہ ولا یوثق احد مثل وثاق اللہ عزوجلّ۔ یعنی قوت اور شدت میں اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا۔ اور نہ کوئی اللہ عزوجلّ کی جکڑ کی مانند جکڑے گا۔

۸۹ : ۲۷ — یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ : اس جگہ یُقَالُ محذوف ہے، یہ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا ایک فرضی سوال کا جواب ہے۔ سوال پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ کافر کی حالت تو مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گئی۔ مگر مؤمن کی کیا حالت ہو گی؟۔ جواب ہے، کہ اس سے کہا جائیگا یٰۤاَیَّتُهَا .... (تفسیر مظہری)
یاء حرف ندا ہے اَیُّ (مذکر) اَیَّةُ (مؤنث) بمعنی اے۔ بحالت ندا۔ منادیٰ معرف باللام کو حرفِ ندا سے ملاتا ہے۔
ھَا حرف تنبیہ ہے جو اَیُّ اور اَیَّةُ اور ان کے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مذکر صیغہ کی صورت میں اس کی شکل یٰۤاَیُّهَا الرَّجُلُ ہوگی اور مؤنث کی صورت میں یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ (آیت زیر مطالعہ) ہوگی!
نَفْسٌ جی، شخص، (مؤنث آتا ہے) موصوف ہے۔
المطمئنۃ۔ اِطْمِیْنَانٌ (افعیلال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث قطعی سکون پانے والا۔ طمانیت اور اطمینان۔ وہ سکون اور ٹھہراؤ جو مشقت اور کوفت

کے بعد حاصل ہو ایمان کے بعد ایک مرتبہ سکون قلب کا آتا ہے جس کے حصول کے بعد کوئی شبہ اور وسوسہ ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو صوفیا کی اصطلاح کے مطابق اگر عین الیقین کا درجہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

علماء نے اس کے کئی معانی بیان کئے ہیں :۔

۱:۔ اللہ کے رب ہونے کا یقین رکھنے والا۔ (مجاہد)

۲:۔ ایمان اور یقین رکھنے والا۔ (حسن بصری)

۳:۔ اللہ کے حکم پر راضی۔ (عطیہ)

۴:۔ اللہ کے عذاب سے محفوظ۔ (کلبی)

۵:۔ اللہ کی یاد سے سکون پانے والا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے :۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱۳ : ۲۸) اور سُن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ : اے نفسِ مطمئنہ :

۸۹ : ۲۸ — اِرْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ اِرْجِعِیْ فعل امر واحد مؤنث حاضر رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ تو واپس آ۔ (اپنے رب کی طرف۔

رَاضِیَةً : یہ اِرْجِعِیْ کے فاعل سے حال ہے۔ رِضًى سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، راضی۔ خوش۔

مَرْضِیَّةً۔ رِضًى سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث : پسند کی ہوئی۔ راضی کی ہوئی۔ خوش کی ہوئی۔

یعنی تو اللہ کی داد و دہش و عنایات پر خوش ہونیوالی۔ اور اللہ کی طرف سے داد و دہش سے خوش کی ہوئی۔ یہ بھی اِرْجِعِیْ کے فاعل سے حال ہے۔

۸۹ : ۲۹ — فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ : ف سببیہ ہے کیونکہ اطمینانِ نفس اور نفس راضیۃً مرضیۃً ہونا ہی خالص عبدیت کے حصول اور باطل الوہیتِ نفسانی کی رسّی سے گلو خلاصی اور شیطانی وسوسوں سے نجات مل جانے کا سبب ہے۔

اُدْخُلِیْ۔ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ دُخُوْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو داخل ہو جا۔

فِیْ عِبٰدِیْ : میرے بندوں میں۔ (اے نفس مطمئنہ) تو داخل ہو جا میرے بندوں میں

یہ وہی نیک بندے تھے جن میں داخل ہونے کی دُعا حضرت سُلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔عرض کیا تھا: وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ۞ (۲۷: ۱۹) اور حضرت یوسُف علیہ السلام نے بھی اِن ہی کے ساتھ شامل ہونے کے لئے عرض کیا تھا۔ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (۱۲: ۱۰۱)

(تفسیر مظہری)

۸۹: ۳۰ — وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ اور میری جنّت میں داخل ہو جا:

- - - - - - .... - - -

. . . . . - - - - -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۹۰) سورۃ البلد مکیۃ (۳۵)

۹۰: ۱ — لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ : لَا - زائدہ : اُقْسِمُ، مضارع واحد متکلم میں قسم کھاتا ہوں : ھٰذَا - اسم اشارہ واحد مذکر، اَلْبَلَدِ : مشارٌ الیہ مراد شہر مکّہ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

۹۰: ۲ — وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ : واؤ حالیہ ہے اور جملہ ھٰذَا الْبَلَدِ سے حال ہے۔ حِلٌّ۔ حَلَّ یَحِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی حلال ہونا۔ اترنا۔ نازل ہونا جائز ہونا۔ بمعنی کسی جگہ اترنے والا بھی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ مَا زِلْتُ حِلًّا بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ میں اس شہر میں ہمیشہ اترنے والا ہوں۔ (المنجد) یعنی میں اس شہر میں ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ اس سے محلّہ ہے۔ رہنے کی جگہ۔ اترنے کی جگہ۔ فروکش ہونے کی جگہ۔ شہر کا ایک حصہ جہاں رہائش رکھی جاتی ہو۔

یہاں حِلٌّ بمعنی حَالٌّ۔ بمعنی اسم فاعل آیا ہے۔ رہنے والا۔

اَلْحَلُّ کے اصل معنی گرہ کشائی کے ہیں چنانچہ آیت کریمہ ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ (۲۰: ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ اور حَلَلْتُ کے معنی کسی جگہ پر اترنا اور فروکش ہونا بھی آتے ہیں۔ اصل میں یہ حَلُّ الْاَحمال عند النزول سے ہے جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہ کشائی کے ہیں۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے۔ لہٰذا حِلٌّ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں۔ (المفردات)

مولانا فتح محمد جالندھری اپنے ترجمہ کے اخیر میں فوائد کے عنوان کے تحت نمبر ۳۲۹ پر رقمطراز ہیں۔

مفسرین نے حِلٌّ کے معنی حلال بھی کئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ خدا نے اس شہر میں مقاتلہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں فتح مکہ کے دن قتال کرنا

جائز کیا تھا۔ اس بناء پر آیت کا ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔ کہ تم کو اس شہر میں (قتال) حلال ہونے والا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ حِلٌّ کے معنی حَالٌّ یعنی ساکن و نازل لئے جائیں۔ اسی وجہ سے ہم نے ترجمہ کیا ہے "تم اسی شہر میں رہتے ہو۔ اس صورت میں مکہ معظمہ کی دوسری فضیلتوں میں سے ایک یہ فضیلت بھی اس کی قسم کھانے کا موجب ہوگی کہ وہ حضرت خاتم النبیین کا مسکن تھا۔

۹۰ : ۳ — وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ : واؤ عاطفہ ہے۔ وَالِدٍ کا عطف بَلَدِ پر ہے وَالِدٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ یا ہر والد (کوئی ہو)۔

وَالِدٍ وِلَادَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ باپ۔

وَمَا وَلَدَ: واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے مَا کا لفظ تنکیر پر دلالت کر رہا ہے اور تنکیر اظہار عظمت کے لئے ہے مَنْ کی جگہ مَا استعمال تعجب کے لئے ہے جیسے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ (۳ : ۳۶) میں مَنْ کی بجائے مَا کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَلَدَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، وِلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے (جس کا) وہ باپ ہوا۔ مَا وَلَدَ بمعنی اولاد مراد اس سے کل اولاد آدم۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے پیغمبر یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر مظہری)

۹۰ : ۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ۔ یہ جواب قسم ہے لام تاکید کا ہے۔ قَدْ فعل ماضی ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور اس جملہ فعلیہ میں جو کہ قسم کے جواب میں آیا ہو تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ تحقیق ہم نے پیدا کیا۔

الْاِنْسَانَ۔ خَلَقْنَا کا مفعول ہے۔ اس میں الف لام جنس کا ہے (کوئی انسان ہو) یا یہ الؔ عہد کا ہے۔ لیکن یہ اس روایت کے بموجب ہوگا۔ کہ یہ آیت ابو الاشد کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا نام اسید بن کلدہ بن الجمحی تھا۔ بڑا طاقتور تھا۔ عکاظی چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر کہتا تھا کہ جو اس چمڑے سے میرے قدم ہٹا دے گا اس کو اتنا انعام ملے گا۔ لیکن کوئی اس کے قدم کو ہٹا نہ سکتا یہاں تک کہ چمڑا کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا تھا اور قدم اپنی جگہ جما رہتا تھا۔

كَبَدٌ بمعنی فضا، ریت کے تودے کا درمیانی حصہ۔ دن کا وسط۔ مصیبت، مشقت۔ اَلْكَبَدُ بمعنی جگر ہے اور اَلْكَبْدُ بطور كَبَدَ يَكْبِدُ کے مصدر کے جگر پر مار کر زخمی کرنا ہے۔

ترجمہ آیت :۔
تحقیق ہم نے انسان کو تکلیف و مشقت (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے۔
اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کی بنائی ہے کہ جب تک دین کی گھاٹی پر ہو کر نہ گذرے وہ نہ تو رنج و مشقت سے نجات پا سکتا ہے اور نہ ہی اُسے (حقیقی) چین نصیب ہو سکتا ہے۔
جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۸۴:۱۹) تم درجہ بدرجہ (رتبہ اعلیٰ پر) چڑھو گے۔ (المفردات)
بعض علماء کے نزدیک مشقت میں پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کسی نہ کسی مشقت و مصیبت میں گرفتار رہتا ہے خواہ وہ مصیبت اس کی اپنی ذات سے ہو یا دوسروں کے ساتھ معاشی و معاشرتی روابط کے سلسلہ میں پیش آنے والی ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)
۹۰ : ۵ — اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے الانسانُ يَحْسَبُ کا فاعل ہے۔ ضمیر فاعل کس کی طرف راجع ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :۔
۱:۔ یہ کہ اگر الانسان میں الف لام جنسی ہے تو ضمیر فاعل عام انسان کی طرف راجع ہو گی اور مطلب یہ ہو گا کہ باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر بھی اس پر اس کو یہ غرور کہ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ؛ (کہ اس پر کوئی قابو نہ پائے گا)
(تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، ضیاء القرآن)
۲:۔ اگر الف لام عہد کا ہے تو ضمیر کا مرجع وہ کافر ہے جو اپنی قوت و طاقت پر گھمنڈ کر رہا ہے یعنی ابو الاشد اسید بن کلدۃ (الخازن، بیضاوی، الیسر التفاسیر)
۳:۔ بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع الولید بن المغیرہ المخزومی ہے۔ (تفسیر الخازن)
يَحْسَبُ مضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (سمع) مصدر سے جس کا معنی ہے خیال کرنا۔
اَنْ مخففہ اصل میں اَنَّ تھا۔
لَنْ يَّقْدِرَ مضارع منفی تاکید بلَنْ۔ قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ عَلَيْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے اَحَدٌ

یَقْدِرَ کی ضمیر فاعل کا مرجع ہے۔ بمعنی کوئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

یا اَحَدٌ سے مراد اللہ ہے کہ جس نے ابوالاشد کو اتنی عظیم الشان طاقت وقوت عطا فرمائی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ خدا بھی اس سے انتقام لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ مفعول ہے یَحْسَبُ کا۔

۹۰: ۶ — یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا۔ اَھْلَکْتُ ماضی واحد متکلم۔ میں نے ہلاک کردیا۔ میں نے اڑا دیا۔ میں نے بہا دیا۔

مَالًا لُّبَدًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول اَھْلَکْتُ کا۔

لُبَدًا۔ مال کثیر۔ لُبَدً اور لَا بِدٌ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اصل میں لِبْدٌ اور لِبْدَۃٌ اور لُبْدَۃٌ کا معنی ہے نمدا۔ اور گوند یا پانی وغیرہ سے چپکایا ہوا اون یا نمدہ ہو۔ یا چپکایا ہوا اون سب میں تہ برتہ جمائی جاتی ہے۔ توسیع استعمال کے بعد لُبَدٌ (لُبْدَۃٌ کی جمع جیسے غُرَفٌ غُرْفَۃٌ کی جمع ہے) کثیر مال کو کہنے لگے۔ اتنا کثیر کہ تہ برتہ چڑھ جائے۔

لِبَدًا۔ لَبُوْدٌ اور لَبَدٌ (باب نصر، سمع) ایک جگہ جم کر بیٹھ گیا۔

لِبَدٌ جمع لِبْدَۃٌ واحد۔ ٹھٹ کے ٹھٹ۔ ہجوم، بھیڑ، جماعت در جماعت (لغات القرآن)

لُبَدٌ بہت مال۔ لَبُوْدٌ سے صفت مشبہ۔ جس کے معنی چمٹنا۔ اور بعض اجزاء کا بعض سے چپکنا ہیں۔ (قاموس القرآن)

فَائِدَہ:۔ یہ نہیں کہا اَنْفَقْتُ مَالًا لُّبَدًا: (میں نے ڈھیر سا مال خرچ کردیا) بلکہ کہا اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا۔ (میں نے ڈھیر سا مال ہلاک کردیا۔ یعنی اڑا دیا۔ لٹا دیا۔ گویا کہنے والے کو اپنی مال و دولت پر کتنا فخر تھا۔ جو زر کثیر اس نے اپنی نشو و نمود اور اپنی حفاظت میں بے فائدہ گنوائی۔ اس کی مجموعی دولت کے مقابلہ میں اسے ہیچ معلوم دیتی تھی۔

یَقُوْلُ کی ضمیر فاعل یا تو الانسان کے لئے ہے یا کافر ابوالاشد

کے لئے۔ جملہ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا مفعول ہے یَقُوْلُ کا۔

۹۰: ۷ — اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ: (کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً اسے مال خرچ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ضرور اس سے بازپرس کرے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا)۔

لَمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ یہ جملہ مفعول ہے یَحْسَبُ کا۔

لَمْ يَرَ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب یا کافر ابوالاشد کے لئے ہے یا عام انسان کے لئے۔

۹۰: ۸ } اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ۔ (کیا ہم نے نہیں بنائیں اس
۹۰: ۹ } کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان دو ہونٹ)۔ لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب یَرَهٗ کی طرح یا عام انسان کی طرف راجع ہے یا ابو الاشد کی طرف۔

اَلَمْ نَجْعَلْ استفہام تقریری ہے۔ یعنی ہم نے بنائی ہیں (اس کے لئے)

عَيْنَيْنِ مفعول لہٗ متعلق نَجْعَلْ:

لِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ دونوں کا عطف علینین پر ہے۔

آنکھیں انسان کے لئے خارج کے محسوسات و مدرکات کے باب میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور زبان اور ہونٹ مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں شاید اسی لئے یہی تین نعمتیں نام کی صراحت کے ساتھ یہاں بیان ہوئیں۔ (تفسیر ماجدی)

ان نعمتوں کے فائدے یوں بیان کئے گئے ہیں:۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر تیری زبان ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے تو میں نے اس کے خلاف تیری مدد کے لئے دو ڈھکن تجھے دیئے ہیں تو اس کو ڈھکن میں بند کر دے (اور ناجائز بات زبان سے نہ نکال) اور اگر تیری نگاہ ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے: تو تیری مدد کے لئے میں نے دو غلاف تجھے دیدیئے ہیں۔ تو ان غلافوں میں اس کو بند رکھ، اور اگر تیری شرمگاہ ناجائز امور کی طرف تجھے کھینچے تو میں نے تیری امداد کے لئے دو پردے دیدیئے ہیں ان پردوں میں اس کو بند رکھ — (تفسیر مظہری)

۹۰: ۱۰ — وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ۔ واؤ عاطفہ، هَدَيْنَا ماضی جمع متکلم هِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ النَّجْدَيْنِ مفعول ثانی هَدَيْنَا

کا۔ اور ہم نے اسے (حق و باطل کے) دونوں راستے دکھا دیئے۔
النَّجْدَيْنِ۔ اسم تثنیہ منصوب۔ دو روشن راستے۔ یعنی نیکی اور بدی کے راستے
النجد۔ کے لغوی معنی بلند اور سخت جگہ کے ہیں۔

۹۰: ۱۱ —— فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔ اقْتَحَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اقتحام (افتعال) مصدر۔ بمعنی گھس پڑنا۔ بغیر دیکھے بھالے اپنے آپ کو کسی شے میں جھونک دینا۔
عَقَبَۃ۔ پہاڑ میں چڑھائی کا جو دشوار گذار راستہ ہوتا ہے اس کو عقبۃ کہتے ہیں اس کی جمع عُقَبٌ و عِقَابٌ ہے۔ العقبۃ مفعول ہے اقتحم کا۔

تفسیر مظہری میں اس آیت کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔
فَلَا میں لَا بعض کے نزدیک اپنے اصل معنی (نفی) میں نہیں بلکہ ھَلَّا کے معنی میں آیا ہے کیونکہ جب تک تکرار نہ ہو لَا ماضی پر نہیں آتا۔

اس وقت مطلب اس طرح ہوگا۔
کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس نے مال خرچ کیوں نہیں کیا۔ کہ اس کے ذریعہ سے گھاٹی کو عبور کر لیتا۔ (زندگی کی یا جنت کی یا طاعت کی گھاٹی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں صرف کرنے سے طاعتِ رسول میں صرف کرنا اس کے لئے بہتر ہوتا۔
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لَا اپنے معنی پر ہے لَا کا مدخول اگرچہ لفظاً مکرر نہیں مگر معنوی تعدد ضرور ہے۔ کیونکہ عقبۃ کے مرادی معنی میں تعدد ہے۔ (عقبۃ سے مراد ہے (۱) فَكُّ رَقَبَةٍ (۲) اور اِطْعَامُ مِسْكِيْنٍ (۳) اور مومن ہونا)
اصل کلام اس طرح تھا۔
فَلَا فَكَّ رَقَبَةٍ وَلَا اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا وَلَا كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ نہ اس نے کسی بردہ کی گلو خلاصی کی نہ مسکین کو کھانا دیا۔ اور نہ مومنوں میں سے ہوا۔
اول الذکر تقدیر پر اس جملہ کا عطف اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا پر ہوگا۔ اور مؤخر الذکر تفسیر پر جواب قسم پر عطف ہوگا۔
مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انسان کو اوامر و نواہی کے دکھ میں پیدا کیا مگر وہ تعمیل احکام کی گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا۔
یا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا ..... الخ کے مضمون پر عطف ہوگا۔
مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ دیئے اور

دور استے بھی اس کو بتا دیئے مگر وہ طاعت کی راہ میں داخل ہی نہیں ہوا۔ کہ ان نعمتوں کا صرف ان کے مصرف میں ہو جاتا۔ اور منعم کے انعام کا کچھ شکر ہو جاتا

عقبۃ اصل میں پہاڑی راستہ کو کہتے ہیں۔ **اقتحام**۔ گھسنا یہاں مراد ہے۔ اوامر ونواہی کی پابندی کی مشقت برداشت کرنا اور ادار واجب سے عہدہ برآ ہونا۔ کیونکہ گنہگار پر گناہ کرنے کا بار اور ادار واجبات کی ذمہ داری پہاڑی گھاٹی کے مشابہ ہے اور فرائض مذکورہ کو ادا کر دینا گھاٹی کو عبور کر لینے سے مشابہت رکھتا ہے۔

ابن زید نے کہا:۔

"اللہ فرماتا ہے: پھر کیوں راہِ نجات پر نہیں چلتا۔ (راہِ نجات کونسی ہے) آئندہ خود ہی اس کو بیان فرما دیا"

۹۰: ۱۲ — **وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ**: **مَا** استفہامیہ۔ کیا چیز۔ کون۔

اَدْرٰىكَ۔ اَدْرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے بمعنی خبردار کرنا۔ بتانا۔ واقف کرنا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، کون تجھے بتائے۔ کیا چیز تمہیں خبردار کرے:

مطلب یہ کہ تجھے کیا خبر، تجھے کیا معلوم۔

مَا العقبۃ۔ **مَا** استفہامیہ: کیا۔ (العقبۃ) کیا ہے، تم کیا جانو کہ گھاٹی کیا ہے؟

۹۰: ۱۳ — **فَكُّ رَقَبَةٍ**۔ ای ھی فک رقبۃ۔ **فَكٌّ** (باب نصر) سے مصدر ہے بمعنی چھڑا دینا۔ آزاد کرنا۔ مضاف۔ **رَقَبَةٍ** مضاف الیہ۔ کسی گردن کا آزاد کرنا۔ غلام کو آزاد کرنا۔ یا قیمت دے کر آزاد کرانا۔

رَقَبَةٍ۔ گردن۔ غلام۔ باندی۔ اس کے اصل معنی گردن کے ہیں پھر اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔ پھر عرفِ عام میں غلام کا نام پڑ گیا۔ جیسا کہ رأس اور ظھر بول کر مرکوب (جس پر سواری کی جائے) اور سواری مراد لی جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ **عقبہ** غلام آزاد کرانے کو کہتے ہیں۔ غلام آزاد کرنا۔ یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا۔ عقبہ کی تفسیر ہیں۔

۹۰: ۱۴ — **اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ**۔ **اَوْ** حرفِ عطف ہے **اِطْعَامٌ** کا عطف **فَكٌّ** پر ہے۔ ای **اَوْ هِيَ اِطْعٰمٌ**۔۔۔۔ الخ اطعام (باب افعال) سے مصدر بمعنی کھانا کھلانا۔

فِیْ حرف جر۔ یَوْمٍ مجرور، موصوف۔ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت یَوْم کی۔

مَسْغَبَۃٍ مصدر میمی۔ بھوک، کھانے کی خواہش۔ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ۔ بھوک والے دن میں۔ بھوک کے ہونے کی نسبت یَوْم کی طرف حقیقی نہیں (دن بھوکا نہیں ہوتا) مجازی ہے۔

۹۰: ۱۵ — یَتِیْمًا: مفعول اِطْعٰمٌ کا۔ موصوف، ذَا مَقْرَبَۃٍ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت یتیمًا کی۔

مَقْرَبَۃٍ (مصدر میمی) قرابت داری۔ قرابت۔ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ قرابت دار یتیم کو،

۹۰: ۱٦ — اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ۔ اَوْ۔ حرف عطف۔ (اس کا عطف یتیمًا پر ہے) مفلس، نادار۔ موصوف۔ ذَا مَتْرَبَۃٍ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت مِسْکِیْنًا کی مَتْرَبَۃٍ۔ اسم، سخت ناداری۔ ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے۔ اٹھنے کی سکت نہ چھوڑے۔

آیات ۱۲ تا ۱٦ کا ترجمہ یوں ہوگا۔

اور آپ کو کیا معلوم کہ عقبہ کیا ہے۔ وہ کسی غلام کو آزاد کرانا ہے یا بھوک کے (قحط سالی) میں کسی قرابت دار یتیم کو یا سخت نادار (خاک نشین) مسکین کو کھانا کھلانا ہے

۹۰: ۱۷ — ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ۔

صاحب تفسیر حقانی تحریر کرتے ہیں:۔

ثُمَّ اس مقام پر تراخی ذکر کے لئے ہے۔ یعنی ان سب باتوں کا ذکر کرنے کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اُسے ایمان دار بھی ہونا چاہیئے۔

بعض علماء کے نزدیک ثُمَّ اس جگہ تاخیر وقوع کے لئے ہے۔ یعنی کفار کے اعمالِ خیر توقف میں رہتے ہیں۔ اگر اخیر میں ایمان لے آیا تو یہ اعمال مقبول ہو جاتے ہیں ورنہ مردود۔

چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے حالتِ کفر میں بہت سے نیک کام کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان نے ان سب کو

نیک اور مقبول بنادیا۔

اولیٰ یہی ہے کہ ثُمَّ تراخی ذکر کے لئے ہے۔

ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا ترجمہ ہوگا۔

پھر وہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے۔ (یعنی بغیر ایمان کے کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی، ایمان جڑ ہے، ایمان ہی بنیاد ہے۔ اعمال صالحہ اس پر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہیں رہ سکتی۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اس کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے۔ تَوَاصَوْا ماضی جمع مذکر غائب ہے انہوں نے باہم وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔ تَوَاصِیْ (تفاعل) مصدر ہے وہ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ مَرْحَمَۃٌ رَحِمَ یَرْحَمُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔ مہربانی کرنا۔ رحم کرنا۔ ترس کھانا۔ وہ ایک دوسرے کو رحم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

۹۰:۱۸ — اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ لوگ، وہی لوگ، یعنی اوپر مذکورہ صفات والے۔ مبتدا۔ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ المیمنۃ سیدھا ہاتھ۔ دائیں سمت۔ یعنی دائیں سمت والے۔ بابرکت، باسعادت

ترجمہ:۔

وہی لوگ باسعادت اور خوش نصیب ہیں۔

۹۰:۱۹ — وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ۔ واؤ عاطفہ، الذین اسم موصول جمع مذکر۔ کَفَرُوْا جمع مذکر غائب۔ کُفْرٌ (باب نصر) مصدر۔ صلہ۔ بِاٰیٰتِنَا متعلق کَفَرُوْا۔ اسم موصول معہ اپنے صلہ کے مبتدا۔

اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تخصیص کے لئے لائی گئی ہے۔

اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے انکار کیا۔ وہی منحوس (بدبخت) ہیں۔

مَشْئَمَۃٌ: (ش ء م، حروف مادہ) بائیں طرف (جلالین)

اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَۃِ۔ بائیں طرف والے۔

۹۰ : ۲۰ — عَلَيۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ۔ یہ صفت ہے نَارٌ کی، اسم مفعول واحد مؤنث اِیۡصَادٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر سے ۔ بند کی ہوئی ۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں ۔

مُؤۡصَدَۃٌ۔ قرأ الجمهور بالواو وقرئ بالهمزة والمعنی واحد والمراد علیہم نارٌ ابوابها مغلقة۔ لا تفتح ابداً ۔

(جمہور نے اسے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے ہمزہ کے ساتھ بھی اسے پڑھا گیا ہے معنی ہر دو صورت میں ایک ہی ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ وہ آگ کے اندر ہوں گے جس کے دروازے بند ہوں گے اور ابد تک نہیں کھولے جائیں گے ۔

صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں ۔

جب دروازے کو بالکل بند کر دیا جائے تو اہل عرب کہتے ہیں اوصدت الباب ای اغلقته ۔ یعنی ان کو آگ میں پھینک دیا جائے گا ۔ اور دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

(۹۱) سورۃ الشمس مکیّۃ (۱۵)

۹۱: ۱ — وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا ۔ واؤ قسمیہ، الشمس مقسم بہ۔ قسم ہے آفتاب کی۔ واؤ قسمیہ ضُحٰهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مقسم بہ۔

ضُحٰی کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ طلوع کے وقت آفتاب کی روشنی (مجاہد، کلبی)

۲۔ ضُحٰی سے مراد پورا دن ہے۔ (قتادہ)

۳۔ ضُحٰی سے سورج کی گرمی مراد ہے۔ (مقاتل)

۴۔ قاموس میں ہے ضَحِيَّةٌ بروزن عَشِيَّةٌ دن چڑھ جانا۔ ضحیٰ بغیر مدہ کے اور ضحاءٌ مدہ کے ساتھ قریب دوپہر۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کی طرف راجع ہے۔

قسم ہے آفتاب کی اور اس کی روشنی کی۔

۹۱: ۲ — وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔ واؤ قسمیہ اِذَا ظرف زمان۔ جب۔

تَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ ت ل و مادّہ) بمعنی پیچھے پیچھے چلنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشمس ہے۔

ترجمہ:۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے (یعنی سورج کے) پیچھے پیچھے چلے۔

(ایسی صورت ہر مہینے کے نصف اول میں ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

اصل میں تَلٰی کا استعمال کسی چیز کی متابعت اور پیروی کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور پیروی کبھی جسم کے ذریعے پیچھے پیچھے چل کر ہوتی ہے اور کسی حکم کی اقتداء کرنے سے۔ اس صورت میں اس کے مصدر تُلُوٌّ اور تُلُوٌّ آتے ہیں اور کبھی پیروی پڑھنے اور معنی میں غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے تِلَاوَةٌ کا مصدر استعمال ہوتا ہے۔ آیت شریفہ زیر مطالعہ میں اتباع بر سبیل اقتداء و مرتبہ میں پیچھے ہونا مراد ہے کیونکہ چاند کی روشنی

آفتاب سے لی ہوئی ہے اور وہ آفتاب کا بمنزلہ خلیفہ ہے۔ (لغات القرآن)

۹۱:۳ — وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ واؤ قسمیہ ہے اِذَا ظرفِ زمان ہے۔ جَلّٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل النہار کی طرف راجع ہے۔ جَلّٰى تجلیۃ (باب تفعیل) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ہیں روشن کرنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کے لئے ہے قسم ہے دن کی جب کہ وہ (آفتاب کو) روشن (یعنی نمایاں) کرے۔

۹۱:۴ — وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ واؤ قسمیہ اِذَا ظرف زمان۔ يَغْشٰى مضارع واحد مذکر غائب غَشْيٌ (باب سمع) مصدر سے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشمس ہے۔ قسم ہے رات کی جب وہ آفتاب کو چھپا لے۔ اس پر پردہ ڈال دے۔ ڈھانک دے اس کو۔

۹۱:۵ — وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ واؤ قسمیہ ہے۔ واؤ دوم میں اختلاف ہے کہ قسمیہ ہے یا عاطفہ ہے۔ مَا کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ مَا مصدریہ ہے۔

۲۔ ما موصولہ بمعنی مَنْ ہے۔

بَنٰى ماضی واحد مذکر غائب ہے بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے ہے۔ اس نے بنایا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّمَآء ہے اس نے آسمان کو بنایا۔

ترجمہ (بصورت ما مصدریہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (اس آسمان) کی بناوٹ کی۔ (آسمان کی بناوٹ جو قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے)

ترجمہ: (بصورت موصولہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (قسم ہے) اس (آسمان) کے بنانے والے کی۔

۹۱:۶ — وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ واؤ قسمیہ، واؤ ثانی قسمیہ یا عاطفہ۔ مَا مصدریہ یا موصولہ طَحٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ طَحْیٌ و طَحْوٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پھیلانا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

اللیث نے کہا ہے کہ طَحْوٌ۔ دَحْوٌ کے ہم معنی ہے جس کے معنی بَسْطٌ یعنی پھیلانے کے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض ہے۔

ترجمہ: (بصورت مَا مصدریہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی فراخی اور کشائش کی۔ (یعنی کیا ہی اس میں وسعت اور کشائش رکھی ہے)

ترجمہ: (بصورت مَا موصولہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اس کو وسعت بخشی

فراخ وکشادہ بنایا۔

۹۱: ۷ ــ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا - واؤ قسمیہ۔ نَفْسٍ (نفس انسانی) انسانی جان واؤ ثانی عاطفہ یا قسمیہ ہے۔ مَا مصدریہ یا موصولہ ہے۔ سَوّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی کسی چیز کو بلندی یا پستی میں برابر بنانا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٌ ہے۔

ترجمہ (بصورت مَا مصدریہ کے) اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی آراستگی کی۔

.. بصورت مَا موصولہ کے) اور قسم ہے انسانی جان کی اور اس کی کہ جس نے اس کو آراستہ کیا۔

فائدہ: علامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:۔

(آیات ۵-۶-۷ میں) اول دوسرا۔ تیسرا واؤ باتفاقِ علماء واؤ قسمیہ ہے اور اس کے بعد والے واؤ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ بھی قسم کے لئے ہے بہرحال پہلے تینوں واؤ عطف کے لئے نہیں ہیں۔

۹۱: ۸ ــ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: فَ عاطفہ بمعنی پھر۔ اَلْهَمَ کا عطف سَوّٰى پر ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔ فُجُوْرَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر اَلْهَمَ کا مفعول۔ اسی طرح تَقْوٰىهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے اَلْهَمَ کا۔

اَلْهَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِلْهَام (افعال) مصدر سے جس کے معنی کسی چیز کو دل میں ڈال دینے کے ہیں۔

اِلْهَامٌ لَهْمٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نگلنے کے ہیں چونکہ الہام میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات ڈال دی جاتی ہے اس لئے اس کا نام الہام ہوا۔ اَلْهَمَ کا فاعل محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔

فُجُوْر۔ مصدر ہے فَجَرَ يَفْجُرُ (باب نصر) سے۔ فجور کا لغوی معنی ہے سوار کا زین سے ایک طرف کو جھک جانا۔ جھوٹ بولنا۔ کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ نافرمانی کرنا۔ مرادی معنی ہیں دین کا پردہ پھاڑنا۔ علی الاعلان گناہ کرنا۔ فَجَرَ عَنِ الْحَقِّ۔ حق سے روگردانی کرنا۔

آیت ہذا میں بدکاری اور شریعت کی نافرمانی مراد ہے۔

هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔

تَقْوٰىهَا مضاف مضاف الیہ۔ تَقْوٰی۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے اسم ہے۔ معنی پرہیز گاری۔ بچنا۔ لغت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے موسوم کرتے ہیں

عرفِ شرع میں "تقویٰ"، نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ بات ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ جب بعض مباحات کو بھی ترک کیا جائے۔

چنانچہ مروی ہے:۔

الحلال بیّن و الحرام بیّن و من وقع حول الحمٰی فحقیق ان یقع فیہ: (حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرائے گا تو (اس کے حال کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ہے) درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے)

ھا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر اس کی نافرمانی کو اور اس کی پارسائی کو اس کے دل میں ڈال دیا۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے خیر و شر اور اطاعت و معصیت کا راستہ کھول دیا تاکہ خیر و طاعت کو اختیار کرے اور شر و معصیت سے پرہیز کرے۔

۹۱: ۹ — قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا- جمہور کے نزدیک یہ اور اگلا جملہ جواب قسم ہے۔ اور جواب قسم کا لام مقدرہ ہے۔

تقدیرِ کلام یوں ہے:۔ لَقَدْ اَفْلَحَ...... الخ- یا زجاج کے مطابق طولِ کلام لام کا عوض ہوا۔ (تفسیر مدارک التنزیل)

بعض علماء کا قول ہے کہ:۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا کے بعد یہ اور اس کے بعد آنے والا جملہ معترضہ ہے اور دونوں فریق (کافر و مومن) کے فرق کو واضح کرنے کے لئے اس کو ذکر کیا گیا۔ اور قسم کا جواب محذوف ہے۔ جس پر آیت كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تباہ کر دیا۔ پس تکذیبِ ثمود کی طرح جب کفار مکہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں

تو ان کو بھی خدا تعالیٰ تباہ کر دے گا: (تفسیر مظہری)

قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ: تحقیق وہ فلاح پا گیا۔ بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوا۔

زَكّٰهَا۔ زَكّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَزْكِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے سنوارا۔ اس نے پاک کیا۔

زَكّٰى کا فاعل کون ہے؟

اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱:۔ اس کا فاعل مَنْ ہے۔ اس صورت میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔ ترجمہ ہوگا۔

بے شک وہ شخص کامیاب ہوا جس نے (اپنے) نفس کو (گناہوں سے) پاک کر لیا۔

(یہ ترجمہ تفسیر حقانی، تفسیر ضیاء القرآن، مولانا فتح محمد جالندھری، الیسر التفاسیر نے اختیار کیا ہے)

۲:۔ زَكّٰى کا فاعل اللہ ہے اور علامہ پانی پتی نے یہی اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔ کامیاب ہوا وہ شخص جس کے نفس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ زکّٰى کا فاعل اللہ ہے اور ھا ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے (مگر مَنْ مذکر ہے اور ھا ضمیر مؤنث ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ سے واقع میں نفس ہی مراد ہے اور نفس مؤنث ہے)

تفسیر الخازن میں ہے:۔

ای فازت و سعدت نفس زَكّٰهَا اللہ ای اصلحها اللہ و طهرها من الذنوب ووفقها للطاعۃ۔ کامیاب رہی اور نیک بخت ہوئی وہ جان جس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ یعنی اللہ نے اس کی اس کی اصلاح کی اس کو گناہوں سے پاک رکھا اور طاعت کی توفیق بخشی۔

اور تفسیر مدارک التنزیل ہے:۔

ای طهرها اللہ و اصلحها اللہ نے اس کو پاک کر رکھا اور اس کی اصلاح کی۔

۹۱: ۱۰ ۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ خَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔

دَسّٰهَا ۔ دَسّٰى۔ تَدْسِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اس نے خاک میں ملادیا۔ اس نے چھپا دیا۔

دَسّٰهَا۔ دَسَّ اصل میں دَسَّسَ تھا۔ آخری سَ کو الف سے بدل دیا۔ اور تد سیس کے معنی ہیں اخفاء بمعنی چھپانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ: (۱۶: ۵۹) یا اس کو مٹی میں چھپا دے۔ آیت میں ہلاک کرنا مراد ہے کیونکہ ہلاک کرنا چھپانے کو مستلزم ہے،

نیز ملاحظ ہو آیت ۹ مذکورہ بالا۔

۹۱: ۱۱ — كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا۔ ثمود سے مراد قوم ثمود ہے۔ اسی بنا پر كذبت صیغہ واحد مؤنث لایا گیا ہے۔ بَ سببیہ ہے طَغْوٰىهَا مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرکشی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قومِ ثمود کے لئے ہے۔

طَغْوٰی۔ طُغْیَانٌ (باب نصر) مصدر سے اسم ہے جیسے دُعَاءٌ سے دَعْوٰی ہے۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ كَذَّبَتْ کا مفعول محذوف ہے (یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت اور ہدایت)

یعنی قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب حضرت صالح اور ان کی نبوت و ہدایت کی تکذیب کی۔

۹۱: ۱۲ — اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا۔ اِذْ ظرف زمان ہے كذبت کا یا طغوىٰ کا اِنْبَعَثَ بَعَثَ کی انفعالی حالت کو ظاہر کرنے کے لئے باب انفعال سے لایا گیا ہے۔ کسی فعل کو رضامندی اور فرمانبرداری سے کرنا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ انبعاثٌ (انفعال) مصدر سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اَشْقٰهَا۔ اَشْقٰی افعل التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بدبخت۔ شِقَاوَةٌ سے جس کے معنی بدبختی کے ہیں۔ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ کا مرجع قوم ثمود ہے۔ اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت

۹۱: ۱۳ — نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔ فعل محذوف ہے ای فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذَرُوْا اَوِ احْذَرُوْا نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا خدا کے رسول نے ان سے (قوم ثمود سے) کہا۔ خدا کی اونٹنی کو اور اس کے پانی پینے کو نہ چھیڑو۔ یعنی نہ تو اس کو کسی قسم کی جسمانی گزند پہنچاؤ اور نہ اس کی پانی پینے کی باری کو چھیڑو۔

سُقْیَا۔ سَقْیٌ سے اسم ہے۔ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ اس کا پانی پینا۔ اس کو پانی پلانا۔ اس کے پانی پینے کا انتظام یا طریقہ کار۔

۹۱:۱۴ — فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْھَا. فَ۔ تعقیب کا ہے۔ پس۔ سو، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع حضرت صالح علیہ السلام ہیں۔ عَقَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب عَقْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ عَقْرٌ بمعنی کونچیں کاٹنا۔ کونچیں کہتے ہیں پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کونچیں کاٹتے تاکہ بھاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نحر کرتے (یعنی حلال کرتے) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع ناقۃ (اونٹنی) ہے۔

۹۱:۱۵ — فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ بِذَنْۢبِھِمْ. فَ تعقیب کا ہے دَمْدَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب دَمْدَمَۃٌ (فَعْلَلَۃٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ غلبہ ہونا۔ اس نے الٹ مارا۔ اس نے تباہی لا ڈالی۔ اس نے ہلاکت لا ڈالی

عَلَیْھِمْ میں ضمیر مفعول ھِمْ جمع مذکر غائب کا مرجع ثمود کے لوگ ہیں۔

بِذَنْۢبِھِمْ، بَ سببیہ ہے۔ ذَنْۢبِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا گناہ۔

ترجمہ۔

پھر تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب ان کو ہلاک کر ڈالا۔

فَسَوّٰھَا۔ فَ تعقیب کا۔ سَوّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ اس نے برابر کر دیا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (مفعول) کا مرجع قوم ثمود ہے۔

مطلب یہ کہ" پھر اس نے سب کی تباہی ایک سی کر دی۔ ہلاکت عام کر دی چھوٹا بڑا کوئی نہ بچا۔ (سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے وہ پیروکار جو ان پر ایمان لے آئے تھے۔

۹۱:۱۵ — وَلَا یَخَافُ عُقْبٰھَا، عُقْبٰی۔ انجام، بدلہ، عاقبت۔ مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کفار کو سزا دینے کا فعل ہے۔ مضاف الیہ

جملہ حالیہ ہے۔ ای فعل ذٰلک وھو لا یخاف عُقْبٰھا۔ اس نے یہ کیا دراں حالیکہ اسے اس کے انجام کا کوئی ڈر نہ تھا۔

لَا یَخَافُ میں فاعل کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ لَا یَخَافُ کی ضمیرِ فاعل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ کو اِس تباہی یا قوم ثمود کی بربادی کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔

۲۔ ضحاک، سدی، کلبی نے کہا کہ لَا یَخاف کی ضمیر فاعل اَشْقٰی کی طرف راجع ہے اور کلام میں کچھ تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ اِذَا انْبَعَثَ اَشْقٰهَا وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا - یعنی سب سے بڑا بدبخت اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے فوری تیار ہو گیا اور اس کے نتیجہ کی طرف سے اس کو کچھ بھی خوف نہ آیا۔

۳۔ لَا یَخاف کی ضمیر حضرت صالح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ کافروں کے ساتھ تم ہلاک نہیں ہوگے۔

لیکن اول معنی زیادہ بہتر اور مناسب ہیں کہ ضمیر اللہ سبحانہٗ کی طرف راجع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۹۲) سُوۡرَۃُ الَّیۡلِ مَکِّیَّۃٌ (۲۱)

۹۲ : ۱ — وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰی جملہ قسمیہ ہے۔ اِذَا ۔ ظرف زمان ۔ بمعنی جب ۔
یَغۡشٰی مضارع واحد مذکر غائب ۔ مفعول یَغۡشٰی محذوف ہے ۔
اس کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

۱ :۔ یَغۡشٰی کا مفعول الشمس ہے ۔ جیسا کہ وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰھَا (۹۱ : ۳) میں آیا ہے :
قسم ہے رات کی جب سورج کو ڈھانپ لے ۔

۲ :۔ یا النَّھَارَ اس کا مفعول ہے ۔ جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّھَارَ
رات سورج کو ڈھانپ لے ۔ (۷ : ۵۴)

۳ :۔ یا اس کا مفعول ہے ہر وہ چیز جو رات کے اندھیرے میں چھپائی جاتی ہے جیسے آیت
زیر مطالعہ ۔ قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے (ترجمہ تفسیر ضیاء القرآن)

۹۲ : ۲ — وَالنَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۔ اَلنَّھَارَ کا عطف اَلَّیۡلِ پر ہے ۔
تَجَلّٰی ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَجَلِّیٌ (تفعّل) مصدر سے ۔ وہ روشن ہوا
ترجمہ :۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے ۔

۹۲ : ۳ — وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔
واؤ قسمیہ ہے ۔ مَا کی آیات (۹۱ : ۵-۶-۷) کی دو صورتیں ہیں ۔
۱ :۔ مَا مصدریہ ہے ۔
۲ :۔ یا موصولہ ہے ۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا :۔ قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی
اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا :۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی (یعنی اپنی)
کہ جس نے نر و مادہ پیدا کئے ۔

۹۲ : ۴ — اِنَّ سَعۡیَکُمۡ لَشَتّٰی ۔ جواب قسم ہے ۔ اِنَّ حرف تحقیق ۔ بے شک :

تحقیق، حرف مشبہ بالفعل۔ سَعْیَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری کوشش۔ اسم اِنَّ
لَشَتّٰی اس کی خبر۔ لام تاکید کا۔ شَتّٰی۔ طرح طرح۔ جُدا۔ جدا۔ متفرق، مختلف، پراگندہ
بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِیْتٌ کی جمع بیان کیا ہے
جیسے مَرِیْضٌ کی جمع مَرْضٰی۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ بے شک تمہارے اعمال، تمہاری کوششیں مختلف ہیں
کوئی دوزخ سے گلوخلاصی اور مراتبِ جنت و مدارجِ قرب کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔
اور کوئی اپنے نفس کو ہلاک کرنے کی۔

۹۲: ۵ — فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی: (یہ اختلاف سعی کی صورتیں بیان ہو رہی ہیں)

جملہ شرطیہ ہے۔ اَمَّا حرفِ شرط۔ بمعنی سو۔ پھر۔ مَنْ شرطیہ جس نے
اَعْطٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔
اس نے عطا کیا۔

واؤ عاطفہ، اِتَّقٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر
وہ ڈرا۔ اس نے پرہیز کیا۔ اور اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

اتقٰی کا عطف اَعْطٰی پر ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا۔ اور پرہیزگاری اختیار کی

۹۲: ۶ — وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی۔ واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف فَاَمَّا مَنْ
اَعْطٰی پر ہے۔ صَدَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر
اس نے سچ مانا۔ اس نے تصدیق کی۔ وہ یقین لایا۔

اَلْحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے بروزن فُعْلٰی افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے
اچھی۔ عمدہ بات۔ یعنی کلمۂ توحید۔ اور اس نے نیک بات (کلمۂ توحید) کو سچ جانا۔

۹۲: ۷ — فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے۔
س بمعنی سَوْفَ۔ عنقریب۔ نُیَسِّرُ مضارع جمع متکلم تَیْسِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔
ہم آسان کر دیتے ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ ہے یُسْرٰی اسم تفضیل کا
صیغہ واحد مؤنث معرف باللام۔ اَیْسَرُ واحد مذکر یُسْرٌ مصدر۔ آسان طریقہ، یعنی
وہ عمل جو رضائے الٰہی کا موجب ہو۔ تو ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیں گے۔ اس کو

توفیق دیں گے یُسریٰ کی۔ یعنی ایسے خصائل کی جو اس کو یُسر اور راحت تک پہنچا دیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے عمل کی توفیق دیں گے جو اللہ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہو گا۔

یہ لفظ لیسّر الفرس کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ لیسر الفرس کا معنی ہے اس نے گھوڑے کو زین اور لگام دی۔

۹۲ : ۸ ــــ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى۔ جملہ عاطفہ اور شرطیہ ہے ف عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔ بَخِلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بُخْلٌ (باب سمع) مصدر۔ اس نے بخل کیا۔ اس نے کنجوسی کی،

واوَ عاطفہ اِسْتَغْنٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر اس نے بے پروائی کی۔ اس کا عطف بَخِلَ پر ہے۔ اور جس نے کنجوسی کی اور (آخرت کی) پرواہ نہ کی۔

۹۲ : ۹ ــــ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اس نے سچ بات کو جھٹلایا۔ کذّب تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۹۲ : ۱۰ ــــ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔ ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ۹۲ : ۷۔ مذکورہ بالا)

لِلْعُسْرٰى۔ عُسْرٰى، سختی، دشواری۔ سخت چیز، مشکل کام، عُسْرٌ سے بروزن فُعْلٰى افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَعْسَرُ صیغہ واحد مذکر۔

جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کلمۂ توحید و رسالت کا انکار کرے اور جھٹلائے تو ہم اس کو ایسی خصلتوں کی توفیق دیں گے جو اس کو دشواری، شدت، اور دوزخ کی طرف لیجائیں گی

مقاتل نے عُسْرٰى کی تشریح میں کہا۔

بھلائی کے کام کرنا اس کے لئے دشوار ہو جائے گا۔

الیُسْرٰى اور العُسْرٰى کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

۱:۔ یُسْرٰى سے مراد جنت ہے اور عُسْرٰى سے مراد دوزخ ہے۔

۲:۔ یُسْرٰى سے مراد خیر ہے اور عُسْرٰى سے مراد شر ہے۔

۳:۔ یُسْرٰى سے مراد طاعت کی طرف مڑنا اور عُسْرٰى سے مراد قبائح کی طرف رجوع کرنا۔

مثلاً بخل سے کام لینا۔ توحید اور رسالت سے انکار کرنا۔

۹۲ : ۱۱ — وَمَا يُغْنِيْ : مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہیں آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ دفع نہیں کرے گا۔

اِذَا ظرف زمان۔ تَرَدّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَرَدِّیٌ (تفعّل) مصدر نیچے گرنا۔ گڑھے میں گرنا۔ (ردی مادہ) یہاں مراد قبر کے گڑھے میں گرنا یا جہنم کے گڑھے میں گرنا۔ یعنی جب وہ قبر کے گڑھے میں چلا جائے گا۔ مرنے کے بعد تو اس کا مال اوروں کے کام آئے گا اس کے اپنے کسی کام نہ آئے گا اور اگر جہنم میں پہنچ گیا تو یہ مال اس سے عذاب کو دفع نہ کر سکے گا۔

۹۲ : ۱۲ — اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى : اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اَلْهُدٰى اسم اِنَّ عَلَيْنَا اس کی خبر۔ تحقیق ہم پر (صرف) رہنمائی کر دینا ہے۔

۹۲ : ۱۳ — وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۔ لَلْاٰخِرَةَ معطوف علیہ وَالْاُوْلٰى معطوف۔ دونوں مل کر اسم اِنَّ۔ لَنَا خبر اِنَّ۔ مجموعاً جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور آخرت و دنیا (دونوں) ہمارے ہی بس میں ہیں۔

۹۲ : ۱۴ — فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى۔ فَ سببیہ ہے اللہ کا مالک دارین اور خالق کونین ہونا سبب تخویف ہے۔ نَارًا متعلق اَنْذَرْتُكُمْ ہے اور موصوف ہے تَلَظّٰى اس کی صفت ہے۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ بھڑکتی ہے۔ وہ شعلہ مارتی ہے۔ تَلَظِّيٌ (تفعل) مصدر سے۔ جس کے معنی آگ کے لپٹیں مارنے، شعلے بلند کرنے اور بھڑکنے کے ہیں۔ یہ اصل میں تَتَلَظّٰى تھا۔ تخفیفاً ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

ترجمہ :۔ پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں۔

۹۲ : ۱۵ — لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقَى۔ لَا يَصْلٰى مضارع منفی واحد مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ داخل ہو گا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔ اس آگ میں نہیں کوئی داخل ہوگا۔

اِلَّا الْاَشْقٰى۔ استثناء متصل۔ یعنی سوائے اَشْقٰى (بدبخت) کے کوئی دوامی طور پر اس میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اَشْقٰى وہ کافر اور مشرک ہے اَلَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اگلی آیت) اس جگہ اَشْقٰى (اسم تفضیل) بمعنی شَقِیٌّ (صفت مشبہ) کے ہے۔ اس لئے کافر بھی اس میں

داخل ہے اور وہ مسلم فاسق بھی جس کی مغفرت نہ کی جائے۔

۹۲: ۱۶ — اَلَّذِیْ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی۔ الذی کذب اسم موصول وصلہ تولّٰی معطوف عَلیٰ تَوَلّٰی۔ دونوں جملے صفت ہیں الاشقٰی کی۔

تولّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ) مصدر سے۔ پیٹھ پھیرنا۔ روگردانی کرنا۔ جو (دینِ حق کو) جھٹلاتا رہا۔ اور اس سے منہ موڑے رکھا۔

۹۲: ۱۷ — وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی۔ واؤ عاطفہ۔ سَ بمعنی تحقیق۔ یُجَنَّبُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَجْنِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ ایک جانب رکھا جائے گا۔ ایک طرف رکھا جائے گا۔ بچایا جائے گا۔ محفوظ رکھا جائے گا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع نار ہے۔

اَلْاَتْقٰی: وَقْیٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے یہ بھی اَشْقٰی کی طرح بمعنی تَقِیٌّ (صفت مشبہ) آیا ہے۔ اور یُجَنَّبُ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور تحقیق اس آگ سے محفوظ رکھا جائے گا وہ پکا پرہیزگار .....

۹۲: ۱۸ — اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی۔ الذی اسم موصول واحد مذکر یُؤْتِیْ صلہ مَالَهٗ متعلق یُؤْتِیْ۔ یَتَزَکّٰی حال ہے ضمیر فاعل یُؤْتِیْ سے۔ جملہ صفت ہے اَلْاَتْقٰی کی۔

یُؤْتِیْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعالٌ) مصدر سے۔ وہ دیتا ہے۔

یَتَزَکّٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَزَکِّیٌ (تفعل) مصدر سے۔ وہ پاک کرتا ہے (کہ وہ پاک ہو جائے)

دونوں آیات کا ترجمہ ہوگا۔

اور تحقیق اس آگ سے وہ پکا پرہیزگار محفوظ رکھا جائے گا جو اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک رہے۔

۹۲: ۱۹ — وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی۔ جملہ فاعل یُؤْتِیْ سے حال ہے۔ اور (حال یہ ہے کہ) اس پر کسی کا احسان بھی نہیں کہ جس کا بدلہ اسے اتارنا ہو لِاَحَدٍ کسی کا۔ عِنْدَهٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب مُؤتی (خرچ کرنیوالا) کی طرف راجع ہے۔

تُجْزٰى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ بدلہ ہوگی۔

۹۲ : ۲۰ — اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى۔ یہ یا تو استثناء منقطع ہے۔ بلکہ اپنے رب کی خوشنودی کی طلب میں ایسا کیا۔

یا استثناء متصل ہے مگر مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ یعنی وہ کسی غرض کے لئے اور احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ایسا نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے رب کی مرضی طلب کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کا طلبگار ہے۔

اِبْتِغَآءٌ (افتعال) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مضاف رَبِّهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَجْهِ کا جو مضاف ہے۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوئے اِبْتِغَآءَ کے۔

اَلْاَعْلٰى۔ عُلُوٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ سب سے برتر، سب سے اعلیٰ، سب سے اوپر، غالب،

ترجمہ ہوگا:۔

سوائے (اس کے کہ) اپنے پروردگار اعلیٰ کی خوشنودی کی طلب میں (خرچ کرتا ہے)

۹۲ : ۲۱ — وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ واؤ عاطفہ۔ لام موطئۃ القسم ہے۔ ای وتاللّٰہ لسوف یرضٰی بما نؤتیہ من الاجر العظیم۔ خدا کی قسم وہ عنقریب اس اجر عظیم پر خوش ہو جائے گا جو اسے دیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۳) سورۃ وَالضُّحٰی مَکِّیَّۃ (۱۱)

۹۳ : ۱ — وَالضُّحٰی واوٗ قسمیہ، الضُّحٰی مقسم بہٖ ۔ اس کے معنی ہیں وقتِ چاشت دن چڑھے ۔ وہ وقت جبکہ دھوپ چڑھ جائے اور سورج روشن ہو جاتے، آفتاب کی روشنی کی قسم۔ (ض ح و مادہ)

۹۳ : ۲ — وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۔ واوٗ قسمیہ اِذَا ظرفِ زمان بمعنی جب : سَجٰی ماضی واحد مذکر غائب ۔ سُجُوٌّ (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ چھا گیا ۔ اس نے آرام لیا ۔ اس نے قرار پکڑا ۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں :۔

جب رات میں ہوا تھم جائے اور اس کی اندھیاری خوب بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے لَیْلٌ سَاجٍ ۔ اسی طرح جب سمندر تھم جاتا ہے تو بَحْرٍ سَاجٍ بولتے ہیں ۔

ترجمہ ہوگا :۔

اور قسم ہے رات کی جب اس کا اندھیرا خوب چھا جائے ۔ (س ج و مادہ)

۹۳ : ۳ — مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ۔ جواب قسم ہے ۔ مَا نافیہ، وَدَّعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوْدِیْعٌ (تفعیل) مصدر ۔ بمعنی چھوڑنا ۔

تَوْدِیْعٌ کے اصل معنی ہیں مسافر کو الوداع کہنا ۔ آیت ہذا میں بمعنی چھوڑنا مستعمل ہوا ہے ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔

تیرے پروردگار نے تجھے نہیں چھوڑا ۔

وَمَا قَلٰی : واوٗ عاطفہ مَا نافیہ ۔ قَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قِلٰی اسم مصدر ۔ بمعنی سخت نفرت، انتہائی بغض، قَلٰی یَقْلِیْ (باب ضرب) اور قَلٰی یَقْلُوْا (باب نصر) کے معنی ہیں پھینکنا ۔ پھینک دینا ۔ قابلِ نفرت چیز یا دشمن کو دل اپنے اندر

جگہ نہیں دیتا۔ باہر نکال کر پھینک دیتا ہے۔

قَلٰی اس نے نفرت کی، وَمَا قَلٰی اور نہ ہی اس نے (تجھ سے) نفرت کی یا بیزاری کی۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ: (۲۶: ۱۶۸) اور (لوط علیہ السلام نے) کہا کہ میں تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں۔

۹۳: ۴ — وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۔ لام جواب قسم کے لئے ہے یا یہ قسم محذوف ہے یا یہ آیت گذشتہ آیت کے جوابِ قسم سے ملحق ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ:۔

ممکن ہے یہ آیت گذشتہ آیت سے پیوستہ ہو۔ وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ آیت مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی کے ضمن میں یہ بات آگئی ہے کہ اللہ وحی بھیج کر تم کو اپنے ساتھ ملائے رکھیگا۔ تم حبیبِ خدا ہو اور اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے ۔ اب اس آیت میں بتایا کہ آخرت میں تمہارا درجہ اس سے بڑا ہو گا۔ وہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہو گی۔ تمام انبیاء کی سرداری ہو گی، مقام محمود عطا کیا جائے گا۔ جس پر پچھلے اگلے رشک کریں گے ۔

یا آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری حالت پہلی حالت سے تمہارے لئے بہتر ہو گی اور انجامِ امر آغاز سے اچھا ہو گا۔

وہ آخرت میں آپ کو نعمتیں اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ملیں گی۔ آخرت کے لفظی معنی لے کر ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے " آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر رہے گی" مراد یہ کہ آپ کی زندگی کا ہر دور اپنے دورِ ماقبل سے بہتر ہی ہو گا۔ (تفسیر ماجدی)

۹۳: ۵ — وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۔ واؤ عاطفہ، لام ابتدائیہ۔ مؤکدہ ہے مضمون جملہ کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ھی لام الابتداء المؤکدۃ لمضمون الجملۃ (کشاف)

یُعْطِیْكَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر وہ تمہیں عطا کرے گا: یُعْطِیْكَ کا دوسرا مفعول اس لئے محذوف ہے کہ کسی نعمت کو ذکر کرنے سے خصوصیت پیدا ہو جاتی اور عمومِ مفعول کا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

فَتَرْضٰی میں ف سببیہ ہے۔ بوجہ ان تمام نعمتوں کی عطائیگی کے جو آپ کو دی جائیگی آپ خوش ہو جائیں گے ؛

سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر فعل کو حال کے نزدیک لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عنقریب۔

۹۳ : ۶ — اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ أ ہمزہ استفہام انکاری ہے لَمْ یَجِدْ مضارع نفی جحد بلم۔ نفی کی نفی۔ اثبات۔ گویا اَلَمْ یَجِدْكَ کا مطلب ہوا قَدْ وَجَدَكَ : یَتِیْمًا حال ہے كَ ضمیر مفعول سے۔

لفظی ترجمہ ہوگا:۔

کیا اس نے تمہیں یتیمی کی حالت میں نہیں پایا؟ (مطلب یہ کہ بے شک اس نے تمہیں یتیمی کی حالت میں پایا۔

فَاٰوٰی : فَ تعقیب کا ہے۔ اٰوٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِیْوَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ پھر اس نے (تمہیں) جگہ دی یعنی تمہاری عافیت کا انتظام کیا۔

۹۳ : ۷ — وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ضَآلًّا۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ناواقف بے خبر۔ حیران ، ضَلَّ یَضِلُّ۔ گمراہ ہوا۔ بہکا۔ بھٹکا۔ دور جا پڑا۔ کھو گیا۔ ضائع ہو گیا ہلاک ہو گیا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو سیدھا راستہ دکھا دیا۔

۹۳ : ۸ — وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی۔ اس جملہ کا عطف کلام سابق پر ہے۔

عَآئِلًا۔ عَیْلٌ وَعَیْلَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر تنگ دست ، عیالدار۔ نادار ، محتاج۔

اَغْنٰی : ماضی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے غنی بنا دیا۔

امام راغب لکھتے ہیں۔

ارشاد ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی اور تجھ کو فقیر پایا سو غنی کر دیا ، یعنی فقرِ

نفس کو دور کر کے تجھے غنار اکبر عطا کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غنار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا الغنیٰ عن النفس (کہ اصل غنیٰ تو نفس کی بے نیازی ہے)

۹:۹۳ — فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ اَمَّا بمعنی لیکن یا سو، حرف شرط ہے اور اکثر حالت میں تفصیل کے لئے آتا ہے اور کبھی تاکید کے لئے بھی۔ یہاں تفصیل کے لئے آیا ہے

لَا تَقْهَرْ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہ دبا۔ تو ظلم نہ کر۔ قَهْرٌ (باب فتح) سے جس کے معنی دوسرے پر غلبہ کرنے، دبانے اور ذلیل کرنے کے ہیں۔

قَهْرٌ کے معنیٰ میں غلبہ اور تذلیل دونوں ایک ساتھ ملحوظ ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (۶:۱۸) (وہی غالب ہے اپنے بندوں پر) میں محض غلبہ کے معنی میں آیا ہے۔ اور آیت زیر مطالعہ میں محض تذلیل کے معنی میں آیا ہے، کہ یتیم کو ذلیل مت کرو۔

تفسیر الخازن میں ہے۔

ای لا تحقر الیتیم فقد کنت یتیماً۔ یتیم کی تحقیر مت کرو آپ بھی تو یتیم تھے یہاں سے اخیر سورۃ تک معترضہ جملے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم اور عائل یعنی نادار ہونے کا ذکر کر کے ذیل میں یتیم اور سائل کے احکام کا ذکر کر دیا

(تفسیر مظہری)

۱۰:۹۳ — وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ: اَمَّا کے لئے آیت بالا ملاحظہ ہو۔

لَا تَنْهَرْ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَهْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔ جس کے معنی سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور جھڑکنے کے ہیں۔ تو نہ ڈانٹ۔ یہ بھی جملہ معترضہ ہے۔

۱۱:۹۳ — وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ واؤ عاطفہ، اَمَّا (ملاحظہ ہو ۹:۹۳ مذکورہ بالا) نِعْمَةِ۔ انعامات۔ مضاف، رَبِّكَ مضاف الیہ مل کر نعمۃ کا مضاف الیہ

حَدِّثْ فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ، تَحْدِیْثٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تو بیان کر تو بیان کرتا رہ۔ شکر ادا کر۔ یا۔ کرتا رہ۔

نعمتوں سے کیا مراد ہے؟ تین نعمتیں تو اوپر بیان ہوئیں۔ (۱) یتیمی میں سہارے کا بندوبست (۲) راہ حق کی طلب میں راہ نمائی (۳) تنگ دستی سے خلاصی دلا کر غنی بنا دینا۔

علاوہ ازیں بعض کے نزدیک فَهَدٰی میں ہدایت کی نعمت سے مراد نبوت ہے جو بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ان کے علاوہ اور ان گنت نعمتیں جو پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے نشاور کیں ان سب نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔

اَللّٰہُ اَکۡبَرُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۴) سورۃ الم نشرح مکیّۃ (۸)

۹۴ : ۱ — اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ : ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اور یہ انکار نفی (لم نشرح) کے لئے ہے۔ انکارِ نفی، اثبات کو مستلزم ہے۔ گویا اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کا مطلب ہوا۔ شَرَحْنَا لَکَ صَدْرَکَ ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول دیا ہے۔

لَمْ نَشْرَحْ مضارع منفی جحد بلم۔ جمع متکلم۔ شَرْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ (کیا) ہم نے نہیں کھولا۔ یا کھول دیا۔ صَدْرَکَ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سینہ۔

اکثر علماء نے شرح صدر کو شقِ صدر کے معنی میں لیا ہے حالانکہ عربی زبان کے لحاظ سے شرح صدر کو کسی طرح بھی شقِ صدر کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں:۔

حمل الشرح علیٰ شق الصدر ضعیف عند المحققین (محققین کے نزدیک اس آیت میں شرح صدر کو شقِ صدر پر محمول کرنا ایک کمزور بات ہے۔ (تفہیم القرآن)

انشراح صدر سے مراد یہ ہے کہ نبوت سے قبل اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے ملحدانہ اور مشرکانہ اعتقادات سے پاک و منزہ تھی اور آپ کا کوئی قول یا فعل شریعت کے خلاف نہ تھا لیکن دل میں اصل حقیقت کے متعلق ایک خلجان اور تردّد سا رہتا تھا جو غیر اطمینانی کیفیت پیدا کئے رکھتا تھا۔ خدا نے تمام حقائق اور سربستہ راز آپ پر عیاں کر دیئے جس پر آپ کی ذہنی گھٹن ختم ہو کر دل کو اطمینان اور سکون آگیا۔ نبوت کے بعد آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ نامساعد حالات کے مدِّنظر فرائض نبوت سے عہدہ برآ ہونا دشوار معلوم دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا خاطر خواہ مقابلہ کرنے کی طاقت

کہ آپ کو مطمئن کر دیا۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ..... لیکن یہ شرح صدر مانگنے پر ملی اور وہ بن مانگے عطا ہوئی۔

۹۴: ۲ — وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ: جملہ کا عطف اَلَمْ نَشْرَحْ پر ہے۔ وَضَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَضْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم نے اتار دیا۔ ہم نے ہلکا کر دیا۔

عَنْكَ متعلق وَضَعْنَا۔ وِزْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر وَضَعْنَا کا مفعول۔

وِزْرٌ۔ بوجھ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ (۶: ۱۶۵) اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔

وِزْر سے مراد وہ امور مباحہ جو احیاناً آپ سے بنابر تصور کسی حکمت کے صادر ہو جاتے تھے اور بعد میں ان کا خلاف حکمت و خلافِ اولیٰ ہونا ثابت ہو جاتا تھا اور آپ بوجہ علوِّ شان و غایتِ قرب کے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے۔ اس میں بشارت ہے ان امور پر مؤاخذہ نہ ہونے کی۔

(کذا فی الدر المنثور عن مجاہد و شریح بن عبید الحضرمی)

ترجمہ:۔ اور کیا ہم نے آپ سے آپ کا (وہ) بوجھ نہیں اتار دیا جو......

۹۴: ۳ — اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ یہ جملہ وِزْرٌ کی صفت ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول اَنْقَضَ صلہ۔ ظَهْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق اَنْقَضَ۔ اَنْقَضَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِنْقَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ اس نے توڑ دی۔ اس نے جھکا دی۔

ترجمہ ہوگا:۔ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

۹۴: ۴ — وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور کیا ہم نے آپ کے ذکر کا آوازہ بلند نہیں کیا۔ یعنی ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

کیسے بلند کیا۔؟ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اتانی جبریل علیہ السلام وقال ان ربك یقول اتدری کیف رفعتُ ذکرکَ قلتُ اللّٰہ تعالیٰ اعلمُ بہٖ۔ قال اذا ذکرتُ ذکرتَ معی۔

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے

ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبریل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائیگا۔

اور صورت رفع ذکر کی یہ ہے حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے:۔

وضم الالٰہ اسم النبی الیٰ اسمہٖ
اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ۔
فذو العرش محمود وھذا محمد

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا دیا ہے۔ جب کہ پانچوں وقت مؤذن اشھد کہتا ہے۔ اور ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے ہی نام سے ان کا نام نکالا ہوا ہے۔ پس مالک عرش تو محمود ہے اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہوسکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا۔ اور مؤمنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب سے مخاطب کیا۔ جیسے یایھا المدثر۔ یایھا المزمل پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔

علیٰ ھذا القیاس رفع ذکر کی ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں

۹۴: ۵ — فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل وحرف تحقیق۔ اسم اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ اس کی خبر۔

الْعُسْر دشواری، تنگی، سختی، مشکل، یہ یُسْرٌ کی ضد ہے۔ عُسْرٌ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سمع اور کرُمَ سے آتا ہے۔ چونکہ فقیری میں بھی تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لئے تنگ دست ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

عَسِيْرٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی سخت، بھاری، مشکل (۷۴: ۹)

يُسْرًا اسم نکرہ۔ آسانی، سہولت، عُسْرٌ کی ضدّ ہے۔

ترجمہ :- پھر بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

۹۴: ۶ — اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

صاحب تفہیم القرآن حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

اس بات کو (یعنی بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے) دو دفعہ دہرایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح تسلی ہو جائے کہ جن سخت حالات سے آپ گذر رہے ہیں یہ زیادہ دیر تک رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بعد قریب ہی اچھے حالات آنے والے ہیں۔ بظاہر یہ بات متناقض، معلوم ہوتی ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن تنگی کے بعد فراخی کہنے کی بجائے تنگی کے ساتھ فراخی کے الفاظ اس معنی میں استعمال کئے گئے ہیں کہ فراخی کا دور اس قدر قریب ہے کہ گویا وہ اس کے ساتھ ہی چلا آرہا ہے۔

آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (تفسیر ماجدی)

کررۂ لتاکید الوعد۔ آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (الخازن)

یحتمل ان یکون تکریرًا للجملۃ السابقۃ لتقریر معناھا۔ (روح المعانی)

ہو سکتا ہے کہ تکرار آیت سابقہ آیت کے معنی کی تائید میں ہو۔

بعض مفسرین نے لغوی باریکیوں میں جا کر اور معانی بھی اخذ کئے ہیں جس کے لئے تفسیر مظہری، روح المعانی، مدارک التنزیل وغیرہ تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹۴: ۷ — فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ اِذَا شرطیہ ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ جملہ شرطیہ ہے فَ جواب شرط کے لئے ہے اِنْصَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَصَبٌ (باب سمع) مصدر سے۔ جس کے معنی جدوجہد کرنا ہے۔ اس جگہ عبادت میں جدوجہد کا حکم ہے۔

جب تو (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جائے تو عبادت میں محنت کیا کر۔

حضرت ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل، اور کلبی نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جب فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرنے کے لئے محنت کرو، اور رب سے مانگنے کی طرف راغب ہو۔

حسن اور زید بن اسلم نے کہا کہ :-

جب دشمن سے جہاد کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو عبادت کے لئے محنت کرو۔

منصور کی روایت سے مجاہد کا قول منقول ہے کہ جب امور دنیا سے فارغ ہو جاؤ

تو عبادتِ ربّ میں محنت کرو۔

۹۴: ۸۔۔ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ: یہ فَانْصَبْ پر عطف تفسیری ہے یعنی اللہ سے مانگنے کی رغبت کرو دوسرے سے مت مانگو۔

اِلٰی رَبِّكَ فعل محذوف سے متعلق ہے ای فَارْغَبْ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ پس اپنے رب کی عبادت کی طرف اچھی طرح لگ جا۔

اِرْغَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَغْبَةٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی دل لگانے اور متوجہ ہونے کے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۵) سورۃ التین مکیّۃ (۸)

۹۵ : ۱ — وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۔ واؤ قسمیہ۔ قسم ہے تین کی اور قسم ہے زیتون کی۔

التین اور الزیتون سے کیا مراد ہے اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ تین سے مراد یہی انجیر ہے جسے تم کھاتے ہو اور زیتون سے مراد یہی زیتون ہے جس کے پھل سے روغن نکالتے ہو۔ اپنی اپنی افادیت اور خصوصیات کی وجہ سے ممیز ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے (ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، ابراہیم، عطار، مقاتل، کلبی)۔

۲۔ تین اور زیتون دو پہاڑ ہیں۔ (عکرمہ)

۳۔ تین وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور زیتون مسجد بیت المقدس ہے (قتادہ)

۴۔ اصحاب کہف کی مسجد تین ہے اور ایلیا زیتون ہے (ابو محمد بن کعب)

جمہور کی رائے اس طرف ہی گئی ہے کہ تین اور زیتون وہی عام پھل ہیں جو ہم استعمال کرتے ہیں۔

۹۵ : ۲ — وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۔ واؤ قسمیہ، طُوۡرِ مضاف، سینین مضاف الیہ اور قسم ہے سینین یا سینار کے طُوۡر کی۔

طُوۡر وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

سِیۡنِیۡنَ کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

۱۔ ضحاک نے سینین کو بنطی لفظ قرار دیا ہے جس کے معنی ہیں خوبصورت۔ اچھا۔

۲۔ مقاتل نے کہا ہے کہ جس پہاڑ پر پھل دار درخت ہوں اس کو بنطی زبان میں سینین اور سینار کہتے ہیں۔

۳۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وہ خطہ جہاں طور واقع ہے اس کو سینین اور سینار کہتے ہیں

۴۔ بعض نے اس کو سریانی لفظ کہا ہے جس کے معنی ہیں گھنے درختوں کا پہاڑ۔

۵:۔ کسی نے کہا ہے کہ حبشی لفظ ہے۔
۶:۔ کلبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی درخت ہے یعنی درختوں والا پہاڑ۔
۷:۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خاص پتھر ہوتا ہے اس قسم کے پتھر کوہِ طور کے قریب تھے اس لئے طور کی اضافت سینین کی طرف کردی گئی۔

میرے نزدیک عکرمہ کا قول صحیح تر ہے کہ جس خطے میں کوہ طور واقع ہے اور ترکیب اضافی کے مطابق طُوْرِ سِیْنِیْنَ کا مطلب ہوگا سینین کے خطہ میں واقع کوہِ طور۔ سِیْنِیْنَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہے۔

۹۵:۳ — وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ: واؤ قسمیہ، هٰذَا اسم اشارہ واحد مذکر۔ اَلْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ موصوف وصفت مل کر مشارٌ الیہ۔ اس امن والے شہر کی، یعنی مکہ مکرمہ کی۔

۹۵:۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: یہ جملہ مذکورہ بالا چاروں قسموں کا جواب ہے اور فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ، اَلْاِنْسَانَ سے موضع حال میں ہے لام جواب قسم کے لئے ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

الانسان سے جنس انسان مراد ہے یعنی حضرت آدم اور ان کی اولاد۔

اَحْسَنَ۔ اسم تفضیل۔ بہت خوبصورت، بہت حسین۔

تَقْوِيْمٍ بروزن (تفعیل) مصدر ہے۔ درست کرنا۔ ٹھیک کرنا۔ یعنی شکل وصورت، قد وقامت، عقل وذہن۔ قلبی اور روحانی قوتوں میں نہایت اعتدال کے ساتھ اور تسویہ کے ساتھ۔ ترجمہ ہوگا:۔

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو (عقل وشکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر

۹۵:۵ — ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ: ثُمَّ تراخی وقت کے لئے یا تراخی فی الرتبہ کے لئے۔

رَدَدْنَا ماضی جمع متکلم رَدٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ ہم نے لوٹا دیا، ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے واپس کردیا۔ یہاں بمعنی جَعَلْنَا (ہم نے بنادیا) ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (اَسْفَلُ۔ اَعْلٰی کی ضد ہے سب سے نیچا۔ سُفُوْلٌ سے جس کے معنی نیچے ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے) مل کر رَدَدْنَا کا مفعول ثانی ہے۔

اَسْفَلَ السَّافِلِیْنَ کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ مفعول (ہٗ) سے حال ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام ہوگا۔

رَدَدْنٰہُ حَالَ کَوْنِہٖ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ ای ارذل۔ اس حال میں کہ وہ ان سب سے رذیل ترین ہوگا،

۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ مکان کی تعریف ہو۔ ای رددنٰہ مکاناً اسفل السافلین ہم اس کو (جہنم کی) سب سے نیچی جگہ (کی طرف) پھیر دیں گے۔

۹۵ : ۶ — اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ یہ استثناء متصل ہے کیونکہ نیکوکار مؤمن دوزخ کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے اور نہ بدترین حالت کی طرف انہیں لے جایا جائے گا۔

فَلَهُمْ : میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب صالح الاعمال مؤمنوں کے لئے ہے اور ف سببیہ ہے۔ یعنی بہ سبب ان کے صالح اعمال کے (ان کو اجر غیر ممنون ملے گا)

اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۔ اَجْرٌ ۔ بدلہ، صلہ۔ ثواب۔ مزدوری۔

غَیْرُ کا استعمال مختلف جگہ مختلف معنوں میں ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال چار طور پر ہوا ہے۔

۱۔ صرف نفی کے لئے۔ جیسے ھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (۴۳ : ۱۸) دلیل پیش کرنے کے وقت، مناظرہ کرنے کے وقت وہ کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔

۲۔ لفظ اِلَّا کی طرح صرف استثناء کے لئے۔ جیسے ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ (۳۵ : ۳) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے (نہیں ہے)

۳۔ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے صرف ظاہری تشکل و صورت کی نفی کے لئے جیسے کہ:۔

کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا : (۴ : ۵۶) جب دوزخیوں کے بدن کی کھال جل جائے گی تو اللہ ان کی کھال کی صورت از سرِ نو بدل دیگا

۴۔ صورت اور اصل شے سب کی نفی۔ یعنی کسی شے کی مکمل نفی کر کے دوسری شے کو اس کی جگہ قائم کرنا۔ جیسے اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا (۶ : ۱۶۵) کیا اللہ کو چھوڑ کر

میں کوئی اور رب ڈھونڈوں۔

مَمْنُوْنٍ: مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ منقطع۔ ختم ہوا ہوا۔ یعنی ان کا اجر نہ کم کیا جائے گا نہ منقطع اور ختم ہوگا:
یا اسی مصدر سے بمعنی احسان کرنا۔ احسان جتلانا۔ یا کم کرنا ہے۔ مَمْنُوْنٌ احسان جتلایا ہوا۔ کم کیا ہوا۔

غَيْرُ مَمْنُوْنٍ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت اَجْرٌ کی۔ غَيْرُ کی صورت وہی ہوگی۔ جو اوپر مذکور ہوئی (۱) میں۔ یعنی صرف نفی کی اور اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کا ترجمہ ہوگا وہ ثواب آخرت جو بے حساب ہوگا۔ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ کبھی کم نہ ہوگا اور احسان جتا کر اس کا مزہ بھی کرکرا نہ کیا جائے گا۔

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ جملہ علتِ استثناء کے مقام میں ہے کہ احسان کو پختہ کر رہا ہے۔

آیات ۴۔ ۵۔ ۶ میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی طاقتیں ودیعت کر دیں۔ پھر جس نے ان سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا وہ ضلالت اور رذالت کے گڑھے میں پڑ گئے اور جنہوں نے مشیتِ ایزدی کے مطابق ان سے صحیح فائدہ اٹھایا اور مؤمن بن کر اعمال صالحہ کئے وہ اجر غیر ممنون کے مستحق ٹھہرے۔

۹۵: ۷ — فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ۔ ما استفہامیہ ہے مَا بمعنی مَنْ يُكَذِّبُكَ میں كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ہے۔ اور يُكَذِّبُ میں ضمیر فاعل مَنْ کی طرف راجع ہے۔ بِالدِّيْنِ میں باء سببیہ ہے۔ بَعْدُ ظرف، متعلق بالفعل ہے (بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا یعنی بَعْدُ آئے گا)

فرّاء کے نزدیک تقدیر کلام ہے:۔

فَمَنْ يُكَذِّبُكَ (یا محمد) بعد ظهور هذه الدلائل بالدين۔ قیامت یا جزاء کے متعلق ان دلائل کے بعد آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

اَلدِّيْنُ۔ کے معنی ہیں۔ جزاء، اطاعت، شریعت، یوم الدّین، روز قیامت

۹۵: ۸ — اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ: سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم، پھر کیا

اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

اَلَیْسَ: ہمزہ استفہامیہ۔ لَیْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب۔ بمعنی نہیں ہے اس فعل سے ماضی کی پوری گردان آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل، اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہے۔

اَللّٰہُ فاعل۔ اور بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ اس کی خبر۔

اَحْکَمُ۔ حُکْمٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر حکم کرنے والا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

﴿۹۶﴾ سُوۡرَةُ الۡعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۹﴾

۹۶ : ۱ — اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ط اِقۡرَاۡ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قراءۃٌ (باب فتح ونصر) مصدر سے تو پڑھ۔ اِقۡرَاۡ کا مفعول محذوف ہے۔ ای اقرأ مايُوحىٰ اِلَيۡكَ۔ یعنی پڑھ جو تجھے وحی کیا جاتا ہے۔

بِاسۡمِ رَبِّكَ متعلق بمحذوف، بَ استعانت کے لئے ہے۔ حرف جار۔ اِسۡمِ مجرور — مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مضاف الیہ۔ اپنے رب کے نام کے ساتھ۔

اَلَّذِىۡ خَلَقَ : موصول وصفت مل کر جملہ صفت ہوا رَبِّكَ کی۔

ترجمہ ہوگا۔

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔

۹۶ : ۲ — خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ۔ جملہ سابقہ کی تفسیر ہے۔ عَلَقٌ عام خون وہ خون جو زیادہ سرخ ہو، یا جما ہوا خون۔ خون کی پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

۹۶ : ۳ — اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ : اِقۡرَاۡ دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے واؤ حالیہ رَبُّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، اَلۡاَكۡرَمُ صفت، بڑا کریم۔ كَرَمٌ سے جس کے معنی باعزت ہونے اور سخاوت کرنے کے ہیں۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ضمیر اقرار سے حال ہے۔ پڑھ۔ اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔

۹۶ : ۴ — اَلَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ۔ اَلَّذِىۡ اسم موصول۔ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ اس کا صلہ دونوں مل کر صفت ثانیہ ہوئی رَبُّكَ کی۔ جس نے قلم کے واسطہ سے علم سکھایا۔

۹۶ : ۵ — عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، عَلَّمَ، تَعْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے سکھایا، اس نے علم دیا۔ الانسان مفعول۔ مَا موصولہ لَمْ يَعْلَمْ مضارع منفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ صلہ۔ صلہ موصول مل کر مفعول ثانی عَلَّمَ کا۔ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

۹۶ : ۶ — كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ۔ كَلَّا کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱:۔ كَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یہ الکسائی کا مذہب ہے۔

۲:۔ ابن حبان کا قول ہے کہ كَلَّا تنبیہ کے طور پر بمعنی اَلَا آیا ہے جیسا کہ آیت اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (۲ : ۱۲) میں ہے۔

۳:۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جو مشرک حد سے بڑھ کر رسالت کے منکر تھے اور نماز سے روکتے تھے۔ ان کو بازداشت کی گئی ہے اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے۔ مگر سیاقِ کلام یا حال اس پر دلالت کرتا ہے

۴:۔ علامہ بیضاوی رح لکھتے ہیں:۔

ردع لمن کفر بنعمۃ اللہ بطغیانہ وان لم یذکر لدلالۃ الکلام علیہ۔ ردع اس کے لئے ہے جو سرکشی کرتا ہوا اللہ کی نعمت سے انکار کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اِنَّ حرف تحقیق ہے۔ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ الْاِنْسَانَ اسم اِنَّ لَيَطْغٰىٓ اس کی خبر۔

يَطْغٰى مضارع کا واحد مذکر غائب طُغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی حد سے بڑھنا سرکشی کرنا۔

الْاِنْسَانَ میں اگرچہ الف لام جنسی ہے مگر اس میں بعض افراد کا لحاظ پیشِ نظر ہے مدارک التنزیل میں ہے:۔

نزلت فی ابی جھل الی اٰخر السورۃ۔ (اس سورۃ کے آخر تک کلام ابی جہل کے بارہ میں نازل ہوا) لہٰذا بعض کے نزدیک الانسان سے مراد ابوجہل ہے اس لئے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ابوجہل کفر میں اور اللہ تعالیٰ کے مقابل غرور و سرکشی میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

بعض نے الانسان سے مراد عام انسان ہی لیا ہے۔

۹۶ : ۷ — اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى۔ اَنْ اصل میں لِاَنْ تھا۔ لام تعلیل کا اور اَنْ مصدریہ ہے

لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لِاَنْ، (یہ) اس لئے کہ۔ اس بناء پر کہ۔ اس وجہ سے کہ۔ ضمیر فاعل ابوجہل کی طرف راجع ہے یا الانسان کی طرف راجع ہے۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب بھی ابوجہل کے لئے ہے یا الانسان کے لئے ہے۔

رَاٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب جس کا معنی دیکھنا ہے لیکن یہاں رؤیۃ بمعنی عِلْمٌ آیا ہے۔ یا دل کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔ آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ورنہ مرفوع اور منصوب دونوں ضمیروں کا مرجع ایک ہوگا اور یہ ناممکن ہے۔

اِسْتَغْنٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناءٌ (استفعال) مصدر سے بمعنی مستغنی ہونا۔ بے نیاز ہونا۔ یہ رَاٰی کا مفعول ثانی ہے۔

اب آیات ۶ و ۷۔ کا ترجمہ ہوگا:۔

• انسان (یا ابوجہل) اللہ کے مقابل غرور اور سرکشی کر رہا ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو بے پرواہ جان رہا ہے۔

۹۶ : ۸ — اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الرُّجْعٰی اس کا اسم۔ اِلٰی رَبِّكَ اس کی خبر۔

رُجْعٰی بروزن بُشْرٰی (باب ضرب) مصدر ہے۔ اَلرُّجْعٰی میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر الانسان کے لئے ہے (بیضاوی، کشاف)

اے طاغی انسان تیری واپسی تیرے ربّ ہی کی طرف ہوگی (وہ تجھے اس طغیان کی سزا دیگا۔

۹۶ : ۹ — اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی
۹۶ : ۱۰ — عَبْدًا اِذَا صَلّٰی

اَرَاَیْتَ (کیا تو نے دیکھا) بمعنی اَخْبِرْنِیْ (تو مجھے بتا) آیا ہے۔ اس میں ہمزۃ اوّلی محض استفہام کے لئے نہیں ہے بلکہ تقریر و تنبیہ کے لئے ہے۔ رَاَیْتَ کا فاعل ضمیر مستتر ہے یعنی اَنْتَ اَلَّذِیْ اسم موصول یَنْهٰی عَبْدًا اس کا صلہ۔ (عَبْدًا مفعول فعل یَنْهٰی کا)

یَنْهٰی فعل مضارع واحد مذکر غائب نَهْیٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ منع کرتا ہے وہ روکتا ہے) موصول اور صلہ مل کر اَرَاَیْتَ کا مفعول ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ اے مخاطب: یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو نے دیکھا بھلا بتاؤ تو

سبھی اس شخص کے متعلق جو منع کرتا ہے یا روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

اس میں نماز پڑھنے والے سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والا ابوجہل لعین ہے۔ ان العبد المصلی ھو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم والناھی ھو اللعین ابوجھل۔ (روح المعانی)

اَلَّذِیْ یَنْھٰی سے مراد ابوجہل ہے اور عبدًا سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ (تفسیر مظہری)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے تحت کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کی تو خبر ابوجہل تک پہنچی تو اس نے قریش کے لوگوں سے دریافت کیا تصدیق ہونے پر اس نے آپ کو دھمکایا اور کہا کہ حرم میں اس طریقہ پر عبادت نہ کریں اور کہا کہ اگر میں نے اس طرح حرم کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو گردن پر پاؤں رکھ کر منہ زمین میں رگڑ دوں گا پھر ایسا ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ تو وہ آگے بڑھا تاکہ آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے مگر یکایک لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق تھی جس نے مجھے ان کے قریب نہ جانے دیا۔ (تفہیم القرآن)

۹۶ : ۱۱ اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ عَلَی الْھُدٰیٓ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہے۔

۹۶ : ۱۲ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی۔ یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملہ شرطیہ ہیں اور دونوں میں جواب شرط محذوف ہے کلام یوں ہوگا:۔

بھلا بتاؤ تو اگر وہ شخص جس کو نماز پڑھنے سے روکا جا رہا ہے ہدایت پر ہے یعنی خود بھی راہ حق پر چل رہا ہے اور دوسروں کو بھی راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتا ہے تو کیا یہ دوسرے شخص کے لئے جائز ہے کہ اسے اس فعل سے روکے یا اگر وہ شخص پرہیزگاری کی تبلیغ کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ سے اس کام سے منع کیا جائے۔

۹۶ : ۱۳ — اَرَاَیْتَ اِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی۔ یہ جملہ بھی شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ بھلا بتاؤ تو اگر یہ شخص (جو اللہ کے بندے کو اس نیک کام سے روک رہا ہے) حق کو جھٹلائے یا منہ موڑے (تو کیا اپنے اس فعل کی پاداش سے بچ سکے گا۔

۹۶: ۱۴ ـــ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے لَمْ يَعْلَمْ مضارع منفی مجزوم ہے ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ۔ لَمْ يَعْلَمْ کی ضمیر فاعل اس شخص کے لئے ہے جو کہ دوسرے کو ہدایت اور تقویٰ کے کام سے روک رہا ہے يَرٰى کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اس کا مفعول محذوف ہے ۔ مراد ہر دو شخص ہیں اللہ ہدایت پر چلنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے اور کاذب سرکش کو بھی دیکھ رہا ہے ۔ ہر دو کو اپنے اپنے اعمال کی جزاء وسزا مل کر رہیگی ۔ یہ جملہ مستانفہ وعیدیہ ہے ۔

۹۶: ۱۵ ـــ كَلَّا ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ شخص جو دھمکی دیتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں گے تو وہ ان کی گردن پاؤں سے دبا دوں گا ۔ یہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا ۔

ردع للناھی اللعین وزجر لہٗ ۔ (روح المعانی)

منع کرنے والے لعین کی بازداشت اور ڈانٹ کے لئے ہے ۔ یہاں لعین سے مراد ابوجہل ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ، لام موطئۃ للقسم ہے ای واللہ ۔ اِنْ شرطیہ ۔ لَمْ يَنْتَهِ مضارع نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اِنْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر سے وہ نہیں رکا ۔ وہ باز نہیں آیا ۔ يَنْتَهِ اصل میں يَنْتَهِيْ تھا ۔ عمل لَمْ کی وجہ سے ی ساقط ہو گئی ۔ خدا کی قسم اگر وہ باز نہ آیا ۔

لَنَسْفَعًا ۔ اصل میں لَنَسْفَعَنْ تھا ۔ مضارع بلام تاکید جواب شرط کا ہے ۔ ن نون تاکید کا صیغہ جمع متکلم ہے ۔ قرآن کے رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اسے لنسفعا کی صورت میں لکھا گیا ہے ۔ یہ سَفْعٌ (باب فتح) مصدر سے ہے جس کے معنی کسی چیز کو زور کے ساتھ کھینچ کر گھسیٹنے کے ہیں ۔

النَّاصِيَةِ : اسم نکرہ ، مفرد ۔ پیشانی ، مراد پورا آدمی ۔ (اطلاق جزء علیٰ کل جزء کا اطلاق کل پر) لنسفعًا بالناصیۃ جملہ جواب شرط میں ہے ۔ ہم (اس کو) پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے ۔

۹۶: ۱۶ ـــ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ : وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطاکار ہے پیشانی پر جو بال ہوتے ہیں اس کو ناصیۃ کہا جاتا ہے لیکن مراد اس سے پورا شخص بھی لیا جاتا ہے ۔ اس لئے آیت کا مطلب ہو گا ۔

یہ ناہنجار سراسر جھوٹا اور خطاکار ہے ۔

كَاذِبَةٍ ۔ كِذْبٌ سے (باب ضرب) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جھوٹی ۔

خَاطِئَةٍ۔ خَطَاءٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ خطا کار گنہگار۔

نَاصِيَةٍ بدل ہے اَلنَّاصِيَةِ (آیت ۱۵ مذکورہ بالا) سے۔

۹۶: ۱۷ ــ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۔ فَلْيَدْعُ میں فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے

ترمذی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آگیا۔ اور کہنے لگا کہ کیا میں نے اس (نماز) سے منع نہیں کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھڑک دیا۔ وہ کہنے لگا کہ تو خوب جانتا ہے کہ مکہ میں میری چوپال (نشست گاہ، مجلس) سے بڑی کوئی چوپال نہیں (یعنی میرا جتھا بڑا ہے) تو مجھے جھڑکتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس وادی کو تیرے خلاف اعلیٰ گھوڑوں کے سواروں اور نوجوان پیادوں سے بھر دوں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر مظہری)

روح المعانی میں ہے۔

ومرّ ابوجھل برسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ علیہ وسلّم وھو یصلی فقال الم اَنْھٰكَ فاغلظ علیہ الصلوٰۃ والسلام لہٗ۔ فقال اتھددنی وانا اکثر اھل الوادی نادیًا۔

ابوجہل کا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، بولا: کیا میں نے آپ کو منع نہیں کیا ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے جواب دیا۔ بولا کیا آپ مجھے جھڑکتے ہیں حالانکہ میں وادی کے رہنے والوں میں جتھے کے لحاظ سے سب سے زیادہ کثرت رکھتا ہوں۔

لِيَدْعُ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ پکارے۔ چاہئے کہ وہ بلائے۔

نَادِيَهٗ۔ نَادِيَ اسم مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اپنی مجلس (نشستگاہ۔ چوپال) کے ساتھیوں کو۔ نَادِيَ مفعول ہے لِيَدْعُ کا۔

یعنی: اس کو اگر اپنی چوپال پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو بلالے اپنی چوپال کو،

۹۶: ۱۸ ــ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۔ شرط محذوف کا جواب ہے۔ سَ جب مضارع پر

داخل ہوتا ہے تو اسے مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے۔

نَدْعُ مضارع جمع متکلم دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ہم بُلائیں "یا" ہم بلالیں گے

الزَّبَانِيَةَ: سیاست کے پیادے۔ دوزخ کے فرشتے زبانیۃ۔ عربی زبان میں سیاست کے پیادے۔ یعنی پولیس کے سپاہی کو کہتے ہیں۔ یہ زَبْنِيٌّ کی جمع ہے جو زَبْنٌ (باب ضرب) مصدر سے ماخوذ ہے جس کے معنی دفع کرنا۔ ہٹانا کے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔

ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ زبانیۃ، قہر الٰہی کے وہ فرشتے ہیں جن کے مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔

۹۶: ۱۹ ـــ كَلَّا ۔ ردع لذلك اللعين (روح المعانی)

ای ارتدع ایها الکافر الکاذب (ایسر التفاسیر) یہ جھڑک ہے ملعون ابوجہل کے لئے۔ اے جھوٹے کافر باز رہ۔ (ایسی بے جا حرکتوں سے باز رہ)

لَا تُطِعْهُ: لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تو اس کی اطاعت نہ کر۔ تو اس کا کہنا مت مان۔ نماز پڑھنا رہ۔ اسے مت چھوڑ۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سوال ہوسکتا تھا کہ جب یہ روکتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس کا جواب دے دیا کہ اس کی بات مت مانو۔

وَاسْجُدْ ۔ یہ لفظاً لَا تُطِعْهُ پر معطوف ہے اور معنوی اعتبار سے لَا تُطِعْ کے معنی کی تاکید ہے۔

واؤ عاطفہ ہے۔ اُسْجُدْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔

وَاقْتَرِبْ ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِقْتِرَابٌ (افتعال) مصدر سے۔ تو نزدیک ہو۔ تو قربت حاصل کر۔ یعنی نماز کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرو۔

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

سورۃ الانشقت میں سجدۂ تلاوت کے مبحث میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اس جگہ لفظ اُسْجُدْ اللہ کی طرف سے سجدۂ تلاوت کا حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴ : ۲۱) اور اقرأ (سورۃ زیر مطالعہ) میں سجدہ کیا۔

جمہور کے نزدیک اُسْجُدْ کا عطف جو لَا تُطِعْهُ پر ہے اس لئے اس سجدہ سے مراد نماز ہے۔ جُزء بول کر کُل مراد لیا گیا ہے۔ پس یہ نماز پڑھنے کا حکم ہے (سجدہ کا حکم نہیں ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اقرأ میں سجدہ کیا ہے تو آپ کے عمل کا اتباع سُنّت ہے۔ اس سے سجدۂ اقرأ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے وجوب نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۹۷) سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۹۷ : ۱ — اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ اِنَّا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ضمیر متکلم نا سے مرکب ہے۔ بے شک۔

اَنْزَلْنٰهُ: اَنْزَلْنَا ماضی جمع متکلم اِنْزَالٌ (افعال) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر جس کا مرجع القرآن ہے اگرچہ معہود اور معلوم ہونے کی وجہ سے اس سے قبل مذکور نہیں ہے (سورۃ کے نازل ہونے کے وقت قرآن کا عام چرچا تھا اور مکہ میں غلغلہ مچا ہوا تھا)

فِيْ متعلق بِاَنْزَلْنَا ہے۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مل کر اسم ظرف زمان (قدر کی رات کے دوران)

یہ سارا جملہ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ خبر ہے مبتدا کی۔ تحقیق ہم نے اس کو (یعنی قرآن مجید کو) شب قدر میں اتارا۔

لیلۃ القدر کیا ہے۔ قَدْرٌ مصدر ہے بمعنی قدرت، قَدْرٌ (دال کے سکون کے ساتھ) مصدر ہے اور قَدَرٌ (دال کی حرکت کے ساتھ) یہ اسم ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ قدر کے معنی ہیں اندازہ کرنا۔ اور قدر (اسم) کے معنی ہیں شرف ومنزلت۔

چنانچہ کہتے ہیں: لِفُلَانٍ قَدَرٌ عِنْدَ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہے۔ سورۃ میں قَدَرٌ دال کی حرکت کے ساتھ آیا ہے لہٰذا معنی قدر ومنزلت ہے۔ لیلۃ القدر کا مطلب ہوا۔ قدر ومنزلت والی رات،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی

باتیں عالم بالا میں مقدر ومعین کی جاتی ہیں کسی کا مرنا۔ بیمار ہونا، رزق کی فراخی، عزت وذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہان میں ظاہر ہوگا وہ سب اس رات کو عالم بالا میں مشہور کردیا جاتا ہے اور ہر کام پر ملائکہ معین کردیئے جاتے ہیں۔

زہری فرماتے ہیں کہ:۔

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالیٰ کے اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدرومنزلت ہوتی ہے۔

یہ رات ماہ رمضان کے تیسرے عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے بعض کے نزدیک یہ ستائیسویں کی رات ہے۔ اس ایک رات کی عبادت دوسرے دنوں کی ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر درجہ پاتی ہے۔

۹۷ : ۲ ۔ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ جملہ استفہامیہ ہے۔ مَا استفہامیہ۔ کون۔ کیا چیز۔

اَدْرٰىكَ۔ اَدْرٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کیا چیز تمہیں بتائے۔ واقف کرے۔ یا خبردار کرے۔

مَا استفہامیہ بمعنی کیا ہے۔ تو کیا جانے۔

لفظی ترجمہ ہوگا:۔

تجھے کیا چیز خبردار کرے۔ کیا چیز تمہیں بتائے، کہ شب قدر کیا ہے؟

۹۷ : ۳ ۔۔۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ مکمل جملہ مذکورہ بالا استفہام کا جواب ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مبتدا۔ باقی جملہ مبتدا کی خبر۔

لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس رات کی عبادت ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے

۹۷ : ۴ ۔۔۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ۔ تَنَزَّلُ اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی۔

تَنَزُّلٌ (تفعّل) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (بمعنی جمع) وہ اترتے ہیں۔

وَالرُّوْحُ کا عطف الملٰئکۃ پر ہے (خاص کا عطف عام پر)۔

فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع لیلۃ القدر ہے۔ اترتے ہیں فرشتے

اور روح اس (رات) ہیں۔

اَلرُّوْحُ۔ سے کیا مراد ہے؟

بعض مفسرین کہتے ہیں الروح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو گروہِ ملائکہ کے سردار ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر خاص کیا گیا ورنہ ملائکہ میں یہ بھی شامل تھے۔

بعض کے نزدیک۔ رُوح ایک اور فرشتے کا نام ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں۔

بعض علمار کا قول ہے کہ روح سے ایمان داروں کی روحیں مراد ہیں۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ ای بامر ربھم۔ اپنے رب کے حکم سے یہ جملہ تنزل سے متعلق ہے

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ ای من اجل کل امر (بیضاوی، کشاف) یعنی ہر اس کام کی غرض سے جو اس رات اگلے سال کے لئے مقدر ہوتا ہے۔

سَلٰمٌ: معانقہ کی وجہ سے اس کی دو صورتیں جائز ہیں۔

۱۔ وقف سَلٰمٌ سے قبل مِنْ كُلِّ اَمْرٍ پر کیا جاوے۔ اس صورت میں اگلے جملہ کے هِيَ کے ساتھ ملا کر سَلٰمٌ هِيَ پڑھا جائے گا۔ سَلٰمٌ خبر مقدم اور هِيَ مبتدا مؤخر ہوگا۔

بیضاوی اور زمخشری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲۔ وقف سَلٰمٌ کے بعد کیا جاوے۔ اور سَلٰمٌ سے قبل هِيَ محذوف متصور ہو۔ اس صورت میں هِيَ سَلٰمٌ میں ھی مبتدا محذوف اور سَلٰمٌ اس کی خبر ہوگی

اس کو بیان القرآن اور بیضاوی میں اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی یہ رات سلامتی کی ہے شیطانی آفات اور اس کے مکر و زُور کے مصائب جو ابن آدم کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اس رات نیک ایمانداروں کے لئے ان سے سلامتی اور امن ہوتا ہے

مفسرین نے سَلٰمٌ کے اور بھی کئی وجوہات لکھے ہیں۔

۹۷:۵ ــــ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ هِيَ مبتدا۔ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس کی خبر، هِيَ ای لیلۃ القدر۔ یہ رات غروب آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک رہتی ہے

(الیسر التفاسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

(۹۸) سُوۡرَۃُ الۡبَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۸)

۹۸ : ۱ ۔ لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ :

لَمۡ یَکُنۡ مضارع منفی جحد بلَمۡ، فعل ناقص۔ کَوۡنٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ نہ ہوئے۔

اَلَّذِیۡنَ اسم موصول۔ کَفَرُوۡا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر اسم کان۔ من حرف جار۔ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ مجرور۔

مُنۡفَکِّیۡنَ۔ اِنۡفِکَاکٌ (انفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، باز آنے والے۔ خبر کَانَ کی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَکُّ رَقَبَۃٍ (۹۰: ۱۳) غلام کا آزاد کرنا۔ اسی سے ہے فَکُّ الرَّھۡنِ: رہن کا فک کرالینا۔ یعنی کسی رہن شدہ چیز کو چھڑا لینا (رہن کی شرط پوری ہونے پر)

المشرکین کا عطف اھل الکتب پر ہے۔ مِنۡ یہاں تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے آیت کا ترجمہ علماء نے یوں کیا ہے:۔

۱:۔ جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے۔ (مولانا فتح محمد جالندہری)

۲:۔ جو اہل کتاب اور مشرک کفر کرتے تھے وہ اپنے کفر سے باز رہنے والے نہ تھے۔ (تفسیر مظہری)

۳:۔ اھل الکتاب وھم الیھود والنصاری والمشرکون ھم عباد الاصنام لم یکونوا منفصلین عما ھم علیہ من الدیانات۔ (الیسر التفاسیر)

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین بت پرست جس مذہب پر وہ چل رہے تھے اس سے دور ہٹنے والے نہ تھے۔

یا۔ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب سے دور ہونے والے نہیں تھے:

حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ: حتّٰی انتہار غایت کے لئے آتا ہے۔ یہاں تک جب تک،

تَاْتِیَ: مضارع واحد مؤنث غائب اِتْیَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ آتی ہے وہ آئے گی۔ وہ آجائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

اَلْبَیِّنَةُ۔ الحجة الواضحة۔ واضح دلیل۔ کھلی دلیل۔ وہ آگئی (مستقبل بمعنی ماضی) یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے یا آگئی۔ (یعنی رسول کریم کی ذاتِ مبارک) صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۸: ۲ ـــ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ؕ

رَسُوْلٌ بدل ہے البینۃ سے۔

قال الزجاج:۔

رَسُوْلٌ۔ رفع علی البدل من البینۃ: رسولٌ مرفوع ہے کیونکہ البینۃ سے بدل ہے۔ مِنَ اللّٰهِ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔ یہ رَسُوْلٌ کی صفت ثانی ہے رَسُوْلٌ کی یا رَسُوْلٌ سے حال ہے۔

یَتْلُوْا۔ تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے۔

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً: موصوف وصفت مل کر یَتْلُوْا کا مفعول۔

صُحُفٌ بمعنی صحیفے، کتابیں۔ اوراق، نوشتے، صحیفۃ کی جمع ہے جو شاذ و نادر ہے۔ کیونکہ فَعِیْلَةٌ کی جمع فُعُلٌ پر نہیں آتی۔

قیاس میں اس کی مثال: سَفِیْنَةٌ اور سُفُنٌ ہے۔ قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے۔ جس طرح توریت کے ابواب صحیفے ہیں۔

مُطَهَّرَةً: تَطْهِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے پاک کی ہوئی۔ پاک۔ یعنی قرآنی صحیفے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اور ان میں عمدہ اور

مستحکم مضامین مندرج ہیں۔

۹۸ : ۳ — فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب صُحُفًا کی طرف راجع ہے کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ موصوف صفت۔ قَیِّمَۃٌ صیغہ صفت ، مرفوع ، مؤنث ، نکرہ ہے۔ بمعنی درست ، سچی ، یا معاش اور معاد کو ٹھیک کرنے والی۔

مطلب یہ کہ :۔

گذشتہ آسمانی صحیفے اور کتابیں درست تھیں مستقیم اور انسانی زندگی کی اصلاح کرنے والی تھیں۔ قرآن مجید ان کا نچوڑ ہے اور ان کے مضامین کو حاوی ہے۔

جملہ صُحُفًا کی صفت ہے یا ضمیر ھا سے حال ہے۔

۹۸ : ۴ — وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ : جملہ مستانفہ ہے۔ واؤ عاطفہ ، مَا نافیہ۔ تَفَرَّقَ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَفَرُّقٌ (تفعّلٌ) مصدر سے۔ وہ متفرق ہو گیا۔ وہ پھوٹا۔ وہ جدا ہوا۔

اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ اُوْتُوا الْکِتٰبَ صلہ۔ اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ فاعل تَفَرَّقَ کا۔

اُوْتُوْا ماضی مجہول ، جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعالٌ) مصدر ، بمعنی دیئے گئے۔ ان کو دی گئی۔ الْکِتٰبَ مفعول ثانی اُوْتُوْا کا۔

اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ۔ جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)

اِلَّا۔ استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو)

اَلْبَیِّنَۃُ۔ مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱ ۔ ۲۔ مذکورہ بالا)

ترجمہ ہوگا :۔

اور نہیں بٹے فرقوں میں اہل کتاب مگر بعد اس کے کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل (یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد ہی رسول پر ایمان لانے کے متعلق اہل کتاب کے اندر اختلاف پیدا ہوا۔ ورنہ تو آپ کی بعثت سے پہلے تو یہ آنے والے رسول کی تصدیق پر سب کا اتفاق و اتحاد تھا۔ اور سب بعثتِ نبی کے

منتظر تھے۔ کافروں کے خلاف نبیٔ منتظر کے وسیلے سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے اوکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہٖ (۲: ۸۹) یعنی وہ پہلے (ہمیشہ) حضور کے وسیلہ سے کفار پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے نہ پہچانا آپ کے ساتھ کفر کرنا شروع کردیا۔ (ضیاء القرآن)

لیکن جب وہ جانا پہچانا نبی آگیا تو محض حسد وعناد کی وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ بعض اہل کتاب کا عقیدہ صفاتِ الٰہیہ کے متعلق درست نہ تھا۔ اللہ کو مخلوق کا باپ قرار دیتے تھے (اور بعض اہل کتاب کا عقیدہ درست تھا) لیکن بعثتِ نبی پر سب کا اتفاق تھا کیونکہ آنے والے نبی کے اوصاف ان کی کتابوں میں بیان کردیئے گئے تھے۔

چونکہ قبل البعثت تصدیق نبی پر صرف اہل کتاب کا اتفاق تھا اور مشرکین اس اتفاق میں شریک نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں صرف اہل کتاب کا ذکر کیا تاکہ جن اہل کتاب نے تصدیق رسول نہیں کی ان کی مزید شناخت ہو جائے۔ (تفسیر مظہری)

۹۸: ۵ — وما امروا الا لیعبدوا اللہ: یہ سارا جملہ الذین اوتوا الکتٰب سے حال ہے۔

ای والحال انھم ما امروا لشئی یخالف اصول دینھم بل بشئی یطابقھا۔ حال یہ ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز کے متعلق حکم نہیں دیا گیا تھا جو ان کے دین کے اصول کے خلاف ہو بلکہ (جو حکم دیا گیا ان کے دین کے اصول کے) مطابق تھا

ما نافیہ۔ امروا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو حکم دیا گیا۔

الا حرف استثناء۔ لیعبدوا میں لام زائدہ ہے اور ان محذوف مقدر ہے ای الا ان یعبدوا اللہ۔ اور یہ ما امروا کا مفعول ہے۔ یعنی ان کو صرف اللہ کا حکم دیا گیا تھا۔

مخلصین لہ الدین۔ یہ یعبدوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے خالصتہ اسی کی اطاعت کی نیت سے۔

مخلصین۔ اخلاص (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ کسی چیز کو آمیزش سے پاک رکھنے والے۔ الدین۔ اطاعت، شریعت۔

حُنَفَاءَ۔ مُخْلِصِیْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یک رُخے ہوکر۔ یہ حَنِیْفٌ کی جمع ہے۔ حنیفی، اللہ کی طرف ہونے والے، یعنی دوسرے سب عقائد چھوڑ کر صرف اللہ کے راہِ مستقیم پر چلنے والے۔

مائلین من جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔ (روح المعانی)
ٹیڑھے عقائد سے ہٹ کر اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔

وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ: دونوں کا عطف یَعْبُدُوْا پر ہے دونوں میں نون اَنْ مقدرہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
اور ان کو کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ اللہ کی عبادت کیا کریں۔ خالص اسی کی اطاعت کی نیّت سے یک رُخے ہوکر اور نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔

ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ۔ ذٰلک: ای الذی امروا بہ (الخازن)
جس کا ان کو حکم دیا گیا۔ یعنی
۱۔ خالصۃ اللہ کی اطاعت کی نیّت سے اسی کی عبادت کرو۔
۲۔ نماز قائم کیا کرو۔
۳۔ زکوٰۃ دیا کرو۔
یہی دینِ قیّم ہے ــــ قیم بمعنی سچا، صحیح، مستحکم، مضبوط۔

دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ: مضاف مضاف الیہ۔ اصل میں موصوف وصفت ہیں۔ القیمۃ میں تاء تانیث کی نہیں ہے بلکہ مبالغہ کی ہے جیسے عَلَّامَۃٌ میں۔ دین کو جو اصل میں موصوف ہے صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔

القیمۃ۔ التی لا عوج فیھا۔ جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

۹۸: ۶ ــــ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ:

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ موصول وصلہ۔ مِنْ بیانیہ، اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ بیان ہے کَفَرُوْا کا۔ الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین۔ اسم اِنَّ۔ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ۔ سارا جملہ خبر ہے اِنَّ کی۔

نَارِ جَہَنَّمَ مضاف مضاف الیہ۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ یہ جہنم میں جانیوالے کافر اہل کتاب وکافر مشرکین، سے حال ہے۔ یعنی جن اہل کتاب اور مشرکوں نے کفر کیا۔ وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِیْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع نار جہنم ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ اُولٰئِكَ اسم اشارہ بعید ہے جمع مذکر، مبتدا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔

شَرُّ الْبَرِيَّةِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہے مبتدا کی۔

جس سے سب کو نفرت ہو وہ شرّ ہے۔

الْبَرِيَّةِ۔ مخلوق، خلق۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر سے فَعِيْلَةٌ کے وزن پر بمعنی مفعول واحد مؤنث ہے۔ بَرْءٌ کے معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں۔ اسی سے بَارِئٌ ہے جو خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ پیدا کرنے والا، نیست سے ہست میں لانے والا۔

۹۸: ۷ — اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسم اِنَّ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اس کی خبر (نیز ملاحظہ ہو آیت (۶) مذکورہ بالا)

ترجمہ ہوگا:۔

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی سب خلق سے بہتر ہیں۔

۹۸: ۸ — جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: جَزَآؤُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

(هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اُولٰئِكَ (آیت سابقہ) کی طرف راجع ہے)

عِنْدَ ظرف مکان ہے بمعنی پاس، قریب۔ مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) ظرف ہے جس کا تعلق جزاء سے ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ: مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔

عَدْنٍ۔ رہنا۔ بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب اور

نصر سے آتا ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ کا معنی ہے۔ رہنے بسنے کے باغات، یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ جملہ صفت ہے جَنّٰتٍ کی، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰت ہے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔ یہ حال ہے جَزَآءُ ھُمْ کی ضمیر ھُمْ سے۔ اَبَدًا تاکید کے لئے ہے۔ یا یہ خٰلِدِیْنَ کا ظرف ہے یعنی ان باغات میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ یہ جَزَآءُ ھُمْ کی خبر ثانی ہے۔
رَضِیَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ راضی ہوا۔ وہ خوش ہوا۔ رِضًی (باب سمع) مصدر سے۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔
اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ کہ اس کو اپنے حکم کا فرماں بردار اور اپنی نہی سے پرہیزگار دیکھے۔ اور یہ کہ جو کچھ اس پر قضاء الٰہی سے جاری ہو وہ اُسے مکروہ نہ سمجھے۔
رَضُوْا ماضی جمع مذکر غائب رِضًی مصدر۔ وہ راضی ہوئے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ : ذٰلِكَ مبتدا۔ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ اس کی خبر۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید واحد مذکر۔ اس میں ذٰا اسم اشارہ ہے اور كَ حرف خطاب ہے۔ خَشِیَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ خَشْیَةٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ڈرا۔ اس نے خوف کھایا۔ رَبَّهٗ مضاف، مضاف الیہ مل کر خَشِیَ کا مفعول۔ اپنے رب سے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۹) سورۃ الزلزال مدنیۃ (۸)

۹۹ : ۱ — اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ اِذَا شرطیہ، زُلْزِلَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زِلْزَالٌ (فعلال) مصدر سے۔ اَلْاَرْضُ مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ۔ زِلْزَالَهَا میں زلزال مفعول مطلق مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع الارضُ ہے) مضاف الیہ۔ (زلزال مصدر ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے)
مطلب یہ کہ مصدر کو مفعول مطلق لانے کا مقصد فعل کی تاکید ہے۔ یعنی حرکت الارض حرکۃ شدیدۃً۔ یعنی زمین شدت کے ساتھ بار بار ہلائی جاتے گی۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۵۶ : ۴) جب زمین بھونچال سے لرزے گی!
اِذَا شرطیہ۔ ظرف زمان بمعنی جب۔ زِلْزَالٌ ہلانا۔ جھڑ جھڑ دینا۔ زلزلہ میں ڈالنا۔
۹۹ : ۲ — وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
اَثْقَالَهَا: اثقال۔ ثِقْلٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ۔ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الارض ہے۔ مضاف الیہ۔ اپنا بوجھ،
جب زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ بوجھ سے مراد دفینے اور خزانے ہیں۔
۹۹ : ۳ — وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ اس کا عطف بھی اذا زلزلت پر ہے۔
اَلْاِنْسَانُ سے مراد یا تو جنس انسانی ہے یا کافر لوگ ہیں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے لیکن راجح یہی ہے کہ یہاں مراد جنس انسان ہے۔
کافر لوگ تو متعجب اس لئے ہوں گے کہ ان کو قبروں سے دوبارہ اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی اور مؤمن واقعہ کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوتے کہیں گے کہ بے شک یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

مَالَهَا میں مَا مبتدا اور لَهَا اس کی خبر، اس کو کیا ہو گیا ہے۔ جملہ استفہامیہ قَالَ کا مفعول ہے۔

۹۹: ۴ — يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ یہ جملہ، مذکورہ بالا تینوں جملہ ہائے شرطیہ کا جواب ہے۔ يَوْمَئِذٍ بدل ہے اِذَا سے۔

اَخْبَارَهَا (مضاف مضاف الیہ) مفعول ثانی ہے تُحَدِّثُ کا۔ النَّاسَ مفعول اول محذوف ہے۔ يَوْمَئِذٍ تحدث الناس اخبارها (اس روز زمین لوگوں کو اپنی خبریں سنائے گی۔)

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب، مضاف، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس روز۔ ان واقعات کے دن۔

تُحَدِّثُ مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب: تَحْدِيْثٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی کہنا۔ باتیں کرنا۔ بیان کرنا۔ وہ بتائے گی۔ وہ بیان کرے گی۔

حَدِيْثٌ بات، بیان۔

۹۹: ۵ — بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا: بِ سببیہ، لام بمعنی اِلٰی ہے۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ رَبَّكَ مضاف مضاف الیہ۔ اسم اَنَّ۔ اَوْحٰى لَهَا اس کی خبر۔ یعنی زمین کی تحدیث (خبر دینا) اس سبب سے ہو گا۔ کہ اللہ کی طرف سے اس کو یہی وحی ہی ہو گی۔ (اس کو یہی اشارہ یا اذن ہو گا) یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا کے جواب میں ہو۔ یعنی انسان کے سوال کے جواب میں زمین یہ کہے گی کہ مجھے اللہ کا حکم ہی یوں ملا ہے۔

۹۹: ۶ — يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔

يَوْمَئِذٍ۔ پہلے يَوْمَئِذٍ سے بدل ہے۔ بمعنی اس روز۔ ان واقعات کے وقوع کے دن۔

يَصْدُرُ مضارع واحد مذکر غائب صَدْرٌ (باب نصر، ضرب) سے مصدر بمعنی لوٹنا۔ مڑنا۔ سینہ پر مارنا۔ پانی پی کر گھاٹ سے واپس ہونا۔ صَادِرٌ چشمہ سے پانی پی کر واپس آنیوالا۔ اسم فاعل وَارِدٌ کی ضد ہے۔

مَصْدَرٌ وہ اسم جس سے تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔ اَشْتَاتًا۔ جدا جدا۔ طرح طرح۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ کی جمع ہے۔

اَشْتَاتًا فاعل ہے یَصْدُرُ کے فاعل سے :

لِیُرَوْا۔ لام تعلیل کا ہے یُرَوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے کہ ان کو دکھائے جائیں۔

اَعْمَالَھُمْ، مضاف الیہ۔ مل کر یُرَوْا کا مفعول مالم یسم فاعلہ۔

اس روز لوگ مختلف حالتوں میں پھر کر آئیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔

مطلب یہ کہ حساب کی پیشی کے بعد مقام حساب سے لوگ متفرق طور پر لوٹیں گے کچھ دائیں جانب سے جنت کو جائیں گے اور کچھ بائیں سمت کو دوزخ کی طرف۔ یہ اس لئے کہ ان کو ان کے اعمال کی جزاوسزا دکھا دی جائے، یعنی جنت اور دوزخ کے اندر اپنے مقامات پر جاکر اتریں۔ (تفسیر مظہری)

۹۹: ۷ — فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (یہاں سے لے کر اخیر سورۃ تک لِیُرَوْا کی تفسیر ہے)

فَ تفسیریہ ہے مَنْ شرطیہ۔ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ جملہ شرطیہ یَرَہٗ جواب شرط۔

مِثْقَالَ اسم مفرد۔ مَثَاقِیْل جمع۔ ہموزن، برابر۔ ثقل مادہ۔ ثَقِیْلٌ بھاری۔ وزنی، مضاف۔

ذَرَّۃٍ ۔ ذرّہ۔ جمع ذَرَّات۔ چھوٹی چیونٹی۔ ذرہ کے ہم وزن نیکی، چھوٹی چیونٹی کے ہم وزن۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یَعْمَلْ کا مفعول۔

خَیْرًا ۔ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ کا بدل۔ ذرّہ کے ہموزن نیکی۔

پھر جس نے بھی ذرّہ بھر نیکی کی۔ (جملہ شرطیہ)

یَرَہٗ: میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع خَیْرًا ہے۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔ (جواب شرط)

۹۹: ۸ — وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

ترکیب کے لئے آیت بالا ۹۹: ۷۔ ملاحظہ ہو۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۰۰) سُوۡرَۃُ الۡعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۱۱)

۱۰۰: ۱ ـــ وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ؕ جملہ قسمیہ ہے۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔
العٰدِیٰتِ جمع ہے عَادِیَۃٌ کی۔ اس کا مادہ ع د و ہے جس سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث عادوۃ ہے واؤ ماقبل مکسور کو یاء سے بدل دیا عَادِیَۃٌ ہوا۔ جس کی جمع عادیات ہوئی جیسے غَزۡوٌ کی جمع غَازِیَاتٌ (جمع مؤنث غائب کا صیغہ)

ضَبۡحًا۔ کی درج ذیل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ضَبۡحًا مصدر ہے منصوب ہے جس کا فعل یَضۡبَحۡنَ (باب فتح) محذوف ہے ای یَضۡبَحۡنَ ضَبۡحًا اور جملہ موضع حال میں ہے۔

۲۔ ضَبۡحًا مفعول مطلق ہے اسم فاعل کی تاکید کے لئے ہے۔

اَلۡعٰدِیٰتِ: تیز دوڑنے والی گھوڑیاں یا گھوڑے۔ عَدۡوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔

امام راغب فرماتے ہیں:
عَدۡوٌ کے معنی ہیں تجاوز کرنے اور ہیوستگی ختم کرنے کے۔ اگر یہ چیز چلنے میں ہو تو اس کو عَدۡوٌ (دوڑنا) کہتے ہیں۔

یہاں عٰدِیٰت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس رض، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، کلبی، قتادہ، مقاتل اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ یہ غازیوں کے گھوڑوں کی صفت ہے۔

۲۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اونٹنیاں ہیں۔

ضَبۡحٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں (گھوڑے کا) دوڑنے کے سبب پیٹ سے

آواز نکالنا۔ ہانپنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

چوپاؤں میں سے سوائے کتے اور گھوڑے کے کوئی جانور نہیں ہانپتا۔

سو آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

قسم ہے (غازیوں کے) ان گھوڑوں کی جو سرپٹ دوڑنے سے ہانپتے ہیں۔

۱۰۰: ۲ — فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا۔ اس کا عطف آیت نمبرا پر ہے۔

مُوْرِيٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُوْرِيَةٌ واحد۔ اِيْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ آگ روشن کرنے والے (کرنے والیاں) مراد وہ گھوڑے جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سموں کی آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ دِيَةٌ وہ چیز جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

اِيْرَاءٌ۔ لکڑی، پتھر وغیرہ کو رگڑ کر آگ نکالنا۔

قَدْحًا: مصدر ہے (باب نصر سے) چقماق کو مار کر آگ نکالنا۔ پتھر پر پتھر مار کر یا لوہے کو مار کر آگ نکالنا۔ یہاں مراد ہے گھوڑے (یا گھوڑیوں) کا نعل وار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مار کر آگ نکالنا۔

مطلب پھر قسم ہے ان گھوڑوں یا گھوڑیوں کی جن کے نعل جب رات کے وقت تیزی سے چلتے ہیں پتھروں پر کھٹا کھٹ پڑتے ہیں تو آگ چمک اٹھتی ہے۔

۱۰۰: ۳ — فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ پھر (قسم ہے) المغیرات کی۔

صُبْحًا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر قسم ہے (ان کی) جو صبح ہوتے ہی (دشمنوں پر) دھاوا کرتے ہیں۔ المغیرات جمع ہے المغیرۃ کی۔ اغارۃ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ٹوٹ پڑنے والے۔ چھاپہ مارنے والے۔

یعنی پھر قسم ہے (غازیوں کے) ان چھاپہ مار گھوڑوں کی جو صبح ہوتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں۔

۱۰۰: ۴ — فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے ف کا عطف کلام محذوف

پر ہے۔ ای عَدَوْنَ فَاَثَرْنَ۔ وہ (حملہ کرتے وقت) سرپٹ دوڑتے یا دوڑتی ہیں پھر غبار اڑاتی یا اڑاتے ہیں (گھوڑے)

اَثَرْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِثَارَۃٌ (باب نصر، ضرب) مصدر بمعنی اٹھانا۔ برانگیختہ کرنا۔ اڑانا۔

نَقْعًا: مفعول بہ۔ گرد و غبار، خاک، بِہٖ کی ضمیر دشمن پر چھاپہ مارنے کے وقت کی طرف راجع ہے۔ (بیضاوی) یعنی وہ گھوڑے جو چھاپہ مارنے کے وقت (جوش میں اپنے سموں سے) غبار اڑاتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا۔ ای ھَیَّجْنَ فِی الصُّبْحِ غُبَارًا۔ (کلمات القرآن) وہ صبح کے وقت (جب دشمن پر حملہ کرتے ہیں) غبار اٹھاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک بِہٖ کی ضمیر دشمن کے مقام کی طرف راجع ہے بِہٖ ای بمکان عدوھا۔ (یعنی اپنے دشمن کے مقام پر (غبار اٹھاتی ہیں) (الیسر التفاسیر)

پھر ان کی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے زور سے دوڑنے میں گرد و غبار اٹھاتے ہیں۔

۱۰۰: ۵ — فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا: اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے ف حرف عاطفہ وَسَطْنَ ماضی جمع مؤنث غائب وَسْطٌ (باب ضرب) مصدر سے درمیان میں ہونا، درمیان میں بیٹھنا۔ یہاں بمعنی درمیان میں جا گھسنا ہے۔

بِہٖ ای بذلک الوقت۔ او بالعدو او بالنقع۔ اس وقت دشمن کے درمیان گرد و غبار کے اندر (بیضاوی وغیرہ)

جَمْعًا: حال ہے۔ اکٹھے، جماعت کی جماعت۔ یا یہ وَسَطْنَ کا مفعول ہے اور جَمْعًا سے مراد جموع الاعداء۔ دشمنوں کا گروہ ہے۔

ترجمہ: پھر وہ اسی وقت (دشمن کے لشکر میں) گھس جاتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے انبوہ میں گھس جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں پھر وقت پر نامردی کرتے ہیں۔

"یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب، لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حج میں جانے والے اونٹوں کے اوصاف ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

اس بارے میں ایک روایت بھی کرتے ہیں (تفسیر حقانی)

۱۰۰ : ۶ — اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ : یہ جملہ اور آئندہ آنے والے دو جملے متذکرہ بالا جملہ ہائے قسمیہ کے جواب القسم ہیں۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلْاِنْسَانَ اسم جنس - بنی نوع انسان۔ اسم اِنَّ۔

لَكَنُوْدٌ لام تاکید کا ہے۔ كَنُوْدٌ بمعنی ناشکرا۔ بخیل، نافرمان، اِنَّ کی خبر۔ لِرَبِّهٖ متعلق خبر۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

۱۰۰ : ۷ — وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ - جملہ ھذا کا عطف ما قبل پر ہے۔

واؤ عاطفہ - اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔ اسم اِنَّ۔

لَشَهِيْدٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے شَهِيْدٌ خبر اِنَّ : عَلٰى ذٰلِكَ متعلق خبر، ذٰلِكَ کا اشارہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر انسان کا بخل، جحود اور نافرمانی کی طرف ہے۔

اور وہ اپنے اس بخل کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اس کے اپنے اعمال و اطوار اس کے بخل و ناشکری کے گواہ ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب القسم میں ہے۔

۱۰۰ : ۸ — وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ : (ترکیب نحوی کے لئے ملاحظہ ہو آیت سابقہ۔

اَلْخَيْرِ سے یہاں مراد مال و دولت ہے اور مال و دولت سے انسان کی محبت اظہر من الشمس ہے۔ گناہوں کا یہ سیل بے پناہ، مظالم کی یہ آندھیاں، مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان یہ خونریز تصادم، سب کے پس پردہ دولت کی یہی بے پناہ محبت اور لالچ کارفرما ہے۔

ترجمہ:

اور بے شک وہ (یعنی انسان) مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔

۱۰۰ : ۹ — اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ۔ أ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف کا عطف محذوف پر ہے۔ ای الا ینظر فلا یعلم۔ يَعْلَمُ کا مفعول محذوف ہے ای الوقت۔

تقدیر عبارت ہوگی : الا ینظر فلا یعلم الوقت۔ کیا وہ نہیں دیکھتا ہے پھر نہیں جانتا ہے اس وقت کو کہ جب ......)

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ۔ اِذَا ظرفیہ ہے بمعنی جب۔ بُعْثِرَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب بَعْثَرَۃٌ مصدر سے بمعنی کریدکر نکالا جانیوالا۔ الٹ پلٹ کرنا کے ہیں۔ مَا موصولہ فِی الْقُبُوْرِ اس کا صلہ۔ موصول صلہ مل کر بُعْثِرَ کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ یہاں مَا موصولہ بمعنی مَنْ ہے جس سے مراد مردہ انسان ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔

جب جو کچھ قبروں میں ہے کرید کر نکال لیا جائے گا۔ یعنی مردہ انسانوں کو قبروں سے نکال لیا جائے گا۔

بَعْثَرَۃٌ: جن علماء کی رائے یہ ہے کہ رباعی اور خماسی۔ دو ثلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعِثَ اور اُثِیْرَ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بَعْثَرَۃٌ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں۔

پس جس طرح بَسْمَلَ (اس نے بسم اللہ پڑھی) بِسْمِ اور اللہ کے لام سے مرکب ہے اسی طرح لفظ بَعْثَرَۃٌ لفظ بعث اور اثارۃ کی راء سے مرکب ہے۔

۱۰۰: ۱۰ ــــ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ حُصِّلَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب تَحْصِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی چھلکے سے گودا نکالنے کے ہیں۔

مَا موصولہ فِی الصُّدُوْرِ اس کا صلہ، موصول وصلہ مل کر حُصِّلَ کا مفعول مالم یسم فاعلہ۔ وہ حاصل کیا گیا۔ وہ ظاہر کیا گیا۔

اور جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ سینوں کے راز آشکارا کر دیئے جائیں گے۔ (لوگوں کے پوشیدہ افعال، خفیہ ارادے، مخفی نیتیں، سربستہ راز، قلبی جذبات، باطنی کیفیات سب ظاہر کر دیئے جائیں گے)

۱۰۰: ۱۱ ــــ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ: اِنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ بالفعل، رَبَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ: لَخَبِیْرٌ اس کی خبر باقی کلام متعلق خبر۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِذَا بُعْثِرَ تا فِی الصُّدُوْرِ جملہ شرطیہ ہو اور اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ۔ جواب شرط۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ شرط اور جواب شرط فعل یَعْلَمُ کا مفعول ہو۔

ترجمہ ہوگا:۔ یقیناً ان کا رب ان سے اس دن خوب باخبر ہوگا۔ (اگرچہ

اللہ تعالیٰ آج بھی ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے لیکن اس روز کی آگاہی اور باخبری کی کیفیت اس روز جداگانہ ہوگی (ضیاء القرآن)

زجاج کا بیان ہے کہ:۔

خَبِیْرٌ سے مراد ہے بدلہ دینے والا۔ سو مطلب یہ ہے کہ ان کا رب اس دن بدلہ دے گا۔ (تفسیر مظہری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۰۱ سورة القارعة مکّيّة (۱۱)

۱۰۱ : ۱ — اَلْقَارِعَةُ - مبتدا (۱)

۱۰۱ : ۲ — مَا الْقَارِعَةُ : مَا مبتدا - اَلْقَارِعَةُ خبر - مبتدا اور خبر مل کر مبتدأ (۱) کی خبر -

۱۰۱ : ۳ — وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ مَا استفہامیہ مبتدا - اَدْرٰىكَ خبر، مَا الْقَارِعَةُ - مَا مبتدا - اَلْقَارِعَةُ خبر - مبتدا اور خبر مل کر اَدْرٰىكَ کا مفعول ثانی (مفعول اول كَ ضمیر واحد مذکر حاضر)

اَلْقَارِعَةُ اسم فاعل واحد مؤنث قَارِعَاتٌ و قَوَارِعُ جمع -
مصیبت، بلا، حادثہ - یا - اچانک آجانے والی مصیبت - اصل مادہ قَرْعٌ ہے اس میں (باب فتح) کے معنی ہیں کھٹکھٹانا - مثلاً قَرَعَ الْبَابَ - اس نے دروازہ کھٹکھٹایا - یا قَرَعَ رَاْسَهٗ بِالْعَصَا - اس کے سر کو لاٹھی سے کھٹکھٹایا - یعنی لاٹھی سر پر ماری - قَرَعَ زَيْدٌ سِنَّهٗ - زید نے اپنے دانت پیسے یعنی پشیمان ہوا -
قَرْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث قَارِعَةٌ ہے -

ساعت قیامت بھی ناگہاں آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اس لئے قیامت کو اَلْقَارِعَةُ کہا گیا ہے - اصل میں یہ صیغہ صفت تھا - پھر قیامت کا وصفی نام بنادیا گیا -

مَا استفہامیہ ہے بمعنی کیا ہے - اَدْرٰىكَ اَدْرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی واقف کرنے اور بتانے کے ہیں - كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر - مَا اَدْرٰىكَ - تجھے کون بتائے - تجھے کون خبردار کرے - محاورۃً تجھے کیا معلوم تجھے کیا خبر، تو کیا جانے - (کہ کھٹکھٹا دینے والی چیز کیا ہے)

۱۰۱ : ۴ — يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ - يَوْمَ ظرف منصوب ہے اس کا فعل محذوف مضمر ہے جس پر اَلْقَارِعَةُ کا لفظ دلالت کر رہا ہے یعنی

وہ ساعت اس روز کھٹکھٹائے گی جب لوگ اس طرح ہوں گے (یعنی کالفراش المبثوث)

یا لفظ یَوۡمَ کا نصب اس وجہ سے ہے کہ اس جگہ جملہ کی طرف مضاف ہے ورنہ اس کو مرفوع ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی وہ ساعت ایسا دن ہوگا جس میں لوگ کالفراش المبثوث ہوں گے۔ (تفسیر مظہری)

کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ۔ ک حرف تشبیہ۔ الفراش جمع۔ الفراشۃ واحد (پتنگے، پروانے) موصوف۔

المَبۡثُوۡثِ۔ بَثٌّ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ پراگندہ، بکھرے ہوئے۔ صفت۔ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح۔

(جس روز لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے)

۱۰۱: ۵ — وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

العِہۡن وہ رنگین اون جو مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی ہو۔

مَنۡفُوۡش۔ نَفۡشٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے دھنکی ہوئی۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے۔

۱۰۱: ۶ — فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ (یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ میں انسانوں کی حالت مجمل بیان کی گئی تھی یہاں سے تفصیل شروع ہے)

یہ جملہ شرطیہ ہے۔ ف بمعنی پھر، اَمَّا حرف شرط ہے اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے بمعنی سو ہے۔ مَنۡ شرطیہ استعمال ہوا ہے۔ بمعنی جس کا۔

ثَقُلَتۡ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ثِقَلٌ (باب کَرُمَ) مصدر سے ہے جس کا معنی گراں بار ہونے کے ہیں۔

مَوَازِیۡنُہٗ جمع ہے مَوۡزُوۡنٌ کی یا مِیۡزَانٌ کی جو وزن سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وزن کیا ہوا۔

مَوَازِیۡنُ وہ اعمال جو ترازو میں تولے گئے ہوں جو وزن کئے گئے ہوں۔ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنۡ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر تو جس کے اعمال تول میں بھاری ہوں گے:

۱۰۱:۵/ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔

عِيشَةٍ موصوف: زندگی۔ زندگانی، عَاشَ يَعِيشُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔

رَاضِيَةٍ۔ رِضًى (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: بمعنی پسند کرنے والی۔ پس وہ پسند کرنے والی زندگی میں ہوگا۔

عِيشَةٍ کی طرف پسند کی نسبت مجازی ہے۔ اصل میں پسند کرنیوالا زندگی والا ہوتا ہے نہ کہ خود زندگی۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرطیہ ہے۔ خَفَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ خِفَّةٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ہلکا ہونا۔

اور جس کے اعمال کا تول ہلکا ہوگا:

۱۰۱: ۹ ــــ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط میں ہے۔ اُمُّهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ماں۔ اس کا ٹھکانا۔ مسکن، ماں کو مسکن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اولاد کے سکون کا مقام ماں ہی ہوتی ہے۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

هَاوِيَةٌ دوزخ میں ایک درجہ کا نام ہے یہ ایک نہایت ہی گہرا گڑھا ہے جس کی گہرائی خدا ہی کو معلوم ہے۔

پس اس کا ٹھکانا هاوية ہوگا۔

۱۰۱: ۱۰ ــــ وَمَا اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ: واؤ عاطفہ مَا استفہامیہ، هاوية کی ہولناکی کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ هِيَ کی ضمیر هاوية کی طرف راجع ہے۔

مَاهِيَهْ میں ہٖ سکتہ کے لئے ہے۔ حمزہ نے اس کو وصل کی حالت میں بغیرہ کے پڑھا ہے اور باقی قراء نے ہٖ کو ہر حالت میں سکتہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی مَاهِيَهْ وہ کیا ہے۔

۱۰۱: ۱۱ ــــ نَارٌ حَامِيَةٌ۔ یہ هَاوِيَةٌ سے بدل ہے۔ یعنی وہ آگ ہے دہکتی ہوئی یا مبتدا محذوف ہے اور نَارٌ اس کی خبر ہے۔ (نَارٌ حَامِيَةٌ۔ موصوف وصفت)

ای ھی نَارٌ حَامِیَۃٌ۔ ھِیَ مبتدار محذوف، نَارٌ حَامِیَۃٌ موصوف صفت مل کر مبتدار کی خبر۔

حَامِیَۃٌ۔ دہکتی ہوئی، جلتی ہوئی۔ حَمْیٌ سے جس کے معنی دہکنے اور گرم ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اسی سے ہے حَامِیْ حمایت کرنے والا۔ مدافعت کرنے والا۔ دوست: کیونکہ دوست دوست کی مدافعت میں گرمی اور جوش میں آجاتا ہے:

: اللہ اکبر :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۰۲) سورۃ التکاثر مکیّۃ (۸)

۱۰۲ : ۱ — اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ : اَلْھٰی ماضی واحد مذکر غائب اِلْھَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی زیادہ ضروری چیز سے غافل رکھنا۔

کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو غفلت میں رکھا۔

التکاثر۔ بہتات۔ زیادہ طلبی، دولت وجاہ، عزت ومرتبہ، مال اور اولاد کی کثرت کے لئے باہم جھگڑنا۔

بروزن تفاعل مصدر ہے۔ مال ومتاع کی مزید چاہت وطلب (حرص) نے تم کو غافل کر رکھا۔ باب تفاعل کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت باہمی اشتراک بھی ہے یعنی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے تم نے مال ومتاع کی مزید سے مزید طلب وسعی میں دیگر بہتر اور زیادہ ضروری امور سے غفلت برتی۔

۱۰۲ : ۲ — حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ، حتّٰی انتہار غایت کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔

زُرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر زِیَادَۃٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم نے جا دیکھا۔ تم نے جا زیارت کی۔

اَلْمَقَابِرَ۔ جمع مَقْبَرَۃٌ کی، قبریں۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

۱۰۲ : ۳ — کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ کَلَّا حرف ردع وزجر ہے۔ کسی امر سے بازداشت (روکنے) اور جھڑک دینے کے لئے ہے۔ یہاں تکاثر سے بازداشت کے لئے ہے مطلب یہ کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیئے۔

سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل سے حال کی طرف زیادہ قریب کر دیتا ہے

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: تم عنقریب جان لوگے،
تَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی عذاب کے وقت تم جان لوگے کہ اس تکاثر کا انجام کیا ہے؟

۱۰۲: ۴ — ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ ثُمَّ یہاں تراخی رتبہ کے لئے آیا ہے یعنی یہ دوبارہ وعید پہلی دھمکی سے زیادہ سخت ہے۔ اس کو وعید اول کی تاکید و تائید مزید کے لئے لایا گیا ہے۔ تمہیں پھر خبردار کیا جاتا ہے کہ تم قریب ہی اس تکاثر کے انجام کو جان لوگے۔

۱۰۲: ۵ — كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ: كَلَّا یہ ممانعت تکاثر کی تاکید در تاکید کے لئے آیا ہے (تم کو پھر خبردار کیا جاتا ہے)
لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ جملہ شرطیہ ہے تَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی اس تکاثر و تفاخر کا انجام۔
عِلْمَ کا نصب بوجہ مصدر ہونے کے ہے۔ اور عِلْمَ الْيَقِيْن میں موصوف کی اضافت اس کی صفت کی طرف ہے۔ اگر تم کو (اس انجام کا) یقینی علم ہوتا اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)
جواب شرط محذوف ہے یعنی: تو تم اس تکاثر و تفاخر میں وقت ضائع نہ کرتے اور ضروری امور سے غافل نہ رہتے۔

۱۰۲: ۶ — لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۔ جملہ جواب قسم میں ہے جس کا جملہ قسمیہ محذوف ہے ای وَاللهِ لترون الجحيم۔ خدا کی قسم تم دوزخ کو ضرور دیکھوگے۔ یعنی تم کو دوزخ ضرور دیکھنا ہوگا۔
(یہ سب کو خطاب ہے یعنی نیک و بد دونوں دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ نیک لوگوں کے لئے یہ محض ایک گذرگاہ ہوگا اور وہ سرعت کے ساتھ گذر جائیں گے اور بدوں کے لئے یہ گھر ہوگا کہ اس میں ہی رہیں گے۔
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹: ۷۱) اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اُسے اس پر گذرنا ہوگا۔
لام جواب قسم کا ہے تَرَوُنَّ رُؤْيَةٌ سے مضارع تاکید با نون ثقیلہ کا صیغہ

جمع مذکر حاضر،

۱۰۲: ۷ — ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ، ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ بمعنی پھر
لَتَرَوُنَّهَا۔ لام تاکید کا۔ تَرَوُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع جحیم ہے۔

پھر (یعنی قبروں سے اٹھنے کے بعد، قیامت کے روز) تم اس کو ضرور بالضرور دیکھ لوگے۔

عَيْنَ الْيَقِيْنِ مضاف مضاف الیہ۔ یقین کی آنکھ۔ یہ لَتَرَوُنَّ کا مفعول مطلق ہے
علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

رؤیت اور معائنہ ہم معنی ہیں۔ (اس لئے یہاں علم سے مراد ہے مشاہدہ) عین الیقین لَتَرَوُنَّ کا مفعول مطلق ہے اگرچہ دونوں کا مادہ جُداجُدا ہے مگر معنی ایک ہی ہے۔ اس تقریر سے رؤیت کو اس جگہ بمعنی علم قرار دینے کا قول دفع ہو گیا۔

مطلب یہ ہے کہ تم اپنی آنکھوں سے ایسا معائنہ کر لوگے جو یقین کا موجب ہوگا۔ یہی سبب ہے، کہ رؤیت اور مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو عین الیقین کہا جاتا ہے رؤیتِ چشم حصول علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے (تفسیر مظہری)

۱۰۲: ۸ — ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ : ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے بمعنی پھر۔

لَتُسْئَلُنَّ مضارع مجہول لام تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور پوچھے جاؤ گے۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔

يَوْمَئِذٍ ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب۔ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ اُس دن، ایسے واقعات کے دن۔

النَّعِيْمِ : اسم معرفہ، مجرور، نعمت، راحت، عیش۔ مراد اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں۔
ترجمہ :۔ پھر اس روز تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا:

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد وحساب ہیں جیسا کہ فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (۱۴: ۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم ان کو گن نہ سکو گے نعمار ظاہریہ، باطنیہ۔ تندرستی، جسم کے اعضاء کی خوبی۔ رزق، روزی۔ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی، سایہ وغیرہ۔ جس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار نعمتیں ہیں جن کا بندہ

شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ اکبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۰۳) سورۃ العصر مکیۃ (۳)

۱۰۳: ۱ ـــ وَالۡعَصۡرِ: واوَ قسمیہ ہے اَلۡعَصۡرِ مقسم بہٖ۔ قسم ہے عصر کی۔

اَلۡعَصۡرِ سے کیا مراد ہے اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: مثلاً

(۱) اس سے مراد زمانہ ہے۔ (حضرت ابن عباس رضؓ)

(۲) اس سے مراد رات و دن ہے۔ (ابن کیسان رحؒ)

(۳) اس سے مراد زوال سے غروب آفتاب تک العصر ہے۔ (حسن بصری رحؒ)

(۴) دن کی آخری گھڑی العصر ہے (قتادہ)

(۵) اس سے مراد عصر کی نماز ہے (مقاتل)

(۶) الدھر کلہ (زمانہ مطلقاً) (ایسر التفاسیر)

(۷) الزمن کلہ او جزء منہ (زمانہ مطلقاً یا اس کا کوئی حصہ) اضواء البیان وغیرہ۔

قسم اس شے کی کھائی جاتی ہے جو قسم کھانے والے کے نزدیک اہم اور عظیم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی قسم کھائی ہے اپنی مخلوق کی یا اپنی صفات کی، وہاں مقصود عظمت و حکمت کے اظہار کو مدنظر رکھتے ہوئے کھائی ہے لہٰذا متذکرہ بالا مختلف معانی جو علماء نے العصر کے لئے ہیں وہ سب اس تعریف میں صادق آتے ہیں

۱۰۳: ۲ ـــ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ: یہ جملہ جواب قسم ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ

بالفعل اَلْاِنْسَانَ اس کا اسم اور لَفِیْ خُسْرٍ اس کی خبر۔

خُسْرٍ۔ گھاٹا۔ ٹوٹا۔ نقصان، خسران۔ اس میں تنوین مفید عظمت ہے۔ کیونکہ خُسْرًا کا معنی ہے اصل پونجی کا ضائع ہوجانا۔ اور انسان۔ اپنی جان، اپنی عمر، اپنا مال ایسے کاموں میں برباد کرتا ہے جو آخرت میں اس کے لئے ہرگز سود مند نہ ہوں گے۔

خُسْرٍ۔ خَسِرَ یَخْسَرُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔

۱۰۳: ۳ — اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اِلَّا حرف استثنا یہ اَلْاِنْسَانَ سے استثناء متصل ہے۔ اور اگر الانسان سے یہاں مراد کافر لئے جاویں تو استثناء منقطع ہے۔

اَلَّذِیْنَ اسم موصول اٰمَنُوْا اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ۔ اور اَلْاِنْسَانَ مستثنیٰ منہ۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ تینوں جملوں کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے اور تینوں اِلَّا کے تحت مستثنیٰ ہیں

تَوَاصَوْا۔ تَوَاصِیٌ (تفاعل) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ انہوں نے وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔

چونکہ باب تفاعل کی خاصیت میں سے ایک خاصیت اشتراک بھی اہم خاصیت ہے۔ لہٰذا معنی ہوں گے:۔

اور باہم حق بات کی تلقین کرتے رہے اور صبر کی تاکید باہم کرتے رہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۱۰۴) سُوۡرَۃُ الۡھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۹)

۱۰۴:۱ — وَیۡلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۔ وَیۡلٌ مبتدا ۔ لِکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ اس کی خبر۔

وَیۡلٌ دوزخ کی ایک وادی کا نام ۔ عذاب، ہلاکت، عذاب کی شدت۔

لِکُلِّ ھُمَزَۃٍ ۔ لام حرف جار۔ کُلِّ ھُمَزَۃٍ مضاف الیہ مجرور لُمَزَۃٍ معطوف: اس کا عطف ھُمَزَۃٍ پر ہے۔ واؤ عاطفہ محذوف ہے

ھُمَزَۃٍ صیغہ صفت برائے مبالغہ۔ بڑا عیب گو۔ بہت غیبت کرنیوالا۔ طعن کرنے والا۔

ھَمۡزٌ (باب ضرب ونصر) مصدر۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ چبھونا۔ عیب گوئی کرنا۔ دور کرنا۔ مارنا۔ کاٹنا۔ توڑنا۔

اور صرف باب نصر سے، زمین پر پٹکنا۔ ھَمۡزُ الشَّیۡطٰنِ شیطانی وسوسہ ھَمۡزٌ کی جمع ھَمَزَاتٌ ہے۔

مِھۡمَزٌ ۔ مِھۡمَازٌ ۔ سوار کے جوتے کی ایڑی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کے پہلو پر (تیز چلانے کے لئے) مارتا ہے۔

مِھۡمَزَۃٌ (اردو میں مہمیز) کوڑا۔ کوبہ۔ لاٹھی۔ وہ لکڑی جس کے سرے پر کیل لگی ہوتی ہے اور اس سے جانور کے آر چبھوئی جاتی ہے۔

ھَمَّازٍ ۔ بڑا عیب گو، (مبالغہ کا صیغہ) ھُمَزَۃٍ کا ہم معنیٰ ہے:

لُمَزَۃٍ ۔ یہ لَمۡزٌ (باب ضرب) مصدر سے صیغہ صفت برائے مبالغہ ہے لَمَّازٌ بھی بمعنی لُمَزَۃٍ ہے۔ یعنی عیب چین، غیبت کرنے والا۔ پس پشت برائی

کرنے والا۔

لَمْزٌ کا معنی ہے طعن کرنا۔ چبھونا۔ ابرو اور آنکھ سے بطور طنز اشارہ کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ (۹: ۵۸) اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعن زنی کرتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو روبرو طعنے دیتا ہے اور پس پشت عیب جوئی کرتا ہے۔

هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔

اصل الفاظ ہیں هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ۔ عربی زبان میں هَمْزٌ و لَمْزٌ معنی کے اعتبار سے باہم اتنے قریب ہیں کہ کبھی دونوں ہم معنیٰ استعمال ہوتے ہیں اور کبھی دونوں میں فرق ہوتا ہے مگر ایسا فرق کہ خود اہل زبان میں سے کچھ لوگ هَمْزٌ کا جو مفہوم بیان کرتے ہیں کچھ دوسرے لوگ وہی مفہوم لَمْزٌ کا بیان کرتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ لوگ لَمْزٌ کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے قریب هَمْزٌ کے معنیٰ ہیں۔ یہاں چونکہ دونوں لفظ ایک ساتھ آئے ہیں اور هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے دونوں مل کر یہ معنی دیتے ہیں کہ اس شخص کی عادت ہی یہ بن گئی ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے کسی کو دیکھ کر انگلیاں اٹھاتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہے کسی کے نسب پر طعن کرتا ہے کسی کی ذات میں کیڑے نکالتا ہے کبھی منہ در منہ چوٹیں کرتا ہے کبھی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں کرتا ہے کہیں چغلیاں کھا کر اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں کو لڑواتا ہے اور کہیں بھائیوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے لوگوں کے برے نام رکھتا ہے اُن پر چوٹیں کرتا ہے اور ان کو عیب لگاتا ہے۔"

= قرآن مجید کی عبارت میں لُّمَزَةِ نِ الَّذِیْ آیا ہے۔ یہ چھوٹا سا نون۔ نون قطنی کہلاتا ہے۔ جس حرف پر تنوین ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نونِ مکسور سے بدل کر پڑھیں گے ایسے مقامات پر چھوٹا سا نون لکھ دیا جاتا ہے اس نون کو نونِ قطنی کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ

الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ (۱۴: ۱۸) جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے (اور) اسے اڑا کر لے جائے۔

۱۰۴: ۲ —— نِ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ یہ جملہ كُلِّ سے بدل ہے۔

یعنی ہر وہ شخص جس نے مال جمع کیا اور اس کو (بار بار) گنا۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مال کی طرف راجع ہے۔

عَدَّدَ ماضی واحد مذکر غائب تَعْدِيْدٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ بمعنی بار بار گننا۔ گن گن کر رکھنا۔

امام ابوجعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تعدید کے معنی لکھے ہیں:۔

بڑی تعداد میں مال جمع کرنا۔ نہایت اہتمام سے کسی چیز کا گننا۔

علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ:

عَدَّدَ بالتشدید کا استعمال مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔

امام رازی رح تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔

ارشادِ الٰہی وَعَدَّدَهٗ کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ عُدَّةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ذخیرہ کے ہیں چنانچہ اَعْدَدْتُ الشَّيْءَ لِكَذَا۔ اور عَدَّدْتُهٗ کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے جب کہ اس غرض کے لئے مال کو روک رکھا ہو اور حوادثِ زمانہ کے خیال سے اس کا ذخیرہ اور اندوختہ کیا جائے۔

۲۔ یہ کہ عَدَّدَ کے معنی ہیں اس کو خوب گننا اور تشدید کثرت معدود کے لئے آتی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ يُعَدِّدُ فَضَائِلَ فُلَانٍ (فلاں شخص فلاں کی فضیلتوں کو بہت گنتا ہے)

اسی لئے سدّی نے عَدَّدَهٗ کے معنی بیان کئے ہیں کہ۔

اَحْصَاهُ یعنی اس نے خوب شمار کر رکھا ہے اور کہتا ہے یہ بھی میرا ہے یہ بھی میرا ہے غرضیکہ دن بھر اسی مالی مصروفیت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور رات آتی ہے تو چھپا کر رکھ دیتا ہے۔

۳۔ یہ کہ عَدَّدَهٗ بمعنی كَثَّرَهٗ ہے یعنی اس کو خوب زیادہ کر لیا۔ محاورہ ہے

فِیْ بَنِیْ فُلَانٍ عَدَدٌ۔ یعنی بنو فلاں میں بڑی کثرت ہے۔
اخیر کی دونوں توجیہوں کا تعلق عدد کے معنی سے ہے اور پہلی کا عُدَّۃٌ کے معنی سے ہے۔
زجاج نے پہلے معنی ہی کو اختیار کیا ہے۔
اور ضحاک نے اس کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔ اَعَدَّ مَالَہٗ لِوَرَثَتِہٖ۔
یعنی اپنے وارثوں کے لئے مال کا اندوختہ کیا۔ اس تفسیر پر بھی یہ عُدَّۃٌ سے ماخوذ ہے
۱۰۴ : ۳ — یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ۔ یہ جملہ محل نصب میں ہے اور جَمَعَ کے فاعل سے حال ہے۔
اَنَّ حرف تحقیق اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے مَالَہٗ اسم اَنَّ اَخْلَدَہٗ اس کی خبر۔
(اَخْلَدَ ماضی کا صیغہ بمعنی مضارع ہے) اَخْلَدَ وہ سدا رہا۔ اِخْلَادٌ (افعال) مصدر سے جس کا معنی ہمیشہ رہنے کا ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہیگا۔ (تفسیر ماجدی)
وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہیگا۔ کبھی فنا نہ ہوگا کبھی ختم نہ ہوگا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
سورۃ الکہف میں صاحب الجنۃ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔
قَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖٓ اَبَدًا (۱۸ : ۳۵) کہنے لگا میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ تباہ ہو۔
۱۰۴ : ۴ — کَلَّا۔ حرف ردع وزجر ہے شخص مذکور کے حسبان باطل سے باز داشت کے لئے۔
علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:۔
انا لا اریٰ باسًا فی کون ذلک ردعًا لہ عن کل ما تضمنتہ الجمل السابقۃ من الصفات القبیحۃ۔
میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ گذشتہ جملوں میں اس شخص کی جو صفات قبیحہ بیان ہوئی ہیں (مثلاً اس کے ہمزہ، لمزہ ہونے کی حیثیت سے کرتوتیں۔

اس کی ذخیرہ اندوزی، اس کی مال کی محبت اور طولِ آرزو وغیرہ ان سب سے بازداشت کے لئے کلا آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ وہ سوچ رہا ہے یا خیال کر رہا ہے اس کے اعمال کی حشر کے دن بازپرس ہوگی اور اپنے افعال شنیعہ کی سزا اس کو ضرور ملیگی یہ عذاب کس صورت میں ہوگا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لَيُنْبَذَنَّ ۔ قسم مقدر کا جواب ہے۔ اور لام قسم مقدر کے جواب کے لئے۔

ینبذن ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ۔ نَبْذٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ ضرور ہی پھینکا جاوے گا۔

اَلْحُطَمَةِ ۔ اس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا اور روندنے پر حَطْمٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ (۲۷: ۱۸) ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالیں۔

کہا جاتا ہے کہ حَطَمْتُہٗ فَانْحَطَمَ میں نے اسے توڑا چنانچہ وہ چیز ٹوٹ گئی تشبیہ کے طور پر بہت زیادہ کھانے والے کو حُطَمَۃ کہا جاتا ہے۔ دوزخ کو بھی حُطَمَۃ کہتے ہیں کیونکہ دوزخ میں جو چیز بھی ڈالی جائے گی تو اس کی آگ اسے توڑ موڑ دے گی اسی وجہ سے اس کا نام حطمۃ ہوا۔

بہت زیادہ کھانے کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (۵۰: ۳۰)

اس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟

۱۰۴: ۵ — وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۔ اور تمہیں کیا چیز بتائے کہ حطمہ کیا ہے، تمہیں کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے یہ استفہام سوالیہ نہیں بلکہ جملہ معترضہ ہے اور جہنم کی عظمتِ شان کو بتانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم جہنم کی شدت کو نہیں جانتے۔ اس کی شدت ناقابل تصور ہے

۱۰۴: ۶ — نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ؛ نَارُ اللّٰهِ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھی نار اللہ وہ اللہ کی آگ ہے۔ آگ کی نسبت اللہ کی طرف، نار کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے

اَلْمُوْقَدَۃُ : اسم مفعول واحد مؤنث اِیْقَادٌ (افعالٌ) مصدر سے۔ بھڑکائی ہوئی۔ یہ آگ کی صفت ہے یعنی وہ آگ بھڑکائی گئی ہے۔

(فاعل مذکور نہیں ہے کیونکہ اگر فاعل متعین ہو اور فعل ایک ہی فاعل سے مخصوص ہو تو فاعل کو مبہم رکھنا اور ذکر نہ کرنا فعل کی عظمت پر دلالت کرتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے اس کو بھڑکانے والا کوئی دوسرا نہیں اور خدا کی لگائی ہوئی آگ کو کو بجھا نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری)

وَقْدٌ وُقُوْدٌ (باب ضرب) آگ بھڑکانا۔ وَقُوْدٌ ایندھن، شعلہ، اِیْقَادٌ (اِفْعَالٌ) بھڑکانا۔

۱۰۴: ۷ — اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ۔ یہ آگ کی صفت ہے۔ یعنی وہ آگ جو دلوں تک پہنچے گی۔

اطلاع اور بلوغ (پہنچنا) دونوں ہم معنی ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے اِطَّلَعَتْ اَرْضَنَا۔ تو ہماری زمین تک پہنچ گیا۔

۱۰۴: ۸ — اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ سوال تھا کہ دوزخی دوزخ سے کیوں نہیں نکلیں گے اور کیوں نہ بھاگ سکیں گے۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا دوزخ (اوپر سے) بند ہوگی۔

اِنَّھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نار اللہ کی طرف راجع ہے۔

عَلَیْھِمْ کا تعلق مُؤْصَدَۃٌ سے ہے اور جمع غائب کی ضمیر اس لئے ذکر کی کہ لفظ کُلِّ (آیت نمبر ا) معنوی حیثیت سے جمع ہے۔

مُؤْصَدَۃٌ اسم مفعول واحد مؤنث اِیْصَادٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی بند کی ہوئی۔ وَصَدٌ بننا۔ وَصِیْدٌ اور وَصِیْدَۃٌ جانوروں کے لئے پتھروں کا بنایا ہو حظیرہ (باڑہ) لکڑیوں سے بنایا ہوا باڑہ۔

اِیْصَادٌ (افعال) باڑہ بنانا۔ دروازہ بند کرنا۔ قفل لگانا۔ جب کسی دروازے کے کواڑوں کو بھینچ کر بند کر دیا جائے اور کنڈی لگادی جائے اور ان کے دباؤ سے ان کے کھلنے کی کوئی صورت نہ رہے تو عرب کہتے ہیں اَوْصَدْتُّ الْبَابَ۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔

ترجمہ ہو گا :- بے شک وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔

۱۰۴:۹ — فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ : لمبے ستونوں کے اندر۔ اس کا تعلق مُؤْصَدَةٌ سے ہے۔

عَمَدٍ۔ عُمُوْدٌ کی جمع ہے بمعنی ستون۔ یعنی اس آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں بلند ہوں گے نہ وہ بجھیں گے اور نہ ان دوزخیوں کے درد و الم میں تخفیف ہو گی۔

مُمَدَّدَةٍ اسم مفعول واحد مؤنث تَمْدِيْدٌ (تفعیل) مصدر لانبے کئے گئے۔ لانبے لانبے۔

اللہ اکبر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۰۵) سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ (۷)

۱:۱۰۵ — اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہ جملہ استفہام انکاری ہے جو کہ مفید تقریر ہے۔ کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ یا یہ استفہام تقریری ہے بمعنی تَریٰ ہے۔ تَرَایٰ میں الف بوجہ جازم (لَمْ) حذف کر دیا گیا ہے
آ: ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ نفی جحد بلم رُؤْیَۃٌ (رَاٰی یَرٰی باب فتح رائی مادہ) مصدر۔ بمعنی دیکھنا۔ رائے رکھنا۔ خیال رکھنا۔ خیال کرنا۔
محاورۃً بولتے ہیں اَلَمْ تَرَ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟ (یہاں علم کو بمعنی رؤیۃ سے تعبیر کیا گیا ہے)
کَیْفَ یہ تعجب آگین استفہام ہے اسی لئے مَا فَعَلَ کی جگہ کَیْفَ فَعَلَ فرمایا۔
اَصْحٰبِ الْفِیْلِ مضاف مضاف الیہ۔ ہاتھی والے۔

فائدہ:۔ باوجودیکہ اَصْحٰب جمع کا صیغہ ہے الفیل کو مفرد ذکر کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ؟
۱:۔ ضحاک نے کہا کہ ہاتھی آٹھ تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔
بعض نے کہا کہ محمود کے علاوہ بارہ ہاتھی تھے۔ الفیل کہہ کر اس سب سے بڑے ہاتھی کی طرف سب کی نسبت کرنا مقصود ہے۔
۲:۔ بعض نے کہا کہ مقطع آیات کے توافق کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔
۳:۔ الفیل۔ اسم جنس ہے اور جمع کے معنی میں آیا ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

۱۰۵: ۲ ـــــ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ: ترکیب مطابق آیت نمبر ۱ (استفہام تقریری)

كَيْدَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ كَيْدَ مصدر و اسم مصدر۔ بری تدبیر، مکر چال، فریب، داؤں، چالاکی)۔ اور یہ لفظ حسن تدبیر کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً:۔ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔ (۷: ۱۸۳) اور میں انہیں مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

تَضْلِيْلٍ: بروزن (تفعیل) مصدر ہے۔ بے راہ کرنا۔ غلط کرنا۔ کسی تدبیر کا ناکام ہو جانا۔ کسی کوشش کا بارآور نہ ہونا۔ کسی جدوجہد کا اکارت جانا۔

ترجمہ ہو گا:۔

کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو (یا بری تدبیروں کو) ناکام نہیں بنا دیا۔

۱۰۵: ۳ ـــــ وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ: وَاَرْسَلَ کا عطف اَلَمْ يَجْعَلْ پر ہے کیونکہ اَلَمْ يَجْعَلْ کا معنی جَعَلَ ہے اس لئے خبر کا عطف خبر پر ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

اَرْسَلَ فُلَانًا عَلَيْهِ۔ کسی کو کسی پر مسلط کرنا۔ کسی کو کسی کے خلاف مقابلہ کے لئے بھیجنا۔ تسلط جمانے کے لئے ان پر بھیجا۔

طَيْرًا۔ اَرْسَلَ کا مفعول ہے (واحد و جمع) پرندہ۔ (اَلطَّيْرُ۔ جمع اور واحد، مذکر، مؤنث سب کے لئے آتا ہے۔)

اَبَابِيْلَ یہ طَيْرًا کی صفت ہے، بمعنی جھنڈ کے جھنڈ، پرے کے پرے، چنانچہ اہل عرب بولتے ہیں جاءت الخیل ابابیل من ھھنا وھھنا (ادھر اور ادھر سے سواروں کے پرے کے پرے آئے)

اخفش اور فراء کے نزدیک اس کی واحد نہیں ہے۔ جیسے شماطیط (ٹولی۔ جاءت الخیل شماطیط۔ گھوڑے مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوتے آئے) اور عَبَادِيْدُ (لوگوں کے فرقے، گھوڑوں کے گلے کی واحد نہیں آتی۔ اور کسائی کے قول کے مطابق عِجَّوْلٌ (واحد) عَجَاجِيْل (جمع) کے وزن پر ابابیل کی واحد

اِبُّوْلٌ ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے۔

۱۰۵: ۴۔۔۔ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ یہ جملہ طَيْرًا کی صفت ثانی ہے (اول صفت حسب متذکرہ بالا ابابیل ہے) یعنی وہ پرندے اصحاب فیل پر کنکر والے پتھر مار رہے تھے۔

تَرْمِیْ: مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَمْیٌ باب ضرب مصدر سے: جس کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال اجسام کے متعلق بھی ہوتا ہے مثلاً پتھر پھینکنا، تیر پھینکنا۔ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (۸: ۱۷) اور (اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اور تہمت لگانے کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے مثلاً:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (۲۴: ۴) اور جو لوگ پاکدامن عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں۔

حِجَارَةٌ پتھر۔ حِجْرٌ کی جمع۔

سِجِّيْلٍ۔ اس میں مفسرین کے مختلف، متعدد اقوال ہیں:۔

۱:۔ بعض کہتے ہیں یہ سنگِ گِل کا معرب ہے اور سنگِ گِل (مٹی کا پتھر) وہ ہے جو بھٹی میں پک کر مٹی پتھر بن جائے۔ جس کو کھنگر کہتے ہیں۔

۲:۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل میں سجّین تھا۔ ن لام سے بدل گیا جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں اور پتھر معمولی کنکر نہ تھے بلکہ عالم غیب میں اس طبقہ کے تھے کہ جہاں ارواحِ کفار کو عذاب دیا جاتا ہے ان کنکریوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑتی تھیں پار نکل جاتی تھیں۔

۳:۔ بعض کہتے ہیں کہ سجل سے مشتق ہے جس کے معنی لکھنے کے ہیں یا لکھی ہوئی چیز یا دفتر۔ جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بدبختوں کے لئے لکھی ہوئی تھیں اور یہ ان کے لئے موت کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر

بخطِ غیب جس کو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کے لئے ہے

ترمیہم میں ضمیر فاعل طیرًا ابابیل کی طرف راجع ہے اور ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصحاب فیل کے لئے ہے۔

۱۰۵ : ۵ — فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ۔ فَ سببیہ ہے۔ جَعَلَهُمْ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب ربّ کی طرف راجع ہے۔ اور ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اصحب الفیل کے لئے ہے لَ تشبیہ کا ہے۔

العَصْفِ ۔ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق وہ چھلکا ہے جو گیہوں کے دانہ پر ہوتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بھی اسی معنی میں آیا ہے:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (۵۵ : ۱۲) اور (اس میں) اناج ہے جس پر بھس ہوتا ہے۔

مَأْكُوْلٍ: اسم مفعول واحد مذکر اَكْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ کھایا ہوا۔ عَصْفٌ کی صفت ہے۔

پس بناڈالا ان کو کھایا ہوا بھوسہ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۱۰۶) سورۃ قریش مکیّۃ (۴)

۱۰۶: ۱ — لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۔ اس پہلے حرف لام کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

۱:۔ عربی زبان کے ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ عربی محاورے کے مطابق تعجب کے معنی میں ہے۔

مثلاً عرب کہتے ہیں لِزَیْدٍ وَمَا صَنَعْنَا بِہٖ یعنی ذرا اس زید کو تو دیکھو کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسا نیک سلوک کیا ہے۔ اور اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔

پس لِاِیْلٰفِ کا مطلب یہ ہوا کہ قریش کا رویہ بڑا ہی قابل تعجب ہے کہ اللہ ہی کے فضل کی بدولت وہ منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے اور ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوگئے جو ان کی خوشحالی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور وہ پھر بھی اللہ ہی کی بندگی سے روگردانی کر رہے ہیں۔ یہ رائے اخفش، کسائی، فرّاء کی ہے اور اس رائے کو ابن جریر نے ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

عرب اس لام کے بعد جب کسی بات کا ذکر کرتے ہیں تو وہی بات یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص کوئی رویہ اختیار کر رہا ہے وہ قابل تعجب ہے۔

۲:۔ بخلاف نمبر (۱) متذکرہ بالا کے خلیل بن احمد، سیبویہ اور زمخشری کہتے ہیں کہ:

یہ لام تعلیل ہے اور اس کا تعلق آگے کے فقرے فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ سے ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ یوں تو قریش پر اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ہے لیکن کسی اور نعمت پر نہیں تو اسی ایک نعمت کی بناء پر وہ اللہ کی بندگی کریں کہ اس کے

فضل سے وہ ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوئے۔ کیونکہ یہ بذاتِ خود ان پر اس کا بڑا احسان ہے۔ (تفہیم القرآن)

۳:۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لِاِیْلٰفِ کو سابق سورۃ (الفیل) کے آخری حصہ سے وابستہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں دونوں سورتوں کا معنوی ربط اس طرح ہوگا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو ہلاک کردیا اور ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنادیا تاکہ گرمی اور جاڑے کے سفر میں قریش کے ساتھ لوگوں کو مانوس بنادیا جائے یعنی اس کی علت یہ ہے کہ قریش کی پاسداری کے لئے اللہ نے اصحاب فیل کو تباہ کیا۔ تاکہ اس خبر کو سن کر لوگ قریش کی تعظیم اور پاسداری کریں اور اس طرح ہر سفر میں قریش کو امن حاصل ہو۔ اور کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے اس معنوی تعلق کی وجہ سے کچھ لوگ قائل ہیں کہ سورۃ فیل اور یہ سورت دونوں ایک ہی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ کے مصحف میں بھی ان دونوں سورتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس توجیہ پر لا یلف کا لام جَعَلَهُمْ سے متعلق ہوگا"

(تفسیر مظہری)

لیکن جمہور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ ایک الگ سورت ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ (الخازن)

موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورۃ سورۃ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا فاصلہ بھی موجود ہے (ابن کثیر)

اِیْلٰفِ قُرَیْشٍ مضاف مضاف الیہ۔ یہ اَلِفَ سے ہے جس کے معنی خوگر ہونے مانوس ہونے۔ پھٹنے کے بعد مل جانے اور کسی چیز کی عادت اختیار کرنے کے ہیں اُردو میں الفت اور مالوف کے الفاظ بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔ (تفہیم القرآن)

ایلاف (افعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ الفت کرنا۔ مانوس رکھنا، ہم آہنگی پیدا کرنا مالوف کرنا (راغب)

اگر لِاِیْلٰفِ کا لام تعجب کے لئے یا جَعَلَهُمْ سے متعلق مانا جائے تو فاء عاطفہ اور سببیہ ہوگی۔ اور اگر لام کو يَعْبُدُوْا سے متعلق کیا جاوے تو ف زائدہ ہوگا!

قریش۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے:۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ

بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ قریش کے مالوف کرنے کے سبب میں، قریش کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کی بنا پر۔ قریش کے خوگر ہونے کی بنا پر، قریش کے شوق کے لئے

۱۰۶: ۲ — اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ یہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ سے بدل ہے یعنی ان کا سردیوں اور گرمیوں میں سفر کا خوگر ہونا۔

اٖلٰفِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا خوگر ہونا۔

رِحْلَةَ: (منصوب بوجہ ظرفیت) مضاف۔

الشِّتَآءِ (جاڑے کا موسم) مضاف الیہ۔

وَالصَّيْفِ۔ واؤ عاطفہ، الصَّيْفِ (گرمی کا موسم) مضاف الیہ۔ رحلۃ مضاف ای ورحلۃ الصیف: یعنی سردیوں اور گرمیوں کے موسم کا سفر،

۱۰۶: ۳ — فَلْيَعْبُدُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب: عِبَادَةٌ (باب نصر) مصدر سے چاہئے کہ وہ عبادت کریں۔

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ هٰذَا اسم اشارہ۔ اَلْبَيْتِ مشارٌ الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ رَبَّ مضاف۔ (مفعول فعل لِيَعْبُدُوْا کا) اس گھر کے رب کی،

۱۰۶: ۴ — اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ: الذی اسم موصول۔ اَطْعَمَهُمْ..... الخ صلہ۔ موصول وصلہ مل کر رَبَّ کی صفت۔

اَطْعَمَهُمْ: اَطْعَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِطْعَامٌ (افعال) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو کھانا کھلایا۔

جُوْعٍ بھوک،

اٰمَنَ ماضی واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی امن دینے کے بھی آتے ہیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو امن دیا۔

ترجمہ:۔ جس نے ان کو کھانے کو دیا اور خوف سے امن میں رکھا۔

جُوْعٍ۔ خَوْفٍ دونوں کا صیغہ نکرہ۔ بھوک اور خوف کی شدت اور اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔ (الکشاف، تفسیر کبیر)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

(۱۰۷) سورة الماعون مكيّة (۷)

۱۰۷: ۱ــــ اَرَءَيْتَ: اَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ رَاَیْتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی تونے دیکھا۔

اَرَاَیْتَ (کیا تونے دیکھا۔ بھلا تونے دیکھا) میں الف اولیٰ بلفظ استفہام تقریر وتنبیہ کے لئے ہے محض استفہام کے لئے نہیں ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

اَرَاَیْتَ ۔اَخْبِرْنِیْ (تو مجھے بتا) کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس پر کَ داخل ہوتا ہے اور تَ کو تثنیہ، جمع، تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تغیر وتبدل کَ پر ہوتا ہے تَ پر نہیں۔ جیسے :۔ قَالَ اَرَاَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ (۱۷: ۶۲) قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ (۶: ۴۰)

بحر مواج میں ہے کہ :۔

یہ استفہام تقریری ہے اور رؤیت بمعنی علم ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے؟ کیا تو جانتا ہے؟

= اَلَّذِیْ. ایک روایت میں مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے متعلق نازل ہوئی۔ بعض نے کہا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ضحاک نے کہا کہ عمرو بن عامر مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت ایک منافق شخص کے حق میں نازل ہوئی ان تمام روایات پر الذی عہدی ہوگا۔ بعض لوگوں نے الف لام جنس کا قرار دیا ہے اَلَّذِیْ اسم موصول ۔ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ صلہ۔ دونوں مل کر مفعول اَرَاَیْتَ کا۔

دِیْنِ سے مراد اسلام یا روز جزاء ہے۔
بھلا تم نے اس شخص کو جانتے ہو جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔
یُکَذِّبُ : مضارع واحد مذکر غائب، تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ جھٹلانا۔
٢:١٠٧ — فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ۔ جملہ جواب شرط ہے اور شرط محذوف ہے ای ان لم تعرفہ فذلک ..... الخ ف جزائیہ جواب شرط کے لئے ہے۔
الذی اسم موصول واحد مذکر۔ یدع الیتیم اس کا صلہ، دونوں مل کر ذٰلک کی صفت، یا ذلک مبتداء ہے اور باقی اس کی خبر،
(اگر تم اسے نہیں جانتے تو سمجھ لو) یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
یَدُعُّ مضارع واحد مذکر غائب دَعٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دھکے دیتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (٥٢: ١٣) جس دن ان کو نار جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا۔
٣:١٠٧ — وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ لَا یَحُضُّ مضارع منفی واحد مذکر غائب حَضٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کا معنی ہے آمادہ کرنا۔ ترغیب دینا۔ ابھارنا۔ وہ ترغیب نہیں دیتا اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ (٨٩: ١٨) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔
٤:١٠٧ — فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۔ فویل مبتداء للمصلین اس کی خبر، فَ ترتیب کے لئے ہے۔ یعنی فَ کے ماقبل پر یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ مصلین کے لئے ویل ہے۔
یا فَ سببیہ ہے یعنی ماقبل فَ مابعد فَ کا سبب ہے۔
(لَهُمْ کی جگہ للمصلین فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مخلوق کے ساتھ معاملات کا ذکر تھا اور اب اس جگہ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر ہے)
وَیْلٌ۔ عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، رسوائی، تباہی، ہلاکت، شدتِ عذاب۔ (وَیْلٌ قرآن مجید میں ٢٧ جگہ آیا ہے)

مُصَلِّيْنَ تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ نماز پڑھنے والے:

۱۰۷ : ۵ — اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ : یہ آیت اور اگلی آیت مصلین کی صفت میں ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔ وقت پر نماز نہیں پڑھتے، رکوع و سجود پورا نہیں کرتے۔ پرواہ نہیں کرتے پڑھ لی تو پڑھ لی نہ پڑھی تو نہ پڑھی ۔ وغیرہ۔

سَاهُوْنَ بے خبر، بھولنے والے، غافل، سَهْوٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

یہ اصل میں سَاهِيُوْنَ تھا۔ ی مضموم ماقبل مکسور۔ ضمہ ی پر ثقیل ہوا نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب واؤ اور ی دو ساکن جمع ہو گئے ی کو حذف کردیا گیا سَاهُوْنَ ہو گیا۔

۱۰۷ : ۶ — اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ (آیت بالا سے چل کر دوسری صفت ہے) جو ریاکاری کرتے ہیں۔

يُرَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُرَاءَةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ وہ دکھاوٹ کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں۔

جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔

۱۰۷ : ۷ — وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ اس کا عطف يُرَآءُوْنَ پر ہے اور برتنے (روزمرہ کے استعمال) کی چیزیں نہیں دیتے۔ (اور وہ ماعون کو روک رکھتے ہیں)

يَمْنَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَنْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ روک رکھتے ہیں۔ وہ نہیں دیتے، وہ منع کرتے ہیں۔

اَلْمَاعُوْنَ سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال ہیں :۔

۱:۔ لغت میں ماعون تھوڑی سی چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے (حضرت علی رض۔ حضرت ابن عمر رض۔ حسن بصری رح۔ قتادہ۔ ضحاک) زکوٰۃ کو ماعون

کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مال کی زکوٰۃ تھوڑی سی ہوتی ہے (صرف ڈھائی فیصد)
۲:۔ ماعون سے مراد روزمرّہ کے استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ مثلاً کلہاڑی ڈول، ہانڈی وغیرہ (حضرت ابن مسعودرضؓ، حضرت ابن عباسرضؓ)
۳:۔ ماعون سے مراد مستعار لی ہوئی چیز ہے۔ (مجاہد)
۴:۔ ماعون سے مراد وہ معروف چیزیں ہیں جن کا لین دین لوگ آپس میں کرتے ہیں! (عکرمہ)
۵:۔ قطرب نے کہا۔ ماعون شئے قلیل ہے عرب کا محاورہ ہے مَالَهٗ سَعَةٌ وَلَا مَعْنَةٌ نہ اس کے پاس کوئی بڑی چیز ہے اور نہ چھوٹی۔
۶:۔ بعض لوگوں کا قول ہے ماعون وہ چیز ہے جس سے کسی کو روکنا شرعاً حلال نہیں جیسے پانی، نمک، آگ وغیرہ۔
۷:۔ مَاعُوْن لغتِ اضداد میں سے ہے جو چیز کسی مانگنے والے کی مدد کے لئے دیجاتے وہ بھی ماعون ہے اور جو روک لی جائے وہ بھی ماعُون ہے۔
۸:۔ اس کے علاوہ ماعون بمعنی بھلائی، حُسنِ سلوک، بارش، پانی، گھر کا سامان، فرمانبرداری، زکوٰۃ وغیرہ بھی مستعمل ہے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۰۸) سورۃ الکوثر مکیّۃ (۳)

۱۰۸: ۱ — اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ○ اِنَّا مبتدا۔ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اس کی خبر۔

اَعْطَیْنَا ماضی جمع متکلم اِعْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ عطا کرنا۔ دینا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، (مفعول اول اَعْطَیْنَا کا)

الکوثر: مفعول ثانی اَعْطَیْنَا کا۔

ترجمہ:۔ تحقیق ہم نے آپ کو (اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کوثر عطا کی۔

الکوثر کے متعلق چند اقوال ہیں:۔

۱:۔ الکوثر جنت کی ایک نہر اور حوض کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر عطا کی ہے (عن انس مرفوعًا۔ مسلم)

۲:۔ حضرت ابن عمر رض کی مرفوع روایت سے ثابت ہے کہ جنت کے ایک حوض کا نام ہے (معالم التنزیل)

۳:۔ اس سے مراد قرآن ہے (حسن بصری)

۴:۔ اس سے مراد قرآن اور نبوت ہے (عکرمہ)

۵:۔ اس سے مراد عام خیر کثیر ہے: (سعید بن جبیر از ابن عباس رض)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ کوثر۔ کثرۃ سے بنا ہے جیسے نَوْفَلٌ۔ نَفْلٌ سے جو چیز تعداد میں کثیر اور مرتبے میں با عظمت ہو اس کو اہل عرب کوثر کہتے ہیں۔

صاحب معجم القرآن نے حضرت ابن عباس رض کے قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ نیشاپوری رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

اس آیت میں گوناگوں، مبالغہ ہے:۔ ابتدا اِنَّ سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت

کرتا ہے پھر ضمیر جمع استعمال کی گئی ہے۔ جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔

نیز یہاں اعطاء کا استعمال ہوا ہے ایتاءٌ کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے ایتاء میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کام ہو گیا۔ (ضیاء القرآن)

علماء تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے کہ جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں (ابن عمر رضی)

۲۔ کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہوگا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔

۳۔ اس سے مراد نبوت ہے۔

۴۔ اس سے مراد قرآن شریف ہے۔

۵۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۶۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔

۷۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔

۸۔ اس سے مراد مقام محمود ہے

۹۔ اس سے مراد خیر کثیر ہے۔ (ابن عباس)

۱۰۔ امام جعفر صادق کے نزدیک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کا نور ہے

(اقتباس از ضیاء القرآن)

۱۰: ۲ — فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ فَ سببیہ ہے۔ صَلِّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ تو نماز پڑھ۔

لِرَبِّكَ صَلِّ سے متعلق ہے۔ اپنے پروردگار کی۔ لِ حرف تملیک۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔

وَانْحَرْ: واؤ عاطفہ، اِنْحَرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَحْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی اونٹ کو گلے میں نیزہ مار کر ذبح کرنا۔ تو ذبح کر۔ تو قربانی کر۔ تو اسی کے لئے قربانی کر۔ اِنْحَرْ کا عطف صَلِّ پر ہے۔

۱۰: ۳ — اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ، اِنَّ حرف تحقیق، مشبہ بالفعل۔ شَانِئَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اِنَّ کا اسم۔ هُوَ تاکید کے لئے ہے

اَلْاَبْتَرُ خبر اِنَّ کی۔

یا ھُوَ ضمیر فصل ہے اور اَلْاَبْتَرُ اِنَّ کی خبر ہے۔ خبر پر الؔ اور مبتداء خبر کے درمیان ضمیر فصل کا لانا حصر پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا دشمن ہی ابتر ہے تم ابتر نہیں ہو۔

یا ھُوَ مبتداء ہے اور اَلْاَبْتَرُ اس کی خبر۔

شَانِئٌ: شَنْأٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بمعنی بغض رکھنے والا۔ نفرت کرنے والا۔ بدخواہ، دشمنی رکھنے والا۔

شَانِئٌ کی جمع شُنَّاءٌ اور مؤنث شَانِئَةٌ ہے۔

اَلْاَبْتَرُ: دُم کٹا۔ جس کی اولاد نہ ہو۔ جس کا ذکر باقی نہ رہے۔ بَتْرٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

بَتْرٌ کاٹنا۔ اَبْتَرَ (اللہ کا کسی کو) بے اولاد کرنا۔

اِنَّ شَانِئَكَ ھُوَ الْاَبْتَرُ، تحقیق تمہارا بدخواہ ہی دُم بریدہ ہے۔ اس کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۰۹) سورۃ الکٰفِرُوۡنَ مَکِّیَّۃٌ (۶)

۱۰۹ : ۱ — قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۙ قُلۡ فعل امر، واحد مذکر حاضر، قَوۡلٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کہہ دے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) باقی ساری سورت قُلۡ کا مقولہ ہے۔

یٰۤاَیُّہَا حرف ندا، ہے الۡکٰفِرُوۡنَ منادیٰ۔ اے کافرو!

ابن حاتم نے سعید رض کی روایت بیان کی ہے کہ:۔

ولید بن مغیرہ رض۔ عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب، امیہ بن خلف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور کہا کہ تم اس کی پوجا کرو کہ جس کو ہم پوجتے ہیں اور ہم اس کی پوجا کریں جس کو تم پوجتے ہو۔ اس تمام معاملہ میں ہم تم شریک ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس میں خاص طور پر خطاب کافروں کی اس جماعت سے ہے۔

۱۰۹ : ۲ — لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ بیضاوی نے کہا ہے کہ:۔

فان لا۔ لا تدخل الا علی مضارع بمعنی الاستقبال کما ان ما لا تدخل الا علی مضارع بمعنی الحال۔

(لا صرف مضارع پر آتا ہے جو مستقبل کے معنی میں ہو جیسے مَا صرف اس مضارع پر آتا ہے جو بمعنی حال ہو۔)

ترجمہ ہوگا:۔

(اے کافرو) میں عبادت نہیں کروں گا (ان معبودانِ باطل کی) جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۱۰۹ : ۳ — وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۔ اور نہ تم آئندہ عبادت کرنے

والے ہو (چونکہ یہ جملہ لَا اَعْبُدُ کے مقابل آیا ہے اس لئے یہاں بھی مستقبل کی نفی ہے) جس خدائے وحدہٗ لاشریک) کی میں عبادت کرتا ہوں۔

یہاں لفظ مَا جو بے علم چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بجائے مَنْ کے (جو اہل علم کے لئے استعمال ہوتا ہے) ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مَا اَعْبُدُ میں مَا سے مراد اللہ کی ذات ہے اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے اس لئے مَنْ کہنا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یا تو صرف لفظی مطابقت ہے۔ (کہ پہلے مَا تَعْبُدُوْنَ تھا اس کے مطابق یہاں بھی مَا اَعْبُدُ فرمایا) محض وصفِ معبود ملحوظ ہے۔ بے علم اور ذی علم ہونے کی حیثیت ملحوظ نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ مَا مصدریہ ہے موصولہ نہیں ہے۔

۱۰۹: ۴ — وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ اور نہ میں (ماضی میں نہ آئندہ) عبادت کرنے والا ہوں اُن (معبودانِ باطل) کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۱۰۹: ۵ — وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ : اور نہ تم عبادت کرنے والے بنوگے اس (خدائے واحد لاشریک) کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں؛

فائدہ (۱) متذکرہ بالا آیات میں تکرار کلام ہے اور عرب کسی کلام میں یا لفظ میں تکرار اس وقت کرتے ہیں جب مخاطب کو سمجھانا اور اس کلام یا لفظ کو مؤکد کرنا ہوتا ہے جس طرح کلام میں اختصار اس وقت کرتے ہیں جب تخفیف اور اعجاز پیش نظر ہوتا ہے پس اس جگہ تکرارِ کلام تاکید کے لئے ہے۔ کلام عرب میں اس قسم کی تاکید نظم و نثر دونوں میں کثیر الاستعمال ہے۔

چنانچہ ایک شعر ہے ۔

نعق الغراب ببین لیلیٰ غدوۃ : کم کم وکم بفراق لیلیٰ ینعق

(جدائی کا کوّا صبح کے وقت لیلیٰ کی جدائی کی خبر دینے کے لئے بولا۔ وہ کب تک، کب تک لیلیٰ کے فراق پر چلاتا رہیگا۔)

فائدہ (۲) ان آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے چوتھی آیت دوسری آیت کی تاکید کر رہی ہے کیونکہ دوسری آیت جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور چوتھی جملہ اسمیہ ہے جو ثبات اور پختگی پر دلالت کرتا ہے

چوتھی آیت سے دوسری آیت کو مؤکد کر دیا۔
تیسری آیت کی تاکید پانچویں آیت کر رہی ہے۔ کیونکہ الفاظ بالکل یکساں ہیں۔

فائدہ (۳) اس تکرار کا مدعا یہ ہے کہ کفار کو ہمیشہ کے لئے مایوسی ہو جائے کہ مسلمان ان کے کفر کو ایک لمحے کے لئے بھی قبول نہیں کریں گے۔ نیز ان کے بارے میں بتا دیا کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوں گے۔

۱۰۹: ۶ — لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ: دِيْنُكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا (مؤخر) لَكُمْ خبر (مقدم) واؤ عاطفہ۔ دِيْنِ اصل میں دِيْنِيْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم کو حذف کر دیا گیا۔ یہ مبتدا مؤخر ہے۔ لِيَ خبر مقدم۔ تمہیں تمہارا بدلہ ملیگا اور مجھے میرا بدلہ ملیگا۔

مولانا دریابادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ توحید پر انعام اور شرک پر عذاب۔ بعض لوگوں نے عجب خوش فہمی سے کام لے کر اس آیت کو اسلام کی رواداری اور مرنجاں مرنج پالیسی کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اسلام ہر مذہب والے کو اپنی اپنی جگہ پر قائم اور باقی رہنے کی اجازت دی ہے حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔
آیت تو اکبر (فرمانروائے ہند) کے نکالے ہوئے مخلوطی دین اور اسی قبیل کی ساری کوششوں کی لاحاصلی اور ناکامی کا اعلان کر رہی ہے۔
دین بے شک اردو میں مذہب کے مترادف ہے لیکن عربی میں اس کے یہ معنی صرف ثانوی اور مجازی ہیں۔ اصلی اور اولی معنی جزاء اور بدلہ کے ہی ہیں۔

الدین ہو الحساب۔ ای لکم حسابکم ولی حسابی۔ (تفسیر کبیر)
جائز ہے کہ یہاں بھی دینکم سے مراد شرک اور دینی سے مراد توحید لی جائے۔
ای لکم شرککم ولی توحیدی۔ (کشاف)

آیت کی ترکیب حصر کے معنی دے رہی ہے یعنی تمہاری جزاء تمہی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔ اور میری جزاء مجھی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔

یفید الحصر ومعناہ لکم دینکم لا لغیرکم ولی دینی لا لغیری (کبیر)

مرشد تھانوی نے فرمایا ہے کہ سورت میں اہل ضلال سے تبری و مفارقت کی تصریح ہے

اور اسی کا دوسرا نام بغض فی اللہ ہے۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

یہ دونوں جملے خبری ہیں یعنی جس دین پر تم ہو کبھی اس کو نہیں چھوڑو گے اور جس دین پر میں ہوں انشاء اللہ میں بھی اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

اللہ اکبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۱۱۰) سُوۡرَۃُ النَّصۡرِ مَدَنِیَّۃٌ (۳)

۱۱۰: ۱ — اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۔ اِذَا شرطیہ بمعنی اِذۡ ظرفیہ۔ نَصۡرُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل؛

وَالۡفَتۡحُ: واؤ عاطفہ، الفتح کا عطف نَصۡرُ پر ہے۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی:

نَصۡرُ مصدر، بمعنی مدد۔ اَلنَّصۡرُ مدد کرنا۔ مطلوب کے حاصل کرنے میں مدد۔ اور اَلۡفَتۡحُ مطلوب کا حاصل کر لینا۔

الفتح سے کونسی فتح مراد ہے: اس میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

۲۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے:

۳۔ جمیع فتوحات مراد ہیں۔

۴۔ فتوحات غیبیہ و علوم اسرار ملکوتیہ مراد ہیں (تفسیر حقانی)

۵۔ فتح مکہ اور فتح بلاد شرک مراد ہیں۔ (مدارک)

جمہور کے نزدیک الفتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

۱۱۰:۲ ـــ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ واوٗ عاطفہ ہے رَاَیْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے۔ رَاَیْتَ کا عطف جَآءَ پر ہے اَلنَّاسَ مفعول فعل رَاَیْتَ کا۔

اگر رُؤْیَۃٌ بمعنی علم لیا جائے تو اَلنَّاسَ اس کا مفعول اوّل اور یَدْخُلُوْنَ مفعول ثانی ہوگا۔

اور اگر بمعنی دیکھنا لیا جائے تو یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ حال ہوگا اَلنَّاسَ سے ہر دو صورت میں اَفْوَاجًا فاعل یَدْخُلُوْنَ سے حال ہے۔

اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا۔

۱۱۰:۳ ـــ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ: جملہ جوابِ شرط ہے فَ جوابِ شرط کے لئے ہے۔

سَبِّحْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تو تسبیح کر۔ تو پاکی بیان کر۔ تو عبادت کر۔

بِحَمْدِ رَبِّکَ محل نصب میں ہے اور حال ہے ای سَبِّحِ اللّٰہَ حَامِدًا لَہٗ اللہ کی پاکی بیان کر اس کی حمد و ستائش کرتے ہوئے۔

وَاسْتَغْفِرْہُ واوٗ عاطفہ، اِسْتَغْفِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر سے بمعنی بخشش مانگنا۔ معافی مانگنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رَبِّکَ ہے۔ اور اس سے معافی مانگ۔

اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔ یہ جملہ جملہ استغفرہ کی تعلیل ہے۔ کیونکہ توبہ قبول کرنا اس کی شان ہے۔

کَانَ فعل ناقص۔ اِنَّہٗ اسم کان۔ تَوَّابًا اس کی خبر۔

تَوَّابًا۔ تَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ کہا جاتا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اس لئے اس کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے

ہوں گے: چنانچہ جب وہ یکے بعد دیگرے گناہوں کو مسلسل ہر وقت چھوڑتے چھوڑتے بالکل تارک الذنوب ہوجاتا ہے تو تَوَّابٌ کہلاتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے مسلسل باربار بندوں کی توبہ قبول فرمانے والے کے ہیں۔

قرآن مجید میں جتنی جگہ تَوَّابٌ کا لفظ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۱۱۱) سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ (۵)

۱۱۱: ۱ — تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ ط یہ دونوں جملے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ اور وَّتَبَّ: بددعا کے لئے ہیں۔

تَبَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب: تَبٌّ وتَبَابٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی ٹوٹنا۔ یا ٹوٹے میں رہنا۔

یَدَآ اصل میں یَدَانِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نَ گرادیا گیا۔ مضاف دونوں ہاتھ۔ اَبِیْ لَھَبٍ مضاف الیہ۔ ابی لہب کے (دونوں ہاتھ)

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

لغتِ عرب میں یَدٌ کے مختلف معانی ہیں:۔

آیت بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ (۵: ۶۴) میں بمعنی جود وکرم مستعمل ہے۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ یعنی وہ بڑا صاحبِ جود وسخا ہے، وہ جس طرح اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

اور آیت وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدَاہُ (۱۸: ۵۷) میں بمعنی ذات، شخص ہے۔ اور بھول گیا جو اعمال وہ آگے کرچکا۔ وغیرہ۔

وَ تَبَّ واؤ عاطفہ، جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور وہ ہلاک ہوا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَابٌ مصدر سے۔ بمعنی ہلاک ہونا۔ ٹوٹے میں رہنا۔

تَبَّ کی ضمیر فاعل ابولہب کی طرف راجع ہے۔ آیندہ ابولہب یقینی طور پر ہلاک ہونے والا تھا اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

۱۱۱: ۲ — مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ: مَا نافیہ۔ اَغْنٰی فعل عَنْہُ متعلق بہ فعل۔ مَالُہٗ اس کا فاعل۔ (معطوف علیہ)

واؤ عاطفہ مَا موصولہ کَسَبَ اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر (معطوف) اَغْنٰی عَنْہُ کَذَا۔ کسی چیز کا کافی ہونا۔ فائدہ بخشنا۔

مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا۔

اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ۔ (۶۹: ۲۸) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔

کہتے ہیں:۔ ھٰذَا مَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا۔

اَغْنٰی ماضی کا صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (اِفعال) مصدر سے وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنادیا۔ اس نے دولت دی۔ غَنِیٌّ مالدار اَغْنِیَاءُ جمع مالدار لوگ:

کَسَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی مال کمانا۔ کمائی کرنا۔

یہاں آیت ہذا میں وَمَا کَسَبَ (اور جو اس نے کمایا) سے مراد اولاد ہے، یعنی نہ ہی اس کی اولاد اس کے کام آئی

۱۱۱: ۳ — سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: س مستقبل قریب کے لئے ہے یعنی عنقریب۔

يَصْلٰى مضارع واحد مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ ضمیر فاعل ابو لہب کی طرف راجع ہے۔

نَارًا مفعول بہٖ۔ موصوف، ذَاتَ لَهَبٍ: مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت۔ وہ عنقریب داخل ہوگا آگ شعلہ زن میں۔

ذَاتَ لَهَبٍ۔ ذَاتَ (والی۔ صاحبہ) ذو کا مؤنث مضاف۔ لَهَبٍ شعلہ۔ مضاف الیہ۔ شعلوں والی آگ۔ لَهَبٌ (باب سمع) مصدر بمعنی آگ کا مشتعل ہونا۔

۱۱۱: ۴ — وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: واؤ عاطفہ، اِمْرَاَةٌ معطوف جس کا عطف ہٗ ضمیر متصل پر ہے۔ اور اس کی جورو بھی (دہکتی ہوئی آگ میں عنقریب داخل ہوگی)

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ یہ جملہ اِمْرَاَتُهٗ سے حال ہے۔ (جو اس حال میں پھرتی ہے کہ) لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہے

حَمَّالَةٌ خوب اٹھانے والی۔ حِمْلٌ سے، بروزن فَعَّالَةٌ مبالغہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے والی۔ ابولہب کی بیوی کی صفت ہے اس کا نام اروی بنت حرب ہے۔ کنیت اُمِّ جمیل اور لقب عورا۔ (کانی) ہے اپنے بدبخت شوہر کی طرح اس شقیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ترین عداوت تھی۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے کو بعض نے حقیقت پر محمول کیا ہے ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ خست کے مارے ایندھن جنگل میں سے خود چن کر لاتی تھی اور کانٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آتے جاتے چبھیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سخن چینی سے استعارہ ہے چونکہ چغل خوری کے سبب قبیلہ میں لڑائی کی آگ بھڑکاتی تھی اس لئے قرآن مجید نے اس کو حمالۃ الحطب کہا ہے۔

الحطب۔ لکڑی، ایندھن۔ ہیزم۔

۱۱۱: ۵ — فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: یہ جملہ حمالۃ کی ضمیر واحد مؤنث سے

حال ہے۔ دراں حالیکہ مونج کی رسّی اس کی گردن میں ہے۔

جِیْدِ ھَا مضاف مضاف الیہ۔ جید بمعنی گردن۔ جُیُوْدٌ واَجْیَادٌ جمع ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اِمْرَاَتُہٗ کی طرف راجع ہے۔ اس کی گردن۔

حَبْلٌ موصوف مِنْ مَّسَدٍ اس کی صفت۔ موصوف و صفت مل کر مبتدا مؤخر۔ فِیْ جِیْدِ ھَا خبر مقدم۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِمْرَأَتُہٗ مبتدا۔ حمالۃ الحطب اس کی خبر۔ فی جید ھا حمالۃ کی ضمیر سے حال ہے۔

حَبْلٌ۔ رسی۔عہد، پیمان، اس کے اصل معنی تو رسی کے ہیں لیکن مجازًا عہدوپیمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مَسَدٍ اسم۔ درختِ کھجور کی شاخوں سے نکالے ہوئے ریشے، مُونج۔ مَسَدٌ (باب نصر) رسی بٹنا۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا نسب نامہ مختصرًا۔
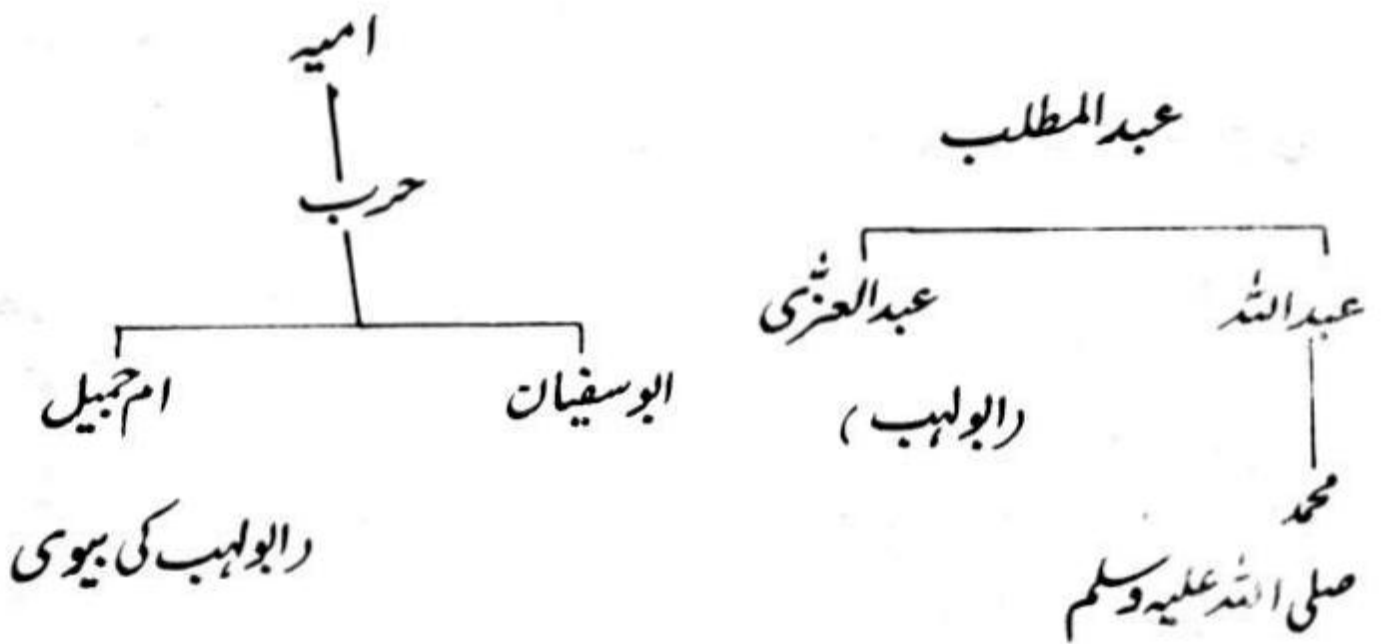
اَللّٰہُ اَکْبَرُ :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۱۱۲) سورۃ الاخلاص مَکِّیَّۃٌ (۴)

۱۱۲: ۱ — قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔ قُلۡ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ای قُلۡ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ دے (ان کافروں سے)

ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ : ھُوَ ضمیر شان مبتدار ہے اور آئندہ جملہ (اللہ احد) اس کی خبر۔ (روح المعانی وتفسیر مظہری)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں:۔

ھُوَ ضمیر شان مبتدار ہے اور آئندہ جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں مرجع کی ضرورت نہیں ہے۔

یا ھُوَ ضمیر ہے اور اس رب کی طرف راجع ہے جس کے اوصاف سوال کرنے والوں نے پوچھے تھے۔

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ میرے رب کے اوصاف جو تم پوچھتے ہو تو وہ اللہ ایک ہے۔ اَحَدٌ بدل ہے اللہ سے۔ یا ھُوَ کی دوسری خبر ہے۔

اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ تھا۔ وحد اور واحد دونوں ہم معنی ہیں۔

اگر ھُوَ کو ضمیر شان اور اللہ کو مبتداء اور اَحَدٌ کو خبر کہا جائے تو کلام کی صحت ظاہری معنی پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جزئی حقیقی کا نام ہے اور جزئی حقیقی میں یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ چند اشخاص پر اس کا اطلاق ہو سکے۔"

(مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری جلد دوازدہم)

ترجمہ ہوگا:۔
(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے اللہ یگانہ (یکتا) ہے۔

۱۱۲ ، ۲ — اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ اَلصَّمَدُ خبر۔

صَمَدُ کے لغت میں دو معنی ہیں:۔

اوّل: قصد وارادہ کرنے کے۔ اس تقدیر پر صمد بمعنی مصمود ہوگا۔ اس لئے کہ فعل بمعنی مفعول زبانِ عرب میں بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا مقصود ہے۔ ہر کوئی اس کی طرف قصد کرتا ہے۔

دوم: صمد کے معنی ہیں ٹھوس کے کہ اس پر کوئی تغیر نہیں آتا۔ وہ قوی اور مستقل ہے۔ اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی میں ہے۔

یہ تو لغوی معنی کی تحقیق تھی۔ مگر عرفِ عرب میں یہ لفظ بہت سے معانی میں مستعمل ہے اس لئے مفسرین میں سے ہر ایک نے ایک ایک معنی اختیار کئے ہیں۔

۱۔ یہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کس لئے کہ بغیر اس کے حاجت روائی کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ ابن مسعود کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں سردار کے۔ جو سب سے اعلیٰ سردار ہیں

۳:۔ اصم کہتے ہیں کہ صَمَدُ جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں۔

۴:۔ سُدّی کہتے ہیں کہ صَمَدُ اس کو کہتے ہیں کہ جو ہر کام میں مقصودِ اصلی ہو اور اس کی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

۵:۔ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے:

۶:۔ صمد: فردِ کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

۷:۔ صمد: بے نیاز۔ کہ جس کو کسی کی کسی بات میں حاجت نہ ہو۔

۸:۔ صمد: وہ کہ جس کے اوپر کوئی بالادست نہ ہو۔

۹:۔ صمد: قتادہ کہتے ہیں کہ وہ جو نہ کھائے نہ پیئے۔

۱۰:۔ صمد: وہ جو مخلوق کے فناء ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہ ہو جائے

۱۱:۔ صمد: وہ ہے کہ جس کو زوال نہ ہو، جیسا تھا ہمیشہ ویسا ہی رہے (حسن بصری)

۱۲:۔ صَمَدُ وہ ہے جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے (ابی بن کعب)
۱۳:۔ صَمَدُ وہ ہے جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔ (یمان۔ ابومالک)
۱۴:۔ صَمَدُ وہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی صفات سے متصف نہ ہو۔
۱۵:۔ صَمَدُ وہ ہے جو بے عیب ہو۔ (مقاتل بن حیان)
۱۶:۔ صَمَدُ وہ ہے کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔ (ربیع بن انس)
۱۷:۔ صَمَدُ وہ ہے جو اپنی جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔
(سعید بن جُبیر)
۱۸:۔ صَمَدُ وہ ہے جو غالب رہے کبھی مغلوب نہ ہو۔ (جعفر صادق)
۱۹:۔ صَمَدُ وہ ہے جو سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہو۔
(حضرت ابوہریرہ رضہ)
۲۰:۔ صَمَدُ وہ ہے جس کی کیفیت اور ریاضت کرنے سے مخلوق عاجز ہو۔
(ابوبکر ورّاق)
۲۱:۔ صَمَدُ وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔
۲۲:۔ صمد وہ ہے جو نہ کسی کو جنے اور نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔
۲۳:۔ صمد وہ ہے وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔
۲۴:۔ صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو
۲۵:۔ چند اور صفات قرآن مجید میں اسی سورت میں آئی ہیں۔

(۱) لَمْ یَلِدْ۔ کہ اس نے کسی کو نہیں جنا۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں ہے
(۲) وَلَمْ یُوْلَدْ: اور وہ کسی سے پیدا بھی نہ ہوا۔ یعنی کوئی اس کا باپ نہیں
(۳) وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ: وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا مثل اور ہمسر اور کنبہ وقبیلہ ہو۔

(تفسیر حقانی سے)

اَللّٰہُ اَحَدُ کہنے کے بعد اَللّٰہُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملے کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اَللّٰہُ اَحَدٌ کے اندر یہ تمام معانی موجود ہیں ہاں ان جملوں کو مزید تاکید کی طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۱۲: ۳ — لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ مضارع معروف نفی حجد بلم اور مضارع مجہول نفی حجد بلم کا صیغہ واحد مذکر غائب: وِلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی جننا یہ دونوں جملے الصمد کی تفسیر ہیں۔ یعنی الصمد وہ ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا:

۱۱۲: ۴ — وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ واؤ عاطفہ۔ لَمْ یَکُنْ مضارع معروف نفی حجد بلم۔ فعل ناقص۔ اَحَدٌ اسم کان اور اس کی خبر کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ یہ کُفُوًا کَانَ کی خبر ہے اور لَہٗ متعلق کَانَ ہے

۲:۔ لَہٗ کَانَ کی خبر ہے اور کُفُوًا حال ہے اَحَدٌ سے ای وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ اَحَدٌ کُفُوًا۔ مرتبہ میں برابر۔ مساوی القدر۔

فضائل اس سورۃ کے بے شمار ہیں خداتعالیٰ ہم سب کو نصیب میں فرماتے۔ اٰمین:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ:
وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۱۳) سُوۡرَۃُ الۡفَلَقِ مَکِّیَّۃٌ (۵)

۱۱۳ : ۱ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ : قُلۡ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ قَوۡلٌ (باب نصر) مصدر سے تو کہہ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو یوں دعا مانگ) چونکہ قُلۡ کا لفظ اس پیغام کا ایک حصہ ہے جو تبلیغ رسالت کے لئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس ارشاد کے اولین مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر آپ کے بعد ہر مؤمن بھی اس کا مخاطب ہے۔

اَعُوۡذُ: مضارع کا صیغہ واحد متکلم عَوۡذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے التجاء کرنے، اس سے متعلق ہونے اور پناہ ملنگنے کے ہیں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔

بِرَبِّ الۡفَلَقِ ب جار متعلق بِاَعُوۡذُ۔ رَبِّ الۡفَلَقِ مضاف مضاف الیہ۔ صبح کا رب۔ (پروردگار) میں پناہ چاہتا ہوں صبح کے رب کی۔

رب الفلق کی تشریح میں صاحب تفہیم القرآن رقم طراز ہیں۔

فَلَقٌ کے اصل معنی پھاڑنے کے ہیں مفسرین کی عظیم اکثریت نے اس سے مراد رات کی تاریکی کو پھاڑ کر سپیدۂ صبح نکالنا لیا ہے کیونکہ عربی زبان میں فَلَقُ الصبح کا لفظ طلوعِ صبح کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ کا لفظ استعمال ہوا ہے (یعنی وہ جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے (۶ : ۹۶)

اور فلق کے دوسرے معنی خَلَقَ کے بھی لئے گئے ہیں کیونکہ دنیا میں جتنی

چیزیں بھی پیدا ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی چیز کو پھاڑ کر ہی نکلتی ہیں تمام نباتات بیج اور زمین کو پھاڑ کر اپنی کونپل نکالتے ہیں تمام حیوانات یا تو رحمِ مادر سے برآمد ہوتے ہیں یا انڈہ توڑ کر نکلتے ہیں یا کسی اور مانع ظہور چیز کو چیر کر باہر آتے ہیں۔
تمام چشمے پہاڑ یا زمین کو شق کر کے نکلتے ہیں۔ دن رات کا پردہ چاک کر کے نمودار ہوتا ہے بارش کے قطرے بادلوں کو چیر کر زمین کا رخ کرتے ہیں۔
غرض موجودات میں سے ہر چیز کسی نہ کسی طرح کے انشقاق کے نتیجے میں عدم سے وجود میں آتی ہے۔ حتیٰ کہ زمین اور سارے آسمان بھی پہلے ایک ڈھیر تھے جس کو پھاڑ کر ان کو جدا جدا کیا گیا۔
كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱ : ۳۰) پس اس معنی کے لحاظ سے فَلَق کا لفظ تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔
اب اگر پہلے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ:۔
میں طلوعِ صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔
اور اگر دوسرے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا:۔
میں تمام مخلوق کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔
اس جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات چھوڑ کر اس کا اسمِ صفت "رب" اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ پناہ مانگنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے "رَبّ" یعنی مالک و پروردگار اور آقا و مربی ہونے کی صفت زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔
پھر رب الفلق سے مراد اگر طلوع صبح کا ربّ ہو تو اس کی پناہ لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ:۔
جو ربّ تاریکی کو چھانٹ کر صبحِ روشن نکالتا ہے میں اس کی پناہ لیتا ہوں تاکہ وہ آفات کے ہجوم کو چھانٹ کر میرے لئے عافیت پیدا کر دے۔
اور اگر اس سے مراد ربّ خلق ہو تو معنی یہ ہوں گے:۔
کہ میں ساری خلق کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تاکہ وہ اپنی مخلوق کے شر سے مجھے بچالے۔
۱۱۳ : ۲ — مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ : جملہ متعلق بِاَعُوْذُ ہے مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ : اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ (میں پناہ چاہتا ہوں

صبح کے پروردگار کی) ہر اس چیز کے شرّ سے جس کو اس نے پیدا کیا۔ ای من شرّ کل ماخلق)

یا مَا مصدریہ ہے اور ترجمہ ہوگا:۔

میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) تمام مخلوق کے شرّ سے۔

(یہ استعاذہ عام ہے۔ بعد کے شرورِ ثلاثہ تخصیص کے لئے ہیں)

۱۱۳ : ۳ — وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۔ جملہ معطوف ہے یعنی خاص کا عطف عام پر ہے۔

شَرِّ غَاسِقٍ مضاف مضاف الیہ۔ تاریک رات کے شرّ سے۔

غَاسِقٍ غَسْقٌ سے (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ غَسْقٌ رات کا تاریک ہونا۔ غَاسِقٍ تاریک ہونے والا۔ بمعنی تاریک رات۔

اس کے اور معانی بھی ہیں:۔

۱:۔ گرہن کے سبب سیاہ پڑجانے والا چاند۔

۲:۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریکی۔

۳:۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریک رات،

۴:۔ ڈوبنے والا چاند۔

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

تعوّذی باللہ من شر ھذا فانہ الغاسق اذا وقب :

اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ جب یہ ڈوب جاتا ہے تو سخت تاریکی لاتا ہے۔

رات کو آنے والی مصیبتوں سے بچاؤ دشوار ہوتا ہے دشمن کا شب خون۔ چوری، نقب زنی، ڈاکہ اور طرح طرح کے حوادث عموماً رات کی تاریکی میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے عربی ضرب المثل ہے۔

اللیل اخفیٰ للویل ۔ رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے۔

وَقَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، وُقُوْبٌ (باب ضرب) مصدر (جب) داخل ہوجائے۔ (جب) چھا جائے۔

محلی نے لکھا ہے کہ:۔

الیل اذا اظلم او القمر اذا غاب۔ یعنی اگر غاسق سے مراد رات ہو تو وقب کے معنی ہوگا تاریک ہوجانا۔

اور اگر غاسق سے مراد چاند ہو تو وقب کے معنی ہوں گے۔ ڈوب جانا۔ غائب ہوجانا۔

رات کی نسبت سے قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ:

(۱۷:۷۸) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نمازیں (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) اور صبح کو قرآن پڑھا کرو،

ترجمہ ہوگا:۔

اور (خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے۔

۱۱۳:۴ — وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۔ (ملاحظہ ہو آیات مذکورہ بالا ۲ تا ۳)

ترجمہ ہوگا:۔

(اور خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) ان کے شر سے جو پھونکیں مارتی ہیں گرہوں میں۔

اَلنَّفّٰثٰتِ جمع نَفَّاثَۃٌ کی۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جمع مونث۔ نَفْثٌ باب ضرب، نصر) مصدر سے۔ خوب دم کرنے والیاں۔ خوب پھونکیں مارنے والیاں۔ نَفْثٌ کے معنی ہیں قدرے تھوک تھوکنا۔

علامہ ابن منظور کہتے ہیں:۔

تھوڑی تھوک تھوکنے کو التفل کہا جاتا ہے نَفْثٌ بھی اس سے نیچے کا درجہ ہے جو پھونک مارنے کے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔

عُقَدِ جمع ہے عُقْدَۃٌ کی جس کے معنی گرہ (گانٹھ) کے ہیں۔ یہاں مراد

وہ گرہیں ہیں جن کو جادوگرنیاں ڈوروں پر افسوں پڑھ کر پھونکنے کے بعد لگایا کرتی ہیں اسی لئے عربی میں ساحِر کو مُعَقِّد بھی کہتے ہیں۔

آیت ھذا میں اَلنَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ سے مراد لبید بن اعصم یہودی کی لڑکیاں ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

۱۱۳: ۵۔۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ؛ (ملاحظہ ہو آیات ۲-۳ متذکرہ بالا)

ترجمہ :۔ (اور میں خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

حاسد کے شر سے اس وقت پناہ مانگنے کو فرمایا جب وہ حسد کو عملی جامہ پہنائے کیونکہ اس سے قبل حسد کی آگ خود حاسد کے اندر ہی بھڑکتی رہتی ہے اور اس کی اپنی ذات کے لئے سوہان روح بنی رہتی ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (٦)

۱:۱۱۴ — قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ؛ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ تو کہہ ۔ تم (یوں) کہا کرو ۔ تم (یوں) دعا کیا کرو۔ خطاب گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر آپ کے بعد ہر مؤمن اس کا مخاطب ہے ۔

اَعُوْذُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم عَوْذٌ (باب نصر) مصدر سے ۔جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے اور اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں ۔ میں پناہ چاہتا ہوں ۔

بِرَبِّ النَّاسِ ۔ بِ جار متعلق بِاَعُوْذُ ہے ۔ رَبِّ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور (میں پناہ مانگتا ہوں) لوگوں کے ربّ (پروردگار) کی ۔

۲:۱۱۴ — مَلِكِ النَّاسِ ۔ عطفِ بیان ہے رب الناس کا (وہ اسم جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے) یعنی وہ لوگوں کا رب کون ہے ؟ لوگوں کا بادشاہ ۔ (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی) سب انسانوں کے بادشاہ کی ۔

۳:۱۱۴ — اِلٰہِ النَّاسِ : سب انسانوں کے معبود کی ۔ یہ بھی رب الناس کا عطف بیان ہے ۔

۴:۱۱۴ — مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ہ متعلق بِاَعُوْذُ ہے اور المستعاذ منہ ہے یعنی وہ جس سے پناہ لینے کی دعا کی جا رہی ہے ۔

شَرّ ۔ بُرائی (خیر کی ضدّ) مضاف اَلْوَسْوَاسِ : مضاف الیہ ۔ یہ موصوف بھی ہے اور الخناس اس کی صفت ہے ۔

اَلْوَسْوَاسِ : بروزن زلزال اسم ہے وسوسہ کا ہم معنی ہے ۔ وسوسہ

اس خفیف آواز کو کہتے ہیں جس کا مفہوم تو دل تک پہنچ جائے اور تلفظ سنائی نہ دے۔ یعنی ذہنی آواز۔

یہاں وسواس سے مراد شیطان ہے یعنی وسوسہ پیدا کرنے والا۔ یا تو اس وجہ سے کہ مبالغۃً مصدر کو بجائے اسم فاعل استعمال کر لیا جاتا ہے یا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وسوسہ ڈالنے والا۔

اَلْخَنَّاسِ: یہ الوسواس کی صفت ہے۔ خَنَسٌ و خُنُوسٌ کا معنی ہے چپکے سے پیچھے ہٹنا۔

شیطان کا طریقہ اور معمول یہ ہے کہ اللہ کی یاد کے وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے اس لئے اس کو خَنَّاس فرمایا۔

الوسواس الخناس کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔

جب کوئی شخص کسی کو اس کی افتاد طبع کے خلاف کسی کام پر اکساتا ہے تو اس کا پہلا ردّ عمل شدید ہوتا ہے اور وہ بڑی حقارت سے اس خیال کو جھٹک دیتا ہے۔ ہر وسوسہ انداز اصرار نہیں کرتا بلکہ پیچھے کھسک جاتا ہے بظاہر پسپائی اختیار کرتا ہے پھر موقعہ ملنے پر وہی بات کانوں میں ڈالتا ہے اگر پھر بھی وہ تیوری چڑھائے تو وہ دبک جاتا ہے یہ تسلسل جاری رہتا ہے آہستہ آہستہ اس کا ردّ عمل کمزور ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ دن آجاتا ہے کہ یہ شخص جس بات پر پہلی بار برافروختہ ہو گیا تھا وہ خود لپک کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔

شیطان کا یہی طریقہ ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرتے تھکتا نہیں بلکہ لگاتار اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کبھی حملہ کرتا ہے کبھی پسپائی اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بڑے سے بڑے زیرک انسان کو بھی اگر اسے اپنے رب کی پناہ حاصل نہ ہو تو چاروں شانے چت گرا دیتا ہے اس کی ان دونوں چالوں کو وَسْوَاسِ اور خَنَّاسِ کے الفاظ استعمال کر کے بیان کر دیا۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا ترجمہ ہوگا۔

بار بار وسوسہ ڈالنے والے بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے۔

۱۱۴: ۵ — اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ جو لوگوں کے سینوں کے

اندر وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی جب اللہ کا ذکر نہ کریں۔

اَلَّذِیْ سے الوسواس کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے اس لئے (محلاً) مجرور ہے یا (محلاً) منصوب علی الذم ہے۔ یا محذوف مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

یُوَسْوِسُ مضارع معروف واحد مذکر غائب وَسْوَسَۃٌ (رباعی مجرد) مصدر۔ وہ وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

صُدُوْرِ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے سینے، صُدُوْرِ صَدْرٌ کی جمع ہے۔ بمعنی سینے۔

۱۱۴ : ۶ — مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱:۔ یہ جملہ وَسْوَاسِ کا بیان ہے یا اَلَّذِیْ کا۔ (مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا) یعنی وسوسہ پیدا کرنا جنّات کا فعل بھی ہے اور انسانوں کا بھی۔ اور جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶:۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن (بہت سے) شیطان، انسان اور جنّات (دونوں) میں سے پیدا کر دیئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جنّ و انس کے شر سے پناہ مانگو۔

۲:۔ یا مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ کا تعلق یُوَسْوِسُ سے ہے۔ یعنی لوگوں کے سینوں کے اندر جنات اور انسانوں کے معاملات کے متعلق وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

۳:۔ کلبی نے کہا ہے کہ صُدُوْرِ النَّاسِ میں جو اَلنَّاسِ ہے (جملہ) مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اسی کا بیان ہے۔ گویا انسان کا لفظ دونوں کو شامل ہے جنّ کو بھی اور انسان کو بھی۔

(یعنی انسان جنّ بھی ہوتا ہے اور آدمی بھی)

جنّ پر انسان کا اطلاق اسی طرح کیا گیا جس طرح کہ آیت وَاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (۷۲:۶) اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ میں رجال کا اطلاق جنّ پر کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ بھی جائز ہے کہ مِنَ الْجِنَّةِ بیان ہو اَلْوَسْوَاسِ کا۔ اور النّاس پر عطف ہو۔ اس صورت میں مطلب ہوگا:۔
میں پناہ مانگتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے جنّ شیطان کے شرّ سے اور انسانوں کے شرّ سے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ:

الحمد لِلّٰہ بعونہ ومنہ تعالیٰ آج قرآن مجید کی لغوی وضاحت میری استطاعت کے مطابق مکمل ہوئی یااللہ العالمین اس بندہ ناچیز کی یہ حقیر سی محنت قبول فرما۔

(آمین)

دُعَاءِ خَتمِ الْقُرْاٰنِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ۝ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ. الْقُرْاٰنِ حَلَاوَةً وَّ بِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ جَزَآءً. اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِالْاَلِفِ اُلْفَةً وَ بِالْبَآءِ بَرْكَةً وَ بِالتَّآءِ تَوْبَةً وَ بِالثَّآءِ ثَوَابًا وَّ بِالْجِيْمِ جَمَالًا وَ بِالْحَآءِ حِكْمَةً وَّ بِالْخَآءِ خَيْرًا وَّ بِالدَّالِ دَلِيْلًا وَ بِالذَّالِ ذَكَاءً وَ بِالرَّآءِ رَحْمَةً وَ بِالزَّآءِ زَكٰوةً وَّ بِالسِّيْنِ سَعَادَةً وَّ بِالشِّيْنِ شِفَآءً وَّ بِالصَّادِ صِدْقًا وَ بِالضَّادِ ضِيَآءً وَّ بِالطَّآءِ طَرَاوَةً وَ بِالظَّآءِ ظَفَرًا وَّ بِالْعَيْنِ عِلْمًا وَّ بِالْغَيْنِ غِنًى وَّ بِالْفَآءِ فَلَاحًا وَّ بِالْقَافِ قُرْبَةً وَّ بِالْكَافِ كَرَامَةً وَّ بِاللَّامِ لُطْفًا وَّ بِالْمِيْمِ مَوْعِظَةً وَّ بِالنُّوْنِ نُوْرًا وَّ بِالْوَاوِ وُصْلَةً وَّ بِالْهَآءِ هِدَايَةً

وَ بِالْبَاءِ يَقِيْنًا ○ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ○ وَارْفَعْنَا بِالْاٰيٰتِ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ○ وَتَقَبَّلْ مِنَّا قِرَاءَ تَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا مَا كَانَ

فِيْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ مِنْ خَطَاٍ اَوْ نِسْيَانٍ اَوْ تَحْرِيْفِ كَلِمَةٍ عَنْ

مَوَاضِعِهَا اَوْ تَقْدِيْمٍ اَوْ تَاخِيْرٍ اَوْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ اَوْ تَاوِيْلٍ

عَلٰى غَيْرِ مَا اَنْزَلْتَهٗ عَلَيْهِ اَوْ رَيْبٍ اَوْ شَكٍّ اَوْ سَهْوٍ اَوْ سُوْءِ اِلْحَانٍ

اَوْ تَعْجِيْلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَسَلٍ اَوْ سُرْعَةٍ اَوْ زَيْغِ

لِسَانٍ اَوْ وَقْفٍ بِغَيْرِ وُقُوْفٍ اَوْ اِدْغَامٍ بِغَيْرِ مُدْغَمٍ اَوْ اِظْهَارٍ

بِغَيْرِ بَيَانٍ اَوْ مَدٍّ اَوْ تَشْدِيْدٍ اَوْ هَمْزَةٍ اَوْ جَزْمٍ اَوْ اِعْرَابٍ

بِغَيْرِ مَا كَتَبَهٗ اَوْ قِلَّةِ رَغْبَةٍ وَّ رَهْبَةٍ عِنْدَ اٰيَاتِ الرَّحْمَةِ

وَاٰيَاتِ الْعَذَابِ فَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ اَللّٰهُمَّ

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَزَيِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَنَجِّنَا مِنَ

النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْاٰنِ ○ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ

الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَّ فِي الْقَبْرِ مُوْنِسًا وَعَلَى الصِّرَاطِ

نُوْرًا وَّفِی الْجَنَّۃِ رَفِیْقًا وَّمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَّحِجَابًا وَّاِلَی

الْخَیْرَاتِ کُلِّهَا دَلِیْلًا فَاکْتُبْنَا عَلَی التَّمَامِ وَارْزُقْنَا اَدَاءً

بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبِّ الْخَیْرِ وَالسَّعَادَۃِ وَالْبَشَارَۃِ مِنَ

الْاِیْمَانِ ۰ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ مَّظْهَرِ

لُطْفِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

اَجْمَعِیْنَ ۰ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ۰